

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

مُصنّفہ فخر المفسرین زبدۃ المحدثین عمدۃ المتکلمین فاضل اجل حضرت

مولانا ابو محمد عبد الحق الحقانی الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ،

تفسیر فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیر حقّانی

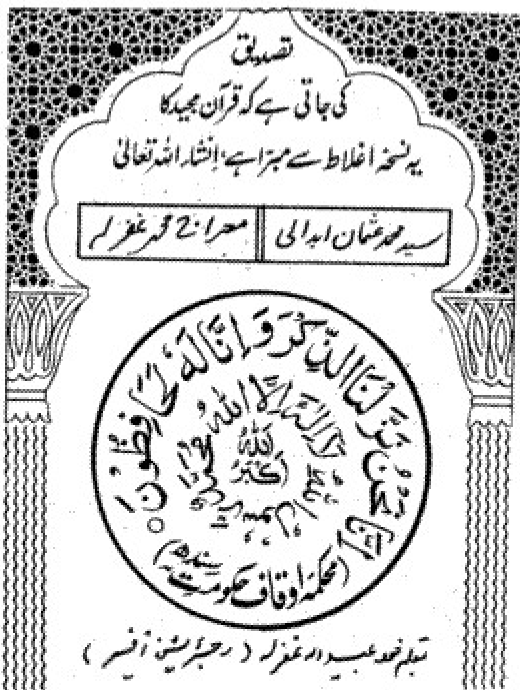
اس بے نظیر تفسیر میں جس طرح بے شمار دریائے علوم کو کوزے میں بند کیا ہے
اسی طرح اس کی زبان عام فہم سلیس اور صاف ہے تاکہ ہر خاص و عام
استفادہ کرے اور لطائف و حقائق و نکاتِ قرآنیہ سے
فیض یاب ہو

ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

تفسیر عثمانی




جلد سوم



تصدیق
کی جاتی ہے کہ قرآن مجید کا
یہ نسخہ اغلاط سے مبرا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
سید محمد عثمان ابدالی
معراج محمد غفرلہ
إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ
لا اله الا الله محمد رسول الله
الله اكبر
(محکمہ اوقاف حکومت سندھ)
تسلیم محمد عبداللہ غفرلہ (رجسٹریشن آفیسر)

تفسیرِ حقانی

پارۂ وَمَآ اُبَرِّئُ ۱۳

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاۗءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاۗءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

[illegible]

وما ابری نفسی الخ حضرت نے کسر نفسی کے طور پر فرمایا کہ میں اس بات سے کچھ اپنا اظہار فخر نہیں چاہتا بندہ و بشر ہے نفس ساتھ لگا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے اُس کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

جب آپ فرعون کے پاس گئے اور فرعون نے حسین صورت اور خداداد لیاقت باتوں سے دریافت کی تو شیفتہ ہو گیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو ازبس دانائی دی ہے سو کوئی تجھ سا عاقل اور دانشور نہیں ہے میں نے تجھ کو اپنی تمام رعیت پر اختیار دیا بجز تخت نشینی کے اور کوئی چیز میں نے تجھ سے باقی نہیں رکھی اور اپنی انگشتری اس کے ہاتھ میں پہنا دی۔ اس وقت آپ کی عمر تیس برس کی تھی حضرت نے وہ کام جو محاصل ملک سے متعلق تھا اپنے ذمے لے کر قحط آئندہ کا تعبیر کے موافق انتظام کیا اور مصر کی سرزمین پر حاکم اور متصرف ہو گئے یہ اُن کی ایمانداری کا دنیاوی نتیجہ تھا اور اجر آخرت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

[illegible]

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ
اور (جب کہ کنعان میں بھی قحط پڑا تو) یوسف کے بھائی (مصر میں) اُس کے پاس
فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿٥٨﴾ وَلَمَّا
آئے سو اس نے تو ان کو پہچان لیا اور وہ اس کو نہ پہچانتے تھے۔ اور جب
جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي
اُن کا سامان تیار کر دیا تو کہا تم اپنے سوتیلے[1] بھائی کو بھی میرے
بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ
پاس لے آؤ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں
أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿٥٩﴾
پیمانہ[2] بھر کر دیتا ہوں اور بڑا مہمان نواز ہوں۔
فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ
پھر اگر تم اس کو میرے پاس نہ لاؤ گے تو تمہیں میرے ہاں سے پیمانہ نہ ملے گا
عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿٦٠﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ
اور نہ تم میرے پاس آنا۔ وہ بولے ہم اس کے باپ سے
عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿٦١﴾ وَ
اس کے لئے درخواست کریں گے اور ہم کر کے رہیں گے۔ اور
قَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ
یوسف نے اپنے خادموں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی ان کے اسباب میں
فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا
رکھ دو تاکہ وہ اپنے گھر جا کر اس کو دریافت کر لیں شاید کہ
انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٦٢﴾
وہ پھر بھی آویں۔
فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا
پھر جب کہ وہ اپنے باپ کے پاس (کنعان میں) پہنچے تو کہنے لگے کہ ابا جان
مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا
ہمارا پیمانہ بند ہو گیا ہے سو آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے
نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٦٣﴾ قَالَ
کہ ہم پیمانہ لا دیں اور ہم اس کے نگہبان بھی ہیں۔ (یعقوب نے) کہا

هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنتُكُمْ
(خوب) میں تمہارا اس پر ویسا ہی اعتبار کروں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی
عَلَىٰ أَخِيهِ مِن قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ خَيْرٌ
پر کر چکا ہوں پھر اللہ تعالیٰ ہی خوب
حَافِظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٦٤﴾
حفاظت کرنے والا ہے۔ اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔
وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا
اور پھر جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو اپنی جمع پونجی اس میں
بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا
واپس دھری ہوئی پائی۔ تو کہنے لگے کہ
يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ
ابا جان ہم کو کچھ نہیں چاہیے۔ یہ لو ہمارا روپیہ بھی ہمیں واپس دیا گیا
إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا
اور ہم اپنے کنبہ کو پالیں گے (مصر سے غلہ لا کر) اور اپنے بھائی کی حفاظت
وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ
رکھیں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ لیں گے۔ یہ تھوڑا سا پیمانہ
يَسِيرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ
تھا۔ (یعقوب نے) کہا میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا
حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ
جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کا عہد دو گے کہ ضرور ہم اس کو
لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن يُحَاطَ بِكُمْ ۖ
تمہارے پاس لے آویں گے مگر یہ کہ تم کو گھیر لیا جاوے۔
فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ
پھر جب انہوں نے اس کو قول و قرار دیا تو اس نے کہا ہماری باتوں کا
عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ
اللہ تعالیٰ شاہد ہے۔ اور اس نے (رخصت کے وقت) کہا
يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ
بیٹو! (مصر میں) ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا

[1] سوتیلے بھائی بنیامین جو یوسف کے حقیقی بھائی تھے ۱۲ منہ [2] یعنی غلہ جو پیمانہ سے دیا جاتا ہے ہندوستان میں غلہ تل کر دیا جاتا ہے مگر ان ملکوں میں پیمانہ سے ۱۲

وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۖ
اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہو کر
وَمَا أُغْنِي عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ
اور میں تم سے اللہ کی قضا کو کچھ بھی نہیں ٹال سکتا
إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ
حکم تو اللہ ہی کا ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے
وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾ وَ
اور بھروسہ کرنے والوں کو بھی اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور
لَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم
جب وہ مصر میں جہاں سے ان کو ان کے باپ نے حکم دیا تھا داخل ہوئے
مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن
تو ان کو خدا کی قضا سے کچھ بھی نہ بچا سکا
شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ۚ
مگر وہ صرف یعقوب کے دل کا ایک ارمان تھا جس کو انہوں نے پورا کیا

جب قحط کے سال شروع ہوئے اور تمام ملکوں میں لوگ بھوکے مرنے لگے تو مصریوں نے فرعون سے کہا اس نے کہا یوسف کے پاس جاؤ جو وہ کہے کرو۔ یوسف نے ذخیرہ کھول کر غلہ فروخت کرنا شروع کر دیا۔ جب یعقوب نے دیکھا کہ مصر میں غلہ ہے تو بیٹوں سے کہا تم کیوں ایک دوسرے کا منہ تکتے ہو غلہ خرید کر لاؤ کہ ہم کھائیں اور جئیں۔ یوسف کے دس بھائی غلہ مول لینے مصر میں آئے پر یعقوب نے بن یمین کو ان کے ساتھ نہ بھیجا کہ مبادا یہ تلف ہو جائے۔ یوسف کے بھائی آئے اس کے آگے خم ہوئے۔ یوسف نے ان کو دیکھا اور انہیں پہچان گیا پر اس نے اپنے آپ کو ناواقف بتایا اور پوچھا تم کون ہو کہاں سے آئے ہو؟ جاسوس معلوم ہوتے ہو اس ملک کی خراب حالت دریافت کرنے کے لئے آئے ہو؟ انھوں نے کہا نہیں خداوندا تیرے غلام کنعان کے رہنے والے ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں بارہ تھے ایک وہیں ہے ایک کھو گیا ہم دس غلہ مول لینے آئے ہیں۔ پھر یوسف نے کہا تم اپنے میں سے ایک کو یہیں رہنے دو اور باقی غلہ لے کر جاؤ اور اپنے چھوٹے بھائی کو میرے پاس لاؤ اگر سچے ہو ورنہ جاسوس ہو۔ انھوں نے آپس میں کہا کہ سچ ہے ہم اپنے بھائی کی بابت مجرم ہیں انھوں نے ہماری منت اور زاری کی جو اس کی خستہ دلی دیکھی اور اس کی نہ سنی اس لئے یہ مصیبت ہم پر پڑی۔ تب روبن نے کہا کیا میں تمہیں نہ کہتا تھا کہ اس بچے پر ظلم نہ کرو اور تم نے نہ سنا آج اس کے خون کی بازپرس ہم سے ہوئی اور وہ نہ جانتے تھے کہ یوسف ان کی باتیں سمجھتا ہے کیونکہ ان کے درمیان ایک ترجمان تھا یہ باتیں سن کر یوسف کا دل بھر آیا اور کنارے جا کر پھوٹ پھوٹ کر رویا اور پھر ان کے پاس آ کر باتیں کرنے لگا اور شمعون کو ان کے سامنے مقید کر دیا

وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ
اور وہ تو ہمارے سکھلائے سے علم والا تھا لیکن
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا
اکثر آدمی نہیں جانتے اور جب کہ
دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ ۖ قَالَ
وہ یوسف کے پاس گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی کہا
إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا
کہ میں تیرا بھائی ہوں پس جو کچھ وہ کرتے تھے اس پر غمگین نہ ہو
كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُم
پھر جب یوسف نے ان کا سامان
بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ
تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں کٹورا

ع ۱۱

لہ یعقوب کے فرمانے سے بھی ایک دروازے سے داخل ہونا منع کیا گیا [illegible] سب [illegible] ہو سکتا ہے کہ سب [illegible] [illegible] یوسف [illegible] [illegible] [illegible]

و ستقیم ہوا [illegible] نہیں کر سکتے [illegible]

أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ

رکھ دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو!

إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا

تم تو چور ہو۔ وہ ان کی طرف پھر کر پوچھنے لگے کہ

عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفْقِدُ

کیا گم ہو گیا! انھوں نے کہا کہ ہم کو

صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ

بادشاہ کا کٹورا نہیں ملتا اور جو اس کو لائے گا ایک اونٹ بھر کر غلہ

بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ

پائے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ (یوسفؑ کے بھائیوں نے) کہا بخدا تم

لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي

جان چکے ہو کہ ہم ملک میں فساد کرنے نہیں آئے

الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا

اور نہ ہم کبھی کے چور ہیں۔ انھوں نے کہا پھر

فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ

بھلا اگر تم جھوٹے نکلو تو چور کی کیا سزا؟ وہ بولے کہ جس کی بوری میں سے وہ

وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي

نکل آئے تو اس کی سزا یہی ہے کہ وہ اس کے بدلہ میں لیا جائے۔ ہم بے انصافوں کو

الظَّالِمِينَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ

یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ پس اس کے بھائیوں کے اسباب سے پہلے ان کے اسباب

وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ

دیکھنے شروع کئے پھر اس کے بھائی کے اسباب میں سے اس کو

أَخِيهِ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا

نکالا۔ ہم نے یوسفؑ کو ایسی تدبیر بتائی تھی (ورنہ) بادشاہ

كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ

مصر کے قانون سے تو وہ اپنے بھائی کو ہرگز نہ لے سکتا تھا

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ

مگر کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ ہم جس کو چاہتے ہیں بلند مرتبہ

مَنْ نَشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي

کرتے ہیں۔ اور ہر ایک دانا سے بڑھ کر دوسرا

عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾

دانا ہے۔

اور حکم دیا کہ اُن کے بورے غلّہ سے بھر دیں اور ہر شخص کی نقدی اُس کے بورے میں رکھ کر پھیر دیں اور انھیں سفر کی خورش بھی دیویں۔ اُن کے ساتھ بہت سا سلوک کر کے اُن کو کنعان کی طرف روانہ کیا اور بنیامین کے لانے کی بہت تاکید و تہدید کی۔ وہ جب کنعان میں آئے تو تمام ماجرا اپنے باپ سے بیان کیا وہ سُن کر مغموم ہوا۔ اس نے کہا میرا بیٹا تمہارے ساتھ نہ جائے گا اس کا بھائی مر گیا وہ اکیلا رہ گیا اگر اس پر کچھ رستہ میں آفت ہو تو تم میرے بڑھاپے کے بالوں کو غم کے ساتھ گور میں اتارو گے۔ پھر جب وہ غلہ کھا چکے تو اُن کے باپ نے کہا پھر جاؤ اور غلّہ لاؤ۔ یہوداہ نے کہا اُس مرد نے ہم سے بتاکید کہا ہے کہ اپنے بھائی کو ساتھ لانا ورنہ میرا مُنہ نہ دیکھنا اس کو ہمارے ساتھ کر دے تاکہ ہم جاویں اور غلّہ لا دیں کہ ہم اور تُو اناج کھا کر جئیں اور میں اُس کا ضامن ہوتا ہوں تو میرے ہاتھ سے اُس کو طلب کیجیو اگر تیرے پاس لا کر نہ بٹھاؤں تو اُس کا گناہ مجھ پر ابد تک ہے۔ آخر یعقوبؑ نے قسم و اقرار دے کر بنیامین کو ساتھ کر دیا اور وہ نقدی جو واپس آئی بوروں میں سے واپس ملی تھی اُس کو بھی لے جانے کا حکم دیا اور کچھ میوے اور روغن بلسان اور شہد اور گرم مصالح ہدیہ کے طور پر ساتھ کیا اور کہا مصر کے ایک دروازہ سے نہ گھُسنا اس خیال سے کہ وہ خوبصورت تھے کہیں نظر نہ لگ جاوے مگر ساتھ اس کے یہ بھی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کو کوئی تدبیر ٹال بھی نہیں سکتی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس بات کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ صرف یعقوبؑ کے دل کی شفقت پدری کے

لہ تو اور کوئی سامان بنیامین کے روکنے کا کر دیتا ۱۲ منہ

قَالُوٓا إِن يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ
لَّهُۥ مِن قَبْلُ ۚ فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِى
نَفْسِهِۦ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ أَنتُمْ
شَرٌّ مَّكَانًا ۖ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا
تَصِفُونَ ﴿٧٧﴾ قَالُوا يَٰٓأَيُّهَا ٱلْعَزِيزُ إِنَّ
لَهُۥٓ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا
مَكَانَهُۥٓ ۖ إِنَّا نَرَىٰكَ مِنَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٧٨﴾
قَالَ مَعَاذَ ٱللَّهِ أَن نَّأْخُذَ إِلَّا مَن
وَجَدْنَا مَتَٰعَنَا عِندَهُۥٓ إِنَّآ إِذًا
لَّظَٰلِمُونَ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا ٱسْتَيْـَٔسُوا مِنْهُ — ع ۱۱
خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ
تَعْلَمُوٓا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم
مَّوْثِقًا مِّنَ ٱللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ
فِى يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ ٱلْأَرْضَ

خوب سے ایک خواہش تھی ورنہ خدا تعالے پر متوکل اور ذو علم تھا۔ پھر جب وہ مصر پہنچے اور متفرق دروازوں سے حضرت یوسفؑ کے پاس گئے اور جو ہدیہ لائے تھے پیش کیا اور تعظیم کرتے جھکے اور جو قیمت بوروں میں ڈالی گئی تھی وہ بھی پیش کی یوسفؑ نے خیر و عافیت پوچھی اور کہا کہ تمہارا باپ اچھی طرح ہے وہ بڈھا جس کا ذکر مجھ سے کیا تھا ابھی تک زندہ ہے؟ اور بنیامین کو دیکھ کر کہا کہ تمہارا چھوٹا بھائی یہی ہے پھر کہا کہ اے میرے فرزند! خدا تعالے تجھ پر مہربان ہے۔ حضرت یوسفؑ کا دل بھر گیا باپ کا حال سن کر بھائی کو دیکھ کر وطن یاد کر کے دل قابو میں نہ رہا وہاں سے اٹھ کر ایک خلوت خانہ میں جا کر بہت روئے اور پھر منہ دھو کر ان کے پاس آئے اور کھانا کھلایا اور بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔ بنیامین کو جدا بٹھایا تھا وہاں اس کے دل پر جو بھائی کا خیال آگیا یاد کر کے رونے لگا حضرت یوسفؑ نے گلے سے لپٹایا اور پردہ اٹھا دیا اور کہہ دیا کہ میں ہی یوسف ہوں پھر تو گلے لگ کر دونوں بھائی بڑی دیر تک روتے رہے۔ اور بنیامین کو ساتھ رکھنے کی تدبیر کی کہ اپنا چاندی کا پیالہ اس کے بورے میں رکھوا دیا جب وہ سب قافلہ سے روانہ ہوگئے تو پیچھے سے آدمی دوڑایا کہ تم ہمارا پیالہ چرا کے لے گئے ہو۔ انھوں نے انکار کیا اسباب کی تلاشی ہوئی بڑے بھائی کے اسباب سے شروع ہو کر بنیامین کی نوبت آئی تو اس میں وہ پیالہ نکل آیا وہ اقرار کر چکے تھے کہ جس کے اسباب میں سے نکلے اس کی سزا یہی ہے اس کو غلام بنا لیا جائے۔ یہ مصر کا قانون نہ تھا۔

چونکہ انھیں کی منظور کی ہوئی بات تھی اس لئے بنیامین کے رکھنے کی تدبیر خدا تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں القا کی۔ اس میں عقلاً بھی کوئی قبح نہیں۔

یہودا جو کہ ضامن تھے کہ بنیامین کو لاتے تھے۔ اور ان کے ساتھ اور بھی حضرت یوسف علیہ السلام سے

حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ

جب تک کہ میرا باپ مجھے اجازت نہ دے گا یا اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی

لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا

حکم نہ دے۔ اور وہ بہتر حکم دینے والا ہے۔ تم اپنے باپ کے

اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ

پاس جا کر کہو کہ اے باپ! آپ کے بیٹے نے چوری

سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ

کر لی، اور ہم نے تو وہی کہا جو ہمیں معلوم تھا اور ہم کو

مَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ

غیب کی خبر نہ تھی (کہ وہ چوری کرے گا)۔ اور آپ اس

الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ

گاؤں سے بھی پوچھ دیکھیے کہ جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی کہ

اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ

جس میں ہم واپس آئے ہیں اور ہم بےشک سچے ہیں۔ کہا (نہیں)

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ

بلکہ تم نے دل سے ایک بات گھڑ لی ہے،

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ

سو صبر ہی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ان سب کو

بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

میرے پاس لا دے، کیونکہ وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى

اور اُس نے اُن سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا ہائے

يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ

یوسفؑ اور غم سے اُس کی آنکھیں سفید ہو گئیں

فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ

پس وہ سخت غمگین ہو گیا۔ (بیٹوں نے) کہا خدا تعالیٰ کی قسم تم تو سدا

يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ

یوسفؑ کو یاد کرتے رہو گے یہاں تک کہ گھل جاؤ یا ہلاک

مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا

ہو جاؤ گے۔ وہ کہنے لگے میں تو اپنی پریشانی

بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ

اور غم کا گلہ اللہ تعالیٰ ہی سے کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے میں

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

عرض کرنے لگے کہ ہمارا بوڑھا باپ ہے وہ یہ سن کر مر جائے گا، اس کی جگہ ہم میں سے آپ ایک کو رکھ لیجیے اس سے پہلے اس کا بھائی یوسفؑ بھی چوری کر چکا ہے (یا تو یوں ہی حسد میں اتہام لگایا یا اس سے مراد وہ بات ہو کہ راحیل اپنے باپ کے بُت چرا لائی تھی جو یوسف علیہ السلام کی معرفت منگائے گئے ہوں گے کیونکہ لڑکے ایسی ایسی چیزیں اُٹھایا کرتے ہیں یا اس قصہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہے کہ اُن کی پھوپی انھیں چاہتی تھی حضرت اسحاقؑ کا پٹکا جو تبرکاً چلا آتا تھا یوسفؑ کی کمر میں باندھ دیا تاکہ چوری کی علت میں اُن کے دستور کے موافق انھیں کے پاس رہیں) یوسفؑ نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر باہم اُنھوں نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ بڑے بھائی روبن نے کہا میں تو یہاں سے نہیں جا سکتا تم اپنے باپ سے جا کر یہ سب ماجرا بیان کرو بھائیوں نے آ کر سب حال بیان کیا۔ یعقوبؑ نے فرمایا یہ بھی تمہاری بنائی ہوئی کوئی بات ہے پس بجز صبر کے اور کیا بن آتا ہے۔ پھر اُن سے الگ اپنے خیمہ میں بیٹھ کر زار زار رونے لگے کہ ہائے یوسفؑ تجھ کو کہاں ڈھونڈوں؟ اور غم کے مارے آنکھیں سفید ہو گئیں، بینائی جاتی رہی مگر اُس کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کے خواب سے کہ اُس کو بھائی اور ماں باپ ایک روز سجدہ کریں گے یا الہام سے یہ اُمید تھی کہ ایک روز اللہ تعالیٰ مجھے اُن سے ملائے گا۔ واعلم من اللہ ما لا تعلمون میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اس امید پر حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے کہا کہ جاؤ یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ ناامیدی کافروں کی شان ہے۔ پھر وہ مصر میں گئے اور آ کر یوسفؑ سے اپنے باپ کا سلام اور درد آمیز پیغام ذکر کیا اور ظاہر کیا کہ ہمارا ایک پیارا بیٹا جاتا رہا جس کے غم میں میری آنکھیں سفید ہو گئیں اس کے چھوٹے بھائی کو دیکھ کر تسلی کر لیتا تھا اب اس کو

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ

اے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش کرو

وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ

اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا

بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر

الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا

کافر لوگ۔ پھر جب یوسف کے پاس گئے

عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ

تو کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو سختی پہنچی ہے اور

اَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ

ہم کھوٹے دام لے کر آئے ہیں

فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا

سو ہم کو پورا ناپ دیجئے اور ہم کو خیرات بھی دیجئے

اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

بے شک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو بدلہ دیا کرتا ہے۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ

(یوسف نے) کہا کیا تم کو معلوم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے کیا تھا

وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا

جبکہ تم نادان تھے۔ کہنے لگے

ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا

کیا تو ہی یوسف ہے؟ کہا میں ہی

يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ

یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر

اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ

بڑا کرم کیا۔ بے شک جو پرہیزگاری اور صبر کیا کرتا ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

تو اللہ تعالیٰ بھی نیکوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتا

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا

وہ کہنے لگے بخدا بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ہم پر بزرگی دی

وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا

اور بے شک ہم خطاوار تھے۔ (یوسف نے) کہا آج

تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ

تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو معاف

لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾

کرے اور وہ سب سے زیادہ رحیم ہے

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ

جاؤ میرا یہ کرتا لے جاؤ سو اس کو میرے باپ کے منہ پر ڈال دو کہ وہ

عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَ

بینا ہو جائے گا اور

اْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾

میرے پاس اپنے سب گھر والوں کو لے آؤ۔

ع ۱۰ ۱۳ ۴

آپ نے قید کر لیا مجھ پر رحم کھا کر اسے چھوڑ دیجئے ہم خاندانِ نبوت کے لوگ ہیں چوری بدکاری ہمارا پیشہ نہیں اور مجھ کو مصیبت پڑی ہے) پھر کہا کہ نہایت عجز سے کہنے لگے کہ ہم مصیبت زدہ ہیں اور کھوٹے دام لے کر تیرے پاس آئے ہیں (کیونکہ کنعان کا سکہ مصر میں نہیں چلتا تھا) ہم کو غلہ عنایت کر اور صدقہ دے۔ آخر یہ سن کر یوسفؑ کو ضبط نہ ہو سکا اور غیر لوگوں کو اپنے پاس سے دور کر کے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تمہیں یاد ہے تم نے یوسفؑ کے ساتھ

کیا کیا تھا؟ بھائیوں نے کہا کہ کیا آپ یوسفؑ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ تب تو ہر ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب روئے۔ پھر بھائیوں نے شرمندگی کے مارے سر نیچا کر لیا اور اپنی خطا کا اقرار کرنے لگے۔ یوسفؑ نے اُن کو معاف کیا اور تسلی دی۔ یہ خبر مصر میں اور فرعون کے پاس بھی پہنچی کہ یوسفؑ کے بھائی آئے ہیں۔ فرعون نے کہا کہ لے یوسفؑ اپنے گھرانے کو یہیں بُلالے میں اُن کی عزت کروں گا۔ یوسفؑ نے بھائیوں کو بڑے سامان کے ساتھ اپنا پیراہن دے کر روانہ کیا کہ میرے باپ کے منہ پر ڈال دو وہ بینا ہو جاوے گا (یا تو یہ ایک معجزہ تھا، یا یہ کہو کہ آنکھیں بالکل نہیں گئی تھیں، غم کے مارے ضعفِ بصر ہو گیا تھا۔ جب پیراہن ڈالا تو یعقوبؑ کو خوشی ہوئی اور ضعف دُور ہو گیا بینائی آ گئی جیسا کہ توانائی آ جاتی ہے) اور یہ بھی کہا کہ اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔

اور جب مصر سے یہ قافلہ چلا تو کئی منزل سے حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو معلوم ہوئی یہ بھی ایک معجزہ تھا۔ یعقوبؑ نے اپنے لوگوں سے کہا کہ آج تو مجھے یوسفؑ کی بُو آتی ہے مگر تم مجھے دیوانہ کہوگے وہ کہنے لگے بخدا ہنوز آپ اپنی اسی پُرانی دُھن اور بُلائے محبت میں گرفتار ہیں ابھی یوسفؑ آپ کے دل سے نہیں بھُولا۔ پھر جب کنعان میں وہ بشیر یعنی خوشخبری لانے والا سب سے پہلے آ پہنچا (کہتے ہیں کہ اُن کا بیٹا یہوداہ پیراہن لایا تھا کیونکہ خون آلودہ پیراہن بھی انھیں کو دے کر غم سُنانے کے لئے یعقوبؑ کے پاس بھیجا تھا) اور اُس نے آ کر وہ پیراہن یعقوبؑ کے منہ پر ڈال دیا اور یوسفؑ اور بنیامین کی خیر و عافیت اور یوسفؑ کا مصر میں جاہ و جلال بیان کیا (اس وقت یعقوبؑ پر شادیِ مرگ کا حال ہو گا) اُس کے ڈالتے ہی آنکھوں میں نور دل میں سرور آ گیا اور اپنی اولاد سے کہا کہ کیوں میں نہیں کہتا تھا کہ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہ بات معلوم ہے جو تمھیں نہیں۔ تب بیٹے باپ کے قدموں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہماری خطا اللہ تعالےٰ سے معاف کرا دیجئے ہم خطاوار ہیں۔ یعقوبؑ نے کہا معاف کراتا ہوں (شاید وقتِ سحر جو نہایت مقبول وقت ہوتا ہے اس وقت پر معافی و استغفار کو محول رکھا ہو یا دیر کرنے میں کچھ اور مصلحت ہو)۔ الربع

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ اَبُوْهُمْ

اور جب کہ قافلہ روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا البتہ

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ

مجھ کو یوسفؑ کی بُو آ رہی ہے اگر مجھے دیوانہ

تُفَنِّدُوْنِ ۝۹۴ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ

نہ بناؤ۔ انھوں نے کہا اللہ کی قسم تم اپنی اسی

لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝۹۵ فَلَمَّآ اَنْ

پُرانی دُھن میں مبتلا ہو۔ پھر جب کہ اُس کے پاس

جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ

خوشخبری دینے والے نے آ کر قمیص اُس کے منہ پر ڈال دیا تو

فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ

بینا ہو گیا۔ کہنے لگا کیا میں نے تم سے نہیں

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۹۶

کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا

عرض کرنے لگے کہ اے باپ ہمارے گناہ معاف کرا دیجئے بے شک ہم

كُنَّا خٰطِـئِيْنَ ۝۹۷ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ

خطاوار تھے۔ کہا عنقریب اپنے رب سے تمہارے لئے

لَكُمْ رَبِّیْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۹۸

معافی مانگوں گا۔ البتہ وہ غفور رحیم ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ

پھر جبکہ وہ یوسفؑ کے پاس آئے تو اپنے ماں باپ کو

أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِنْ
اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو جاؤ اگر خدا نے
شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ
چاہا تو امن سے رہو گے۔ اور اٹھایا اپنے ماں باپ کو
عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۚ
تخت پر اور وہ سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑے
وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ
اور یوسف نے کہا اے ابا جان یہ ہے میرے [illegible] خواب
مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ
کی تعبیر اور میرے رب نے اس کو سچا کر دکھایا۔
وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ
اور مجھ پر احسان کیا جب مجھ کو نکالا قید سے
السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ
اور تم کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ
مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي
شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں رنجش ڈال دی
وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ
[illegible]
لِمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾
جو کام چاہے بے شک وہی جاننے والا حکمت والا ہے
رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَ
[illegible]
عَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ
خواب کی تعبیر [illegible] بھی سکھایا
فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ
(اے) آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو ہی

حضرت یعقوب علیہ السلام مع اپنے بیٹوں، پوتوں یعنی اولاد کے ستر شخص تھے بیٹوں کی بیویوں کے علاوہ۔

ہ سب فرعون کی سواریوں پر سوار ہو کے جو اُس نے مصر سے اُن کے لینے کو بھیجی تھیں اور اپنا اسباب لاد کر منزل بمنزل مصر کو روانہ ہوئے۔ اور جب قریب پہنچے تو یہودا کو پیشتر یوسف کے پاس بھیجا۔ تب یوسف اپنی سواری لے کر جشن تک استقبال کو نکلا اور باپ کو اُس کے گلے سے لپٹا اور دیر تک رویا۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا بس اب مجھے مرنا بہتر ہے میں نے زندگی میں تجھے پھر دیکھ لیا۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے محل میں لے جا کر انہیں بڑی عزت کے ساتھ اُتارا اور اپنے تخت پر حضرت یعقوبؑ اور اپنی سوتیلی ماں کو بٹھایا۔ اور پھر حضرت یوسفؑ کے آگے اُن کے گیارہ بھائی اور ماں باپ سجدے میں گر پڑے (یا اُس وقت میں غیر اللہ کو سجدہ حرام نہ ہوگا یا سجدہ میں گرنے سے مراد تعظیماً جھکنا ہے) تب حضرت یوسفؑ نے کہا میرے اس خواب کی تعبیر یہی ہے جو میں نے دیکھا تھا کہ مجھے گیارہ ستارے اور چاند سورج سجدہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کے انعام بیان کرنے شروع کئے جو اس پر ہوئے تھے قد احسن بی کہ اس نے مجھے قید سے نکال کر سرداری دی و جاء بکم اور اس قحط شدید میں تمہارے خاندان کی پرورش کا سبب کر دیا جس تم کو یہاں بلایا گیا۔ کنعان میں جہاں حضرت اسرائیل علیہ السلام رہتے تھے کوئی شہر یا عمدہ قصبہ نہ تھا صحرا یا چھوٹے گاؤں میں خیمہ زن تھے اور بھیڑ بکریوں پر بسر اوقات کرتے تھے ان کی نسبت مصر جیسے شہر دار السلطنت میں آنا جنگل سے آنا کہا جاتا تھا۔ اور انہیں احسانات کے ضمن میں بھائیوں کی بدسلوکی جو انجام کار مراتب عالیہ کا ذریعہ ہوئی کو بلا پردہ میں بیان فرما کر من بعد ان نزغ الشیطان الآیۃ پھر رب قد آتیتنی من الملک الخ حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا وقت موت کو ذکر فرما کر خدا نے قصہ کو نہایت لطف اور مقاصد تعلیم توحید پر تمام فرمایا۔

اسی کے بیچ میں قحط کی باقی کیفیت اور حضرت یعقوبؑ کی
موت کا بیان جو اس محل پر مقصود بالذات نہ تھا چھوڑ
دیا گیا۔ کیونکہ یہ کام اہلِ تاریخ کا ہے۔ اور قرآن میں جو کسی کا
حال بیان ہوتا ہے تو محض عبرت و نصیحت کے لئے۔ تبعی و ضمنی
طور پر تمام سرگزشت قحط کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک سال
میں مصریوں نے مال و اسباب یوسفؑ کے ہاتھ بیچ کر غلہ
لیا پھر اگلے سال زمین اور جائداد کی نوبت آئی پھر جان تک
روٹیوں پر فروخت ہوئی فرعون کی غلامی اختیار کرنی
پڑی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو فرعون سے ملوایا بڑی
عزت کے ساتھ اُس نے ملاقات کی حضرتؑ نے اُس کو دعاءِ
خیر دی۔ پھر بنی اسرائیل کے لئے اطرافِ شہر میں ایک جدا گانہ
قطع عمدہ زمین کا عطا ہوا جس کو رعمسیس کہتے تھے حضرت
یعقوبؑ جب مصر میں تشریف لائے تو اُن کی عمر ایک سو تیس ۱۳۰

وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ

دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے فرمانبرداری کی حالت

مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰۱

میں موت دے اور نیکوں میں ملا دے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ

یہ غیب کی خبریں ہیں جو (اے نبیؐ!) آپؐ کی طرف ہم وحی کرتے

اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا

ہیں۔ اور آپؐ تو وہاں موجود بھی نہ تھے جبکہ (یوسفؑ کے بھائیوں نے) اپنا ارادہ

اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝۱۰۲ وَمَآ اَكْثَرُ

مصمم کر لیا تھا کہ اُن کو کنوئیں میں ڈال (دیں) اور وہ فریب کر رہے تھے۔ (ہر چند) آپ

النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰۳

کتنا ہی چاہیں (لیکن) اکثر لوگ ایمان لانے کے نہیں۔

وَمَا تَسْـَٔــلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ

اور آپ اس پر اُن سے کچھ مزدوری بھی تو نہیں مانگتے۔ یہ تو صرف تمام عالم

اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۴ۧ وَكَاَيِّنْ مِّنْ

کے لئے نصیحت ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں

اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ

بہت سی ایسی نشانیاں ہیں جن کو فوہ مشاہدہ کرتے منہ

عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۱۰۵ وَ

پھیر لیتے ہیں ف۔ اور

مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ

ان میں سے اکثر ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے

مُّشْرِكُوْنَ ۝۱۰۶ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ

جاتے ہیں۔ کیا وہ اس سے نڈر ہو گئے کہ اُن پر عذاب

غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ

الٰہی آکر چھا جائے یا یکایک اُن پر قیامت

السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۰۷

آجائے اور اُن کو خبر بھی نہ ہو۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ

کہدو میرا اور میرے پیرووں کا بصیرت کے ساتھ راستہ یہ ہے میں لوگوں کو

عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَ

اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ (اُن کے

سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۸

شرک سے بالاتر ہے) پاک ہے اور میں تو شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

۱۴۷
برس کی تھی ایک سو سینتالیس برس کی عمر میں بقول اہلِ
کتاب مصر میں انتقال ہوا۔ مگر مرنے سے پہلے یوسف علیہ
السلام کو بلا کر وصیت کی کہ مجھ کو مصر میں مت گاڑیو،
کیونکہ اپنے باپ دادوں کے پاس سوؤں گا اور میرے باپ
دادا کے گورستان میں مجھے گاڑنا۔ اور مرنے سے کچھ دیر
پہلے اپنی اولاد کو بلا کر خدا پرستی اور ملتِ ابراہیمیہؑ پر
ثابت قدم رہنے کی وصیت کی اور ہر ایک بیٹے کو اُس کے
موافق برکت دی۔ پھر بستر پر پاؤں کھینچ لئے اور جان بحق
ہو گئے اور اپنے لوگوں میں جا ملے تب یوسفؑ اپنے باپ کے
منہ پر گر پڑے اور بہت روئے اور اُن کو چوما اور مصری

ع ۱۱ ۵

ف یمرون علیہا کا ترجمہ لفظی اُن پر سے گزرنا ہے مگر مراد مشاہدہ کرنا ہے یعنی ہمارے آسمان اور زمین میں بیشمار نشانِ قدرت ہیں جن کو دیکھ کر ایمان نہیں لاتے بلکہ منہ پھیر لیتے ہیں اور توجہ نہیں کرتے ۱۲ منہ

بھیجوں کو بھر کر اُن پر خوشبو لگائی اور تمام اہلِ مصر نے اُن پر
سخت ماتم کیا پھر فرعون کے معزز اہلکار اور حضرت یوسف
علیہ السلام اور اُن کا خاندان ایک انبوہ کثیر کنعان میں حضرتؑ
کی نعش کو لایا اور اُن کے قبرستان میں دفن کیا اور سات
روز تک وہ لوگ ماتم کر کے روتے رہے اور اس بیچ گراں [?]
کو زمین میں مدفون کر کے حضرت کے ساتھ واپس گئے اس کے
بعد جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو دس برس
کی ہوئی اور اپنے بیٹوں افرائیم اور منشی کے بیٹے بھی دیکھ
لئے تو بقول بعض اہل سیر ایک رات ایک خواب دیکھا کہ ایک
نہایت پُر فضا جگہ ہے (عالم قدس) وہاں چند کرسیاں رکھی
ہیں ایک پر ابراہیم اور ایک پر اسحاق اور ایک پر یعقوب
علیہم السلام اور ایک پر راحیل حضرت یوسفؑ کی والدہ
ماجدہ تشریف رکھتی ہیں اور ایک کرسی خالی ہے گویا آپ
حضرت یوسفؑ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اور حضرت یعقوب
کی تکی روح پر عالم قدس میں اپنے بزرگوں سے ملنے کی ایک
سخت بے قراری تھی جس طرح قفس میں گرفتار چمن کی آواز
سن کر طائر تڑپتا ہے اسی طرح سے آپ تڑپنے لگے اور تمام
دنیا کے لذائذ فانیہ سے یک لخت دل سرد ہو گیا (اور اہل اللہ
لوگوں کو اخیر عمر میں دنیا سے نفرت اور عالم قدس کا شوق
ہو جایا کرتا ہے) بیدار ہوتے ہی حضرت نے یہ دعا کی اور
خدا تعالیٰ نے اس کے احسانات ذکر کر کے مناجات شروع کی
رب قد آتیتنی من الملک اس میں تمام عالم حسی کے لذائذ
کی طرف اشارہ ہے وعلمتنی من تاویل الاحادیث اس میں
تمام کمالات روحانیہ کی طرف اشارہ ہے جو علم کے متعلق ہیں
فاطر السموات والارض اس میں اس کی عظمت قدرت اور
عالم ملکوت و ناسوت کی وسعت کا ذکر ہے انت ولی نے

الدنیا والآخرۃ اس کی عنایت اور محبت خاصہ کی طرف
اشارہ ہے جو حضرتؑ کے ساتھ تھی (اور یہ خصوصیت
خدا تعالیٰ کا ایک واسطہ خاص ہوتا ہے۔ توفنی مسلماً
والحقنی بالصالحین یہ اُن کے اصل مطلب کی دعا ہے کہ
دنیا کی سرداری اور اس کی یہ طمطراق مجھے اس طرح انبیاء
سے مانع نہ آئے اور میں اپنے بزرگوں میں جا ملوں۔ چنانچہ
اُن کی دعا قبول ہوئی اور وہ جان بحق ہوئے۔ اور
بھائیوں سے وصیت کی ایک بار پھر تم کو خدا ملک شام
میں لے جاوے گا تم میری لاش کو ساتھ لے جانا۔ مصر
میں حضرتؑ کی وفات پر سخت ماتم ہوا اُن کی لاش
میں خوشبو بھر کے سنگ مرمر کے صندوق میں رکھ کر دفن
کر دی۔ پھر کئی سو برس کے بعد جب اور فرعون بادشاہ
ہوا اور حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے شام
کو چلے تو اُن کی ہڈیاں بھی ساتھ لیں اور حضرت موسیٰ علیہ
السلام راستہ ہی میں فوت ہو گئے بعد میں بنی اسرائیل نے
اُن کو کنعان میں بمقام نابلس دفن کیا۔ زلیخا جو عزیز کی
بیوی حضرتؑ پر عاشق تھی اس کا باقی قصہ در قرآن

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا
اور (اے نبی) ہم نے آپ سے پہلے بھی بستیوں کے رہنے والے آدمی
نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ
ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے
أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا
پھر وہ زمین پر کیوں نہیں چلے پھرے کہ دیکھتے
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ
پہلوں کا کیا انجام ہوا
وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا
اور البتہ آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے
أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۱۰۹) حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ
پھر تم کیوں نہیں سمجھتے یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے

۱؎ مخلفے مصر مُردے کی لاش میں کوئی ایسی چیز خوشبودار بھر دیتے تھے
کہ وہ لاش بگڑتی نہ تھی۔ چنانچہ خلفائے اسلام کے عہد میں اس عہد کی لاشیں
صندوقوں میں بند کی شہر شہر جانوں کے [illegible]

[illegible]

الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا

نا امید ہو چکے تھے اور خیال کرنے لگے تھے کہ ان سے غلط وعدے کئے گئے

جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ

تو (تب) لوگوں کے پاس ہماری مدد آ پہنچی پھر جس کو ہم نے چاہا بچا لیا۔

وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (۱۱۰)

اور ہمارے عذاب کو نافرمان قوم سے کوئی بھی دفع نہیں کر سکتا۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ

البتہ ان لوگوں کے حالات میں بڑی عبرت ہے

لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا

سمجھ والوں کے لئے یہ قرآن کوئی بنائی ہوئی بات تو ہے

يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي

نہیں بلکہ وہ اپنے سے پہلے چیزوں کی تصدیق

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَ

اور ہر چیز کی تفصیل اور

هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۱۱۱) ع ۱۲ / ۷ / ۶

ہدایت اور رحمت ہے ایمانداروں کے لئے۔

نے بیان کیا نہ توریت موجودہ نے مگر اہل سیر نے لکھا ہے کہ اس سے شادی ہوئی اور دو بیٹے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ ذٰلک من انباء الغیب سے لے کر اخیر تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور کفار کے شبہات کا رد اور توحید اور نبوت کے دلائل بیان فرماتا ہے اور کفار کے منکر ہونے پر تنبیہ فرماتا ہے اور بعد میں قرآن مجید کی وہ صفات بیان فرمائیں کہ جن سے اس کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ذٰلک من انباء الغیب سے لے یمکرون اس سے ثابت کرتا ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں کہ جو اہل علم و کمال کا شہر نہ تھا نہ وہاں کوئی تاریخ کی کتاب تھی نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پڑھ لکھ سکتے تھے اور نہ خاص حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ کے وقت موجود تھے پھر اس طرح سے بے کم و کاست یہ واقعہ بیان کرنا کہ جس کو یہود نے توریت کے سراسر موافق پایا اگر الہام نہیں تو اور کیا ہے؟ اس لئے توجیہ ایک اور من انباء الغیب کہنا بہت صحیح ہے۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا الہامی ہونا ثابت ہوتا ہے (۲) وما اکثر الناس سے وہم معرضون تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی کرتا ہے کہ گو آپ کتنی ہی خواہش کریں اور ان کے کہنے کے موافق معجزات بھی دکھا دیں لیکن وہ ایمان نہیں لانے کے۔ اور آپ پر اور قرآن پر اگر ایمان نہ لاویں تو کچھ تعجب نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر بھی تو ایمان نہیں لاتے باوجودیکہ افلاک سے لے عناصر اور نباتات و جمادات و حیوانات تک میں بلکہ اپنے وجود میں رات دن سیکڑوں وہ نشانیاں دیکھتے ہیں کہ جو ہمارے وحدہٗ لاشریک ہونے پر زبان حال سے گواہی دے رہی ہیں ؎ ہر گیاہے کہ از زمین روید + وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید: اور جو ایمان بھی اللہ تعالیٰ پر لاتے ہیں تو اس کے ساتھ شرک کا اڑنگا بھی ساتھ ہی لگائے رکھتے ہیں۔ ما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون کہ معظمہ کے بت پرست اللہ تعالیٰ کے قائل تھے مگر اس کے ساتھ اپنے معبودوں کو بھی شریک سمجھتے تھے فرشتوں اور جنوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔

حج کے ایام میں جو خاص اس کی عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ اور یادگاری پر کی جاتی ہے وہاں بھی تلبیہ میں یہ کہتے تھے لبیک لاشریک لک الا شریک ہو لک تملکہ و ما ملک (رواہ مسلم) کہ تیرا کوئی شریک نہیں بجز ایک شریک کے جس کا تو مالک ہے وہ تیرا مالک نہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی اللہ تعالیٰ کو ایک کہتے اور اس پر ایمان

لہ یعنی اگلی کتابوں کی جو آسمانی ہیں اصول دین اور دیگر امور میں ان کی تصدیق کرتا ہے ۱۲ منہ

رکھتے ہیں مگر تین اقوام اور نکالتے ہیں جن میں سے ایک
حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے
ہیں۔ اسی طرح ہنود اور دیگر اقوام باوجودیکہ خدا تعالیٰ پر
ایمان رکھتے ہیں مگر دیوی دیوتے ہزاروں اس کے شریک
بنا رکھے ہیں کہ جن کی مورتیں اب تک پوجی جاتی ہیں پھر ایسے
جہل کے اندھوں سے کیا افسوس ہے کہ وہ آپ سے اپنے منہ
مانگے کر خصوصاً یہود کے طور پر یہود کے کہنے سے حضرت
یوسف علیہ السلام کا صحیح صحیح حال سن کر بھی قرآن مجید
پر ایمان نہیں لاتے ہیں تو اس کے بعد قل ہذہ سبیلی ادعوا
الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی کہ میرا تو یہی طریقہ ہے
کہ بصیرت یعنی دلیل اور حجت کے ساتھ نہ صرف یہی بلکہ
میرے بعد اور ہر دو میرے تبع لوگ بھی خاص اللہ تعالیٰ
کی طرف بلاتے ہیں۔ وسبحان اللہ کہ اور اللہ تعالیٰ تمام
شریک ٹھہرانے سے پاک ہے وما انا من المشرکین اور میں
ہرگز مشرک نہیں ہوں کہ کسی کو اس کا بیٹا یا اس کے گھر کا
مختار کار بنا دوں یا یہی ہو جاتا ہے کہ آپ سے اور ہو جاتا گیا۔
یعنی قطع نظر معجزات و آیات کے میرے طریقہ کو دیکھو
اس میں کیا برائی ہے؟ جس لئے تم نہیں مانتے۔

(۳) وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم سے لے کر
افلا تعقلون تک مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے
بے جا شبہ کا جواب دیتا ہے۔ عرب کے مشرکین یہ کہتے
تھے کہ خیر اگر اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت مقصود ہے اور
اس کے نزدیک ہمارا یہ طریقہ ناپسند ہے تو وہ آسمان سے
فرشتہ ہی کیوں نہیں بھیج دیتا کہ جن کے کہنے میں کسی کو
بھی شبہ نہ ہے۔ اس کا تحقیقی جواب بھی ایک موقع پر
دیا ہے کہ اگر فرشتے آتے تو انسان ہی کی شکل میں ہو کر آتے
پھر ان پر بھی وہی شبہ ہوتا جو بشر رسولوں پر ہوتا ہے۔
اور یہاں یہ جواب الزامی دیتا ہے کہ کیوں تم ابراہیم و اسمٰعیل
علیہما السلام کو تو برگزیدہ اور خدا تعالیٰ کا ہادی مانتے ہو۔ ۲

پھر وہ کیا فرشتے تھے؟ اور یہود و نصاریٰ بھی اپنے واہی تباہی
شبہات سے یہ کہتے تھے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) خدا
کا رسول نہیں۔ ان کو جواب دیتا ہے آخر موسیٰ اور عیسیٰ
اور ان کے درمیانی سیکڑوں رسولوں کے تم بھی تو
قائل ہو پھر ان میں وہ کیا بات تھی جو حضرت محمد صلے
اللہ علیہ وسلم میں نہیں پاتے؟ اگر کہو ان سے معجزات
صادر ہوتے ہیں تو تم پہلے معجزہ کی کوئی حقیقت و ماہیت
مقرر کر لو (یہی کہو گے کہ خلاف عادت کوئی بات مدعی نبوت
سے سرزد ہونے کو کہتے ہیں) پھر دیکھو کہ وہ حضرت محمد
علیہ السلام میں کس قدر ہیں؟ اس میں کچھ بھی مبالغہ نہیں
کہ ایسے کسی نبی سے معجزے صادر نہیں ہوئے اگر ان کی
طرف وحی و الہام ہوتا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
بھی اس میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اگر یہ طریقہ تعلیم اور دین
کی خوبی تو قرآن مجید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
سیرت طیبہ اور تعلیم کا ان کی تعلیم و سیرت سے مقابلہ کر لو۔
الغرض وہ بھی بستیوں کے لوگ تھے کہ جن کی طرف خدا تعالیٰ
نے وحی کی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوئی۔
اس آیت سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ انبیاء
علیہم السلام رجال یعنی مرد تھے عورتیں نہ تھیں۔ دوم
یہ کہ کوئی بستی وحی اور الہام سے خالی نہ تھا یہ کلیہ
ہاں یہ اور بات ہے کہ بعض پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔
(۳) اس پر منکروں کو تہدیداً فرماتا ہے کہ ذرا زمین پر
پھر کر دیکھو کہ انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے والوں کا
کیا انجام ہوا؟ عاد و ثمود کی بستیاں اور قوم لوط کے دیہات
اجڑے ہوئے پڑے ہیں۔ کہاں ہے فرعون اور کہاں ہے
اس کا وہ شہر۔ کہاں گئے اگلے جبار اور کدھر ہیں ان کے
وہ زور و شور؟ عبرت! عبرت!! عبرت!!!
(۳) حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا سے لے کر
قولہ عن القوم المجرمین میں یہ بات بیان فرماتا ہے کہ ہم

جلد باز نہیں ہم نے ان کو یوں ہی ہلاک اور برباد نہیں کر دیا ہے بلکہ جب رسول بالکل نا امید ہو گئے۔ اور اپنی تکذیب کا اُن کو یقین یا گمان غالب ہو گیا پھر تو ہماری مدد آ پہنچی اور پہنچنے پر پھر بھلا اُس کو کون روک سکتا ہے؟ پھر جو ایماندار تھے وہی بچے ورنہ سب غارت ہوئے۔ کسی کو زلزلے نے آیا، کسی کو آندھی کے سخت طوفان نے غارت کیا۔ انہم قد کذبوا عاصم و حمزہ و کسائی نے کذبوا کو بتخفیف وکسرہ ذال پڑھا ہے جس کے معنے یہ ہوئے کہ انبیاءؑ نے حالتِ اضطرار میں بشریت سے یہ گمان کر لیا کہ ہم سے جو وعدے مدد آنے کے ہوتے تھے وہ غلط نکلے۔ یا کذبوا کی ضمیر قوم کی طرف راجع ہے کہ لوگوں نے عذاب میں دیر ہونے سے یہ گمان کر لیا تھا کہ یہ وعدے غلط ہیں۔ اور یہی احتمال قوی ہے کیونکہ انبیاءؑ کی شان سے ایسا گمان کرنا بعید ہے۔ اور باقی قرّاء نے کُذِّبُوا تشدید سے پڑھا ہے کہ جس کے معنے یہ ہیں کہ رسولوں کو گمان غالب ہو گیا کہ لوگوں نے ہماری تکذیب کر دی اور ہم جھٹلائے گئے تب عذاب آیا۔

(۵) لقد کان سے لے کر لقوم یؤمنون تک ان چند باتوں پر سورۃ کو تمام کرتا ہے۔ (۱) فی قصصہم عبرۃ کہ حضرت یوسفؑ اور اُن کے بھائیوں کے قصہ میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ ابتداءِ سورۃ میں بھی فرمایا تھا لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین منجملہ عبرتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے حضرت یوسفؑ کو اُس کی خوبی خداداد پر محسود بنا کر بھائیوں کے ہاتھ سے کنوئیں میں ڈلوایا، بیع کروایا پھر اس کمال کی بدولت قید میں پہنچا پھر آخر عزیزِ مصر کر دیا وہی حضرت محمد علیہ السلام کو بھی قریش کی سخت قید و تکالیف سے جو صرف بجرمِ حق پرستی ہے نجات دے کر عزیزِ دارین کرے گا چنانچہ کیا۔ ازانجملہ یہ کہ ہر ذی کمال اور صاحبِ صدق کو مخالفین کی ایذاء پر صبر کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت یوسفؑ نے کیا وہ عزیز اور یہ ذلیل ہوئے۔

ازانجملہ یہ کہ جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو برسوں رونے کے بعد حضرت یوسفؑ سے ملا دیا طالبِ صادق رہنا چاہیے خدا تعالیٰ اُسے ملنا بھی یا اور مقاصد واحباب کا ملنا بھی دنیا یا دارِ آخرت میں اُس کی رحمت سے ممکن ہے۔

(۷) یہ کہ قرآن مجید جس میں قصۂ یوسفؑ صداقت سے بیان ہوا جھوٹا بنایا ہوا نہیں بلکہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق اور ہر چیز کی کہ جس کی دین میں ضرورت ہے تفصیل ہے خواہ بواسطۂ حدیثِ پیغمبر علیہ السلام خواہ بواسطۂ قیاسِ ائمۂ دین جو عبرت کی ایک فرد ہے۔ اور ایمانداروں کے لئے ہدایت کا دستور العمل اور خدا تعالیٰ کی رحمت ہے جس کی وجہ سے دارین کے مقاصد حاصل ہوں گے، آمین۔

سُورۂ رعد مکیّہ ہے اس میں تینتالیس ۴۳ آیتیں چھ ۶ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِیْٓ

یہ ہیں کتاب کی آیتیں۔ اور جو کچھ آپ پر

اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ

آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا وہ برحق ہے لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ

اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ

الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ

تو وہ ہے کہ جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا

تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَ

جن کو تم دیکھ رہے ہو پھر وہ (تختِ حکومت) پر جا بیٹھا اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ

سورج اور چاند کو کام پر لگایا ہر ایک اپنے وقت [illegible]

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ

تک چل رہا ہے۔ وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا اور کھول کھول

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

کر آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ

اور وہی ہے جس نے زمین کو بچھایا اور اس میں پہاڑ

فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ

اور دریا بنائے۔ اور اس میں ہر ایک پھل کے دو قسم

الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

کا جوڑا [illegible]

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

دن کو رات سے ڈھانک دیتا ہے۔ البتہ اس میں غور کرنے والوں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③ وَفِي

کے لئے بڑی نشانیاں ہیں اور زمین میں

الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ

مختلف قطعے [illegible] ملے ہوئے ہیں اور انگور کے باغ

مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ

ہیں اور کھیتیاں اور کھجوریں

صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ

[illegible]

وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ

[illegible] پھلوں میں فضیلت دیتے ہیں۔

فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

البتہ اس میں عقلمندوں کے لئے

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ④

بڑی نشانیاں ہیں

ترکیب

تلک مبتدا آیات الکتاب خبر۔ اور ممکن ہے کہ المرٓ کی خبر ہو اور آیات بدل یا عطف بیان۔ والذی انزل مبتدا الحق خبر اور ممکن ہے کہ والذی الکتاب کی صفت اور واو درمیان آیا اور الحق مبتدا محذوف کی خبر ہو۔ بغیر عمد موضع نصب میں حال ہو کر لئے خالیۃ عن عمد، والعمد بالفتح جمع عماد او عمود۔ ترونہا ضمیر اگر عمد کی طرف راجع ہے تو موضع جر میں ہے صفت عمد کی اور اگر السموٰت کی طرف تو اس سے حال ہوگا جیسا کہ یدبر ضمیر سخر سے اور یفصل ضمیر یدبر سے حال ہے قطع مبتدا کے الارض خبر یا قطع ظرف کا فاعل۔ وزرع معطوف ہے قطع پر صنوان جمع صنو جیسا کہ قنوان قنو کی جمع ہے اس انخلات کو کہا اصل واحد و تتشعب فروعہا لئے اور الاکل تفضل سے متعلق ہے۔

تفسیر

یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں بھی اولاً المرٓ حروف مفردہ سے کسی امر خاص کی طرف اشارہ فرما کر تلک یعنی اس سورۂ ابراہیم کی آیات کا کتاب برحق یعنی قرآن مجید کی آیات ہونا بیان فرماتا ہے پھر قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل اور برحق ہونا بیان فرما کر منکرین پر تعریض کرتا ہے کہ ایسی چیز اس کو اکثر نہیں مانتے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کا واحد لاشریک ہونا چند دلائل سے ثابت کرتا ہے چونکہ مشرکوں کے سامنے ثابت کرنا اہم کام اور ضروری مسئلہ تھا اللہ الذی سے لے کر آخر تک آسمانوں کے بے ستون قائم اور بلند ہونے سے استدلال کرتا ہے کہ باوجودیکہ اجسام کا مقتضائے طبعی

یکساں ہے پھر کس قدر تھمّا سے گول گنبد بنایا ہے جس میں ستونوں کی حاجت نہیں۔ اور پھر آفتاب و ماہتاب سے کہ اُن کو کس نے منوّر کیا اور کس نے اُن کو ایک چالِ معیّن پر چلایا جس سے تمام دنیا کے کاروبار وابستہ ہیں از خود یہ کیونکر ہو سکتا ہے اجسام سب برابر ہیں۔ اس پر غور کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہم کو بھی حرکت کرتے کرتے ایک روز اُس کے پاس پہنچنا ہے لعلکم بلقاء ربکم توقنون۔ پھر وھو الذی مد الارض سے لے کر اخیر تک زمین کی وسعت ہے (باوجود کروی ہونے کے) اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کرنے سے اور ہر ایک پھل میں چھوٹے بڑے، کھٹے میٹھے تفاوت سے اور یکے بعد دیگرے رات دن کے آنے سے اور زمین میں مختلف ٹکڑوں کے ہونے سے کہ باوجودیکہ آس پاس ہیں مگر کسی میں کچھ پیدا ہوتا ہے، کسی میں کچھ جو اُس کے پاس والے میں نہیں ہوتا اور اس بات سے کہ زمین کی نباتات مختلف ہیں کہیں کھیتی، کہیں کھجوریں وہ بھی کہیں صرف ایک گدّے پر، کہیں پھیلا ہوا جھنڈ ملے اور اس بات سے کہ سب کو ایک پانی دیا جاتا ہے پھر پھل مختلف ہیں اپنے وجود اور قدرت کاملہ کا ثبوت کرتا ہے کہ یہ باتیں از خود نہیں پھر صرف ایک ہم ہی ہیں جو پس پردہ یہ گل کاریاں کر رہے ہیں تمہارے فرضی معبودوں کا ان سے کونسا کام ہے؟ ان مختصر فقروں میں اس قدر دلائل بیان کرنا قرآن ہی کا اعجاز ہے۔ ع ۷ ۱

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا

اور اگر آپ کو (ان کے انکار سے) تعجب ہے تو ان کی یہ بات بھی عجیب ہے کہ جب ہم خاک

تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ اُولٰٓىِٕكَ

ہو گئے کیا پھر نئے سرے سے زندہ ہوں گے؟ یہی تو ہیں کہ

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓىِٕكَ

جو اپنے رب سے منکر ہو گئے، اور انہیں کی گردنوں میں

الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓىِٕكَ

طوق ہوں گے۔ اور یہی

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ⑤

دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔

وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ

اور بھلائی سے پہلے آپ سے برائی کی جلدی کر رہے ہیں

وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَ

حالانکہ ان سے پہلے بہت (سی عذاب کی) نظیریں ہو چکی ہیں۔ اور

اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى

بے شک آپ کا رب تو لوگوں کو ان کے گناہ پر بھی معاف کرنے والا

ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ ⑥

ہے۔ اور البتہ آپ کے رب کا عذاب بھی سخت ہے۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ

اور کافر کہہ رہے ہیں کہ اس پر کوئی بڑی نشانی اس کے رب کی طرف سے

عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ

کیوں نہ اتری۔ سو اے محمد (ﷺ) تم تو فقط ڈر سنانے والے ہو

وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ⑦ اَللّٰهُ یَعْلَمُ

اور ہر قوم کے لئے ایک راہبر ہوتا آیا ہے۔ ف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے

مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ

کہ جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوتی ہے اور جو کچھ پیٹ میں گھٹتا اور

وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ⑧

بڑھتا ہے۔ اور ہر چیز اس کے ہاں ایک اندازہ سے ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ

وہ چھپی اور کھلی باتوں کا جاننے والا بزرگ بلند مرتبہ

الْمُتَعَالِ ⑨ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ

ہے۔ (اس کے نزدیک) برابر ہے خواہ تم میں سے چپکے سے کہے

الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ

خواہ پکار کر کہے اور خواہ کوئی رات میں

ف جبکہ وہ طالب معجزہ تھے ورنہ بہت سی نشانیاں اتر چکی تھیں یا وہ نشانیاں ان کو نشانیاں ہی نہ معلوم ہوتی تھیں بات کو معمولی سمجھ کر ٹھٹھوں میں ٹال دیتے تھے یہ پورا انذار ہے جس کی طرف بہت جگہ قرآن میں اشارہ ہوا ہے ۱۲ منہ ف ہر قوم میں ہادی بھیجے گئے ہیں۔

مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾

چھپ کر راتوں میں ہو اور دن میں پھرتا ہے

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

اس کے آگے اور پیچھے (خدا کی) باری باری سے پہرہ دار ہیں کہ جو

خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

اس کی بحکم خدا حفاظت کرتے رہتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلا کرتا جب تک کہ

يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَآ اَرَادَ

وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو

اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَ

برائی پہنچانا چاہتا ہے تو پھر اس کو کوئی روک بھی نہیں سکتا اور

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿١١﴾

نہ ان کا کوئی اس کے سوا مددگار ہو سکتا ہے

ترکیب

قولہم جملہ عجب خبر جملہ جواب ان تعجب ءاذا کنا جملہ قولہم کا بیان ہے اذا کا عامل نبعث محذوف ہے قبل الحسنۃ یستعجلون سے متعلق ہے علیٰ ظلمہم حال ہے الناس سے۔ المثلات جمع المثلۃ بوزن السمرۃ وہی العقوبۃ الفاضحۃ۔ قال ابن الانباری المثلۃ ہی العقوبۃ التی تبقی فی المعاقب شینا بتغییر بعض خلقہ۔

تفسیر

جب دلائل ظاہرہ و براہین باہرہ سے اپنی ذات اور صفات کاملہ کا آسمانوں اور زمین اور ان کی سب چیزوں کے پیدا کرنے سے ثبوت فرما چکا تو اس کے بعد مسئلہ معاد بھی ضروری الثبوت تھا کیونکہ جب انسان یہ اعتقاد کرلیتا ہے (کہ مرکر پھر زندہ ہونا اور خدا تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوکر نیکی بدی کا بدلہ پانا ہے) تو ہر قسم کی برائی اور بدکاری سے پرہیز کرتا ہے اور نیکی اختیار کرتا ہے اور جب یہ اعتقاد نہیں تو پھر اس کو نیک و بد کی کچھ تمیز نہیں رہتی اور یہ بھی ایک بڑی ضرورت ہے جس کے لئے دنیا میں انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں اس لئے اپنا کمال قدرت ظاہر کرکے مسئلہ معاد کو ظاہر کرتا ہے وان تعجب الخ کہ اے نبیؐ اگر آپ کو انکار سے تعجب ہے تو بجا ہے درحقیقت ان کا مرکر جینے سے انکار کرنا خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار ہے کہ (کہ اس نے جب آسمان و زمین پیدا کردیئے تو دوبارہ پیدا کرنا کیا چیز ہے) بڑے تعجب کی بات ہے گویا اس مسئلہ کو دلائل معاد سے مبرہن کردیا اب انکار باعث خرابی آخرت ہے وہ کہ گلے میں طوق پہن کر جہنم میں ہمیشہ رہیں گے کفار کی دو عادتیں تھیں اوّل یہ کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی بربادی اور ہلاکت کا ڈر سناتے تو اس کے خواستگار ہوتے طعن کے طور سے کہتے کہ کب ہوگی؟ اور اس کو لاؤ۔ اس کی نسبت فرماتا ہے ویستعجلونک کہ وہ بدبخت برائی کے خواستگار ہیں بھلائی سے پہلے چاہتے تھے کہ نبیؐ کی اتباع کے خیر و برکات دارین سے حصہ پاتے ہیں کہ الٹے خرابی مانگتے حالانکہ پہلی امتیں ہلاک ہوچکی ہیں وہ دشمن بھی وان ربک مگر ہم بڑے رحیم و کریم ہیں جلدی عذاب نہیں کرتے اور یوں عذاب بھی سخت دیتے ہیں۔ دوم معجزات پر معجزات دیکھتے جاتے اور کہتے جاتے تھے اور دیگر معجزہ کے طالب ہوتے تھے ویقولون الخ اس کے جواب میں فرماتا ہے انما انت منذر کہ آپ کا کام خبردار کردینا ہے اور ہدایت کرنا ہادی کا کام ہے یعنی ہمارا یا یہ معنی کہ یہ ہدایت کرنا اور خبردار کرنا کوئی نئی بات نہیں جس پر بار بار معجزے طلب کرتے ہیں بلکہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوچکا ہے اور ان کے مناسب معجزات بھی دکھایا گیا ہے سوم کو فصاحت

لہ سارب قال الکسائی سرب یسرب سروبا اذا ذہب ۱۲ منہ

میں معجزہ دکھایا جو تمہارے طبائع کے مناسب ہے (اور یہی معنے قوی ہیں) پھر پہلی بات کے جواب کی طرف توجہ فرماتا ہے اور اس کے ضمن میں اپنے صفات علم و قدرت کو بھی ظاہر کرتا ہے جو مسئلہ معاد کی معرفت اور خدا رسی کے لئے مؤید ہیں۔ اللہ یعلم سے لے کر اخیر تک کہ اس کو ہر بات کا علم ہے بندہ کے آگے پیچھے اس کے ہاں کے پہرہ دار ہیں یعنی فرشتے جو اس کو بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اس طرح بس میں ہونے پر بھی ہم کسی قوم پر جب ہلاکت بھیجتے ہیں کہ جب وہ خود سامانِ ہلاکت پیدا کرتے ہیں گناہ اور بدکاری کر کے۔ اور جب ہم عقوبت بھیجتے ہیں تو پھر اس کو کوئی کسی صورت سے ٹال نہیں سکتا۔ اور نہ کوئی معتوب قوم کا حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ
وہی تو ہے جو تمہیں خوف و امید دلانے کو بجلی دکھاتا اور

طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾
بھاری (بھاری) بادلوں کو اٹھاتا ہے۔

وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ
اور گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے

مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ
ڈر سے (اس کی بیان کرتے ہیں) اور بجلیاں بھیجتا ہے پھر ان کو

فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ
جس پر چاہتا ہے گرا دیتا ہے، اور وہ تو اللہ تعالیٰ کے

فِی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾
بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا قوت والا ہے۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ
اسی کو پکارنا بجا ہے۔ اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ
وہ کچھ بھی ان کی نہیں سنتے،

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ
مگر جیسا کہ کوئی (دور سے) پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے

فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ مَا دُعَآءُ
کہ اس کے منہ میں آجائے حالانکہ اس کے منہ تک نہیں پہنچتا، اور کافروں کا پکارنا

الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَ لِلّٰهِ
(محض) رائگاں ہے۔ اور چار و ناچار

یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
اللہ تعالیٰ ہی کو آسمان والے اور زمین والے سجدہ

ان آیات میں اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرماتا ہے اوّل برق یعنی بجلی کا چمکنا کہ جس سے مینھ کی امید اور جل جانے کا خوف ہوتا ہے، بادلوں میں پانی بھرا ہوتا ہے اُن میں سے ایسی آگ اور یہ روشنی پیدا کرنا اسی کا کام ہے۔ دوم اُدھر میں پانی کے بھرے ہوئے بادلوں کا اٹھانا جو ہفتوں برستے ہیں حالانکہ پانی کا حیّز طبعی پستی ہے۔ سوم رعد یعنی گرج اور کڑک بادل نرم اجسام ایسے نہیں کہ اُن کے باہم گھسنے سے یہ ہیبت ناک آواز پیدا ہو مگر وہ پیدا کرتا ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ رعد[ع] فرشتہ ہے جو بجلی کے کوڑے سے بادلوں کو ہانکتا ہے اور کڑک اس کی آواز تسبیح ہے۔ یہ ممکن ہے۔ بعض اس کی یوں توجیہ کرتے ہیں کہ فرشتے سے مراد اُن کے قوائے محرکہ اور کڑک جو

ع جس طرح نفوس انسانیہ ہیں اسی طرح نفوس فلکی و نفوس اجرام علوی بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کر کے ان اجسام کے مدبر و محرک بناتے ہیں جنہیں کو حکمائے طبائع اجسام کہتے ہیں اور شرع میں یہ نفوس کبھی ملائکہ سے بھی تعبیر کئے جاتے ہیں پس رعد کو فرشتہ کہنا اور بجلی کے کوڑے سے جو بوقت حرکت پیدا ہوتی ہے بادلوں کو ہانکنا فرمانا اعلیٰ درجہ کا فلسفہ ہے ۱۲ منہ

ف الثقال جمع ثقیلۃ۔ والسحاب جمع سحابۃ وقیل اسم جنس ۱۲ منہ

عہ قال الازہری المحال فعال من المحل بمعنی القوۃ والمیم اصلیۃ وقال ابن قتیبۃ اصلہ مفعل من الحول او الحیلۃ جعل المیم کمیم المکان واصلہ من الکون ومعناہ القوۃ

والقوۃ والاخذ والحول والحداوۃ وذہب لے کل واحد ذاہب ۱۲ منہ

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ

وَالْاٰصَالِ ۞ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ

مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ

لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ

يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ

تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا

لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ

الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ

شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۞ اَنْزَلَ

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ

بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ

وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ

حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا

الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا

يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۞

اپنی زبان حال سے تسبیح کر رہی ہے یعنی اس کی قدرت و کمال بیان کر رہی ہے۔ چنانچہ بجلی کا جہاں چاہا گرا دینا جس سے کسی شخص یا پہاڑ کو جلا کر اس سے کوئلے کا ڈھیر کر دینا یہ تمام اس کی جبروت و قدرت کے نشان ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں شبہ کرنا کیسا حمق ہے۔ یہ دلائل بیان کر کے تمام عالم کا قضاء و قدر کے آگے مسخر ہونا بیان کرتا ہے جس کو سجدہ کرنے سے تعبیر کیا ہے۔ کافر، مومن، حیوان، نباتات بے اختیار کسی فاعل مختار کے ہاتھ میں ہیں۔ جوانی، بڑھاپا، تندرستی، مرض، گھٹنا، بڑھنا، مرضی کے موافق اور مخالف باتیں ان کے سفر کی منزلیں ہیں کہ جن میں بے اختیار کھنچے چلے آتے ہیں خواہ دل چاہے یا نہ چاہے اور صبح و شام جو ہر چیز کا سایہ زمین پر زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرتا ہے ظاہری سجدہ بھی آیت میں مراد ہو سکتا ہے کہ ایماندار اور ملائکہ خوشی سے کرتے ہیں اور منکر بھی مصائب کے وقت گردن پکڑ کر جھکائے جاتے ہیں۔ ممکن کہ اس صورت سے ارواح اور نفوس کی طرف اشارہ ہے جو انوار ذات کی تجلی سے شوق میں آ کر اس کی طرف جھکتے

ف الآصال جمع الاصیل وہو العشی وہی ما بین العصر الی المغرب [illegible]

[illegible]

[illegible]

ہیں اور اُن کے ظلال سے اجسام مراد ہیں جو طبعًا آفتاب وجود کے طلوع و غروب کے وقت سجدہ کرتے ہیں یا انبیا۔ ن

فَاَمَّا الزَّبَدُ الآیۃ یعنی گرچہ کف پانی پر بھی ہوتے ہیں اور جو آگ میں پگھلایا جاتا ہے اُس پر بھی مگر دونوں میں فرق ہے، اسی طرح گو باطل بظاہر حق سے مشابہ ہو مگر جس طرح جھاگ اُڑ جاتے ہیں اور پانی رہ جاتا ہے اسی طرح حق باقی رہتا ہے ملمع کاری چندروز میں کھل جاتی ہے کیونکہ قرآن مجید آسمان سے ابرِ رحمت کی طرح نازل ہوا اس سے بھی نالے بھے بڑے بڑے عالم اُٹھے حسبِ استعداد فیض پایا مگر یہ ابد تک زمین پر نفع دیتے کے لئے رہے گا یہ ایک تمثیل ہے حق و باطل کے لئے۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ

جنھوں نے اپنے رب کا کہنا مانا اُن کے لئے بہتری ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ

اور جنھوں نے اس کا کہنا نہ مانا اگر اُن کے لئے زمین بھر کی

لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ

سب چیزیں بھی ہوں اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو

مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

جو اُن کو دیں ہی دینا قبول کر لیں گے (قیامت میں عذاب سے بچنے کے لئے) اور انھیں کا

سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

بُرا حساب ہے۔ اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے۔

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۟﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ

اور بُرا ٹھکانا ہے۔ پھر کیا وہ شخص جو کہ آپ پر اور جو آپ

اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ

کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسی کو برحق جانتا ہے

كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

اُس کی برابر ہے جو اندھا ہے؟ سمجھتے تو عقل والے

اُولُوا الْاَلْبَابِ ۟﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ

ہی ہیں۔ وہ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو

ع ۱۱ ۸

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۟﴿۲۰﴾ لہ

پورا کرتے ہیں، اور عہد کو نہیں توڑتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ ۱

وہ جو جوڑتے ہیں جس کا کہ اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم

اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ

دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے اور

يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۟﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ

بُرے حساب سے خوف کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ کہ جنھوں

صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا

نے اپنے رب کی رضامندی کے لئے صبر کیا ۲ اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

قائم کی اور جو کچھ ہمارے دیئے ہوئے میں سے

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

چھپے اور کھلے دیا اور بُرائی کے مقابلہ میں بھلائی

السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۟﴿۲۲﴾

کرتے رہے، انھیں کے لئے دار آخرت ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ

ہمیشہ رہنے کے باغ کہ جن میں وہ خود بھی رہیں گے اور اُن کے

صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَ

باپ دادا اور بیویوں اور

ذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ

اولاد میں سے بھی جو نیکوکار ہیں۔ اور اُن کو ہر دروازہ سے آ کر

مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۟﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا

فرشتے کہیں گے، تم پر سلامتی ہو تمھارے صبر

صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۟﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ

کرنے کی وجہ سے، پھر کیا ہی اچھا آخرت کا گھر ہے۔ اور وہ جو

لہ اللہ تعالیٰ کا عہد روزِ ازل میں جو عبودیت کا اقرار لے کیا تھا ۱۲ منہ

۲ہ دنیاوی تکالیف پر اور عبادت کی تکالیف پر اور نفس کے دکھنے میں ۱۲ منہ

يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ

توڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ

اور جس کے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کو توڑتے

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ

اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ انہی کے

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (٢٥)

لعنت ہے اور انہی کے لئے برا گھر ہے

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَ

اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے روزی (فراخ)

يَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ

تنگ کرتا ہے۔ اور (کفار) دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے

مَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ

دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ہے کیا

إِلَّا مَتَاعٌ (٢٦) ع

تھوڑا سا اسباب۔

ان آیات میں اس ابر رحمت (قرآن) کے اثر قبول کرنے اور نہ کرنے کے نتائج بیان فرماتا ہے۔ الذین الخ کر کے جنہوں نے اپنے رب کا حکم مان لیا ان کے لئے بہتری ہے۔ پھر آگے حکم ماننے اور بہتری کی تشریح کرتا ہے اور جن شوریدہ بختوں نے اس بات کو قبول نہیں کیا ان کا انجام جہنم اور برا ٹھکانا ہے اور ان کا وہاں یہ آرزو کرنا بیان کرتا ہے کہ اگر تمام زمین بھر کی نعمتیں اور مال و حشمت ان کے پاس ہو اور اتنا ہی اور ہو تو سب کو دے کر عذاب سے چھوٹ جانا چاہیں گے آہ یہاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں چار پیسے بھی صرف کرنا نہیں چاہتے، جس مال پر مرتے ہیں وہ یوں بے قدر ہو کر ناکارہ و برباد ہیں دیا جائے گا۔ پھر ان دو فریق کی مثال بیان کرتا ہے کہ ایماندار آنکھوں والے ہیں اور کافر اندھے ہیں پھر کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہے؟ نہیں ہرگز نہیں پھر الذین الخ ذکر کر کے قرآن مجید کے ماننے کی تشریح کرتا ہے یعنی جن میں یہ چند وصف ہیں وہی قرآن کے ماننے والے ہیں۔ اول عہد الٰہی کا پورا کرنا جس میں تمام اعتقادی اور عملی باتیں بھلا آگئیں جن کی آگے شرح کرتا ہے۔ (۲) صلہ رحمی کرنا، ماں باپ دوستوں ہمسایوں فقیروں یتیموں بے کسوں کی خبرگیری کرنا۔ خدا تعالیٰ سے ڈرنا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے لئے صبر کرنا، بری خواہشوں سے نفس کو روکنا، عبادت اور دنیا کے مکروہات اور مخالفوں کی ایذاؤں کی برداشت کرنا (۴) نماز پڑھنا (۵) اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا چھپے اور کھلے زکوٰۃ یا صدقہ یا ہدیہ۔ (۶) برائی کے مقابلہ میں بھی بدلہ نیکی کرنا، جو کوئی اپنے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ بھی بھلائی کرنے سے درگذر کرنا اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے جو کوئی بدی سرزد ہو جائے تو اس کے مکافات میں نیکی کرنا چاہیے پھر اس حسنیٰ کی شرح کرتا ہے اولئک لہم عقبی الدار دار آخرت کیا ہے جنت عدن کہ جس میں نہ صرف وہی رہیں گے بلکہ ان کے نیک اقارب بھی اور جنت کے ہر دروازہ سے آ کر ملائکہ ان کو سلام کریں گے۔ اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے عہد توڑنے والوں مفسدوں، قطع رحم کرنے والوں کی سزا برا گھر اور لعنت برستا بیان فرما کر کافروں کے غرور کو توڑتا ہے جو اپنے مال و جاہ پر فخر کیا کرتے ہیں کہ یہ لوگ اس دنیائے فانی پر بہت ریجھے ہوئے ہیں، کثرت مال مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت سے جس کو چاہتا ہے دنیا میں فراخ دستی دیتا ہے جس کو چاہتا ہے تنگ دستی۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ

اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کے ہاں سے کیوں کوئی نشانی

عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ

معجزہ نہ اُترا . (سو) کہدو اللہ تعالیٰ جس کو

يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ

چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اُس کو اپنے

مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

تک پہنچنے کا رستہ دکھاتا ہے اُن کو جو ایمان لائے اور

تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا

اُن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے تسکین ہوتی ہے۔ سُن رکھو

بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾

دلوں کو چین تو اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے ہوتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جو ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک کام بھی کئے

طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾ كَذَٰلِكَ ع

اُن کے لئے خوشحالی(ف) اور اچھا ٹھکانا ہے۔ اسی طرح

أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن

آپ کو بھی ہم نے ایک ایسے گروہ میں بھیجا ہے کہ جن کے پہلے اور

قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي

بھی اُمتیں گزر چکی ہیں تاکہ جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اُن کو پڑھ کر

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ

سناؤ اور وہ تو رحمٰن کا انکار کر رہے ہیں۔

قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ

کہو میرا رب تو وہ ہے کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے

تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾ وَلَوْ أَنَّ

توکل کر لیا اور اسی کی طرف جانا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا

قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ

قرآن نازل ہوا ہوتا کہ جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا اُس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے

بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ۗ بَل

ہو جاتی یا اس سے مُردے بول اُٹھتے (تو بھی نہ مانتے)۔ بلکہ

لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَيْأَسِ

سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے بس میں ہیں۔ پھر کیا ایمان والے اس بات سے ناامید

الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ

ناامید ہو گئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب آدمیوں کو

لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ وَلَا يَزَالُ

ہدایت کر دیتا۔ اور کافروں پر تو ہمیشہ

الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا

اُن کی بداعمالی سے کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی

قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ

یا وہ بلا اُن کے گھر کے دروازوں پر آ اُترے گی

حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ

يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٣١﴾ ع

وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔

ترکیب

الذین آمنوا مبتدا طوبےٰ لہم جملہ خبر وحسن مآب جمہور کے نزدیک نون کا ضمہ مآب کی طرف اضافت ہے معطوف ہے طوبےٰ پر وحسن بالفتح بھی پڑھا گیا ہے طوبےٰ پر معطوف بناکے اور اس کو جعل کا مفعول مان کر ولو ان کا جواب محذوف ہا آمنوا۔ ان لو یشاء اللہ مفعول لم یایئس بمعنے افلم یتبین۔ لہدے الناس لو کا جواب تصیبہم کا فاعل قارعۃ داہیۃ تقرعہم او تحل کی ضمیر قارعۃ کی طرف پھرتی ہے وقیل للخطاب۔

تفسیر

اہلِ مکہ بار بار یہی شبہ کرتے تھے کہ کوئی معجزہ کیوں

ف طوبیٰ مصدر کزلفیٰ وبشریٰ ومعناہ اصبت خیراً او طیباً ومحلہا النصب او

الرفع کقولک سلام لک وسلام علیک ۱۲ منہ ف یا اس سے زمین کی مسافت قطع ہو جاتی ف لم یایئس قال الکلبی الم یعلم وبہ قال السلف من الصحابۃ والتابعین ۱۲ منہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ کے موافق ظاہر نہیں کرتے ویقولون الآ اس کا جواب اگرچہ پہلے بھی دیا تھا مگر چونکہ انھوں نے پھر وہی سوال کیا تھا اس کو پیرایہ اور عمدہ اسلوب سے جواب دیا اول یہ کہ ان اللہ یضل من یشاء الآ ہدایت و گمراہی اس کی طرف سے ہے معجزہ دیکھنے سے کیا ازلی گمراہ ہدایت پر آجاتے ہیں بلکہ جو ازلی نیک ہیں من اناب خدا تعالےٰ کی طرف رجوع کرنے والے وہی ہدایت پاتے ہیں سو ان کو ظاہری معجزہ کی کچھ بھی ضرورت نہیں ان کے لئے ایک باطنی معجزہ ہر وقت موجود ہے وہ کیا تطمئن قلوبہم کہ ان کے دل اللہ تعالےٰ کے ذکر کرنے سے مطمئن ہو جاتے ہیں گویا ان کی چشم باطن پیغمبر کے معجزوں کا مشاہدہ کر لیتی ہے کوئی کھٹکا اور خطرہ ان کے دل میں باقی نہیں رہتا اور یہ اس لئے کہ بذکر اللہ تطمئن القلوب اللہ تعالےٰ ارواح صافیہ و نفوس طیبہ کا محبوب حقیقی ہے اور تمام منازل کا منتہی وہی ہے اس کی یاد سے روح کو قرار آتا ہے جس کی صحبت کا یہ اثر ہے پھر یہ کیا کم معجزہ ہے۔ اس کے بعد ان ہدایت یافتوں کا مرتبہ بیان (؟) کرتا ہے کہ ان کے لئے خوشی ہے (بعض کہتے ہیں کہ طوبےٰ سے مراد وہ درخت ہے جو جنت میں ہے) اور اچھا ٹھکانا ہے یعنی جنت۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچھ دنیا میں نئے نبی نہیں آئے ہیں جو بات بات پر معجزات طلب کیے جاتے ہیں پہلے انبیاء کیا ہر وقت منکروں کے کہنے سے معجزے دکھایا کرتے تھے یہ بھی کبھی ہو گیا ہو گیا ورنہ مقصود اصلی قرآن کو پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے لتتلوا علیہم الآ جو وہ اس کی رحمت کا انکار کر رہے ہیں۔ (کیونکہ مشرکین عرب لفظ رحمٰن سے بھی چڑتے تھے کہ ہم نہیں جانتے وہ کون ہے؟)۔ حقیقت میں کسی شاہی معجزہ (؟) سے بار بار ہر کہ و مہ کا سند طلب کرنا گویا ایک تمسخر کرنا ہے اسی طرح ہر دور انبیاء سے بار بار صداقت کے لئے معجزے مانگنا حمق ہے پھر

فرماتا ہے کہ خواہ وہ مانیں یا نہ مانیں قرآن سے اپنا اصلی منشاء ظاہر کر دے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے جس پر میرا بھروسہ ہے اور جس کے پاس جانا ہے۔ سوم اگر ان کے کہنے سے قرآن میں یہ بھی اثر ہو کہ مکہ کے پہاڑ ٹل جاویں زمین کشادہ ہو جائے زمین میں سے چشمے بھی پھوٹ نکلیں مردہ بھی زندہ ہو کر ان سے وہاں کا حال کہہ دیں (کفار کے چند کافروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ استدعا کی تھی) تو پھر کیا وہ مانیں گے؟ اس میں بھی صد ہا دم (؟) یہ آیتیں بھی ہم کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کو اطمینان دیتا ہے کہ کہیں تم دل میں ان باتوں کی آرزو نہ کرنا کیونکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ ہر بات پر قادر ہے۔ اس کے بعد کفار مکہ سے ان کی سرکشی کی سزا میں ان پر مصیبت نازل ہونے کا وعدہ کرتا ہے کہ ایک نہ ایک بلا ان پر پڑتی رہے گی یا ان کے دروازوں پر آپڑے گی یعنی قریب الوقوع ہو گی وعدہ الٰہی آنے تک یعنی فتح مکہ تک سو ایسا ہی ہوا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

اور البتہ آپ سے پہلے بھی رسولوں سے ٹھٹھا کیا گیا ہے

فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ

پھر میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر ان کو پکڑ لیا

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ أَفَمَنْ هُوَ

پھر دیکھو میرا کیسا عذاب تھا بھلا کیا جو

قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ

ہر کسی کے کاموں پر نگہبان ہے

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ

اور انہوں نے اللہ تعالےٰ کے شریک ٹھہرا رکھے ہیں کہو ان کا نام تو بتاؤ

لہ یا مصیبت اور رنج کر کے لئے آپ ان کے گھروں کے پاس آ اتریں جیسا کہ حدیبیہ میں اترے تھے ۱۲ منہ لہ یعنی ہر کسی کا حال معلوم ہے اور ہر عمل کی سزا دینے پر قادر ہے ۱۲ منہ

أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ

کیا اللہ تعالیٰ کو وہ بات جتاتے ہو کہ جس کو وہ روئے زمین پر بھی

أَمْ بِظَاهِرٍ مِنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ

نہیں جانتا یا یوں ہی باتیں بناتے ہو (کچھ نہیں) بلکہ کافروں کے فریب

لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا

ان کو بھلے معلوم کرائے گئے اور وہ رستہ سے روکے گئے

عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا

بھی۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے پھر اس کو

لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي

کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں۔ ان کو زندگی دنیا میں بھی

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ

عذاب ہے، اور البتہ آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت

أَشَقُّ ۖ وَمَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ﴿۳۴﴾

ہے۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی بچانے والا نہ ہوگا۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ

اس جنت کا حال کہ جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے (یہ ہے کہ)

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أُكُلُهَا

اس کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ جس کے میوے اور

دَائِمٌ وَظِلُّهَا ۚ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ

سائے ہمیشہ رہیں گے۔ یہ انجام ہے پرہیزگاروں کا۔

اتَّقَوْا ۖ وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَ

اور کافروں کا انجام آگ ہے۔ اور

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ تو جو کچھ آپ پر

بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ ۖ وَمِنَ الْأَحْزَابِ

نازل کیا گیا ہے اس سے خوش ہوتے ہیں اور ان جماعتوں میں سے

مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ ۚ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ

بعض ایسے بھی ہیں کہ جو اس کی بعض باتیں نہیں مانتے۔ کہو مجھ کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ

أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۚ إِلَيْهِ

میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں اسی کی طرف

أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذَٰلِكَ

بلاتا ہوں اور اسی کی طرف بازگشت ہے۔ اور اسی قرآن کو عربی میں حکم نامہ

أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

بنا کر ہم نے اسی طرح نازل کیا ہے۔ ف اور اگر آپ اپنے پاس علم

أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَمَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

آنے کے بعد بھی ان کی خواہشوں پر چلیں گے

مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں (آپ کا) کوئی حامی نہ ہوگا نہ بچانے والا۔

ع ۵

ترکیب

من موصول ہو قائم علیٰ کل نفس صلہ لے قادر علیٰ کل نفس ۔۔۔ وعالم بجمیع احوالہا من خیر وشر ومستعد لان یجازی کل نفس بما فعلت من خیر وشر (وہو اللہ) یہ سب مبتدا اور خبر محذوف کمن لیس بہذہ الصفۃ و ہی الاصنام جس پر وجعلوا الخ جملہ دال ہے اور ممکن ہے کہ ایسی خبر محذوف مانی جائے کہ جس پر جعلوا کا عطف درست ہوسکے لم یوحدوہ ولم یمجدوہ وجعلوا لہ شرکاء (کشاف) یہ جملہ استفہامیہ ہوگا انکار کے طور پر۔

تفسیر

یہ بھی پہلے جواب کا تتمہ ہے کہ وہ جو آپ سے معجزات طلب کرتے ہیں طالب حق نہیں بلکہ محض تمسخر اور ہنسی کرتے ہیں۔ پھر یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی امتوں کے لوگ تمسخر اور ہنسی کرتے آئے ہیں چونکہ ہم رحیم کریم ہیں فوراً انتقام لینا ہماری عادت نہیں، ہم نے ان کو مہلت دی (الاملاء۔ الامہال وان تترکوا مدۃ من

لہ یعنی روئے زمین پر اس کا پتہ بھی نہیں ۱۲ منہ ف حکماً عربیاً مترجمہ بلسان العرب وانتصابہ علی الحال ۱۲ کشاف

اڑا دیا) پھر وہ دیکھو کیسے برباد و ہلاک ہوئے کہ ان کے مکانوں
کے خرابات اب تک ناظرین کے آگے زبان حال سے حسرت و
افسوس ظاہر کر رہے ہیں۔ پھر لے میؤ آپ کے مخالفین اپنے خیال
میں کیا سمجھے ہوئے ہیں۔ افسوس جو قائم اس کے بعد اپنا قادر
و قہار ہونا ظاہر کر کے دھمکی سے باز آویں کیونکہ ایسے صریح
پر چشم نمائی بے ادبوں کی پیچھے پڑ گیا ہے۔ یہ فرماتا ہے کہ بھی
لیے کہتے ہوئے تم اور لوگوں کو پوچھتے۔ حاجت روا جانتے ہو
جانتے سلاتے وہ کون خلق کا مستحق ہے ذرا اس کا نام تو بتلاؤ
یا یہ بھی واہی تباہی باتیں بناتے ہو۔ اور جو اس کے کہ یہ خیال
بھی باطل ہے اور نبی ان کے حق میں کوئی خلاف عقل
معجزہ عجیبہ بات بھی نہیں رکھتے پھر بھی جو وہ نہیں مانتے
اُلٹے بات بات پر معجزہ مانگتے ہیں یہی بات ہے کہ زین
لہم سوء اعمالہم ان کی حرکات ناشائستہ اور خیالات فاسدہ
بسبب پشت در پشت چلے آنے کے اور اہل شہر اور برادری
کو ان میں چلا دیکھنے کے دل میں کھب گئے ہیں انہیں کو
بہتر اور عمدہ جانتے ہیں۔ درحقیقت الامر یہی ہے کہ آج کل
ہنود کی رسوم قبیحہ اور دیگر اقوام کے افعال خلاف عقل اس کا
نمونہ ہیں اور [illegible] کے لوگ اپنے [illegible] ہیں جیسے
والوں کی رسوم کو کیسا عمدہ سمجھتے ہیں اس کے ترک کو کیسا
شاق جانتے ہیں۔ و دیکھو آخر الزمان ﷺ آپ ہی کا معجزہ تھا کہ
نہ صرف عرب بلکہ اور بہت سے ملکوں کے دلوں سے ان رسوم
قبیحہ کو کس کارروائی سے محو کیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ [illegible]
ان کے [illegible] ازل میں ہے کوئی [illegible] خدا کے [illegible]
اس کا نتیجہ دنیا کا وبال جیسا کہ اگلی امتوں پر آیا ہے قحط وبا
گرانی خسف و قتل غیروں کے ہاتھ میں اسیر ہونا وغیرہ۔
اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ برخلاف اس کے
ایمان والوں کے لئے دار آخرت میں ابدی فرحت ہے۔ اہل کتاب
یعنی اہل قرآن قرآن نازل ہونے سے خوش ہوتے ہیں اور بعض
اپنے خلاف کچھ باتوں کا انکار کرتے ہیں یہ بدبختی کی علامت ہے

وہ انکار ہی کیا کریں جھگڑے ہی ہم ان سے کہد و کہ میں
توحید پر ثابت ہوں اور قرآن مجید جو تمام حکمتوں اور نیکیوں کا
چشمہ ہے اس کی طرف سے عربی زبان میں اترا ہے اور نبی علیہ
السلام کو مخاطب کر کے سنایا جاتا ہے کہ اس کی مخالفت پر
قہر الٰہی ہے جس کی پناہ نہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَ
[illegible]
جَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ
[illegible]
لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ
[illegible]
اللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ﴿٣٨﴾ يَمْحُو اللَّهُ
[illegible]
مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِندَهُ أُمُّ
[illegible]
الْكِتَابِ ﴿٣٩﴾ وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي
[illegible]
نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ
[illegible]
الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا
[illegible]
أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ
[illegible]
وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ
[illegible]
سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ
[illegible]
مِن قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ۖ يَعْلَمُ
[illegible]

مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ
کرتا ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور کافروں کو ابھی معلوم ہوئے

لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾ وَيَقُولُ الَّذِيْنَ
جاتا ہے کہ دارِ آخرت کس کے لئے ہے۔ اور کافر کہتے ہیں کہ آپ

كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۗ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ
رسول نہیں۔ کہدو کہ میرے اور تمہارے

شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ
درمیان اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے لے اور نیز اُس کی

عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾
کہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

ترکیب

اما نرینک کا جواب فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب والمعنے سواء اریناک ذٰلک او توفیناک قبل ظہورہ فالواجب علیک تبلیغ احکام اللہ وعلینا حسابہم۔ ننقصہا جملہ حال ہے ضمیر فاعل یا الارض سے باللہ ب زائد اللہ فاعل کفے ومن موصولہ عندہٗ علم الکتاب صلہ یہ معطوف ہے محلاً اللہ پر فاعل ہوگا کفے کا۔

تفسیر

عرب کے مشرک اور مکہ کے کافر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے۔ **ازانجملہ** ایک یہ تھا کہ جس کو اللہ تعالےٰ دنیا میں رسول بنا کر بھیجے اُس کو دنیاوی باتوں سے پاک ہونا چاہیے فرشتوں کی مانند، یہ کیسے نبی ہیں جن کے بیوی بچے ہیں، کھاتے پیتے، دنیا کے کاروبار، خرید فروخت بازار سے کرتے ہیں پھر نہ ایک بیوی پر قناعت ہے بلکہ متعدد بیویاں رکھتے ہیں، عورتوں سے رغبت رکھتے ہیں (یا عیسائیوں سے انھوں نے یہ اعتراض سیکھا تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام اور اُن کے حواریوں کے مجرد رہنے ملنگ بننے کو عمدہ سمجھتے تھے یا آج کل کے پادریوں نے ان مشرکین سے اس کی تعلیم پائی ہے) اس کا جواب دیتا ہے ولقد ارسلنا الخ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول کیا بیوی بچوں، عورتوں سے رغبت نہیں رکھتے تھے؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دیکھتے چلے آؤ۔ یہ باتیں لوازمات بشریت سے ہے کمالِ روحانی کو منافی نہیں۔ توکل اور فروتنی آدمی کو اسی سے آتی ہے۔ **ازانجملہ** یہ کہ وقتاً فوقتاً آپ ہمارے کہنے سے معجزات دکھانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے وما کان لرسول الخ کہ یہ بات کسی رسول کے بھی اختیار میں نہ تھی بلکہ اللہ تعالےٰ کے۔ **ازانجملہ** یہ کہ آپ جن بلاؤں کا مخالفت کی وجہ سے ہم سے وعدہ کرتے ہیں اُن کو ابھی کیوں نہیں لاتے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے لکل اجل کتاب کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے نیز اس میں یہود و نصاریٰ کے اس شبہ کا بھی جواب ہے کہ آپ نے توریت و انجیل کے احکام اور نیز اپنی شریعت کے احکام میں نسخ جائز رکھا یہ خدائی بات نہیں پھر اس جواب کی تصریح کرتا ہے کہ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت الخ کہ اللہ تعالےٰ موافق مصلحت عباد ایک حکم دیتا ہے پھر جب وہ مصلحت نہیں رہتی اُس کو محو کر دیتا ہے یعنی دُور کر دیتا ہے اُس کے پاس امّ الکتاب ہے یعنی لوحِ محفوظ کہ جس میں سب کچھ ہے۔ منجملہ اس کے اس حکم کا ایک وقت تک قائم رہ کر اُٹھ جانا بھی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس میں ہر شئے کے مٹانے اور باقی رکھنے کا اشارہ ہے، عمر، رزق، سعادت، شقاوت یعنی مثلاً پہلے ایک کی دس برس کی عمر تھی پھر بشرط

لے اپنی رسالت کے ثبوت میں دو باتیں پیش کیں اول اللہ تعالےٰ کی شہادت معجزات، دوم من عندہ الخ مَن کو عام بالفتح پڑھتے ہیں جس کے معنے وہ لوگ کہ جن کے پاس کتاب کا علم ہے یعنی اب تک کتب سابقہ میں آنحضرتؐ کی خبر ہے اور ممکن ہو کہ الکتاب سے قرآن مراد ہو اور بعض نے مِن پڑھا ہے یعنی اس شخص کے کہ جس کے پاس ہے کتاب کا علم ہو سو کتاب الٰہی کا مجھ پر نازل ہونا گم شہادت ہے ۱۲ منہ

کردی اس کو قضاء و قدر سے متعلق سمجھتے ہیں گو یہ جف القلم زیادہ کہ جو ہونا ہے لکھا گیا مگر اس میں یہ محو و اثبات بھی تو لکھا گیا ہے قضاء مبرم نہیں محو۔ بعض اس محو و اثبات سے دنیا کا مٹانا آخرت کا ثابت کرنا وغیرہ مراد لیتے ہیں۔ آپ کو تسلی دیتا ہے کہ خواہ ہم معجزہ دکھائیں یا بلائیں ان پر لائیں یا تیرے بعد میں یہ باتیں پیش آویں تجھے تو صرف تبلیغ ہے کہ پہنچا دے اور ہمارے وعدہ کے آثار ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں کہ ہم زمین کے کفر اور اس کا غلبہ و شوکت اٹھاتے چلے جاتے ہیں یعنی زمین کو کفر سے گھٹانے سے یہی مراد ہے کہ گرد و نواح کی اطراف سے فتح اسلام شروع ہونے لگی تھی آخر دنیا بھر میں پھیل گئی اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

سورۂ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی اس کی باون آیات سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ
(یہ) ایک کتاب ہے کہ جس کو ہم نے تیری طرف اس لئے نازل کیا

النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے نکال کر

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ
روشنی میں لاویں (یعنی) اس غالب ستودہ کے رستے کی طرف (کہ)

الْحَمِيْدِ ① اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
جو اللہ ہے کہ جس کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ
اور کافروں پر افسوس ہے کہ ان کو سخت

مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ② الَّذِيْنَ
عذاب ہونا ہے۔ جو کہ دنیا کی

يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَي الْاٰخِرَةِ
زندگی کو آخرت سے بہتر سمجھ رہے ہیں

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ
اور اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکتے اور اس میں

يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ
کجی ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہی لوگ دور کی گمراہی میں پڑے

بَعِيْدٍ ③ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ
ہوئے ہیں۔ اور ہم نے جب کوئی رسول بھیجا تو اس کی قوم کی

اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ
زبان میں بھیجا تاکہ ان کو کھول کر بتائے پھر بھی اللہ جس کو

اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ
چاہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④
اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

ترکیب

کتاب موصوف انزلناہ الخ صفت مجموعہ خبر ہے مبتدا محذوف ہذا یا الٓر کی۔ باذن ربہم موضع نصب میں ہے لتخرج سے۔ الی صراط بدل ہے الی النور سے باعادہ حرف الجر۔ اللہ مجرور ہے الحمید سے بدل ہو کر۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے اخیر میں حضرت ابراہیم کی دعاء و مناجات کا بھی اسی خوبی کے ساتھ ذکر ہے کہ جس سے قدیم زمانہ کے غلط پرست لوگوں کا اپنے رب

ل۱ اس سے یہ سمجھنا کہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاص عرب کے لئے نبی تھے محض غلط فہمی ہے کس لئے کہ قوم رسول وہ ہیں جو آپ کے ہم نسب اور ہم وطن ہیں اور امت ان اقوام کو کہتے ہیں عام سب لوگ ہیں سو قوم کی زبان میں کتاب اور رسول کا بھیجنا ان کی ہدایت خاص کے لئے رسالت عامہ کو مانع نہیں ہے۔

کے ساتھ عجز و نیاز اور سچا توکل ان لوگوں کے دلوں پر کہ جن پر بت پرستی یا الحاد کا دھبہ نہیں لگا عجب اثر پیدا کرتا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ ابراہیمؑ رکھا گیا۔

اس سورۃ میں بھی بیشتر اصول مذہب کا ثبوت ہے ایک نئے ڈھنگ سے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے زمانہ میں دنیا بھر میں کوئی بھی فرقہ خداپرست نہ تھا اہل کتاب میں سے یہود کی ابتری تو ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے ان کو بھی نہ مانا بلکہ آمادۂ فساد و جنگ و جدال ہو گئے اور اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک اور بھی بگڑ گئے تھے۔ رہے عیسائی سو تین سو برس کے بعد تو ان کے مذہب میں یہاں تک تثلیث اور الوہیت مسیح اور صلیب پرستی نے رواج پایا تھا کہ بت پرست قومیں بھی ان سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ عرب اور روم اور ہند و ایران و چین کی بت پرستی اور آتش و عناصر پرستی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا تمام عالم تاریکی کفر و الحاد و بت پرستی میں چھپا ہوا تھا ایسے زمانہ میں اللہ کا اپنے بندوں پر بڑا احسان ہوا کہ اس نے مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک آفتاب ہدایت جلوہ گر کیا تاکہ لوگوں کو ان اندھیریوں میں سے نکال کر روشنی میں لائے وہ روشنی کیا ہے؟ اللہ عزیز حمید کا سیدھا رستہ۔ کون عزیز و حمید؟ وہ اللہ کہ جس نے آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو پیدا کیا اور جس کی ان پر بادشاہی ہے۔ اب اس آفتاب جہاں تاب کے طلوع ہونے پر بھی جو تاریکی میں رہنا پسند کرتے ہیں تو دراصل یہ ان کی تقدیر کی بدبختی ہے یعنی عذاب شدید۔ اور یہ بات ان کو اس وجہ سے ہے کہ وہ شہوات و لذات دنیائے دنی پر غش ہیں (اس نادان بچہ کی طرح سے کہ جو ماں کے پیٹ ہی کو ایک عالم پر فضا اور وہاں کے خون حیض کو عمدہ غذا سمجھتا ہے) اس عالم کی زندگی کو زندگی اور یہیں کے مال و کامرانی کو عیش جاودانی سمجھتے ہیں اس لئے اس عالم نور کے رستہ سے باز رہتے ہیں اور اپنے رسوم و عادات سے باہر ہونا برا سمجھتے ہیں بلکہ یہ ظلمت پسند اس آفتاب ہدایت کو شکوک و شبہات کے گرد و غبار سے چھپانا چاہتے ہیں یعنی دین حق میں کجی نکال کر لوگوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کے نہایت درنہایت گمراہ اور بدبخت ہونے میں کیا کلام ہے۔ پھر نہ صرف یہی احسان کیا کہ کتاب اور رسول ان کے پاس بھیجا بلکہ رسول کو ان کا ہم زبان کیا۔ اگر کتاب اور رسولؐ کی اور زبان ہوتی تو عرب کو دقت ہوتی جو اور تمام دنیا کے ہادی بنائے گئے ہیں الٹے اس نعمت کو مکہ کے کافر بے قدر جان کر قرآن مجید کی قدر و منزلت ذکر تے پھر اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اس بات کی مصلحت و حکمت وہی جانتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ

اور موسیٰؑ کو ہم نے اپنی نشانیاں دے کر اس لئے بھیجا کہ اپنی قوم کو

قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ

اندھیریوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور ان کو اللہ کے دنوں (یعنی واقعات عبرت) سے سمجھا۔ بے شک اس میں ہر

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝5 وَاِذْ

ایک صبر شکر کرنے والے کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ اور (اے نبی) یاد کرو جب کہ

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد کرو جو تم پر ہوا

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ

جب کہ اس نے تم کو فرعون کے لوگوں کے ہاتھ سے بچایا جو

فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ

تم کو بری طرح سے دکھ دیتے تھے

وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ

اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ

نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
عَظِيْمٌ ⑥ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ
شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ
اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ⑦ وَقَالَ مُوْسٰٓى
اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑧
اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ
مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا
اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا
كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ
شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ⑨
قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ
لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩ قَالَتْ لَهُمْ
رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ
لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ
عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ
بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَي
اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَمَا
لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا
سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰي مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ
وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ⑫

ع ۱ ۱۴ — مع — ع ۲ ۱۴ — ۲

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو اندھیرے سے نکال کر نور میں لانا بطور نظیر کے بیان فرماتا ہے کہ حضرت محمد علیہ السلام کا یہ کام کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی ایسا ہوتا آیا ہے۔ اس میں ضمناً یہود و نصاریٰ کے دلوں پر بھی ایک چٹکی سی لی گئی ہے کہ یہ نبیؐ وہی نبی ہے جو حضرت موسیٰؑ کی مانند ہے۔ پھر آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ نقل فرماتا ہے جو انھوں نے اپنی قوم کو سنایا۔ اس کے بعد اور مشہور انبیاء علیہم السلام اور اُن کی اقوام کے معاملات بیان فرماتا ہے۔ الم یاتکم الخ سے قوم نوحؑ اور عادؑ و ثمودؑ تین مشہور قوموں کے واقعات بیان فرما کر کہتا ہے، والذین من بعدہم لا یعلمہم الا اللہ کہ اُن کے بعد اور بہت سے رسولؑ گزرے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ قرآن مجید اور کتب سابقہ میں صرف چند رسولوں کے حالات ہیں۔ پھر جو اُن رسولوں اور اُن کی قوم میں باہم معاملہ ہوا ہے اُس کا ذکر کرتا ہے کہ لوگوں نے رسولوں کے معجزات دیکھ کر بھی تکذیب کر دی، ردوا ایدیہم فی افواہہم اس میں دو احتمال ہیں ایدی اور افواہ کے معنے حقیقی لئے جاویں کہ لوگوں نے رسولوں کے منہ بند کرنے کو اپنے ہاتھ اُن کے مونہوں پر رکھ دیئے یا خود غصہ کے مارے اپنے ہاتھ چبانے لگے۔ دوم یہ کہ معنی مجازی مراد ہوں کہ کچھ جواب تو معقول نہ دے سکے محض انکار کرنے پر آمادہ ہو گئے یہ محاورۂ عرب ہے۔ پھر باقی گفتگو نقل کرتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ

اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم

لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ

تمہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے ورنہ تم ہمارے دین میں

فِي مِلَّتِنَا ۖ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ

پھر آجاؤ۔ پھر اُن کے رب نے اُن کی طرف وحی کی کہ ہم ان

لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ

ظالموں کو ضرور ہلاک کر ڈالیں گے۔ اور اُن کے بعد تم کو

الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ

زمین پر بسا دیں گے۔ یہ وعدہ اُس کے لئے ہے جو

خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ﴿۱۴﴾ وَ

میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اُس نے میرے ڈرانے سے خوف کھایا۔ اور

اسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۱۵﴾

پیغمبروں نے فیصلہ چاہا اور ہر ایک جبار سرکش غارت ہوا۔

مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَاءٍ

اور اُس کے آگے جہنم ہے اور وہاں اس کو پیپ کا پانی پلایا

صَدِيدٍ ﴿۱۶﴾ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ

جائے گا۔ جس کو گھونٹ گھونٹ کر پیئے گا اور اس کو گلے سے نہ

وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَ

اُتار سکے گا اور ہر جگہ سے اس کو موت آتی ہو گی (موت کے سب سامان موجود ہوں گے)

مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ

حالانکہ وہ مرے گا بھی نہیں۔ اور اس کے آگے اور سخت (سخت) عذاب

غَلِيظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ

ہوں گے۔ اُن کی مثل کہ جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا ایسی ہے

أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ

کہ اُن کے اعمال گویا راکھ ہیں کہ جس کو آندھی کے دن ہوا اُڑا لے گئی

فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا

ہو۔ جو کچھ انھوں نے (دنیا میں) کمایا تھا اس میں سے کچھ بھی اُن کے ہاتھ

كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ

میں نہ رہا ہو۔ یہ ہے بڑے درجہ کی

الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ﴿۱۸﴾

نا کامی۔

لہ العصف شدۃ الریح وصف بہ زمانہ للمبالغۃ کیوم حار ویوم بارد وخلاصۃ المثل ان اعمال الکفر کالریح العاصفۃ واعمالہم کرماد فکما ان الریح العاصف لا تبقے الرماد فکذا الکفر لا یبقے الاعمال ۱۲

ترکیب

تُؤبِجِمُ اور ثَمُودُ مفعول ہیں قال کے اور لَنُخْرِجَنَّ اور لَنُسْكِنَنَّ اور کی کے مفعول ہیں۔ بخرہ بار کی صفت یا ضمیر بینکنے سے حال۔ مثل الذین مبتدا کرماد خبر ہے مخف۔

تفسیر

جیسا کفار کی اور باتوں کے ایک بیہ حق کی قسموں نے انجام کار انبیاء علیہم السلام سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ یا تو تم ہمارے مذہب میں آجاؤ گرچہ ابتدا ہی سے انبیاء علیہم السلام ان کے مذہب میں نہ تھے گر پھر آجانا جو کہا تو اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام نے انھیں کے شہروں اور انھیں کے قبیلوں میں نشو و نما پایا تھا۔ جن میں کفار سے مخالفت بھی ظاہر نہ کی تھی اس سے وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کو اپنے مذہب میں جانتے تھے اس لئے پھر آنے میں آنے کو کہا، ورنہ ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ یہ بڑے بول وہ اپنی حکومت و شوکت کے گھمنڈ پر بولتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے آگے کسی کا زور کیا چل سکتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کے ایلچیوں کی جو کوئی بے عزتی کرتا ہے اس کے گر بادشاہ پر بچاہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی بے عزتی کرے اور اپنے ملک سے نکال دینے کی دھمکی دے اس لئے فاوحی الیہم ربہم کو ان ہی پر وحی کی کہ خود انھیں کو ہم ہلاک کر دیں گے اور جس ملک اور زمین سے تمھیں نکالنے کو کہتے ہیں وہ آخر کار تمہیں کو دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کفار دنیا میں ہلاک ہوئے اور آخرت میں عذاب شدید میں گرفتار ہوئے کہ جہاں لہو اور پیپ پینے کو دیں گے ذائقہ چکھیں گے اور ہر طرف سے سامان موت نظر آویں گے گھونٹ گھونٹ نہ پاویں گے۔

اور اس پر اور بڑھ کر عذاب اٹھائیں گے یہ جو کافر جن اعمال کو وہ دنیا میں اپنے لئے (تعلیم انبیاء کے برخلاف) آخرت میں فائدہ مند سمجھ کر کرتے تھے اس میں مشقت اٹھاتے تھے، وہاں ان کا کچھ بھی اثر نہ پاویں گے جیسا سخت آندھی کے دن پھر راکھ کو اڑائے جاتی ہے اسی طرح وہ اڑ جاویں گے نہ وہاں بتوں کی پرستش اور گنگا کا اشنان اور گئودان کام آئے گا جس کے بھروسہ پر وہ نرک کے مستحق بنے بیٹھے تھے نہ وہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کام آئے گی نہ تثلیث و ابنیت مسیح کا اعتقاد فائدہ دے گا نہ حوض میں غوطہ لگانا اشنان رہبانی کا نفع دے گا۔ مال زن و فرزند کو جو آنکھ اٹھا کر دیکھے گا انھیں بھی شریک غم نہ پائے گا سو اس کمائی کے برباد ہو جانے پر سخت حسرت کرے گا پچھتائے گا۔ بگڑ گئے یہ اعمال کے کاربر ہو جاویں گے جس وقت ان آتش حسرت میں جلیں اور ہاتھ ملیں گے ہائے یہ کس لئے کرتے تھے اور کیا کر چلے وہ تو ایسی کہ جس کے سبب وہ دور کی گمراہی اور بھول بکتے ہیں یہ بے نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون پورا ہوا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

اے مخاطب! کیا تو نہیں دیکھتا کہ خدا تعالیٰ نے پیدا کئے آسمان اور

الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

زمین ٹھیک ٹھیک۔ اگر چاہے تو تم کو لے جائے

وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٩﴾ وَّمَا ذٰلِكَ

اور کوئی خلقت نئی لے آئے اور یہ اللہ تعالیٰ کو

عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿٢٠﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا

کچھ مشکل نہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو

فَقَالَ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

سب نکل کھڑے ہوں گے تو ضعیف لوگ بڑا بننے والوں سے کہیں گے کہ ہم

اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ

تمہارے تابع تھے پھر کیا تم ہم کو خدا تعالیٰ کے

عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ

عذاب سے ہم سے کچھ بھی دور کر سکتے ہو؟

قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ

وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہم کو خلاصی کی راہ بتاتا تو ہم تمہیں بھی بتا دیتے۔ خواہ

عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ

چیخیں چلائیں خواہ صبر کریں ہمارے لئے یکساں ہیں ہم کو عذاب سے کسی طرح

مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا ۳ ع ۹ ۱۵

چھٹکارا نہیں۔ اور جب کہ فیصلہ ہو چکے گا[1] تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے

قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ

سے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا

وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ

پھر میں نے وعدہ خلافی کی۔

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

اور تم پر میرا اس کے سوا اور کچھ بھی زور نہ تھا کہ تم کو

اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا

بلایا پھر تم نے میرا کہنا مان لیا۔ پھر مجھے

تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ

ملامت نہ کرو اپنے ہی آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں

اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ

تمہارا فریادرس ہوں اور نہ تم میرے فریادرس ہو۔

اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ

میں تو مانتا نہیں کہ تم مجھے پہلے اس کا شریک بنایا کرتے تھے۔

اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

بے شک ظالموں کے لئے عذاب الیم ہے۔

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

ایسے باغوں میں داخل کئے جاویں گے جن کے نیچے نہریں بہتی

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ

ہوں گی اپنے رب کے حکم سے ان میں ہمیشہ رہا کریں گے۔

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

ان کے باہم دعاء خیر سلام ہوگا۔

ترکیب

انّ اللہ جملہ قائم مقام دونوں مفعولوں کے الم تر کے۔ من عذاب اللہ موضع نصب میں ہے حال ہو کر کیونکہ اصل میں شیٔ کی صفت ہے تقدیرہٗ من شیٔ من عذاب اللہ من زائدۃ اے شیئاً کائناً من عذاب اللہ الا ان استثناء منقطع ہے لان دعاءہٗ لم یکن سلطاناً اے حجۃ مصرخیّ جمہور بفتح الیاء پڑھتے ہیں اور یہ جمع مصرخ کی اوّل ی جمع کا دوم ی متکلم میں ادغام ہو گیا وادخل برزوا پر معطوف۔

تفسیر

کفار کے غرور آمیز کلمات کے جواب میں پہلے تو خود اُن کا برباد ہونا اور جہنم میں جانا اور اُن کے بعد انبیاء علیہم السلام اور اُن کے گروہ کا اُن کی زمین اور ملک پر قابض اور متصرف ہونا بیان فرمایا تھا اب اُن مخالفین کے دل پر اس بات کو قائم کرتا ہے الم تر کہ جس نے آسمان اور زمین کو کس انتظام اور خوبی تمام کے ساتھ پیدا کر دیا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ روئے زمین سے تم کو مٹا کر اور نئی قوم کو تمہاری جگہ دنیا پر بسائے۔ کہاں گیا فرعون؟ اور کہاں ہیں ساسانی اور کس جگہ ہیں کیانی اور روم کے قیاصرہ کہاں چھپ گئے یونان کی اولوالعزم قومیں کہاں جا سوئیں؟ ہندوستان کے قدیم

[1] جب لوگ شیطان کو گمراہ کرنے کا الزام دیں گے تو اُن کے جواب میں وہ یہ کہے گا کہ میں نے کسی پر زبردستی تو کی نہ تھی صرف اپنی طرف بلایا کرتا تھا تم میرا کہنا مان لیا اور تم جو خدا تعالیٰ کے ساتھ مجھے شریک کرتے تھے میرے کو شریک مانتے تھے تخیلات باطلہ پر چلتے تھے میں اسکا سرے سے منکر ہوں ۱۲ منہ

ف کہاں ہیں وہ لوگ جو وجود شیطان کا انکار کرتے ہیں ۱۲ منہ

رہے کہاں گئے؟ پھر مسلمانوں میں بھی اور تغلق اور لودی کہاں
بچے گئے؟ تیموریوں کا اوج سورج کہاں گیا! سب امر مشنۃ
کا۔ انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں اپنے جاہ و حشم پر زور
کرنا فضول ہے۔ اس کے بعد روز قیامت کا واقعہ جان گداز
دکھاتا ہے تاکہ انبیاء علیہم السلام کے طریقہ کو چھوڑ کر شیطانی
راہ پر چلنے کا مزہ معلوم ہو۔ برزوا الخ کہ قیامت کے دن سب
لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور اس
مصیبت میں دنیا کے غریب لوگ اپنے سرداروں سے کہیں گے
کہ ہم تمہارے وہاں فرمانبردار تھے آج تم ہمارے کچھ کام آسکتے
عذاب دفع کر سکتے ہو، وہ کورا جواب دیں گے پھر فیصلے کے
بعد جب جہنم میں شیطان اور اس کے پیرو ڈال دیئے جاویں گے
تو شیطان کہے گا کہ میرا وعدہ تو سب غلط تھا مگر اللہ تعالیٰ کا
سچا وعدہ تھا، اب تم مجھے کیوں ملامت کرتے ہو، مجھ میں کچھ
زبردستی تو نہیں کی تھی مگر تمہارے دل میں وسوسہ ڈالا
تھا جس پر تم بہک گئے۔ اپنے ہی آپ کو ملامت کرو، خدا کے
کا کہنا چھوڑ کر میرا کیوں مانا، تم تو مجھے خدا تعالیٰ کا شریک
بناتے تھے میں نے تو پہلے ہی سے اس کا انکار کر دیا ہے۔
یا یہ کہ تمہارے شریک بنانے سے پیشتر میں کافر ہو چکا تھا
جس طرح میں از خود گرفتار ہوا اسی طرح تم بھی ہوئے۔ اس کے
بعد ایمانداروں نیکی کرنے والوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ
جنت میں داخل ہوں گے جہاں نہریں بہتی ہوں گی اور باہم
تحیۃ و مسرت ہوگا بلکہ بوقت ملاقات ایک دوسرے کو سلام
کہے گا۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان کی ہے

طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ
اچھی بات کی گویا وہ ایک اچھا درخت ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور

وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (٢٤) تُؤْتِي أُكُلَهَا
اس کی شاخ آسمان میں ہے وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت

كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ
اپنا پھل دیا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ

اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ

يَتَذَكَّرُونَ (٢٥) وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ
سمجھیں اور بری بات کی مثال ایک برے

كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ
درخت کی سی ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا

الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (٢٦) يُثَبِّتُ
جائے اس کو کچھ بھی ٹھہراؤ نہیں اللہ تعالیٰ

اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
ایمانداروں کو پکی بات سے

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ
دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی ثابت رکھتا ہے

وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ
اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ

اللَّهُ مَا يَشَاءُ (٢٧)
جو چاہتا ہے کرتا ہے

ترکیب

کلمۃ موصوف طیبۃ صفت بدل ہے مثلاً سے
اور کشجرۃ الخ کلمۃ کی نعت اور بعض نے کلمۃ کو
مرفوع پڑھا ہے کشجرۃ کو خبر مانا ہے تؤتی نعت ہے
فی الحیوۃ الدنیا متعلق ہے یثبت سے اور ممکن ہے
کہ کشجرۃ خبر ہو مبتدا محذوف کی لئے ہی اور پھر

ل [illegible]

[illegible]

طیبۃ اور اصلها و تؤتی یہ سب شجرۃ کی نعت ہوں
اور جملہ بدل ہو مثلاً سے۔

تفسیر

اشقیاء اور سعداء کا حال بیان فرما کر ان کے حال کی زیادہ تشریح کرنے کو ایک مثال بیان فرماتا ہے اور وہ یہ ہے کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ شجرہ طیبہ یعنی پاک یا اچھے اور عمدہ پیڑ کے چار وصف بیان فرما کر کلمہ طیبہ کو اس کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے اوّل صفت طیبہ یعنی اچھا ہونا خواہ باعتبار شکل و صورت کے ہو خواہ باعتبار اس کے پھل پھولوں کی عمدگی کے ہو کہ خوشبودار اور شیریں اور لذیذ ہوں خواہ باعتبار اس کے منافع کے ہو۔ **دوم** اصلها ثابت کہ وہ اس خوبی کے ساتھ ایسا نہیں کہ یونہی ہوا یا اور کسی تھوڑے سے صدمہ سے اکھڑ جائے تاکہ رنج کا باعث ہو بلکہ اس کی جڑ قائم اور مستحکم ہو جو زوال پذیر نہیں۔ **سوم** فرعها فی السماء کہ اس کی شاخیں مرتفع اور بلند ہوں جس سے پیڑ کی مضبوطی اور جڑ کا قیام اور اس کے پھلوں کا قاذورات اور زمین کے عفونات سے پاک ہونا معلوم ہوتا ہے **چہارم** اس کے پھل ہمیشہ آتے ہوں اور ہر وقت موجود رہتے ہوں اور درختوں کی طرح نہیں۔ اب اس درخت مرغوب الطبع کے ساتھ کلمہ طیبہ کو تشبیہ دیتا ہے خواہ ایسا درخت دنیا میں کوئی موجود ہو یا نہ ہو خواہ اس کو کھجور کے درخت سے تعبیر کرو یا انگور سے یا کسی اور سے۔ کلمہ طیبہ کیا ہے جس میں یہ چار وصف پائے جاتے ہیں وہ بقول اکثر مفسرین کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ سو یہ کلمہ طیبہ ہے اس کی عمدگی یہ ہے کہ انسان کے دل میں اس سے معرفت الٰہی کا ایک عجیب پیڑ لگتا ہے کہ جس کی خوبی دنیا کی تمام خوبیوں سے بڑھ کر ہے کس لئے کہ لذت ادراک ملائم کا نام ہے۔ جماع، اکل و شرب میں حواس مدرک اور دنیا کی تاریک چیزیں مُدرَک اس پر یہ لذت پھر جہاں روح مُدرِک اور حق سبحانہ مُدرَک ہو تو پھر اس لذت کے کیا کہنے ہیں؛ اس کے علاوہ لذائذ دنیا تکلیف پر مبنی ہیں، بھوک نہ ہو تو کھانے میں مزہ نہ آئے، پیاس نہ لگے تو سرد پانی سے حظ نہ پاوے برخلاف روحانی لذات کے۔ اور نیز جسمانی لذتیں ایک ساعت کے بعد جاتی رہتی ہیں برخلاف روحانی لذات کے۔

دوسری صفت بھی اس میں موجود ہے کیونکہ اس شجر کی جڑیں نفس قدسیہ میں گڑی ہوتی ہیں اور نفس جو ہر مجرد ہے فساد سے پاک ہے تغیر و فنا سے بری ہے اور نیز اس کی جڑوں میں حق نور النور اور مبدء ظہور کی تجلیات کا پانی دیا جاتا ہے۔ تیسری صفت بھی اس میں عمدہ طرح سے پائی جاتی ہے اس شجرہ معرفت کی دو شاخیں ہیں ایک جوار الٰہی میں اور دوسری جوار عالم جسمانی میں اٹھتی ہوتی ہے۔ نوع اوّل کے بہت سے اقسام ہیں مگر ان کا عطر دو بات ہیں (اوّل التعظیم لامر اللہ) اس میں یہ چیزیں ہیں خدا تعالیٰ کی معرفت کے دلائل میں تامل کرنا جو عالم اجسام اور عالم افلاک اور عالم سفلی میں موجود ہیں اور اسی کے شوق اور محبت میں رہنا اسی کو یاد کرنا اسی پر اعتماد کلی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ دوسری شاخ کہ جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (والشفقۃ علیٰ خلق اللہ) سے تعبیر کیا ہے اس میں مخلوق پر رحم کرنا انتقام سے درگزر کرنا، برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرنا بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ تیسری صفت اس کا مرتفع ہونا سو وہ بھی ظاہر ہے۔ چوتھی صفت ہر وقت پھل لانا سو یہ بھی اس شجرہ میں ظاہر ہے، جس کے دل میں یہ شجرہ ہوگا وہ اس سے ہر وقت منتفع رہے گا، اچھے نتائج دیکھے گا اور اس میں الہامات نفسانیہ اور ملکات روحانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو وقتاً فوقتاً روح کے پیڑ پر پیدا ہوتے ہیں پھر اس کو نیک کاموں پر برانگیختہ کرتے ہیں اس کے مقابلہ میں کفر کو شجرہ خبیثہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور

کلمۂ خبیثہ کفر اور اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس کے بعد کلمۂ طیبہ کی مضبوطی بیان فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے دنیا و دین میں ایمانداروں کو ثابت قدم رکھے گا۔ دنیا کا ثبات تو ظاہر ہے آخرت کی اول منزل قبر ہے وہاں بھی اس پر ثابت رہے گا۔ منکر نکیر کو جواب شافی دے گا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ ایمانداروں کو ثابت رکھنا گمراہوں کو گمراہی میں بہکانا اس قادر مطلق کا خود اختیاری فعل ہے جس کی کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔

ألم تر إلى الذين بدلوا نعمت الله

كفرا وأحلوا قومهم دار البوار ﴿٢٨﴾

جهنم يصلونها وبئس القرار ﴿٢٩﴾

وجعلوا لله أندادا ليضلوا عن

سبيله قل تمتعوا فإن مصيركم

إلى النار ﴿٣٠﴾ قل لعبادي الذين

آمنوا يقيموا الصلاة وينفقوا مما

رزقناهم سرا وعلانية من قبل

أن يأتي يوم لا بيع فيه ولا خلال ﴿٣١﴾

الله الذي خلق السماوات والأرض

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا

وأنزل من السماء ماء فأخرج

اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے نکالے

به من الثمرات رزقا لكم وسخر

لكم الفلك لتجري في البحر بأمره و

سخر لكم الأنهار ﴿٣٢﴾ وسخر لكم

الشمس والقمر دائبين و

سخر لكم الليل والنهار ﴿٣٣﴾ وآتاكم

من كل ما سألتموه وإن تعدوا

نعمت الله لا تحصوها إن الإنسان

لظلوم كفار ﴿٣٤﴾ وإذ قال إبراهيم ع ۵ / ۱۷

رب اجعل هذا البلد آمنا و

اجنبني وبني أن نعبد الأصنام ﴿٣٥﴾

رب إنهن أضللن كثيرا من

الناس فمن تبعني فإنه مني ومن

عصاني فإنك غفور رحيم ﴿٣٦﴾ ربنا

ع ۷ / ۱۸

إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ

میں نے اپنی کچھ اولاد ایسی وادی (جنگل) میں بسائی ہے کہ جہاں

غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ

کھیتی نہیں تیرے معزز گھر کے پاس نماز قائم کرنے کے لئے۔

الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ

اے رب! پھر کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے

أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ

اور ان کو میووں کی

وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ

روزی دے تاکہ وہ شکر

يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا

کیا کریں۔ اے رب! تو جانتا ہے جو کچھ

نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ

ہم مخفی رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر تو کوئی

مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

چیز مخفی نہیں نہ زمین کی نہ آسمان

السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ

کی۔ الحمد للہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے

لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ

بڑھاپے میں اسماعیلؑ اور اسحاقؑ عنایت کئے۔

إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ

بیشک میرا رب تو دعا کا سننے والا ہے۔ اے رب!

اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن

مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنادے۔

ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿٤٠﴾

اے رب! اور دعا کو قبول کرلے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

اے رب! مجھے اور میرے ماں باپ اور ایمانداروں کو بخش دیجیو

يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾

حساب قائم ہونے کے دن۔

ترکیب

كفرا مفعول ثانی بدلوا کا جہنم بدل ہے دار البوار سے یقیموا و ینفقوا امر کے صیغے بحذف لام لے لیقیموا و لینفقوا کیونکہ قل اس پر دال ہے سرا و علانیۃ مصدر ہیں موضع حال میں دائبین حال الشمس والقمر سے کل مضاف یا موصول مضاف الیہ جملہ مفعول آتاکم من بقول اخفش زائد ہے ہذا موصوف البلد صفت یا ہذا اسم اشارہ البلد مشار الیہ سب مفعول اول اجعل کا آمنا اس کا مفعول ثانی۔ ان نعبد سے من ان نعبد من عصانی شرط فانک جواب والعائد محذوف ای لہ من ذریتی میں من زائدہ بواد موصوف عند بیتک صفت یا بدل علی الکبر حال ہے یا لی وہبلی سے۔

تفسیر

یہاں کلمہ خبیثہ کے پھل بیان فرماتا ہے الم تر سے لے کر الی النار تک کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو طرح طرح کی نعمتیں دی تھیں انھوں نے بجائے شکرگزاری کے کفر کیا یعنی ناقدری کی اور آپ تو ڈوبے ہی تھے اپنی قوم کو بھی گمراہ کرکے جہنم میں لے گئے (اس میں مکہ کے کفار سرداروں کی طرف اشارہ ہے) اور سب سے بڑھ کر یہ ناشکری ہے کہ منعم حقیقی کے ساتھ اور لوگوں کو شریک سمجھ لیا اور ان کو اس کی خدائی کا حصہ دار بنا دیا۔ پھر ان کے لئے یہیں چند روز عیش و آرام کرنے کی مہلت ہے ورنہ پھر تو جہنم ہی ٹھکانا ہے۔ ایمانداروں کو ان کے برخلاف شکرگزاری کی تعلیم کرتا ہے قل لعبادی سے ولا خلال تک اور وہ شکرگزاری کیا

ہے، نماز پڑھا کریں جس میں ہاتھ پاؤں سے زبان سے دل سے
اُس کی تعظیم و ستائش ہے اور جاننے دیتے ہیں سے دیا کریں
فقیر کو مسکین کو لینے کو بیگانے کو ظاہر کر کے چھپا کے اور
اس میں دیر نہ کریں یہی وقت عمل ہے، جو کرنا ہے کر لیں ورنہ
پھر ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ جس میں نہ اعمال صالحہ خریدے
جاویں گے نہ کوئی دوستی بہشت میں لیک عمل دے گی۔ پھر ان
ناشکروں کو بتلاتا ہے کہ اَللّٰہُ الَّذِیْ الآیۃ اللہ منعم حقیقی تو
وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے یہ کام کئے ہیں (۱) آسمانوں
اور زمین کو تمہارے فائدے کے لئے بنایا (۲) بادلوں سے
مینہ برسایا۔ (۳) پھر اُس پانی سے زمین میں تمہارے
لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں (۴) پانی پر سفر کرنے
کے لئے تمہیں کشتی بنانا سکھایا اس طور پر کہ بڑے بڑے اگبوٹ
دُخانی کشتیاں، جہاز وغیرہ بندوں کو سکھائیں کہ جن سے
آرام پاتے ہیں۔ (۵) نہروں کو تمہارے بس میں کر دیا
جدھر چاہتے ہو لے جاتے ہو اور پانی سے طرح طرح کے
کام لیتے ہو، بجلی اور کیا کیا۔ (۶) چاند اور سورج کو
تمہارے لئے ایک خاص چال سے چلایا، اگر اس میں خلاف
ہو تو انتظام عالم بگڑ جائے (۷) رات دن کو تمہارے لئے
مسخر کیا، اپنے وقت پر رات دن آتے ہیں جس سے دُنیا
کے تمام کاروبار ٹھیک ہوتے ہیں (۸) ان پر کیا
حسب جو تم نے مانگا اُس میں سے کچھ نہ کچھ تمہیں دیا آنکھ
ناک بے قیمت اعضاء بے مانگے دیئے اور پھر ہر موقع پر ہر
آن میں تمہاری مدد اور مشکل کشائی کرتے ہیں، لاکھوں
نعمتیں ہیں کہ تو شمار نہ کر سکو گے، پھر بتلاؤ جن کو تم نے
اُس کا شریک بنایا ہے اُن میں سے کون سی چیز انہوں نے پیدا
کی ہے پھر جو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو بلاتے ہو یا اِنَّ
کے منکر ہو یہ تو ظالم اور بڑے ناشکر ہو اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ
اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام شکر گزار بندے کا ذکر کر کے
ہے اور اُن کی وہ دعائیں بھی کہ جن سے نیاز کی بو آتی ہے کہ

کہ اور اُس کے اطراف کے ناشکر گزاروں کو ابراہیمی ہونے کا
دعویٰ کرتے ہیں یہ معلوم ہو کہ تم اُنہیں کی دُعا کی برکت
سے کہ یہاں اس سے بیٹھے ہوئے ہو یہاں کوئی مار دھاڑ
نہیں کرتا، انہیں کی دُعا سے اس خشک ملک میں میوے
اور تازہ ترکاریاں کھاتے ہو، انہیں کی برکت سے دُنیا بھر کے
لوگ تمہاری طرف آتے ہیں۔ پھر تم کیسی نالائق اولاد ہو جو
اُس کی ناشکری اور اُس کے پیغمبرؐ کی نافرمانی کر رہے ہو۔
وَاِذْ قَالَ اِبْرٰہِیْمُ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسمٰعیل
علیہ السلام اور اُن کی والدہ ہاجرہ کو مکہ کے بیابان میں چھوڑ کر
چلے اور دل میں مفارقت اولاد کا رنج تھا اُس وقت خانہ
کعبہ کے سامنے آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی (۱) اس مکہ
کے جنگل کو امن کا شہر کر دے، چنانچہ کر دیا جاہلیت کے
ایام میں بھی وہاں کوئی کسی کو ایذا نہ دیتا تھا اس میں
مشرکین مکہ پر تعریض ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں
اس شہر میں تکلیف دیتے ہو (۲) مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی
سے بچا (حضرت کو ایسا معلوم ہوا ہوگا کہ ایسے معابد میں ہجوم
خلق منتشر ہو کے بت پرستی بھی ہونے لگے گی سو اللہ تعالیٰ
نے ابراہیمؑ اور اُس کی سعادت مند اولاد کو اُس سے بچایا ہے
قریش مشرک سو وہ بقول حضرتؑ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ گویا
حضرتؑ کی نسل سے منقطع ہیں جیسا کہ نوحؑ کے بیٹے کو
لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ کہا گیا اس میں بھی مشرکین پر تعریض ہے۔
(۳) میں نے اپنی اولاد اس جنگل میں کہ جہاں کھیتی نہیں کی
کعبہ کی خدمت اور نماز پڑھنے کے لئے آباد کی ہے (نہ کہ
بت پرستی کے لئے) پس تو اپنے بندوں کے دل اُن کی طرف
جھکا دے اور اُن کو اس جنگل میں میوے دے۔ چنانچہ حج
فرض ہوا خلق خدا آنے لگی اور مکہ کے قریب طائف کے
ٹکڑے میں یہ تاثیر عطا کی کہ جہاں ہر قسم کے میوے پیدا
ہوتے ہیں، مکہ کے بسنے والے گویا تمام کے میوے کھاتے ہیں
پھر آگے حضرت ابراہیمؑ اپنے درد دل اور نیاز باطن کی طرف

ان لفظوں میں اسکے نعلم ما نخفی وما نعلن اشارہ کرکے خدا تعالےٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے اور شکر بجالاتے ہیں کہ آپ نے مجھے بڑھاپے میں اولاد عطا کی اور اولاد بھی کیسی اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ، اول الذکر عرب بالخصوص قریش کے جدِّ امجد اور دوسرے انبیاء بنی اسرائیل کے۔ اولاد اور بھی تھی مگر لائقِ ذکر یہی دونوں سعادتمند فرزند تھے۔ پھر دعا کرتے ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ

اور (اے نبی) اللہ تعالےٰ کو ان کاموں سے کہ جن کو ظالم کر رہے ہیں

الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ

بے خبر سمجھنا (فوراً عذاب اس لئے نہیں آتا) کہ ان کو ڈھیل اس دن کے لئے

تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ

مل رہی ہے کہ جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاویں گی (وہ دوڑتے ہونگے) دوڑتے

مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ

چلے جاتے ہوں گے سر اٹھائے ہوئے (ٹکٹکی باندھے ہوں گے) کہ ان کی نگاہ ان کی طرف

طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَ

نہیں پھرتی ہوگی اور ان کے دل ہوا ہو گئے ہوں گے (دھک دھک کر رہے ہوں گے)۔ اور

اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ

لوگوں کو اس دن سے خبردار کرو کہ جب ان پر عذاب آوے پھر تو

فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ

ظالم کہنے لگیں گے ہمارے رب ہم کو تھوڑی دیر کے لئے

اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ

مہلت دیجئے کہ تیرا بلانا قبول کریں اور پیغمبروں کے پیچھے

وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا

ہو چلیں۔ (جواب دیا جائے گا) کیا تم وہی نہیں ہو کہ جو پہلے

اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾

قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم کو کبھی بھی زوال نہیں

وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

اور تم ان لوگوں کے گھروں میں بھی رہ چکے ہو کہ جنہوں نے اپنی جانوں پر

اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا

ستم ڈھایا تھا۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے

بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَ

ساتھ کیا کیا تھا؟ اور تمہارے سمجھانے کو ہم نے مثالیں بھی بیان کر دی تھیں۔ اور

قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ

انہوں نے بھی اپنے داؤ گھات کئے تھے اور ان کے داؤ اللہ کے سامنے ہیں۔

وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ

اور اگرچہ ان کے داؤ تو ایسے تھے کہ جن سے پہاڑ ٹل جاتے۔

الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ

پس (اے نبی) کبھی خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ نے جو

وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

وعدہ اپنے رسولوں سے کیا ہے اس کا خلاف کرے گا۔ بیشک اللہ تعالےٰ زبردست

ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾

بدلہ لینے والا ہے۔

ترکیب

غافلاً تحسبنّ کا مفعول ثانی تشخص جملہ یوم کی صفت مہطعین حال ہے ابصار سے لانّ المراد اصحاب الابصار مقنعین بھی حال ہے نَ کو اضافت سے ساقط کردیا لا یرتدّ حال ہے ضمیر مقنعی سے وافئدتہم جملہ حال ہے یوم مفعول ثانی ہے انذر کا ای انذرہم عذاب یوم الخ۔ تبیّن کا فاعل حالہم محذوف کیف موضع نصب میں ہے فعلنا کی وجہ سے۔

تفسیر

مکہ کے کفار کو جو وہ دعائے ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے امن میں رہ کر مغرور تھے یہ سناتا ہے کہ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ ظالم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ اس سے بے خبر ہے،

مہطعین مسرعین لہ لا ذی و فی الاہطاع ان تقبل ببصرک علی المرئی تدیم النظر الیہ لا تطرف ذکرہ الکشاف اقناع الراس رفعہ وقیل نکسہ ۱۲ منہ

ان کو سزا نہ دے گا، سزا تو ضرور دے گا مگر اپنی مصلحت سے اس دن کے لئے چھوڑ رکھا ہے کہ جس میں قبروں سے نکل کر آپ کی طرف دوڑتے چلے آتے ہوں گے اور ہیبت کے مارے آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی، سر آسمان کی طرف ہوں گے دل بدحواس ہوں گے یعنی قیامت کے دن۔ اور تمہاری یہ تدبیریں ہم سے مخفی نہیں۔

اس کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ وانذر الناس۔ لوگوں کو ڈراؤ عام ہے کہ اہل مکہ ہوں یا اور ہوں، یہود و مجوس و نصاریٰ، کس لئے کہ آپ تمام بنی آدم کے لئے رسول ہو کر آئے ہیں اور کس چیز سے ڈراؤ؟ یوم یاتیہم العذاب فیقول الذین ظلموا اس دن سے کہ ان پر عذاب آپہنچے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے قیامت کا عذاب مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ موت کا عذاب مراد ہے جس سے کوئی بغیر ایمان و عمل صالح کے بچ ہی نہیں سکتا۔ بعض کہتے ہیں دنیاوی مصائب مراد ہیں جو کفر و بدکاری پر آتے ہیں پھر اس دن یہ ستمگار کہیں گے اس کا ذکر کرتا ہے وہ کہیں گے کہ ذرا مہلت دیجئے کہ تیرے رسولوں کا کہا مانیں یعنی ایمان لاویں اور توبہ کریں مگر بھلا یہ جواب ملے گا اولم تکونوا اقسمتم کہ کیا تم نے قسمیں کھا کھا یعنی وثوق سے تکبر سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم کو تو کبھی زوال ہی نہیں۔ نہ ہماری سلطنت اور دولت جانے والی ہے نہ جاہ نہ یہ عیش و نشاط ہم نے ان کے قیام و دوام کی تدبیر کر لی ہیں۔ بعض تو صاف صاف زبان سے یہ کہتے ہیں اور بعض کا حال یہ کہہ رہا ہے اور اس کے بجز کے سوا کیا تم ان لوگوں کے ملک اور شہر اور مکانوں میں نہیں بسے کہ جو تم سے پہلے تھے اور ان کی تدابیر و داؤ گھات کریں بڑی تو کوشش ہیں سے پہاڑ ٹل جائیں پھر جب ان پر ہلاکت آئی اور وہ نہ بچے تو تم نے کیوں نہ سمجھا کہ ہم بھی نہ رہیں گے اس کے سوا تمہیں طرح طرح کی نظائر سے سمجھایا۔ اس کے بعد

رسول کو اطمینان دلاتا ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی معرفت جو وعدے کر چکے ہیں کبھی اُن کا خلاف کرنے والے نہیں اور ہم زبردست ہیں انتقام لئے بغیر نہیں چھوڑتے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ

[illegible]

وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

[illegible]

الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ

[illegible]

مُقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ

[illegible]

مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ

[illegible]

النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا

[illegible]

كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

[illegible]

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ

[illegible]

وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

[illegible]

وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

[illegible]

ع ۱۱ ۱۹

ترکیب

یوم انتقام کا ظرف ہے یا اذکر محذوف کا مفعول۔ والسموت تقدیرہ غیر السموت۔ سرابیلہم جملہ حال ہے المجرمین سے و تغشی بھی حال ہے۔ لیجزی لے متعلق ذلک الجزاء اور ممکن ہے کہ برزوا سے متعلق ہو۔

ولینذروا بہٖ سے ہٰذا القرآن بلاغ وانذار للناس لام بلاغ
سے متعلق ہے اور ممکن ہے کہ آخر ل محذوف ہے ولینذر
معطوف ہے ولینذروا پر۔

تفسیر

یہ اُس انتقام کے دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے یوم تبدل
الارض الخ کہ اُس دن یہ زمین و آسمان بدل جاویں گے۔
صحیحین میں حدیث ہے کہ قیامت کو ایک سفید ستھری
زمین پر لوگ جمع کئے جاویں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ
آسمانوں و زمین کی صفات میں تبدل ہوگا یہ زمین زیادہ
وسیع کردی جائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ ذات میں تغیر و
تبدل ہوگا یعنی اور نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا۔ اور یہی
قوی ہے کیونکہ وہ عالم اس عالم کے غیر ہے جیسا کہ اس کی
تشریح سورۂ بقر کی تفسیر میں ہم کرچکے ہیں۔ مکاشفات
یوحنا حواری سے بھی کہ جس کو عیسائی الہامی سمجھتے ہیں ایسا ہی
معلوم ہوتا ہے۔ پھر اُس دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ سب
قبروں سے نکل کر خدائے قہار کے سامنے آجاویں گے اور
گنہگار زنجیروں میں جکڑے ہوئے نظر آویں گے۔ انسان
کے ملکاتِ رذیلہ اور بری خصلتیں اُس کے ہاتھ پاؤں کی
زنجیریں بن جائیں گی۔ اور ان کے سرابیل (جمع سربال
قمیص یعنی کرتا) کرتے قطران (وھو شی۔ تحلب من شجر
یسمی الابہل فیطبخ ویطلی بہ الابل الجرب۔ یتسارع فیہ
اشتعال النار وھو اسود اللون منتن الریح)، یعنی رال کے
ہوں گے جن میں جلدی آگ بھڑک اُٹھے گی اور آگ کا
شعلہ اُن کے مونہوں کو ڈھانک لے گا یہ بھی انسان کے
اعمالِ بد ہوں گے جو لباس کی طرح دنیا میں اُس کو ڈھانکے
رہتے ہیں جن میں آتشی شعلہ قبول کرنے کی زیادہ قابلیت
ہے اور یہ آسمان و زمین کا تبدل اور عدالتِ الٰہی کا قائم
ہونا اس لئے ہوگا کہ لیجزی اللہ کل نفس ما کسبت ہر
شخص کو اُس کے عمل کا بدلہ ملے۔ یہ وجود قیامت پر ایک
برہانِ قاطع ہے کس لئے کہ اُس کی عدالت کا مقتضے یہی
ہے کہ ہر ایک کو اُس کے اعمال کا بدلہ دیوے اور دارِ دنیا
اس امر کے لئے کافی نہیں۔ اول تو یہ دارِ عمل ہے نہ کہ
دارِ جزاء۔ دوم نہ یہاں سزاء کامل ہے نہ جزاء کامل ہے۔
کس لئے کہ کونسے نعما دنیا میں جن میں کچھ نہ کچھ تلخی نہ ملی ہو
اور کونسے شدائد ہیں کہ جہاں ذرا طور راحت نہ ہو اس لئے
کوئی اور مقام اس فیصلہ کے لئے مقرر ہونا چاہیے وہ روز
قیامت ہے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ اُس روز بے شمار
مخلوق ہوگی اُن کے حساب کے لئے غیر متناہی زمانہ چاہیے
پھر اس عرصہ میں بہت سی جزاء و سزا سے بچ جاویں گے
کیونکہ ان اللہ سریع الحساب ہے وہ طرفۃ العین میں بلکہ ایک
وقت میں سب سے جلد حساب لے لیگا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ
ہے کہ اہلِ دنیا اپنے ناز و نعم میں مست ہو کر اس پیش آنے والے
دن کو دور نہ سمجھیں اس کی عمر کا انجن ہر ذرہ منازل طے
کرتا ہوا جارہا ہے جلد وہ مقام آنے والا ہے۔ چونکہ عالم
آخرت کے یہ اسرار ایسے نہیں کہ ان کو کوئی بغیر مدد الہام عقل
سے دریافت کرسکے اس لئے فرمادیا ہٰذا بلاغ للناس ولینذروا
بہٖ کہ قرآن مجید لوگوں کو اُن کے نیک و بد کی خبر دینے والا
اور دارِ آخرت کی خرابیوں سے خوف دلانے والا ہے۔ اور نیز
انسان کی سعادت کا رہبر کامل ہے اور نیز اتمام حجت ہے
اس پر بھی جو کوئی نہ مانے تو اپنا سر کھائے۔ انسان کی دو
قوت ہیں ایک نظریہ جس سے علم و ادراک صحیح صحیح حاصل
کرسکتا ہے منجملہ اس کے خدا تعالیٰ کی ذات و صفات پر
ایمان ہے اور نیز فرشتوں اور رسولوں اور اُن کے فرمودہ
پر۔ دوسری قوتِ عملیہ ہے کہ جس سے نیک کام کرسکتا ہے
ان دونوں قوتوں کی اصلاح سعادت ہے۔ اس لئے انبیاء
علیہم السلام بھیجے گئے ہیں۔ پس اول کی طرف جو اصل الاصول
ہے بلاغ للناس ولینذروا بہٖ ولیعلموا انما ھو الٰہ واحد میں

اشارہ ہے کہ اس لئے کہ ایمان اور علم ہی عمل کی بنیاد ہے اور دوسرے کی طرف ولیذکر اولوالالباب میں کہ سمجھ کے سمجھنے سے مراد توبہ کرنا، نیک کاموں کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اللہم وفقنا لحسنات۔

سورۂ حجر مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۹۹ ننانوے آیات چھ رکوع ہیں۔

یہ سورۃ بھی مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں حجر کے بسنے والوں کی ہلاکت زیادہ تر عبرتناک بات ہے یعنی قوم ثمود کا حال۔ حجر شام اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ اس کے بعد مبین کہہ کر قرآن مجید کا منجانب اللہ ہونا بیان کرکے دنیا کی لذات و شہوات میں مبتلا ہونے والے کفار کا انجام کار بیان فرماتا ہے۔

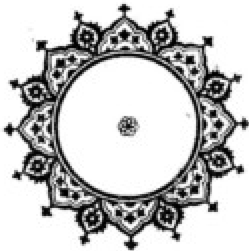
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ ۱

یہ ہیں آیتیں کتاب اور کھلے قرآن کی

لہ قرآن مجید کی سب باتیں عقل سلیم کے نزدیک واضح اور کھلی ہیں کوئی بات گورکھ دھندا نہیں کہ جس کو خلاف عقل محض اعتقاداً ماننے پر مجبور کیا گیا ہو ۱۲ منہ



تفسیر حقانی

پارہ ۱۴

رُبَمَا

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا
منکر بڑی ہی حسرت کریں گے کہ کاش وہ بھی
مُسْلِمِينَ ۝٢ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَ
مسلمان ہو جاتے (اے نبی) ان کو چھوڑ دو کہ کھا لیں اور
يَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ
برت لیں اور ان کو آرزو بھلاوے میں رکھے پھر آیندہ تو جلد
يَعْلَمُونَ ۝٣ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ
معلوم کر لیں گے اور ہم نے کوئی بھی ایسی بستی ہلاک نہیں
قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ۝٤
کی کہ جس کے لئے (زوال کا) وقت مقرر نہ لکھا گیا ہو۔
مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا
کوئی قوم اپنے وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ
يَسْتَأْخِرُونَ ۝٥ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي
پیچھے ہٹ سکتی ہے اور (کفار نے) کہا کہ اے وہ شخص کہ
نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝٦
جس پر نصیحت اتاری گئی تو تو ضرور دیوانہ ہے۔

لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ
ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا اگر تو
مِنَ الصَّادِقِينَ ۝٧ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ
سچا ہے ہم فرشتے تو فیصلہ ہی کو
إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُنْظَرِينَ ۝٨
بھیجا کرتے ہیں اور جب تو انہیں مہلت بھی نہ ملے گی۔

ترکیب

ربما بالتخفیف والتشدید و ضم الراء و فتحہا وما کافۃ لرب و یمکن ان یکون نکرۃ موصوفۃ ای رب شیء یودہ الذین و رب حرف جر لا محل لہ بعدہ والعامل محذوف تقدیرہ رب ... الاسلام الا ولہا جملۃ نعت ہے قریۃ کی لو ما بمعنی ہلا۔

تفسیر

ربما کہ قیامت کے دن یا بوقت مرگ یہ لوگ

خواہش کریں گے کاش ہم ایمان والے ہوتے۔ رُب کے معنے بعض کہتے ہیں بہت کے ہیں کہ بہت حسرت کریں گے۔ اور بعض کہتے ہیں کم کے ہیں مگر مراد بہاں بہت ہے کہ عرب کی عادت ہے کہ کبھی کثیر الوجود چیز کو یقین دلانے کے لیے بلفظِ قلیل ذکر کرتے ہیں جیسا کہ اُس شخص کی نسبت کہ جس سے ہمہ وقت یا اکثر اوقات یاد کرنا متوقع ہو کہتے ہیں کہ کبھی تو ہمیں یاد کرو گے۔ مکہ کے مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مصروف تھے اور خدا کی اس مہلت پر مست تھے کہ اگر پیغمبر سچا ہے تو ہم پر کوئی آسمانی عذاب کیوں نہیں آتا۔ ہم تو ویسے کے ویسے مزے اُڑاتے پھرتے ہیں۔ یہ ان کی حالت تھی جس کے رد میں اوّل تو الٓرٰ فرمایا جس میں اشارہ ہے کہ یہ قرآن (الف) اللہ نے بواسطہ (لام) جبرئیل (ر) رسول اللہ پر نازل کیا ہے اس میں کوئی دروغ نہیں۔ دوم اس سورۂ حجر کی نسبت جو قرآن مبین کا ایک جزو ہے فرماتا ہے کہ یہ قرآن مبین اور کتابِ الٰہی کی چند آیات ہیں۔ انہیں کے مطالب میں غور کرو۔ آپ معلوم ہو جائے گا کہ یہ مضمون اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ جس میں ان کی تکمیل کا پورا نقشہ ہے من اللہ ہے۔ پھر مبین کے لفظ سے اشارہ ہے کہ قرآن کی سب باتیں واضح ہیں۔ کوئی بھی خلافِ عقلِ سلیم نہیں۔ پھر اس کے ماننے میں کیوں تردد ہے۔ سوم مرنے کے وقت جو قریب ہے یا مرنے کے بعد یہ اس جہل و نادانی پر افسوس کریں گے اور حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ چہارم مہلت کی نسبت فرماتا ہے کہ یہ چند روزہ ہے۔ اس میں ان کو مزے کر لینے دو ان کی لمبی چوڑی آرزوئیں دنیاوی کاروبار کی بابت کہ یوں کریں گے انہیں خود غفلت میں ڈالے ہوئے ہیں۔ اور یہی طولِ امل غفلت کا پردہ ہے۔ پھر ان کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ ہائے کس غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔

خصوصاً جب کہ اپنے افعالِ بد کا نتیجہ دیکھیں گے۔ ان سے پہلے بھی بہت قومیں تباہ ہوئی ہیں مگر ان کا ایک وقت مقرر تھا۔ اس لیے آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح ان کا بھی وقت معیّن ہے۔ چنانچہ بدر میں اور قحطِ شدید میں ہلاک ہوئے۔ پیشین گوئی صادق آئی، وہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی مشاغل سے بے فکر دارِ آخرت کی طرف متوجہ دیکھ کر کہتے تھے کہ اے محمد! تو جو کہتا ہے کہ مجھ پر نصیحت یعنی قرآن نازل ہو رہا ہے ضرور دیوانہ ہے چوں کہ یہ قول دیوانوں کا تھا اس کا جواب کیا دینا تھا مگر وہ یہ جو کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو ہمیں فرشتے کیوں نہیں لا کر دکھاتا، اس کا جواب دیا کہ فرشتے تو جب آتے ہیں فیصلے ہی کے لیے آتے ہیں خواہ عامہ ہلاکت کے وقت یا موت کے وقت پھر جب وہ آئے تو مہلت تو کہاں۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ
ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے
لَحٰفِظُونَ ⑨ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ
نگہبان بھی ہیں اور آپ سے پیشتر ہم پہلی
قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ⑩ وَمَا
قوموں میں بھی رسول بھیج چکے ہیں اور نہ
يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ
کبھی جب کوئی رسول ان کے پاس آتا تو اس سے
يَسْتَهْزِءُونَ ⑪ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهُ
تمسخر ہی کرتے رہے اسی طرح سے ہم گنہگاروں
فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ⑫ لَا يُؤْمِنُونَ
کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان
بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ⑬
نہیں لاتے اور یہ تو قدیم دستور چلا آیا ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ

اور اگر ان پر آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیں

فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوا

پھر وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہ

إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ

کہیں گے کہ ہماری آنکھوں پر نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم پر

قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ﴿۱۵﴾

جادو کیا گیا ہے۔

ترکیب

نحن مبتدا نزلنا خبر جملہ انا کی خبر یا نحن انا کی تاکید کذلک اے الامر کذلک السلک ایک چیز کا دوسری میں داخل کرنا اور نسلکہ صفت ہے مصدر محذوف کی اے سلکا مثل استہزائہم۔ والضمیر للاستہزاء اے کذلک ندخلنا التکذیب فی قلوب او نسلک نسلکہ اے ندخل الاستہزاء فی قلوب المجرمین اے کفار مکہ۔ ولو فتحنا جملہ شرطیہ لقالوا اس کی جزا۔

تفسیر

کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہا تھا جس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ جو کچھ رسول ہم کو سناتا ہے وہ کلام الٰہی نہیں دیوانوں کی بڑ اور بکواس ہے۔ اور کفار جو انبیاء علیہم السلام کی نسبت ایسی باتیں کہا کرتے تھے اس کے چند سبب تھے۔ اول یہ کہ رسول شہوات و لذات باطلہ کے ترک اور عبادت و نیک روی کی تاکید کرتے تھے یہ بات ان پر شاق گزرتی تھی۔ دوم رسوم اور مذاہب باطلہ کا ترک کرنا جو پشت در پشت ان میں مروج ہونے کی وجہ سے ایک امر ناحق قرار پا گیا تھا اور اب بھی لوگوں کا رسوم و بدعات خلاف شرع ترک کرنے میں یہی حال ہے۔ سوم انبیاء فقراء ہوتے تھے نہ ان کے پاس مال وجاہ تھا نہ اعوان و انصار اس لیے رؤسا پر ایسے لوگوں کا مطیع ہونا شاق گزرتا تھا۔ چہارم ان کا گوارا نہ ہونا بڑا سبب تھا) اس کے جواب میں فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر یعنی قرآن ہمارا ہی نازل کیا ہوا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اس پیشین گوئی کے مطابق آج تیرہ سو برس ہونے کو آئے قرآن ایسا محفوظ ہے کہ مشرق سے مغرب تک سب مسلمانوں کی زبان پر یکساں ہے ایک لفظ یا زیر و زبر کا بھی فرق نہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر اب تک بلکہ قیامت تک حفاظ اور قراء اور علماء کی جماعتیں اس کی محافظت پر کمربستہ ہیں یہ قرآن کا بڑا معجزہ ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں واعلموا انہ لم یتفق لشیء من الکتب مثل ھذا الحفظ فانہ لا کتاب الا وقد دخلہ التصحیف والتحریف والتغییر۔ شیعہ بڑے تعجب اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن میں سے عثمان نے فلاں فلاں سورتیں کم کر دیں اس آیت اور دیگر آیات سے مردود ہیں وہ بھی شیعؔ الاولین میں داخل ہیں جنہوں نے رسولوں کا انکار کیا۔ ولقد ارسلنا فرماتا ہے کہ ان کا ایسی باتیں کرنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ آپ سے پیشتر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلی قوموں میں بھی ہم نے رسول بھیجے تھے ان کا بھی یہی حال رہا کہ جو رسول آیا اسکو جھٹلاتے رہے اسی طرح ان کفار کے دلوں میں قضا و قدر نے یہ انکار و تکذیب ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے وقد خلت سنۃ الاولین اور پہلوں کے ساتھ جو کچھ اللہ کا دستور تھا کہ اخیر وہ ان کو ہلاک کرتا آیا ہے

ف شیع جمع شیعۃ وہی الفرقۃ ۱۲

ع

وہ بھی چلا آتا ہے ولو فتحنا الخ یعنی وہ جو کہتے ہیں کہ معجزہ کے طور پر فرشتے کیوں نہیں آتے، فرشتے تو کیا اگر ہم ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتے اور سیڑھی لگا دیتے کہ جس سے چڑھ کر وہاں کے حالات دیکھ آتے دیا یہ معنی کہ آسمان کے دروازوں سے فرشتوں کو چڑھتے اترتے دیکھتے (تو بھی یہی) کہہ دیتے کہ یہ نظر بندی ہے اور جادو۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا
اور البتہ ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور اس کو دیکھنے والوں کے

ع ۲ ۱۰ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ
لیے مزین کر دیا اور اس کو ہر شیطان مردود سے

رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ
محفوظ رکھا مگر جو کوئی چوری سے سن بھاگا تو اس کے

فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ
پیچھے دہکتا ہوا انگارا پڑ گیا اور ہم نے زمین کو

مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا
پھیلایا اور اس پر لنگر ڈال دیے اور اس

فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا
میں ہر چیز اندازے سے اگائی اور اس

لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ
میں تمہارے لیے روزی کے لیے سامان رکھے اور ان کے لیے بھی کہ

بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا
جن کے تم روزی دہندہ نہیں اور ایسی کوئی بھی چیز نہیں کہ جس کے خزانے

خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾
ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم صرف اس کو ایک اندازۂ معین سے نازل کرتے ہیں

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ
اور ہم نے بوجھل ہوائیں چلائیں پھر آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ
پانی اتارا پھر وہ تمہیں پلایا حالانکہ تم

لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ
اس کے خزانہ دار نہیں اور ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں

وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا
اور اخیر مالک بھی ہم ہی ہیں اور ہم کو تم میں سے

الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا
اگلے اور پچھلے سب

الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ
معلوم ہیں اور بے شک آپ کا رب ہی

يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾
ان کو جمع کرے گا بے شک وہ حکمت والا خبردار ہے۔

ترکیب

الا من منصوب ہے استثناء منقطع ہونے کی وجہ سے اور جر بھی ہو سکتا ہے من استرق سے بدل ہو کر اور رفع بھی ہو سکتا ہے مبتدا ہو کر۔ والخبر فاتبعہ وجاز دخول الفاء فیہ لتضمن المبتدا بمعنی الشرط والارض منصوب ہے مددنا محذوف سے ومن لستم منصوب ہو جعلنا سے والمراد بمن العبید والاماء والبہائم فانہا مخلوقۃ لمنافعنا اور مجرور بھی ہو سکتا ہے ای لکم ولمن لستم۔

تفسیر

قرآن مجید کی عادت ہے کہ ایک مقصد کے بعد دوسرے مطلب کو بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ سننے والے کے دل پر بار نہ معلوم ہو۔ اس جگہ جب کہ مسئلۂ نبوت میں کلام کر چکا تو مسئلۂ توحید کو شروع کرتا ہے جس پر کہ اثبات نبوت موقوف ہے اور نیز توحید کے متعلق ایسا کلام کرنا گویا نبوت نبی کو اس کے اثر سے مشاہدہ کرا دینا ہے کہ جس کے منہ سے

عہ یعنی پہاڑ جن کا ثقل طبعی زمین کو ڈگمگانے نہیں دیتا ۱۲ منہ

ایسی بات الہامی اور روح کو تازہ کرنے والی کل وہ قطعی ہیں
ہے نہ کہ مجنون ولقد جعلنا الخ توحید کے ثبوت میں دلائل
سماویہ سے یہ اول دلیل ہے کہ ہم نے آسمان میں برج
بنائے اور آسمان کو ستاروں سے مزین کیا اور شیاطین سے
اس کو محفوظ رکھا کہ کوئی شیطان وہاں تک جا نہیں سکتا الا
جو کوئی چوری کے طور وہاں آسمانی بات سننے کو جا بھی پہنچا
جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے تو شہاب مبین
یا شہاب ثاقب یعنی آگ کا شعلہ جس کو ستارہ ٹوٹا کہتے
ہیں اس کے پیچھے دوڑتا ہے رجیم رجم سے مشتق ہے جس
کے معنی پتھراؤ کرنا یعنی پتھر پھینک کر مارنا۔ گالی
گلوچ اور بہتان لگانے کو بھی اسی لیے رجم کہتے ہیں کہ گویا
بیہودہ باتوں کے پتھر مارے جاتے ہیں۔ منہ قولہ لارجمنک
ای لاسبنک اور اسی مناسبت سے تخمینی اور بے تکی
باتوں کو بھی رجم کہتے ہیں۔ منہ قولہ رجماً بالغیب گویا شیاطین
پر آتشی شعلوں کے پتھر مارے جاتے ہیں۔

مقدمہ تفسیر میں بیان ہو چکا ہے کہ شیاطین کو لطافت
مادہ کی وجہ سے ملائکہ کی باتیں سننے اور ان کے دیکھنے اور
اونچے چڑھنے کی قدرت عطا کی گئی ہے۔

بروج　برج کی جمع ہے اسی طرح ایک جگہ قرآن
میں آیا ہے تبارک الذی جعل فی السماء بروجا اور ایک
جگہ ہے والسماء ذات البروج اس سے یہ مراد نہیں کہ
جس طرح اینٹ پتھروں کی گول گول عمارت قلعوں کی
دیواروں پر اور دیگر جگہ ہوتی ہے اسی طرح آسمان پر برج
بنے ہوئے ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ آسمان میں مختلف ستاروں
کے نمودار ہونے سے خربوزے کی پھانکوں کی طرح آسمان
کے بارہ حصے یا ٹکڑے جدا جدا معلوم ہوتے ہیں اور ان کے
زبان عرب میں یہ نام مشہور تھے حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔
اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔
حوت۔

جب کہ طبیعت فلکیہ ایک تھی اور اسی لیے محال۔
کے نزدیک اس کی شکل کروی یعنی گول تھی تو پھر یہ بروج
مختلف الطبائع اور آسمان پر یہ گوناگوں چیزیں کس نے
بنائیں ان میں کمی و بیشی کس نے کی اور ان اجزاء کو کس نے
مرکب کیا؟ صرف ایک اسی قادر و قوی مختار قوی قہار و
جبار نے۔ پھر اس نے نہ صرف ستاروں کو آسمان کی
زیب و زینت بنایا بلکہ وہاں کا انتظام اوّل بھی کیا چڑھنے
شیطانوں کے لیے شہاب مبین کو کوتوال بنایا تو پھر
کیا وہ انبیاء کو بھیج کر انتظام بنی آدم نہ کرتا اور نیز شیاطین کو
تو عالم علوی کی طرف رسائی نہیں پھر اگر خدا کا الہام اور
جبرئیل امین کی پیغام رسانی نہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم
علوی کی باتیں کیوں کر معلوم ہوئیں؟ سبحان اللہ اس ایک
جملہ سے کس قدر باتیں ثابت کر دیں۔

والارض مددنٰھا یہ عالم سفلی کے حالات سے
دوسری دلیل ہے۔ اوّل زمین کو پھیلانا باوجود کروی ہونے
کے اس کا ایسا سطح رکھنا کہ جس پر مخلوق بس سکے اسی کی
صنعت ہے۔ دوم القینا فیہا رواسی مفرد راسی اور
اس کی جمع راسیات اس کی جمع یعنی جمع الجمع رواسی ہے
رواسی ٹھیرنے اور جمنے والی چیزیں جس سے مراد پہاڑ ہیں۔
یہ مضمون بہت جگہ قرآن میں ہے من جملہ ان کے والقی فی
الارض رواسی ان تمید بکم اور ان پہاڑوں کو اوتاد یعنی
زمین کی میخیں بھی فرمایا ہے۔ خواہ یوں کہو کہ زمین پیدا کرنے
کے بعد جو بخارتیں ہوئیں تو بعض قطعات میں ادھر ادھر سے
مٹی جمع کر کے اونچے نیچے مختلف صورتوں کے ٹیلے ہو گئے
تھے متحجر ہو کر پہاڑ بن گئے یا یوں کہو کہ بدو الخلقت میں ساتھ
ہی خدا نے پہاڑ بھی بنائے نگران کار زمین کے لیے میخ اور بار
اور تھامنے والا جو کلام تشبیہی ہے گویا فرشی زمین پر یہ بھاری
بھاری پتھر دھر دیے ہیں کہ ہلنے نہ پاوے اس میں بھی
قدرت کاملہ کی بڑی نشانی ہے اور نیز پہاڑوں کے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ
اور البتہ ہم نے انسان کو خشک مٹی سے خمیر
حَمَإٍ مَسْنُونٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ
دی ہوئی سے بنایا اور جان کو اس سے پہلے
قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ ﴿۲۷﴾ وَإِذْ قَالَ
آگ کے شعلہ سے بنایا تھا (اور اس وقت کو یاد کرو)
رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا
جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر بنانے والا ہوں
مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ﴿۲۸﴾ فَإِذَا
خشک مٹی خمیر دی ہوئی سے پھر میں
سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي
جب اسکو ٹھیک بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں
فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ
تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا پھر سب کے سب فرشتوں
كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿۳۰﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ
نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے
أَبَىٰ أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿۳۱﴾ قَالَ
کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں ہو خدا نے فرمایا
يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ
اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے
السَّاجِدِينَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ
ساتھ نہ ہوا اس نے کہا میں ایسا نہ تھا کہ ایک ایسے بشر
لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ
کو سجدہ کروں کہ جس کو تو نے خشک مٹی خمیر دی ہوئی
مَسْنُونٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ
سے بنایا خدا نے فرمایا یہاں سے دور ہو بے شک تو
رَجِيمٌ ﴿۳۴﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ
پھٹکارا گیا ہے اور بے شک تجھ پر لعنت ہے

فوائد اور ان کے معادن اور نباتات کے منافع بہ آواز بلند اپنے خالق یکتا کی توحید و صناعی پر گواہی دے رہے ہیں۔ جن کی طرف وانبتنا فیہا من کل شئ موزون میں اشارہ ہے۔ موزوں سے مراد اندازہ کی ہوئی چیز یعنی زمین میں یا پہاڑوں میں یہ بے انتہا جڑی بوٹیاں اس کے اندازۂ علمی سے باہر نہیں۔ یا یہ مراد کہ وہ وزن رکھتی ہیں یعنی بے فائدہ اور عبث نہیں عمدہ اور متناسب چیز کو موزوں کہتے ہیں جیسا کہ کلام موزوں۔ وجعلنا لکم فیہا معایش۔ سوم نہ صرف بندوں کی معاش اور روزی زمین پہ پیدا کی بلکہ من لستم لہ برازقین چار پائے اور تمہارے نوکر غلام بال بچے کہ جن کو اپنے زعم میں تم روزی دیتے ہو ان کی روزی بھی اسی نے پیدا کی نہ تم نے۔ یا یہ معنی کہ جن چیزوں کے تم روزی رساں نہیں ہو، چارپائے تمہارے غلام وغیرہ ان کو بھی خدا ہی نے تمہارے لیے پیدا کیا۔

وان من شئ بیان ہے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ عالم وجود میں جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں وہ بقدر حاجت مخلوق ظاہر کرتے ہیں یہ نہیں کہ وہ ہمارے ہاں اسی قدر تھا۔ بلکہ اس کے خزانے ہمارے پاس ہیں یعنی ہمارے ہاں بے انتہا ہے۔ بارش وغیرہ سب کا یہی حال ہے وارسلنا الریح لواقح تیسری دلیل ہے کہ ابر اٹھانے والی ہواؤں کا چلانا اور مینہ برسانا اور بندوں کو نفع پہنچانا اسی کا کام ہے۔ و انا لنحن نحی ونمیت یہ چوتھی دلیل ہے کہ باوجودیکہ اپنی بقا میں کوئی کیسی ہی کوشش کرے مگر ہم مارتے ہیں اور ہم ہی پیدا کرتے ہیں۔ اس میں کسی کو بھی دخل نہیں اور اگلے جو ہو چکے ہیں اور آئندہ جو ہوں گے وہ سب ہم کو معلوم ہیں اور پھر ہم سب کو جمع کر لیں گے۔ یہ بھی ہمارا ہی کام ہے کیونکہ ہم حکیم اور علیم ہیں اس میں دار آخرت کا بھی کس عمدگی سے اثبات ہے۔

إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي

قیامت تک — اس نے کہا اے رب مجھے مہلت دے

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ

اس دن تک کہ مردے جی اٹھیں — خدا نے فرمایا — البتہ تجھے

الْمُنظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾

مہلت ہے — وقت معلوم (قیامت) کے دن تک

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ

اس نے کہا اے رب تو نے مجھے (انسان کی وجہ سے) گمراہ کیا [illegible]

لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾

زمین پر بھلا دکھاؤں گا — اور سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ

مگر ان میں سے تیرے خاص بندے (بچے رہیں گے) — خدا نے فرمایا

هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ

یہی راستہ (بندوں کا) مجھ تک سیدھا پہنچتا ہے — بیشک

عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا

میرے بندوں پر تیرا کچھ بھی بس نہیں ہے مگر جو

مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ

گمراہوں میں سے تیری پیروی کرے — اور

جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾

جہنم تو ان سب کا ٹھکانا ہے

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ

اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے

مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ﴿٤٤﴾

ان میں سے ایک ایک فرقہ بٹا ہوا ہے۔

ترکیب

من حمإ موضع جر میں صفت ہے صلصال کی یا مادۃ الجار۔ والجان منصوب ہے علی شریطۃ التفسیر ای خلق الجان مقولہ ہے قال کا فاذا شرطیہ و نفخت عطف ہے سویتہ پر فقعوا جواب شرط ہیں اور قعوا امر ہے وقع یقع سے تمام جملہ خبریں ہے قال کے الا ابلیس اگر منقطع کہا جائے تو آبی ان الخ کے ساتھ متصل ہوگا اسے وکن۔ اور اگر متصل مانا جاوے گا تو جملہ کلام ہوگا سائل کا جواب۔ الحمأ الطین الاسود قال ابو عبیدۃ الحمأ بسکون المیم والتحریک والجمع الحمأ مثل تمرۃ وتمر والحمأ مصدر مثل الہلع والجزع والمسنون قال الفراء ہو المتغیر واصلہ من سننت الحجر علی الحجر اذا حککتہ والذی یخرج منہما یقال لہ السنین۔ وقیل اصلہ من اسن الماء اذا تغیر ومنہ قولہ لم یتسنہ وقولہ من ماء غیر آسن وقال ابو عبیدۃ المسنون المصبوب والسن الصب وقال سیبویہ المسنون المصور صلصال الطین الیابس صلصل اذا احرک واذا طبع بالنار فہو الفخار ۱۲ منہ

تفسیر

یہ پانچویں دلیل ہے توحید پر۔ پہلی آیات میں عام حیوانات کے پیدا کرنے سے توحید ثابت کی گئی تھی۔ ان آیات میں انسان اور جن کے پیدا کرنے کا ذکر کر کے اپنی توحید ثابت کرتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ حوادث کا سلسلہ غیر متناہی نہیں ضرور اس کی ابتدا ہوئی ہے تو اب انسان کا سلسلہ کہ جس کی پیدائش بچے از [illegible] سے ہوتی ہے ضرور کسی ایک ایسے شخص سے ہوگا کہ جو ماں باپ سے پیدا نہ ہوا ہو اور چونکہ انسان زمین پر رہتا ہے محسوس
ع ۳ ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے ملاقی ہوتا اور جسم کثیف رکھتا ہے اور اسی لیے اس کو بشر کہتے ہیں [illegible] کونہ بشرا فالمراد منہ کونہ جسما کثیفا یباشر ویلاقی۔ تفسیر کبیر۔

اس لیے ضرور ہوا کہ اس کا مادہ غالب خاک ہو۔ و لقد خلقنا الانسان من صلصال مگر خاک سے بغیر خمیر کیے

اور گارا بنائے اس کا پتلا نہیں بن سکتا۔ من حماً مسنون۔ لہٰذا اس سر سلسلہ کو جس کا نام آدم علیہ السلام ہے خاک سے گوندھ کر بنایا اور پھر اس پتلے میں روح ڈالی اور فرشتوں سے سجدۂ تعظیمی کرایا۔ اگر غور کیا جائے تو عاقل بہت جلد اقرار کر سکتا ہے کہ خاک اور پانی کا از خود جمع ہونا اور اس میں روح پڑنا از خود ممکن نہیں ضرور یہ کسی حکیم و علیم کا کام ہو۔ اور صرف آدم ہی کو ہم نے قدرت کاملہ سے پیدا نہیں کیا، بلکہ والجان خلقنٰہ من قبل من نار السموم اس سے سیکڑوں ہزاروں برس پیشتر جنات کے سر سلسلہ جان کو آگ سے پیدا کر چکے ہیں۔

جان۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جان سب جنوں کے باپ کا نام ہے اور یہی قول اکثر مفسرین کا ہے اور یہی ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے گو بعض نے جان سے مراد ابلیس لیا ہے۔ جان کے معنی لغت میں ساتر یعنی چھپنے والے کے ہیں کہتے ہیں جن الشیٔ اذا استرہٗ چونکہ آدمؑ کے خلاف اس کا غالب مادہ آگ کا لطیف شعلہ ہے اس لیے یہ قوم محسوس نہیں ہوتی ہر ایک کو دکھلائی نہیں دیتی، اور اس لیے اس قوم کو جن اور اس کے باپ کو جان کہتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ لطیف و خبیر نے اول ملائکہ کو بنایا ان کے بعد جن کی قوم کو، جن کا مادہ ملائکہ سے ذرا قریب تر تھا، پھر انسان کو جس کا مادہ کثیف ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ دیگر حیوانات گدھا گھوڑا گائے بھینس وغیرہ کب بنائے۔ آدم سے پہلے یا پیچھے لیکن اس میں تو کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان انواع کا بھی ایک ایک سر سلسلہ ہے جس سے یہ انواع پھیلے ہوں گے۔ اس آیت سے یہ بات تو صاف صاف معلوم ہو گئی کہ قوم جن انسان کے غیر ہے اور اس سے پہلے بنی ہے اور اس کا مادہ بھی انسان کے مادہ سے غیر ہے پھر جو مسلمان کہلا کر غیر محسوس ہونے کی وجہ سے بہ تقلید فلاسفہ قوم جن کا انکار کرتا ہے اور توجیہ باطل کر کے ان کو انسانوں کے زمرے میں ملاتا ہے محض جاہل ہے۔

ان جنوں کا سر سلسلہ جان نبی تھا یا نہیں قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس قوم میں جو کافر سرکش ہیں جن کا پہلا پیشوا ابلیس ہے ان کو شیاطین کہتے ہیں۔ قوم جن کی کیفیت کسی قدر ہم مقدمۂ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ بحث کہ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر کس جگہ بنائے گئے تھے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں آچکی ہے۔

ہر چند آدمؑ خاک سے بنایا گیا مگر اس میں وہ اسرار حکمت رکھے تھے کہ جن کی نہ فرشتوں کو نہ ابلیس کو خبر تھی اس لیے اس کے پیدا ہونے سے پیشتر ملائکہ کو خبر کر دی اور حکم دے دیا کہ جب وہ بن کے تیار ہو تو سب کے سب اس کے آگے جھک جانا تعظیم کے لیے۔ فرشتوں نے تو ایسا ہی کیا مگر ابلیس نے اس کے مادۂ خاکی پر لحاظ کر کے اس کو کمتر اور اپنے تئیں اچھا سمجھا اور تکبر کی راہ سے حکم الٰہی نہ بجالایا اس کی سزا میں نکالا گیا اور بنی آدم کے بہکانے کا بیڑا اٹھایا۔ اس لیے حشر تک زندہ رہنے کی دعا کی مگر وہاں سے وقت معین یعنی صور پھونکنے تک کی منظوری ہوئی موت سے چارہ نہ ہوا اور فرما دیا کہ میرے خالص بندوں پر تیرا بس نہ چلے گا اور جو تیرے کہنے میں آئے گا جہنم میں جائے گا جس کے سات دروازے یا طبقے ہیں یعنی جہنم بھی بڑی لمبی چوڑی تیار رکھی ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾

ضرور پرہیزگار باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَ

(کہا جائے گا کہ) ان باغوں میں سلامتی اور امن سے جا کر رہو۔ اور

نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ
جو کچھ ان کے دلوں میں رنجش ہوگی ہم اس کو بھی دور کر دیں گے

إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا
وہ تختوں پر آمنے سامنے بھائی بھائی بنے بیٹھے ہوں گے ۔ نہ

يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا
ان کو وہاں کچھ رنج پہنچے گا اور نہ وہاں سے نکالے

بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي
جائیں گے ۔ (اے نبی) میرے بندوں کو خبر دو کہ میں

أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ عَذَابِي
بڑا معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہوں ۔ اور یہ بھی کہ میرا عذاب

هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾ وَنَبِّئْهُمْ
بھی سخت ہے اور ان کو ابراہیم کے

عَن ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوا
مہمانوں کا حال بھی سنا دو جب کہ وہ ان کے

عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنكُمْ
پاس آئے تو سلام کیا ۔ (ابراہیم نے) کہا ہم کو تو تم سے

وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا
ڈر معلوم ہوتا ہے وہ بولے کچھ خوف نہ کیجئے ہم

نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي
آپ کو ایک دانا لڑکے (اسحاق) کی خوشخبری دیتے ہیں (ابراہیم نے) کہا کیا مجھ کو اب

عَلَىٰ أَن مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿٥٤﴾
بڑھاپے میں خوشخبری دیتے ہو سو اب کاہے کی خوشخبری دیتے ہو

قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُن مِّنَ
انہوں نے کہا ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں پھر آپ ناامید

الْقَانِطِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَن يَقْنَطُ مِن
نہ ہوں ۔ (ابراہیم نے) کہا اپنے رب کی رحمت سے

رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٥٦﴾
ناامید تو گمراہ لوگ ہی ہوا کرتے ہیں ۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٧﴾
(ابراہیم نے) کہا اے خدا کے فرستادو تمہارا کیا قصہ ہے ؟

قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٥٨﴾
انہوں نے کہا ہم ایک گنہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں ۔

إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾
مگر لوط کا گھرانا کہ ہم ان سب کو بچا لیں گے

إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا
مگر اس کی بیوی کہ ہم نے ٹھہرا لیا ہے کہ وہ

لَمِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٦٠﴾
پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ۔

ترکیب

بسلام حال ہے فاعل ادخلوھا سے سالمین او مسلماً علیکم ۔ اخواناً حال ہے علی سرر بھی حال ہے اور متقابلین بھی ۔ علی ان موضع حال میں ہے اسے بشرتمونی کا ۔ تبشرون کے نون کو مکسور پڑھا ہے ۔ نون وقایہ ہے ۔

تفسیر

توحید ثابت کرتے کرتے اس کے ضمن میں دار آخرت کا ذکر آگیا اور وہاں گنہگاروں کے لیے جہنم میں جانا بھی مذکور ہوا تو اس کے بعد نیک لوگوں کا حال اور انعام کا بیان کر کے گویا بیان کو تمام کر دیا ہے فرماتا ہے متقین یعنی شرک و کفر سے بچنے والے یا برے کاموں سے بھی حتی المقدور باز رہنے والوں کو باغ اور ان میں نہریں رواں ملیں گے اور فرشتے ان سے استقبال کر کے کہیں گے ان باغوں اور چشموں میں سلامتی اور امن سے داخل ہو جاؤ یا سلام علیکم کہیں گے اور بہشتیوں کے

دلوں میں باہمی کدورت اور رنج نہ ہوگا دنیاوی رنجشیں دل سے نکال دی جاویں گی بھائی بھائی بنے ہوئے سونے کے تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کسی کو کوئی بیماری وغیرہ کی تکلیف نہ ہوگی نہ وہاں سے نکلیں گے اس لیے فرماتا ہے کہ بندوں کو کہہ دو کہ میں غفور رحیم ہوں فرماں برداروں کو جنت دوں گا اور میرا عذاب بھی سخت ہے۔

توحید اور دار آخرت کا ذکر کر کے انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے عبرتناک واقعات شروع ہوتے ہیں تاکہ ناظرین کو عبرت اور نصیحت ہو۔ یہاں سب سے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اور اس کے ضمن میں لوط علیہ السلام کی قوم پر ہلاکت آنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک روز خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس چند مسافر آئے۔ مہمانی کے طور پر حضرت ان کے لیے تلا ہوا بچھڑا کھانے کو لائے وہ دراصل فرشتے تھے، کھانے سے انہوں نے ہاتھ روکا ابراہیمؑ سمجھے کہ یہ دشمن ہیں کیوں کہ اس عہد میں دشمن اپنے دشمن کے گھر کھانا نہیں کھاتا تھا یہی علامت عداوت تھی کہنے لگے مجھے تم سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ فرشتوں نے ابراہیمؑ کی تسلی کی اور حضرت اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ اور لوطؑ کی قوم کے ہلاک کرنے کا قصہ بیان کیا۔ بحیرہ لوط کے کنارے قوم لوط کی کئی بستیاں تھیں جنہیں اغلام کی عادت تھی۔ فرشتوں نے کہہ دیا کہ ہم اس ناپاک قوم کو ہلاک کرنے آئے ہیں مگر لوط نبی اور اس کے خاندان کو بجز ان کی بیوی کے کہ وہ قوم میں پیچھے رہ جائے گی بچا لیں گے۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾

پھر جب لوط کے گھر فرشتے پہنچے

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا

تو (لوط نے) کہا کہ تم اجنبی لوگ ہو وہ بولے

بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾

بلکہ ہم تمہارے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ شک کرتے ہیں

وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾

اور ہم تمہارے پاس مقرر کی ہوئی بات لائے ہیں اور ہم سچے ہیں

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ

پس تم اپنے لوگوں کو کچھ رات رہے سے نکلو اور

اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ

تم ان کے پیچھے ہو لو اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ

اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾

دیکھے اور جہاں کا حکم کیا جاوے (وہاں) چلے جانا

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ

اور ہم نے لوط کو قطعی طور پر یہ بات جتلادی تھی کہ اس قوم کی

هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَ

صبح ہوتے ہوتے جڑ کٹ جاوے گی اور

جَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾

(یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ) شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آئے۔

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾

(لوط نے ان سے) کہا یہ میرے مہمان ہیں سو مجھے رسوا نہ کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ

اور اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو وہ کہنے لگے کیا تم کو

نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ

ہم نے دنیا بھر کی حمایت سے منع نہیں کر دیا ہے۔ لوط نے کہا یہ میری قوم کی بیٹیاں

بَنٰتِىْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ

موجود ہیں اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے؎ (اے محمدؐ) آپ کی جان کی قسم

اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾

گویا وہ اپنے نشے میں اندھے ہو رہے تھے (لوط کی کیا سنتے)

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾

پھر تو دن نکلتے ہی ان کو ہولناک آواز نے آلیا

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

پھر تو ہم نے ان بستیوں کو زیر و زبر کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھر

؎ یعنی ان سے نکاح کرلو ۱۲ منہ

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

برسائے　　البتہ اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا

عبرت پکڑنے والوں کو بڑی نشانیاں ہیں　　اور بے شک وہ

لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

سیدھے رستے پر واقع ہیں　　البتہ اس میں

لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾

ایمانداروں کے لیے نشانی ہے

ترکیب

اولم ننهك الاستفهام للانكار والواو للعطف على مقدر اى الم نتقدم اليك ولم ننهك عن ان تكلمنا فى شأن احد اذا قصدناه بالفاحشة لعمرك العمر والعمر بالفتح والضم واحد لكنهم خصوا القسم بالفتح لايثار الاخف لكثرة الاستعمال والمعنى المفسرون انه قسم بحياة محمد صلى الله عليه وسلم وانها اى القرية لوط عليه السلام لبسبيل مقيم اى طريق ثابت ولم يدرس بعد اى القرية على سبيل واضح من المدينة الى الشام يرى آثارها المسافر [illegible] مبتدا [illegible] خبره مشرقين حال من ضمير أخذتهم والعامل النكرة او معنى الاضافة۔ مشرقين وقت شروق الشمس حال ہے۔

تفسیر

پھر جب فرشتے لوطؑ کے گھر پہنچے تو لوطؑ نے ان کو نو عمر شکلوں میں دیکھ کر اور اپنی قوم کی بری عادت پر خیال کر کے ان کا آنا مکروہ سمجھا چونکہ مہمان تھے گھبرانے لگے۔ فرشتوں نے لوطؑ سے بیان کر دیا کہ ہم اس قوم ناپاک کی ہلاکت کے لیے آئے ہیں صبح ہوتے ہوتے یہ غارت ہو جائیں گے تم اپنے خاندان کو لے کر بڑے سویرے چل دو اور پیچھے سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ ان کی خبر بستی میں بھی پھر گیا تھا یہ معاشر شہوت پرستوں نے آکر لوط علیہ السلام کا گھر گھیر لیا اس ارادے سے کہ ان لوگوں سے بدفعلی کریں۔ لوطؑ نے کہا یہ میرے مہمان ہیں ان کی بے عزتی میری بے عزتی ہے۔ خدا سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ قوم نے کہا ہم نے تجھے منع کر دیا ہے کہ تو دنیا بھر کی حمایت نہ کیا کر یہ تیرے کون ہیں جو تو ان کی حمایت کرتا ہے۔ لوطؑ نے کہا خیر اگر تمہیں یہی مقصود ہے تو میری یہ بیٹیاں موجود ہیں ان سے نکاح کر لو۔ خدا تعالیٰ حضرتؐ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ تیری عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں اندھے ہو رہے تھے اور بہت اور سرکش تھے لوطؑ کی کیا سنتے۔

حقیقت میں جب کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہونے کو ہوتا ہے تب وہ اس بدفعلی میں ایسے اندھے ہو جاتے ہیں کہ

ف بحیرۂ مردار جو شمال عرب و جنوب شام میں جھیل ہے اس کے کنارے پر چند بستیاں تھیں سدوم و عمورہ [illegible] حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کو [illegible] انہیں بستیوں میں [illegible] دو بیٹیوں کے سوا اور کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ان بستیوں کے لوگوں میں علاوہ کفر و بت پرستی کے اغلام کی بھی سخت عادت تھی۔ حضرت لوط وعظ و پند کرتے تھے مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ آخر ان کی ہلاکت کے لیے فرشتے لڑکوں کی صورت میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس سے ہو کر لوطؑ کے پاس بھی آئے۔ لوطؑ قوم کی عادت سے واقف تھے اور ان مہمانوں کے آنے سے ناخوش ہوئے مگر جب حال معلوم ہو گیا تو ان کو گھر لے گئے قوم نے [illegible] آخر حضرت لوطؑ اور ان کی دونوں بیٹیاں اور بیوی فرشتوں کے حکم کے مطابق بستی چھوڑ کر باہر نکلے مگر [illegible] قوم کی بیٹیوں کی طرف اشارہ تھا [illegible] قوم کی لڑکیاں [illegible] ان سے نکاح کر لو۔

کسی کی نہیں سنتے۔ آج کل امرائے اسلام کی عجب حالت افسوس ناک ہے شراب خواری و عیاشی و کاہلی بدفعلی و فضول امیں انتظام دنیوی ملک کا بندوبست بیدار مغزی ہر کام میں ہوشیاری تو درکنار ملت و مذہب سے بھی ایسے غافل کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کا مذہب کیا ہے؟ نہ اسلامیوں کی سی صورت نہ سیرت نہ کسی اسلامی فریضے کے پابند اس پر بے دین ملحدوں کی صحبت جو اسلام کی پابندی کو بربادی کا ذریعہ بتلاتے ہیں۔

وانہما الخ یعنی وہ گاؤں اُلٹے ہوئے قریش کو جب کہ ملک شام میں تجارت کے لیے جاتے ہیں تو سیدھے رستے پر ملتے ہیں ان خرابات کے آثار موجود ہیں پھر کیوں عبرت نہیں کرتے؟

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَا خَلَقْنَا
کرتے تھے کچھ بھی کام نہ آیا اور ہم نے آسمانوں اور
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا
زمین کو اور ان کے اندر کی چیزوں کو بغیر حکمت کے نہیں
بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ
بنایا اور قیامت ضرور آنے والی ہے پس آپ ان سے
الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ
خوش خلقی سے درگذر کیجیے بے شک آپ کا رب ہی پیدا کرنے والا
الْعَلِيْمُ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ
بڑا جاننے والا ہے اور ہم نے ہی آپ کو سات آیتیں دوہری (الحمد)
الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿٨٧﴾ لَا تَمُدَّنَّ
اور قرآن عظمت والا دیا آپ ان اقسام
عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا
اقسام کی چیزوں کی طرف جو ہم نے ان کو برتنے کے لیے دے رکھی ہیں اپنی
مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ
نظر دوڑائیے اور نہ ان پر رنج کیجیے اور آپ
جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ وَقُلْ اِنِّيْٓ
ایمان داروں کے لیے جھک جائیے اور (کافروں کو) کہہ دیں (تو)
اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٩﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى
کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں (ہم نے ہی عذاب) نازل کیا جس طرح کہ تقسیم
الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ
کرنے والوں پر نازل کیا تھا ان پر کہ جنہوں نے قرآن کو
عِضِيْنَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ
جدا جدا کر دیا آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے
اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾
پرسش کریں گے کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾
اور ایکہ کے لوگ بھی بدکار تھے
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾ ع ۵ ۱۹
پھر ان کو بھی ہم نے انتقام لیا اور وہ دونوں شہر کھلے شارع عام پر واقع ہیں۔
وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٨٠﴾
اور البتہ حجر کے باشندوں نے بھی (ہمارے) رسولوں کو جھٹلایا تھا
وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾
باوجودیکہ ہم نے ان کو اپنی نشانیاں بھی دی تھیں پھر وہ ان کو روگردانی کرتے رہے
وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا
اور وہ پہاڑوں میں خاطر جمع سے گھر تراش کرتے
اٰمِنِيْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ
تھے پھر ان کو صبح ہوتے ہوتے
مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا ربع
کڑک نے آلیا پھر تو جو کچھ وہ (اپنی حفاظت کے لیے)

ف اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں کہ کیا نازل کیا مقتسمین کون ہیں اور قرآن کو پارہ پارہ کر دینے سے کیا مراد ہے (بقیہ صفحہ آئندہ)

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ
پھر تم کو جو حکم ہوا ہے کھول کر سنا دو اور مشرکوں سے
الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٤﴾ إِنَّا كَفَيْنَاكَ
کنارہ کشی کرو ہم کافی ہیں آپ کی طرف سے
الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿٩٥﴾ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ
ٹھٹھا کرنے والوں کے لیے اور جو اللہ کے ساتھ دوسرا
مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾
خدا ٹھہراتے ہیں سو عنقریب معلوم کر لیں گے
وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ
اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کا دل ان کی باتوں سے
بِمَا يَقُولُونَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
تنگ ہوتا ہے سو آپ اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کیجئے
وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ
اور سجدہ کرنے والوں میں رہو اور اپنے رب کی عبادت
رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿٩٩﴾
کرتے رہو یہاں تک کہ آپ کو موت آ جائے۔

ترکیب

الایکۃ مجمع الشجر ومجمع الشی والجمع الایک وفی الاصل اسم مشجر

الملتف والزوابا المرضعة التی ہی محل اشجار وزہعتہ وقیل اسم قریۃ قال ابو عبیدۃ ایکۃ ولیکۃ مدینۃ مثل مکۃ وبکۃ والمرادہم قوم شعیب کانوا اہل غیضۃ ... علیہ السلام والحجر واد ثمود قال ابن جریر ہی ارض بین الحجاز والشام۔ کما انزلنا الکاف موضع نصب میں ہے صفت ہے مصدر محذوف کی، اے انزلنا ... سبعا من المثانی اے انزلنا علیک مثل ما انزلنا علی ... بمعنی انزلنا، و قیل ہو وصف لمفعول النذیر اے منذرا مثل العذاب الذی انزلنا ... عضین اجزاء جمع عضۃ واصلہا عضوۃ: بما تؤمر ما مصدریہ ہے تو عائد نہیں اور جو بمعنی الذی ہے تو عائد محذوف۔ والثانی جمع ... من التفعیل ... قیل جمع ... بعد قرأۃ قال الزجاج ... بما یقرء بعد ... الازواج الاصناف۔

تفسیر

وان کان یہ تیسرا قصہ اصحاب الایکہ کا ہے۔ ایکہ درختوں کے بن کو کہتے ہیں یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے جو حوالی مدین میں رہتی تھی۔ بعض کہتے ہیں اہل مدین ہی کو اصحاب الایکہ یعنی بن والے کہتے ہیں اس سبب سے کہ ان کی بستی کے پاس درختوں کے بہت جھنڈ تھے۔ مدین قلزم کے مشرقی کنارہ کی طرف عرب کے گوشہ مغرب و شمال میں آباد تھا۔

ع ۵

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بعض کہتے ہیں آیت کے یہ معنی ہیں کہ ... جیسا کہ ان عذاب سے ڈرانے والا ہوں جیسا کہ مقتسمین پر عذاب نازل ہوا تھا۔ پھر وہ مقتسمین کون تھے؟ بعض کہتے ہیں وہ کہ جنہوں نے باہم حضرت صالح ... یعنی صالح علیہ السلام کو رات میں ہلاک کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اور الذین جعلوا القرآن مقتسمین کی صفت نہیں بلکہ محذوف کی ... المقتسمین القوم الذین جعلوا القرآن الخ اس تقدیر پر الذین سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کفار مکہ جنہوں نے قرآن کے ٹکڑے کر دیے۔ وہ کہتے تھے قرآن کچھ تو پہلوں کے افسانے ہیں اور کچھ اس میں جادو ہے اور کچھ شعر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن ان کی مرضی کے موافق تھا اس کو مانتے تھے اور جو ... شرک کے ہی تھا اس کو نہیں مانتے تھے۔ یہ تھا ان کا قرآن کو تقسیم کرنا۔ اب انزلنا سے مراد عذاب نازل کرنا ... کلام الٰہی، تب یہ معنی ہوں گے کہ کفار مکہ تم قرآن کے منزل ہونے سے کیوں تعجب کرتے ہو ... نازل کیا ہے جیسا کہ ان سے آگے ان قوموں پر کلام نازل کیا تھا جنہوں نے کہ قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا وہ لوگ یہود و نصاریٰ۔ قرآن میں سے جو کچھ ان کے مطلب کے موافق ہے اس حصہ کو مانتے ہیں اور دوسرے کو نہیں ۱۲ منہ

وہاں کے لوگ بڑے بدکار تھے حضرت شعیب علیہ السلام کا کہنا نہیں مانتے تھے تب خدا نے اس قوم سے انتقام لیا۔ پہلے زلزلہ کی ہیبت ناک آواز محسوس ہوئی اور زمین سے مادۂ آتشین اور گرم بخارات نکل کر دھواں سا ابر کی طرح نمودار ہوا اسی لیے ان کی ہلاکت کے دن کو یوم الظلہ کہتے تھے۔ اس حادثہ میں وہ قوم نیست و نابود ہو گئی۔ یہ قصہ بھی عرب میں مشہور و معروف تھا۔ وانہما یعنی سدوم وغیرہ لوط کی بستیاں جو شام کے جنوبی حصہ میں جھیل مردار پر واقع تھیں اور شعیب کی بستی مدین۔ بعض کہتے ہیں انہما سے مراد مدین اور ایکہ ہے جو اسی کے پاس ایک دوسری بستی تھی اس کے لوگ بھی قوم حضرت شعیب میں تھے اور وہ بھی بدکاری میں مدین والوں کے مانند تھے اسی حادثہ میں ساتھ ہی وہ بھی ہلاک ہوئے یعنی یہ دونوں مقام عبرت خیز بامام مبین کشادہ رستہ پر واقع ہیں۔ آتے جاتے میں قریش مکہ کو وہاں کے آثار باقیہ نظر آتے ہیں۔ عبرت عبرت!!

ولقد کذب اصحاب الحجر یہ چوتھا قصہ اصحاب حجر کا ہے۔ یعنی حجر کے رہنے والوں کا۔ حجر اس وادی کو کہتے ہیں جو عرب و شام کے درمیان واقع ہے یعنی قوم ثمود، صالح پیغمبر علیہ السلام کی امت۔ یہ قوم بھی بدکار تھی اطمینان سے پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے۔ صالح علیہ السلام نے ناقہ کا معجزہ دکھایا اور نیز بہت سی آیات قدرت موجودہ میں سے کسی میں غور نہ کیا ہلاک ہوئے۔ اس کی تفصیل سورۂ اعراف میں دیکھو۔ اگرچہ انہوں نے صرف ایک نبی صالح کو جھٹلایا مگر صالح وہی باتیں کہتے تھے جو اور انبیاء فرما گئے تھے اس لیے انہوں نے سب انبیاء کو جھٹلایا۔ وماخلقنا السمٰوٰت الی ہو الخلاق العلیم ان قصوں کو سن کر مکہ کے مشرک یہ خیال کرتے ہوں گے (اور منکر بھی ایسا ہی خیال کرتے ہیں) کہ پہلی قوموں کے لیے خدائے تعالیٰ نشانیاں دکھلاتا تھا اب کیوں نہیں دکھلاتا اور پھر ان کی سرکشی پر ہلاک کر دیتا تھا اب ایسا کیوں نہیں کرتا اور اس پر بہت اصرار کر کے پیغمبر علیہ السلام سے تمسخر کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ بس جو کچھ انسان کے لیے سعادت و شقاوت ہو وہ اسی دنیا میں ہے قیامت کیسی اور دار آخرت کیسا؟ اور اچھا یوں ہے تو پھر دنیا میں منکروں کو کیوں پیدا کرتا ہے اور کیوں ان کو عیش و آرام دیتا ہے؟ ان چاروں باتوں کا جواب اس آیت کے چاروں جملوں میں کس لطف اور شان کبریائی کے ساتھ دیتا ہے وماخلقنا السمٰوٰت والارض وما بینہما الا بالحق۔ یہ پہلی بات کا جواب ہے کہ آسمانوں اور زمین اور ان کی ہر چیز کو اور ان کے تغیرات کو دیکھو کہ ان میں ہماری کس قدر نشانیاں ہیں ہر چیز کو ہم نے کس اسلوب کے ساتھ بنایا ہے۔ اب غور کرنے والوں کے نزدیک ان سے بڑھ کر اور کون سے معجزات آ سکتے ہیں۔ وان الساعۃ لاٰتیۃ اس میں دوسری بات کا جواب ہے کہ اب قیامت بہت قریب آ گئی ہے وہیں جزا و سزا جلد ہو جاوے گی اور پہلوں کو تمہارے لیے نظیر بنا دیا ہے اب قرب قیامت میں تم کس کے لیے نظیر ہو گے معاملہ قریب آ لگا نہ اب وہ عمریں ہیں نہ وہ قویٰ ہیں اس لیے تم سے ویسا نہیں کیا جاتا۔ فاصفح الصفح الجمیل میں ایسے نادانوں حمقاء سے اعراض کرنے کا حکم دیا، اس میں تیسری بات کا جواب ہے۔ وہو الخلاق العلیم میں چوتھی بات کا جواب ہے کہ اس میں جو کچھ حکمتیں ہیں ان کو وہی علیم جانتا ہے۔ ولقد اٰتینٰک الی قولہ النذیر المبین ان جملوں میں ان کی تیسری بات کا اور بھی رد کرتا ہے کہ وہ اسباب دنیا۔ فانی پر فخر کر کے پیغمبر آپ سے کیا تمسخر کرتے ہیں ہم نے آپ کو دولت سرمدیہ عطا کر دی ہے وہ کیا؟ سبعا من المثانی (المثانی تثنیۃ یا ثناء سے مشتق ہے) اس میں مختلف اقوال ہیں مگر جمہور کے نزدیک سورۂ فاتحہ کی سات آیات مراد ہیں کہ جو نماز میں دہرائی

باقی ہیں اور جن میں خدا کی ثنا و وصف بھی ہے اور قرآن عظیم
بھی عطا کیا جس کے مقابلہ میں اور کوئی دولت و نعمت نہیں اس
لیے لا تمدن ان کے اسباب دنیا اور اس تمولات کی طرف
لئے تعجب سے خطاب گو حضرتؐ کی طرف ہے مگر مراد اہل ایمان
ہیں۔ نظر بھی نہ ڈال اور وہ اس دنیائے فانی پر غرور و تکبر کرتے
ہیں مگر آپ اس نعمت عظمیٰ پر اپنے پیغمبر ایمان داروں کے
لیے جھک جاؤ نرمی اور فروتنی کرو۔ چنانچہ آپ ایسا ہی
کرتے تھے اور کہہ دیجئے کہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔
تم پر بلا آنے والی ہے۔ کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا
القرآن عضین۔ اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال
ہیں صاف یہ ہے کہ ہم باقی مخالفین پر اسی طرح سے بلا
نازل کریں گے کہ جیسے ہم نے ان لوگوں پر کی تھی کہ جنہوں
نے قرآن کو بانٹ کر حصے کیے تھے۔ اس میں بھی مفسرین
کئی طرح سے بیان کرتے ہیں مگر عمدہ یہ ہے کہ مشرکین
مکہ میں سے چند شریر اور سرکش تھے کہ جنہوں نے ایام حج
میں مکہ کے رستے بانٹ رکھے تھے ہر ایک کو ایک
رستے پر بٹھلا دیا تھا کہ جو لوگ اس راہ سے آئیں ان کو کہیو
کہ ہم میں محمدؐ جادوگر ہے ایسا ہے ویسا ہے اس کی بات نہ
ماننا اور انہیں نے تمسخر کی راہ سے قرآن کی سورتوں کے
ناموں پر خیال کر کے اس کے حصے کیے تھے کوئی کہتا تھا کہ
بقرہ میں اس کو عنکبوت تجھے دیتا ہوں علی ہذا القیاس۔
یہ لوگ بری موت مرے اس پر اور لوگوں کو متنبہ کرتا
ہے اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ
ان تمسخر کرنے والوں کو تمہاری طرف سے ہم کافی ہیں سو
وہ کافی ہوا۔ چونکہ مشرکین کی باتوں سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اور یہ ایک فطری بات
ہے اس لیے آپ کو تسلی دی کہ آپ کی طرف سے ہم
ان کو کافی ہیں ان کا کوئی کید آپ پر غالب نہ آئے گا۔
نہ وہ اس چشمۂ ہدایت کو بند کر سکیں گے سوا یہ ساری

ہوا بھی۔
اس کے بعد علاج ہموم و غموم دفع کرنے والے عمل کی
طرف رغبت دلاتا ہے اور تبلیغ رسالت کے بعد
اصل کام بھی وہی ہے جس سے روح کو قوت ہوتی ہے
وہ کیا فسبح بحمد ربک الخ کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ
تسبیح کیا کرو۔ جب بندہ اس خالق و مالک کی ہر نقص
و عیب سے تبری کرتا ہے اور اسی کو تسبیح بھی کہتے ہیں اور
اس کے ساتھ ساتھ اس کی بے حد نعمتوں کی شکر گزاری
اور اس کے اوصاف حمیدہ پر خواہ زبان سے اسے
دلالت حال سے بیان کرتا ہے تو ایک انجذاب بارگاہ
قدس تک پیدا ہوتا ہے پھر بارگاہ قدس میں بندہ کو بجز
عبادت الٰہی کے خواہ ذکر ہو یا مراقبہ ہو چارہ ہی نہیں ہوتا
اس لیے اس کے بعد یہ بھی فرما دیا واعبد ربک کہ اپنے
رب کی عبادت میں مصروف رہا کرو۔ مگر جب تک
یہ رابطہ دائمی قائم نہیں ہوتا بندہ کی تکمیل نہیں ہوتی اس
لیے اس کو مقید کر دیا عارف و سالک کو حضور میں
پہنچاتا ہے ؎

بدرد یقین پردہ ہائے خیال
نماند سراپردہ الا جلال

یہ تسبیح و عبادت کاروبار رسالت کی تکان کے لیے ایک
قوت بخش دوا ہے ؎

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

سورۂ نحل

مکیہ ہے۔ اس میں ۱۲۸ آیات، ۱۶ رکوع ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ

(منکرو) خدا کا حکم آگیا (عذاب) سو تم اس کی جلدی نہ کرو وہ پاک

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ

اور برتر ہے ان کے شریک ٹھیرانے سے وہ اپنے بندوں

الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ

سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو وحی دے کر

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ

بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو)

اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا ع ۹

متنبہ کر دو کہ میرے سوا اور کوئی (دوسرا) معبود نہیں

فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

پھر مجھ سے ہی ڈرا کرو (لوگو) اسی نے آسمانوں اور

الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③

زمین کو حکمت سے بنایا پاک ہے ان کے شریک ٹھیرانے سے

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ

آدمی کو اسی نے پانی کی بوند سے پیدا کیا پھر وہ یکایک

خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ

کھلم کھلا جھگڑنے لگا اور چار پایوں کو بھی اسی نے بنایا

لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا

تمہارے لیے ان میں جڑاول ہے^ف اور فائدے بھی اور بعض کو ان میں سے

تَاْكُلُوْنَ ۪ ⑤ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ

تم کھاتے بھی ہو اور تمہارے لیے ان میں زینت بھی ہوتی ہے

حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ⑥

جبکہ تم ان کو شام کو چرا کر واپس لاتے ہو اور جبکہ صبح کو (چرانے) جنگل لے جاتے ہو

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا

اور وہ تمہارے بوجھے (بھی) اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں کہ

بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ

جہاں تک تم بجز جان کاہی کے نہیں پہنچ سکتے بے شک تمہارا رب

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ ⑦ وَّالْخَيْلَ وَ

تم پر بڑا شفیق مہروالا ہے اور گھوڑے اور

الْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ

خچر اور گدھے (بھی) اسی نے تمہاری سواری اور زیبائش

زِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧

کے لیے پیدا کیے اور (ابھی) بہت سی ایسی چیزیں بناتا ہے جنہیں تم جانتے بھی نہیں

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ

اور سیدھا رستہ تو ادھر اللہ تک پہنچتا ہے اور بعض ٹیڑھے رستے بھی ہیں

وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑨

اور اللہ چاہتا تو تم سب کو سیدھا رستہ ہی دکھا دیتا۔

ترکیب

اتیٰ صیغہ ماضی مگر معنی میں مستقبل کے ہے۔ ہٗ ضمیر امر اللہ کی طرف راجع ہے۔ بالروح اے بالوحی موضع نصب میں حال ہو کر ملائکہ سے اے ومعہا الروح من امرہ روح سے حال ہے۔ ان انذروا ان بمعنی اے لان الوحی بدل علی القول فیفسر بان۔ انہ الخ جملہ محل نصب میں ہے مفعول انذروا ہو کر۔

تفسیر

یہ سورہ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ حسن، عکرمہ، جابر بن عبداللہ، ابن عباس، ابو قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ اس کی ایک سو اٹھائیس آیتیں ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین عرب کو خدا کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے کہ وہ دنیا میں بھی عن قریب آنے والا ہے۔ منکرین کہتے تھے

ف یعنی ان کی کھال اور بالوں سے جاڑے کے کپڑے بناتے ہو۔

ف دفء۔ معناہ السخونۃ۔ وقال ابن عباس دفء الثیاب، اے من الاکسیۃ والاردیۃ۔ حقانی

ابھی تو نہیں آیا اگر تو سچا ہے تو جلد بھیج۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ اس لیے اس سورۃ میں سب سے اول ان کی اس دلیری اور جلد بازی کا جواب آیا کہ امر اللہ یعنی عذاب الٰہی عالم غیب میں تم پر مقرر ہو چکا اور تم پر آ چکا گو ظہور اس کا بھی حکمت و رحمت سے وقت معین پر ہوگا پھر کس لیے جلدی کر رہے ہو۔ فصحائے عرب قطعی ہونے والی اور قریب تر ہونے والی بات کو ماضی کے لفظوں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اچھا دنیا میں یا آخرت میں ہمارے ان افعال پر کوئی بلا بھی آنے کو آگیا ہو وہ ہے فلاں بزرگ فلاں فرشتہ فلاں دیوتا جو خدا کے ہاں کار مختار ہے اور اس کے ساتھ قضا و قدر میں شریک ہم ان کی مورتیں پوجتے ہیں نذر و نیاز کرتے ہیں وہ ہماری بلا کو دفع کر دیں گے اس کے جواب میں فرماتا ہے سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون کہ وہ جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو ان سے بری ہے۔ یعنی اس کا کوئی شریک نہیں اس کے کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ہماری یہ باتیں ناپسند ہیں تو ہم کو خدا فرشتے کے ذریعے سے کیوں نہیں مطلع کرتا۔ اے محمد تجھ میں کیا خصوصیت ہے جو تیرے پاس فرشتہ وحی لاتا ہے۔ اس کا جواب دیتا ہے ینزل الملائکۃ الخ کہ یہ اللہ کے اختیار کی بات ہے جس کو نبوت کے قابل دیکھتا ہے اس کے پاس فرشتوں کو وحی دے کر بھیج دیتا ہے کہ لوگوں کو مطلع کر دے کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کرو مجھی سے ڈرو۔ الملائکۃ جمع کا صیغہ ہے مگر مراد اس سے ایک فرشتہ جبرئیل ہے۔ یہ ابن عباسؓ کا قول ہے اور واحدی اس کی تائید کرتے ہیں کہ سردار اور رئیس کو محاورہ عرب میں بلفظ جمع تعبیر کرتے ہیں قرآن مجید میں اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں۔ بالروح روح سے مراد وحی اور قرآن ہے۔ قرآن مجید میں اور کئی موقعوں میں قرآن اور وحی پر یہ لفظ بولا گیا ہے۔ از اں جملہ قولہ تعالیٰ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ روح نورانی چیز کو کہتے ہیں جو حیات کا باعث ہو۔ جسم ایک کثیف اور ظلمانی چیز ہے۔ خدا تعالیٰ نے جب اس میں روح انسانی ڈالی تو نور کے آثار اس کے حواس خمسہ میں ظاہر ہوئے مگر اس میں ہوا کسی قدر تیز آگئی تو عقل کے ساتھ اس کو منور کیا لیکن عقل بمنزلہ آنکھ کے ہے اور آنکھ جب تک کہ آفتاب یا کوئی اور روشنی نہ ہو ہرگز نہیں دیکھ سکتی پر اس کی ظلمت آفتاب وحی و الہام کے ساتھ دور کی پس قرآن مجید ایک ایسا نور ہے کہ جس سے حیات ابدی قائم ہوتی ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ قرآن اور وحی سے مستفید نہیں وہ نہ صرف زندہ ہیں مگر قالب میں بلکہ حیات ابدی سے بھی محروم ہیں جب کہ خدا تعالیٰ نے اگلی آیت میں بذریعہ وحی توحید پر بقولہ انہ لا الٰہ الا انا اور تقویٰ پر بقولہ فاتقون مطلع فرمایا تھا جو باعتبار تکمیل قوت نظریہ و عملیہ کے سعادت دارین کے دو رکن تھے۔

اب خلق السموات والارض میں اپنی خدائی اور یکتائی پر دلائل قائم کرتا ہے اور دلائل بھی وہ کہ جن میں اس کا بندوبست بے حد انعام و لطف پایا جاتا ہے جن کے سننے سے دانشمند کا دل اپنے مولیٰ منعم حقیقی کی طرف مائل ہوتا ہے اور نیز ان دلائل میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہم تو تمہارے حال پر اس قدر مہربان ہیں پھر تم شرارت کرتے جاتے ہو اور اس پر تم اپنی سزا کی جلدی کرتے ہو جو انجام کار مفسدوں کے لیے مقرر ہے چنانچہ بدر کی لڑائی میں ان کا خاتمہ ہوا اور ایک قحط شدید پڑا اور متکبر انواع و اقسام کی بلاؤں میں مبتلا ہو کر پڑے پڑے مر کر مرے اور اخروی سزا جہنم کی طرف روانہ کیے گئے۔

ان دلائل کی چند قسم ہیں۔
اول قسم آسمانوں اور زمین کا ایک ٹھیک انداز سے پر پیدا کرنا یہ آواز بلند اس کی یکتائی پر گواہی دے رہا ہے اور زمین و آسمان کا ہر ہر جزو بآواز بلند یہی کہہ رہا ہے تعالیٰ عما یشرکون۔

دوسری قسم خلق الانسان من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین۔ آسمان اور زمین کے بعد دیگر اجسام سے اشرف انسان ہے انسان دو چیزوں سے مرکب ہے اول بدن دوئم نفس۔ اب اس کے دونوں جزوں سے استدلال کرتا ہے۔ اول سے یوں کہ انسان کے بدن کی بنیاد نطفہ یعنی منی کے چند قطرے ہیں جو عورت کے رحم میں جانے کے بعد خون بن جاتے ہیں۔ پھر گوشت کا لوتھڑا پھر اعضا نمودار ہوتے ہیں اور باوجودیکہ ایک مادہ ہے اور ایک جگہ میں ہے پھر اس میں کسی سے ہاتھ پاؤں ہڈی بنتی ہے کسی سے سر قلب وغیرہ اعضاء۔ پھر وہ اعضا بے ڈول نہیں بلکہ ہر ایک مناسب، بالوں کی جگہ بال، آنکھ کی جگہ آنکھ اب دیکھو یہ کس کا کام ہے۔ ماں باپ کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ اندر کیا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ اگر کہو طبیعت یا مادہ کا فعل ہے جیسا کہ بعض کہتے ہیں تو پوچھنا چاہیے کہ اول تو افعال طبیعیہ یکساں ہوتے ہیں اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ انسان کی شکل کروی ہوتی آدمی ایک گول مول گیند سا ہوتا جیسا کہ حکماء آسمان اور زمین کی شکل کی نسبت کہتے ہیں اور مان لو کہ طبیعت کا فعل ہے تو پھر ہو چھو کہ یہ طبیعت کس نے پیدا کی، اس کل کو کس نے چلایا۔ آخر وہی حکیم و علیم آکر ٹھہرے گا۔ دوسرے جزو سے استدلال یوں ہے کہ پیدا ہونے کے بعد حضرت انسان مرغی کے بچے کے برابر بھی ہوشیار نہیں ہوتے وہ تو انڈے سے نکلتے ہی دوست دشمن کو پہچاننے لگتا ہے بلی چیل سے بھاگتا ماں کے پیچھے ہو لیتا ہے برخلاف انسان کے کہ انہیں کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ پھر وہ کون ہے کہ جس نے اس کو چالاک اور صاحب ادراک کر دیا کہ صاحب ادراک ہوتے ہی آسمانوں اور زمین کے قلابے ملانے لگے۔ دنیا میں ہزاروں صنعتیں اور بہت سی کلیں تو اس نے ایجاد کی ہی تھیں بارے اب پیغمبروں سے بھی مقابلہ کرنے لگے، قیامت اور خدا کے منکر بن گئے۔ فاذا ہو خصیم مبین میں اسی طرف اشارہ ہے۔

والانعام خلقھا الیٰ قولہ ان ربکم لرء وف رحیم یہ تیسری قسم ہے۔ اس میں انعام کے پیدا کرنے سے اور ان سے انسان کے لیے فوائد حاصل ہونے سے استدلال کرتا ہے۔ الانعام بھیڑ بکری اونٹ گائے کو کہتے ہیں۔ اول تو ان کی پیدائش میں غور کیجیے کہ ہر ایک کو اس کے مناسب حال پیدا کیا۔ اگر اونٹ کی لمبی گردن نہ ہوتی تو بوجھ اٹھا کر اس سے اٹھا نہ جاتا۔ علیٰ ہذا القیاس پھر جو ان سے انسان کو منافع اور فائدے پہنچتے ہیں ان میں فکر کیجیے۔ پہلا ضروری فائدہ تو ان کے بالوں سے وہ کپڑے تیار ہوتے ہیں کہ جن سے سردی دفع ہوتی ہے اونٹ اور بھیڑ بکری کی پشم اس میں بہت مستعمل ہوتی ہے۔ دوئم اور بہت سے فائدے ہیں، و منافع۔ سوم بعض ان میں سے کھائے جاتے ہیں۔ یہ ضروری فائدے ہیں اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔ ولکم فیھا جمال الخ کہ جب وہ شام کو جنگلوں سے چر کر گھروں میں آتے ہیں اور ان کے مالک ان گلوں اور ریوڑوں کے انتظار میں گاؤں کے کنارے نکل کر بیٹھتے ہیں تو پھر اس وقت ان کو جو کچھ رونق اور زینت ہوتی ہے انہیں کے دل سے پوچھنی چاہیے اسی طرح جب صبح کو چرنے جاتے اور غل شور مچاتے ہیں تو وہ بھی عجب کیفیت ہوتی ہے۔ یہ بھی خدا ہی کا کام ہے کہ ان جانوروں کو تمہارے قابو میں کر دیا ورنہ زور و طاقت میں وہ بھی کچھ کم نہیں۔ اس کے سوائے ان پر بوجھ لاد کر لیے دور و دراز شہروں میں لے جاتے ہو کہ اگر خود اٹھا کر لے جاتے تو حقیقت معلوم ہو جاتی۔ یہ سب باتیں اس کی رحمت سے ہیں، ان ربکم لرء وف رحیم۔ اس پر بھی عذاب کی جلدی کرتے ہو۔

والخیل والبغال والحمیر الخ یہ چوتھی قسم ہے چارپایوں میں سے بالخصوص ان کے ساتھ استدلال ہے کہ جو بالخصوص سواری کے کام آتے ہیں اور زینت کا بھی باعث ہوتے ہیں۔ ان چند چیزوں کو شمار کر کے اجمالاً ان سواریوں کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو ہنوز ظہور میں نہیں آئی تھیں یا آئندہ آئیں گی جیسا کہ ریل گاڑی کا اور دخانی جہاز جن کو عرب جانتے نہ تھے۔ ویخلق ما لا تعلمون۔ وعلی اللہ قصد السبیل ومنہا جائر ولو شاء لہدٰکم اجمعین دلائل توحید بیان فرما کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ اپنی رحمت خاصہ سے اللہ کا کام ہے کہ وہ سیدھا رستہ بیان فرما دے چنانچہ اس نے انبیاء بھیجے اور دلائل بیان فرمائے مگر کچھ رستے ٹیڑھے بھی ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ اگر کوئی کہے اس نے ایسا کیوں ہونے دیا اس کا جواب دیتا ہے کہ اس کی مشیت یوں ہی ہے اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کر دیتا مگر نہ کی۔ بعض مفسرین وعلی اللہ کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ راہ راست کہ جو انبیاء کی معرفت دنیا میں قائم کی گئی اللہ تک پہنچتی ہے۔ یعنی شریعت انبیاء پر چلنے والا اللہ تک یعنی اس کی رضا تک پہنچتا ہے۔ اور بعض ٹیڑھے رستے ہیں۔ ولو شاء الخ میں قدریہ کا صاف رد ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ
وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا
مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ
جس میں سے تم پیتے ہو اور اس سے پیڑ اگتے ہیں جن میں
تُسِيْمُوْنَ ⑩ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ
تم مویشی چراتے ہو وہ تمہارے لیے اس سے
الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَ
کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور
الْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ
انگور اور ہر قسم کے میوے بھی اگاتا ہے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪
البتہ اس میں اس قوم کے لیے جو غور کرتی ہے ایک بڑی نشانی ہے
وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا اور آفتاب
وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ
اور چاند کو بھی اور ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑫
البتہ اس میں بھی عقل مند قوم کے لیے بڑے بڑے نشان ہیں
وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ
اور جو زمین پر رنگ برنگ کی چیزیں تمہارے
مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لیے پیدا کی ہیں البتہ اس میں بھی
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ⑬
اس قوم کے لیے نشانیاں ہیں جو سمجھ دار ہیں۔

ترکیب

منہ شراب جملہ اور نیز منہ شجر دونوں جملے ماء کی صفت ہیں وما ذرا کا محل نصب میں ہے عطف یا انبت محذوف سے مختلفا حال ہے۔ واصل السوم الابعاد فی المرعی قال الزجاج من السومۃ وہی العلامۃ لانہا تؤثر فی الارض علامات بعضہا یقال سامت السائمۃ تسوم سوماً فہی سائمۃ۔

تفسیر

عالم سفلی میں حیوان کے بعد اشرف الاجسام نباتات ہیں پس حیوان کے عجائب حالات سے خدا تعالیٰ کا قادر مختار ہونا ثابت کر کے نباتات کے عجائب حالات سے

ثابت کرتا ہے۔ چوں کہ نباتات کے پیدا ہونے کا سبب مینہ ہے اس لیے سب سے اول فرماتا ہے ہو الذی الخ ہم نے ہی تو آسمان سے یعنی بادل سے پانی اتارا یعنی برسایا۔ جس کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ تم اس کو پیتے اور پی کر جیتے ہو۔ جہاں کنوؤں اور نہروں کا پانی نہیں وہاں تو اسی پر زندگی ہے اور کنوؤں نہروں کا پانی بھی، برسات نہ ہو تو خشک ہو جاوے۔ دوسرا فائدہ ومنہ شجر الخ یہ کہ اس سے شجر یعنی گھاس اگاتا ہے جس سے تمہارے چارپایوں کی زندگی ہے نجم اس گھاس کو کہتے ہیں جو زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے بیل اور شجر وہ جو اٹھا ہوا ہوتا ہے اور اگر شجر سے درخت بھی مراد لیے جاویں تو درختوں کے پتے بھی اکثر حیوانات کی روزی ہے۔ حیوانات کی روزی بیان فرما کر اب اس پانی سے انسان کی روزی پیدا کرنا ذکر فرماتا ہے اور چوں کہ اناج سب سے ضروری چیز ہے جس کے بغیر گزارا ہی نہیں سب سے اول اسی کا ذکر کرتا ہے ینبت لکم بہ الزرع یہ تیسرا فائدہ ہے۔ والزیتون اس کے بعد بہت کار آمد چیز ہے۔ والنخیل والاعناب پھر کھجور اور انگور میوؤں میں سب سے اس لیے بڑھ کر ہیں کہ صرف انہیں کو کھا کر انسان مہینوں جی سکتا ہے اس کے بعد بے شمار میوؤں اور پھلوں کی طرف اشارہ کرتا ہے ومن کل الثمرات اب غور کرو کہ بادلوں میں پانی کا ہونا اور پھر اس سے یہ چیزیں پیدا کرنا پھر ان کے پتوں اور پھولوں میں یہ گل کاری کرنا ایک دانہ کو زمین میں ڈال کر اس سے یہ باتیں ظہور میں لانا کیا بغیر کسی قادر مختار حکیم علیم کے ہو سکتا ہے آپ سے آپ یہ چیزیں (اس اسلوب سے کہیں ہو سکتی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ بڑے حکیم کا کام ہے۔ مگر ان فی ذلک لآیۃ لقوم یتفکرون اس نشانی کو غور و فکر کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی کوتاہ فہم ان چیزوں کو ان کے اسباب ظاہری آفتاب مہتاب و ستاروں کی تاثیروں رات کی گرمی سردی کی طرف منسوب کرے تو اس کو خیال کرنا چاہیے کہ یہ اسباب کس کے بس میں ہیں کس نے ان کو تمہارے کام پر لگا رکھا ہے وسخر لکم اللیل الخ اسی قادر مختار نے کیوں کہ آفتاب و مہتاب اجسام ہیں ان میں یہ تفاوت اگر من حیث الجسم ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ ہو نہیں سکتا کیوں کہ اس میں سب برابر ہیں پھر آخر اور کوئی ہے جس نے یہ تفاوت کیا اس کو اہل عقل خوب سمجھتے ہیں ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون۔ اچھا اگر انہیں کی تاثیر ہے تو پھر یہ تمام نباتات میں برابر ہونی چاہیے تھی ایک ہی درخت ہے ایک ہی ماہیت ہے ایک ہی پانی دیا جاتا ہے مگر پھر ماذرا لکم فی الارض مختلفا الوانہ رنگ برنگ کے پتے ہیں۔ ان فی الخ مگر اس بات کو بجز اہل عقل کے حمقاء کیا سمجھ سکتے ہیں ۔

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا

اور وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا تاکہ تم اس میں سے

مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ

تازہ گوشت کھاؤ اور (نیز) اس سے زیور (موتی مونگا)

حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ

نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور (اے مخاطب) تو اس میں جہاز

مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ

دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے پھاڑتے چلتے ہیں اور اس لیے بھی (دریا کو مسخر کیا) تاکہ تم اس کے فضل

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٤﴾ وَأَلْقَىٰ

کو تلاش کرو اور اس لیے بھی کہ تم شکر کرو۔ اور اسی نے زمین پر بوجھ رکھ

ع فضل سے مراد اسباب معاش ہیں جو دریا کے سفر سے حاصل ہوتے ہیں تجارت ملک گیری اور دیگر اشیاء۔ دریائی جو کار آمد ہیں اور علمی منافع بھی یہ سب اس کے (باقی بر صفحہ آئندہ)

فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ

پہاڑوں کے بوجھ ڈال دیے تاکہ تم کو لے کر نہ ڈگمگائے

وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵﴾

اور نہریں بنائیں اور رستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ

وَعَلَامَاتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۱۶﴾

اور نشانیاں بھی بنائیں اور ستاروں سے وہ رستہ پاتے ہیں

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا

بھلا جو پیدا کرتا ہے وہ اس کے برابر ہے جو کچھ نہیں پیدا کرتا پھر کیا تم

تَذَكَّرُونَ ﴿۱۷﴾ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ

کیوں نہیں سمجھتے　اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو

لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۸﴾

تو شمار نہ کر سکو　بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

ترکیب

وتستخرجوا معطوف ہے تاکلوا پر تلبسونہا جملہ حلیۃ کی صفت۔ وتری کا مفعول ثانی مواخر من المخر بمعنی شق الماء فیہ مواخر سے متعلق جملہ البحر کے بیان حال کے ہے۔ ولتبتغوا عطف ہے تاکلوا پر۔ وسخر اس پر۔ ان تمید اے مخافۃ ان۔ لحماً طریاً والطراوۃ ضد الیبوسۃ ای غضاً جدیداً یقال طریت کذا ای جددتہ واطریت فلاناً ای بالغت فی مدحہ بما لیس فیہ۔

تفسیر

اول بار روایت الٰہی کا ثبوت اجرام سماویہ سے کیا تھا۔ پھر دوسری مرتبہ میں انسان کے بدن اور اس کے نفس سے۔ تیسری مرتبہ میں عجائب خلقت حیوانات سے۔ چوتھی مرتبہ میں نباتات کے عجائب حالات سے۔ اب پانچویں مرتبہ میں خدا کا موجود و قادر دکھاتا ہونا۔ اس کی اس صنعت سے دکھاتا ہے جو عناصر کے ساتھ متعلق ہے۔ سب سے اول پانی کا ذکر کرتا ہے بقولہ ہو الذی سخر البحر۔ بحر سے مراد سمندر ہے جو زمین کے چاروں طرف محیط ہے جس میں سے تقریباً چہارم حصہ کے قریب زمین کھلی ہوئی ہے، جس پر یہ حیوانات انسان رہتے ہیں۔ اب اول تو اس پانی کو دیکھئے کہ کہاں سے آیا اور کس نے اس کو پیدا کیا؟ پھر اس کو غور کیجئے کہ خدا نے ایسا گہرا پانی کہ جہاں آدمی کا پتہ بھی نہ لگے انسان کے لیے کس طرح سے مسخر کیا یا اس کے فائدے کیسا عمدہ دیا کہ اول تو اس سے لحماً طریاً یعنی تازہ گوشت نکال کر کھاتے ہیں وہ کیا مچھلی اور عام اقوام کے لیے کچھوے وغیرہ دیگر چیزیں بھی کہ سمندر سے نکال کر کھاتے ہیں کیا قدرت ہے کہ آدمی جو پانی میں دم بھر میں ڈوب مرتا ہے وہ پانی کے جانوروں کو کس طرح سے پکڑتا ہے اور لطف یہ ہے کہ سمندر کا پانی شور اور وہاں کے جانوروں کا گوشت خصوصاً مچھلی کا شور نہیں۔ دوم، تستخرجوا منہ حلیۃ کہ کس اطمینان کے ساتھ سیکڑوں گز گہرے پانی سے غوطہ لگا کے (لیکن وہ غوطہ یوں نہیں لگتا اس کی اور تدبیر ہوتی ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں) زیور نکالتے ہو یعنی موتی اور اس کے عمدہ عمدہ سیپ اور مونگا جن کو طرح طرح سے زیور بنا کے پہنتے ہیں جیتی تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) فضل و کرم سے حاصل ہوتی ہیں ورنہ بہت سے جہاز ڈوب بھی جاتے ہیں جس کام کے لیے جاتے ہیں اس میں ناکامی ہو جاتی ہے ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱؎ قدرت کے اسباب معاش تمہیں حاصل ہو جاویں اور ان میں تمہیں کامیابی ہو۔ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان اسباب سے مسبب الاسباب کی طرف ہدایت ہو عادت کو ہر نعمت میں اسی کا ہیر ہدایت دکھائی دیا کرتا ہے ۱۲ منہ

عورتیں ہیں مگر مردوں سے اس لیے خطاب کیا کہ عورتوں کے پہننے سے مردوں کا دل خوش ہوتا ہے اور نیز بعض مرد بھی پہنتے ہیں۔

سوم وتری الفلک الخ کہ بڑی بڑی کشتیاں جو ہوا کے زور سے چلتی ہیں پانی کو چیرتی پھاڑتی کس تیزی کے ساتھ آتی جاتی ہیں۔ ہوا کو انسان کے کیا بس میں کیا ہے۔ عنصر ہوا کا بھی اور نیز آگ کا بھی اس میں ضمناً ذکر آگیا کیونکہ دخانی جہاز یا اگبوٹ یا اسٹیمر سمندر میں اس طرح اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں کہ جس طرح زمین پر لگام کے اشارہ سے گھوڑا اِدھر اُدھر دوڑتا ہے گویا سمندر کو سطح زمین کر دیا لاکھوں من اسباب دور دراز ملکوں سے کس سہولت کے ساتھ آتا ہے اور کیسی تجارت ہوتی ہے جو مالداری کا جلد باعث ہو جاتی ہے ولتبتغوا من فضلہ[1] میں یہی مراد ہے کیونکہ فضل رب سے روزی اور فراخ دستی کی طرف اشارہ ہے۔

اب اس سے زیادہ کیا تسخیر بحر ہوگی اسی نے یہ تدابیر تم کو تعلیم فرمائیں لعلکم تشکرون تاکہ تم اس کا شکر کرو مگر شکر تو در کنار لوگ اپنی ہی تدبیر اور کاریگری پر نازاں ہو کر خدا تعالیٰ ہی کو بھول گئے۔

والقٰی فی الارض رواسی ان تمید بکم الخ المید الحرکۃ و الاضطراب یمیناً و شمالاً یقال ماد یمید میداً یعنی مید کے معنی اِدھر اُدھر ہلنے کے ہیں۔ اب عنصر خاک یعنی زمین کے حالات سے استدلال کرتا ہے کہ جس پر رہ کر یہ بنی آدم غرور کرتے ہیں اور بعض تو سرے سے خدا تعالیٰ کے ہی منکر ہیں اور بعض اس کے ساتھ اور معبود قرار دیتے ہیں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک آیت کے یہ معنے ہیں کہ جس طرح خالی کشتی اِدھر اُدھر ہلا کرتی ہے اور جب اس میں کچھ بوجھ پتھر ڈال دیتے ہیں تو اس کے دباؤ سے نہیں ہلتی۔ یہی حال زمین کا تھا پھر جب خدا نے اس پر پہاڑوں کا بوجھ ڈال دیا تو ہلنے سے رک گئی ؎

زمین از تپ و لرزہ آمد ستوہ
فرو کوفت بر دامنش میخ کوہ

مگر اس تفسیر کے ظاہری معنی پر چند اعتراض ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جس طرح پانی اپنی جگہ پر میل طبعی کی وجہ سے ٹھیرا ہوا ہے تو زمین جو اس سے بھی ثقیل ہے بدرجۂ اولیٰ اپنے حیز طبعی پر ٹھیری ہوگی پھر اس کے ہلنے کے کیا معنے۔ کچھ وہ پانی پر کشتی کی طرح نہیں بلکہ پانی اس پر ہے اس کے اردگرد سمندر لپٹا ہوا ہے۔ اگر باوجود اس جسامت اور ثقل کے زمین کی طبیعت میں سکون نہ تھا تو پہاڑ بھی تو زمین ہی کے جزو بدن ہیں جیسا کہ آدمی کے بدن پر پھوڑے اور پھنسیاں اُبھر آتی ہیں ایسا ہی پہاڑوں کو سمجھ لو پھر پہاڑوں کی طبیعت میں سکون کہاں سے آگیا؟ اور یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ پہاڑ بعد میں زمین پر رکھے گئے ہیں۔ اس اعتراض کو مخالفین اسلام نے بڑے شد و مد کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اس کا جواب بھی مفسرین نے خوب دیا ہے۔ مگر کاتب الحروف کے نزدیک سرے سے اس آیت پر اور نیز اسی قسم کی دیگر آیات پر کوئی اعتراض ہی نہیں پڑتا۔ کیونکہ صاف معنی یہ ہیں کہ خدا نے زمین پر رواسی بوجھے ڈالے یعنی اس کی طبیعت میں ثقل اور بھاری پن رکھا۔ اور پہاڑ چونکہ اس کے اجزاء میں سخت اور ثقیل تر اجزاء ہیں اس لیے یہ ثقل ان کی طرف منسوب کیا گیا اور ان کو زمین کی میخیں قرار دیا ہوا کی طرح زمین کو خفیف نہیں بنایا، جو ادنیٰ سے سبب سے حرکت کرنے لگتی اس لیے اس پر سکون مشکل ہے بلکہ زمین میں ثقل پیدا کیا جس سے وہ ہلتی نہیں۔

ف زمین پر پہاڑ ڈالنے کی حکمت اور اعتراض اور اس کا جواب

[1] اس میں بحری تجارت اور سفر کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

اس تقدیر پر اگر یہ مسئلہ بھی نکلا، جہاں کا مان لیا جاوے کہ زمین حرکت کرتی ہے تب بھی کچھ اشکال وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا یہ حرکت خفیفہ یا وضعیہ جو کچھ ہو وہ نہیں کہ اس سے اس کے رہنے والے ہلنے لگیں اور ہر چیز دشوار ہوجاوے جیسا کہ اس کی کرویت بسا ہوا ہونے کے منافی نہیں۔ یہ کیا احسان باری ہے۔

وانہارا وسبلا و علامات۔ یہ تین باتیں اور بیان فرمائی ہے جو اس کی قدرت کاملہ کی دلیل اور بندوں کے حق میں احسان عظیم ہے یعنی زمین پر نہریں جاری کیں جن سے آبادی قائم ہے اور رستے بھی پہاڑوں اور دروں میں اسی نے رکھے اور پہاڑوں اور ٹیلوں کی علامتیں کردیں اگر سب زمین یکساں ہوتی تو بڑی مشکل پڑ جاتی۔ وبالنجم ہم یہتدون یعنی نہ صرف زمین ہی کی چیزیں ان کے لیے رستوں کی علامات ہیں بلکہ رات کو لق و دق بیابانوں میں ستاروں کی سیدھ میں قافلے چلتے ہیں۔

افمن الخ پھر جس نے یہ چیزیں بنائیں کیا وہ تمہارے بتوں کے برابر ہوگیا جو کچھ بھی نہیں بنا سکتے۔ ان سب کے بعد فرماتا ہے کہ میری اور بے شمار نعمتیں ہیں جن کو تم شمار نہیں کرسکتے اس پر بھی تم ناشکر اور غیر معبودوں کی طرف مائل ہو جس کی سزا میں یہ نعمتیں چھین لینا چاہیے تھا مگر اس پر بھی ہم بڑے غفور رحیم ہیں درگذر ہی کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا
اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم

تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
ظاہر کرتے ہو اور جن کو وہ خدا کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ
پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں پیدا کرسکتے

هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ
حالانکہ وہ خود بنائے جاتے ہیں اور وہ تو مردے ہیں بے جان

وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾
اور انہیں کچھ بھی معلوم نہیں کہ کب (لوگ) زندہ کیے جاویں گے۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ
تمہارا معبود تو خدائے واحد ہے پھر وہ جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ
آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل

مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾
نہیں مانتے اور وہ ہیں بھی سرکش

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ
ضرور اللہ کو سب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں بے شک اس کو غرور کرنے

الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ
والے پسند نہیں آتے۔ اور جب ان کو پوچھا جاتا ہے

لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا
کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو کہتے ہیں

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا
کہ کچھ نہیں اگلے لوگوں کے قصے ہیں۔ تاکہ قیامت کے

اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ
دن اپنا بھی بوجھ پورا بارگاہ اٹھاویں

وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ
اور ان کا بھی کہ جن کو ناسمجھی سے

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾
گمراہ کررہے ہیں دیکھو کیا برا بوجھ ہے کہ جسے یہ لاد رہے ہیں

ترکیب

لا یخلقون خبر ہے والذین کی اموات خبر ثانی غیر احیاء تاکید ہے۔ ایان منصوب ہے یبعثون سے فالذین مبتدا

فلو بہم جملہ خبر۔ ان اللہ الخ لا جرم بمعنی حق وثبت کا فاعل جملہ ان اللہ الخ ما استفہامیہ وذا موصولہ والعائد محذوف اساطیر الاولین خبر ہے مبتدا محذوف کی لیحملوا اے حملوا وذلک لیحملوا لام العاقبۃ ومن اخفش کے نزدیک زائدہ ہے۔ والاساطیر جمع اسطورۃ کی جیسے احادیث جمع احدوثۃ واضاحیک جمع اضحوکۃ واعاجیب جمع اعجوبۃ۔ بغیر علم حال من المفعول اے یضلون الناس جاہلین۔

تفسیر

واللہ یعلم الخ اس میں ایک اور فرق الٰہ حق اور فرضی معبودوں میں بتلایا ہے کہ اللہ کو ہر ایک ظاہر و باطن بات معلوم ہے تمہارے معبودوں کو نہیں۔

والذین یدعون من دون اللہ الخ جمہور مفسرین کے نزدیک ان سے مراد ان کے بت ہیں کہ جن کو وہ قادر زندہ اور دانا جان کر پرستش کرتے تھے جلالین میں ہے وہم الاصنام۔ تفسیر کبیر میں اس جملہ کی شرح یوں کی ہے فاعلم انہ تعالیٰ وصف ہٰذہ الاصنام بصفات کثیرۃ الخ۔ پھر ان کے بتوں کی قدرت کو یوں باطل کرتا ہے لا یخلقون شیئا وہم یخلقون، کہ وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں سنگ تراش ان کو گھڑ گھڑ کر بناتے ہیں۔ زندگی کا بطلان یوں کرتا ہے اموات غیر احیاء۔ کہ بے جان ہیں حس و حرکت بھی نہیں۔ ان کے علم و دانائی کو یوں باطل کرتا ہے وما یشعرون کہ انہیں جو ضروری بات ہے وہ بھی معلوم نہیں کہ انسان مر کر کب زندہ ہوں گے۔ پھر جب یہ تینوں باتیں نہیں تو ان کی خدائی کیسی، اور ان کی عبادت لغو اور بے فائدہ ہے اس لیے فرمایا الٰہکم الٰہ واحد کہ خدا صرف ایک ہی خدا ہے۔ مخالفین ان دلائل توحید سے بند ہو جاتے تھے اور دل میں بھی سمجھتے تھے مگر قوم کی رسم و عادت سے ان کی پرستش نہیں چھوڑتے تھے دل میں توحید نہیں سماتی تھی اور نہ ان کا تکبر پیغمبر علیہ السلام کی پیروی کی اجازت دیتا تھا اس بات کو فالذین سے لے کر لا یحب المتکبرین تک بیان فرماتا ہے۔

واذا قیل لہم اب ان کی ضد اور تکبر اور عناد کی ایک اور بات بیان فرماتا ہے کہ جب ان سے کوئی قرآن کی نسبت سوال کرتا ہے کہ وہ کیا ہے تو اس کے الہامی مطالب سے قطع نظر کر کے طعن کی راہ سے اس کے پند آمیز قصوں کو اگلے لوگوں کی کہانیاں کہہ دیتے تھے جاہلوں کو گمراہ کرنے کے لیے۔

لیحملوا الخ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کے مخالف نہیں ہے کیوں کہ یہاں یہ مراد نہیں کہ دوسروں کا گناہ اٹھا کر ان کو بری کر دیں گے بلکہ یہ کہ ایک تو اپنا ذاتی گناہ اٹھاویں گے۔ دوم جن کو گمراہ کیا ہے ان کی گمراہی کا گناہ بھی انہیں کے سر پہ رہے گا۔ف اور ولا تزر الخ میں یہ مراد کہ دوسرے کو بری نہ کرے گا۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى
ان سے پہلے لوگوں نے بھی مکر کیا تھا پھر
اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ
اللہ نے بھی ان کی عمارت کو جڑوں سے ڈھا دیا اور ان کے

ف منکرین کو قیامت میں دوہرا عذاب ہوگا ایک تو اپنے گناہ کی سزا دوسرے ان کے گناہ کی سزا جن کو بے علمی سے یہ سب گمراہ کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس نے نیک راہ کی طرف ہدایت کی تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے ثواب کے برابر اس بتلانے والے کو بھی ثواب ملتا رہے گا اور عمل کرنے والوں کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا اور جس کسی نے کوئی بری بات کرنے کی لوگوں کو تعلیم دی تو جتنا عمل کرنے والے کو گناہ ہوگا ان سب کے برابر اس عمل جاری کرنے والے کو بھی گناہ ہوگا اور عمل کرنے والوں کا کچھ عذاب کم نہ ہوگا۔ حقانی

عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ

ان پر چھت اوپر سے گر پڑی اور ان پر

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾

وہاں سے عذاب آموجود ہوا کہ جہاں کی ان کو خبر بھی نہ تھی

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ

پھر قیامت کے دن بھی ان کو رسوا کرے گا اور پوچھے گا کہ

اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ

کہاں ہیں میرے وہ شریک کہ جن کے بارے میں تم جھگڑا کیا کرتے تھے

فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ

بول اٹھیں گے جن کو علم ملا (انبیاء) کہ یقیناً آج

الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٧﴾

منکروں کی رسوائی اور برائی ہے

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ

وہ لوگ کہ جن کی جان فرشتوں نے ایسی حالت میں نکالی تھی

اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا

کہ اپنا برا کر رہے تھے پھر تو فرمانبرداری کریں گے کہ ہم کوئی

نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

بھی برائی نہ کیا کرتے تھے (فرشتے کہیں گے) ہاں ہاں اللہ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوْٓا

خوب جانتا ہے جو کچھ کہ تم کیا کرتے تھے پھر (آج تو) دوزخ کے

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

دروازوں میں داخل ہو جاؤ کہ وہاں ہمیشہ رہا کرو

فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾

پھر متکبروں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے

ترکیب

فاتی اللہ اے قصد۔ من قواعدہم متعلق ہے خر سے ویجوز ان یکون من لابتداء الغایۃ وان یکون حالا سے کا کا من قواعدہم

یوم القیامۃ ظرف ہے یخزیہم کا الیوم کا عامل الخزی الذین صلہ الکافرین کی صفت ہے ظالمی حال ہے ہم ضمیر تتوفیہم سے السلم بمعنی القول جیسا کہ دوسری آیت میں ہے فالقوا الیہم القول اور یہی تفسیر افضل ہے۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ کفار قرآن کو مکر و فریب کے قصے کہانیاں بتلاتے ہیں لوگوں کو بہکانے کے لیے اب فرماتا ہے کہ کچھ انہیں پر منحصر نہیں ان سے پہلوں نے بھی دین حق کے مقابلہ میں بہت کچھ مکر و فریب کیے تھے کہ جن کو خدا نے برباد کر دیا۔ فاتی اللہ الخ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت کے ظاہری معنی مراد ہیں کہ از راہ مکر کے قدیم زمانہ میں کفار نے مقامات بلند بنائے تھے خدا نے ان کو جڑ سے گرا دیا چھت ان کے اوپر آ پڑی دب دب کر ایک ایک مر گئے جیسا کہ طوفان نوح کے بعد اہل شہر بابل نے ایک نہایت بلند برج بنایا تھا۔ بعض کہتے ہیں یہ ایک محاورے کی بات ہے کہ ان کے منصوبوں کو ڈھا دیا جیسا کہ کسی منصوبے کے پورا نہ ہونے کے موقع پر کہتے ہیں کہ بنا بنایا گھر گر پڑا۔ ثم یوم القیامۃ الخ پھر فرماتا ہے کہ کچھ دنیا ہی کی سزا پر منحصر نہیں بلکہ قیامت کے دن بھی ان کو رسوا کرے گا ان سے پوچھے گا کہ وہ میرے شریک جو تم نے اپنے نزدیک قرار دے رکھے تھے کہاں ہیں ادھر طعن و تشنیع کے طور پر اہل علم مومنین یا انبیاء یا ملائکہ کہیں گے کہ آج کفار کی رسوائی اور برائی ہے۔

الذین تتوفہم الملائکۃ یہ کفار کی رسوائی اور قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اس روز ان سے خدا پوچھے گا کہ جن کو

ؔ کہاں ہے وہ تمہاری منطق جو فرشتوں کا انکار کرتی ہے اور ان کو کبھی انسانی قوتیں اور کبھی صفات باری اور کبھی نباتات کی قوتیں بتلاتا ہے ۱۲ منہ

تم نے دنیا میں میرا شریک بنا رکھا تھا وہ کہاں ہیں جواب نہ آئے گا سرنگوں ہو جائیں گے ان کی سرزنش کے لیے علماء انبیاء ملائکہ کہیں گے کہ یہ بڑے بدنصیب اور قابل سزا ہیں مرتے دم تک یعنی اس وقت تک کہ فرشتے جان نکالنے آئے اپنی اسی بت پرستی اور بدکاری میں اپنی جانوں پر ستم ڈھارہے تھے اس وقت بھی ان کو توبہ نصیب نہ ہوئی اس پر وہ بدبخت سرنیچا کر کے ان اہل علم کے جواب میں کہیں گے ہم تو دنیا میں کوئی بھی برا کام نہیں کرتے تھے۔ ان کی دروغ گوئی پر ملائکہ کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو تمہارے اعمال خدا کو معلوم ہیں۔ اس کے بعد ان کو فیصلہ سنا دیا جائیگا کہ چلو جہنم کے دروازوں میں گھسو جہاں تم کو سدا رہنا ہوگا یعنی عمر قید۔ اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ کیا ہی برا ٹھکانا ان متکبروں کا ہے۔ یعنی بہت بری سزا کے مستوجب ہیں۔

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ

اور پرہیزگاروں سے جو پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا

رَبُّكُمْ ۚ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ

نازل کیا؟ تو کہتے ہیں اچھی چیز جنہوں نے نیکی کمائی

ع ۱۰ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ

ہے (ان کے لیے) اس دنیا میں بھی بہتری ہے

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ

اور البتہ آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے اور پرہیزگاروں کا

الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

کیا ہی خوب گھر ہے رہنے کے باغ کہ جن میں وہ داخل ہوں گے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا

(وہاں) ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی (اور وہاں) ان کے لیے

مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ

جو چاہیں گے موجود ہوگا اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی بدلہ

الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ

دیتا ہے ان کو کہ جن کی فرشتے ایسی حالت میں جان

الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ

قبض کرتے ہیں کہ وہ (الائش گناہ سے) پاک صاف ہوتے ہیں ان سے آ کر

سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا

سلام کرتے اور کہتے ہیں کہ جنت میں چلو اپنے عملوں کے

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲ هَلْ يَنْظُرُوْنَ

بدلے جن کو تم کیا کرتے تھے کیا منکر اسی بات کے منتظر

اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ

ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا آپ کے

اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ

رب کا حکم آجاوے ان سے پہلوں نے بھی ایسا ہی

قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ

کیا ہے اور اللہ نے تو کچھ بھی ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۳۳ فَاَصَابَهُمْ

خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے پھر ان کو ان کے

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا

اعمال بد کے نتیجے مل کر رہے اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۴ۧ

اڑایا کرتے تھے وہی ان پر آ نازل ہوا۔

ترکیب

ماذا محل نصب میں ہے انزل سے جیسا کہ ماذا کے جواب قالوا خیرا سے انزل خیرا سے معلوم ہوتا ہے۔ جنت عدن مخصوص بالمدح نعم کا یدخلونہا اس سے حال اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو کہ یدخلونہا اس کی خبر ہو یا محذوف ہو طیبین حال من المفعول وہو القوی وقیل من الفاعل مقارنۃ او مقدرۃ۔

تفسیر

کافروں کے مقابلہ میں مومنین کا ذکر ہوتا ہے وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا کہ ان سے جو قرآن کا حال پوچھا جاتا ہے تو اس کو بہتر اور عمدہ بتلاتے ہیں۔ مکہ کے مشرکین حج کے ایام میں بعض شخص لوگوں کو مکہ کے رستوں پر بٹھلا دیتے تھے اور عرب کے میلوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور قرآن کا ایک حیرت انگیز چرچا پھیلا ہوا تھا۔ وہ اپنے ایلچی ان ایام میں اس امر کے دریافت کرنے کو بھیجتے تھے یہ رستوں پر بیٹھنے والے ان سے کہہ دیتے تھے کہ قرآن بہت بری چیز ہے پھر بعض نہیں سے مزاج کے اس کو کلام جادو کا اپنی قوم میں برائی سے یاد کرتے تھے۔ اور نیک طینت مکہ میں حضرت کے صحابہ سے مل کر اصل حال سے واقف ہوتے تھے اور اپنی قوم میں جا کر بھلائی کے ساتھ ذکر کرتے تھے اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا اوصاف سے نیکی کا نیک بدلہ بیان فرماتا ہے۔ فِیْ ھٰذِهِ الدُّنْیَا کو بعض مفسرین اَحْسَنُوْا سے متعلق کرتے ہیں تب یہ معنی ہوں گے کہ جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کمائی ان کو دار آخرت میں نیک بدلہ ہے اور اکثر حَسَنَةٌ سے متعلق کرتے ہیں اور یہی قوی ہے معنی نیکوں کو اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی کچھ ہے۔ دنیا میں بھلائی ملنا عام ہے نیک نامی ہو یا فراخ دستی خوش حالی ہو یا مخالفوں پر فتح یابی ہو یا رنج کا فرو ہونا سرور ہو۔ پھر دار آخرت کے اجر کا بیان فرماتا ہے کہ جنت ہے اور اس میں یہ یہ نعمتیں ہیں۔ اَلَّذِیْنَ سے نیکوں کی صفت بیان فرماتا ہے کہ فرشتے جو ان کی جان قبض کرنے آتے ہیں تو اس وقت وہ طیب ہوتے ہیں (یعنی یہ بھی اور بہتی الحسنیٰ لفظ سے شامل ہے کہ گناہوں کے میل کچیل سے پاک و صاف ہونے کو اور نیز علائق دنیاوی سے دور ہونے کو اور اصلی گھر میں جانے کی خوشی کو اور شوق دیدار الٰہی کو) فرشتے ان سے سلام علیکم کہتے ہیں اور جنت کا مژدہ دیتے ہیں۔

ہَلْ یَنْظُرُوْنَ سے یہ بات بتلاتا ہے کہ منکر بجز موت کے فرشتوں کے دیکھنے کے یا عذاب الٰہی دیکھنے کے نہیں مانیں گے برخلاف ایمان داروں کے کہ وہ پہلے ہی سے ایمان رکھتے ہیں سو یہ کچھ نئی بات نہیں پہلے بھی ایسا ہی کرتے تھے جو بلا میں پڑے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
اور مشرکین کہتے ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا
مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ
تو ہم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرتے نہ ہم
وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ
اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ بغیر اس کے حکم کے ہم کوئی چیز حرام
شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ
کرتے ان سے پہلوں نے بھی ایسا ہی

۱؎ جس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ اس وقت خوش دل ہیں جانے کے لیے خوش دل ہوتے ہیں اور دار البقا کا شوق ان پر غالب ہوتا ہے دنیا میں جانا قید خانہ سے رہائی سمجھتے ہیں۔ جب قبض کی جائیں گی تو ان کی روح سے حال بتایا جاوے گا تو یہ معنی ہوں گے کہ ان کو موت نہایت خوش اخلاقی سے مومن ان کو سلام کہتے ہیں اور دار البقا کا مژدہ دیتے ہیں۔ اس وقت مومن نیکوکار کو ایسی فرحت ہوتی ہے کہ جس کو بیان نہیں برخلاف ان کے جو دنیا اور اس کی لذات اور گناہوں کی آلائش میں ڈوبے ہوتے ہیں اور برے اعمال کے برے نتائج دیکھتے ہیں اور دنیا کی محبت اور لذات و شہوات کی بھاری بیڑیاں پاؤں میں ہوتی ہیں تو بڑا رنج ہوتا ہے اور جس طرح کوئی قیدی کو زبردستی جیل خانہ میں گھسیٹ کر لے جاتا ہے اسی طرح وہ دوسرے عالم میں جاتے ہیں ۱۲ منہ

قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ
کیا تھا　　پھر رسولوں پر اس کے سوا اور کیا تھا کہ صاف صاف

الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ
حکم پہنچا دیں　　اور ہم ہر قوم میں ایک نہ ایک رسول

اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ
(دے کر) بھیجتے رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو　　اور

اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ
بتوں سے　　بچو　　پھر ان میں سے کسی کو تو

هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ
اللہ نے ہدایت دی　　اور　　کسی　　پر　　گمراہی　　سوار

الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا
ہو گئی　　پھر　　ملک　　میں　　پھر کر　　دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾
کہ جھٹلانے　　والوں کا　　کیا　　انجام　　ہوا۔

ترکیب

نحن تاکید بضمیر عبدنا من دونہ من شیٔ من الاولی والثانیۃ زائدۃ　　الطاغوت من الطغیان یذکر ویؤنث ویقع علی الواحد والجمع والمراد بہ کل معبود دون اللہ کالشیطان والصنم وکل من دعی الی الضلال۔

تفسیر

نبی علیہ السلام جب کفار کو ان کی بری باتوں سے منع کرتے اور عذاب الٰہی سے ڈراتے تھے تو وہ یہ بھی جواب دیا کرتے تھے کہ ہمارا یہ شرک کرنا بت پوجنا اور اسی طرح بتوں کے نام کی چیزوں کو تعظیماً حرام سمجھنا جیسا کہ بحیرہ اور سائبہ ہے کچھ آج سے نہیں بلکہ باپ دادا کے زمانۂ دراز سے چلا آتا ہے اگر یہ امر خدا کو منظور نہ ہوتا تو نہ انہیں کرنے دیتا نہ ہمیں خود کرنے دیتا کیونکہ بندہ اس کے بس میں ہے اب اس کو اے رسول تمہاری معرفت منع کرنے کی کیا ضرورت؟ کذٰلک فعل الذین۔ چوں کہ یہ جبر و قدر کا نازک مسئلہ اس قابل نہ تھا کہ جس کو وہ سمجھتے کہ فی الجملہ بندہ کو بھی اختیار دیا گیا ہے اور نیز ان کی یہ حجت معاندانہ بھی جس سے انکار نبوت مقصود تھا اس لیے فرمایا کہ ان سے پہلے جہلا بھی یوں ہی حجت کرتے آئے ہیں۔

انبیاء کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے ان کا کام صرف سمجھا دینے کا ہے اور ہر قوم میں رسول آ کر بت پرستی سے منع کرتے آئے ہیں اور توحید کا حکم دیتے آئے ہیں جس طرح آج تم میں سے جو ازلی نیک ہیں رسول کے مطیع اور بدبخت ازلی رسول کے نافرمان ہیں وہ بھی ایسے ہی تھے پھر تم نے یہ کہاں سے ثابت کر لیا کہ خدا ہمارے اس کام سے خوش ہے اگر ہمیشہ سے اللہ کی عادت یوں جاری نہ ہوتی کہ وہ انبیاء بھیج کر بری باتوں سے منع نہ کرتا تو اس کا شکرت رضامندی پر محمول کرتے۔ حاصل یہ کہ ہمیشہ سے ہر جگہ رسول بری باتوں سے منع کرتے آئے ہیں ان کا کام حکم پہنچا دینا تھا پہنچا دیا لیکن گمراہوں نے نہ مانا سو تم بھی ان کی پیروی کر رہے ہو خدا تمہارے اس کام سے خوش نہیں اب تم زمین پر پھر کر دیکھ لو کہ رسولوں کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا کسی پر کچھ مصیبت آئی کسی پر کچھ، گاؤں اور شہر اجڑے پڑے ہیں ان کے آثار اور بقیہ علامات ان کے حال زار پر اشک حسرت بہا رہے ہیں۔ یہ دلیل ہو اس بات کی کہ پہلوں کی بری باتیں بھی قابل سزا تھیں اسی میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کچھ پہلوں ہی پر وبال الٰہی کا آنا منحصر نہیں گو اللہ تعالیٰ غصہ کا دھیما اور بہت فروگذاشت کرنے والا ہے جھٹ پٹ انسان کو دنیا میں اس کے برے کام پر سزا نہیں دیتا مگر جب کسی قوم کی شرارت حد کو پہنچ جاتی ہے تو انتقام الٰہی کا وقت بھی آ جاتا ہے اور مختلف طور پر دنیا میں عذاب اترتا ہے،

کسی کو دشمن کی تیغ بے دریغ کا لقمہ کرتا ہے کسی کو افلاس و نفاق کی بلا سے ہلاک کرتا ہے کسی کو ہیضہ سے کسی کو زلزلے سے کسی کو پہاڑوں کے آتش فشاں مادے سے کسی کو قحط سے شریر سے ہلاک کرتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

إِن تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ

اگر آپ ان کی ہدایت کی حرص بھی کریں (تو) کس لیے کہ اللہ

لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّن

جس کو گمراہ کرتا ہے (اس کو) ہدایت نہیں دیا کرتا اور ان کا کوئی

نَّاصِرِينَ ﴿٣٧﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ

مددگار نہیں ہے۔ اور وہ اللہ کی بہت سخت قسمیں کھا کر

أَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ

کہتے ہیں کہ اللہ مرنے کو زندہ نہیں کرے گا

بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ

ہاں (کیوں نہیں) اس نے اپنے اوپر وعدہ کر لیا ہے لیکن

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾

بہت سے لوگ جانتے نہیں

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ

(وہ زندہ کرے گا) تاکہ جس بات میں یہ اختلاف کرتے ہیں ان کو معلوم کرا دے

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا

اور اس لیے بھی کہ کافروں کو معلوم ہو جاوے کہ وہ

كَاذِبِينَ ﴿٣٩﴾ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا

جھوٹے تھے۔ ہم جس چیز کے کرنے کا ارادہ کرتے

أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾

ہیں تو اس کے بارے میں ہمارا اتنا ہی کہنا ہوتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے

ترکیب

ان تحرص شرط۔ لاتقدر جواب محذوف فان اللہ اس کی جگہ قائم ہے۔ من یضل مفعول ہے لایہدی کا۔ لیبین یبعث مقدر سے متعلق۔ قولنا مبتدا لشیء موصوف اردنہ صفت قولنا سے متعلق ان نقول خبر۔ جہد ایمانہم الجہد بفتح الجیم المشقۃ و بضمہا الطاقۃ ونصبہ علی المصدریۃ والمعنی حلفوا جاہدین غایۃ اجتہادہم وذلک انہم کانوا یقسمون بآبائہم وآلہتہم فاذا کان الامر عظیما اقسموا باللہ تعالیٰ وعدا مصدر مؤکد لما دل علیہ بلیٰ۔

تفسیر

پچھلی آیتوں میں ظالموں اور نبی کے منکروں کا انجام کار بیان فرمایا تھا۔ اب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ کی ہدایت و تلقین میں کوئی قصور نہیں، لیکن جس طرح پہلے زمانہ میں ازلی گمراہ ہدایت پر نہ آئے، یہاں تک کہ ہلاک ہو گئے، آپ کی قوم کے ازلی گمراہوں کا بھی یہی حال ہے۔ یہ سب انبیاء کے ساتھ ہوتا آیا ہے اب آپ تبلیغ کیجئے ان کی ہدایت پر حرص نہ کریں فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ ازلی گمراہ ہیں ان کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔

واقسموا باللہ جہد ایمانہم یہ ان کی ضلالت ازلی کی ایک بڑی بھاری بات تھی کہ جس کا ذکر کرنا یہاں مناسب تھا وہ یہ کہ ان کو قیامت کا سخت انکار تھا وہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ مر کر کوئی زندہ نہ ہوگا اس خیال کو ان کی اس کوتاہ فہمی نے اور بھی قوی کر رکھا تھا کہ جب آدمی مر گیا اور اس کے اجزاء بدن ریزے ریزے ہو کر خاک میں اس طرح مل گئے کہ جن کا جوڑنا ان کے خیال میں محال در محال تھا پھر ان کا جمع کرنا اور روح ڈالنا ممکن تھا اور جب انسان کو یہ خیال پیدا ہو جاوے کہ مر کر نیست ہو جاتا ہوں تو پھر نیکی اور بدی کی اس کو کچھ بھی پروا نہیں رہتی دنیا ہی کی کامیابی اور ناکامی کو یہ نجات اور عذاب سمجھنے لگتا ہے جیسا کہ آج کل ہم دیکھتے ہیں۔ بلیٰ وعدا علیہ حقا کو

ان کے اس خیال باطل کو ایک دلیل نقلی اور ایک دلیل عقلی سے رد کرتا ہے اور نقلی دلیل چوں کہ جلدی ساکت کر دیتی ہے اس لیے اس کو مقدم کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ تک تمام عرب کے مشرکین انبیاء سابقین کے حقیقی یا ادعائی پیرووں سے یہ سنتے آئے تھے کہ خدا نے پہلی کتابوں میں پہلے انبیاء کی معرفت مرنے کے بعد زندہ کرنے کا وعدہ کر لیا ہے تاکہ وہاں انسان کے نیک و بدکام کی کامل سزا و جزا ملے لیبین ویعلم میں اس طرف اشارہ ہے پس خدا اپنے وعدہ کو ضرور پورا کرے گا خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

انما قولنا الخ یہ دلیل عقلی ہے کہ ہر عاقل یہ بات جانتا ہے کہ اس عالم گوناگوں کو قادر مختار نے بنایا ہے اور نیز وہ کسی بات میں عاجز نہیں جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کو کن کہتا ہے یعنی ہو جا سو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کے اسباب بھی مہیا ہو جاتے ہیں پھر انسان کا بار دیگر زندہ کرنا اور موجود کرنا اس کے نزدیک کیا محال ہے؟ وہ قادر مطلق ہے جس نے انسان کو قطرۂ منی سے بنایا وہ اس کو بار دیگر بھی بنا سکتا ہے۔

النصف

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ

اور جنہوں نے ظلم اٹھانے کے بعد اللہ کے لیے ہجرت

مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

اختیار کی تھی تو البتہ ہم ان کو دنیا میں بھی اچھی جگہ دیں گے

وقف لازم

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا

اور آخرت کا بدلہ تو بہت ہی بڑا ہے کاش انہیں

يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَ

معلوم تو ہوتا کہ جنہوں نے صبر کیا اور

عَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٤٢﴾ وَمَا

وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کیے رہتے اور ہم نے

أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي

آپ سے پہلے بھی تو انسان ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی

إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن

بھیجا کرتے تھے پھر اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو یاد رکھنے والوں

كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنَاتِ

(اہل علم) سے پوچھ دیکھو ان کو ہم نے معجزے اور

وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ

کتابیں دے کر بھیجا تھا اور (اے رسول) آپ کے پاس بھی ہم نے قرآن بھیجا

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَ

تاکہ جو کچھ لوگوں کے لیے حکم بھیجا گیا ہے آپ ان کو بیان کر دیں اور

لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾

تاکہ وہ خود بھی سوچیں۔

ترکیب

والذین الخ مبتدا لنبوئنہم خبر حسنۃ لنبوئنہم کا مفعول ثانی کیوں کہ لنبوئنہم بمعنی لنعطینہم ہے اور ممکن ہے کہ بمعنی لننزلنہم ہو فالتقدیر لننزلنہم فی الدنیا دارا حسنۃ۔ الذین صبروا موضع رفع میں ہے علی اضمارہم۔ بالبینات متعلق ہے ارسلنا محذوف سے۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں تھا کہ کفار قسم کھا کر قیامت کا انکار کرتے ہیں پھر جب دار جزا سے ان کو اس قدر انکار تھا تو ایسی حالت میں کہ مکہ میں انہیں کا غلبہ اور زور تھا دین دار مسلمانوں پر کیا کچھ ظلم و ستم نہ کرتے ہوں گے۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت ان چھ صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جو قریش مکہ کے غلام تھے اور اسلام لانے کی وجہ سے ان پر بڑا ظلم و ستم ہوتا تھا من جملہ ان کے صہیب و بلال و

قادر ہیں (ک) اس لیے والذین ہاجروا سے لے کر وعلیٰ ربہم یتوکلون تک ایمان داروں کو صبر و برداشت اور توکل کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کے اجر کا وعدہ فرماتا ہے۔

والذین ہاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا۔ یعنی اول کفار کی ایذائیں سہنا ان کی مار پیٹ سب کچھ ان پر برداشت کرنا پھر لاچار ہو کر اللہ کے لیے وطن چھوڑ دینا جب کہ وہاں رہنا مشکل ہو جاوے جیسا کہ ابتداء اسلام میں ہوتا تھا ایسے لوگوں کے لیے دو وعدے کرتا ہے اول لنبوئنہم کہ ہم دنیا میں بھی حیران و سرگرداں نہیں رہنے دیں گے بلکہ ان کو اچھی طور سے جگہ دیں گے جیسا کہ صحابہ کو مدینہ میں جگہ دی (حسن، شعبی، قتادہ) دوم ولاجر الآخرۃ اکبر یعنی اور آخرت میں ان کے لیے بڑا اجر ہے وہ کیا؟ عیش و عشرت جاودانی اور حیات ابدی کی بادشاہت ان دونوں صفتوں کے مقابلہ میں دو انعام کا وعدہ ہوا۔ پھر ان دونوں وصفوں کی عام طور پر تشریح فرماتا ہے: الذین صبروا یعنی مخالفوں کی ایذائیں سہنا اور حق پر ثابت قدم رہنا۔ وعلیٰ ربہم یتوکلون۔ یعنی خدا پر توکل کرنا جو اپنے وطن سے بہتری کی امید پر ہجرت کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ صبر تو ظلموا سے متعلق ہے اور توکل ہاجروا کو۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کچھ کفار کے ستم اٹھا کر ہجرت کرنے ہی پر یہ وعدہ الٰہی منحصر نہیں بلکہ صبر و توکل پر جہاں کہیں ہو اور کسی بات میں ہو خواہ گناہوں کے ترک کرنے پر اور نفس ظالم کے صدمات اٹھا کر اس کو اس کی بری خواہشوں سے روکنے پر یا دین الٰہی میں کوئی محنت و مشقت کا کام اختیار کرنے پر اسلام کی ترویج و اشاعت پر خواہ کفر و بت پرستی چھوڑ کر خدا کی طرف آنے میں۔ گویا یہ آیت جس طرح اس کی راہ میں صبر و توکل کرنے والوں کے لیے انعام الٰہی کا پروانہ ہے

اسی طرح اس بات کے لیے بھی اعلان ہے کہ خدا تعالیٰ سے بلا واسطہ کوئی جنسی تعلق نہیں اس رستہ میں بڑا مستحکم ہو کر مصائب پر صبر کرنا چاہیے۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا ان آیتوں میں پھر اسی بات کی طرف رجوع ہے کہ جس کی وجہ سے مشرکین عرب مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو تکلیفیں دیتے تھے جن پر صبر اور برداشت اور توکل کا ان کو پچھلی آیت میں حکم دیا گیا تھا۔

اور وہ بات یہ تھی کہ عرب کے لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سن کر جس میں حرام اور ناپاک اور مکروہ افعال کی مذمت اور بت پرستی کی قباحت اور مکارم اخلاق کی تاکید تھی یہ کہتے تھے کہ اگر خدا کو یہی سکھانا منظور تھا تو ہمارے پاس آسمان سے فرشتہ کیوں نہیں بھیج دیا؟ چنانچہ ان کا یہ شبہ مع الجواب قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی ذکر ہوا ہے۔ اب اس شبہ کا اس آیت میں یوں جواب دیتا ہے کہ چند در چند اسرار و مصالح کی وجہ سے ہمیشہ انسان ہی رسول ہوتے آئے ہیں اور وہی خدا کے صحیفے اور معجزات لاتے ہیں۔ اگر تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ دیکھو۔ اور اسی لیے ہم نے اے محمد! آپ پر بھی ذکر یعنی قرآن نازل کیا تاکہ لوگوں کو آپ احکام الٰہی بتاویں اور آیات قدرت سے نصیحت حاصل کرنا سکھاویں اور تاکہ وہ خود بھی غور و فکر کریں۔

فوائد

(۱) فسئلوا اہل الذکر میں علماء کے کئی قول ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں اہل تورات یعنی یہود مراد ہیں۔ زجاج کہتے ہیں عموماً اہل کتاب مراد ہیں کیونکہ وہ سب جانتے ہیں کہ پہلے انبیاء بھی انسان ہی تھے۔ اور عرب کے مشرک اہل کتاب کو اہل الذکر یعنی اہل علم سمجھتے تھے اس لیے ان سے دریافت کرنے کا مشرکین کو حکم دیا۔ بعض کہتے ہیں عموماً اہل اسلام

مراد ہیں۔

(۲) اس آیت سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اُس وقت توراۃ یا انجیل اہل کتاب کے پاس بلا تحریف موجود تھی جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۳) بالبینات والزبر ارسلنا کے ساتھ متعلق ہے جیسا کہ آیت کا سیاق اور سباق چاہتا ہے نہ کہ فسئلوا سے۔

(۴) اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی بات خصوصاً شرعی مسئلہ از خود معلوم نہ ہو تو جو اسکو جانتا ہو اس سے دریافت کر لینا چاہیے۔ یہ بات بھی مان لینی چاہیے کہ دریافت کرنے میں کسی کی خصوصیت نہیں کہ کس سے دریافت کرے کوئی اہل علم ہو خواہ روایات احادیث واقوال علماء سلف صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے ماہر اور ان سے جواب دے خواہ قرآن واحادیث سے استنباط کر کے۔ اصولِ فقہ میں علماء نے اس بات کو طے کر دیا ہے کہ اول قرآن سے پھر احادیث سے پھر اجماع سے حجت پکڑی جاتی ہے اور جب کوئی مسئلہ صاف طور پر نہ قرآن میں ملے نہ احادیث میں نہ اجماع سے ثابت ہو تو پھر استنباط کی ضرورت ہے۔ اور استنباط خود پیغمبر علیہ السلام نے بھی کیا ہے اور صحابہؓ نے بھی اس لیے دین میں استنباط بھی ایک مستند چیز مانی گئی اور ضرور ماننی چاہیے کیوں کہ بغیر اس کے قرآن مجید تفصیلاً لکل شیئٍ نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ استنباط کرنا ہر ایک کا کام نہیں اور اس کے شرطیں بھی ہیں اور استنباط کو فقہاء قیاس بھی کہتے ہیں پس جو استنباط نہ کر سکتا ہو اس مسئلہ میں جو اس کو کتاب وسنت واجماع میں نہ ملے تو مستنبط یعنی مجتہد سے پوچھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے اور اسی کو تقلید

شرعی کہتے ہیں جس کی ضرورت سمجھی گئی، واللہ اعلم بالصواب وعندہٗ ام الکتاب۔

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ
پھر کیا جو لوگ بُری بُری تدبیریں کیا کرتے تھے انکو اس بات کا بھی
يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ
بھی خوف نہیں ہا کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٤٥﴾
(وہاں سے) عذاب آجاوے کہ جدھر کی انہیں خبر بھی نہ ہو
أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ
یا خدا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے پھر وہ اس کو
بِمُعْجِزِينَ ﴿٤٦﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ
ہرا بھی نہ سکیں یا ان کو خوفناک حالت میں
تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ
آپکڑے اس میں شک نہیں کہ تمہارا رب نہایت شفیق
رَحِيمٌ ﴿٤٧﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ
رحم کرنے والا ہے کیا وہ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو
اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ
نہیں دیکھتے کہ ان کے سائے (کبھی) داہنی طرف (کبھی)
الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ
بائیں طرف جھکتے جارہے ہیں اور نہایت عجز کے ساتھ خدا کو
دَاخِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي
سجدہ کر رہے ہیں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں
السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ
ہے (اور) زمین پر سب چلنے والے
وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾
اور فرشتے رہے سب انکساری کے ساتھ اللہ ہی کو سجدہ کر رہے ہیں

ك الدخور الصغار والذل قال الازہری تفیؤ الظلال رجوعها بعد انتصاف النہار فالتفیؤ لا یکون الا بعد زوال الشمس والذی یکون بالغداۃ ہو الظل والا فیطلق الظل قال صاحب الیسیر التفیؤ من فاء یفئ اذا رجع فاذا اریدہ تعدیتہ عدی بالہمزۃ کقولہ ما افاء اللہ علی رسولہ او بالتضعیف نحو فیأ اللہ الظل ۱۲ منہ

يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَ
(ڈرتے) اپنے بالادست رب سے ڈر رکھتے ہیں اور
يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۞
جو کچھ ان کو حکم ہوتا ہے اسی کو بجا لاتے ہیں۔

ترکیب

السیئات صفت ہے المکرات مفعول محذوف کی ای مکروا المکرات السیئات ان یخسف الخ جملہ مفعول امن او یاخذہم معطوف ہے یخسف پر اسی طرح یاخذ اور یاخذ ثانی علی تخوف موضع حال میں ہے فاعل یا مفعول سے جملہ یتفیؤ صفت ہے یتفیؤ ظلالہ ظلال جمع ظل یا تو واحد کو موضع جمع میں استعمال کیا ہے یا ہر روز کے سایہ کے لحاظ سے یا وقتاً فوقتاً پھیلنے کے لحاظ سے سایہ کو متعدد سایوں کے ساتھ تعبیر کیا یعنی لفظ جمع ظلال استعمال کیا گیا ہے واسطے مجاورۃ کے جیسا ورد الظلال الیمین ای الشمائل، شمائل جمع۔ سجدا حال ہے ظلال سے وہم داخرون بھی اسی سے حال ہے ان کو ذی عقل قرار دے کر۔

تفسیر

اب ان سرکشوں کو جو بڑے مکر و فریب کرتے تھے یعنی مخفی طور پر اسلام کے مٹانے کی تدبیریں کیا کرتے تھے اپنے قہر و جبروت سے دھمکاتا ہے کہ ان کو چار باتوں سے بھی ڈر نہیں اور کیوں اطمینان اور امن ہو گیا؟

(۱) ان یخسف اللہ بہم الارض کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے سو پہلے بھی اور پچھلی صدیوں میں کیا بلکہ حال میں بھی زلزلہ آکر زمین پھٹ گئی اور بڑے بڑے جبار و شہوت پرست مع مکانات زمین میں سما گئے قارون بھی سما گیا تھا۔

(۲) او یاتیہم العذاب من حیث لا یشعرون کہ ان پر ایسے طور پر ایسی جگہ سے عذاب آوے کہ جس کی انہیں خبر بھی نہ ہو آسمان سے دفعۃً اولے کیا بڑی بڑی ٹکیں برستے ہیں۔ چنانچہ ابھی کئی سال کا عرصہ گزرا کہ مراد آباد اور اس کے نواح میں بڑے بڑے اولے کیا آسمانی گولے برسے کہ جس سے صدہا آدمی اور جانور ہلاک ہو گئے اور سیکڑوں درخت گر پڑے۔ خاص دہلی میں میرے ایک دوست نے جو ایک اولا تولا تو ڈیڑھ سیر کا تھا۔ اور بعض اشخاص بھی ٹکے مائیت سے مستحیل ہو کر جوہریت میں آ گئے تھے اور بڑے بھاری پتھر بن کر برسے، جیسا کہ لوط علیہ السلام کی بستیوں پر واقعہ گزرا۔ یا پانی سے دفعۃً زور آ کر غارت کر دیے گئے۔ چنانچہ دو تین سال کا عرصہ گزرا کہ آدھی رات کے قریب جب کہ لوگ خواب راحت میں تھے شہر بیاور میں ایسی رو آئی کہ مکانوں اور بازاروں میں گز دو گز پانی تھا جس سے صدہا آدمی ڈوب مرے صدہا مکانات گر گئے۔ یا ایسی تند ہوا آجاوے جو بربادی کا باعث ہو۔ الغرض خدا کی صدہا بلائیں ہیں جو دفعۃً آجاتی ہیں جس میں بادشاہ سے لے کر رعیت تک کسی کا کچھ زور نہیں چلتا۔

(۳) او یاخذہم فی تقلبہم فما ہم بمعجزین اس کی کئی طور پر تفسیر ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ ان کو سفر میں مبتلائے بلا کر کے ہلاک کرے کیوں کہ وطن میں ہلاک ہو سکتا ہے ویسا ہی سفر میں بھی ہلاک ہو سکتا ہے اور وہاں کی ہلاکت بسبب پردیس ہونے کے کہ جہاں نہ کوئی یار ہوتا ہے نہ غمگسار اور بھی سخت ہوتی ہے اور قریش مکہ سفر کے عادی تھے اور لفظ تقلب بمعنی سفر آیا ہے جیسا کہ اس آیت میں لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد۔ دوم یہ کہ ان کو حالت انقلابات اور تدابیر میں کامیاب نہ ہونے دے اور ہلاک کرے اور یہ معنی اس آیت سے ماخوذ ہیں تو

قلبوا لک الامور ۔

(۴۴) او یاخذہم علی تخوف تفعل ہے خوف سے (یقال خوفت الشی وتخوفتہ) یہ معنی کہ دفعۃً بلا نازل نہ کرے بلکہ اس کے پہلے علامات و آثار نمایاں کرے۔ اور لوگوں میں ہلاکت سے پہلے خوف اور پریشانی پیدا ہو پھر ہلاک ہو جاویں، جیسا کہ قحط شدید اور وبا۔ یا دشمنوں کے غلبہ میں ہوتا ہے مگر خدا رؤف ہے اس لیے مہلت دیتا ہے۔ اولم یروا الی ما خلق اللہ الخ اپنا رؤف رحیم ہونا ان آیات میں ظاہر فرماتا ہے کہ جن میں اس کے آثار جبروت اور قدرت کاملہ کا بیان ہے جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام عالم اس کے آگے مسخر ہے تاکہ یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس کو دفعۃً یا تدریجاً ہلاک کرنے کی بھی قدرت ہے پھر اس سے نڈر ہونا اور باوجودے کہ درختوں اور جمیع سایہ دار چیزوں کے سائے اس کو سجدہ کرتے ہیں (ان کا زمین پر پڑنا گویا سجدہ کرنا ہے) اور اسی طرح آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے چار پائے اور فرشتے اس کے آگے سربسجود اور اس کے فرماں بردار اور خائف ہیں۔ پھر بندہ کا نافرمان ہونا اور حجتیں کرنا اور اس کے ہادیوں اور ان کے پیروؤں کو ستانا کیسی لغو بات ہے۔

یتفیؤا ظلالہ عن الیمین والشمائل۔ یتفیؤا تفعل من الفیٔ۔ کہتے ہیں فاء الظل یفیٔ اذا رجع وعاد۔ فیٔ کے معنی اصلی رجوع کرنے کے ہیں جیسا کہ آیا ہے فان فاؤا فان اللہ غفور رحیم۔ ازہری کہتے ہیں تفیؤ الظلال پچھلے پہر کے سایہ ڈھلنے کو کہتے ہیں مگر یہاں عام مراد ہے۔ موسم گرمی اور سردی اور آفتاب و مہتاب اور خط استوا کے قرب و بعد اور شام و صبح کے لحاظ سے کبھی سایہ دائیں طرف سے کبھی بائیں طرف سے جاتا ہے یمین مفرد اور شمائل جمع لانے میں کئی باتیں ہیں یا تو یہ کہ یمین گو لفظاً مفرد ہے مگر مراد جمع ہے جیسا کہ یولون الدبر میں۔ یا یہ کہو کہ شئی چونکہ لفظاً مفرد ہے اس کے لحاظ سے یمین لفظ مفرد آیا اور معناً جمع ہے اس کے لحاظ سے شمائل جمع آیا گویا دونوں کی رعایت کی۔ یا یوں کہو کہ عرب جب دو صیغے جمع کے لانا چاہتے ہیں تو ایک کو مفرد کر کے لاتے ہیں جیسا کہ جعل الظلمات والنور اور ختم اللہ علی قلوبہم وسمعہم میں۔

سجدا للہ وہم داخرون۔ سجدہ سے مراد مطیع ہونا جھکنا۔ عرب کہتے ہیں سجد البعیر جب کہ وہ سوار ہونے کے وقت گردن جھکا دیوے۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آفتاب و مہتاب و ستاروں کو کہ جن سے اجسام کثیفہ پر سایہ پڑتا ہے ایک چال خاص پر مامور کر رکھا ہے جس سے ان سایوں میں فرق نہیں آتا۔ سو یہ فرق نہ آنا اور ایک خاص طور پر رہنا سجدہ کرنا ہے۔ انہیں معنوں میں یہ آیت ہے والنجم والشجر یسجدان و قولہ وظلالہم بالغدو والآصال۔ یا یوں کہو کہ سایہ زمین پر لگا ہوا چلتا ہے جس طرح عابد زمین پر سر رکھ کر سجدہ کرتا ہے۔ گویا تشبیہ مراد ہے۔ اور غرض اس کلام سے اس کا جبروت و تسلط عالم پر ظاہر کرنا ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عالم حسی میں یہ اشیاء جو وجود حقیقی کا ظل ہیں اس کے حکم کے پابستہ ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ
اور اللہ فرما چکا ہے کہ دو خدا نہ بناؤ
اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (۵۱)
خدا تو ایک ہی خدا ہے پھر مجھی سے ڈرا کرو
وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ
اور اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور بندگی
الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ (۵۲)
ہمیشہ اسی کے لیے سزاوار ہے۔ پھر کیا تم اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو۔
وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا
حالانکہ تمہارے پاس جو کچھ نعمت ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب

مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْـَٔرُونَ ﴿٥٣﴾

تم پر سختی آتی ہے تو اسی کی طرف فریاد و زاری کرتے ہو

ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا

پھر جب وہ تمہاری مصیبت دور کر دیتا ہے تو فوراً

فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾

تم میں سے ایک جماعت اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتی ہے

لِيَكْفُرُوا بِمَآ ءَاتَيْنَٰهُمْ فَتَمَتَّعُوا

[illegible]

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾ وَيَجْعَلُونَ

پھر آگے چل کر تم کو معلوم ہو جائے گا اور ٹھہراتے ہیں

لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَٰهُمْ

[illegible]

تَاللَّهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾

[illegible]

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَٰتِ سُبْحَٰنَهُۥ

اور اللہ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں سبحان اللہ

وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ

[illegible]

أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُۥ

[illegible]

مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَٰرَىٰ

اور اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے ... چھپتا پھرتا ہے

مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓ

لوگوں سے ... بری خبر ... ہے

أَيُمْسِكُهُۥ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُۥ

آیا اس کو ذلت کے ساتھ رہنے دے یا اس کو

فِي التُّرَابِ أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾ ٦

مٹی میں گاڑ دے دیکھو کیا برا فیصلہ کر رہے ہیں

لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْءَاخِرَةِ مَثَلُ

جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بری حالت انہیں

السَّوْءِ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ وَ

کی بری ہے اور اللہ کی تو بلند شان ہے اور

هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾ ع ۱۴

وہ زبردست حکمت والا ہے

ترکیب

الذین تاکید ہے الذین کی اور مفعول ثانی لاتتخذوا کا بھی ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ واصبا الخ واثقا حال ہے الدین سے اور حال اس میں معنی فعل کے ہیں۔ ما بکم من نعمۃ اس کا صلہ من نعمۃ حال ہے ضمیر سے جو جار میں ہے فمن اللہ خبر، دوسری وجہ بھی ممکن ہے۔ تجأرون ترفعون اصواتکم بالاستغاثہ سبحانہ جملہ معترضہ مسودا خبر ظل یتواری حال ہے ضمیر کظیم سے اذا کشف الخ اذا شرطیہ اذا فریق فجائیہ جواب الشرط لیکفروا لام کے وقیل لام العاقبۃ۔

تفسیر

پچھلی آیتوں میں یہ ثابت ہو کے کہ تمام عالم اس کے قبضہ قدرت میں ہے اسی کے آگے سر تسلیم جھکائے ہوئے ہے۔ قال اللہ لا تتخذوا الٰہین اثنین سے توحید خاص کا حکم دیتا ہو پھر ولہ ما فی السموات والارض سے افغیر اللہ تتقون تک اس پر اور دلیل قائم کرتا ہے کہ عبادت کا مدار دو چیزوں پر ہے اول یہ کہ کسی کا خوف ہو کہ اگر نذر و نیاز اور دیگر عبادت نہ کریں گے تو وہ ہم کو جانی یا مالی کوئی نقصان پہنچا دے گا جیسا بت پرستوں کا اپنے معبودوں کی نسبت خیال ہے سو یہ بھی اللہ کے سوا اور کسی کا مرتبہ نہیں کیونکہ ایسا وہ ہو سکتا ہے کہ جس کا مخلوق پر کوئی اختیار و اقتدار ہو سو وہ ہے نہیں اس لیے

اول ایاہی فارہبون فرمایا اور وجہ اس کی ولہ ما فی السمٰوات الخ میں ذکر فرمائی اس کے بعد اسی بات کو بطور نتیجہ دلیل اعادہ کیا افغیر اللہ تتقون. دوئم یہ کہ کسی کی نعمت تندرستی مال و جاہ وغیرہ اس سے حاصل ہو اس طمع میں عبادت کی جاتی ہے یہ بات بھی اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں کس لیے کہ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ جو کچھ نعمتیں تمہارے پاس ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں. اول تو اس لیے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور کسی کے پاس دھرا ہی کیا ہے جو تم کو دے گا. دوئم جب تم پر کوئی مصیبت آجاتی ہے تو فطرتِ انسانیہ اللہ ہی کی طرف فریاد کرنے کو مجبور کرتی ہے اس وقت اپنے معبودوں کو بھول جاتے ہو عوارض جہل اٹھ جاتے ہیں. اس سے معلوم ہوا کہ بنی آدم کے دلوں میں بھی اصلی اعتقاد اسی بات کا ہے مگر جب وہ وقت نکل جاتا ہے اور جہل و خرمستی کے پردے نورِ فطرت پر کائی کی طرح پھر آپڑتے ہیں تو پھر اپنے فرضی معبودوں یا اسباب کے استقلال اور اپنی تدبیر کی درستی پر نتیجہ کرنے لگتے ہیں اور یہ پوری نمک حرامی اور کامل ناشکری ہے جس کا یہ مزہ نتیجہ عن قریب معلوم ہو جائیگا یا تو دنیا ہی میں بار دیگر گرفتارِ مصیبت ہونے پر یا دارِ آخرت میں. من جملہ نمک حرامیوں کے ایک یہ بھی ہے کہ جن معبودوں کی اصل حقیقت بھی انہیں معلوم نہیں کہ آیا وہ فرضی نام ہیں جن کو باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں یا وہ کچھ تھے بھی اور تھے تو ان کا مخلوق پر کیا اختیار و اقتدار تھا. ان کے لیے ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے مال میں سے اولاد میں سے حصہ مقرر کرتے ہیں. کھیتی میں سے ایک حصہ اور اولاد میں سے کوئی ایک بیٹا بتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے اور بتوں پر اولاد مواشی کی قربانیاں کرتے تھے ان کے نام کے نذر اور جانور چھوڑتے تھے. اس پر جو ان سے کہا جاتا تھا کہ ان ارواح غیر مرئیہ کو خدا کے کارخانہ میں کیا دخل ہے اور وہ اس سے کیا تعلق رکھتے ہیں تو مشرکین کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ خدا کی لاڈلی بیٹیاں ہیں ان کی بڑی خاطر منظور ہے یہ جو کچھ چاہتی ہیں کرتی ہیں یہ دیویاں پری کالی چری ہند میں انہیں کے نمونہ ہیں ویجعلون للہ البنات میں ان کا ذکر ہے اس کے رد میں ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے لیے بیٹیاں جو ناپسند ہی نہیں کرتے حالانکہ خود بیٹیوں کے بقاء نسل میں محتاج ہیں اس پر بھی بیٹی پیدا ہونے کی خبر سن کر غم کے مارے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے زندہ گاڑ دینے کی کبھی ٹھیراتے ہو کبھی بڑی ذلت سمجھ کر ان کو رہنے بھی دیتے ہو. پھر خدائے بے نیاز کو اولاد اور بیٹیوں سے کیا تعلق ہے جس کی شان بلند و اعلیٰ ہے حدوث و احتیاج سے پاک ہر برخلاف تمہارے ولہ المثل الاعلیٰ.

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ
اور اگر خدا لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑتا
مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ
تو کسی جاندار کو بھی زمین پر نہ چھوڑتا لیکن
يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ
ایک مدت مقرر تک ان کو مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا وقت
اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا
آتا ہے تو نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ
يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا
آگے بڑھ سکتے ہیں اور یہ مشرک اللہ کے لیے وہ چیزیں تجویز کرتے
يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ
ہیں کہ جن کو آپ بھی پسند نہیں کرتے اور زبان کو جھوٹے دعوے کرتے جاتے ہیں کہ
الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ
آخرت کی بھلائی انہیں کے لیے ہے (بھلائی تو کیا) ان کے
اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾
لیے جہنم ہی ہے جس میں سب سے اول داخل کیے جائیں گے
تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ
قسم ہے اللہ کی (یعنی اپنی) ہم نے آپ سے پہلے بھی

قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ
قوموں میں رسول بھیجے تھے پھر شیطان نے ان کے عمل ان کو آراستہ کر دکھائے سو
فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ
آج بھی ان کا وہی دوست بنا ہوا ہے اور ان کو عذاب الیم
اَلِيْمٌ (۶۳) وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ
ہونا ہے اور ہم نے آپ پر اس لیے کتاب
الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي
اتاری ہے کہ جن چیزوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں آپ ان کو
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً
کھول کر بیان کر دیں اور نیز یہ کتاب ایمانداروں
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۶۴)
کے لیے ہدایت اور رحمت بھی ہے

ترکیب

الکذب بالنصب مفعول ہے تصف کا ان لہم الحسنیٰ اس سے بدل۔ الکذب بضم الکاف والذال والباء جمع کذوب جیسا کہ صبور وصبر ترتیب یہ ہے السنتہم جمع لسان صفت ہے کذب اللسان یذکر ویؤنث وہدی معطوف ہے لتبین پر ای للتبیین والہدایۃ والرحمۃ۔

تفسیر

مشرکوں کے قبائح اور اقوال فاسدہ بیان کر کے یہ ظاہر فرماتا ہے کہ ہم صرف اپنی رحمت سے درگزر کرتے ہیں جو دنیا میں عمر معین تک جینے دیتے ہیں اور نعمتیں سلب نہیں کر لیتے ورنہ ان کے گناہوں پر جاویں تو دنیا پر کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں ان کی نحوست سے جلا دیا جاوے۔ ویجعلون للہ سے اس سے جو وہ بات ہو کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں بار بار سرزنش فرماتا ہے بالخصوص اس لیے کہ اس لائق قول و فعل اعتقاد

دلوں کے ساتھ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ دار آخرت کے درجات ہمارے لیے ہیں کیونکہ ہمارے یہ دیوتا ہیں اس پر فرماتا ہے کہ آخرت کی بھلائی کی جگہ ان کے لیے اس جرم پر ضرور نار جہنم ہے جس میں سب سے اول داخل ہوں گے وانہم مفرطون نافع اور قتیبہ اور کسائی کی روایت سے مفرطون کو بکسر الراء پڑھتے ہیں اور باقی بفتح الراء۔ اول قرات پر یہ معنی ہوئے کہ وہ گناہوں یا نافرمانی میں حد سے بڑھنے والے یعنی زیادتی کرنے والے ہیں۔ دوسری قرات پر یہ معنی کہ انہم متروکون فی النار یعنی آگ میں ڈالے گئے وہاں چھوڑے گئے کہتے ہیں ما افرطت من القوم احدا ای ما ترکت یا یہ معنی انہم معجلون یعنی آگ کی طرف اپنے اعمال سے جلدی کر رہے ہیں سب سے پہلے جا رہے ہیں۔ واحدی کہتے ہیں عرب بولتے ہیں فرط الرجل اصحابہ یفرطہم فرطا وفروطا اذا تقدمہم لیہیئ لہم یعنی اوروں کے قافلہ سالار ان کو پہلے جہنم میں جھونکنے لیے جا رہے ہیں۔

تاللہ الخ سے یہ بات جتلاتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی ہم نے قوموں کی طرف رسول بھیجے تھے سو شیطان نے ان قوموں کو ایسا بہکایا کہ بری باتوں کو ان کی نظروں میں بھلا کر دکھایا۔ آج کے دن بھی وہی شیطان ان لوگوں کا رفیق بن کر بہکا رہا ہے جہنم کا رستہ بتا رہا ہے اس لیے ہم نے اے محمد تم پر قرآن نازل کیا کہ آپ ان کو مطلع کر دیں اور نیز ایمانداروں کے لیے یہ قرآن ہدایت و رحمت بھی ہے۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ
اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے سبب
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کر دیا بے شک اس میں
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (۶۵) وَاِنَّ
سننے والوں کے لیے بڑی نشانی ہے اور تمہارے لیے

ع ۸ ۱۴

لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ

چارپایوں میں بھی ایک غور کا مقام ہے کہ ان کے

مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ

پیٹوں میں سے گوبر اور خون میں سے (جدا کر کے) انہیں خالص دودھ

لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَ

پلاتے ہیں جو پینے والوں کو رچتا پچتا ہے اور

مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ

کھجور اور انگور کے پھلوں میں بھی (عبرت ہے)

تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۗ

جن میں سے تم نشہ بناتے ہو اور عمدہ روزی بھی (قرار دیتے ہو)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

بے شک اس میں بھی عقل مندوں کے لیے بڑی نشانی ہے

ترکیب

لعبرۃ اسم ان لکم خبر۔ بطونہ بطون جمع بطن بمعنی شکم بطونہ کی ضمیر انعام کی طرف راجع ہے، کیوں کہ انعام مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی۔ من بین من للابتداء متعلق ہے نسقیکم سے لبنا مفعول ثانی ہے نسقیکم کا خالصا سائغا اس کی صفت و من ثمرات الخ محذوف کے متعلق ہے لے نسقیکم من ثمرات الخ تتخذون جملہ مستانفہ یا صفت ہے محذوف کی تقدیرہ شیئا تتخذون منہ لے وان من ثمرات النخیل شیئا۔

تفسیر

قرآن مجید کا دستور ہے کہ وہ ایک اصول میں گفتگو کرکے دوسرے اصول کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ الٰہیات کے بعد معاد اور کبھی نبوات اور کبھی اصلاح اعمال اور اعتقاد عباد کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہی چاروں باتیں کتاب الٰہی کے اصل اصول ہیں۔ اسی قاعدہ سے کلام تمام کرکے اب الٰہیات میں کلام کرتا ہے اور اپنا قادر و مختار ہونا ثابت کرتا ہے جس میں توحید اور صفات باری کا کامل ثبوت ہے۔ وہ دلائل (کہ جن سے خدا تعالیٰ کا وجود اور اس کا وحدہٗ لاشریک ہونا اور ہر چیز کا اسی کے دستِ قدرت میں ہونا ثابت ہوتا ہے) پانچ قسم کے ہیں۔ اول آسمانی چیزیں جن میں سے یہاں پانی کا ذکر کرتا ہے واللہ انزل من السماء کہ اللہ نے آسمان سے یعنی بادلوں سے پانی برسایا جس سے مردہ زمین یعنی خشک زمین زندہ ہوجاتی ہے یعنی ہری بھری جڑی بوٹیاں گھاس اور درخت اور کیا کیا کارآمد انسان چیزیں اگتی ہیں جس سے اس کے آثار رحمت و قدرت نمودار ہیں۔ دوم انسان کے حالات اور اس کی پیدائش۔ سوم حیوانات کی پیدائش اور ان سے انسان کے لیے نفع دینے والی چیزوں کا پیدا کرنا جن کی طرف وان لکم فی الانعام لعبرۃ الخ میں اشارہ ہے کہ حیوانات گائے بھینس بھیڑ بکری اونٹنی وغیرہ کا دودھ بھی ایک غور کرنے کی بات اور اس کی بڑی نشانی ہے۔ اس کو ہم پلاتے ہیں، پر یہ تو دیکھو کہ وہ کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ جانوروں کے شکم میں گھاس جا کر گوبر لید مینگنی بن جاتی ہے اس کا عطر کھنچ کر جگر میں گیا اور جگہ بقول حکماء خالص خون بنتا ہے پھر عروق کے ذریعہ سے وہ خون ان جانوروں کے تھنوں میں (پستانوں میں جو نرم گوشت ہے اور جس کی تاثیر یہ ہے کہ خون کو دودھ کرتے) دودھ بن جاتا ہے غور

ل ہو اسم جمع لا جمع ولذلک عدہ سیبویہ فی المفردات المبنیہ علی افعال کاخلاق واکیاش ۱۲ منہ

ل۲ جن سے یہ بھی ثبوت ہوتا ہے کہ جس طرح ایک سال زمین برسات میں ہری بھری ہوتی ہے سیکڑوں بوٹیاں (باقی بر صفحہ آیندہ)

غور کرو کہ گوبر اور خون میں سے جو شکم میں ملے جلے تھے ایک دوسرے کا کس طرح سے امتیاز کرتا ہے اور ان میں کو خوشگوار شیریں دودھ کس طرح نکال کر تمہیں پلاتا ہے پھر یہ کام بجز اس کے اور کون کر سکتا ہے؟ دیکھو وہ کیسا منعم ہے۔ چہارم نباتات میں سے یہاں کھجور اور انگور کا ذکر کرتا ہے کہ تتخذون منہ سکرا اس سکر سے مراد شراب ہے چونکہ خطاب قریش مکہ کی طرف ہے اور نیز مکہ میں شراب حرام نہیں ہوئی تھی بلکہ مدینہ میں آکر حرام ہوئی اس لیے ان لوگوں کو ان کے فوائد بتلاتا ہے اور حنفیہ فرماتے ہیں سکر سے مراد نبیذ ہے یعنی کھجور یا انگور کا شیرہ جس کو یہاں تک جوش دیا جاوے کہ دو حصہ جل جاویں پھر اس میں نشہ نہیں ہے یہ حلال ہے۔ ورزقا حسنا یعنی تم انگور اور کھجور سے سکر اور اچھی چیزیں کھانے کی بناتے ہو سرکہ اور شکر اور بہت چیزیں بنتی ہیں اور وہ خود بھی عمدہ غذائیں اور نفیس میوے ہیں پھر یہ کس کی بنائی ہوئی ہیں کس نے ان میں لذت اور شیرینی پیدا کی اور پہاڑ زمین دریا میں کا ذکر آچکا ہے۔

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا

اور درختوں میں اور ان چھپروں میں جنہیں لوگ

يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ

چھاتے ہیں اپنے چھتے بنا پھر ہر قسم کے میوے کھایا

الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا

کرے۔ پھر اپنے رب کی راہوں میں سہولت کو آ کر چلا کرے

يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

ان کے پیٹوں میں سے ایک ایسا شربت نکلتا ہے جس کی مختلف

أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ إِنَّ فِي

رنگتیں ہوتی ہیں اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے بےشک اس میں

ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾

بھی غور کرنے والوں کے لیے بڑی نشانی ہے۔

ترکیب

ان مفسرہ ہے اوحی کی بعد تفسیر اوحی کی لفظ نحل اگرچہ مذکر ہے مگر معنی کے لحاظ سے مؤنث کا صیغہ اتخذی لایا گیا من الجبال اتخذی کا مفعول و من الشجر معطوف ہے من الجبال پر ذللا جمع ذلول کی یہ حال ہے ضمیر اسلکی سے یا سبل سے لے اسلکی سبیل ربک وانت ذلول منقادۃ او اسلکی سبل ربک حال کونہا مذللۃ ذللہا اللہ تعالیٰ وسہلہا یخرج جملہ مستانفہ ہے جس میں شہد کی مکھیوں کے الہام کا نتیجہ بتاتا ہے۔

تفسیر

حیوانات میں چرندوں میں سے دودھ کا نکالنا بیان ہو چکا۔ اب پرندوں میں جو کچھ منافع انسان کے لیے رکھے ہیں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ پایوں کو وہاں چارپایوں سے دودھ نکالنا بیان کیا تھا جن کو انسان دانہ چارہ بھی کھلاتا ہے یہاں پرندوں سے شہد کا نکلنا بیان فرماتا ہے ان پرندوں میں سے کہ جن کو نہ کوئی رکھا ہوا ہے وہ کون شہد کی مکھیاں جن کو عربی میں نحل اور ہندی میں مُوہال کہتے ہیں اور ان کے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) ... متعلق ہیں پھر وہ سب خشک ہو کر ... ہو جاتی ہیں اس کے بعد سال آئندہ میں پھر ویسی ہی چیزیں دنیا میں پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح زمین کے کھیت پر انسان بھی قدرت کے معدوم ہوتے ہیں اس کھیت کو بھی وہ فنا ہو جانے کے بعد قیامت میں حیات کی دوسری فصل سے پھر زندہ کر سکتا ہے اس میں مسئلہ حشر و اجساد کا بھی ثبوت ہے۔ اور عبرت کے معنی قیاس کرنے کے یہاں زیادہ چسپاں ہے ۱۲ منہ

لے اول الاولاد بہ جنس ۱۲

لفظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نہ صرف انسان کو انبیاء کی معرفت ہم وحی والہام کے ذریعہ سے ان کے فوائد دنیاویہ واخرویہ تعلیم کرتے ہیں بلکہ حیوانات خصوصاً پرندوں کو بھی ان کے کار آمد باتیں الہام ہوتی ہیں جس کو الہام فطری کہنا چاہیے مگر کم بخت انسان اپنے روحانی سرداروں کا مقابلہ کرتا ہے برخلاف مکھی کے کہ ان میں جو ایک بڑی مکھی ہوتی ہے جس کو یعسوب کہتے ہیں سب اس کی اطاعت کرتی ہیں۔

ان اتخذی الخ یہ پہلی بات ہے جو ان کے دل میں القاء کی گئی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں کی چوٹیوں یا پتوں میں اپنا گھر بنائے اور نیز ان چھتوں میں بھی کہ جن کو انسان چھاتے ہیں، چھپر وغیرہ یا انگور کی بیلوں کے چھتوں میں تاکہ ہر ایک کا وہاں ہاتھ نہ پہنچے ان کے گھر کو کوئی نہ بگاڑے یا زمین سے مرتفع رہنے میں ابخرات وقاذورات زمین کا ان تک اثر نہ پہنچے پھر ان کے گھروں کو یعنی سوراخوں کو دیکھیے کہ مسدس بنے ہوئے ہوتے ہیں جس سے ذرا بھی جگہ بے کار نہیں جاتی اور کس پرکار سے بنے ہوتے ہیں کہ ذرا بھی کم زیادہ نہیں ہوتے۔

ثم کلی من کل الثمرات پھر یہ القا ہوا کہ بلا قید ہر قسم ع ۹ / ۵ / ۱۵
کے پھل کھایا کرے۔ بعض کہتے ہیں درختوں کے پتوں پر شبنم کی وجہ سے ایک شیریں چیز جمی ہوتی ہے اس کو مکھیاں چاٹتی ہیں اور وہی شہد ہے۔ بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ ان کے پیٹ میں ہر چیز جاکر شہد ہو جاتی ہے اور چونکہ پھلوں میں مٹھاس ہے بیشتر شہد کی مکھیاں انہیں کو کھاتی ہیں۔

فاسلکی سبل ربک ذللا یہ وہ تیسری بات ہے جو ان کو الہام کی گئی ہے۔ جو علماء ذللا کو سبل ربک سے حال ڈالتے ہیں وہ یہ معنی قرار دیتے ہیں کہ آنے جانے کے رستے جو خدا نے مکھیوں کے لیے سہل کر رکھے ہیں ان کو چلنے کا القا کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے جعل لکم الارض ذلولا۔ بعض کہتے ہیں یہ ضمیر اسلکی سے حال ہے تب ذللا کے معنی منقاد اور فرماں بردار ہو کر چلنے کے ہیں۔ سبل ربک وہ اس کے سوراخ ہیں جن کو اللہ ہی نے بنایا ہے اور مسخر ہو کر چلنا بنایا یعنی سمٹ کر کیوں کہ پر کھول کر مکھی ان میں نہیں گھس سکتی نہ نکل سکتی۔ یہ ہیں ذللا کے معنے۔

یخرج من بطونہا شراب یہ نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ مختلف رنگ کا شہد ان کے پیٹ سے نکلتا ہے سفید زرد جس میں بیشتر امراض کے لیے شفاء ہے۔ بعض کہتے ہیں فیہ شفاء للناس قرآن مجید کی بابت جملہ ہے کہ قرآن میں ہر روحانی مرض کی شفاء ہے وہ کس طرح دلائل سے توحید و دار آخرت نبوت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ شہد میں شفا ہونے کے یہ معنی کہ اکثر امراض کی شفاء ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ
اور اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہی تم کو مارتا بھی ہے اور بعض تم میں سے
مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ
نکمی عمر تک بھی پہنچائے جاتے ہیں کہ جن کو علم کے
بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (۷۰)
بعد کچھ بھی معلوم نہیں رہتا بے شک اللہ بڑا علم اور قدرت والا ہے
وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي
اور اللہ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں فضیلت
الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ
دی ہے پھر جن کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی
رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
روزی اپنے غلاموں کو نہیں دے ڈالتے
فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
تاکہ پھر وہ ان کے برابر ہو جائیں پھر کیا اللہ کی نعمتوں کا
يَجْحَدُوْنَ (۷۱) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ
انکار کرتے ہیں اور اللہ نے تمہارے لیے تمہیں میں سے

مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم

جوڑے (یعنی بیبیاں) پیدا کیے اور تمہاری بیبیوں سے

مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً وَ

تمہارے واسطے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور

رَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ

اور اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں پھر وہ کیوں جھوٹے

يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ﴿٧٢﴾

معبودوں پر ایمان رکھتے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ

اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں کہ جو آسمانوں اور

لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

زمین سے ان کی روزی کا ان کے لیے کچھ بھی اختیار نہیں

شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٧٣﴾

رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں۔

ترکیب

شیئا بصریوں کے نزدیک مصدر سے منصوب ہے اور کوفیوں کے نزدیک یملک سے فہم فیہ سواء بجہاد غیرے لئن کہ یہ جو واقع ہے موقع میں فعل و فاعل کے کالتقدیر الذین فضلوا برادی رزقہم ملکت ایمانہم فیستوا

یؤمنون فعل منصوب ہے جواب نفی ہو کر اور مرفوع بھی ہو سکتا ہے شیئا رزقا سے منصوب ہے اگر اس کو مصدر مانا جاوے اور اگر بمعنی مرزوق لیا جاوے تو اس سے بدل ہے۔

تفسیر

ان آیات میں انسان کے حالات سے استدلال کرتا ہے۔

اول واللہ خلقکم الخ کہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا نطفہ کا رحم میں انسان بنانا اور اس کے موافق اس کو اعضا عطا کرنا یہ ضرور کسی مدبر حکیم کا کام ہے۔ طبیعت اور مادہ تو خود بے شعور ہے اور اچھا یہ بھی سہی تو پھر طبیعت اس میں کس نے رکھی ہے؟ ثم یتوفکم پھر بھی اس کے آثار قدرت کہ ہر ایک قاطع سے کسی حکیم فیلسوف سے موت کا بندوبست نہیں ہوا نہ ہوگا۔ ومنکم من یرد الخ کسی کو ایسی بڑی عمر تک پہنچانا جس میں کہ تمام علوم و فنون بھول جاوے پھر وہی لڑکپن آ جاتا ہے اسی کا کام ہے ان اللہ علیم قدیر ان امور کی حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو وہی جانتا ہے۔

دوم واللہ فضل الخ کہ کوئی غنی ہے کوئی فقیر ہے یہ بھی اسی کی طرف سے ہے اگر یہ بات عقل و علم پر موقوف ہوتی تو کوئی بے عقل جاہل مالدار اور عالم و دانا مفلس نہ ہوتا حالانکہ معاملہ بالعکس ہے۔ پھر فما الذین سے یہ بات ثابت کرتا ہے کہ ہر چند روزی رزق ہم دیتے ہیں مگر یہ اپنے

سے انسان ہے کہ ماں کے پیٹ سے جو اس کی پہلی منزل ہے اپنی عمر کی منزلیں بے اختیار طے کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اس کی عمر کی ریل گاڑی کس سرعت کے ساتھ رات دن کے اسٹیشنوں کو طے کرتی ہوئی جا رہی ہے۔ یہ روکنا چاہے کہ چند روز لڑکپن یا جوانی کے ملک میں ٹھیرے تو کب ٹھیر سکتا ہے ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے — اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

سب کی منزل مقصود معبود حقیقی کے ہاں جانا ہے۔ پھر کوئی جلدی، کوئی دیر میں اپنے بڑھاپا ہو کر جاتا ہے کہ لڑکوں کی طرح سب کچھ بھول جاتا ہے۔ پھر قیامت میں اگر دوبارہ زندہ کرے تو کیا تعجب ہے جس پر کفار تعجب کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

نوکروں غلاموں کو اپنا مساوی اور برابر کا اس میں نہیں کرنا چاہتے پھر خدا تعالیٰ کیونکر اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنے برابر کر دے گا؟ لیکن تم اللہ کی نعمتوں کا انکار کر کے ان نعمتوں کو فرضی معبودوں کی طرف منسوب کرتے ہو کہ تن درستی فلاں دیوتا نے عطا کی بیٹا فلاں بزرگ نے دیا یہ کام فلاں ستارہ کی تاثیر سے ہوا یا یہ معنی کہ باوجود یکہ روزی میں تم اور تمہارے غلام برابر ہیں کچھ ان کو تم نہیں دیتے بلکہ ہم دیتے ہیں مگر پھر ہم نے تم کو فضیلت دے رکھی ہے اس کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔

سوم واللہ جعل لکم من انفسکم الخ کہ اللہ نے تمہارے لیے بیویاں بنائیں اگر مرد کو عورت نہ ملے تو دنیا کا عیش تلخ ہو جائے اس میں کسی کی حکمت اور علم اور طبیعت کو کیا دخل ہے؟ پھر عورتیں کیسی تمہاری جنس اور قبیلے کی جن کی مجانست سے تمہیں پوری موانست ہوتی ہے پھر اگر اولاد اور اہل قرابت کام آنے والے نہ ہوتے تو بھی مشکل پڑ جاتی اس لیے بنین وحفدۃ بیٹے پوتے اقارب بھی پیدا کیے اس پر رزقکم من الطیبات اچھی چیزیں کھانے کو دیں پھر اس پر بھی لوگ جھوٹے معبودوں پر ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کے منکر ہوتے ہیں کیونکہ ان نعمتوں کو اوروں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ اوروں کی عبادت کرتے ہیں، جن کو رزق روزی دینے میں نہ اختیار ہے نہ قدرت۔ ع ۱۰ / ۱۶

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

پس اللہ کے لیے (اپنی اٹکل سے) مثالیں نہ گھڑو کیونکہ اللہ ہی خوب جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ (دیکھو) اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ

عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ

ایک غلام ہے تابعدار کہ جو کسی چیز پر بھی قدرت نہیں رکھتا

وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ

اور ایک وہ شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے خوب اچھی روزی دے رکھی ہے سو وہ

يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ

اس میں سے چھپا کر اور دکھا کر خرچ کرتا ہے۔ کیا دونوں برابر ہیں؟ (وہ کہیں گے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا

نہیں تو آپ کہیے الحمد للہ (اتنا تو سمجھے) مگر ان میں سے اکثر تو یہ بھی نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

جانتے   اور خدا (دوسری) ایک مثال دو آدمیوں کی

رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ

بیان کرتا ہے کہ ان میں سے ایک تو گونگا ہے (اس پر بالکل) کچھ بھی نہیں

عَلٰي شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي مَوْلٰىهُ ۙ

کر سکتا   اور وہ (اسی لیے) اپنے آقا پر بار بھی ہے

اَيْنَـمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ

جہاں کہیں جاتا ہے بھلائی لے کر نہیں آتا   کیا یہ اور

يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ

وہ برابر ہے کہ جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتا ہے

وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾

اور وہ خود بھی سیدھے رستہ پر قائم ہے۔

ترکیب

عبدا موصوف مملوکا صفت اول لا یقدر صفت ثانی، پھر یہ بدل ہے مثلا سے ومن معطوف ہے عبدا پر یہ بھی مجموعہ میں شامل ہو کر مثل سے بدل ہوگا۔ سرا وجہرا حال ہے ضمیر ینفق سے اور اسی طرح رجلین مثلا سے بدل ہے پھر احدہما سے رجلین کا بیان ہے۔

ل حفدۃ جمع حافد کی ہے اور حافد اس کو کہتے ہیں جو بلا عذر خدمت کرے۔ حفد خدمت کرنا دعا قنوت میں بھی آیا ہے ونحفد یہاں اس کا اطلاق اقارب پر ہوا ہے جو کام آتے ہیں جس میں پوتا بھی داخل ہے۔ بعض کہتے ہیں خاص پوتے پر یہ بولا گیا ہے ۱۲

تفسیر

مشرکین رد شرک کے یہ دلائل سن کر جواب میں یہ مثالیں بیان کیا کرتے تھے کہ دنیا میں کوئی شخص بادشاہوں سے ان کے وزیروں اہل کاروں کے ذریعہ بغیر عرض حال نہیں ہو سکتی اور نیز جس طرح بادشاہوں نے اپنے تمام کارخانوں کے مختار کر رکھے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی۔ ان کے جواب میں فرماتا ہے فلا تضربوا للّٰہ الامثال کہ یہ مثالیں نہ بناؤ خدا انسان بندوں کا سا نہیں۔ ان اللّٰہ یعلم الخ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ دو مثالیں بیان فرماتا ہے جن سے یہ معلوم ہو جاوے کہ اللہ کے آگے اس کی تمام مخلوق عاجز اور اسی کی دست نگر ہے اس کے حکم بغیر ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا خصوصاً بت پرستوں کے بت کہ وہ آپ جس ہی ہیں پہلی مثل کو ضرب اللّٰہ مثلاً عبداً مملوکاً سے شروع کیا ہے کہ ایک تو غلام ہو اور غلام بھی کیسا کہ نہ تو آزاد کیا ہوا ہو نہ اسے کاروبار تجارت میں اجازت نہ ہو نہ مولیٰ نے اپنے مرنے کے بعد اس کی آزادی مقرر کی ہو نہ کسی قدر مال ادا کرنے پر اس کی آزادی معین ہوئی ہو اس پر طرہ یہ ہو کہ لا یقدر علیٰ شیء خانہ داری کے امور میں بھی کسی کو دینے لینے کی اس کو کچھ بھی قدرت نہ ہو اور ایک وہ امیر با اختیار ہو کہ جس کو اپنے مال میں چھپے کھلے ہر طرح کے تصرف کی نہ صرف قدرت ہی ہو بلکہ وہ تصرف بھی کرتا ہو پھر کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اللہ کے سوا جس قدر اس کی مخلوقات ہے کہ جس کو مشرکین پوجتے ہیں اور نئے نئے طریقوں سے ان کو حاجت برآری کا ذریعہ جان کر ان کو پکارتے اور ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں جیسا کہ عرب میں دستور تھا سب اس کے آگے اس غلام کی طرح محتاج ہے کہ جس کو اس کی اجازت بغیر کچھ بھی قدرت نہیں نہ لینے کی نہ دینے کی۔ اور امیر با اختیار کی مثال اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو ہر طرح کے تصرف کی قدرت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر کیسی بے وقوفی ہے کہ گھر کے مالک کو چھوڑ دیا اور غلام بھی ہو چھوڑ کر اس کے ایسے بے بس غلام سے سوال کیا جاوے۔ اس مثال کے بعد بھی جواب دیں گے کہ ہرگز برابر نہیں۔ اس پر فرماتا ہے الحمد للّٰہ کہ اس قدر تو سمجھے ہیں کہ دونوں برابر نہیں مگر اکثرھم لا یعلمون اکثر کو یہ بھی خبر نہیں اس قدر جاہل و بے تمیز ہیں۔

دوسری مثال وضرب اللّٰہ مثلاً رجلین میں ہے۔ یہ دو شخصوں کی مثال ہے جن میں سے ایک تو گونگا ہو اور اپاہج بھی اور نکما بھی جہاں جائے کوئی کام بنا کر نہ آئے۔ دوسرا حکیم و دانا ہو کر لوگوں کو بھی نیکوکاری عدل و انصاف کا حکم دیتا ہو اور خود بھی راہ مستقیم پر قائم ہو بھلا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ پہلے شخص سے ان کے معبود دوسرے سے وہ خدائے قادر حکیم مراد ہے۔ مشرکین دو قسم کے تھے بلکہ اب بھی ہیں ایک وہ جو پتھر یا دھات وغیرہ کی مورتوں کو پوجتے تھے ان کے معبودوں کی مثال اخیر میں ذکر کی اور ایک وہ جو بزرگوں کو پوجتے تھے ان کے لیے مثال اول ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں تو اسی کو معلوم ہیں

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ

اور قیامت کا معاملہ تو ایسا ہے کہ جیسا پلک کا جھپکنا

اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ

یا اس سے بھی قریب کیونکہ اللہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۷۷ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ

قدرت رکھتا ہے اور اسی نے تم کو تمہاری

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَـيْـــــًٔا ۙ

ماؤں کے پیٹ سے باہر نکالا کہ جس وقت تم کچھ بھی نہ جانتے تھے

وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ
اور تم کو کان اور آنکھ اور
الْاَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ
دل عطا کیے تاکہ تم شکر کرو کیا
يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ
پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ آسمان کی فضا میں (ادھر) تھمے ہوئے ہیں
مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
ان کو کون سنبھال رہا ہے اللہ کے سوا البتہ اس میں بھی
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ ع ۱۱
ایمان داروں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں اور اللہ
جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ
ہی نے تمہارے گھروں کو تمہارے لیے آرام کی جگہ بنایا اور
جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا
تمہارے لیے چارپایوں کی کھال کے خیمے بنائے
تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ
جنہیں تم اپنے سفر اور اقامت میں بہت ہلکے
اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
پاتے ہو اور ان کی اون اور روئیں
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾
اور ان کے بالوں کو بھی بہت سا سامان اور ایک مدت تک کام کی چیزیں بنا دیں
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ
اور اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کو بعض کو تمہارے لیے سایہ دار بنایا اور
جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ
تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں اور
جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
تمہارے لیے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ
اور زرہیں بھی جو تمہیں جنگ میں محفوظ رکھتی ہیں وہ یوں
يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ
تم پر اپنی نعمتیں پوری کیا کرتا ہے تاکہ
تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
تم جھکو پھر بھی اگر وہ نہ مانیں (تو اے رسول)
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ
تم کو تو صرف کھول کر حکم پہنچا دینا ہے وہ اللہ کی
نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ
نعمتیں پہچانتے بھی ہیں پھر منکر ہوتے ہیں اور
اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾
بہت سے تو ناشکر ہی ہیں۔

ترکیب

او ہو اقرب آو للتمثیل او للتخییر وقیل لشک المخاطب وقیل بمعنی بل والجملۃ تمثیل لسرعۃ وقوع القیامۃ۔ مسخرات حال من الطیر۔ سکنا بمعنی مسکون لاتعلمون جملہ حال ہے ضمیر منصوب امہاتکم سے ما یمسکہن جملہ حال ہے مسخرات سے ظعن سفر۔ اثاثا معطوف ہے سکنا پر اور دونوں میں من اصوافہا جار مجرور کا فصل مستقبح نہیں ہے کیوں کہ جار مجرور بھی مفعول ہے اور ایک مفعول کا دوسرے پر مقدم کرنا قبیح نہیں۔ الظعن بفتح العین وسکونہا کالنہر وہو سیر اہل البادیۃ من موضع الی موضع والصوف للغنم والوبر للابل والشعر للمعز۔ اکنان جمع کن وہو ما یستکن بہ۔

تفسیر

ان آیات میں خدا تعالیٰ ان کے ان معبودوں کے مقابلہ میں کہ جن کو دو مثالوں میں عاجز اور کمزور ثابت کیا تھا اپنے کمال و قدرت و احسان کو ذکر فرماتا ہے وللہ غیب الخ میں اپنا علم بیان کرتا ہے اور غیب کی نادر چیزوں میں سے

قیامت کا قائم ہونا تھا اس لیے اس کو بھی ذکر کرتا ہے کہ نہ
صرف ہم کو اس کا علم ہے بلکہ وہ ہمارے قبضۂ قدرت میں بھی
ہے پلک جھپکنے سے بھی جلد وہ ظاہر ہوگی ہم کو ہر چیز پر قدرت
ہے اس میں اس کی قدرت کا بھی اظہار ہے پھر اس قدرت کی
دلیل کرتا ہے بندوں پر احسان بھی ہے۔ واللہ اخرجکم سے
شروع کرتا ہے کہ تم کو پیدا کیا تم کو علم و ادراک دیا حالانکہ تم سے
موجود ہوئے اگر ابتک وہ حالت یاد نہ ہو تو ہوا میں اڑنے والے
جانوروں کو دیکھو کہ ادھر میں اسی کی قدرت ان کو تھامے
رہتا ہے اور اپنے اوپر روز مرہ احسانوں کو غور کرو کہ جن میں سے
ایک تمہارے رہنے کے مکانات ہیں پھر سفر کے مکانات
کہ جن کا ساتھ لے چلنا آسان ہے جانوروں کی کھال اور
بالوں کے خیمے تم کو دیے۔ عرب میں اونٹ یا اور جانوروں
کی کھال کے رنگ کر خیمے بنائے جاتے تھے اور دنبے بھیڑ کے
بالوں سے جن کو اصواف (جمع صوف) کہتے تھے اور اونٹ
کے بالوں سے جن کو اوبار (جمع وبر) کہتے تھے اور بکری کے
بالوں سے جن کو اشعار (جمع شعر) کہتے تھے خیمہ وغیرہ بناتے
تھے ان چیزوں کے بنانے کا تم کو علم دیا پھر ان سے کپڑے
کپڑے اور دریاں تیار کرتے ہو جو ایک مدت تک تمہارے کار آمد
ہوتی ہیں اور مخلوقات الٰہی میں سے ایسے اجسام بھی بنائے جن
کے سایہ میں آرام پاتے ہو اور پہاڑوں میں غار وغیرہ بھی
اس طور کے تیار کیے جن میں چھپ کر دشمنوں سے امن
پاتے ہو اور برفش وغیرہ سے بھی پناہ لیتے ہو اور تمہیں کپڑے
بننے کا بھی علم دیا کہ اس طرح کرتے بناتے ہو جن سے دھوپ
سے بچتے ہو اس کے سوا ہے کہ بھی کپڑے زرہ وغیرہ وغیرہ
بنانے سکھائے جن سے جنگ میں محفوظ رہتے ہو۔ یہ سب
ماؤں کے پیٹوں سے باہر آنے کے بعد کی انسانی علمی ترقی ہو

اور اس اور آپ کا عطا ہو وہ کا نتیجہ اس پر بھی اس
کی طرف نہ جھکیں تو حضرت ہیں جانیں رسول پر بجز پیغام رسانی
کے کوئی مطالبہ نہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ نعمتیں اسی کی طرف
سے ہیں جن میں ان کے معبودوں کا کوئی بھی دخل نہیں مگر بت
پرستی کر کے سب کا انکار کیے دیتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ
اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے پھر
لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ
نہ تو کافروں کو اجازت دی جائے گی اور نہ ان کا کوئی
يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِيْنَ
عذر قبول کیا جائے گا اور جب کہ ستمگار
ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ
عذاب دیکھیں گے پھر نہ تو ان سے عذاب ہلکا ہوگا
وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِيْنَ
اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی اور جب کہ مشرک
أَشْرَكُوْا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا
اپنے معبودوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب
هٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا
یہی تو ہمارے وہ معبود ہیں کہ جن کو ہم
نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ
تیرے سوا پکارا کرتے تھے پھر وہ انہیں جواب
الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَأَلْقَوْا
دیں گے کہ تم سراسر جھوٹے ہو اور وہ اس دن
إِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ
اللہ کے سامنے گردن جھکا دیں گے اور ان کا بنا ہوا جو کچھ تھا

ف محاورہ میں بھیڑ دنبے کے بالوں کو پشم یا اون کہتے ہیں اور شاید بکری کے بالوں پر بھی کہیں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہو مگر اونٹ کے
بالوں کو جت بھی و پست میں کہتے ہیں ۱۲ منہ

مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ

بنایا کرتے تھے سب گم گزرے ہو جائیں گے جو لوگ (دنیا میں)

كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

خود بھی منکر ہوئے اور (دوسروں کو بھی) اس کی راہ سے روکتے رہے

زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا

ان کی بدمعاشی کی سزا میں ہم ان کے لیے عذاب پر عذاب

كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ

بڑھاتے جائیں گے۔ (اس دن کو یاد کرو کہ) جس دن ہر

فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ

ایک گروہ میں سے ان کے اوپر انہیں کا ایک گواہ

اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى

لا کھڑا کریں گے اور (لائے ہیں) آپ کو ان پر گواہ بنا کر

هٰۤؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

لائیں گے (اس لیے کہ آپ پر ہم نے ایک ایسی کتاب نازل کی ہو

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ

جس میں ہر چیز کا بیان کافی ہے اور وہ مسلمانوں کے

رَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ ع ۱۲ ۶ ۱۸

لیے ہدایت و رحمت اور بشارت ہے۔

ترکیب

یوم اذکر محذوف سے منصوب۔ یستعتبون لا یطلب منهم العتبی اے الرجوع الی ما یرضی اللہ۔ قالوا ربنا جواب ہے اذا رالذین کا۔

تفسیر

منکرین انعام الٰہی اور ان کے ان بے ہودہ حرکات کا ذکر کرکے جو آخرت میں بازپرس کے قابل ہیں یوم نبعث سے لے کر آخر تک روز حشر کی کیفیت بازپرس اور حساب کتاب بیان فرماتا ہے کہ ہر قوم میں سے ایک ایک گواہ بلائیں گے جو اس قوم مشرک و کافر کے مقابلہ میں گواہی دے گا کہ ہم نے ان کے پاس توحید و احکام الٰہی پہنچائے پر انہوں نے نہ مانا اور گواہی دینے والے انبیاء یا ان کے جانشین ہیں جن سے کوئی گروہ خالی نہیں، گواہی کے بعد وہ اجازت مانگیں گے کہ ہم پھر دنیا میں جائیں، یہ قبول نہ ہوگا عذر و معذرت کریں گے یہ بھی نہ سنا جاوے گا۔ پھر مشرکین دنیا میں اللہ کے سوا جن معبودوں کو پوجتے تھے اور ان کو حاجت روا جان کر پکارتے تھے وہاں ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ الٰہی ہم ان کو پوجتے تھے یعنی انہیں کا اشارہ تھا گویا اپنے اوپر سے الزام اٹھانا چاہیں گے۔ اس کے جواب میں وہ کہیں گے تم جھوٹے ہو ہم نے تم سے کب کہا تھا کہ تم ہم کو حاجت روا جانیو تبیانا لکل شیء اس سے دنیا کی باتیں مراد نہیں بلکہ دینی کیونکہ قرآن کے بعد اور کوئی کتاب نہیں آنے کی پھر اس میں بھی سب دینی مسائل نہ ہوں تو کیا، تبیان یعنی کھول کر بیان کرنا قرآن کا سب مسائل کو حاوی ہونا دو[1] وکیلوں کے ذریعہ سے ہے اول سنت یعنی جو کچھ قرآن کے بعد مسائل تھے ان کو ان کے اصول موجودہ سے جو قرآن میں ودیعت رکھی گئی ہیں رسول نے بیان کر دیا اور جو ان سے بھی بچے ان کو مجتہدین نے استنباط کرکے بیان کر دیا اور آیندہ استنباط کے اصول فقہ میں قواعد مقرر کر دیے اس اعتبار سے مجتہدین بھی قرآن کے وکیل یا ترجمان ہیں غیر مجتہد کو بضرورت ان کی تقلید کرنا قرآن کو ماننا ہے۔

[1] کیونکہ اگر یہ دو وکیل تسلیم نہ کیے جاویں تو دعویٰ تبیانا لکل شیء صحیح نہ ہو کس لیے کہ بہت سے مسائل نصوص قرآنیہ میں نہیں ہاں احادیث میں ہیں۔ اسی طرح بہت سے احادیث میں بھی نہیں وہ استنباط قرآن و احادیث سے ظاہر ہوتے ہیں اس لیے اس مقام پر بیضاوی وغیرہ لکھتے ہیں من امور الدین علی التفصیل او الاجمال بالاحالۃ الی السنۃ او القیاس انتہی ۱۲ منہ

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَ
خدا امر انصاف کرنے کا اور سلوک کرنے کا اور
إِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ
قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور بری بات
وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
اور ظلم سے منع کرتا ہے تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ
تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ
تم سمجھو اور پورا کرو تم عہد خدا کا
إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ
جب عہد کیا کرو اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد
بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ
نہ توڑا کرو حالانکہ کر چکے ہو تم اللہ کو اپنا
عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا
ضامن بھی کر چکے ہو بے شک جو کچھ کرتے ہو
تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ
سب جانتا ہے اور اس عورت جیسے نہ ہو جو اپنا
غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا
سوت مضبوط کاتے کو توڑ ڈالے
تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ
کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں دغا کا ذریعہ بنانے لگو اس
أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ
سبب سے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے زبردست ہے
إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ
اللہ اس سے تمہاری آزمائش کرتا ہے اور قیامت کے دن ضرور ظاہر کر دے گا
لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ
اور جس چیز میں تم اختلاف کرتے ہو اس کو قیامت کے دن
تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾
ظاہر کر دے گا۔

ترکیب

انکاثاً جمع نکث بمعنی المنکوث ای المنقوض، شکستہ، مفعول ثانی ہے کیوں کہ نقضت بمعنی صیرت اور حال بھی ہو سکتا ہے غزلہا سے تتخذون جملہ حال ہے ضمیر تکونوا سے ان تکون اے مخافۃ ان تکون امۃ اسم کان ہی اربی جملہ خبر کان۔

تفسیر

روز حشر کی کیفیت کے بعد وہ باتیں ذکر فرماتا ہے کہ جن پر عمل کرنے سے حشر میں کامیابی ہو۔ ان اللہ الخ اس آیت میں انسان کے مکارم اخلاق و تدبیر منزل سیاست مدن کے سب مسائل آ گئے جن کی تفصیل کو ایک دفتر درکار ہے انسان کے یا تو وہ معاملات ہیں جو خدا تعالیٰ سے متعلق ہیں عقائد صحیحہ و اعمال صالحہ یا وہ ہیں جو باہم آپس میں ایک دوسرے کے متعلق ہیں جیسا خرید و فروخت سیاست حق والدین و اولاد و اقارب کے ساتھ برتاؤ۔ ان دونوں قسموں کے پھر صدہا اقسام ہیں پس ان سب کو اس طور پر ادا کرنا عدل ہے یعنی تمام معاملات سب میں ہے یہ حکم سب پر فرض ہے اس کے بعد اس پر ایک درجہ کمال کا مرتبہ ہے جس کو احسان کہتے ہیں۔ عبادات میں احسان کی تفسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تعبد اللہ کانک تراہ الحدیث رواہ البخاری کہ اللہ کی عبادت کرنے میں یہ خیال کر کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اگر یہ نہ ہو تو یوں خیال کرو وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور معاملات میں احسان اپنے حقوق اور انتقام سے درگذر کرنا غیر کو اس کے استحقاق سے زیادہ نفع پہنچانا جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جو تجھے گالی دے

لہ قال [illegible] اربی ای [illegible]
[illegible]

تو اس کو دعا دے جو تجھ سے توڑے تو اس سے رشتہ
محبت جوڑ۔ چونکہ اس احسان میں زیادہ تر منظورِ نظر
اہلِ قرابت ہیں ان سے سلوک کرنے کی بھی تیسری مرتبہ
میں تصریح فرمائی۔ اسی طرح ان تینوں باتوں کے مقابلہ میں
تین چیزوں سے منع کیا اول فحش سے خواہ وہ زبان سے
ہو گالی دینا بے شرمی کی باتیں کرنا یا افعال سے جیسا کہ زنا
لواطت وغیرہا یہ قوتِ شہوانیہ کا اثر ہے پھر منکر سے
یعنی ناپسند باتوں سے جو قوتِ غضبیہ کا اثر ہے پھر بغی یعنی
سرکشی سے جو قوتِ وہمانیہ کا اثر ہے اور یہی تین قوتیں
انسان کو ہلاکت میں ڈالتی ہیں۔ یہ ایسی جامع آیت ہے
کہ کوئی بات اس میں رہ نہیں گئی۔ عثمان بن مظعونؓ وغیرہ
بہت سے لوگ اس آیت کی وجہ سے مشرف باسلام
ہوئے۔ اس کے بعد قسم اور عہد کی پابندی کی تاکید فرماتا
ہے جس پر تمام دینی و دنیاوی کاموں کا دارومدار ہے۔
اور فرماتا ہے کہ قسم کھا کر نہ توڑو جس طرح کوئی بے وقوف
عورت سوت کات کر توڑ ڈالے۔ بعض کہتے ہیں کہ
قریش میں ایک ایسی عورت تھی۔ بعض کہتے ہیں محض
تمثیل مقصود ہے۔ کسی خاص عورت کی طرف اشارہ
نہیں۔ جاہلیت میں ایک قوم سے ہم قسم ہونے
کے بعد جب ان کے مقابلہ میں دوسری زیادہ قوی قوم کو
دیکھتے تھے تو قسم توڑ کر ان کے ساتھ ہو جاتے تھے،
اس سے بھی منع کرتا ہے کہ یہ آزمائش کا مقام ہے۔
عہد سے ہر عہد عموماً مراد ہے مگر اس میں بالخصوص
اُس عہدِ الست اور اس کے بعد اس عہد یعنی بیعت کی
طرف بھی ایماء ہے جو مسلمانوں نے رسولِ کریم ﷺ سے
بوقتِ قبولِ اسلام باندھا تھا کہ جو کچھ ہو اُس پر
ثابت رہنا اور اس کے مقابلہ میں جو کفار اسلام
سے پھیر لانے میں شبہات و شکوک پیش کرتے ہیں ان
کی طرف التفات نہ کرنا کیونکہ وہ سب طمع کاری

ہے جس کو اللہ قیامت میں تختِ عدالت کے سامنے
کھول دے گا۔ ان آیات میں کس خوبی کے ساتھ معاد کے
مسئلہ کو احکامِ مفیدہ کے بعد بیان فرمایا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً
اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا
وَلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ
لیکن جس کو چاہتا ہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت
يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ
کرتا ہے اور البتہ تم سے پوچھا جاوے گا کہ تم کیا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ
کرتے تھے اور نہ تم اپنی قسموں کو آپس کے
دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا
فساد کا سبب بناؤ کہ جمے پیچھے قدم اکھڑ جائیں
وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ
اور تم کو اللہ کے رستے سے روکنے کا مزہ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾
چکھنا پڑے اور تمہارے لیے بڑی سزا بھی ہو
وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۭ
اور نہ اللہ کے (نام کے) عہد کو تھوڑے سے داموں پر بیچو
اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ
تم جانتے ہو جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تو تمام ہو جاتا ہے
وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ
اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہتا ہے اور ہم صبر کرنے
صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا
والوں کو ان کے اچھے کاموں کا ضرور بدلہ

يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ

دیں گے ۔ جو کوئی نیک کام کرے

ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ

مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو دنیا میں بھی اس کو

حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ

زندگی پاکیزہ بسر کرائیں گے اور آخرت میں بھی ان کے

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٧﴾

کاموں کا ضرور عمدہ بدلہ دیں گے ۔

ترکیب

فتزل جواب ہے نہی لا تتخذوا کا و تذوقوا جواب پر معطوف۔ انما متصل لکھا جاتا ہے ورنہ یہ اِنّ اور ما موصول ہے۔ ہو ضمیر اس کی طرف راجع من ذکر او انثیٰ من کا بیان ہے وھو مؤمن جملہ حال ہے من سے فلنحیینہ جواب ہے من عمل کا ولنجزینہم اس پر معطوف۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ جس چیز میں تم اختلاف کرتے ہو یعنی بعض تم میں سے اپنے طریقہ کو اچھا کہتا ہے اور بعض اس کو برا کہتا ہے اس سے سوال ہوگا۔ اس پر مخالفین کو کسی وجہ ہے کہ یہ اختلاف بھی قضا و قدر سے ہے ورنہ خدا چاہتا تو سب کو امۃ واحدۃ یعنی متفق العقائد والمذہب کر دیتا مگر جو ہدایت و گمراہی اس کے ہاتھ میں ہے پھر اس پر اس سے کون سوال ہو سکتا ہے کہ تو نے یوں کیوں کیا بلکہ تم سب سے سوال ہوگا کہ تم کیا کیا کرتے تھے؟ موت کے بعد ہی اس سوال وحساب کا وقت آجاتا ہے۔ ولا تتخذوا ایمانکم سے پھر اسی قسم و عہد پر قائم رہنے کی تاکید و تہدید فرماتا ہے۔ دستور تھا اور اب بھی ہے کہ قسم کھا کر دوسرے کو فریب دیتے تھے اس سے منع کرتا ہے اور نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعض قبائل عرب ایسا کیا کرتے تھے۔ فرماتا ہے کہ اگر قسم توڑ کر بدعہدی کروگے اور قدم جما کر پھسلاؤ گے تو دنیا ہی میں برا مزہ چکھو گے اور آخرت میں بھی عذاب الیم پاؤ گے۔ ولا تشتروا بعہد اللّٰہ عہد الٰہی دین اور خدا کے رسولؐ کی فرماں برداری کا اقرار ہے جو ازل میں ہر ایک نے کیا تھا اور نیز دنیا میں بھی زبان سے لوگ حضرتؐ سے عہد کرتے تھے اور خدا کے نام پاک کی قسم کھا کر اقرار کرنا یہ بھی عہد الٰہی ہے۔ پھر اس عہد کو بیشتر لوگ دنیاوی طمع میں آکر یا اس پر قائم رہنے میں مال کا نقصان جان کر توڑ ڈالتے تھے اس کو تھوڑے سے داموں پر فروخت کرنا فرمایا اور اس سے منع کیا اور پھر دنیا کی بے ثباتی بیان کی کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اس کو فنا ہے خود تم کو بھی فنا ہے اور خدا کے ہاں جو کچھ اجر آخرت ہے وہ ہمیشہ رہے گا اور جو اس امر میں تکالیف و خسارت مال کی برداشت کرے گا عہد الٰہی پر قائم رہے گا۔ خدا اس کے اچھے عملوں کا اچھا بدلہ دے گا۔ من عمل الخ سے عام بندوں کو بشارت بشرطیکہ وہ مومن ہوں اطلاع دیتا ہے کہ نیکوں کو دنیا میں بھی خوش رکھیں گے اور آخرت میں بھی اجر نیک دیں گے۔

ف حیات طیبہ کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ ابن عباسؓ و سعید بن جبیر و ضحاک و عطا کہتے ہیں دنیا میں رزق حلال نصیب ہونا آخرت میں اعمال صالحہ کی عمدہ جزا پانا حیات طیبہ ہے۔ حسن بصری و وہب بن منبہ کہتے ہیں قناعت سے بہتر کوئی حیات طیبہ ہے۔ کس لیے کہ کوئی دولت بوجب قناعت نہیں مل سکتی ہے جس کو طلب جاہ و مال میں راحت ہے کسی نعمت کا مزہ نصیب نہیں ہونے دیتی۔ امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں خدا کی اطاعت میں عمر بسر کرنا حیات طیبہ ہے۔ ابوبکر وراقؒ (باقی صفحہ آئندہ)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ

پھر (اے نبی) جب آپ قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود (کے شر)

مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَیْسَ

سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو کیونکہ اس کا

لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى

ان پر کچھ بھی قابو نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے

رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ

رب پر بھروسہ کرتے ہیں اس کا قابو تو انہیں پر

عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِیْنَ هُمْ

چلتا ہے کہ اس کو دوست رکھتے ہیں اور خدا کے ساتھ

بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ۱۳ ع ۱۱ ۱۹

شریک ٹھیرایا کرتے ہیں۔

ترکیب

فاذا قرأت لے اردت قراءۃ شرط فاستعذ جواب سلطانہ اے الشیطان مبتدا علی الذین خبر یتولونہ اے الشیطان والذین معطوف ہے الذین پر مجرور ہے علی کا بہ اے اللہ، اے سلطان الشیطان علی الذین یشرکون باللہ۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا من عمل صالحًا الخ اور نیک کاموں میں قرآن مجید کا پڑھنا ایک اعلیٰ درجہ کا کام ہے اور انسان جب قرآن پڑھتا ہے تو اس کی قوتِ ملکیہ کو غلبہ اور بہیمیہ کو رجوع (شیطان ابلیس یا اس کی ذریت کا مرکب ہے) کمزوری حاصل ہوتی ہے تب شیطان اس کی اعانت کے لیے اس فعل میں تشویشات ڈالتا ہے اس لیے اس کے دفعیہ کے لیے خدا تعالیٰ سے پناہ لینی چاہیے۔ من جملہ تشویشات شیطانیہ کے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کو اس کے نیک کام پر غرور و خود بینی کی طرف ابھارتا ہے اس لیے فرمایا فاذا قرأت القرآن الخ آیت میں گو خطاب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر مراد سب لوگ ہیں کس لیے کہ جب ایسے بڑے جلیل القدر انبیاء کو پناہ مانگنے کا حکم ہوا تو اوروں کو بدرجۂ اولیٰ حکم ہے اور اسی طرح جب قرأت قرآن کے وقت استعاذہ[لہ] کا حکم ہے۔ حالانکہ قرآن کی حفاظت کا بارگاہِ الٰہی نے ذمہ بھی لے لیا ہے بقولہ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ وبقولہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون تو اور کاموں میں بھی استعاذہ بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہیے۔

جمہور کے نزدیک یہ حکم ندب کے لیے ہے خواہ قرآن نماز میں پڑھا جاوے یا نماز سے باہر تو اول میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا مندوب یعنی بہتر اور عمدہ بات ہے

لہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فرماتے ہیں خدا کی اطاعت میں نصرت پانا حیاتِ طیبہ ہے۔ سہل تستری فرماتے ہیں اپنی جملہ تدابیر کو خدا کے حوالے کرکے راحت سے گزارنا حیاتِ طیبہ ہے۔ فقیر کہتا ہے دنیا میں عافیت سے نیک نامی کے ساتھ جینا اور رضاء الٰہی اور ثواب آخرت کما کر ساتھ لے جانا اور بعد میں ذکرِ خیر اور حسناتِ باقیہ چھوڑ جانا حیاتِ طیبہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کفار اور دشمنوں کو اموں تنہا عزت و شوکت سے بسر کرنا ان کا محکوم رہ کر نہ جینا حیاتِ طیبہ ہے اور صحابہ چونکہ ابتداء اسلام میں بڑی سخت حالت میں تھے اسی کا ان کو وعدہ کیا جاتا ہو جس کو اس نے بہت جلد پورا کیا وہ گدا اور مساکین اس عہد پر قائم رہنے کے سبب بہت جلد سرسبز سلطنتوں کے فرماں روا اور شاہان عادل ہوگئے یہاں تک کہ عرب کی قومی عزت دنیا کی نگاہوں میں ثابت ہوئی ۱۲ منہ

مگر عطاؒ ظاہر الفاظ پر خیال کر کے اس حکم کو وجوب پر محمول کرتے ہیں یعنی استعاذہ واجب ہے خصوصاً جب کہ قرآن نماز میں پڑھا جائے۔ شافعیؒ کہتے ہیں چونکہ نماز کی ہر رکعت میں قرآن کا پڑھنا ایک ایک مستقل پڑھائی ہے اس لیے ہر رکعت میں جب کہ قرآن پڑھا جائے اعوذ کہنا چاہیے۔ مگر حنفیہ وغیرہم فرماتے ہیں کہ سب رکعات کا حکم ایک ہے متعدد قراءت نہیں بلکہ یہ ایک ہی قراءت ہے سلام پھیرنے تک۔ اس لیے ایک بار اعوذ کہنا اول ہی کافی ہے۔ فاستعذ کی ف تعقیب کے لیے ہے اس کے ظاہری معنی پر خیال کر کے اہل علم کی ایک جماعت جن میں ابوہریرہؓ اور امام مالکؒ اور داؤد ظاہری وغیرہ ہیں یہ کہتے ہیں کہ قراءت کے بعد اعوذ کہنی چاہیے تاکہ جو اس کو نیک کام سے عجب پیدا ہو دور ہو جاوے۔ مگر جمہور اس کے برخلاف ہیں کیونکہ محاورہ کے موافق افعال سے مراد ان افعال کا ارادہ کرنا ہوتا ہے جیسا کہ آیا ہے اذا اکلت فقل بسم اللہ۔ واذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم جس سے یہ مراد نہیں کہ جب کھا چکو تب بسم اللہ کہو بلکہ جب کھانے کا قصد کرو پہلے بسم اللہ کہو اسی طرح یہاں حکم ہے اور اسی کو عقل چاہتی ہے۔ اس حکم سے یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ شیطان کو بھی انسانی کاموں میں قدرت تصرف ہے نیک و بد سب پر اس کا زور چلتا ہے اس شبہ کو اس قول سے دفع کر دیا انہ لیس لہ سلطان کہ ایمان داروں اور خدا پر بھروسہ کرنے والوں پر اس کا کچھ بھی زور نہیں چلتا بھی بشریت سے جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے دفع ہو جاتا ہے وہ اس پر جمتے نہیں اور جو گناہ بھی سرزد ہو جاتا ہے اس کے وسوسے تو اس کے بعد وہ توبہ و استغفار کر کے اس کو دھو ڈالتے ہیں۔ ہاں اس کا زور تو انہیں پر چلتا ہے جو اس کو دوست بنائے رکھتے ہیں یعنی قوت بہیمیہ اور لذائذ شہوانیہ میں گرفتار ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں۔ ۷

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّ
اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں حالانکہ
اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ
خدا جو کچھ نازل کرتا ہے اس کو خوب جانتا ہے تو کہتے ہیں کہ
اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
تو از خود گھڑ لیتا ہے (نہیں نہیں) بلکہ اکثر ان میں سے
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ
جانتے ہی نہیں آپ کہہ دیں کہ اس کو روح القدس
الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ
تیرے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ لائے ہیں تاکہ ایمانداروں کو
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى
ثابت قدم رکھے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت
لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ
اور خوشخبری ہو اور ہم خوب جانتے ہیں کہ
يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ
وہ کہتے ہیں کہ اس کو ایک آدمی سکھا جاتا ہے حالانکہ جس کی
الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ
طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور
هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾ اِنَّ
یہ (قرآن) تو صاف عربی ہے بے شک
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ
جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے
لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اللہ بھی ان کو ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لیے آخرت میں
اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ
سخت عذاب ہے۔ جھوٹ تو وہی بنایا کرتے ہیں
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ
جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور (در اصل) وہی جھوٹے ہیں ۔

ترکیب

اذا شرطیہ واللہ اعلم بما ینزل جملہ معترضہ شرط اور جزا ہیں قالوا جملہ جواب شرط ۔ مفتر صیغہ اسم فاعل افتریٰ یفتری سے تی تحرکیٰ مفتری تھا ۔ وہ ہی ولشری دونوں محل نصب میں ہیں مفعول لہ ہونے کی وجہ سے ان کا لیثبت پر عطف ہے تقدیرہ لان یثبت ۔ اعجمی لسان الذی کی خبر لایھدیھم خبر ہے ان کی الذین یفتری کا فاعل ۔ افترا کسی پر جھوٹ سے کوئی بات بنانا ۔ العجمۃ الاخفاء وھی ضد البیان والعرب یقال رجل اعجمی وامرأۃ عجمیۃ ورجل اعجم وامرأۃ عجماء لایفصحان ۔ وقیل العجمی منسوب الی العجم والاعجمی من لایفصح سواء کان من العرب او العجم وقیل الاعجمی من لایفصح والاعجم الذی من العجم وقال الراغب الاصفہانی بالعکس یعنی الاعجمی الذی من العجم والاعجم من فی لسانہ عجمۃ وان کان من العرب ۔

تفسیر

اس مقام سے منکرین نبوت کے شبہات کا جواب شروع ہوتا ہے (۱) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب ایک آیت میں کوئی سخت حکم نازل ہوتا اور اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل ہوتی جس میں حکم نرم ہوتا تھا تو قریش کہتے تھے کہ محمد تمسخر کرتا ہے اور از خود جو چاہتا ہے بنا کر سنا دیتا ہے ۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی (کہ) ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلنے سے مراد احکام آیات میں نسخ واقع ہونا ہے جس پر کفار قریش کو اعتراض تھا ۔ واللہ اعلم بما ینزل جملہ معترضہ ہے کہ انہیں کیا خبر ہے حقیقت قرآن و مصالح نسخ اللہ ہی جانتا ہے پھر اس کا جواب دیتا ہے کہ کہہ دو میں از خود نہیں بنا لاتا ، بلکہ جبرئیل خدا کے ہاں سے لے کر نازل ہوتا ہے ۔ خلاصہ یہ کہ تم نسخ کی حقیقت سے جاہل ہو ۔ (نسخ کی پوری بحث مقدمہ تفسیر میں ہو چکی) ۔

(۲) ولقد نعلم " یہ ایک اور بے ہودہ شبہ کا جواب ہے جو کفار قریش کرتے تھے ۔ مکہ میں بعض غلام فارسی یا رومی بھی تھے جن کو صاف طور سے عربی میں بات بھی کرنی نہیں آتی تھی چونکہ وہ عیسائی یا فارسی مذہب سے کسی قدر سن سنا کر واقفیت رکھتے تھے مکہ کے جاہلوں میں وہی لائق اور عالم سمجھے جاتے تھے جیسا کہ دیہات میں ادنیٰ ملا کو بڑا مولوی سمجھ لیتے ہیں ۔ قریش کو جب کوئی اور بات عیب کی معلوم نہ ہوئی تو یہی کہہ دیا کہ اس کو روح القدس نہیں بلکہ کوئی بشر یعنی وہی غلام تعلیم کرتا ہے ۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اس کو تو عربی میں صاف طور پر بات بھی کرنی نہیں آتی اعجمی ہے اور قرآن فصیح عربی میں ہے یعنی خود اس کو کیا قوت ہے جو وہ اور کو ایسے مضامین الہامیہ تعلیم کرے گا اور پھر ان کو اس پاکیزہ عربی زبان میں بھی اس فصاحت سے لا دے گا کہ جس کا مثل مکہ کے تمام فصحا سے نہ ہو سکا ۔

ف الحاد میل لحد اذا مال عن القصد اور لحد جو قبر میں ایک طرف یعنی مائل وسط سے ہوتی ہے اس لیے اس کو لحد کہتے ہیں ۔ ملحد دین سے مائل یعنی برطرف ہوتا ہے اس لیے اس کو ملحد اور اس کے فعل کو الحاد کہتے ہیں ۔ ع ، ج ، م کا مادہ کلام عرب میں ابہام اور اخفاء کے لیے موضوع ہے جس کے بیان میں صفائی نہ ہو اس کو اعجمی کہتے ہیں اور اسی لیے چار پائے کو عجماء ۔ اور عرب کے سوا اور ملکوں کے رہنے والوں کو اعاجم کہتے ہیں ۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا
جو کوئی ایمان لائے پیچھے اللہ کا منکر ہو جائے مگر

مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ
وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو تو خیر

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا
لیکن جو دل کھول کر منکر ہو گیا

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ
تو ان پر ہے اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے ہے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ
بہت بڑا سخت عذاب ہے یہ اس لیے کہ انہوں نے

اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ
دنیا کے جینے کو آخرت سے عزیز سمجھا

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾
اور نیز اس لیے کہ اللہ ایسی کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کے دلوں

وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور وہی

هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي
غافل بھی ہیں ضرور وہی لوگ

الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾
آخرت میں گھاٹے میں رہیں گے

ترکیب

من کفر بدل ہے الکاذبون سے یا اولئک سے یا الکاذبون
الا من اکرہ سے اور ممکن ہے کہ مبتدا ہو فعلیہم اس کی خبر الا
من استثناء مقدم بعض کہتے ہیں مقدم نہیں بلکہ لبید کے
اس شعر کی طرح ہے۔ الا کل شیء ما خلا اللہ باطل من شرطیہ
جواب اس کا محذوف جس پر فعلیہم دال ہے۔ یہ استثناء
متصل ہے۔

تفسیر

یہاں سے پھر اسی عہد پر جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بوقت اسلام باندھا جاتا تھا اس لیے اور بھی زیادہ تر قائم رہنے کی تاکید و تہدید ہے کہ جہلاء مکہ طرح طرح کے شبہات سے دلوں میں وسوسہ ڈالا کرتے تھے اس پر مارپیٹ بھی غریب ایمان داروں سے کیا کرتے تھے کہ جو کوئی اس عہد کو توڑ کر کافر ہوگا تو اس کو سخت سزا ہے مگر ان میں سے ان مسکینوں کو مستثنیٰ کرتا ہے کہ جن کے دل میں ایمان تھا مار کے ڈر سے کلمات کفر کو منہ سے نکال دیتے کیونکہ مکہ میں کفار قریش فوراً اہل اسلام پر بہت کچھ ظلم و ستم کیا کرتے تھے اور ان کو مجبور کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف باتیں کہلواتے تھے بعض مزا اور مار کھا کھا کر اور کرتے مگر ایسی باتیں منہ سے نہ نکالتے تھے اور بعض نکال دیتے تھے اور دل سے ویسے ہی پکے اسلام رہتے مگر اس پر بھی ان کو بڑی پشیمانی ہوتی تھی اور مکہ کے کفار بھی کچھ عجب نہیں کہ ان پر جھوٹ بولنے کا طعن کرتے ہوں جیسا کہ آج کل کے متعصبین بھی کہا کرتے ہیں کہ اسلام نے جھوٹ کی اجازت دی۔ اس لیے کذب کی برائی کے بعد اس مسئلہ کا بھی ذکر فرمایا اور اس میں ایمان لا کر کافر ہونے کی سزا بھی بیان ہو گئی۔ من کفر باللہ الخ یعنی جھوٹے وہی ہیں جو ایمان لا کر کافر ہوتے ہیں یا یوں کہو جو ایمان لا کر بغیر کسی کی زبردستی کے خود بخود کفر کرے گا تو اس پر اللہ کا غضب دنیا و آخرت میں ہوگا الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان۔ مگر وہ مستثنیٰ ہے کہ اس کو کسی نے مجبور کیا ہو یا ہو بایں ہمہ اس کے دل میں ایمان

اِخ ہو اور وہ جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر زبان سے کہدے تو معاف ہے۔ منقول ہے کہ مکہ میں بہت سے مسلمانوں کو سخت ایذائیں دی گئیں بعض تو دراصل دین سے پھر گئے اور بعض نے ہر تکلیف گوارا کی مگر زبان سے بھی کلمۂ کفر نہ نکالا جیسا کہ بلالؓ و خبابؓ و سالمؓ و یاسرؓ اور سمیۃؓ ان کو مار مار کر تھک گئے۔ سمیہ کی پیشاب گاہ میں ابوجہل نے نیزہ گھسیڑ دیا وہ مرگئیں اسی طرح ان کے خاوند یاسرؓ بھی شہید ہوئے اور ان کا بیٹا عمار ظاہر میں کلمۂ کفر کہہ بیٹھا۔ لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عمار مرتد ہوگیا، فرمایا کبھی نہیں اس کا دل ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ عمار روتے ہوئے حضرتؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرتؐ نے اپنے ہاتھوں سے ان کے آنسو پونچھ کر فرمایا کچھ غم نہ کر۔ الغرض ایسی حالت اکراہ میں زبان سے کلمۂ کفر کہنے کی شرع نے اجازت دی ہے مگر صبر کرنے پر ثواب ہے۔ اکراہ کسی کو قتل[1] یا کسی عضو کاٹنے کی دھمکی دی جائے اور اس کو یقین ہو جائے تو ایسی حالت میں بظاہر ایسے قول یا فعل کی رخصت ہے مگر نہ کرنا افضل ہے۔ ذٰلک بانہم سے کفر اختیار کرنے کی وجہ ذکر کرتا ہے کہ انھوں نے زندگی دنیا کو آخرت سے بہتر سمجھا یہ ازلی گمراہ ہیں۔ آخرت میں جلیں گے خسارہ میں رہیں گے ایسے لوگوں کو ہدایت ازلی سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ اس بات کو دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر کرنے سے بطور استعارہ کے ذکر کیا۔ ۱۴۳ ع ۱۰ ۲۰

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ

پھر آپ کا رب　ان کے لیے کہ جنھوں نے مصیبت میں

بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ

پڑنے کے پیچھے بھی گھر بار چھوڑ دیا پھر جہاد کیا　اور مصائب کی برداشت کی

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۰

بے شک آپکا رب ان کی اس ساعی جمیلہ کے بعد غفور رحیم ہے

يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ

جس دن کہ ہر شخص　اپنے　ہی لیے جھگڑتا ہوا

نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

آئے گا　اور ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائیگا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۱۱ وَضَرَبَ اللّٰهُ

اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا　اور اللہ ایک ایسے

مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً

گاؤں کی مثال بیان فرماتا ہے کہ جو　امن چین سے تھا

يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ

اور اس کی روزی بھی بافراغت ہر جگہ سے چلی

مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا

آتی تھی　پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی پھر تو اللہ نے

اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا

ان کے ان برے کاموں کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے اس بات کا مزہ بھی

كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۱۲ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

چکھا دیا کہ بھوک اور خوف کو انکا اوڑھنا بچھونا بنا دیا　اور ان کے پاس انہیں میں کا

[1] ہاں تلف کرنے یا قید کرنے کی دھمکی اکراہ شرعی نہیں ایسی حالت میں خلاف اسلام حرکات کرنا قابل مواخذہ ہے کیونکہ ایسا بودا اور پلپلا اسلام بھی کوئی چیز نہیں جو ذرا بھی تکلیف کی سہار نہ ہو اور ذرا سے خوف سے نشہ اُتر جائے۔ پختہ کاری ہی تو ایک چیز ہے آفریں ہے صحابہ کی پختہ کاری پر اسلام کے لیے گھر بار چھوڑا زن و فرزند مال و جائداد چھوڑنی پڑی ماریں کھائیں زخم اٹھائے فاقے سہے اس پر بھی اپنے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہ چھوڑا ہر معرکہ پر سینہ سپر ہو کر مال و جان فدا کرنے میں کوئی بھی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ برخلاف حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کے لوگوں کے یہ بھی ایک اعجاز محمدی تھا ۱۲ منہ

رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ

رسول بھی آیا انہیں میں کا سو اس کو جھٹلایا تب ان کو

الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ظلم کرتے ہوئے عذاب نے آپکڑا۔

ترکیب

ان ربک کی خبر غفور رحیم اور ان دوسرا اور اس کا اسم تاکیداً مکرر آیا اور ممکن ہے کہ ان اولیٰ کی خبر محذوف ہو کیوں کہ ان ثانیہ کی خبر اس پر دال ہے فتنوا مجہول کا صیغہ یعنی لوگوں نے ان کو فتنہ میں ڈالا مار پیٹ کر کلمۂ کفر منہ سے نکلوایا۔ صیغہ معروف بھی آیا ہے یعنی انہوں نے ایسا کیا تھا اوروں کے ساتھ۔

تفسیر

عہد الٰہی توڑنے والوں کی سزا اور انجام کار بیان فرما کر ان کے مقابلہ میں ان لوگوں کی جزا بیان فرماتا ہے جو ایمان پر ثابت قدم رہے کفار کی ایذاؤں کو برداشت کیا آخر الامر حضرتؐ کے ساتھ جا ملے اور وہاں بھی جا کر جان توڑ اسلام میں کوششیں کیں اور اطمینان دلایا کہ جو کچھ قصور ادائے اطاعت میں ان سے اس حالت مصیبت میں ہو گیا ہے خدا غفور رحیم ہے۔ اور اگر فتنوا معروف پڑھا جاوے تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ جو مشرکوں میں سے یا کفار میں سے کہ جنہوں نے غریب مسلمانوں کے ساتھ طرح طرح کی بدسلوکیاں کر کے ان کو فتنہ میں ڈال دیا تھا تو یہ استغفار کر کے اسلام میں مساعی جمیلہ کرنے اور مصائب پر ثابت قدم رہنے پر مغفرت اور رحم کا مژدہ دیتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت عیاش بن ابی ربیعہ ابوجہل کے رضاعی بھائی اور ابوجندل بن سہیل اور ولید ابن المغیرہ و سلمہ ابن ہشام و عبداللہ بن ابی اسید ثقفی کے باب میں نازل ہوئی ہے مشرکین نے ان کو فتنہ میں ڈال کر شر پر برانگیختہ کیا تھا لیکن پھر یہ لوگ ہجرت کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں آگئے اور جہاد کرتے رہے ان کے گناہ معاف ہو گئے (معالم) ابن عامر فتنوا کو بفتح الفاء والتاء پڑھتے ہیں ان کے نزدیک یہ آیت ان مشرکین مکہ کے لیے ہے کہ جنہوں نے مسلمانوں کو فتنہ یعنی مصیبت میں مبتلا کیا تھا لیکن پھر وہ مسلمان ہو گئے ہجرت کر کے جہاد میں شریک ہوئے جیسا کہ خالد بن ولیدؓ الغرض یہ آیت توبہ کرنے والوں کے لیے مژدہ ہے اس کے بعد اس ہول ناک دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ یوم تاتی الخ جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ ایسے دن جو کسی کے لیے مغفرت اور رحمت الٰہی ظہور کرے تو کیسی بڑی چیز ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آج جو قبیلہ کی حمایت اور اپنے معبودوں کی عبادت کے بھروسہ پر کچھ نافرمانی اور بدکاری کر رہے ہیں اس دن ان میں سے کوئی بھی کسی کے کام نہ آئے گا تجادل تخاصم و تحتج اپنے ہی لیے برأت کی حجتیں پیش کرے گا ضرب اللہ مثلا سے مکہ کے بدبخت مشرکوں کو جو کعبہ کے طفیل امن سے تھے اور ہر طرف سے ان کے لیے رزق چلا آتا تھا ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے جو ہر ایک ایسی صفت کی بستی پر صادق آتی ہے جہاں کے لوگ خدا کی نعمت کی ناشکری کریں اور جو رسول سمجھانے آئے تو اسے بھی جھٹلائیں اسی بدکاری کی حالت میں عذاب الٰہی آپڑے نعمتوں کے بدلے بھوک اور پیاس اور امن کے بدلے خوف و ہراس ان پر ایسا طاری ہو کہ لباس کی طرح ہر طرف سے گھیر لے۔ پھر بتاؤ ان کا کیا حال ہوگا۔ مکہ کے مشرکوں کی امن اور نعمت پاکر رسول کی تکذیب اور مقابلہ کرنے میں وہی حالت تھی اب صرف ان پر

عذابِ الٰہی آنے کی دیر تھی جو بعد میں آیا۔ بدر میں بڑے بڑے سردار مارے گئے گھر گھر ماتم چھا گیا ادھر سات برس کا سخت قحط پڑا کہ مُردار اور چمڑوں اور کتوں کے کھانے کی نوبت آ گئی اور امن بھی جاتا رہا ہر دم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چڑھائی کا دغدغہ رہنے لگا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قریہ سے مراد خاص مکہ ہے اور انہیں کی حالت موجودہ آئندہ کی تصویر دکھائی گئی ہے بعض کہتے ہیں کہ اس صفتِ ماضیہ کا اسمِ ماضیہ میں کوئی شہر تھا جن پر انکی ناشکری کے سبب ایسی مصیبت بھوک اور خوف کی پیش آئی تھی مگر مثل میں جو قریہ ہے وہ سب کو شامل ہے تخصیص کی کرنا ضرورت نہیں۔

لباس الجوع یہ استعارہ ہے کہ لباس کو جو انسان کو ہر طرف سے ڈھانک لیتا ہے انسان کی اس مصیبت ناک حالت کے لیے استعارہ کیا ہے جو اس پر لباس کی طرح چھا جائے۔ یہاں دو چیزیں ہیں ایک مستعار یعنی لباس، دوسری مستعار لہٗ انسانی زبوں حالت بھوک ہراس، اس لیے ادراک کے لیے لفظ ذوق استعمال ہوا جو ایسی حالتوں کے ادراک میں مستعمل ہوتا ہے یہ استعارہ مجردہ ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے

غمر الرداء اذا تبسم ضاحکا
غلقت لضحکتہ رقاب المال

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا
پھر تم کو اللہ نے جو کچھ حلال طیب روزی دی ہے اس میں کھاؤ

طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ
(اور بچو) اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو

إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۱۱۴ إِنَّمَا
اگر تم اس کی پرستش کرتے ہو تم پر

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ
حرام تو صرف مردار اور خون

وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ
اور سور کا گوشت کیا ہے اور وہ چیز بھی جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام

بِهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا
سے پکاری گئی ہو پھر جو بھوک کے مارے بے تاب ہو گیا نہ تو وہ باغی ہو نہ

عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۱۱۵ وَلَا
عادی ہو (اور بحالت مجبوری ان حرام چیزوں کو بھی کھانے لگا) تو خدا غفور رحیم ہے۔ اور

تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ
جھوٹ موٹ جو تمہاری زبان پر آوے نہ

الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا
کہہ دیا کرو کہ یہ چیز حلال اور یہ

حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
حرام ہے کہ خدا پر (اپنے) بہتان باندھنے لگو

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ
کیونکہ جو اللہ پر جھوٹ بہتان

الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۱۱۶ مَتَاعٌ
باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے دنیا تو تھوڑا سا

قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۱۱۷
اسباب ہے اور (آخرت) ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

ترکیب

وما اہل اے رفع الصوت لغیر اللہ بہ والاہلال رفع الصوت عند رؤیۃ الہلال وبکاء الصبی والتلبیۃ۔ غیر باغ منصوب علی الحال من فاعل اضطر۔ الکذب بفتح الکاف والباء وکسر الذال، یہ منصوب ہے تصف کی وجہ سے ما مصدریہ اور ممکن ہے کہ بمعنی الذی ہو اور

ف اس آیت کا نزول اگر اس قحط کے بعد کا مان لیا جاوے تو یہ ربط نہایت مناسب ہے ۱۲ منہ

ما موصولہ محذوف اور الکذب اس سے بدل اور بعض الکذب
والالسن وغیرہ ابتدا میں آیا ہے۔ یہ جمع ہے کذاب مختلف کی
جیسا کہ کتاب وکتب۔ اور بعض بار السنۃ کی صفت
ہوگا۔

تفسیر

کفار کا کفران نعمت اور اس پر زوال نعمت اور
نزول عذاب بیان فرما کر مسلمانوں کو اپنی نعمتوں کے
کھانے کی اجازت دیتا ہے کہ تم ہماری نعمتوں کو شوق سے
کھاؤ پیو مگر شکر کرو کیونکہ نزول عذاب نعمتوں کے
کھانے سے نہیں بلکہ کفران ناشکری کرنے پر وابستہ ہے
لیکن نعمتوں کے کھانے میں یہ شرط ہے ہمارا نہ ہو جاؤ کہ فلاں
فلاں چیزیں جو مضر ہیں ان کو حتی المقدور نہ کھاؤ اس کے
بعد ممنوع اشیاء کا حال بیان فرماتا ہے اس کے بعد
جو پہلے انبیاء کی معرفت اشیاء ممنوع کی گئی تھیں ان کا
اس لیے ذکر فرماتا ہے کہ یہ تحریم و ممانعت کوئی نئی بات
مسلمانوں کے لیے نہیں۔ اور کبھی بعض اشیاء کسی جرم
کی سزا میں بھی حرام کر دی گئی ہیں جیسا کہ یہود کے ساتھ
ہوا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ کلوا کا خطاب ان کفار کی
طرف جن کو ناشکری میں سزا ہوئی تھی یا پھر دیگر ان کو
ہر قسم کی روزی عطا کر کے فرماتا ہے کلوا مما رزقکم اللہ
کہ لو خدا کی دی ہوئی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور
اس کا شکر کرو۔ حلالاً طیباً سے مراد پاک اور حرام
چیزوں کے کھانے کی ممانعت بھی ہو گئی تھی مگر اس کی
تصریح بھی کر دی۔ انما حرم علیکم الخ کہ مردار اور خون
اور سور کا گوشت اور وہ چیز جو غیر اللہ کے نام سے پکاری
جاوے یا وقت ذبح غیر کا نام اس پر لیا جاوے۔ پھر
یہ چیزیں بھی بحالت اضطرار درست ہیں۔ انما حصر کا
کلمہ ہے خدا نے حرام چیزوں کا انحصار ان اشیاء میں سے
انہیں چار چیزوں پر کیا ہے یہاں بھی اور سورۃ انعام میں
بھی قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم اور یہ دونوں سورتیں
مکیہ ہیں پھر سورۃ بقرہ میں بھی انہیں الفاظ کے ساتھ حصر ہے
اور سورۃ مائدہ میں احلت لکم بہیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم سے
اور مائدہ ہی میں حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما
اہل لغیر اللہ بہ میں کھول دیا اور یہ دونوں سورتیں مدنیہ ہیں
پس یہ کلمہ اور منخنقہ وغیرہ حرام چیزیں انہیں میں داخل
ہیں جیسا کہ ہم ان کے مواقع پر بیان کرتے آتے ہیں۔ انما حرم سے
افراط سے منع کیا تھا کہ مشتہی ہے ہمارا نہ ہو جاؤ کہ پاک اور
گندی چیزیں نہ کھاؤ اسی طرح ولا تقولوا سے تفریط سے منع
کیا کہ حلال چیزوں کو بھی حرام مذکور ہو افراط و تفریط ناشکری
ہے۔ ایسی ناشکری پر بلا نازل ہوتی ہے۔ ناشکری کر کے
جو اس کی نعمتوں سے مزا اٹھاتے ہیں اور مزے سے غافل
سرکش رہتے ہیں ایسے نفس پروروں کے لیے خاتمہ آیت
میں یہ بھی کہہ دیا کہ متاع قلیل ہے دنیا کے مزے چند روزہ
آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم اور حقیر ہیں،
ان کو بہت تو آخر مرنے کے بعد تو ایسے ناشکروں اور مشرکوں
کے لیے عذاب الیم بڑی دکھ دینے والی سزا ہے ان الوان
نعمت کے بدلے زقوم ہے اور ان عمدہ کپڑوں کے بدلے رال
اور گندھک کا لباس ہے۔

فوائد۔ (۱) حلالاً طیباً۔ حلال کے بعد طیب کے لفظ میں

لہ خمر ماکولات میں سے نہیں بلکہ مشروبات میں سے ہے اس کا حرام ہونا اس حصر کے منافی نہیں ۱۲ منہ

سلہ کفران نعمت کئی طور سے ہے ایک یہ کہ افراط سے یعنی مشتہی ہے ہمارا ہو کر حلال حرام طیب غیر طیب کی کچھ بھی پرواہ نہ کرے شراب
مردار یعنی غیر ذبیحہ خون اور سور کے یا غیر معبودوں کے چڑھاوے نذر و نیاز جو بسبب نجاست ظاہری و باطنی کے لائق

(بقیہ صفحہ آئندہ)

اشارہ ہے کہ جو چیزیں حلال ہیں وہ طیب بھی ہیں یعنی پاکیزہ اور ستھری ان میں جسمانی یا روحانی کوئی بھی ناپاکی نہیں۔ اور جن میں ناپاکی ہے انہیں کو حکیم مطلق نے بندوں پر اس لیے حرام یعنی منع کر دیا ہے کہ غذا کا اثر معدے میں ضروری پہنچتا ہے جس کا اطباء انکار نہیں کر سکتے۔ حال کے ڈاکٹروں نے ثابت کیا ہے کہ سور کے انچ بھر گوشت میں ہزار سے زیادہ کیڑے خوردبین سے دکھائی دیے جو صحت جسمانی کے لیے سخت مضر ہیں۔

(۲) ناپاکی دو قسم پر ہے ایک جسمانی کہ وہ جانور یا وہ چیز گندی ہو جس کے کھانے سے طبائع سلیمہ نفرت کیا کرتی ہیں جیسا کہ گوہ موت پیپ۔ جانوروں میں سور اور ہر قسم کے درندے شیر بھیڑیا وغیرہ۔ پرندوں میں پنجوں اور چنگل سے شکار کرنے والے باز چیل وغیرہ۔ یا زمین کے حشرات سانپ بچھو وغیرہ۔ اس میں مردار جانور بھی شامل ہے کہ جو از خود مر جاوے جس سے علماء نے غیر مذبوح جانور مراد لیا ہے بسبب ان تشریحات کے جو پیغمبر علیہ السلام نے فرمائی ہے جن کا ذکر کتب احادیث میں موجود ہے۔ اسی طرح خون بھی کہ جس کو جاہلیت میں توں پر پکا پکا کر کھاتے تھے۔ کیوں کہ جس طرح غیر مذبوح کے گوشت میں وہ لطافت نہیں رہتی جو مذبوح کے گوشت میں ہوتی ہے یہاں تک کہ دونوں کی کھال میں بھی بڑا تفاوت ہوتا ہے مضبوطی اور غیر مضبوطی کے لحاظ سے، اسی طرح خون کے کھانے یا پینے سے بھی صحت میں فرق آجاتا ہے اور دل پر بھی ایک قسم کی درندگی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن میں جسمانی ناپاکی ہے اور صحت و اخلاق پر بھی برا اثر پیدا کرتی ہیں ان سب کی حرمت اس طیبا کی قید سے ثابت ہے جس کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور اسی لیے علماء کا بھی ان کی حرمت پر اتفاق ہو گیا ہے۔

مااہل لغیر اللہ کی بحث

دوسری قسم کی نجاست روحانی ہے وہ کیا؟ کہ اس جانور یا اس چیز میں بت پرستی کی نجاست سرایت کر گئی ہو اس کا ذکر اس جملہ میں ہے وما اہل لغیر اللہ بہ۔ یہ جملہ کہیں لفظ بہ کی تقدیم کہیں تاخیر سے قرآن مجید میں چار جگہ وارد ہے۔ بعض مفسرین نے اس کے بعد عند الذبح کی قید بڑھائی ہے کہ ذبح کے وقت جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جاوے وہ حرام ہے۔ مگر مطلق کو قید لگا کر مقید کرنا یا عام کو خاص کوئی ہلکا سا کام نہیں۔ کس لیے کہ یہ بھی ایک قسم کا نسخ ہے اور آیت کو کسی کا قول منسوخ نہیں کر سکتا اس کے لیے یا تو کوئی آیت ہونی چاہیے ورنہ کم سے کم کوئی ایسی حدیث ہو کہ جو صریح الدلالۃ بھی ہو اور اس کے ثبوت میں بھی کسی کو کلام نہ ہو ہم نے ہر چند غور اور بہت تلاش کی مگر اس قسم کا کوئی مخصص ہم کو نہیں ملا۔ پھر صرف مفسروں کی اس قید سے یہ آیت کیوں کر مقید یا خاص ہو سکتی ہے ان مفسروں نے بھی جہاں تک ہماری سمجھ میں آیا یہ قید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خدا نے منع کر دیے تھے بے دھڑک کھانے پینے لگے۔ دوم یہ کہ خدا کی نعمتوں کو حقارت کے کہنے سے اپنے اوپر حرام کر لے۔ حلال چیزوں کو حرام بنا لے جیسا کہ مشرکین کی عادت ہے یہ تفریط ہے۔ سوم یہ کہ ان نعمتوں پر منعم حقیقی کا شکر نہ کرے نہ اس پر ایمان لائے نہ اس کی عبادت کرے نہ اوامر و نواہی کا پابند ہو یا ان کو بتوں اور غیر معبودوں کی عطا و مہربانی سمجھے۔ سب صورتوں میں مرنے کے بعد عذاب الیم ہے۔ اور دنیا میں بھی یہ نعمتیں اکثر چھین لی جاتی ہیں جیسا کہ قلیل کا لفظ اشارہ کرتا ہے ۱۲ منہ

اعتراض نہیں لگاتی ہے بلکہ ایک بیان واقع کیا ہے یعنی اس وقت اکثر بت پرست ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ بتوں پر جانوروں کو ان کے نام سے ذبح کیا کرتے تھے۔ اب یہاں ایک تو لفظ ما قابل بحث ہے دوسرا اُہِلَّ ہے۔ سو ما اہل لغیر اللہ میں ما کا لفظ بھی عام ہے اس میں جانور کی کوئی تخصیص نہیں۔ جانور ہو یا کھانا کپڑا ہو جو بتوں کے نام سے پکارا جاوے یا ان پر چڑھایا جاوے حرام ہے۔ اہلال لغت میں آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں جو چاند دیکھنے کے بعد پکار کر کہتے ہیں ہذا ہلال یعنی یہ چاند ہے۔ پھر اس کا استعمال لڑکے کی آواز پر بھی ہونے لگا جو وقت ولادت ہوتی ہے کہتے ہیں استہل الصبی اور حج میں تلبیہ[1] پکار کر کہنے پر بھی اور پھر اور مواقع پر آواز بلند کرنے پر بھی۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں کہ جس چیز[2] پر بقصد عبادت غیر اللہ کا نام پکارا جاوے عام ہے کہ ذبح کے وقت یا اس سے پہلے کہ یہ جانور فلاں کے لیے ہے تو وہ حرام ہو گیا خواہ وہ جانور اصل میں حلال تھا بکرا بکری گائے بھینسا اونٹ وغیرہ یا نہ تھا۔ اب تو نجاست اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے دور نہیں ہوتی جیسا کہ نجاست ظاہری۔ اگر کوئی سور یا کتے کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو کیا وہ گوشت حلال ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر نجاست روحانی تو اس سے بھی زیادہ عنداللہ مکروہ ہے۔ وہ تو جب ہی زائل ہو سکتی ہے کہ جب وہ شخص توبہ کرے اور پکار کر کہے کہ میں اس سے باز آیا تب اگر وہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا جاوے تو درست ہو سکتا ہے۔ غیر اللہ بھی مطلق ہے اللہ کے سوا کسی کے نام سے بہ نیت تقرب کوئی چیز پکاری جاوے حرام ہے مگر نیت تقرب نہیں بلکہ تملیک وغیرہ کا اظہار مقصود ہے تو اس سے مستثنیٰ ہے۔ مثلاً کسی بکرے کے لیے کوئی پکار کر کہہ دے کہ یہ فلاں کا ہے یعنی اس کا وہ مالک ہے یا میں نے اس کو ہبہ کر دیا تو اس سے وہ حرام نہیں ہو جاتا کس لیے کہ اہلال لغیر اللہ میں تقرب ہی مقصود ہوتا ہے۔

(۳) اگرچہ حلالاً طیباً کی قید سے کل ناپاک اور گندی چیزیں جن میں نجاست جسمانی ہو یا روحانی سب حرام ہو گئیں مگر ان میں سے ان چار چیزوں کو کہ ان میں زیادہ تر نجاست تھی اور عرب کے مشرکین زیادہ استعمال کرتے تھے مخصوص کر کے حرام ہونا بیان کر دیا اور کلمہ انما جو حصر کا فائدہ دیتا ہے تو یہ حصر اضافی ہے یعنی حلال طیب چیزوں کے مقابلہ میں بالفعل بصراحت یہی چار چیزیں حرام ہیں کیونکہ غیر حلال و غیر طیب سب چیزیں حرام ہیں انہیں میں سے یہ چار چیزیں بھی ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہوا۔ اور دیگر چیزوں کا وقتاً فوقتاً خود قرآن مجید نے یا حضرت پیغمبر علیہ السلام نے اظہار فرمایا جیسا کہ خمر یعنی شراب اور نطیحہ[3] و متردیہ[4] اور درندوں کا

[1] تلبیہ لبیک اللّٰھم لبیک کو کہتے ہیں ۱۲ منہ　[2] یہ جو بزرگان دین اور اولیاء صلحا کے نام سے کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا ہے یا شیرینی فاتحہ خوانی کے بعد تقسیم کرتے ہیں یہ ان کی عبادت کی نیت سے نہیں بلکہ عبادت و تقرب تو اسی ہی کا مقصود ہوتا ہے میت کی جانب سے یہ عبادت ادا کی جاتی ہے اس لیے اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ قرض کی سی ہے کیونکہ میت کی طرف سے اگر کوئی اس کا قرض چکا دے تو چک سکتا ہے اب رہا یہ ایصال ثواب خواہ اوقات معینہ پر ہو یا علی التعیین بشرطیکہ تعیین کو اس کا جزو نہ سمجھا جائے درست ہے۔ ایسی چیزوں کو ما اہل لغیر اللہ کا مصداق بنا کر حرام اور نجس قرار دینا زیادتی ہے۔ ہاں اگر کوئی ان بزرگان دین ہی کی عبادت کی نیت سے ایسا کرے تو بے شک وہ نجس اور حرام ہے ۱۲ حقانی۔　[3] نطیحہ وہ جانور جس کو کسی دوسرے جانور نے سینگوں سے پھاڑ کر مار ڈالا ہو ۱۲ منہ

[4] متردیہ وہ جو بلندی سے گر کر مر جائے ۱۲ منہ

کھایا ہوا جانور اور بتوں پر ذبح کیا ہوا۔
کہتے ہیں کہ جس میں بھوک کے مارے ہلاک ہو جانے یا سخت بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہو جس کا اندازہ تین روز کا فاقہ عام حالت پر قیاس کر کے کیا گیا ہے ورنہ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ سات روز میں بھی ان پر ہلاکت کا اندیشہ نہیں اور بعض کسی مرض یا معدہ کی حرارت کے سبب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر ایک رات دن کھانا نہ ملے تو غشی طاری ہو جائے ان کے لیے وہی حالت اضطرار ہے مگر اس اجازت میں بھی قید ہے وہ یہ کہ باغی اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو جس کے معنی اکثر علماء نے یہ کیے ہیں کہ کھانے میں سد رمق کھاوے پیٹ بھرنے کا قصد نہ کرے نہ عادی ہو کہ پھر ان چیزوں کے کھانے کا ارادہ کرے۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اتباع کا بھی یہی قول ہے بعض کہتے ہیں کہ باغی بغاوت سے مشتق ہے کہ امام برحق سے لڑنے میں اس کو یہ بھوک پیاس پیش آوے تو اس کے لیے اس حالت میں رخصت نہیں۔ غرض حالتِ معصیت میں رخصت نہیں، کس لیے کہ رخصت رحمت و عنایت ہے جس کا عاصی مستحق نہیں۔ اگر کوئی چوری کے لیے چلا یا قتلِ ناحق کے لیے یا زنا کرنے کے لیے یا اور کسی برے کام کے لیے پس نہ اس کے لیے حالتِ اضطرار میں، جس کو مخمصہ کہتے ہیں ان ممنوع چیزوں کے کھانے کی رخصت ہے نہ سفر میں قصر نماز اور افطار کی رخصت ہو امام شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ پہلے قول کے موافق عاصی کو بھی رخصت ہے کیوں کہ معصیت اور چیز ہے باقی احکام میں تعمیم ہے۔ اس کے بعد فرمایا فان اللہ غفور رحیم کہ یہ کوئی اچھی بات نہ تھی بات تو بری تھی مگر اس کو خدا معاف کر دیتا ہے وہ غفور رحیم ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کھانے میں سد رمق سے زائد اس حالتِ اضطرار میں کھایا جانا ایک معمولی بات ہے اس لیے غفور رحیم فرمایا ورنہ رخصت

۱۵ ع ۹ ۲۱

کے بعد ان اشیاء میں کوئی حرمت باقی نہیں رہتی۔
(۵) اب جیسا کہ بعض اشیاء سے بمقتضائے حکمت روکا تھا اسی طرح اس بات سے بھی منع فرماتا ہے کہ تم جھوٹ موٹ بغیر علم یہ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ چیز حرام یہ حلال ہے کس لیے کہ اشیاء کی حلت و حرمت خدا ہی کے سپرد ہے۔ جاہلیت میں مشرکین اور ان کے بعض حلال اشیاء کو اپنے اوپر خدا کی عبادت سمجھ کر حرام کر لیتے تھے سائبہ بحیرہ وغیرہ بتوں کے نام سے چھوڑتے تھے ان کو بھی حرام سمجھتے تھے بتوں کی عزت و تعظیم کے لیے کیوں کہ ایسا کرنے میں خدا پر بہتان باندھنا ہے اور خدا پر بہتان باندھنے والے فلاح نہیں پاتے ان کا آخرت میں انجام برا ہے دنیا میں چند روز کے مزے ہیں اڑا لیں پھر تو دردناک عذاب ہے۔ ممکن ہے کہ متاع قلیل کو اس کے لیے تنبیہ ہو جو خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نہیں بچتے یا اس کی حلال نعمتیں کھا کر شکر نہیں کرتے اور پوری شکر گذاری یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کے اوامر و نواہی پر ایمان لائے زبانی شکر کہہ دینا کافی نہیں۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا
اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کی تھیں جنہیں ہم نے

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ
پہلے بتا چکے ہیں اور ہم نے تو ان پر کچھ بھی ظلم نہ کیا تھا لیکن

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ
وہی اپنے نفسوں پر آپ ظلم کیا کرتے تھے پھر آپ کا

رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
رب ان کے لیے جو بے خبری میں برے کام کرتے رہے پھر

تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ
اس کے بعد انہوں نے توبہ کر لی اور سدھر گئے بیشک

رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٩﴾
آپ کا رب اس کے بعد غفور رحیم ہے۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ

بے شک ابراہیم پیشوا ہو کر رہے ہیں وہ خدا کے پیرو فرمانبردار

حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾

ایک طرف ہو رہنے والے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے

شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ

اس کی نعمتوں کے پورے شکر گزار تھے اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا اور ان کو

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنَاهُ

راہ راست دکھائی تھی اور ہم نے ان کو

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي

دنیا میں بھی بھلائی دی تھی اور وہ

الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٢٢﴾

آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوں گے

ترکیب

محل مرحنا سے متعلق ہے من قبل قصصنا سے۔ اقسم مقدر کا مفعول۔ اجتباہ محذوف سے متعلق۔ کان محل ان کی خبر امۃ اور کان کی خبر اول قانتا ثانی اسی طرح حنیفا بھی خبر ہے ولم یک جو معطوف ہے کان پر۔ اسی طرح شاکرا کو بھی خبر کان۔

تفسیر

یہاں سے وہ تحریم بیان کی جاتی ہے جو اگلے لوگوں پر ان کی سرکشی سے واقع ہوئی تھی فرماتا ہے وعلی الذین ہادوا حرمنا یعنی یہود پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا ذکر بھی ہم نے پہلے آپ سے سورۂ انعام وغیرہ میں کیا ہے جیسا کہ فرمایا وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما کہ ہم نے یہود پر ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی تھی یہ تو اشیاء کے حرام ہونے کا مسئلہ تھا ہم اشیاء کے بعد اس سے ذکر ہوا تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کر تحریم دو قسم پر ہے ایک یہ کہ خود ان اشیاء میں کوئی مضرت ہے جس نے خلقت سے منع کر دیا ہو یا دوم یہ کہ ان میں کوئی بھی مضرت نہیں بلکہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کو ان چیزوں کے استعمال سے روک دیا تاکہ اس روک ٹوک سے ان کے نفس بہیمی کی تیزی ٹوٹے جیسا کہ روزے سے ہوتا ہے مسلمانوں پر جو چیزیں حرام ہوئی ہیں وہ قسم اول کی تحریم ہے برخلاف یہودیوں کے کہ ان پر قسم دوم کی بھی تحریم تھی۔ یہ مسلمانوں پر احسان ہے کہ ان کو اس قسم کی تحریم جاری نہیں فرمائی اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے فرماتا ہے کہ یہ یہودی کا ظلم اپنے نفسوں پر تھا سرکشی کرتے تھے اسلئے ان پر حرام ہوئی جاتی تھیں اور سرکشی کے بعد توبہ کی طرف توجہ دلاتا ہے بطور ترغیب کے ایک بات کہ جو لوگ بے خبری میں گناہ کرتے ہیں مگر اس کے بعد انہوں نے توبہ کر لی ان کے لیے خدا غفور رحیم ہے۔ ایک آیت میں یہ آیا کہ جو موت تک گرفتار گناہ رہتے ہیں اور موت طاری ہونے کے وقت توبہ کرتے ہیں ان کی توبہ مقبول نہیں کما قال ولیست التوبۃ الآیۃ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگلی شریعتوں میں بھی کسی نے برائی کی ہے اور مرنے کے پہلے اس نے توبہ کر لی وہ بھی مقبول ہے۔ جمہور اہل علم کا اسی پر اتفاق ہے۔ مشرکین مکہ جو حضرت علیہ السلام کی نبوت میں کلام کرتے تھے بت پرستی کرتے تھے باایں ہمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قائل تھے ان کے طریقہ کو اچھا جانتے تھے۔ اسی طرح یہود بھی ان کے قائل تھے اور اپنی خرافات کو ان کی طرف منسوب کرتے تھے توریت میں جو کچھ احکام میں سختی ہوئی اور پاک چیزیں ان پر حرام ہوئیں ان کو سنت ابراہیمیہ سمجھتے تھے اس لیے ان دونوں فریق کے سنانے کو ابراہیم علیہ السلام کا چند صفات حمیدہ کے ساتھ ذکر کیا تاکہ ان کے خیالات فاسدہ کا بطلان ہو جائے

فرماتا ہے ان ابراہیم الخ اول اُمّت اس کے چند معنی ہیں وہ تن تنہا پیشوا، دین ہونے کی وجہ سے بمنزلہ اُمّت یعنی ایک جماعت کے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں اپنے اول عہد میں تمام مشرکین کے مقابلہ میں وہی موحد تھے اس لیے وہ بھی ایک گروہ قرار دیے گئے یا امۃ بر وزن فعلۃ بمعنی مفعول جیسا کہ رحلۃ و بغیۃ یعنی مقتدا۔ (۲) قانتا یعنی حکم کے تابعدار (۳) حنیفا بمعنی مائل الی الاسلام (۴) لم یک الخ وہ مشرک نہ تھے۔ (۵) شاکرا کہ بڑے شکر گزار تھے (۶) اجتباہ خدا نے ان کو برگزیدہ کیا تھا ایک عالم ان کو ذکر خیر سے یاد کرتا ہے (۷) ہداہ ان کو راہ راست کی طرف ہدایت کی گئی تھی (۸) آتیناہ الخ دنیا میں بھی وہ پھلے پھولے ان کی نسل میں برکت دی گئی (۹) دار آخرت میں مقام بلند پر پہنچے۔ اب جو ابراہیمؑ کے رستہ پر ہے وہی ان کا وارث برکات کا مستحق۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ
پھر ہم نے (اے نبی) آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقہ کی پیروی

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ
کریں جو خدا کے ہو رہے تھے اور وہ مشرکوں میں

الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۲۳ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ　ع ۱۶ ۹ ۲۲
سے نہ تھے　سبت تو انہیں پر مقرر

عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ
ہوا تھا جو اس میں اختلاف کرتے آئے ہیں اور آپ کا

رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
رب ہی قیامت کے روز ان باتوں کا کہ جن میں وہ

فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۲۴ اُدْعُ
اختلاف کرتے رہے ہیں فیصلہ کر دے گا۔ (اے نبی لوگوں کو)

اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ
اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور

الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ
عمدہ وعظ سے بلایئے اور ان سے بحث بھی کرو

بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ
تو پسندیدہ طریقہ سے کرو آپ کے رب کو خود معلوم

اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ
ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھکا ہوا ہے اور انکو

اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۲۵ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ
بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں اور اگر تم سختی بھی کرو

فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَ
تو اتنی کہ جتنی تم سے کی گئی ہے اور

لَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝۱۲۶
اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ
اور آپ صبر کیجیے اور آپ کا صبر کرنا اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور

لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ
نہ ان پر کچھ رنج کیجیے اور نہ آپ ان کے

مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝۱۲۷ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ
مکروں سے دل تنگ ہوں کس لیے کہ جو پرہیزگاری

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝۱۲۸
اور لوگوں سے نیکی کرتے ہیں اللہ ان کے ساتھ ہے۔

ترکیب

ان اتبع اوحینا کی تفسیر ہے۔ بالتی ای بالمجادلۃ التی۔ عاقبتم جمہور کے نزدیک الف و تخفیف کے ساتھ ہے اور بعض نے بغیر الف کے تشدید کے ساتھ بھی پڑھا ہے عقبتم ای تتبعتم۔ بمثل ما ب زائدہ ہے، بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ تقدیر یہ ہے بسبب مماثل لما عوقبتم لھو ضمیر صبر یا عفو کی طرف پھرتی ہے دونوں پر کلام دال ہے ضیق

مصدر ہے خلاق کا جیسا کہ سار سیرا یا خشیتی کا مخفف جیسا کہ میّت میت کا واللہ اعلم باشراء ہے بتوفیقہ۔

تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف ذکر کر کے مشرکین و یہود پر تعریض ہے کہ تم کو بھی ابراہیم کا اتباع ضرور ہے تم تو ان کے برخلاف کام کرتے ہو اس کے بعد ان پر ایک اور تعریض کرتا ہے کہ ثم اوحینا الیک تو اے ہمارے رسول ہم نے بعد اس کے کہ ابراہیم کا طریقہ لوگوں نے محرف کر دیا تھا (لفظ ثم اسی طرف اشارہ کرتا ہے) آپ کی طرف وحی حکم بھیجا کہ طریقہ ابراہیم پر قائم رہو اور اس پر چلو۔ یعنی محمد علیہ السلام نے دنیا میں کوئی نیا مذہب نہیں نکالا جو تم اس کے قبول کرنے میں پیش و پیچ کرتے ہو یہ تو ایک بزرگ ہی کا رستہ ہے کہ جس کے اتباع کا تم کو دعویٰ ہے۔ ہاں تم نے اس طریقہ کو بگاڑ دیا مشرکین نے تو شرک کر کے کیونکہ ابراہیم ہرگز مشرک نہ تھے یہود نے دیگر رسوم باطلہ سے۔

یہود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک اعتراض یہ بھی کرتے تھے کہ آپ طریقہ ابراہیم کے کیونکر پابند ہو سکتے ہیں ابراہیم کے دین میں یوم السبت یعنی ہفتہ کے دن کی تعظیم خاص تھی وہ آپ نے ترک کی اس کی جگہ جمعہ کا دن مقرر کیا اس کے جواب میں فرماتا ہے انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ کہ سبت[1] کا دن ابراہیم علیہ السلام پر مقرر نہ ہوا تھا بلکہ انہیں یہود پر موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں کہ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا یعنی اس کی تعظیم بجا نہ لائے بہت نے ان کے بزرگوں میں سے اس کی بے حرمتی کی اس میں کاروبار و شکار کیا جس پر مبتلائے بلا ہوئے اختلفوا فیہ میں ایک قسم کی تعریض ہے کہ یہ جو آج اس کی تعظیم کا دم بھرتے ہیں انہیں نے اس میں اختلاف بھی کیا۔ اختلفوا فیہ کے یہ بھی معنی ہیں کہ بالاتفاق سب نے اس کی تعظیم روا نہیں رکھی یا یہ معنی کہ نصاریٰ بھی باوجود مجوزہ توریت کی پابندی کا دم بھرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے احکام کو بھی برحق مانتے ہیں لیکن سبت کو نہیں مانتے اس کی جگہ اتوار کے دن کی تعظیم کرتے ہیں کہ لفظ الذین میں نصاریٰ بھی داخل ہیں اور یہود بھی انہیں میں باہم اس سبت میں اختلاف ہے یہودی اس کے قائل ہیں عیسائی نہیں بلکہ اس کی جگہ اتوار کو قائم کرتے ہیں اور ہر ایک دلیلیں قائم کرتا ہے اس لیے فرماتا ہے ان ربک لیحکم الآیہ کہ خدا قیامت کے دن ان میں فیصلہ کرے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم پچھلے ہیں مگر سب سے پہلے ہیں قیامت کے دن۔ صرف فرق یہ ہے کہ ان کو پہلے کتاب ملی ہے اور ہم کو پیچھے پس وہ دن کہ جو خدا نے ان پر فرض کیا تھا اس میں انہوں نے اختلاف کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو وہ دن بتلا دیا کہ وہ ہمارے پیچھے ہوں گے یہود ایک روز نصاریٰ اس کے بعد ایک روز (صحاح)۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی مسند نبوت پر بیٹھے اور ان سے بھی بڑھ گئے تو ان کو ہر قسم کے لوگوں میں منادی کا حکم ہوا اعنی ادع الیٰ سبیل ربک تو آپ کو تمام عالم کی دعوت کا حکم ہوا کہ سب کو اور اپنے رب کی طرف بلائیں۔ فقال ادع الیٰ سبیل ربک مگر دنیا میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ اوّل اعلیٰ درجہ کے عقلاء و حکماء جن کا مقصود اصلی یقینیات کا دلائل قطعیہ سے حاصل کرنا ہے سو ان کی دعوت بالحکمۃ ہوتی ہے یعنی دلائل قطعیہ یقینیہ کے ساتھ ان کے دل میں عقائد و اعمال صالحہ کی رغبت پیدا کرنا۔ اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ یہ دلائل قواعد منطقیہ پر مبنی ہوں یا نہ ہوں بلکہ ان کے فہم و استعداد کے موافق۔ دوم اوسط درجہ کے لوگ ان کے افہام دلائل اقناعیہ ہی پر بس کر لیتے ہیں۔ سو ان کو بالموعظۃ الحسنۃ دعوت ہوتی ہے اور یہی دلائل جو خطابت

[1] ہفتہ کا دن اس میں دنیاوی کاروبار یہود پر ممنوع تھا ۱۲ منہ

حسنہ ہیں جو لطف و نرمی کے پیرایہ میں ادا کی جاتی ہیں۔ ف
سوم ادنیٰ درجہ کے لوگ جن کی روح مکدر اور عالم غیب سے نورانیت کا حصہ نہیں پائے ہوئے ہوتی ہے اسو یہ لوگ دعوت کے قابل نہیں بلکہ ان کے مسلمات سے ان کا بند کر دینا ہی مطلوب ہوتا ہے اس لیے ان کے لیے فرمایا وجادلہم بالتی ہی احسن اور اسی لیے اشرار اہل کتاب کے لیے ایک جگہ یوں آیا ہے ولا تجادلوا اہل الکتاب الا بالتی ہی احسن اور چونکہ یہ لوگ ہٹ دھرمی کیا کرتے ہیں الزام کھانے کے بعد بھی بک بک کیے جاتے ہیں، اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ الخ یعنی آپ کچھ غم نہ کریں کہ کیوں نہیں مانا کس لیے کہ خدا کو گمراہ اور ہدایت یافتہ معلوم ہیں سزا جزا اسی کے ہاتھ ہے جو شخص خلائق کی ہدایت پر کمر باندھ کر ان کو ان کے مذہب آبائی اور رسوم و عادات موروثیہ سے منع کرنا چاہے تو لوگ اس کے اور اس کے اعوان و انصار کی تکلیف اور ایذا میں ہاتھ سے زبان سے کچھ اٹھا نہیں رکھتے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ کہ اگر بدلہ ہی لینا ہو تو اسی قدر کہ جس قدر تم کو تکلیف دی گئی ہے۔ یہ عام قانون عدالت کے موافق حکم ہے مگر انبیاء اور ان کے پیروؤں کا مرتبہ اس سے بھی بلند ہے ان کو صبر و برداشت کرنا ہی بہتر ہے اس لیے فرمایا ولئن صبرتم لہو خیر للصابرین۔ اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بھی اعلیٰ ہے اس لیے آپ کو بہ تاکید صبر کا حکم دیا واصبر الخ اور نیز آپ کو ان کی گذشتہ حرکات ناشائستہ پر رنج کرنے اور آیندہ جو وہ مکر و فریب کریں گے یا کرتے ہیں اس سے دل تنگ ہونے کی بھی ممانعت کر دی ولا تحزن الخ اور اپنی مدد کا بھروسہ دلا دیا ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون۔ جس طرح سورۂ حجر کا خاتمہ واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین یاد الٰہی کے حکم پر کیا تھا جس سے روح میں قوت اور تکالیف کی برداشت کی طاقت پیدا ہوتی ہے اسی طرح اس سورہ کا خاتمہ جملہ مصائب کی برداشت کیا جو خدا پرستی میں پیش آتی ہیں اس لیے کہا گیا ہے الصبر مفتاح الفرج صبر کشادہ کاری کی کنجی ہے دنیا کے کاموں سے لے کر خدا پرستی اور عرفان الٰہی تک جس نے صبر نہیں کیا کچھ بھی نہیں پایا اور یہاں صبر کو کامیابی کا بھی مژدہ کس لیے کہ خدا کی معیت سے زیادہ اور کوئی کامیابی نہیں۔ جس کے ساتھ خدا ہے اس کے ساتھ سب کچھ ہے۔

ف۔ واعظان دین کو یہ آیت پیش نظر رکھنی چاہیے تاکہ صبر و علم و طریق وعظ ملحوظ رہے ۱۲ منہ

ے۔ ماصبرک الا باللہ کہ آپ کا صبر کرنا توفیق و تائید الٰہی سے ہے کس لیے کہ انتقام کے وقت نفس جولانی میں ہوتا ہے اس وقت اس کی باگ توفیق الٰہی ہی تھام سکتی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مخالفوں کی ایذاؤں ہی پر صبر و برداشت کرنا مراد نہیں بلکہ عبادت و ریاضت و یاد الٰہی کی مشقتیں برداشت کرتے رہو کیونکہ یہ سوز دروں اللہ ہی کے لیے ہے یہ ہجر کا مرتبہ ہے جس کے بعد وصال کا وعدہ ہوتا ہے۔ ان اللہ مع الذین کہ پرہیزگاروں نیکوکاروں کے ساتھ خدا ہے۔ احسان کی تفسیر صحیح حدیث میں آچکی ہے کہ اللہ کی اس طور سے عبادت کرو گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور یہ نہ ہو تو گویا وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ وہ مراقبہ ہے جس سے وصال نصیب ہوتا ہے اس وصال کے لیے سال ہائے دراز عشاق نے رو رو کر شام سے صبح کی ہے ۱۲ منہ

تفسیر حقانی

پارہ ۱۵

سُبْحٰنَ الَّذِیْ

سورۂ بنی اسرائیل مکی ہے اس میں ایک سو گیارہ آیتیں، اور بارہ رکوع ہیں۔!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا

پاک ہے وہ کہ جس نے راتوں رات اپنے بندہ (محمدؐ) کو

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ

مسجد اقصیٰ کہ جس کے گرد ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ اس کو ہم دکھلائیں

مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

اپنی کچھ نشانیاں۔ بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

ترکیب

سبحٰن اسم ہے بمعنی تسبیح بمعنی التنزیہ۔ اور کبھی علم بھی ہوکر مستعمل ہوتا ہے تب اضافۃ سے منقطع ہوگا اور غیر منصرف ہوگا ؎

قد قلت لما جاءنی فخرہ ٭ سبحان من علقمۃ الفاخر

اور اس کا نصب فعل محذوف سے ہے جو متروک الاظہار ہے اسریٰ و سریٰ ایک معنی میں ہے لیلاً منصوب ہے اسریٰ کا مفعول فیہ ہوکر حولہٗ منصوب ہے مفعول فیہ یا مفعول فیہ ہوکر بارکنا کا، الذی اسریٰ سے متعلق ہے

تفسیر

چونکہ پہلی دونوں سورتوں کے خاتمہ پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت و تسبیح اور اس پر صبر یعنی اس کی تکالیف برداشت کرنے اور اس پر مداومت کا حکم دیا گیا تھا جس کی آپ نے بخوبی تعمیل کی۔ اب اس سورۃ کی ابتدا میں اس عبادت و صبر کا نیک نتیجہ ظاہر فرماتا ہے وہ کیا؟ حضرتؐ کو معراج ہونا جس میں صد ہا اسرار غیب اور آسمانوں اور جنت و دوزخ کے حالات دکھلائے گئے یہ امر نبوت کی اعلیٰ ترقی ہے۔ جملہ مفسرین متفق ہیں کہ عبدہ سے مراد اس جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسریٰ رات میں سیر کرانے کو کہتے ہیں لیکن پھر لیلاً کا لفظ نکرہ کرکے لانا اس لیے ہے کہ تمام رات کی سیر نہ کوئی سمجھے، بلکہ یہ واقعہ رات کے ایک خاص حصہ میں ہوا تھا وہ یہ کہ مسجد الحرام سے حضرتؐ کو

مسجدِ اقصیٰ[1] تک لے گئے پھر وہاں سے آسمانوں تک پہنچے۔
مسجد الحرام خانہ کعبہ اور اس کے آس پاس کی جگہ یعنی صحن۔
احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے پاس حِجر[2] کے اندر کچھ بیدار کچھ سوتا تھا کہ جبرئیل میرے پاس براق لائے الخ اور بعض روایات میں ہے کہ اس رات آپ اُمّ ہانی کے گھر میں تھے۔ اس کی تطبیق علماء نے یوں کی ہے کہ ام ہانی کا گھر حرم میں واقع تھا۔ اور یہ بھی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی طور پر بھی کئی بار معراج ہوئی ہے ام ہانی کے گھر سے شاید روحانی معراج ہوئی ہو نہ یہ کہ جس کا یہاں ذکر ہے اور اسی طرح وہ جو بعض اہلِ علم معراج کو خواب بینی کہتے ہیں غالباً ان کی مراد بھی خواب کی معراج ہوگی نہ یہ کہ جس حالتِ بیداری میں رُوح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی اور مسجدِ اقصیٰ تک ایک رات کے کچھ حصہ میں جانا تو اس آیت سے ثابت ہے اور پھر آگے آسمانوں تک احادیثِ صحیحہ سے جو بحالتِ مجموعی حدِ تواتر کو پہنچ گیا ہے اور اسی پر جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق ہے سلف سے خلف تک۔
مسجدِ اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کو اقصیٰ بمعنی بعید اس لیے کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ سے یہ اس قدر دور فاصلہ پر ہے کہ پھر اس سے پرے اور کوئی مسجد نہ تھی۔ غرض کوئی وجہ ہو مگر عرب خصوصاً اہلِ مکہ اس کو مسجدِ اقصیٰ کہتے تھے اس کے گرد برکت دینے سے مراد یہ ہے کہ پھل پھول کی جگہ میں مسجدِ اقصیٰ ہے ایسے سرسبز ملک اور محل میں یہ سرسبزی خدا کی عطا کردہ برکت ہے اور اس کے سوا اس کے گرد حضرات انبیاء علیہم السلام کے مزارات اور آثار باقیہ ہیں جو سراسر برکات ہیں۔ اور یہ سیر کس لیے کرائی کہ خدا تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نشانِ قدرت اور عالمِ غیب کی چیزیں دکھلائے من جملہ ان کے جنت و دوزخ کی چشم دید حالت اور ملائکہ اور عالمِ قدس کے لوگوں کی کیفیت تاکہ نبوت کے مرتبہ کی تکمیل ہو جائے جو تمام عالم کے نبی کے لیے ضروری تھی۔ سمیع و بصیر اس مقام پر عجب لطف دے رہا ہے۔ بصیر اس عجیب سیر میں حضرت کی نگہبانی کے لیے آیا ہے۔ مسافر کو کہتے ہیں اشر نگہبان۔ اور سمیع منکروں کے بے ہودہ سوالات پر تہدید کے لیے آیا۔ آسمان اور بہشت و دوزخ کی سیر، اور وہاں انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی کیفیت، اور نمازِ پنج گانہ وہاں فرض ہونا احادیثِ صحیحہ میں مفصلاً مذکور ہے۔

ابحاث

(۱) یہ معراج کا واقعہ محققین کے نزدیک ہجرت سے ایک سال پیشتر رجب کے مہینے میں ستائیسویں شب کو ہوا تھا جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ کتب سے ثابت ہو۔

[1] مسجدِ اقصیٰ بیت المقدس۔ یہ انبیاء سابقین کا قبلہ ہے۔ یہ مسجد جس کو اہلِ کتاب ہیکل کہتے ہیں ملکِ فلسطین کے یروشلم شہر میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تخمیناً پانسو برس بعد تعمیر کی تھی۔ اس پر بنی اسرائیل کی شرارت و بدکاری سے کئی بار صدمات آئے۔ گرائی گئی اور پھر بنی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شہزادہ روم طیطس کی گرائی ہوئی مسجد کا ایک ڈھیر پڑا تھا مسجد اسی جگہ کا نام ہے نہ کہ عمارت کا کیوں کہ عمارت بدلتی رہتی ہے مسجد نہیں بدلتی۔ مگر اس کے آس پاس عیسائیوں نے مذہبی عمارت تعمیر کر رکھی تھی۔ اس زمانہ میں ان کو بھی بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ کہتے تھے۔ جن کے نشان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پوچھنے پر بیان فرمائے ۱۲

[2] حِجر جس کو آج کل حطیم کہتے ہیں۔ اور حِجر کنارہ کو بھی کہتے ہیں یہ گوشہ کعبہ میں ہے ۱۲ منہ

(۲) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صبح کو اس معراج کی کیفیت بیان فرمائی تو اہل مکہ ہنسی تمسخر کرنے لگے چنانچہ قریش کے چند قافلے ملک شام میں تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے، قریش مکہ نے آپ سے سوال کیا کہ اگر آپ شبا شب بیت المقدس گئے تو ہمارے فلاں فلاں قافلے آپ کو رستہ میں ضرور دکھائی دیے ہوں گے اگر آپ سچے ہیں تو ان کی پوری کیفیت بیان فرمائیے کہ اس رات وہ کہاں تھے اور اہل قافلہ اس وقت کیا کر رہے تھے اور ان میں کیا واقعہ ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے ان کی سب مفصل کیفیت بیان کر دی اور جب وہ قافلے واپس آئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ فلاں شب تم کہاں تھے اور کیا معاملہ تم میں گزرا تھا انہوں نے وہی بیان کیا جس کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی جیسا کہ صحیح مسلم میں موجود ہے۔

سوال احادیث میں یہ موجود ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے مکانات کا پتہ پوچھنا شروع کیا اور آپ جب بتلاتے بتلاتے گھبرا گئے تو جبرئیل نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے لا کر حاضر کر دیا۔ اول تو بیت المقدس جو خاص ہیکل سلیمانی سے عبارت ہے بخت نصر کے حادثہ میں گرا دیا گیا اور پھر جو اس کی تعمیر ہوئی تو اس کو انطاکیہ کے بادشاہ انٹیوکس نے حضرت مسیح علیہ السلام سے پیشتر ہی گرا دیا، پھر اس کے بعد جو تعمیر ہوئی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک تمام نہیں ہوئی تھی جس کی سرپرستی ہیرودیس حاکم شام کر رہا تھا جو قیاصرہ روم کا گورنر تھا۔ اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی کے موافق حضرت مسیح علیہ السلام کے صعود سے تخمیناً چالیس برس بعد روم کے قیصر طیطوس نے بیخ و بنیاد سے گرا دیا اور اس پر ہل چلوا دیے پھر جو کسی نے اس کی تعمیر کا قصد کیا تو نہ ہو سکا اس کی بنیادوں میں سے مدتوں تک آگ کے شعلے نکلتے رہے جو یہود پر مسیح کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے قہر الٰہی تھا آخر وہ تعمیر حضرت عمرؓ کے عہد تک خراب پڑی رہی وہاں خس و خاشاک اور دھول و مٹی پڑا رہتا تھا پھر اس کو عمرؓ نے تعمیر کیا یہ بات عیسائیوں اور محمدیوں کی تاریخ میں بالاتفاق مانی گئی ہے پس آپ نے نماز وہاں کیوں کر پڑھی اور اس کے نشانات لوگوں کے سوال کے مطابق کیوں کر بیان فرمائے۔ اس عہد کے پیشتر صدہا سال سے ہی اس کو کسی نے نہیں دیکھا تھا وہ اس کے نشانات کیوں کر پوچھ سکتے تھے؟ دوم جو کچھ ہو پھر اس کے حضرت کے روبرو مکہ میں حاضر ہونے کے کیا معنی؟ معلوم ہوا کہ اسلام ایسی ہی غلط باتوں اور توہمات پر مبنی ہے جن کو کوئی بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔

جواب مسجد اس جگہ کا نام ہے جو وہ عمارت کے گر جانے یا بدل جانے سے نہیں بدلتی گو وہ خاص ہیکل منہدم تھی مگر اس کے آس پاس عیسائیوں نے مکانات تعمیر کیے تھے جن کو خود عیسائی اور عوام ہیکل اور بیت المقدس ہی کہتے تھے جن کو قریش مکہ نے جب کہ وہ اس ملک اور شہر میں تجارت کے لیے آتے جاتے تھے بارہا دیکھا تھا، انہیں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطابق سوال کے بتلا دیا۔ رہا اس کا مکہ میں آپ کے سامنے موجود ہو جانا جیسے دیکھ دیکھ کر آں حضرت قریش کو جواب دیتے اور نشان بتلاتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ ان مکانات کو اٹھا کر ملائکہ مکہ میں لے آئے تھے بلکہ آپ پر انکشاف روحانی ہوا اور تمام عمارت قلبی آنکھوں کے سامنے آگئی آپ تو سید المرسلین و امام الامم تھے۔ معمولی لوگوں کے سامنے غائب چیزوں کا تصور ہیں پورا نقشہ کھینچ جاتا ہے وہ چیزیں اس عالم میں آنکھوں کے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں۔ پادری صاحب ایسے واہی تباہی

شبہات سے جن کے پیش کرنے سے عاقل و اہلِ علم شرم کرتے ہیں جاہل مسلمانوں کے اعتقاد میں فتور ڈالا کرتے ہیں اور اس کو مشن کی عمدہ کارگزاری سمجھ کر فخر کیا کرتے ہیں شرم شرم۔

(۲) جسمِ عنصری کا تھوڑی سی دیر میں مسجدِ اقصیٰ پہنچنا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آسمانوں پر جانا اور آسمانوں سے گذر کر عرش تک جانا اور وہاں باوجود اس جسم عنصری کے روحانیاتِ محضہ سے ملنا جنت و دوزخ کو دیکھنا عقلاً ممنوع ہے حکمار نے اس کے محال ہونے پر اور آسمان کے خرق والتیام کے محال ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں اور نیز کوئی اہل ادیانِ حقہ یعنی عیسائی ایسی باتوں کا قائل نہیں اسی لیے آج کل کے فلسفی مسلمان بلکہ کچھ اگلے زمانہ کے بھی جن کو معتزلہ کہتے تھے اس معراج کو خواب پر محمول کرتے ہیں عائشہؓ اور معاویہؓ کے قول سے ان اعتراضات کے بچنے کے لیے۔

جواب جسمِ عنصری کا ایسی حرکتِ سریع کرنا، جب کہ اس کی عنصریت روحانیت سے بھی لطافت میں بڑھ جاوے کچھ بھی محال نہیں آج کل ریل اور تاربرقی کی حرکت کو ملاحظہ کر لیجیے اور اسی طرح آسمانوں کا خرق والتیام جن خیالاتِ فاسدہ سے محال ثابت کیا تھا ان کی پوری پوری حکمار اسلام نے علمِ کلام میں قلعی کھول دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ وہ حکمار یونان اپنے عقلی ڈھکوسلوں سے زمین و آسمان کے قلابے ملایا کرتے تھے جن کے مسائل طبعیات و ہیئت کی آج کل حکمار یورپ کیسی خاک اُڑا رہے ہیں اور جو کوئی ملحد عیسائی ایسی باتوں کا قائل نہیں تو کیا ہوا پھر جو اناجیل اور بائبل کو مانتے ہیں ان پر ان باتوں کا تسلیم کرنا ضرور ہے۔ دیکھیے انجیل مرقس کے سولھویں باب انیسویں درس میں یہ ہے یعنی مسیح خداوند لوگوں سے کلام کرنے کے بعد آسمان کی طرف چڑھ گیا اور خدا تعالیٰ کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے۔ اور اسی طرح دوسری کتاب السلاطین کے دوسرے باب میں مذکور ہے کہ ایلیا۔ (یعنی حضرت الیاس علیہ السلام) اور الیسع باتیں کرتے جاتے تھے کہ ایک آگ کی گاڑی اور آگ کے گھوڑے نمودار ہوئے اس میں چڑھ کر ایلیار آسمان پر چلا گیا۔ اور اسی طرح قسیس ولیم اسمٹ اپنی کتاب طریق الاولیار میں حضرت اخنوخ (ادریس علیہ السلام) کا زندہ آسمان پر جانا بیان کرتا ہے۔ اور اہلِ اسلام تو قاطبۃً اس پر متفق ہیں دشمنِ دین ملحدوں کا کیا ذکر ہے۔ اور عائشہؓ اور معاویہؓ کی حدیث دوسری معراج کے بارے میں ہے جو حضرتؐ کو اس سے پیشتر خواب میں ہوئی تھی (جیسا کہ معالم میں ہے)

(۳) یہ معراج روحانیت کا کامل غلبہ ہے عبادت و تسبیح کے سبب جس سے روح جسم پر غالب آگئی اور جسمانیت میں سرایت کر گئی اور جسم بھی بمنزلہ رُوح کے لطیف ہو گیا تھا اور یہ بات اہلِ کمال پر مخفی نہیں۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ
اور ہم نے موسیٰ کو (بھی) کتاب دی تھی اور اس کو
هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا
بنی اسرائیل کے لیے ہادی بنایا تھا (اس میں حکم تھا) کہ میرے سوا
مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ
کسی کو کارساز نہ بنانا ان کی نسل کہ جن کو
حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا
ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کر لیا تھا بے شک وہ شکر گذار
شَكُوْرًا ۝۳ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ
بندے تھے اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل
اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ
کے لیے ٹھیرا دیا تھا کہ تم زمین پر دوبارہ

فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ④ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ⑤ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ⑥ إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ⑦ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ⑧

فساد کرو گے اور بڑی ہی سرکشی کرو گے
پھر جب ان میں سے اول وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے
بندے بھیجے کہ جو بڑے لڑنے والے تھے سو وہ تمہارے
گھروں میں گھس پڑے اور اللہ کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا
پھر ہم نے تم کو دشمنوں پر غلبہ دیا اور
تم کو مال اور اولاد میں ترقی دی اور
تم کو بڑی جماعت والا بنا دیا اگر تم نے نیکی کی
تو اپنے ہی بھلے کے لیے کی تھی اور اگر بری کی تھی تو
اپنے ہی لیے کی تھی پھر جب دوسرا وعدہ آیا (تو اور دشمنوں کو بھیجا) تاکہ وہ تمہارے
منہ بگاڑ دیں اور مسجد اقصیٰ میں گھس پڑیں جیسا کہ
اس میں اول بار گھس پڑے تھے اور جس چیز پر قابو پاویں اس کو
ستیاناس کر ڈالیں ۔ بعید نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے
اور اگر پھر کرو گے تو ہم بھی پھر کریں گے اور ہم نے جہنم کو
منکروں کا قید خانہ بنا رکھا ہے ۔

ترکیب

الا تتخذوا اصل میں ان لا تتخذوا ان مفسرہ ہے اس چیز کا کہ

ف جب بنی اسرائیل نے اول حملہ دشمن کے بعد خدا سے عاجزی کی اور روئے پیٹے تب اس نیکی کا ثمرہ انہیں کے لیے یہ ہوا کہ خدا نے بنی اسرائیل کو پھر قوت عطا کی اور سب کو حکومت و شوکت قائم ہوئی اس کے نشے میں جو پھر بدکاری اور بت پرستی کی اس کا وبال بھی پھر انہیں پر پڑا کہ کوئی دوسرا دشمن کھڑا ہو گیا جس نے بنی اسرائیل کے چہرے بگاڑ دیے مسجد اقصیٰ میں گھس کر سب تبرکات جلا دیے مسجد میں بھی آگ لگا دی۔ صدہا ہزارہا کو دشمن اسیر کر کے لے گیا اور مقتولوں اور مجروحوں کا تو حساب ہی نہیں ہو سکتا ننگ و ناموس جو برباد ہوا ۱۲ منہ

ف عسیٰ ربکم کا اشارہ یا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے یہود کی طرف ہے کہ اب بھی وقت ہے اگر تم نے نبی آخر الزماں علیہ السلام کی اطاعت کی تو خدا پھر تم پر رحم کرے گا تمہارا گزشتہ زمانہ جاہ پھر لوٹ آجائے گا اور اگر پھر بھی وہی شرارت کرو گے تو دنیا میں ہم تم پر کوئی تازہ آفت لائیں گے اور آخرت میں تو جہنم منکروں کا جیل خانہ تیار ہے۔ یہود نے آں حضرت سے شرارت کی اور ابھی تک ان کی عزت جاتی رہی۔ دنیا بھر میں ایک انچ زمین کے بھی حاکم نہیں جہاں کہیں ہیں محکوم و ذلیل ہیں یا اسی وقت کے یہود کی طرف اشارہ تھا جس کو حکایت کیا جاتا ہے چنانچہ یہود بخت نصر کے حادثہ کے بعد کچھ نیکی کی طرف آئے حشمت و شوکت بھی عود کرنے لگی۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں پھر شرارت کی جس کے وبال میں طیطس شاہ روم کے ہاتھ سے ان کا ستیاناس ہو گیا ۱۲ منہ

جس کو کتاب شامل تھی امر و نہی سے۔ وکیلا مفعول ہے لا تتخذوا کا اور مفعول ثانی یا ذریۃ ہے والتقدیر لاتتخذوا ذریۃ من حملنا وکیلا اسے ربا مفوضا الیہ۔ اس صورت میں من دونی حال ہوگا وکیلا سے یا من دونی خود مفعول ثانی ہے۔ اس صورت میں ذریۃ کا نصب منادیٰ مضاف ہونے کی وجہ سے ہے یا باضمار اعنی مرتین مصدر ہے غیر لفظہ سے وعد اولٰہما اسے موعود اولی المرتین خلال ظرف ہے جاسوا کا۔

تفسیر

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ذکر فرما کر (یعنی معراج کا ذکر کرکے بتلاتا ہے کہ پہلے سے انبیاء کے ساتھ ہم یوں ہی انعام و اکرام کرتے آئے ہیں اس سے پہلے ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب یعنی توراۃ دی تھی جو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت تھی اس میں بڑا تاکیدی حکم یہ تھا کہ اے نوح اور اس کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کی نسل! میرے سوا اور کسی کو کارساز حاجت روا نہ بنانا۔ مگر بنی اسرائیل نے بت پرستی کی ہلاکت میں پڑے۔

ذریۃ من حملنا مع نوح فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس وقت لوگوں کی شرارت سے ان کو غرق کیا تھا اور نوح اور اس کے ساتھ والوں کو کشتی میں خدا پرستی کی وجہ سے بچا لیا تھا پھر اب جو تم دنیا میں پھیلے ہوئے ہو سب انہیں انعام یافتوں کی نسل ہو تم کو ذرا اپنے بزرگوں کا بھی خیال ہو کہ وہ کیسے تھے اور اب تم کیا کرتے ہو اور اس عذاب کا بھی کہ جو اس وقت دنیا پر نازل ہوا تھا۔ چوں کہ کشتی والوں میں نوح علیہ السلام سردار تھے اس لیے ان کا وصف بھی ظاہر کر دیا انہ کان عبدا شکورا کہ وہ بڑا شکر گذار بندہ تھا۔ اب تم اس کی اولاد ہو کر کس طرح سے کفران کرتے ہو شرماؤ۔ من حملنا مع نوح میں اس شرارت پر سزا نازل ہونا اشارۃً ذکر فرما کر اس واقعہ کی تصریح فرماتا ہے جو کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے بطور پیشین گوئی کے ذکر ہوا تھا۔ بقولہ و قضینا الی بنی اسرائیل فی الکتب لتفسدن فی الارض ولتعلن علوا کبیرا۔ فاذا جاء وعد اولٰہما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید فجاسوا خلال الدیار الخ

قضاء قطع کرنا، فیصلہ کرنا اور ادا کرنا، حکم کرنا مگر یہاں مراد قطعی طور پر بتلا دینا ہے۔ وعد اولٰہما یعنی اولی المرتین، باس قتال ومنہ قولہ تعالیٰ وحین الباس۔ قال اللیث الجوس والجوس سان التردد۔ فجاسوا ابن عباسؓ اس کے معنی کرتے ہیں فتشوا۔ ابو عبیدہؒ کہتے ہیں طلبوا من فیہا۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں عاثوا وافسدوا۔ الخلال ہو الانفراج بین الشیئین والدیار دیار بیت المقدس۔

بعض مفسرین نے

فی الکتب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توراۃ مراد لی ہے اور یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو یہ بات اول سے سنا دی ہو کہ تم ملک میں دو بار فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے پہلی مرتبہ جب تم ایسا کرو گے تو تم پر ہم بڑے جنگ آور بندے مسلط کریں گے جو تمہارے گھروں میں گھس گھس کر تمہیں قتل کریں گے۔ اس کے بعد ہم پھر تم کو دولت و ثروت اولاد و حشمت دیں گے مگر تم پھر فساد و شرارت کرو گے تو ہم پھر تم پر ایک قہار قوم مسلط کریں گے جو تمہارے منہ بگاڑ دے گی اور اول بار کی طرح بیت المقدس تک ان کی نوبت آ دے گی اس کے بعد شاید خدا تم پر مہربانی کرے اور جو تم پھر بدی و شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر تم کو سزا دیں گے۔ مگر اب بالفعل جو اہل کتاب کے پاس توریت کے نام سے ایک کتاب ہے اس میں اس صراحت کے ساتھ یہ مضمون نہیں ہاں اس کے بعض فقروں سے نکلتا ہے اس اصلی توریت میں یہ مضمون ہوگا۔ بعض کہتے ہیں

کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے یعنی یہ بات بنی اسرائیل کے لیے ہم نے دفتر قضا و قدر میں لکھ دی تھی۔ وقال ابن عباس وقتادۃ یعنی قضینا علیہم قال ابن علی والمراد بالکتاب اللوح المحفوظ (معالم)۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب سے اعلمناہم واخبرناہم فیما آتیناہم من الکتاب انہم سیفسدون (معالم)۔

اس قول سے توریت کی تخصیص نہیں سمجھی جاتی بلکہ عام ہے کوئی کتاب ہو جو بنی اسرائیل کو دی گئی تھی اور کاتب الحروف کے نزدیک یہی قول قوی ہے۔ اب ہم جو آج کل کی کتابوں کو دیکھتے ہیں کہ جن کو اہل کتاب الہامی مانتے ہیں ان میں سے کتاب یسعیاہ (شعیا) اور یرمیاہ (ارمیاہ) اور حزقیل اور ہوسیع اور یوئیل اور عاموس اور میکاہ اور حبقوق علیہم السلام کی کتابوں میں یہ مضمون بکثرت موجود اور باوجود تحریفات کے بہت کچھ مذکور ہے اسی کی نسبت فرماتا ہے وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب الخ اب یہ بات باقی رہ گئی کہ کس مرتبہ بنی اسرائیل کی شرارت و بت پرستی پر کس کس بادشاہ کو خدا نے ان پر مسلط کیا تھا؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں یہ بخت نصر بابل کا بادشاہ ہے مگر اس کی چڑھائی کا باعث جو حضرت یحیٰی بن زکریا علیہما السلام کے خون کا انتقام کہتے ہیں وہ بڑی غلطی کرتے ہیں کس لیے کہ بخت نصر جس کو اہل کتاب بنوکدنضر کہتے ہیں حضرت یحیٰی سے صدہا سال پیشتر گزرا ہے اور پچھلی مرتبہ جس نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی ہے بعض کے نزدیک وہ شاہ اینٹوکس انطاکیہ کا بادشاہ ہے۔ اس کے بعد پھر کچھ بنی اسرائیل کی حالت سنبھل گئی جیسا کہ عسیٰ ربکم ان یرحمکم سے پایا جاتا ہے تو بنی اسرائیل نے یحیٰی علیہ السلام کو قتل کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ بھی بڑی بدسلوکی کی تو ان عدتم عدنا کے موافق خدا نے شہزادہ روم طیطس کو بڑھایا۔ جس نے بالکل ستیاناس کر دیا۔ اسی کے گرائے ہوئے بیت المقدس کو حضرت عمرؓ نے تعمیر کیا ہے۔

اب ہم بیت المقدس کی مفصل تاریخ لکھتے ہیں جس سے ناظرین آپ سمجھ لیں گے کہ اس آیت کا مصداق ان بادشاہوں میں سے کون ہے اور کون سا واقعہ اس سے زیادہ چسپاں ہے۔ وہو حسبی ونعم الوکیل۔

تاریخ بیت المقدس

چونکہ مسجد اقصیٰ کا ذکر قرآن مجید کی ان آیات میں واقع ہے کہ جس کو مفسرین اسلام بیت المقدس یا بیت المقدس سے تعبیر کرتے ہیں تو ہم کو ضرور ہوا کہ اس کا مفصل حال بیان کریں تاکہ پھر شب معراج میں آں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہاں تشریف لے جانا ذہن نشین ہو اور اس پر جو مخالفین نے شبہات کیے ہیں وہ بھی دفع ہو جاویں اور نیز پچھلی آیتوں کا مطلب بھی بخوبی واضح ہو جاوے۔

فصل اول

مسجد اقصیٰ یا بیت المقدس[1] اس مسجد کا نام ہے کہ جس کو

[1] اور کبھی شہر یروشلم کو بھی کہتے ہیں اس کو اہل اسلام بیت المقدس کہتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا جس کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں۔ یہ مسجد شہر شلیم یا جیروشلم میں واقع ہے جو ملک فلسطین میں ہے اور اس ملک کو یہودیہ اور ارض مقدسہ (ہولی لینڈ) کنعان بھی کہتے ہیں اور کبھی ملک شام بھی۔ جغرافیہ فرہاد کے صفحہ ۲۲۳ میں ہے وکنعان اسم قدیم شام است کما قال یاقوت کنعان بالفتح ثم السکون وعین مہملۃ و آخرہ نون قال ابن الکلبی الشام منازل الکنعانیین ینسبون الی کنعان بن حام بن نوح۔ وکنعان موضع من ارض الشام کان منزل یعقوب علیہ السلام فی قریۃ یقال لہا سیلون بین نجل و نابلس وبہا الجب الذی القی فیہ یوسف علیہ السلام۔

کنعان شام کے اس حصہ کا نام ہے جس کے ایک گاؤں میں جس کا نام سیلون ہے نجل اور نابلس کے درمیان حضرت یعقوب رہا کرتے تھے اور یہیں وہ کنواں بھی ہے جس میں حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے ڈال دیا تھا اور شام کے ملک میں ایک گاؤں کا بھی کنعان نام ہے۔ اسی طرح فلسطین بھی اس ملک کو کہتے ہیں یعنی ملک شام کا وہ جنوبی حصہ و مغربی حصہ جو بحیرۂ روم کے کنارہ پر واقع ہے جس میں عسقلان اور عقرون اور یافہ اور غزہ وغیرہ شہر آباد ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس ملک میں فرقہ کوش کے لوگ بستے تھے جن کا مقابلہ بنی اسرائیل سے ہوا کرتا تھا۔ اور سیریہ کہ جس کو زمانہ قدیم میں آرام کہتے تھے ایشیا کی کا ایک

جغرافیہ فلسطین

حصہ ہے جس میں شہر الیپو یعنی حلب واقع ہے۔ کبھی شام وسیع معنی میں اطلاق ہوتا ہے جس سے ملک فلسطین بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اب ہم اس ملک فلسطین یا کنعان کا حال بیان کرتے ہیں کہ جس میں شہر جیروشلم یا یروشلم واقع ہے۔ اس ملک کے حدود اربعہ یہ ہیں شمال میں ملک سیریا یعنی شام اور مغرب میں شمالی حصہ تک بحیرۂ روم جس کے کنارے پر طرابلس غزہ یافہ صیدا عسقلان عکہ صور بیروت لاذقیہ قیساریہ وغیرہ شہر واقع ہیں اور جنوب میں ملک عرب کے شمالی حصے اور مشرق میں یردن ندی اور بحر المیت کہ جس کو بحر لوط بھی کہتے ہیں یعنی وہ شور جھیل کہ جس کا طول تخمیناً ستر میل اور عرض دس میل ہے جس کے کناروں پر حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمانی سے وہ پانچ گاؤں جو غارت ہوگئے بستے تھے۔

اس ملک کا طول شمالاً و جنوباً سریا سے لے کر عمالیقوں کی زمین تک اسی کوس اور عرض پورب پچھم بحیرہ روم کو لے کر موآبیوں کی زمین تک چالیس کوس اور پھر حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں اس ملک کے اور بھی حدود اربعہ وسیع ہوگئے تھے قدیم زمانہ میں اس ملک پر بابل اور نینوی کے بادشاہوں کی حکومت تھی۔ شاہان نینوی کے عہد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اطراف بابل اپنے اصلی وطن سے ہجرت کر کے اس ملک یہودیہ یا شام میں

لے یعنی شام ۱۲ ف معراج میں بیت المقدس کا ذکر تھا اس کے بعد جو کچھ نابکار یہودیوں کی ناشائستہ حرکات سے اس مقام متبرک پر بھی مصائب آئے ان کا ذکر اس لیے اور بھی مناسب ہوا کہ قریش کے کان کھل جائیں کہ کعبہ کی بدولت جو تم امن سے رہ کر روزی کھاتے ہو اور شرارت کرتے ہو، ہم اس پر بھی اپنے بندے یعنی لشکر محمدی چڑھا لائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب قریش نے مکہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان داروں کو نکال دیا اور ان پر ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تو اس ہجرت کے کئی سال بعد مسلمانوں کی ایک معقول جماعت فراہم ہوگئی مکہ پر چڑھ آئے۔ قریش کو بجز امان مانگنے کے چارہ نہ ہوا لیکن یہ چڑھائی کرنے والے خدا پرست تھے بجائے انہدام کعبہ کے انہوں نے کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ یہ کعبہ کی خاص فضیلت ہے کہ پھر اس پر کسی نے چڑھائی نہ کی نہ ان شاء اللہ کوئی کر سکے گا جب تک دنیا میں اسلام باقی رہے گا ۱۲ منہ

آرہے تھے اس عہد میں شاید یہاں نینوی کے بادشاہ کی حکومت نہ تھی یا ہو گی تو کامل طور پر نہ ہو گی مگر توریت سے یہ معلوم ہوتا ہے طوائف الملوکی تھی۔ اس ملک میں شمال کی جانب سے پہاڑوں کے دو سلسلے جنوب و مغرب کی طرف چلتے ہیں اور اس مقام کو لبنان کہتے ہیں تھوڑی دور اسی طرح چل کر مغربی سلسلہ شہر صور کے دو کوس اتر طرف بحیرۂ روم کے کنارہ پر ختم ہوتا ہے اور دوسرے سلسلہ کی چھوٹی شاخیں ہو کر دکھن کی طرف چلتی ہیں ان دونوں میں جو مشرقی سلسلہ کا ایک موقع پر حرمون ہے یہ پہاڑ بعض جگہ نو ہزار بعض جگہ گیارہ ہزار فٹ بلند ہے جس کی چوٹیوں پر ہمیشہ برف جمی رہتی ہے پھر یہ سلسلہ دریائے جلیل کے قریب مشرق کی طرف پسگہ کہلاتا ہے پھر اور آگے یردن ندی کے قریب کوہ جلعاد کہلاتا ہے جہاں سے روبن جہاں آباد ہوا تھا پھر آگے چل کر اس کو ابریم کا پہاڑ اور موآبیوں کی زمین کے قریب اس کو کوہ شعیر کہتے ہیں جس میں سے ایک چوٹی کا نام کوہ حور ہے جہاں حضرت ہارون علیہ السلام نے وفات پائی تھی پھر یہ بحیرۂ قلزم میں جا کر تمام ہوگیا اور اسی طرح مغربی سلسلہ چلتا ہے جس کو جلیل کے پاس کوہ تبور اور آگے چل کر کوہ کومل کہتے ہیں جس کے معنی اللہ کا باغ ہے یہاں کی سرسبزی اور انواع و اقسام کے پھول ضرب المثل ہیں اسی کی چوٹی پر جو سمندر کے قریب ہے الیاس علیہ السلام نے بعل کے پجاریوں سے مقابلہ کیا تھا۔ اس کے اور تبور پہاڑ کے بیچ سمندر سے لے کر دریائے یردن تک یزرئیل کی وادی کہلاتی ہے اس کی لمبائی چودہ کوس اور چوڑائی چھ کوس ہے اور سیدھا دکھن کی طرف چل کر اسرائیل یا افرائیم کے پہاڑ اور یہودیہ کے پہاڑ کہلاتے ہیں انہیں میں کوہ جرزیم بھی ہے جس کی چوٹی پر بنی اسرائیل کے مقابلہ میں سامریوں نے دوسری ہیکل بنائی تھی اور اسی سلسلہ میں کوہ موریہ ہے جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ یا ہیکل تعمیر کی اور کوہ صیہون بھی کہ جس پر یہ شہر یروشلم واقع ہے گویا موریہ اور صیہون اس ایک ہی پہاڑ کے نام ہیں یہ شہر چار پہاڑوں پر آباد ہے موریہ۔ صیہون۔ اکرا۔ بزیتھا زمانہ قدیم میں سب کو موریہ کہتے تھے اس وجہ سے کہ وہاں ایک قوم اموری بستی تھی اور صیہون ان کا ایک بادشاہ گزرا ہے پھر اسی کے نام سے یہ پہاڑ نامزد ہوگیا۔

یہ شہر یروشلم کہ جس میں مسجد اقصیٰ یا ہیکل سلیمانی واقع تھی بحیرۂ روم سے ۳۲ میل کے فاصلہ پر سمندر کی سطح سے دو ہزار پانسو اڑتیس فٹ بلندی پر واقع ہے اور دریائے یردن کہ جہاں حضرت مسیح نے اصطباغ لیا تھا جس کا پانی ہر سال ہزاروں عیسائی گنگا جل کی طرح تبرکاً لے جاتے ہیں، یروشلم سے اٹھارہ میل دور ہے اور شہر حبرون دکھن کی طرف دس بارہ میل اور سامریہ شمال کی طرف ۳۶ میل اور دمشق سے یروشلم دکھن اور پچھم کے رخ ایک سو بیس میل ہے اور بغداد سے ساڑھے چار سو میل مغرب کے رخ ہیں۔ نابلس کہ جس کے قریب حضرت یعقوب علیہ السلام رہا کرتے تھے یروشلم سے شمال کی جانب ۳۴ میل اور بندر یافہ کہ جہاں سے ہیکل کے لیے لکڑیاں آیا کرتی تھیں یروشلم سے دکھن کی طرف باسٹھ میل اور شہر ناصرہ کہ جہاں حضرت مسیح مصر سے آ کر رہے تھے جس وجہ سے ان کی امت نصاریٰ کہلاتی ہے ستر میل اور بیت لحم کہ جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے تخمیناً چار میل اور مصر وہاں سے جنوب و مغرب میں تخمیناً دو سو ساٹھ میل ہے اور کوہ طور دو سو میل اور مدینہ منورہ تخمیناً چھ سو میل اور شہر یریحو کہ جس کے پاس سے بنی اسرائیل یردن ندی کو دو حصہ کر کے اتر آئے تھے پورب اور اُتر کی طرف تخمیناً سولہ میل ہے اور مکفیلہ کے غار جہاں کہ حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے مزار ہیں بیس میل۔

آج کل اس جگہ کو کہ جہاں یہ مزارات مقدسہ ہیں خلیل کہتے ہیں جو ایک عمدہ شہر آباد ہے۔

یہ ملک شام یا شہر یہ حضرت سلطان ترکی خلد اللہ ملکہ کے قبضہ میں ہے۔ اس ملک میں مسلمان، یہودی، عیسائی، ارمنی رہتے ہیں بیشتر مسلمان ہیں اور تقریباً کل ملک کی مادری زبان سیکڑوں برسوں سے عربی ہے۔ زوار لوگ جو ہندستان یا عرب سے جاتے ہیں تو سویز سے جہاز میں سوار ہو کر بحیرۂ روم کے کسی بندر پر اتر جاتے ہیں وہاں سے گھوڑا گاڑی[1] میں سوار ہو کر ایک رات میں یروشلم پہنچ جاتے ہیں اونٹ اور گھوڑے کی سواری ملتی ہے۔ اس شہر میں حضرت سلطان کی طرف سے ایک پاشا رہتا ہے۔ شہر یروشلم سے مشرق کی جانب تھوڑے سے فاصلہ پر زیتون کا پہاڑ ہے یہ وہی پہاڑ ہے کہ جہاں رات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبادت کیا کرتے تھے اور یہیں سے یہودی آپ کو گرفتار کر کے پلاطوس کے پاس لے گئے تھے اس پہاڑ اور شہر کے درمیان ایک نالہ بہتا ہے کہ جس کو کدرون کہتے تھے بارش کے ایام میں اس میں زیادہ پانی ہوتا ہے مگر گرمی میں خشک ہو جاتا ہے اس پہاڑ کے دامن میں مغرب کے رخ شہر کے قریب ایک باغ تھا جس کو گتسمنی کہتے تھے اور اسی پہاڑ کے نیچے مشرق کی جانب بیت عینا اور بیت فاگا دو گاؤں آباد تھے۔

پادریوں

کی الکتاب کے مقامات المعروف چھاپہ رومن مرزا پور ۱۸۹۶ء صفحہ ۱۵۔ ۱۶ میں لکھا ہے کہ شہر یروشلم کا بانی ملک صدق تھا جس کا ذکر کتاب پیدائش کے ۱۴ باب ۱۸ ورس میں یوں ہے کہ ملک صدق سالم کا بادشاہ تھا اور اکثر سمجھتے ہیں کہ یہی اس شہر کا اصلی نام ہے آباد ہونے کے سو برس بعد اس کو یبوسیوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا اور شہر پناہ کو بڑھایا اور کوہ صیہون پر ایک قلعہ بھی تعمیر کیا پہلا نام بدل کر یا بوس نام رکھا گمان غالب ہے کہ یہی نام اصلی نام کے ساتھ شامل کیا گیا یعنی یبوسلم یا فصاحت کے واسطے یروشلم جیسا کہ آج تک جاری ہے ایجاد ہوا۔ یشوع کی کتاب کے ۱۰ باب ۱۳ آیت میں ہے کہ جب یشوع نے ملک کنعان پر حملہ کے وقت اس کے (یعنی یروشلم کے) بادشاہ کو پکڑا اور قتل کیا اس وقت سے داؤد کے زمانہ تک یہودی اور یبوسی دونوں ملے جلے رہتے تھے۔ پھر لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یشوع نے یروشلم بنیامین کے فرقہ کو سپرد کیا لیکن بسبب اس کے کہ یہ شہر فرقہ یہوداہ کی عین سرحد پر تھا اور بنی یہوداہ نے دوبارہ اس کو محاصرہ کر کے لیا تھا اس واسطے یروشلم کبھی بنیامین اور کبھی یہوداہ کا کہلایا اور جب سے خدا نے یروشلم کو اپنے ہیکل کے لیے چن لیا تب سے وہ تمام بارہ فرقوں کا دار السلطنت مقرر ہوا اور کسی خاص فرقے کا حصہ نہ کہلایا۔ ربی لوگ کہتے ہیں کہ شہر مذکور کی زمین تمام فرقوں کی زمین تھی یہاں تک کہ باشندوں میں سے بھی کوئی اپنے گھر کو اپنا نہ کہہ سکا اور عید کے ایام میں سب اپنے پردیسی بھائیوں کو بغیر کرایہ کے مکان میں ٹھیراتے تھے۔

تمام ملک کے یہودی یروشلم میں سال میں تین بار حاضر ہوتے تھے۔ عید فصح میں۔ یہ عید فرعون کے ظلم و قبضہ سے رہا ہونے کی یادگار میں تھی جس میں قربانی کرتے اور فطیری روٹی کھاتے تھے۔ دوسری عید خیمہ یہ مصر سے نکلنے کے بعد چالیس برس بیابان میں رہنے کی یادگاری میں کیا کرتے تھے اس میں پتوں اور شاخوں کے جھونپڑے بنا کر سات روز

[1] سنا ہے کہ اب ریل بن گئی ہے ۱۲ منہ

ف اب موٹر و موٹر لاری کے ذریعہ جا رہے ہیں۔

میدان میں رہتے تھے۔ سوم عید پنتکوسٹ یونانی لفظ ہے جس کے معنی پچاسواں۔ یہ عید مصر سے نکلنے کے بعد کوہ سینا پر شریعت پانے کی یادگاری میں مقرر ہوئی تھی ان عیدوں میں ہزارہا بنی اسرائیل حاضر ہوتے تھے جس طرح اہل اسلام مکہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

الغرض یہ شہر اس وقت سے آباد ہے کہ جب بنی اسرائیل مصر سے کوچ کر کے پھر اس ملک کنعان میں داخل ہوئے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں ان کا پایہ تخت ہونے کی وجہ سے نہایت رونق اور تجمل کی حالت میں تھا۔ اس کی شہر پناہ اور اس کے عمدہ برج اور پھاٹک حیرت انگیز اور عبرت خیز تھے لیکن داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد سے آگے ہی سے یہ جگہ متبرک اور مقدس سمجھی جاتی تھی کیوں کہ حسب اعتقاد اہل کتاب حضرت ابراہیمؑ اسی مقام پر اپنے بیٹے اسحاق کو قربانی کرنے کے لیے لائے تھے۔ اسی سرزمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خواب میں باتیں کی تھیں اور اسی لیے اس جگہ کا نام بیت ایل یعنی خدا کا گھر رکھا۔ یہی جگہ ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ کے حکم و الہام سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد (ہیکل) بنائی پھر یہی مسجد اور یہی شہر ہزارہا انبیاء علیہم السلام کا قبلہ اور زیارت گاہ رہا اسی کا قرب و جوار انبیاء کا مدفن اور مورد برکات ہے الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ اہل کتاب اب تک اس کی وادی یہوشفاط میں دفن ہونا موجب نجات خیال کرتے ہیں۔ آں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کی طرف منہ کر کے مدتوں نماز پڑھی ہے اور شب معراج میں اس جگہ تشریف لائے ہیں۔ یہ شہر مقدس اور یہ مسجد متبرک بارہا ظالم بادشاہوں کے ہاتھوں سے برباد و منہدم ہوئی اور پھر بنائی گئی چنانچہ آگے چل کر آپ کو اس کی کیفیت معلوم ہوگی۔ مگر اب ہم ناظرین کو حال کے شہر اور مسجد کا ذکر سناتے ہیں۔

شہر یروشلم کا بیان

یروشلم جدید کی شہر پناہ کا گھیر جس کو سنہ ۱۵۳۳ء میں سلطان سلیمان بن سلیم شاہ روم نے تعمیر کروایا تھا تخمیناً ڈھائی میل کا ہے۔ یوسفس مورخ کے دنوں میں کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے قریب زمانے کا ہے چار میل کا گھیر تھا۔ اور شہر تین دیواروں سے گھرا ہوا تھا جس میں سے ایک میں ساٹھ دوسرے میں چالیس تیسرے میں چھیاسٹھ برج بنائے گئے تھے۔ شہر جدید پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدیم بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے لیکن اس کے اطراف میں ایسی بھی زمین دامن پہاڑی نظر آتی ہے کہ جو قدیم زمانہ میں شہر میں داخل تھی چنانچہ نصف صیہون کی پہاڑی شہر پناہ کے باہر ہے جو پہلے اندر تھی۔ شہر حال کی چار دیواری بلند اور کنگرے دار پتھروں سے ٹھوس بنی ہوئی ہے اور اس میں چالیس برج اور توپیں چڑھانے کے مورچے بنے ہوئے ہیں۔ شہر کے سات دروازے ہیں دو شمال کی جانب ایک مغرب کی جانب اور ایک مشرق کی جانب۔ ایک باب الرحمہ کہلاتا ہے اور وہ دکھن کے رخ ہیں۔ شہر میں تین بڑی سڑکیں ہیں ایک وہ جس کو باب الدمشق کہتے ہیں جو شمال و مغرب کی طرف جاتی ہے دوسرے سوق الکبیر جو پورب پچھم جاتی ہے تیسرے غم خواروں کی سڑک اور یہ وہ رستہ ہے کہ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی سولی دینے لے چلے تھے۔ ان کے سوا سات سڑکیں اور ہیں جو ان سے چھوٹی ہیں جن کے یہ نام ہیں کوچہ مسلمین۔ کوچہ نصاریٰ۔ کوچہ یہود۔ کوچہ ارمنی۔ کوچہ ظاہرہ۔ کوچہ مغربین۔ کوچہ باب حوت

پادری چارلس بیل ایم اے کہتا ہے کہ آخر گشت میں

جو لفٹنٹ واران صاحب شہر مقدس کا حال دریافت کرنے گئے تھے انہوں نے اچھی طرح وہاں کا حال دریافت کیا۔ ان کے بیان کے موجب شہر کی شہر پناہ طول میں پورب کی طرف دو ہزار آٹھ سو فٹ ہے اور شمال کی طرف تین ہزار آٹھ سو فٹ ہے اور مغرب کی طرف دو ہزار تین سو [illegible] فٹ اور دکھن کی طرف سے تین ہزار تین سو بچاس فٹ ہے۔

اس جگہ بہت عمدہ عمارت بجز ہیکل (مسجد اقصیٰ) اور مسیح کی قبر کے اور کوئی نہیں ہے ان کے پاس اور بھی مقامات ہیں کہ جو اوسط درجہ میں خیال کیے جاتے ہیں۔

الکتاب کی مقامات المعروف نامی کتاب میں اس شہر کے چھوٹے بڑے اکتیس مقامات گنوائے ہیں[1]۔ (۱) بیت لحم کا پھاٹک (۲) دمشق کا پھاٹک (۳) افرائیم کا پھاٹک (۴) مقدس استیفان کا پھاٹک (۵) سنہرا پھاٹک یہ ہمیشہ بند رہتا ہے (۶) مسجد اقصیٰ کا پھاٹک (۷) غلیظ کا پھاٹک (۸) صیحون کا پھاٹک (۹) آرمینیوں کی خانقاہ (۱۰) ہینس کا قلعہ (۱۱) بیت مسیح کا کنڈ (۱۲) حاجیٔ مستورہ کا کنڈ (۱۳) لاطینیوں کی خانقاہ (۱۴) کھنڈر مکان (۱۵) قبر کا گرجا، قبرستان۔ کلوری (۱۶) ہیرودیس کا محل (۱۷) مقدس اننا کی مسجد (۱۸) پلاطوس کا محل (۱۹) بیت حسدہ کا کنڈ (۲۰) حرم شریف الف سلیمان کا تخت۔ ب محمد علیہ السلام کا تخت۔ جاہل مسلمانوں کا خیال ہے کہ اس پر آں حضرتؐ قیامت میں عدالت کریں گے۔ ج صدر عیسیٰ کے مغارہ کا دروازہ (۲۱) الصخرہ (۲۲) مسجد الاقصیٰ (۲۳) چوک و بازار (۲۴) انناس کا محل (۲۵) یہود کا عبادت خانہ (۲۶) یروشلم کے حاکم کا محل (۲۷) قیافا کا محل (۲۸) داؤد علیہ السلام کا مزار (۲۹) عام قبرستان (۳۰) بادشاہ کا کنڈ (۳۱) سلوآم کا کنڈ۔

اس شہر میں تخمیناً تیس ہزار آدمی بستے ہیں جس میں زیادہ مسلمان ہیں پھر یہود پھر عیسائی اور ارمنی۔ مسلمان اکثر حرم شریف کے گرد و نواح میں رہتے ہیں اور عیسائی اپنی خانقاہوں اور گرجاؤں کے آس پاس اور یہودی کوہ صیحون کے دامن میں اور اس کے آس پاس کے نشیب میں۔ اس شہر میں یہودی بیوہ عورتیں بہت زیادہ رہتی ہیں جو اپنی پرورش کا وسیلہ یروشلم کو سمجھتی ہیں۔

اس شہر میں دو خانقاہ بہت مشہور ہیں ایک لاطینی، دوسری ارمنی شہر سے شمال و مغرب کی طرف اور لاطینی دکھن پچھم کی طرف۔ ارمنی خانقاہ میں ہزار آدمی رہ سکتے ہیں۔ آرمینیوں کا ایک گرجا بہت بلند اور کشادہ بنا ہوا ہے اور اس میں اسباب عبادت اس قدر اور ایسے قیمتی ہیں کہ دنیا میں میسر نہیں آتے کبھی کبھی ان دونوں قوموں میں علاوہ زبانی بحث کے لاٹھی سونٹے کی بھی نوبت آجاتی ہے۔

یروشلم کے جنوب میں سلوآم کا ایک تالاب ہے کہ جس کی گہرائی چوبیس فٹ ہے۔ یروشلم میں ملکۂ انگلستان اور شاہ جرمن کے اتفاق سے ایک ایسے نئے گرجا کی تعمیر کا ارادہ ہوا تھا کہ جس میں انگلستانی کلیسا کے طور پہ عبادت ہوا کرے اس کے لیے سلطان کی طرف سے زمین ملی اور بنیاد بھی ڈالی گئی مگر ارمنی اور یونانی اور لاطینیوں کی ناراضی سے ہنوز وہ عمارت قائم نہیں ہونے پائی۔

یروشلم کے پورب کی طرف ایک وادی ہے کہ جس کا طول دو یا ڈیڑھ میل ہوگا اس کو وادی یہوشفات کہتے ہیں جس کے معنی یہوواہ (خدا) کی عدالت کے ہیں۔ اسی بنا پر یہود اور عام عیسائیوں اور عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ قیامت کے روز اس جگہ پر خدا عدالت کرے گا اسی لیے یہود یہاں دفن ہونا سبب نجات جانتے ہیں۔ اسی وادی کے پاس شہزادہ ابی سلوم کا ستون اور کئی مقبرے ہیں جن میں سے بعض بلند اور عالی شان اور بعض ٹوٹے پھوٹے ویران پڑے ہیں۔

[1] ملاحظہ ہو نقشہ تفسیر حقانی جلد اول صفحہ ۴۱۹

یروشلم کے جنوب میں ایک وادی گیہنوم یعنی جہنم کہلاتی ہے۔ یوسیا بادشاہ کے عہد سے آگے یہودی یہاں مالک بت کی پرستش کرتے تھے۔ یہ بت پیتل کا تھا اور اس کا چہرہ بیل کا سا اور اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے گویا یہ اپنے عابدوں کو گود میں لیا چاہتا ہے۔ یہ بت پرست یہودی اس بت کو آگ سے نہایت گرم کر کے اپنے لڑکوں کو اس کی گود میں ڈالتے اور ان کے چلانے کی آواز دبانے کے لیے ڈھول بجاتے تھے اس عہد میں ان ڈھولوں کے نام سے اس کو وادی توفت (ڈھول) کہتے تھے پھر بابل کی اسیری کے بعد یہود اس مقام اور اس بت پرستی سے نفرت کرنے لگے اور اس وادی کو خراب کرنے کے لیے تمام شہر کا کوڑا اور غلیظ وہاں پڑنے لگا جس کے جلانے کے لیے ہمیشہ آگ جلتی رہتی تھی۔ اسی مناسبت سے اس کو جہنم کہنے لگے۔ جس طرح فلسطینی ایک بت داجون کی پرستش کرتے تھے جس کا مچھلی کا سا جسم اور انسان کے سے ہاتھ پاؤں تھے اسی طرح عمونی اس بت مالک کی پرستش کرتے تھے اور غالباً اس سے مراد زحل ستارہ لیتے تھے باوجود سخت ممانعت کے بنی اسرائیل نے ان کی صحبت سے یہ بت پرستی اختیار کر لی تھی۔

قسطنطین شاہ روم کی والدہ نے جب کہ وہ یروشلم میں آئی مسیح کی قبر پر سے ایک بت جو اس پر قائم کیا گیا تھا اکھڑوا کر وہاں ایک جدید گرجا عالی شان تعمیر کیا جو آج تک مسیح کی قبر کے نام سے مشہور ہے اور جس قدر عیسائی یروشلم میں حج کو جاتے ہیں اس کی زیارت ضرور کرتے ہیں۔ اس میں گھستے ہی مجاور ایک بڑا پتھر دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی پر حضرت مسیح کی لاش کو غسل دیا گیا تھا۔ اس سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر ایک گنبد کے نیچے جو سوا ستر فٹ پر مشتمل ہے مسیح کی قبر بتاتے ہیں جس پر انہوں نے سنگ مرمر کا چھوٹا سا دروازہ بنا رکھا ہے اس کے چھوٹے دروازہ سے جھک کر جاتی اس کمرہ میں داخل ہوتے ہیں جو چٹان میں کندہ ہے یہ مقام ساڑھے چھ فٹ مربع سے زیادہ نہ ہوگا۔ یہاں سنگ مرمر کا ایک صندوق ہے اسی میں حضرت مسیح کی لاش کا رکھا جانا قرار دیتے ہیں اور اس کی چھت میں بڑے بڑے عمدہ جھاڑ لٹکے ہیں جو بادشاہوں کی نذر گذرانے ہوئے ہیں اس مقام میں ایسی کشمکش کی راہ ہے کہ تین چار آدمی کے سوا اور کا گذر نہیں۔ اس گرجے میں یونانی لاطینی، آرمنی عیسائی سب شریک ہیں اور ہر سال وقت مقررہ پر مسیح کے مصلوب ہونے اور زندہ ہونے کا سوانگ بناتے اور لاش نکالتے اور بڑا ماتم کرتے ہیں۔

اہل اسلام وہاں کے کل مقدس مقاموں کو مانتے ہیں مگر اس گرجا کے کیوں کہ ان کو حضرت مسیح کی مصلوبی سے انکار ہے۔ بلکہ یہ مقبرہ یہودا اسکریوطی کا ہے جو ان کی جگہ دفن ہوا اور مسیح کے شبہ میں سولی پر لٹکایا گیا۔

فصل دوم

اس شہر میں جو سب سے مقدس اور عمدہ اور متبرک ہے وہ مسجد ہے کہ جس کو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا تھا جو مسجد الصخرہ کے نام سے نامزد ہے۔ جس وقت مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر کے اسے لے لیا تو عیسائیوں کے بطریق یعنی امام سے مسجد کے لیے بہتر جگہ دریافت کی گئی اس نے سلیمان کی ہیکل کی اجاڑ جگہ کو دکھایا اور کہا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت سلیمان نے ہیکل بنائی تھی[1]۔ اسی مقام پر حضرت عمرؓ نے مسجد کی بنیاد ڈالی اور ایک متبرک عمارت بنائی۔ اس مسجد کے احاطہ کو حرم شریف کہتے ہیں۔ زمانہ حروب صلیب سے وہاں کوئی عیسائی جانے نہیں پاتا۔

[1] بطریق کی یہ بھی ایک چالاکی تھی کیونکہ ان کے اعتقاد میں مسجد اقصیٰ حضرت مسیح کی پیشین گوئی سے منسوخ ہو چکی۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

ڈاکٹر رو بنسن کہتا ہے کہ میں طبابت کے ذریعہ سے امام سے موافقت کرکے تین بار اس کے اندر گیا ہوں۔ اس لیے وہ وہاں کا مفصل حال لکھتا ہے کہ حرم شریف لمبائی میں ایک ہزار چار سو نناوے فٹ ہے۔ یعنی مسجد اقصیٰ کی محراب نماز سے باب السلام تک اور عرض میں نو سو پچانوے فٹ ہے۔ اس احاطہ میں نارنگی زیتون اور سرو کے متعدد درخت ہیں۔ اسی احاطہ کے درمیان ایک پختہ سنگِ مرمر کا تخت ہے یا چبوترہ جو چار سو پچاس فٹ مربع ہوگا جس کی بلندی احاطہ کی سطح سے بارہ چودہ فٹ ہوگی اس پر چڑھنے کے واسطے چاروں طرف سے اچھی اور کشادہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں چنانچہ مغرب کے رُخ تین اور شمال کے رُخ دو اور پورب کے رُخ ایک اور دکھن سمت دو اور ہر ایک زینہ پر نہایت خوش نما محراب بنی ہوئی ہے اس کی کرسی بالکل سفید اور آسمانی رنگ سنگِ مرمر کی بنی ہوئی ہے اس کے بعض پتھر بہت پرانے ہیں جن پر طرح بطرح کی صورتیں تراشی ہوئی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کسی قدیم عمارت کے پتھر ہیں۔ اس تخت کے اردگرد بہت سے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں مؤذن اور خدام اور سامان مرمت رہتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ حسین وہ مسجد ہے کہ جو اس تخت کے بیچوں بیچ ہے جس کو مسجد الصخرہ کہتے ہیں اس وجہ سے کہ اس کے اندر ایک پتھر لگا ہوا ہے جس کی نسبت خیال

ہے کہ یہ پتھر اُس وقت سے آسمان سے گرا ہے جب سے کہ پہلے پہل نبوت ہوئی جب سے یہ یہیں پڑا ہے۔ کہتے ہیں کہ سب اگلے نبی اسی پر بیٹھ کر نبوت کرتے تھے یہ پھر اُڑ کر جانے کو تھا کہ جبرئیل نے ہاتھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے تک اس کو روک دیا پھر حضرتؐ نے اس کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھا (یہ روایات اسلام میں سندِ صحیح سے ثابت نہیں) یہ مسجد ہشت پہل ہے اور ہر ایک پہل ساٹھ فٹ کا ہے اس میں چار باب ہیں باب الغربی، باب الشرقی، باب القبلہ، باب الجنۃ۔ ایک دروازہ پر سائبان پڑا ہوا ہے برآمدہ کے طور پر اس کا پہلا درجہ سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے اس کے پتھروں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہیکل کے پتھر ہیں سب دیواریں دَل دار بنی ہوئی ہیں ایک دیوار کے پتھر مربع دوسری کے ہشت پہل اس کے سنگِ مرمر کا رنگ سفید ہے مگر خوبصورتی کے لیے جا بجا نیلاہٹ کی ہوئی ہے اس درجہ میں کوئی کھڑکی نہیں ہے مگر اوپر کے درجہ میں ہر ایک پہل میں ساٹھ اونچی کھڑکیاں ہیں اور سنگِ مرمر کے عوض تمام دیوار رنگین خشتِ پختہ سے بنی ہے جس پر چاروں طرف قرآن مجید کی آیات بخطِ جلی لکھی ہیں یہ سب عمارت ایسی خوب صورت بنی ہوئی ہے کہ جس کی نسبت ڈاکٹر موصوف کہتا ہے کہ مجھے اس کے دیکھنے سے ایسی خوشی ہوئی جو دوسری عمارت سے ہرگز نہیں ہوئی۔ مسجد مذکور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جس کی نسبت وہ مسیح علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس کو پھر کوئی آباد نہ کر سکے گا وہ سمجھتا تھا کہ یہ مسلمانوں سے آباد نہ ہوگی اور اس قصد سے وہ خود برباد ہو جائیں گے۔ مگر خدا نے پہلے انبیاء علیہم السلام کی معرفت خبر دے دی تھی کہ اس کو ایک قوم آباد کرے گی جو خدا کی آنکھوں میں مقبول اور برگزیدہ ہوگی اور وہی اس کے وارث اور متولی رہیں گے۔ اس خبر کے مطابق واقع ہوا۔ اُس عہد سے اب تک یہ مسجد مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہے اور رہے گی۔ ایک عارضی قبضہ چند سال کے لیے حرب الصلیب کے عیسائیوں کا ہو گیا تھا۔ صداقتِ اسلام کی ایک یہ بھی بین دلیل ہے ۱۲ منہ

افسوس ہے کہ اب چند سال سے عیسائیوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے امید ہے کہ پھر اس کے وارثوں کے قبضہ میں آجاوے گی۔

میں مصحف کے سوا چند اور تبرکات ہیں جن کو اہل اسلام متبرک جانتے ہیں چنانچہ ایک اور بڑا پتھر ہے جس کی نسبت کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر بیٹھے تھے سنگ مزار تک سے ٹوٹا ہوا ہے۔

اور ایک صندوق ہے جس میں ایک سوراخ ہاتھ جانے کے قابل ہے اس کے اندر قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں پھر ایک سبز پتھر چودہ انچ مربع ہے جس میں اٹھارہ سوراخ کیل کے لائق بنے ہوئے ہیں۔ اس کی یہ خاصیت بتلاتے ہیں کہ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد اس میں سے ایک کیل غائب ہو جاتی ہے چنانچہ اس میں سے ساڑھے چودہ غائب ہو گئی ہیں اور ساڑھے تین باقی ہیں کہتے ہیں ان کے غائب ہو جانے کے بعد دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا (یہ بھی اسلام میں سند صحیح سے ثابت نہیں خیالات عامہ ہیں)۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس مقام پر سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا مزار ہے۔ مسجد مذکور کا گنبد نوے فٹ بلند ہے اور اس کا قطر چالیس فٹ اس کی چھت سیسے کے پتھروں سے بنی ہے جس پر سے تمام یروشلم دکھائی دیتا ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

یہ عمارت حضرت عمرؓ کے عہد کی نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بنی امیہ نے اس کو از سر نو تعمیر کیا پھر اور اور تعمیرات ہوتی رہیں۔ حال کی عمارت سلاطین عثمانیہ سلطان سلیمان کی ہے۔

حال میں صحن مسجد میں سنگ مرمر کا فرش بنایا گیا ہے اور مسجد کے نیچے ایک تہ خانہ بھی ہے جو مسجد میں سے ایک کھڑکی میں سے شمع لے کر نیچے اترتے ہیں نیچے جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنیاد کے نشان معلوم ہوتے ہیں۔

اہل اسلام کے نزدیک اس مسجد کی زیارت اور وہاں جا کر نماز پڑھنا نہایت ثواب اور قبولیت کا کام ہے اس لیے سیکڑوں زوار جاتے ہیں۔ شہر میں حضرت سلطان خلد اللہ ملکہٗ کی طرف سے ہر قوم اور ہر ملک کے مسلمان زوار کے لیے ایک عمدہ مسافر خانہ بنا ہوا ہے جس کو وہاں تکیہ کہتے ہیں۔ وہاں کھانا پینا سب شیخ تکیہ کی معرفت سلطان کی طرف سے ملتا ہے۔

فصل سوم

ہیکل سلیمانی کی کیا صورت و ہیئت تھی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے لاکھوں بنی اسرائیل کو ملک شام میں وعدۂ الٰہی کے بموجب لے جانے کے لیے نکلے اور وہ بہت سوا مہینے کا راستہ بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور سرکشیوں کی وجہ سے چالیس برس کا سفر ہو گیا۔ چنانچہ قادس اور شمالی حصہ عرب کے ریگستان میں اس بے شمار بھیڑ کو لیے ٹکراتے پھرے یہاں تک کہ بجز چند آدمیوں کے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور تمام نوجوان بنی اسرائیل جو عمر میں بیس برس کی عمر کے تھے رستے ہی میں مرکھپ گئے پھر ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے جانشین یوشع بن نون نے ملک فلسطین فتح کیا اور بنی اسرائیل کنعان کے وارث ہوئے۔

ان میں یوشع سے لے کر ساؤل یعنی طالوت تک سردار ہوتے تھے پھر ان کے بعد سے سلطنت اور بادشاہت قائم ہوئی ساؤل کے بعد سب سے اول بادشاہ بنی اسرائیل کے حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ یہ بموجب قول بعض مؤرخ کے حضرت یشوع سے پانسو پندرہ برس بعد تخت نشین ہوئے تھے ان کا پہلا اہم کام یہ تھا کہ انہوں نے یبوسی لوگوں کو جو کنعان کی اولاد اور شہر یروشلم میں رہتے تھے مغلوب کیا۔ داؤد علیہ السلام نے یبوسیوں کو نکال کر شہر یروشلم کو از سر نو بنایا اور اس کا نام داؤد کا شہر رکھا اور دارالسلطنت قرار دیا۔

انہیں بیابانوں میں مارے مارے پھرنے کے زمانے میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیمہ عبادت بنانے کا حکم دیا تھا اور اس کی سب ترکیب بتلائی کہ اتنا لمبا

اور اس کے ایسے درجے ہوں اور اس کی ایسی قنات ہو اور اس کے اندر صندوقِ شہادت رکھنے کا ایسا کمرہ ہو اور قربانی کرنے کا فلاں مقام ہو اور اس کے عود سوز اور دیگر آلات سنہری اور روپہلی اتنے اور ایسے ہوں اور اس کے کاہن یا امام فلاں اور ان کا ایسا لباس ہو اور خیمہ کے محافظ اور اس کے اٹھانے والا اسرائیل کا فلاں فرقہ اور فلاں لوگ ہوں جس کی مفصل کیفیت توریت میں موجود ہے جس کو ہم نے بخوفِ تطویل ترک کرنا مناسب جانا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ جس مقام سے کوچ کر کے جس مقام پر جاتے تھے وہ خیمہ مع ساز و سامان ساتھ جاتا تھا اور ایک جگہ سے اکھیڑ کر دوسری جگہ نصب کیا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت داؤد علیہ السلام تک بنی اسرائیل کے لیے یہی کپڑے کی مسجد یا ہیکل رہی۔ پھر جب یہ خیمہ یا مسکن بمقام سیلا استادہ تھا تو وہیں حضرت سموئیل علیہ السلام کی ماں نے دعا مانگی تھی کہ جس سے سموئیل پیدا ہوئے عیلی کاہن کے عہد میں۔ اسی زمانہ میں صندوقِ شہادت جس کو تابوتِ سکینہ کہتے ہیں بنی اسرائیل کے ہاتھ سے ایک لڑائی میں فلسطینیوں کے ہاتھ آگیا تھا۔ پھر ساول کے عہد میں وہ خیمہ شہر نوب میں قائم ہوا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ ہوئے تو انہوں نے اس وعدہ کے موجب جو خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے کیا تھا اُس جگہ پر استادہ کیا کہ جو زمین خدا نے ہیکل اس کے لیے پسند کر رکھی تھی جس کا کتاب استثنا کے ۱۲ باب ۱۴ درس اور دیگر مقامات میں اشارہ ہے یعنی شہر یروشلم میں کوہ صیحون پر جس جگہ کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیت ایل رکھا تھا اور ایک پتھر بھی گاڑ دیا تھا۔ اب خدا تعالیٰ کا منشا ہوا کہ میری عبادت گاہ پختہ بنے مگر حضرت داؤد علیہ السلام کو دشمنوں کے قتال و جدال سے اس کی تعمیر کی مہلت نہ ملی گو سامان مہیا کیا تھا، اس لیے مرتے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت کی اور وہ سب ساز و سامان بھی حوالہ کیا اور ہیکل کا نقشہ بھی دیا کہ جس کے مطابق سلیمانؑ نے ہیکل بنائی۔ اور اس خیمہ کی عبادت گاہ کو پتھر اور لکڑی اور سونے چاندی کا بنا دیا اس کی پوری کیفیت اول کتاب السلاطین میں نہایت تشریح کے ساتھ مذکور ہے مگر ہم بھی ناظرین کے لیے یوسفس مؤرخ کی کتاب سے کسی قدر نقل کرتے ہیں و ھو ہذا۔ تاریخ یوسفس حصہ ہشتم باب سوم

(۱) سلیمان نے اپنی تخت نشینی سے چار برس دو ماہ بعد ہیکل کا بنانا شروع کیا اور خروج (موسیٰ از مصر) سے پانسو بانوے برس بعد اور ابراہیمؑ کے میسوپوٹومیا[1] سے نکل کے ملک کنعان میں آباد ہونے سے ایک ہزار بیس برس بعد اور طوفانِ نوح سے ایک ہزار چار سو چالیس برس بعد اور آدمؑ کی پیدائش سے کہ سب کا باپ اور سب سے پہلا آدمی تھا ہیکل کے زمانہ تک تین ہزار ایک سو دس برس گزرے تھے اور شہر سور کے آباد ہونے سے دو سو چالیس برس بعد اور حیرام شاہ سور کے تخت نشین ہونے سے گیارہ برس بعد ہیکل کی تعمیر شروع ہوئی۔

(۲) سلیمان نے بڑے بڑے پتھر اور نہایت مضبوط ہیکل کی نیو کے واسطے درست کرائے اور بڑی گہری زمین کھدوا کے ہیکل کی بنیاد رکھی تا کہ مدتوں قائم رہے۔ یہ عمارت سنگ مرمر سے تیار ہوئی تھی۔ ہیکل ساٹھ ہاتھ عرض اور ساٹھ ہاتھ طول[2] اور ساٹھ ہاتھ بلند تھی اور اس کے اوپر

[1] ملک عراق کا یونانی میں نام ہے ۱۲ منہ

[2] کتاب اول سلاطین کے ۶ باب میں ہے وہ گھر جو سلیمان نے خداوند کے لیے بنایا طول اس کا ساٹھ ہاتھ اور عرض بیس ہاتھ اور بلندی اس کی تیس ہاتھ تھی۔ اور کتاب ۲ تواریخ کے ۳ باب ۳-۴ درس (باقی بر صفحہ آئندہ)

ایک اور مکان بطور بالاخانہ کے بنا تھا اور اس طرح ہیکل کی بلندی ایک سو بیس ہاتھ ہوئی اور اس کا رخ پورب کی طرف تھا اور ہیکل کے سامنے ایک برآمدہ بیس ہاتھ چوڑا اور بارہ ہاتھ لمبا اور ایک سو بیس ہاتھ اونچا بنایا اور ہیکل کے چاروں طرف تین چھوٹے چھوٹے کمرے برابر بنائے اور ہر ایک کمرہ پانچ ہاتھ لمبا اور اسی قدر چوڑا تھا اور بیس ہاتھ اونچا اور یہ کمرے زیر و بالا سہ منزلہ بنائے گئے اور ان کی بلندی ہیکل کی نصف بلندی تک پہنچی اور تمام ہیکل کی چھت سرو کے مصفا شہتیروں اور تختوں سے پاٹی گئی اور سونے کی چادروں سے چھت اور دیواروں کو منڈھ دیا کہ جس سے تمام ہیکل روشن ہو گئی اور ہیکل کی تعمیر ایسی حکمت اور درستی سے کی گئی تھی کہ کہیں جوڑ نہ معلوم ہوتا تھا اور بالاخانہ پر جانے کے لیے ایک زینہ دیوار کے متصل بنایا گیا اور بالاخانہ کے کمروں میں کھڑکیاں بنائیں۔

(۳) اور بادشاہ نے ہیکل کو دو حصوں پر تقسیم کر کے اندر کے درجہ کو جو بیس ہاتھ طول و عرض میں یکساں بنایا اس کو نہانی مکان مقرر کیا اور دوسرا درجہ جو بیس ہاتھ عرض میں اور چالیس ہاتھ طول میں تھا اسے مقدس کمرہ قرار دیا اور اس میں سرو کی لکڑی کے دروازے لگائے اور سونے کی چادروں کو اسے منڈھ دیا اور اس پر قسم قسم کی تصویریں بنائیں اور ان کے آگے نیلے و ارغوانی و قرمزی رنگ کے باریک کتان کے پردے بنائے اور ان کو لٹکا کر ان پر بھی عجیب وغریب نقش و نگار بنائے پھر اس کے نہانی درجہ کے لیے دو کروبی (فرشتے) خالص سونے کے بنائے کہ وہ پانچ ہاتھ اونچے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے بازو پانچ ہاتھ لمبے پھیلے ہوئے تھے اور ایک کروبی کا بازو دیوار جنوبی سے ملا تھا اور دوسرے کروبی کا دوسرا بازو شمالی دیوار سے ملا تھا اور بیچ میں عہد کا صندوق رکھا اور ہیکل کے دروازے میں بڑے بڑے کواڑ لگائے اور ان پر سونے کی چادریں جڑ دیں اور کل ہیکل کو اندر اور باہر سے سونے کی چادروں سے منڈھ دیا تھا اور باہر کے دروازوں پر اندر کے دروازوں کی مانند پردے تھے مگر برآمدہ پر پردہ نہ تھا۔

(۴) سلیمان نے ایک کاریگر حیرام نامی ملک سور سے بلایا کہ اس کے والدین اسرائیلی تھے یہ شخص ہر کام میں ہوشیار تھا مگر سونے اور چاندی اور پیتل کا کام نہایت عمدہ کرتا تھا اس نے ہیکل کا کام سلیمان کی مرضی کے موافق بنایا تھا اور دو ستون اٹھارہ ہاتھ بلند کہ جن کا محیط بارہ ہاتھ تھا اور ان کے سر پر پانچ ہاتھ اونچے سوسن کے درخت کی صورت بنائی اور ایک جالی کہ جس پر کھجور اور سوسن کے پھول بنائے تھے اور ان پر دو سو انار بنائے اور ان ستونوں میں سے ایک برآمدہ کے دہنی طرف رکھا گیا اس کا نام بوعز تھا۔

(۵) سلیمان نے ایک گول حوض نصف کرہ کی مانند پیتل کا ڈھلا ہوا بنایا اس کا قطر دس ہاتھ کا تھا اس کا دل چار انگشت اور اس کے نیچے پیتل کا ایک ستون تھا کہ جس کا قطر دس فٹ تھا اور چار طرف بارہ بیل ڈھلے ہوئے تھے تین تین ہر طرف ان کی پشت پر یہ حوض تھا اس کو بحر کہتے تھے۔

ـه یعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات الآیۃ (سورۂ سبا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عہد عتیق میں ہے طول ساٹھ ہاتھ اگلے اندازے کے موافق اور عرض بیس ہاتھ اور سامنے کے اسارے کی لمبائی گھر کی چوڑائی کے موافق بیس ہاتھ اور اونچائی ایک سو بیس ہاتھ۔ ان کتابوں کو عیسائی الہامی کہتے ہیں پھر ان کے اختلاف کی تطبیق کچھ انہیں کی سمجھ میں آتی ہوگی۔ یوسفس کے مدنظر شاید ان کتابوں میں ایسا نہ ہو۔ یا یوسفس کو یہ کتابیں نہ ملی ہوں گی یا وہ سمجھ نہ سکا ہوگا ۱۲ منہ۔

(۶) اور حوض کے لیے دس چوکونے ستون بنائے ان کی لمبائی پانچ ہاتھ چوڑائی چار ہاتھ اور بلندی چھے ہاتھ تھی۔ اور ان کے چاروں کونوں میں بھی چھوٹے چھوٹے ستون اور دو ستون کے درمیان ایک بیل تھا اور دو کے درمیان ایک بیل اور دو کے درمیان ایک شیر، ببر اور دو کے درمیان عقاب اور چھوٹے ستونوں میں بھی چھوٹے قد کے جانور بنائے تھے اور ان دس ستونوں کے واسطے دس حوض بنائے تھے جن میں سے پانچ حوض ہیکل کے دائیں طرف اور پانچ بائیں طرف اور بڑا حوض سامنے تھا۔ اس میں کاہن لوگ اپنے ہاتھ پاؤں دھوکے (یعنی وضو کرکے) قربان گاہ میں جاتے تھے اور حوضوں میں ان جانوروں کو دھوتے تھے کہ جن کو قربانی میں گذرانتے تھے۔

(۷) ایک اور قربان گاہ پیتل کی بنائی سوختنی قربانی کے لیے کہ جس کا عرض بیس ہاتھ کا اور طول بیس ہاتھ کا اور دس ہاتھ بلند تھی اور اس کے تصرف کے لیے دیگ اور چمچے اور دست پناہ وغیرہ یہ سب چیزیں نہایت عمدہ پیتل سے بنائی تھیں اور اس نے دس ہزار میز دوسرے کاموں کے واسطے بنائیں کہ جن پر شیشیاں اور پیالیاں رکھی جاتی تھیں اور دس ہزار شمعدان جن میں سے ایک بڑا شمع دان رات دن ہیکل میں روشن رہتا تھا یہ جنوب میں رکھا گیا اور وہ سونے کی میز کہ جس پر خدا کے نام کی روٹیاں رکھی جاتی تھیں شمال کی جانب اور سونے کی قربان گاہ ان کے درمیان رکھی اور باقی برتن اس مکان میں رکھے جو چالیس ہاتھ لمبا تھا الخ۔ اور ہیکل کے چاروں طرف تین ہاتھ بلند ایک دیوار بنائی تاکہ ہر کوئی اس میں جانے نہ پاوے کیونکہ وہ مکان متبرک تھا وہاں خاص پاک شدہ لوگ جاتے تھے۔

اور اس دیوار کے باہر ایک غار پٹوا کے زمین کو بلند کرکے اس پر ایک دوسری ہیکل چھوٹی بہ نسبت اس بڑی کے تعمیر کرائی اور اس کے اندر بڑے بڑے کمرے بنائے چار دروازے لگائے اور اس چھوٹی ہیکل کے سامنے دور تک دورویہ مکانات کی قطار بنائی اور اس میں چاندی کا ملمع کیا۔

یہ ہیکل مع ساز و سامان سات برس میں بن کر تیار ہوئی اس کی تعمیر میں سور کے بادشاہ حیرام نے لکڑیوں کی بہت مدد کی اور خود سلیمان ؑ نے اس کام کے لیے تیس ہزار آدمی مقرر کیے تھے کہ جو کوہ لبنان پر لکڑیاں چیرتے اور تراشتے اور یہاں بھیجتے تھے ان کے علاوہ وہ غیر لوگ بھی تھے کہ جن کو داؤد نے مقرر کیا تھا ستر ہزار آدمی بار برداری کا کام اور اسی ہزار سنگ تراشی کا کام کرتے تھے اور تین ہزار ان سب کے محافظ تھے اور بادشاہ کا حکم تھا کہ سنگ تراش ہیکل کی نیو کے واسطے بڑے بڑے پتھر تراشیں اور ان کو وہیں درست کرکے شہر میں لاویں۔

سلیمان ؑ کی دعا

جب یہ ہیکل اور ان کا سب ساز و سامان تیار ہو چکا تو حضرت سلیمان نے تمام بنی اسرائیل کو دور و دراز سے جمع کیا اور ان کی دعوت کی اور بڑی دھوم دھام سے

ع یوسفس مؤرخ اپنی کتاب کے حصہ ہشتم باب ۲ میں کہتا ہے کہ سلیمان کے پاس ایسے بھی منتر تھے کہ جن سے دیو دفع ہو جاتے تھے پھر اس کے ایک منتر کا اثر اپنے مشاہدہ میں آنا بھی لکھتا ہے۔ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ جن اور دیو ان کے مسخر تھے۔ اس بات کا استبعاد ان کو ہے کہ جو دیو اور جن کا صرف اپنے مشاہدہ میں نہ آنے سے انکار کرتے ہیں جس لیے تاریخی واقعات کی غلط توجیہیں کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس تقدیر پر جنوں سے کام لینا بھی کچھ بعید نہیں جیسا کہ قرآن مجید سے پایا جاتا ہے ۱۲ منہ

صندوق شہادت اندر رکھا جب کاہن لوگ سب چیزیں بترتیب اندر رکھ کے باہر آئے تو ایک سیاہ ابر کا ٹکڑا کہ جس سے اندھیرا ہو گیا ہیکل کے اندر گیا جس سے لوگوں کو اس کی مقبولیت کا یقین ہوا تب سلیمان علیہ السلام نے سر سجدہ میں رکھ کے یہ مناجات کی کہ تو آسمان و زمین بر و بحر کسی مکان میں سما نہیں سکتا اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ اس مکان میں جس وقت بندے تیری عبادت کرنے آئیں دعا مانگیں تو ان سب کی بندگی قبول کر اور ان کی دعائیں سن اور ان کی حاجات کو بر لا کیونکہ تو اپنے تمام بندوں کی نگہبانی کرتا ہے جو تجھ سے ڈرتے ہیں تو ان کا زیادہ تر نگہبان اور ان پر بڑا مہربان ہے۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا پھر قربانی بے شمار جانوروں کی گذرانی جن کو سب کے رو برو آسمان سے آگ نے آ کر کھا لیا جس سے سب کو مقبول ہونے کا یقین ہوا۔ پھر تمام لوگوں کو رخصت کیا وہ سب خوشیوں کے نعرے مارتے ہوئے اپنے اپنے شہروں اور گاؤں اور گھروں کو چلے گئے۔

آج کے دن سے بھی زیادہ کوئی دن خوشی اور اقبال کا بنی اسرائیل کے لیے نہ ہوا ہوگا، آج آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا پھر زوال شروع ہوا۔

فصل چہارم

ہیکل کی بربادی

سلیمان علیہ السلام چالیس برس سلطنت کر کے چوراسی برس کی عمر میں جاں بحق ہوئے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا رحبعام تخت نشین ہوا۔ یہ شخص عیش پسند اور بے عقل اوباشوں کا دوست تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اقتدار سلطنت حاصل کر کے پورا بے دین ہو گیا جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ بارہ فرقوں میں سے صرف دو فرقے بنی اسرائیل کے اس کی ۹
حکومت میں رہ گئے اور دس کا ایک شخص یربعام نامی بادشاہ ہو گیا۔

سیسق کا حملہ

اس کے چند روز بعد سیساق شاہ مصر دو سو رتھ اور ساٹھ ہزار سوار اور چار لاکھ پیادے لے کر یروشلم پر چڑھ آیا اگرچہ شہر کو ڈھایا جلایا نہیں نہ ہیکل کو گرایا مگر اس میں جس قدر سونے چاندی کا اسباب بے تعداد قیمت کا تھا سب لے گیا جس کے بعد رحبعام نے ہیکل کا سامان بنایا۔ یہ پہلی مصیبت تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہیکل اور یروشلم پر آئی۔

بار دوم

رحبعام سے یوسیاہ کے عہد تک جو تخمیناً چار سو برس کا زمانہ ہے یروشلم میں متعدد بادشاہ گذرے اور ان میں اور بنی اسرائیل کی دوسری سلطنت میں دو ٹکڑے ہو کر دو سلطنت قائم ہو گئی تھیں۔ باہم بہت کچھ جدال و قتال بھی ہوئے جس سے بنی اسرائیل کی سلطنت میں ضعف آ گیا تھا اور ان میں بت پرست بادشاہ بھی ہوتے جن کی بے اتفاقی سے ہیکل خراب و خستہ اور بے مرمت پڑی رہی اور اسی عرصہ میں توریت بھی اور صندوق شہادت کے تبرکات بھی جاتے رہے مگر یوسیاہ نے پھر ہیکل کی مرمت کی اور اس کی مرمت میں بہت کچھ روپیہ صرف کیا۔ یہ بادشاہ دیندار تھا اس کے عہد میں مصر کے بادشاہ فرعون نیکوہ نے ملک اسور پر چڑھائی کی اس کا ایک صوبہ دار شاہ بابل نبوپلاسر بخت نصر کا باپ بھی تھا یوسیاہ کا ملک بیچ میں حائل تھا یہ شاہ مصر کا معارض ہوا آخر باہم جنگ ہوئی جس میں یوسیاہ زخمی ہو کر مر گیا اور یہ یرمیاہ علیہ السلام کا زمانہ ہے اس کے بعد اس کا

بیٹا یہو آخز یروشلم کے تخت پر بیٹھا اس کی تخت نشینی کے تیسرے مہینے پھر وہی مصر کا بادشاہ یروشلم پر حملہ آور ہوا اور اس شہزادہ کو زنجیروں میں جکڑ کر مصر لے گیا اور یہ وہاں جاتے ہی مرگیا اور شہر یروشلم اور ہیکل پر بھی قدرے دستِ تطاول دراز کیا اور اس کی جگہ یوسیا کے دوسرے بیٹے الیاقیم کو تختِ یروشلم پر بٹھا دیا اور اس کا نام بدل کر یہویقیم رکھا اور چار لاکھ چار ہزار تین سو اکیاون روپیہ سالانہ باج گزاری کا مقرر کیا۔ یہ شہر یروشلم پر دوسری دفعہ کی مصیبت تھی مگر اب تک سلیمانی ہیکل اور شہر کے شاہی مکانات اور شہر پناہ بدستور قائم تھی جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا۔

بارِ سوم

اس واقعہ کے چند سال بعد بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ملکِ یہودیہ پر چڑھائی کی اور یروشلم کو فتح کر کے یہویقیم کو اپنا باج گزار بنایا اور بہت کچھ مال و دولت لوٹا اور خاندان شاہی میں سے ایک گروہ کو اپنے محل کا خواجہ سرا بنا کر لے گیا ان اسیروں میں حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام اور ان کے تین رفیق بھی تھے۔

اس کے تھوڑے دنوں بعد یہویقیم نے بدعہدی کر کے شاہِ بابل کی اطاعت سے انحراف کیا شاہ بابل ان دنوں اپنی ماں کے ماتم اور دیگر علائق میں مبتلا تھا خود تو نہ آسکا لیکن اس نے یہودیہ کے آس پاس کے سرداروں کو جو سریانی اور موآبی اور عمونی وغیرہ تھے حملہ کرنے کا حکم دیا ان لوگوں نے چاروں طرف سے ملک پر تاخت و تاراج کر کے گیارہ برس تک یہویقیم کا ناک میں دم کر دیا آخر اس کو قتل کر کے یروشلم کے پھاٹک کے باہر پھینک دیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا یکونیاہ یروشلم کے تخت پر بیٹھا اس کے تیسرے مہینے خود بخت نصر ایک جرار لشکر لے کر یروشلم پر چڑھ آیا شہر کو فتح کر کے یکونیاہ اور اس کی ماں اور دیگر بیگموں اور شہر کے امیروں اور ہر قسم کے کاریگروں لوہاروں اور سنگ[1] تراشوں کو اور شاہی خزانہ اور ہیکل کے سب سونے کے برتنوں اور دیگر سامان کو لوٹ کر لے گیا۔ اور یکونیاہ کے عزیزوں میں سے ایک شخص صدقیاہ کو حکومت دے گیا اور اس سے فرماں برداری کا عہد لکھا لیا بخت نصر کا واپس ہونا تھا کہ اس پاس کے سرداروں نے اپنی دوستی اور بخت نصر کی بغاوت پر آمادہ کرنے کے لیے ایلچی بھیجنے شروع کیے ادھر شاہِ مصر نے ہمت دلائی آخر اپنی سلطنت کے نویں سال یہ بدعقل شاہ زادہ شاہِ مصر کا اعلانًا معاہد ہو گیا اور شاہ بابل سے کھلم کھلا انحراف ظاہر کر دیا۔

بارِ چہارم

اس کے دو برس بعد بخت نصر بڑے بھاری لشکر کے ساتھ یروشلم کی طرف متوجہ ہوا ادھر شاہِ مصر نے بھی اپنی کمک صدقیاہ کے لیے بھیجی مگر اس خونخوار فوج کے سامنے کون ٹھہر سکتا تھا جو بنی اسرائیل کے اوباش اور فاسق اور مرتد بادشاہوں سے انتقام لینے کے لیے قہرِ الٰہی کا نمونہ تھی آخر فتح کر لیا۔ صدقیاہ روپوش ہو کر بھاگتا ہوا گرفتار ہوا اور شہر ربلہ میں قید کر کے بھیجا گیا وہاں اس کے بیٹے قتل ہوئے اور اس کی آنکھیں پھوڑ کر زنجیریں پہنا کر بابل میں بھیجا گیا جہاں جا کر وہ جلد مر گیا۔

بخت نصر کے سپہ سالار نے یروشلم اور ہیکل کے سب مال و اسباب کو جمع کر کے باقی تمام شہر اور ہیکل میں آگ لگا دی اور سب کو جلا کر خاک کر دیا اور ہیکل اور شہر کو بنیادوں تک اکھاڑ کر میدان بنا دیا اور ہزارہا مرد و زن کو

[1] اپنا محل بابل میں تیار کرانے کے لیے ۱۲ منہ

اسیر کر کے بابل میں پہنچا دیا اور ہیکل کے وہ عمدہ ستون اور وہ حوض اور وہ ڈھلے ہوئے جالی دار ہیکل کے سامان اور وہ ہیکل اور وہ عمارتیں جن کو زمانے کے منتخب کاریگروں نے کس محنت سے بنایا تھا سب کو بابل روانہ کیا اور بیشتر کو توڑ پھوڑ دیا تورات کو بھی جو ایک نقل نسخہ تھا وہیں جلا دیا۔ آج یہود کے اقبال کا خاتمہ ہو گیا آج وہ ہیکل سلیمانی جس کا دنیا میں نظیر نہ تھا منہدم ہو گئی شہر کے عمدہ مکانات اور بازار برباد ہو گئے۔ آج یہودیہ کا ملک اور کوہ صیہون بنی اسرائیل کو کس اشک حسرت کے ساتھ رخصت کرتے اور بابل کے سفاک سپاہیوں کے ہاتھ میں ان کی زنجیریں دیتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ حادثہ عبرت خیز حضرت مسیح علیہ السلام سے بقول اکثر مورخین پانسو چھیاسی برس پیشتر گزرا ہے۔ یعنی تخمیناً چار سو پندرہ برس بعد تعمیر ہونے کے ہیکل برباد ہوئی ہے۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام جنہوں کہ صدقیاہ بدبخت کو اس پیش آنے والی مصیبت سے مطلع کر کے اس کی بدکاری اور بت پرستی سے نصیحت فرماتے تھے اس لیے ان کو صدقیاہ نے قید کر دیا تھا اسی طرح اس سے پیشتر بھی یروشلم کے بدبخت بادشاہوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل و قید کیا تھا۔

شاہ بابل کے ملازموں نے حضرت یرمیاہ کو قید سے رہائی دے کر ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور آزادی دی کہ جہاں چاہو رہو کہ اب شہر کا ملک اُجاڑ پڑا ہے اور جو چند کنگال یہودی گرد و نواح میں باقی تھے جن کو کاشت و خدمت کے لیے رکھا تھا ان پر جدلیاہ بن اخی قام کو حاکم مقرر کر کے مصفاہ میں رہنے کا حکم دیا۔ تو شاید وہ شخص کہ جس کا قصہ قرآن مجید میں ہے قَالَ اَنّٰى يُحْيِ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا الآیۃ یہی حضرت یرمیاہ ہیں جو ہیکل اور یروشلم کی بربادی دیکھ کر دل میں کڑھتے اور روتے تھے۔ انہوں ہی نے حسرت سے یہ کہا تھا کہ یہ شہر اب کیوں کر آباد ہوگا خدا نے کرشمۂ قدرت دکھانے کے لیے ان کی روح قبض کر لی اور ان کی سواری کا گدھا بھی مر گیا اس پر سو برس کا عرصہ گزر گیا۔ اس عرصہ میں بنی اسرائیل بابل سے رہا ہو کر پھر یہاں آئے اور دوبارہ ہیکل اور شہر تعمیر ہو گیا اس کے بعد خدا نے یرمیاہ کو بھی زندہ کر دیا اور ان سے پوچھا کہ کتنی دیر تک تم مرے پڑے رہے انہوں نے کہا ایک دن یا کچھ کم۔ پھر خدا نے ان کے روبرو ان کے گدھے کو بھی زندہ کر دیا اور فرمایا کہ تم پورے سو برس تک مرے رہے اور انہیں کے سامنے ان کی سواری کے گدھے کو بھی زندہ کیا اور فرمایا ہماری قدرت کو دیکھو کہ ہم نے اُجڑے شہر کو کیسا آباد کر دیا۔ بعض لوگ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یرمیاہ سو گئے تھے اور خواب میں ان کو خدا تعالیٰ نے یہ کیفیت دکھلائی تھی۔ اسی طرح یہودی اور عیسائی مورخ بھی اس قصہ کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ یرمیاہ مصر چلے گئے تھے وہیں مر گئے۔

ؔلہ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ الآیۃ۔ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مطلع کر دیا تھا کہ تم دوبار سرکشی نہایت درجہ کی کرو گے پس جب اول سرکشی ہوگی تو تم پر ایک زور آور قوم مسلط کریں گے اس میں بخت نصر کی طرف اشارہ ہے چنانچہ بنی اسرائیل کی سرکشی اور فساد اس زمانہ میں انتہا درجہ تک تھی پس ان پر بخت نصر مسلط ہوا جس نے ان کو برباد کر دیا اس کے بعد پھر بنی اسرائیل اپنے ملک میں آباد ہوئے اور ہیکل اور شہر آباد ہوا تو پھر دوبارہ سرکشی اور کفر و بت پرستی کرنے لگے اس لیے دوبارہ عذاب عظیم ان پر نازل ہوا جس میں انتیوکس یا طیطس بادشاہ روم کی چڑھائی کی طرف اشارہ ہے۔

ہیکل کی دوبارہ تعمیر

بابل میں ستر برس تک یہودی رہے اس عرصہ میں اپنے دینی دستورات بلکہ اکثر اپنی اصلی زبان سے بھی ناآشنا ہوگئے تھے۔ جب شاہانِ بابل کا ایران کے بادشاہ خسرو کے ہاتھ سے خاتمہ ہوا تو مسیح سے تخمیناً پانسو برس پیشتر خسرو شاہِ ایران کے حکم سے بیالیس ہزار یہودی جن میں یشوع سردار کاہن اور زروبابل بھی تھے پھر اپنے ملک یہودیہ کو روانہ ہوئے اور ان کو شہر اور ہیکل کی تعمیر کی بھی اجازت ملی اور ہیکل کا بچا کھچا اسباب بھی ملا مگر باقی یہودی بابل ہی میں رہے حضرت حزقیل اور دانیال علیہما السلام یہیں فوت ہوگئے تھے۔ بنی اسرائیل نے آکر تعمیر شروع کی مگر لوگوں کی غمازی سے کمبی سیس نے روک دیا نو برس تعمیر رکی رہی پھر شاہ دارا کے حکم سے تعمیر شروع ہوئی اور کئی برس میں ہیکل اسی جگہ اور اسی نمونہ پر تعمیر ہوئی فرقہ سامری نے بھی شریک ہونا چاہا مگر یہود نے ان کی شرکت سے انکار کیا۔ سامری بھی یہودی تھے ان کو اسور کا بادشاہ شالمنذر مسیح سے سات سو اکیس برس پیشتر اسیر کرکے لے گیا تھا اور وہاں ان کی نسل غیر قوموں سے مخلوط ہوگئی اور عرصہ کے بعد پھر یہ دوغلی قوم اپنے ملک سامریہ میں آبسی۔ یہ لوگ بنی اسرائیل میں سے اس دوسری سلطنت کے لوگ ہیں جنہوں نے یربعام کی ماتحتی میں ایک دوسری سلطنت قائم کی تھی تب سامریوں نے ایک کو لاوی کے فرقہ میں سے اپنا کاہن یعنی امام بناکر ان کے مقابلے میں اپنے لیے کوہ جرزیم پر ایک اور ہیکل بنائی۔ ع

اپنا کعبہ جدا بنائیں گے ہم

توریت میں جو عیبال پہاڑ پر معبد بنانے کا اشارہ ہے (استثنا ۲۷ باب ۴ ورس) انہوں نے اس لفظ عیبال کو بدل کر جرزیم بنایا اور یروشلم کے منکر ہوگئے۔ اور ایک دوسرے کو تحریفِ توریت کا الزام دینے لگے اور یہ جھگڑا ان میں قرنوں تک باقی رہا چنانچہ ایک بار اسکندریہ کے یہودیوں اور سامریوں میں یہ مباحثہ پیش ہوا اور شاہِ مصر کے روبرو ایک سو پچاس قبل مسیح سے پیشتر سامریوں نے شکست کھائی۔

سامری توریت کے پانچوں حصوں کو تو مانتے ہیں باقی عہدِ عتیق اور عہدِ جدید میں سے اور کسی کتاب کو الہامی نہیں جانتے۔ یہ لوگ اب بھی شام میں موجود ہیں۔

الغرض ہیکل دوبارہ پھر اسی طور سے تعمیر ہوئی۔ زروبابل بن سلتائیل اور یوشع بن یہوصدق اس کے مہتمم تھے اور حجی اور زکریا ابن عیدو علیہما السلام مذہبی دستور کے موافق ہدایت کرتے جاتے تھے اور شاہِ ایران کی طرف سے تعمیر کا خرچ اور لکڑی پتھر کی مدد ملتی تھی اور ان اضلاع کے صوبے نہایت سرگرمی سے فرمانِ شاہی کے بموجب مدد دیتے تھے۔ عرصہ کے بعد حضرت عزیر[1] علیہ السلام بھی مع بہت سے ساز و سامان اور ایک جماعت کے آکر شریک ہوئے اور حضرت عزیر نے اپنی یاد پر ان دونوں نبیوں کی مدد سے یہود کے لیے ایک کتاب بھی مرتب کی جس کو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت کہتے تھے اور نیز ان کے دین اور رسوم عبادت کا بھی انتظام کیا۔ دارا کے عہد میں سات برس کے اندر ہیکل بن کر تیار ہوئی اور جب بنی اسرائیل کے لوگ قربانی

---

[1] عزیر کو اہلِ کتاب عزرا کہتے ہیں حجی اور زکریا بھی اس عہد کے نبی تھے یہ وہ زکریا نہیں جو حضرت یحییٰ کے (جن کو یوحنا کہتے ہیں) باپ تھے ۱۲

لوگ جمع ہوئے اور بہت سے لوگ وقت سلطنت خدا کی حمد وستائش گانے لگے تو زروبابل کی خوشی میں نعرہ مارتے اور پرانے لوگ قدیم ہیکل کو یاد کر کے زار زار روتے تھے۔

دارا کے بعد اس کا بیٹا اخشویرش تخت نشین ہوا یہ بھی بنی اسرائیل پر بڑا مہربان تھا اس کے مقرب حضرت نحمیا علیہ السلام تھے جو شہر سوسن[1] دارالسلطنت ایران میں تھے ان سے چند بنی اسرائیل نے بیان کیا کہ شہر پناہ نہ ہونے کی وجہ سے اطراف کے لوگ ہم کو لوٹتے ہیں۔ حضرت نحمیا نے بادشاہ سے اجازت اور پروانہ لیا اور خود بھی آئے اور شہر پناہ بھی بنائی یہ یوسیفس کا بیان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دارا وہ نہیں کہ جس کو سکندر رومی نے مغلوب کیا کیونکہ اس دارا کا کوئی بیٹا نہ تھا اس کے بعد یروشلم اور اس کے باشندے شاہان ایران کے مطیع ہو گئے ان کی مستقل حکومت نہ تھی۔ سکندر رومی کے عہد تک سکندر نے یونان سے خروج کر کے مشرقی ملکوں پر حملہ کرنا شروع کیا تو آخر دارا شاہ فارس کو شکست دے کر ملک فارس اپنے قبضہ میں کر لیا اور اس کے بعد ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ یہ واقعہ حضرت مسیح سے تین سو تینتیس برس پہلے گزرا ہے پھر شہر بابل میں آکر عین شباب میں مر گیا۔

اس کے بعد یروشلم کے کاہنوں نے اس کی حکومت قبول کر لی تھی اسی لیے ہیکل اور یروشلم پر کوئی نئی مصیبت نہیں آئی اور نیز یہود اب تک اپنے افعال قبیحہ پر نادم اور تائب بھی تھے کہ جس کی وجہ سے تازہ مصیبت میں گرفتار نہ ہوئے مگر اس کے بعد پھر بدکاری اور گناہ کی طرف قدم بڑھانے لگے سو جب ان جستہ جستہ [illegible] اس کے بعد پھر مورد بلا ہوئے۔

سکندر کے بعد اس کا تمام ملک اس کے سرداروں پر تقسیم ہو گیا[2] انٹی گونس نے ایشیائے کوچک کو سلوکس نے ملک بابل کو اور لیسی ماکس نے تھریس پانٹس کو اور کسنڈر نے مقدونیہ کو اور تولمی ابن لاگس نے ملک مصر پر قبضہ کر لیا اور جو شخص یہ اس تولمی نے ملک یہودیہ اور یروشلم پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور یہودیوں کو اچھی رعیت بنایا اور ان کو دیندار سمجھ کر بہت کو عہدہ عہدے بھی دیے اس لیے بہت سے یہود اس کی قدردانی سے ملک مصر میں چلے گئے اور ہزاروں اسکندریہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ پھر مصری بادشاہ کو یہودی کتابوں کے جمع کرنے اور عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ کرانے کا شوق ہوا تو ایلی ایزر یہودیوں کے سردار کاہن کے نام ایک خط لکھا اور چند تحفہ اور بہت سا ہدیہ دے کر سمجھایا کہ آپ ہر فرقہ سے چند منتخب علما میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ وہ مجھے ترجمہ میں مدد دیں۔ کاہن نے بڑے شکریہ کے ساتھ جواب لکھا اور بہتر یہودی عالم کتابیں دے کر ترجمہ کرنے کو بھیجے جنہوں نے شریعت کا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کیا اس ترجمہ کو سپٹواجنٹ[3] کہتے ہیں جس کے معنی بہتر کے ہیں اس کے عہد میں یہودیوں نے بڑی عزت پائی تھی۔

اسی طرح ایشیا کے بادشاہوں نے بھی یہود کی

---

[1] جس کو آج کل شوسشتر کہتے ہیں یہ شہر کیانی بادشاہوں کا دارالسلطنت تھا۔ منہ

ف سکندر کی سلطنت عظیم اس کے چار سرداروں میں یوں تقسیم ہوئی۔ سلوکس کو ایران اور بابل اور چند صوبے مشرق کے۔ کسانڈر کو مقدونیہ اور اس کے صوبہ جات۔ اینٹی گونس (انٹیوکس) کو شام اور ایشیائے کوچک کے اکثر صوبہ جات اور بطلیموس نے مصر اور اس کے اطراف پر قبضہ کیا۔ (دیباچہ ترجمہ قرآن مطبوعہ الہ آباد [illegible])۔ [3] یہ ترجمہ مسیح سے دو سو برس پہلے سکندریہ میں ہوا تھا اردو بائبل مطبوعہ [illegible] حاشیہ صفحہ [illegible]۔ [illegible]

نہایت عزت و حرمت کی تھی۔ چنانچہ سلوکس نے ایشیائے کوچک اور شام سُریا میں قلعے بنا کے یہود یوں کو ان کا سردار بنایا تھا اور اپنے دارالسلطنت انطاکیہ میں بھی ان کو بہت کچھ دخل دیا تھا۔

واضح ہو

کہ سکندر کے بعد جب ملک کے ٹکڑے ہو گئے تو ایک شخص انیٹگونس نے حضرت مسیح سے تین سو برس پیشتر یعنی سکندر کی وفات کے تینتیس برس بعد شہر انتاکیہ (انطاکیہ) آباد کر کے اس کو اپنا دارالسلطنت ٹھیرایا۔ یہ یونانی سلطنت کہلاتی تھی اور اس خاندان کے بادشاہ انتیوکس کہلاتے تھے ان کی اور مصر کے بادشاہوں بطالمی خاندان کی ہمیشہ لڑائیاں ہوا کرتی تھیں یہودی بے چارے ان دونوں پتھروں میں پسا کرتے تھے۔ آخر انتیوکس چہارم کا تسلط یروشلم پر ہو گیا جس نے کہانت کا عہدہ تیرہ لاکھ میں لیسون یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر اس سے واپس لے کر اس کے بھائی منلاؤس کے ہاتھ چوبیس لاکھ چھپتر ہزار پر فروخت کر ڈالا۔ انتیوکس کی خبر وفات سن کر لیسون اپنے بھائی پر حملہ آور ہوا اور اس کو قتل کر دیا چونکہ یہ بادشاہ ہنوز زندہ تھا طیش میں آ کر حضرت مسیح سے ایک سو ستر برس پہلے

یروشلم پر پانچواں حادثہ

یروشلم پر چڑھ آیا چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور چالیس ہزار کو قید کر کے لے گیا اور ہیکل کا اسباب جو چار کروڑ انسٹھ لاکھ ساٹھ ہزار کی مالیت کا تھا لوٹ کر لے گیا اور ہیکل کی نہایت بے عزتی کی اور ایک ظالم کو یروشلم کا حاکم مقرر کر گیا۔

پھر مسیح سے ۱۶۷ برس پیشتر شاہ انطاکیہ نے مصر پر حملہ کیا لیکن یہود اس حملہ میں شاہ مصر کے طرف دار ہو گئے اور شاہ انطاکیہ شکست کھا کر واپس آیا تب اس نے اپنے سپہ سالار کو حکم کیا کہ یروشلم کو برباد کرے چنانچہ اس نے آ کر قتل عام کیا اور شہر میں آگ دیدی اور شہر پناہ اور دیگر عمدہ مکانات کو گرا دیا (مگر ہیکل بچ رہی) پھر انتیوکس کو انطاکیہ پہنچ کر یہ خبط پیدا ہوا کہ سب لوگوں کو یونانیوں کے مذہب بت پرستی پر چلائے چنانچہ اس نے اپنے نائب اسینیوس کو یہودیوں پر حاکم مقرر کر کے بھیجا اور حکم دیا کہ جو مذہب بت پرستی نہ مانے تو اس کو قتل کر ڈالنا۔ حاکم نے یروشلم پہنچ کر چند بے دین یہودیوں کو اپنا شریک کر کے لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کیا اور تمام کتب یہود کو تلاش کر کے جلا دیا اور ہیکل میں جوپٹر کی مورت قائم کی اور جس نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اس کو قتل کیا۔

اسمونی خاندان

کا ایک بوڑھا کاہن متاتھیس اپنے پانچ بیٹوں یوحنا، شمعون، یہوداہ، ایل عاذر، یونتان کو لے کر اپنا دین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ملک یہودیہ کو بطلمی شاہ مصر کے ہاتھ سے چھڑا لیا تھا مگر مسیح سے ۲۰۲ برس آگے پھر بطلمی نے ملک یہودیہ کو لے لیا اور ۲۰۵ برس پیشتر تک مصریوں ہی کے قبضہ میں رہا۔ یہ زمانہ یہود کے لیے بڑے امن کا تھا اسی عہد میں یہود نے جعلی کتابوں کو اور دیگر روایات کو جمع کیا یہ توریت موجودہ و صحف انبیاء اسی عہد کی تالیف ہیں۔ اسی عہد میں سپٹواجنٹ ترجمہ بھی ہوا ہے ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا) ف شاہان مصر کے عہد حکومت میں سردار کاہن یروشلم میں حاکم کے طور پر یہاں کا انتظام کرتے تھے انتیوکس شاہ سُریا جس کا دارالسلطنت انطاکیہ تھا ۲۱۹ سے لے کر ۲۹۷ تک بطلمی چہارم اور پنجم سے کئی بار جنگ کی اس عہد میں (باقی بر صفحہ آئندہ)

بچانے کے لیے یروشلم سے بھاگ کر اپنے وطن اور شہر موددن میں آ رہا یہاں بھی اس کے تعاقب میں انتیوکس کے لوگ آئے اس نے پانچوں بیٹوں اور بہت سے دینداروں کو جمع کر کے جہاد کیا جس میں شاہی لوگ شکست کھا کر بھاگے پھر اس نے بتوں کو توڑا اور بت پرستوں کو قتل کیا مسیح سے ایک سو سڑسٹھ برس پیشتر۔

اس کے بعد اس کا بیٹا یہوداہ جس کا لقب مقابیس تھا اس کا قائم مقام ہوا۔ یہ وہی مقابیس ہے جس کی دو کتابیں مقابیس اول و مقابیس دوم عبرانی زبان میں ہیں اور یونانی اور سریانی و رومن کیتھولک عیسائی اب تک ان کو الہامی کتابوں کے مجموعہ میں شمار کرتے ہیں۔ مقابیس نے یروشلم کو لیا اور کنشت و شہر کی مرمت کی اور ہیکل کو بتوں سے پاک صاف کیا۔ انتیوکس نے انتقام کا قصد کیا مگر وہ تھوڑے دنوں کے بعد بیمار ہو کر مر گیا۔ پھر مسیح سے ایک سو ساٹھ برس پیشتر مقابیس ایک لڑائی میں شہید ہو گئے۔

اس کے بعد ان کا بھائی یونتان قائم کیا گیا اس نے بھی اپنے بھائی شمعون کی مدد سے وطن یہود کا انتظام بہت عمدگی سے کیا لیکن وہ بھی شریا کے بادشاہ کے ہاتھ سے شہر بطولمیس میں مارا گیا اس کے بعد اس کا بھائی شمعون مسیح سے ایک سو چوالیس برس پہلے اس کا قائم مقام ہوا اور اس نے بھی یہودیوں کو غیر قوموں کی حکومت سے آزاد کرانے میں بڑی کوشش کی لیکن یہ بھی اپنے داماد کے ہاتھ سے یریحو شہر کے قصر میں جب کہ وہ کسی مہم سے واپس آ رہا تھا دغا سے مارا گیا۔

اس کے بعد شمعون کا بیٹا یوحنا حاکم اور سردار کاہن ہوا اس نے چند یہودیہ کے صوبوں پر اپنا قبضہ کر لیا اور سامریوں کی ہیکل کو بھی غارت کر دیا اور بہت سے یدومیوں کو ان کا مذہب سے پھیر لیا اور رومیوں سے بھی از سر نو عہد و پیمان مستحکم کیا اس کے فوت ہونے کے بعد اس کا بیٹا ارسطو بولس اس کی گدی پر بیٹھا۔ اس نے اگلے زمانے کی طرح پھر یہودیہ میں بادشاہت قائم کی۔ اسیری بابل کے بعد یہ اول شخص ہے کہ جو یہود کا بادشاہ کہلایا۔ اس نے یدومیوں کا ایک بڑا وظیفہ مقرر کیا تھا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا اسکندر جنیوس تخت نشین ہوا ستائیس برس حکومت کر کے مسیح سے ستاسی برس پیشتر انتقال کر گیا۔ ان دنوں میں دو یہودی بھائیوں میں عہدۂ کہانت کے بابت جھگڑا پیدا ہوا اور ہر ایک نے اپنی عرضی پومپیس بادشاہ روم کے پاس بھیجی جو آس پاس کے ملکوں کو فتح کر چکا تھا۔

یہ بادشاہ یروشلم پر چڑھ آیا اور تین مہینے کے محاصرہ کے بعد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہود کو طرح طرح کی تکلیف پہنچی اخیر جنگ میں یہودی مصریوں کو چھوڑ کر شاہ شریا کے طرف دار ہو گئے جس سے شاہ مذکور نے ہیکل اور شہر کی مرمت کی اور سب یا بعض معاف کیا مگر اس کے جانشین نے اس کو موقوف کر دیا اور ارادہ بدلا پھر اس کے جانشین انتیوکس چہارم نے کہانت کا عہدہ فروخت کیا جس پر یہود نے بغاوت اختیار کی اور پھر انتیوکس نے یروشلم پر حملہ کر کے شہر کو غارت کیا اور ہیکل کا وہ سامان جو شاہان ایران و مصر سے ملا تھا لوٹ لیا اور شہر کو ویران کر دیا ۱۲ منہ

ف انہیں دنوں میں رومی سلطنت نے جس کا پایۂ تخت شہر روما ملک اٹلی میں تھا بڑا زور پکڑا تھا یہ سلطنت کمزوروں کی اعانت کیا کرتی تھی۔ یہ سمجھ کر مقابیس نے وہاں اپنے ایلچی بھیجے اور انطاکیہ کے بادشاہوں سے محفوظ رہنے کے لیے اس نئی سلطنت سے اتحاد پیدا کیا سلطنت نے ان کی دستگیری کی مگر انتیوکس کو دھمکایا تو وہ شہر روم کی فوج نے یروشلم کو آگھیرا لیکن روم سے کچھ بھی مدد نہ آئی اور مقابیس کے ساتھی بھاگ گئے مقابیس خود بڑے استقلال کے ساتھ لڑ کر شہید ہو گئے ۱۲ منہ

ف مسیح سے ایک سو سات برس پہلے ۱۲ منہ

یروشلم کو فتح کر لیا اس لڑائی میں بارہ ہزار یہودی مارے گئے۔ اور اپنی طرف سے ایک کو سردار کاہن مقرر کر گیا اس وقت سے ملک یہودیہ روم کے بادشاہوں کی حکومت میں آگیا چونکہ ان دنوں میں کہ رومی سرداران ملکوں کی فتوحات میں مصروف تھے ایک شخص ادومی انٹی پیٹر نے رومیوں کو بڑی مدد دی تھی جس کے صلہ میں جیولس قیصر روم نے انٹی پیٹر کو ملک یہودیہ اور اس کے پاس کے ملکوں کا حاکم مقرر کر دیا جس کے تحت میں یہود کا کاہن یعنی امام یروشلم کا حاکم بھی تھا۔

مسیح سے چالیس برس پیشتر انٹی پیٹر مذکور مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ہیرودیس سوریا اور جلیل کا حاکم مقرر ہوا لیکن ان دنوں میں یہود کا کاہن اور حاکم ہرگنس یہودی تھا اس نے ہیرودیس مذکور کی یہاں تک مخالفت کی کہ اس کو شہر روم میں بھاگ جانے کے سوا چارہ نہ ہوا۔ شاہ روم نے اس کی خاندانی خدمات کے لحاظ سے پھر اس کو یہودیوں کا حاکم بنا کر بھیجا اس پر بھی اس کو کاہن مذکور سے تین برس تک لڑنا پڑا آخر یروشلم کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا اور مریمنی یہودن سے شادی کر کے یہود کا بادشاہ ہو گیا اس کی حکومت پینتیس برس تک رہی۔ اسی کے اخیر عہد میں حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے (صحیح یہ ہے کہ اس کے بعد)۔

ہیکل کی سہ بارہ تعمیر

اس نے یہود کے خوش کرنے کے واسطے ہیکل کو رفتہ رفتہ از سر نو تعمیر کرانا شروع کیا اس طرح پر کہ جب تھوڑے سے ٹکڑے کو بنا چکتے تھے تب دوسرے ٹکڑے کو توڑتے تھے اس طرح پر تمام عمارت نئے سرے سے بہت خوبصورت اور خوشنما بن کر مسیح سے آٹھ برس آگے عبادت کے لیے تیار ہو گئی مگر اس کی تکمیل چھیالیس برس تک ہوتی رہی مسیح کی تیس برس کی عمر تک۔ اٹھارہ ہزار آدمی نو برس تک اس میں کام کرتے رہے۔ اور جب کہ موریہ پہاڑی کی چوٹی اس کی وسعت کے لیے کافی نہ ہوئی تو پہاڑی کے چاروں طرف بڑا سنگین پشتہ باندھا گیا۔ یہ بہت بلند تھا خصوصاً دکن کی طرف پچھے سو فٹ کی بلندی تھی۔ احاطہ کے باہر والی دیوار اسی پشتہ پر بنی تھی جس کی بلندی ۲۵ فٹ تھی اور آدھے میل کا گھیر تھا اس کے اندر چاروں طرف دیوار کے پاس بہت خوشنما برآمدے بنے تھے ان برآمدوں میں لوگ ٹہلتے اور انہیں میں صرّاف اور کبوتر فروش بیٹھتے تھے جو ہیکل کی نذر و نیاز والوں کے لیے چیزیں فروخت کرتے تھے اور اسی جگہ ایک مکان تھا کہ جہاں بیٹھ کر یہودی معلم جو ربی کہلاتے تھے مسائل تعلیم کیا کرتے تھے اسی جگہ ربیوں کو مسیح نے لاجواب کیا تھا (لوقا ۲ باب ۱۴۱) پہلے عیسائی بھی یہاں جمع ہوا کرتے تھے (اعمال ۲ باب ۴۶)۔

اس احاطہ کی دیوار میں نو پھاٹک تھے اور ان میں داخل ہونے کے لیے بڑے بڑے زینے پشتہ پر بنے ہوئے تھے یہ سب پھاٹک بڑے خوشنما تھے خصوصاً پورب کی طرف کا پھاٹک جو زیتون کی پہاڑی کے سامنے تھا یہ پھاٹک عمدہ پیتل کا تھا اس کی بلندی سینتیس ہاتھ تھی اور اس کے پاس کے برآمدہ کو سلیمان کا برآمدہ کہتے تھے۔ باہر والا احاطہ عام لوگوں کے لیے تھا اس کے اندر ایک اور احاطہ تھا کہ جہاں صرف یہودی عورتیں جا سکتی تھیں وہ بھی اس وقت جب کہ قربانیاں لاتی تھیں اس کے آگے اسرائیلیوں کا احاطہ تھا اور اس کے آگے لاویوں کا جہاں قربان گاہ اور پیتل کا حوض خاص ہیکل کے سامنے رکھا تھا خاص ہیکل بہت بلند اور نہایت خوشنما تھی اس کے سامنے ایک برآمدہ ڈیڑھ سو فٹ بلند اور اتنا ہی چوڑا تھا۔ ہیکل کے اندر دو دالان یا کمرے تھے ایک جو قدوس کہلاتا تھا ساٹھ فٹ لمبا اور اتنا ہی اونچا اور تیس فٹ چوڑا تھا اس میں نذر کی روٹیاں رکھنے کی میز اور بخور جلانے کی قربان گاہ اور سونے کے

شمع دان رکھے ہوتے تھے اس کے آگے دوسرا کمرہ قدس الاقداس کہلاتا تھا یہ بیس فٹ چوڑا اور اتنا ہی لمبا اور اتنا ہی اونچا کمرہ تھا۔ پہلی ہیکل کے وقت اسی کمرہ میں عہد کا صندوق رہتا تھا جس میں شریعت کی دو لوحیں اور من کا مرتبان اور ہارون کا عصا تھا اس میں بجز سردار کاہن کے اور کوئی نہیں جا سکتا تھا وہ بھی سال بھر میں ایک بار۔ ان دونوں کمروں کے درمیان کتان کا ایک باریک پردہ بڑا قیمتی پڑا رہتا تھا اس ہیکل کے چاروں طرف سہ منزلہ بہت سے کمرے کاہنوں کے رہنے کے لیے بنے تھے۔ اور احاطہ میں بہت سی اسی قسم کی عمارات تھیں۔ یہ سب عمارات سنگ مرمر سے بنائی گئی تھیں۔ (تفسیر پادری اسکاٹ)۔

یہ ہیکل کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں تھی وہ یہی تھی اسی کے کمرہ میں حضرت مریم نے زکریا علیہ السلام کے پاس پرورش پائی تھی۔ اسی ہیکل میں حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواری عبادت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔

یہ ہیرودیس شہر یریحو میں مر گیا اس کے ظلم و ستم سے بنی اسرائیل سخت ناراض تھے اس کے بعد اس کا بیٹا ہیرودیس ثانی اپنے باپ کا جانشین ہوا اسی کے خوف سے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ مصر کی طرف بھاگ گئے تھے اور اسی کے عہد میں اسی کے حکم سے حضرت یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک اس کی جورو کی بیٹی کے کہنے سے کاٹ کر ایک طشت میں اس کے سامنے لایا گیا تھا۔

ہیرودیس اول کے تین بیٹے تھے۔ اس لیے اس کے بعد اس کے ملک کے بھی تین حصے ہو گئے۔ ملک یہودیہ ایدومیہ اور سامریہ ارکلاوس کو ملا۔ اور بیت عنیا اور تراخونیتس وغیرہ فلپس کو گلیل اور پیریہ انتپاس کو۔ اور سب کو ہیرودیس ہی کہتے تھے۔ یہ ارکلاوس اپنے باپ کی طرح بڑا ظالم اور سنگ دل تھا اسی لیے اس کی حکومت کے نو برس بعد اس کو آگسٹس قیصر روم نے بے دخل کر کے ملک گال (فرانس) میں بھیج دیا اور وہ وہیں جا کر مر گیا۔

انہیں دنوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور ہوا اور جا بجا انہوں نے وعظ و پند و معجزات دکھانے شروع کیے۔ گو یہودی انبیاء سابقین کی پیشین گوئی سے منتظر تھے کہ کوئی اولوالعزم رسول پیدا ہونے والا ہے مگر اپنی بداقبالی اور شامت سے الٹے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے دشمن جانی ہو گئے۔ آخر حضرت مسیح کو گرفتار کر کے پلاطوس کے پاس لے گئے جو قیصر روم کی طرف سے حاکم تھا اس کے پاس الزام بغاوت لگا کے سولی دینے لے گئے تھے اس نے ان کی خاطر سے ان کو سولی دینا چاہا تو خدا نے حضرت مسیح کو اوپر اٹھا لیا اور ان کی صورت میں کسی اور کو کر دیا جو وہ سولی دیا گیا۔ حضرت مسیح کے بعد حواریوں پر بھی بڑا ظلم و ستم ہوتا رہا نہ صرف یہودیوں کی طرف سے بلکہ شاہان روم کی طرف سے بھی۔

حضرت مسیح نے اثناء وعظ میں بارہا یہود کو ایک آسمانی بلا سے ڈرایا تھا کہ عن قریب یروشلم پر آفت آنے والی ہے اور ہیکل اور شہر کو برباد کرنے والی ہے مگر وہ اس کو کب باور کرتے تھے! چنانچہ حضرت مسیح کے بعد جب کہ ملک یہودیہ میں خاندان ہیرودیس کی بدنظمیوں کے سبب قیصر کی طرف سے ایک مستقل گورنر اس ملک میں قائم ہوا اور یروشلم میں رومی لشکر رہنے لگا تو یہودی ادھر تو رومیوں کی سخت حکومت سے بے دل تھے ادھر کچھ ان کے دل میں بھی اپنی قوم کے بادشاہ ہوں اور ان کے اقبال کے افسانے سن کر جوش اٹھتا تھا کہ کسی طرح رومیوں کی حکومت سے آزادی حاصل ہو۔ انبیاء کا فرمودہ اور

اعمالِ بد کا نتیجہ کب ٹلتا ہے یہ تدبیر الٹی ان کی ہلاکت کا باعث ہوگئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود نے ملک میں بغاوت شروع کی اور آخر کار فوج یروشلم کو بھی محاصرہ کر کے قتل کر ڈالا اور بھی بہت سے رومی ان کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور یروشلم میں یہود کا پھر عمل دخل ہوگیا لیکن عیسائی اس فساد میں شریک نہ تھے بلکہ اسی لیے وہ وہاں سے مسیح کی خبر کے بموجب (لوقا ۲۱ باب ۲۱) باہر بھاگ گئے تھے۔ وسپاسین رومی سردار ایک لشکرِ مہیب لے کر یروشلم پر چڑھ آیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بہت دنوں تک باہم لڑائیاں ہوتی رہیں رومی سردار نے بارہا اطاعت کے پیغام بھی بھیجے مگر یہود نے نہ مانا

اور پھر جب وہ قیصر ہوگیا تو اس کی جگہ شہر کا محاصرہ اس کے بیٹے طیطس نے اپنے ذمہ لیا۔

یروشلم اور ہیکل کا چھٹا حادثہ

شہر کا سخت محاصرہ کیا اور یوسفس مؤرخ کو کئی بار یہود کے پاس بھیجا کہ بغاوت سے باز آؤ اور شہر میرے حوالہ کر دو تاکہ تم امن میں رہو مگر یہود کو اپنی شہر پناہ پر گھمنڈ اور نافرمانی کے بدلے میں خدا تعالیٰ کی مدد پر بڑا بھروسہ تھا، نہ مانا اور حتی المقدور دل توڑ کر مقابلہ کیا آخر غلہ نہ ہونے کی وجہ سے مردار خوری کی نوبت پہنچی اور آپس میں بھی فساد پڑ گیا۔ رومی لشکر شہر میں گھس پڑا اور جو سامنے آیا اس کو قتل کیا۔ مرد و عورت چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہ تھی اور شہر میں آگ لگا دی۔ رومی سپہ سالار نے بہت چاہا کہ ہیکل نہ جلنے پاوے مگر اس ہلڑ میں کون سنتا تھا خصوصاً جب کہ چھ ہزار یہودی اس میں پناہ گزین تھے آخر وہاں بھی آگ کے شعلے اٹھنے لگے اور ہر طرف سے آگ بھڑکنے لگی اور ہر جانب شہر میں خون کی دھاریں بہنے لگیں شہر کی بنیادیں تک اکھاڑ دی گئیں اور ہیکل کی بھی اینٹ سے اینٹ بج گئی شہر اور ہیکل پر ہل چلا دیا گیا اور ترجمہ پیشوا جنت بھی ساتھ ہی جل گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کو طیطس شہر روما میں لے گیا تھا۔ (مفتاح الکتاب صفحہ ۲۱) اس حادثہ میں تخمیناً گیارہ لاکھ بنی اسرائیل قتل ہوئے اور لاکھ کے قریب غلام بنائے گئے۔ (اس میں کسی قدر مبالغہ ہے)۔

اس حادثہ سے پہلے چند آثار عجیبہ بھی ظہور میں آئے تھے۔ (۱) ایک ستارہ تلوار کی صورت شہر کے اوپر نمودار ہوا (۲) ایک دُم دار ستارہ تمام سال دکھائی دیتا رہا۔ (عید فصح کی شب میں قربان گاہ کے پاس آدھے گھنٹے تک

ف: یہود کی شان و شوکت رخصت ہونے کے بعد ان میں مذہب اور قومیت کا خون بھی باقی نہ رہا تھا اپنی بیٹیوں کی طمع مال سے ان لوگوں سے شادی کر دیتے تھے جن سے مذہباً سخت ممانعت تھی یعنی نامختون اور بت پرست لوگوں سے۔ اور ان پر فاتح قوموں کا یہاں تک اثر پڑ گیا تھا کہ وہ اپنے نام بھی انہیں جیسے رکھنے لگے تھے۔ عبرانی زبان کی جگہ سریانی شاہان انطاکیہ کے عہد حکومت اور یونانی شاہان اطالیہ کے عہد میں اور رومی جس کو لاطینی بھی کہتے ہیں شاہان رومہ کے عہد میں مایۂ فخر ہو گئی تھی اور کوئی بھی ان میں قومی نشانی تک لباس سے لے کر عادات تک بلکہ مذہب تک باقی نہ رہ گیا تھا جو کوئی ان کو کسی طرف لے جانا چاہتا تھا تو وہ اس پر چلنے کو تیار تھے۔ مقابیس وغیرہ حامیانِ قوم نے بہت کچھ کوشش کی کہ کہیں پھر اس قوم کے دن پھریں مگر ان میں تو کوئی حس و ادراک قومی باقی نہ رہا تھا۔ وہ سب کوششیں بے کار گئیں۔ مسلمان بھی یہود کے واقعہ کو چاہیے کہ بچشم عبرت دیکھیں۔

ایسی روشنی چمکتی رہی کہ گویا دن ہو گیا۔ (۳) ہیکل کا شرقی دروازہ جو پیتل کا تھا اور بیس آدمیوں سے بمشکل بند ہوتا تھا ایک رات آپ سے آپ کھل گیا۔ (۴) عید فصح کے تھوڑے دنوں بعد غروب آفتاب کے بعد بادلوں میں لڑائی کی گاڑیاں اور ہتھیار بند سپاہیوں کی شکل نمودار ہوتی رہی وغیرہ تک اردو میں تفسیر انکشافات صفحہ ۱۷۸)۔

یہ حادثہ مورخین کے نزدیک ۷۰ء عیسوی میں ہوا یعنی حضرت مسیح کے صعود کے چالیس برس[1] بعد۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے صرف یوحنا شہر افسس میں زندہ تھے (ہندی تاریخ کلیسا صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱)۔

اس کے بعد بھی یہود کی شرارت کم نہ ہوئی چنانچہ اس حادثہ کے چونسٹھ برس بعد آدریان قیصر روم نے یہود پر سخت تشدد کرنا شروع کیا اور حکم دیا کہ جو کوئی ختنہ کرے گا قتل ہوگا اسی دن سے عیسائیوں نے بھی توریت و حواریوں کو بلکہ یروشلم کو بالائے طاق رکھ کر یہودیوں کے ختنے سے رسم ختنہ کو ترک کیا تاکہ یہودیوں کے شبہ میں مارے نہ جائیں۔

پھر اس قیصر نے یروشلم بلکہ ہیکل کی بنیادوں پر دوبارہ ہل چلوائے اور اس شہر کا نام بدل کر اپنے خاندان کے نام کو دوسرا نام ایلیا رکھا۔ یہ بادشاہ ۱۳۸ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد روم میں اور بھی بادشاہ ہوئے جو اکثر مذہب عیسائی بلکہ یہودی دونوں کے سخت دشمن تھے اور ان کے ہاتھ سے عیسائیوں کو وہ تکالیف پہنچیں کہ جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔

آخر ۳۲۳ء میں قسطنطین اول قیصر روم جو بڑا ظالم اور سنگ دل تھا اپنے ملک کے استحکام کے لیے عیسائی ہوا۔ اس نے اور پھر اس کے بعد قسطنطین ثانی نے لوگوں کو زبردستی عیسائی بنانا شروع کیا لیکن اس کے بھتیجے جولیس قیصر عیسائی مذہب کے برخلاف ہو گیا۔ اور اس نے صرف مسیح کی اس پیشین گوئی کی تکذیب کرنے کے لیے جو انجیل لوقا کے ۲۱ باب ۲۴ درس میں ہے[2] یروشلم میں ہیکل کی تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس لیے اس نے کاریگر بھیجے جب مزدور ہیکل کی بنیاد کھودنے لگے تو زمین سے آگ کے ایسے شعلے نکلے کہ کوئی مزدور نہ کھود سکا گو پھر بار بار قصد کیا مگر ہیکل کی تعمیر پر قادر نہ ہوئے یہ واقعہ ۳۶۳ء سے کچھ پہلے کا ہے۔ اس کے بعد پھر اور بھی قیاصرہ گزرے ہیں لیکن کسی نے ہیکل کو تعمیر نہ کیا۔ الغرض طیطس کے عہد سے لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد تک گو کہ یروشلم آباد ہوا اور عیسائیوں نے وہاں اپنے معبد بنائے یہودی بھی اس میں رہنے لگے مگر ہیکل اس عرصہ تک جو تخمیناً پانچ سو سال کا ہوتا ہے ویسی ہی اجاڑ پڑی رہی کچھ بنیادوں کے نشان باقی تھے اور کچھ نہ تھا۔

ہیکل کی تعمیر چوتھی بار

[1] مفتاح التواریخ میں ہے صفحہ ۱۔ سن عیسوی کا رواج حضرت مسیح کے پیدا ہونے کے چار سال سات روز بعد سے ہے حضرت مسیح نے تیس برس کی عمر میں دعوت دین کی یعنی ۲۶ء عیسوی میں۔ اور ۳۱ برس کی عمر میں پلاطوس کے ہاتھ سے جمعہ کے روز ۳ اپریل ۲۹ء میں وفات پائی۔ اس روز یہودی عید فصح کا دن تھا انتہی۔ اس کے موجب ۷۰ء تک صعود مسیح سے چالیس برس نہیں گزرتے بلکہ کم چالیس۔ پھر عیسائی مورخ چالیس جانے کیا سمجھ کر کہتے ہیں اور تیس بھی ہو سکتے ہیں مرتب محل کو ہے تامل ۱۲ منہ

[2] مسیح کا قول تھا کہ جب تک غیر قوموں کا وقت پورا نہ ہو یروشلم غیر قوموں سے روندی جائے گی الخ اس درس کا مطلب عیسائی یہ سمجھا کرتے ہیں کہ غیر قوم ہیکل یا یروشلم کو تعمیر نہ کر سکے گی چنانچہ جولیس قیصر جو کہ غیر قوم تھا یعنی بت پرست وہ آباد نہ کر سکا۔ اہل اسلام اس کے یہ معنی تسلیم کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر نے اس کو تعمیر کیا تو وہ غیر قوم نہ ہوئے بلکہ اللہ کے مقبول۔ ہیں ایک دین (باقی برصفحہ آئندہ)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو از سر نو تعمیر کیا جس کی تفصیل یہ ہے۔ اگرچہ ہمارے مؤرخین واقدیؒ وغیرہ نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن ہم مخالفوں کے سکوت کے لیے عیسائی مؤرخوں سے ہی نقل کرتے ہیں وھو ہذا :۔

فصل ۵

حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ ہو کر ایک لشکر جمع کیا اور ۶۳۲ء میں ملک شام کے لینے کا ارادہ کیا اور یزید بن ابی سفیانؓ کو امیر لشکر بنا کر اور بہت سی نصیحتیں کر کے روانہ کیا ہرکلیس (ہرقل) نے اپنی رعیت کو لڑائی کے لیے بھڑکایا مگر کچھ کارگر نہ ہوا۔ یزید کے پاس سے متواتر خلیفہ کے پاس فتح یابی کی خبریں آتی تھیں۔ ادھر ایک اور لشکر تسخیر بیت المقدس کے لیے تیار کیا آخر شہر بصرہ کو فتح کیا اس کے چار دن بعد قوم سراسن (اہل اسلام) دمشق کی دیواروں تلے آ پہنچے یہ شہر شام کا قدیم تخت گاہ ہے۔ اہل اسلام سے مقابلہ ہوا سراسین کی وہ فوجیں جو شام اور بیت المقدس کی فتح کے لیے پھیل گئی تھیں ایزناڈن (اجنادین) کے میدان میں جمع ہوئیں یونان کے ستر ہزار عمدہ سپاہی ان کے مقابلہ کو آئے خالدؓ نے صلح کے پیغاموں کو اس شرط پر کہ عرب اپنے وطن کو پھر جاویں منظور نہ کیا اور اپنے لشکر کو جنگ کی ترغیب دے کر مقابلہ پر آمادہ کیا۔ طرفین میں مقابلہ ہوا یونانی حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے بہت سے عیسائی مارے گئے باقی تتر بتر ہو گئے اور جو بچے تھے وہ قیصریہ و انطاکیہ اور دمشق کو بھاگ گئے اہل اسلام نے سونے چاندی کی صلیبوں اور ان کے عمدہ ہتیاروں سے اپنے تئیں آراستہ کیا۔ اس جنگ میں پچاس ہزار عیسائی مارے گئے اور چار سو ستر مسلمان شہید ہوئے یونانیوں کے سپاہ گری کے فن سے واقف ہونے کی وجہ سے محاصرہ نے طول کھینچا جب مسلمانوں نے رومیوں پر سخت محاصرہ کیا اور غلہ اور گھانس بند کر کے ان کو تنگ کیا تو انہوں نے ستر ایلچی ابو عبیدہؓ کے پاس بھیجے۔ چوں کہ ابو عبیدہ نرم دل اور نیک نیت تھے اور اہل امیر (ابو عبیدہ) کی آدمیت اور خلق پر اعتماد تھا اس لیے صلح ہو گئی اور یہ قرار پایا کہ جو باہر جانا چاہیں چلے جاویں اور یہاں کا امیر خلیفہ کو محصول دیا کرے۔

ابوبکر صدیقؓ نے دمشق فتح ہونے سے پہلے ماہ جولائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسلام کا من جانب اللہ ہونے پر کافی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عیسائی اللہ کی قوم نہیں یعنی پسندیدہ جماعت نہیں کس لیے کہ اسی ہوس پر کئی سو برس تک عیسائیوں نے جمع ہو کر بیت المقدس لینے کا قصد کیا مگر بجز ایک عارضی قبضے کے ان کا قبضہ نہ ہوا برخلاف اس کے کہ آج ساڑھے بارہ سو برس سے زیادہ ہوچکے مسلمان نہ صرف یروشلم بلکہ اس کل ملک کے مالک ہیں کہ جس کا وعدہ خدا نے ابراہیمؑ اور ان کی نسل کے لیے ابد تک کیا تھا۔ آں حضرت علیہ السلام کے عہد سے آگے روم کے قیصروںؒ نے پھر یروشلم کی عمدہ شہر پناہ اور اس میں برج اور خندق بنائے تھے جس کا محاصرہ آخر خلافت عمرؓ میں ابو عبیدہؓ نے کیا اور چار مہینے کے محاصرہ کے بعد حضرت عمرؓ کے آنے پر شہر مسلمانوں کے حوالہ کیا گیا ۱۲ منہ

عہ یعنی ادرین قیصر نے ۱۳۰ء میں شہر کی آبادی شروع کی پھر ۳۰۲ء میں کوئن یوداکشیا نے شہر پناہ بنائی مگر ہیکل ایسی ہی خراب عہد حضرت عمرؓ تک پڑی رہی ہاں اس کے متصل قسطنطین کے گرجے بنے ہوئے تھے ۱۲

(ف متعلقہ صفحہ ہذا) ان قیصروں کے عہد میں پھر ایران کی سلطنت بڑے زور کے ساتھ قائم ہو گئی تھی۔ ایرانیوں اور قیصروں کی باہم لڑائیاں ہوا کرتی تھیں کبھی یہ غالب کبھی وہ۔ اور قیصروں کی سلطنت عرب کے کناروں سے لے کر انگلستان تک پھیل گئی تھی۔ اخیر میں قیصروں کی سلطنت کے دو حصہ ہو گئے تھے روم غربی جس کا پایہ تخت شہر روم تھا جو ملک اٹلی میں ہے جس کو (باقی برصفحہ آئندہ)

سنہ ۱۳ھ میں وفات پائی اور مرنے سے پہلے وصیت کی کہ میرے بعد عمرؓ کو خلیفہ کرنا۔ عمرؓ نے اس عہدہ سے انکار کیا تھا کہ مجھے اس کی آرزو نہیں مگر ابوبکر صدیقؓ کے فرمانے سے قبول کیا۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے بعد خالدؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ ابوعبیدہؓ کو سردار کیا۔ خالد بن ولید سیف اللہ نے کہا میں جانتا ہوں کہ عمر مجھ کو محبت نہیں رکھتے لیکن وہ میرے آقا ہیں میں ان کا تابعدار ہوں میں پہلے کی طرح ہر کام میں تن دہی کروں گا اور ممکن نہیں کہ میں چال ڈھال میں جو خدا کی راہ میں کرتا تھا قصور کروں۔ اب میں ان واقعات فتح بلاد شام کو مختصراً بیان کرتا ہوں۔

لشکر اسلام نے شہر ایلیا یعنی دمشق اور ہیلیو پولس یعنی بعلبک کو سنہ ۱۴ھ میں فتح کیا۔ نزدیک یرموک یعنی ہیرومیکس پر جو بحیرۂ تبریس و طبریہ جھیل میں گرتی ہے اس کے کناروں پر شاہ استنبول کے طرف داروں کا اسی ہزار کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کو جمع ہوا اور ایسی سپاہ لڑائی سے ڈرایا۔ لوگوں نے خلیفہ کے پاس اس امر کے مطلع کرنے کو قاصد بھیجے۔ خلیفہ نے آٹھ ہزار کی جمعیت اور بھیجی۔ ابوعبیدہ نے خالد کو فوج کے تمام اختیارات دیدیے۔ خالد نے لوگوں کو کہا کہ بہشت تمہارے آگے ہے اور شیطان اور دوزخ پیچھے۔ اور ابوعبیدہ نے فرمایا زخم اور تکلیف میں تم اور دشمن دونوں برابر ہیں لیکن انعام اور خوشی ان کو نصیب نہیں (فانہم یالمون کما تالمون و ترجون من اللہ ما لا یرجون) اس کہنے سے بہادران اسلام کے دل پھر تر و تازہ ہو گئے اور اپنے سے بہت زیادہ لشکر کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ رومی سواروں کے حملہ سے قریب تھا کہ مسلمان بھاگ اٹھیں مگر قوم حمیر کی عورتوں کی لعنت و ملامت سے جو پچھلی صف میں کھڑی تھیں پھر عرب کو جیت آئی پھر تو رومیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا بہت سے رومی مارے گئے۔ بہت سے دریا میں ڈوب مرے باقی پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے۔ یہ مژدہ خلیفہ کے پاس گیا۔ چونکہ اب حلب اور یروشلم اور انٹی اوک کا نگہبان بجز اس مغلوب لشکر کے اور کوئی نہ تھا

بیت المقدس کا محاصرہ

اس لیے خلیفہ کے حکم سے بیت المقدس کا محاصرہ کیا گیا جب پانچ ہزار مسلمانوں نے حملہ کیا اور کامیاب نہ ہوئے تو ابوعبیدہ نے اپنے تمام لشکر کے ساتھ اس شہر کو گھیر لیا اور ایلیا یعنی یروشلم کے بڑے بڑے سرداروں کو یہ

خط لکھا

صحت اور خوشی ان لوگوں کو ہے جو راہ راست پر چلتے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں ہم تم سے یہ چاہتے ہیں کہ تم اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک بار مغربی جاہل قوموں نے فتح بھی کر لیا تھا۔ دوسرا روم مشرقی جس کا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سنہ ۶۱۴ء میں ایران کے بادشاہ خسرو نے یروشلم کو فتح کیا اور نوے ہزار کو قتل کر کے عیسائیوں کے گرجوں کو گرا دیا پھر اس کے چند برس بعد روم کے ہرکلیس (ہرقل) نے خسرو کو شکست دے کر اپنا قبضہ کیا جس کی بشارت قرآن میں آئی ہے الم غلبت الروم الآیۃ پھر اس کے نو برس بعد حضرت عمرؓ نے اس کو فتح کیا۔ اور عمرؓ کی سلطنت تمام مغرب مشرق پر جاری تھی مگر اس عہد میں دو سلطنتیں تھیں جن کو مسلمانوں نے چند روز میں لے لیا۔
(حاشیہ صفحہ ہٰذا) سلہ حمص۔ سلہ انطاکیہ۔

ایمان لاؤ۔ اور جب تم ایمان لاؤ گے تو ہمیں حرام ہے کہ تمہیں یا تمہارے بال بچوں کو ہاتھ لگائیں اور اگر تم ایمان نہیں لاتے تو خراج دو اور ہماری حمایت میں رہنا اختیار کرو اور جو اس کو بھی نہیں مانو گے تو میں تمہارے مقابلہ میں ایسے لوگ لاؤں گا جو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں تمہارے شراب پینے اور سور کھانے سے (یعنی جس طرح تم شراب اور سور کو عزیز رکھتے ہو وہ شہید ہونے کو اس سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں) اور ہم بغیر فتح کے یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔ شدت سرما میں مسلمان چار مہینے تک شہر کو گھیرے رہے آخر پادری سوفرونیس نے صلح کی شرط کو منظور کیا اور کہا کہ یہ پاک جگہ ہے اس کو میں خلیفہ کے سوا اور کسی کو سپرد نہیں کرنے کا۔ مسلمانوں نے خلیفہ کو لکھا کہ شہر کا دینا آپ کے آنے پر موقوف کیا آخر حضرت علیؓ کے مشورہ سے خلیفہ کا جانا ہی قرار پایا[ع]۔ ان کا سفر باوجودیکہ دنیا کے بڑے مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے تھا مگر سادگی اور پاس ارئی مذہب اور حقیر سمجھنے اسباب و سامانِ دنیا پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ قدرے بیان کرنا مناسب ہے۔

میں اوکلی صاحب کے بیان کے موافق لکھتا ہوں جو صاف صاف ہے۔ خلیفہ نے اول مسجد میں نماز پڑھی اور بعد زیارت کرنے مزارِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؓ کو اپنی جگہ پر مقرر کیا اور چند رفیقوں کے ساتھ باہر نکلے جو تھوڑی سی دور سے اُلٹے پھر آئے ایک سرخ رنگ کے اونٹ پر سوار ہوئے اور دو تھیلے ساتھ لیے ایک میں جو کے ستو دوسرے میں کھجوریں تھیں اور کاٹھ کا طباق اونٹ کے پیچھے باندھ لیا اور پانی کی مشک آگے رکھ لی۔ جس جگہ رات کو اترتے وہاں سے صبح کی نماز پڑھ کر چلتے اور ہمراہیوں کو مخاطب کر کے خدا کی حمد و ثنا کرتے کہ اس نے ہم کو راہِ راست پر چلایا اور گمراہی سے بچایا اور باہم محبت دی اور مخالفوں پر غالب کیا۔ تم اس کا شکر کرو، جو شکر کرتا ہے وہ خدا کی نعمتیں زیادہ پاتا ہے۔ پھر طباق ستوؤں سے بھر کر بڑی فیاضی کے ساتھ اپنے مصاحبوں کے ساتھ کھاتے۔ اسی سفر میں ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا جس نے دو بہنوں سے شادی کر رکھی تھی آپ نے ایک کو ترک کرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک شخص حریر پہنے ہوئے پیش کیا گیا اس کو عیاشی کے لباس سے منع کیا۔ اور کئی ایک باج گزاروں کو دھوپ میں بٹھا دیکھا ان پر رحم کھا کر رہائی دی اور رحم دلی اور سہل کاری کی عاملوں کو تاکید کی۔ جب شہر کے قریب پہنچے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا گیا اور ایک موٹی اون کے خیمہ میں زمین پر بیٹھ گئے۔ رئیس قوم (نصاریٰ) نے اپنے سرداروں سے کہا ان لوگوں سے بغیر مددِ آسمانی مقابلہ کرنا

ع بطریق کا حضرت عمرؓ کے آنے پر شہر یروشلم کا سپرد کرنا بجز اس کے اور کوئی وجہ نہیں رکھتا کہ اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت کے خلیفہ عمرؓ کے اوصاف اور ان کا اس شہر کو فتح کرنا اپنی کتابوں میں دیکھا ہوگا۔ سو وہ سمجھ گیا کہ اگر یہ وہی شخص برگزیدۂ الٰہی ہے تو لڑنا بے فائدہ ہے اور شہر سپرد کرنے میں امن و عافیت ہے اس لیے اس نے حضرت عمرؓ کو بلایا۔ ہمارے مؤرخین اسی کے قائل ہیں۔ اور لوگوں کا خاص کر بطریق کا پیشتر شہر پناہ سے حضرت عمرؓ کو دیکھنا اور کلام کرنا اس کا مؤید ہے۔ ان چاروں انجیلوں کے سوا عیسائیوں کے ہاں اور بھی بہت سی اناجیل ہیں کہ جن کو گو وہ اس درجہ میں تو نہیں سمجھتے مگر تاہم ان کو بمنزلہ کتب حدیث کے اور متبرک جانتے تھے۔ غالباً ان میں یہ اوصاف اس نے دیکھے ہوں گے۔ گو زبور و دیگر کتب عہدِ عتیق سے بھی حضرت عمرؓ کا بیت المقدس کو فتح کرنا اور ان کا برگزیدہ ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ کتاب ملاکی علیہ السلام کے ۳ باب ۱۔۲ جملہ و زبور ۱۱۰ کا ۲ جملہ اور کتاب حزقیل کا ۲۱ باب ۲۷ ورس۔ اُس زمانہ کے عیسائی خصوصاً ان کے مذہبی پیشوا اور علما ایسے متعصب بھی نہ تھے جیسا کہ آج کل فرقہ پراٹسٹنٹ کے پادری اور ان کے مؤرخ ہیں۔ اُن میں ایک قسم کی سادگی اور درویشی بھی تھی ۱۲

بے فائدہ ہے ان کے رسول نے حکم دیا ہے کہ علم وحیا تا بھاری
کر عمل میں لاویں اور ان اوصاف سے ان کی ترقی ہوگی تھوڑے
دنوں میں سب قانون پر ان کی شرع کا غلبہ ہوگا اور ان کی
حکومت مشرق سے مغرب تک پھیل جاوے گی۔ ان کے
بعد شرائط صلح منظور ہوگئیں اور شہر کے دروازے کھول دیئے
گئے۔ خلیفہ اور رئیس نصاریٰ باتیں کرتے ہوئے شہر میں
داخل ہوئے اور عبادت گاہ سلیمان پر خلیفہ کے حکم سے
ایک نہایت عمدہ مسجد تعمیر کرائی گئی۔ خلیفہ دس روز مقام
کرکے وہاں سے مدینہ کو واپس آئے۔ (خلاصہ از سیر الاسلام
یہ کتاب انگریزی سے ترجمہ ہو کر طبع ہوئی ہے)۔

فصل ششم

حضرت عمرؓ کی بنوائی ہوئی مسجد مدتوں تک قائم رہی
اور ملک شام اور شہر یروشلم بھی اس دن سے آج تک
مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ رہے گا
اتنی مدت اس ارض مقدسہ پر نہ تو بنی اسرائیل کی حکومت
رہی نہ کسی اور کی۔ خلفاء اربعہؓ کے بعد خاص ملک شام میں
شہر دمشق امیر معاویہؓ کا پایہ تخت قرار پایا اور عرصہ تک
یکے بعد دیگرے بنی امیہ کے بادشاہ ہوتے رہے۔ ان کے
بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اولاد میں سلطنت آئی۔
خلفاء عباسیہ ہارون رشید مامون رشید وغیرہ نے اپنے
عہد میں یورپ کے اور ملک بھی ماتحت کر لیے تھے ان کے
عہد میں شہر بغداد دارالسلطنت تھا۔ ایران عرب مصر
شام وغیرہ بلاد سب ان کے ماتحت تھے۔ سنہ ۲۹۶ھ
میں ملک مصر میں ایک شخص مہدی[1] نے خلفاء عباسیہ
کے برخلاف اپنی خلافت قائم کی تھی۔ یہ مہدی اپنے آپ کو
امام حسینؑ کی اولاد میں سے شمار کرتا تھا اور یکے بعد دیگرے
ان کے خاندان میں بھی چودہ خلیفہ قائم ہوئے ان کی سلطنت
پانسو سڑسٹھ ہجری تک رہی۔ ان کا آخر خلیفہ عاضد لدین اللہ
ابو محمد عبداللہ تھا اس دولت علویہ کا خاتمہ سلطان صلاح الدین
یوسف بن ایوب کے ہاتھ سے ہوا جو ان کے ہاں آکر وزیر
ہوا تھا۔ سلطان مذکور اپنے چچا شیرکوہ کے ساتھ سلطان
نورالدین محمود شاہ بادشاہ شام کی طرف سے جو متعلقین سلاطین
سلجوقیہ میں سے تھا اور یہاں آیا تھا اور اپنے آپ کو خلفاء
عباسیہ کا ماتحت شمار کرتا تھا۔ خلفاء عباسیہ کے عہد میں
بخارا و خراسان و ایران وغیرہ بلاد میں نئے نئے بادشاہ قہار
پیدا ہو گئے تھے جو اپنے تئیں برائے نام خلفاء عباسیہ کا ماتحت
سمجھتے تھے اور ان کے ہاں سے خطاب اور سند حاصل کرنے
کے لیے نذریں اور تحائف بھیجا کرتے تھے۔ من جملہ ان کے
ایک دولت سامانی بخارا میں بڑے زور شور کے ساتھ تھی،
جن کے متعلقین میں سے سبکتگین اور اس کا بیٹا سلطان محمود
بھی ہے جس نے ہندوستان کو فتح کیا۔ ترکوں کے حوصلے
متواتر فتوحات سے بڑھ گئے تو ان میں سے اقبالمند
لوگ بھی ظاہر ہونے لگے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص
دقاق ترکوں کا سپہ سالار تھا اس کا بیٹا سلجوق سلطان بیغو
شاہ ترکستان کا سپہ سالار مقرر ہو کر نواحی جند میں آرہا
اور کافر ترکوں سے جہاد کرنا شروع کیا اس کے بعد اس کے
تین بیٹے ارسلان و موسیٰ و میکائیل بھی اسی طرح جہاد کرتے
رہے میکائیل شہید ہوگیا اس نے بیغو طغرل بیگ جغری بیگ
داؤد چار جوان مرد بیٹے چھوڑے۔ داؤد اور طغرل بغرا خاں
شاہ ترکستان کے ہاں نوکر ہوئے اس نے دغا کی اس سے
بھاگ کر پھر جند میں آرہے۔ یہاں تک کہ دولت سامانیہ کا

[1] اس کا نام ابوالقاسم محمد بن عبداللہ ہے اس نے قیروان کو فتح کیا اور مصر میں شہر بسایا اس کے معتقد اس کو مہدی سمجھتے تھے۔ ان کے مقابلے میں ایک
بغداد کا امیر بھی اٹھا تھا اس کو یہ لوگ دجال کہتے تھے مگر خلفاء عباسیہ ان کو غلام اور یہودی نسل سے کہتے تھے ۱۲ منہ

خاتمہ ہوگیا اور ایلک خاں بخارا کا بادشاہ ہوا اس کے مصاحبوں میں ارسلان بن سلجوق داخل ہوگیا یہاں تک کہ جب سلطان محمود نے ایلک خان کو بھگایا تو اس کی رفاقت میں ارسلان بھی بھاگا تھا ارسلان کی جماعت آذربیجان تک پہنچی ادھر طغرل آس پاس کے بادشاہوں سے لڑنے بھڑنے لگا، اس کے ہاتھ سے مسعود بن محمود نے شکستیں پائیں اور آخر کو ملک خوارزم کے بادشاہ بن بیٹھے ۴۳۳ھ ہجری میں۔ پھر رفتہ رفتہ ان کی سلطنت زور پکڑ گئی یہاں تک کہ ملک شام اور ایشیاء کوچک پر بھی اس کا تسلط ہوگیا قسطنطنیہ میں اس کا خطبہ پڑھا گیا اور اس نے اپنے اقارب میں سے کسی کو شام کا کسی کو دیگر صوبجات کا حاکم اور بادشاہ مقرر کردیا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مصر میں المستنصر باللہ علوی خلیفہ ہے اور بغداد میں القائم باللہ عباسی ہے ایران میں شاہان بنی بویہ تھے جو خلفاء بغداد پر قابض ہوگئے تھے۔ انہیں کے عہد میں یہ خاندان تمام ہوا طغرل خلیفہ بغداد کا نائب گنا جاتا تھا۔ طغرل لاولد مرگیا۔ اس کے بعد ۴۵۵ھ ہجری میں اس کی جگہ اس کا بھتیجا الپ ارسلان ابن داؤد بن سلجوق وارث سلطنت ہوا اس نے بھی بڑی بڑی فتحیں پائیں اور اس کے وزیر نظام الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا ۴۶۵ھ ہجری میں الپ ارسلان مرگیا اور ملک شاہ اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان سنجر ہوا اور قائم کی جگہ اس کا پوتا مقتدی بامر اللہ ہوا ۴۶۷ھ ہجری میں۔ الغرض سلجوقی خاندان کے متعدد بادشاہ ہوگئے تھے جن میں باہم لڑائیاں بھی ہوا کرتی تھیں اور شام کا ملک خصوصاً بیت المقدس کبھی خلفاء مصر کے نوابوں کے قبضہ میں آجاتا تھا کبھی خلفاء عباسیہ کے برائے نام مطیعوں شاہان سلجوقیہ کے قبضہ میں رہتا تھا۔ مسلمانوں کی اس باہمی خونخوار لڑائیوں اور طوائف الملوکی نے عیسائیوں خصوصاً فرنگستان (یورپ) کے بادشاہوں کے دلوں میں مسلمانوں سے لڑنے اور بیت المقدس کے لینے کا حوصلہ پیدا کر دیا، اس کی ابتداء یوں ہوئی۔

حربُ الصّلیبْ

اوّل حملہ

یروشلم پر پہلا حملہ بیت المقدس کے حج کو ہر طرف کے عیسائی جوق جوق آیا کرتے تھے ان میں ایک شخص پیٹر نامی ایمنس صوبہ پکارڈی ملک فرانس کا رہنے والا بھی آیا جو کوتاہ قد حقیر صورت تھا شاید اس نے وہاں مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ تکلیف پائی ہو اس نے وہاں کے بڑے پادری سے شکایت کر کے یہ کہا کہ تم شاہان یونان سے مدد کیوں نہیں مانگتے؟ اس نے کہا وہ عیش و غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ان سے کیا ہوسکتا ہے۔ پیٹر نے کہا تو میں شاہان یورپ کو آمادہ کرتا ہوں۔ پیٹر وہاں سے چلا اور اربن ثانی اس زمانہ کے پوپ سے ملا۔ پوپ نے وعدہ کیا کہ میں مجلس عام میں اس کی تحریک کروں گا مگر اتنے عرصہ میں تم منادی کرتے پھرو۔ یہ حضرت مجنونانہ صورت بنا کے ایک گدھے پر سوار ہوکر اور بھاری سی صلیب لے کر تمام ممالک فرانس اور اطالیہ میں منادی کرتے پھرنے لگے۔ شاہراہوں گرجا گھروں میں جہاں کہیں وعظ کرتے زواروں کی تکالیف بیان کرتے لوگ سن کر رو دیتے اس پر حضرت واعظ کی ہچکیں اور آہیں اور لمبے لمبے آنسو اور حضرت عیسیٰ اور مریم کی دہائی دینا اور بھی غضب کرتا تھا۔ آخر ملک فرانس میں نومبر ۱۰۹۵ء میں ایک مجلس جمع ہوئی جس میں بہت سے نامور سردار اور مشہور امیر بھی آئے آٹھ روز مجلس رہی لوگ پہلے ہی سے

بھرے ہوئے تھے ادھر اس جہاد کا ثواب سنتے ہی چیخ اٹھے کہ واں یہی مرضی خدا کی ہے ہاں یہی مرضی خدا ہے۔ پیٹر کے ساتھ ایک انبوہ کثیر جمع ہوگیا جس میں رؤسا اور شہزادے بھی تھے اس لشکر کا سرغنہ پاس اور صلیب نشان تھا یہ لشکر جس کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی اور جوق جوق لوگ ان میں شامل ہوتے گئے ہنوز ملک شام میں پہنچنے نہ پایا تھا کہ سلطان سلیمان نے مار مار کر ان کے چیتھڑے اڑا ڈالے، لاکھوں آدمیوں کی ہڈیوں کا ڈھیر اس جنگ کی یادگاری میں لگا دیا۔ مگر ایک دوسرا لشکر اور بھی تیار ہوا تھا جس کا سپہ سالار فرانسیسی شہزادہ مسمی گاڈ فرے ڈی بویون تھا اس لشکر نے جا کر یروشلم کا محاصرہ کیا آخر فرنگی، سارے اور جھپٹ کر شہر میں گھس آئے اور گلی کوچوں میں مسلمانوں کے زن و فرزند کا قتل کرنا شروع کیا۔ صرف مسجد مقدس میں جو کئی ہزار مسلمان پناہ گزیں تھے قتل کیے گئے ہر چند مسلمان رو رو کر امان امان پکارتے تھے مگر ان دین دار عیسائیوں کی رحم دلی کب امان دیتی تھی۔ آخر صلیب کا نشان اڑنے لگا۔ یہ واقعہ ایک ہزار ننانوے عیسوی میں ہوا اگرچہ تخمیناً ستر ہزار مسلمان تو شہید ہوئے مگر بے چارے یہودی بھی اپنی عبادت گاہوں میں قتل کیے گئے۔ گاڈ فرے اول ہی سال میں مر گیا مگر تخمیناً نوے برس تک نہ صرف بیت المقدس پر بلکہ اس پاس کے ملکوں پر بھی عیسائیوں کا قبضہ رہا۔

واضح ہو کہ ۴۶۳ھ ہجری میں اتسز بن اوق خوارزمی نے جو ملک شاہ بن الپ ارسلان کا امیر تھا ملک شام میں جا کر شہر رملہ اور بیت المقدس کو مستنصر خلیفہ مصر کے نواب سے چھین لیا تھا پھر ۴۸۹ھ میں خلیفہ مصر نے ارتق کے بیٹوں ایلغازی اور سقمان سے چھین لیا پھر اس جنگ تک مصریوں کے قبضہ میں رہا۔ (ابو الفداء) سلیمان جس نے پیٹر کے لشکر کو تہ تیغ کیا تھا قتلمش سلجوقی کا بیٹا ہے جو قونیہ و دیگر بلاد روم کا بادشاہ تھا وہ ۴۸۵ھ ہجری میں اپنے چچا زاد بھائی سلطان تاج الدولہ تتش بن الپ ارسلان کی جنگ میں مارا گیا (ابو الفداء) اس حادثہ کے دنوں میں مستظہر باللہ عباسی خلیفہ بغداد تھا اور سلجوقیوں میں سے سلطان محمد بن ملک شاہ بڑی شان و شوکت سے اپنے بھائیوں سے جنگ کر رہا تھا

دوبارہ حملہ

اول جنگ کے تخمیناً اڑتالیس برس بعد جب عیسائیوں نے یہ سنا کہ فرات کے اس طرف جو عیسائیوں نے ایک بڑا قلعہ مسلمانوں کے روکنے کے لیے بنایا تھا اس کو زنگی امیر موصل نے لے لیا تو ان کے دلوں میں پھر جہاد کی آگ کا شعلہ بھڑکا اور اب پیٹر کی جگہ برنارڈ منادی کرنے لگا آخر اس نے لوئس ہفتم شاہ فرانس اور کانراڈ جرمنی کو متفق کر لیا۔ یہ دونوں بادشاہ تین لاکھ کا لشکر لے کر ہنگری کے رستے سے قسطنطنیہ پہنچے۔ منویل شاہ قسطنطنیہ کی بدسلوکی سے ان کی طاقت گھٹ گئی۔ آخر کوچک ایشیا کے پہاڑوں میں انہوں نے سخت ہزیمت مسلمانوں سے اٹھائی اور بڑی بڑی مصیبتیں اٹھا کر واپس آئے۔

تیسرا حملہ

۵۸۳ھ ہجری میں سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب نے ان عیسائیوں کے مقابلہ کا ارادہ کیا جو نوے برس تک ان ممالک پر حاکم اور مسلط تھے۔ اول طبریہ پر حملہ کے

ف ابو الفداء اس کو سنہ ۴۹۲ھ کا واقعہ بتلاتے ہیں ۱۲ منہ

۱۰

روز پانچویں ربیع الاول کو لڑائی ہوئی عیسائیوں نے شکست کھائی جس میں فرنگستان کا ایک بادشاہ اور ایک گرجستان کا عیسائی بادشاہ گرفتار ہوا۔ اس کے بعد شہر عکہ کا محاصرہ کیا اس کو بھی فتح کیا پھر بیروت اور قیساریہ اور صفوریہ اور رملہ بیت لحم وغیرہ شہروں کو فتح کرتا ہوا خاص بیت المقدس کی شہر پناہ کا بھی آ کر محاصرہ کر لیا سرنگیں لگادیں اور شہر پناہ کو ڈھیر کر پھینک دیا فرنگیوں نے امن چاہا۔ سلطان نے کہا جس طرح تم نے اس شہر کو بزور شمشیر فتح کیا تھا میں بھی اس کو اسی طرح فتح کروں گا۔ پھر فرنگیوں نے ایلچی بھیجا کہ ہم بہت ہیں تم تھوڑے ، امن دو ورنہ مرتا کیا نہ کرتا ہم دل توڑ کر لڑیں گے۔ سلطان نے فرمایا ایک شرط پر امن دیتا ہوں وہ یہ کہ ہر ایک مرد تم میں سے دس دس دینار (اشرفی) اور ایک عورت پانچ دینار اور بچہ دو دو دینار دیوے تو شہر سے باہر چلا جاوے ورنہ قید ہوگا۔ چنانچہ فرنگیوں نے اس شرط کو منظور کیا اور بروز پنج شنبہ ۲۷ رجب کو بادشاہ شہر میں داخل ہوا اور سلطانی لوگوں نے عیسائیوں کو دروازوں پر جزیہ وصول کرنا شروع کیا اشرفیوں کے ڈھیر لگ گئے ادھر فصیل پر اسلام کا جھنڈا کھڑا کر دیا گیا تھا عیسائیوں نے الصخرہ کے قبہ پر ایک صلیب سونے کی کھڑی کر دی تھی مسلمانوں نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کر کے اس کو جب اکھیڑ کر پھینکا تو عجب خوشی کا شور و غل تھا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہوگا اور عیسائیوں میں رونے پیٹنے کا غل تھا۔

شہر فتح کر کے سلطان نے پھر مسجد کو اسی طور سے تعمیر کرا دیا اور جانب غربی میں جو ایک کمرہ بنایا تھا اس کو گرا دیا۔ نورالدین محمود بن زنگی نے ایک منبر حلب میں اس نیت سے بنوایا تھا کہ اس کو بیت المقدس میں رکھوں گا سلطان نے اس کو منگا کر مسجد میں رکھا۔ اس بادشاہ نے عیسائیوں کا نہ صرف بیت المقدس اور ملک شام سے استیصال کیا بلکہ حوالی مصر سے بھی۔

جب یورپ میں یہ خبر پہنچی تو پھر جوش پیدا ہوا اور انگلستان کا بادشاہ رچرڈ اول اور فرانس کا فلپ آگسٹس جرمن کا فریڈرک بڑی خون خوار فوجیں لے کر بیت المقدس پر چڑھ آئے مگر یروشلم میں جانا نصیب نہ ہوا صرف عکہ میں رہ گئے کہ جہاں ایک عیسائی بادشاہ کا صلاح الدین نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ طرفین میں بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر سب پسپا ہو کر بھاگے اور تھوڑے دنوں کے بعد عکہ بھی سلطان نے فتح کر لیا۔ اس جنگ میں صلاح الدین نے وہ فیاضی کی ہے کہ آج تک کوئی اپنے مقابل کے ساتھ نہ کرے گا وہ یہ کہ یورپ کے بادشاہ اور ان کے لشکری جو بیمار ہو گئے تھے ان کے لیے برف اور انار اور دیگر سامان ضروری بھیجا اور یہ کہا کہ تندرست ہو کر مجھ سے لڑو کہیں تمہارے دلوں میں ارمان باقی نہ رہ جائے۔ آخر سب شکست کھا کر پریشان ہو کر اپنے ملکوں میں واپس گئے۔ اسی سال شہاب الدین غوری نے ہندستان پر بڑے زور شور سے حملہ کیا تھا۔ صلاح الدین غازی کے مرنے کے بعد پھر عیسائی دین داروں کے دلوں میں جہاد کے ثواب نے جوش مارا۔

چوتھا حملہ

سن گیارہ سو بچانوے سے لے کر ستانوے عیسوی تک اس لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ ششم ہنری نے اپنے لشکر کے تین حصے کر کے ارض مقدس کی طرف روانہ کیے اور سب نے جمع ہو کر بڑا زور لگایا مگر صلاح الدین کے جانشینوں سے شکست کھا کر نہایت بدحواسی کے ساتھ پسپا ہوئے۔

پانچواں حملہ

۱۱۹۸ء سے لے کر ۱۲۰۳ء میں اور حملہ ہوا۔ پاپا

انوسنٹ [illegible] نے جہاد کے احکام بھیجے اور فولک پادری نے وعظ سے ترغیب دی وینس کے رئیس سے جہاز کرایہ لیے مگر جب اس کی اجرت نہ دے سکے تو اس نے ان سے اس کے عوض میں شہر زارا فتح کرا دیا چاہا چنانچہ فتح کرا دیا۔ اس کے بعد قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ سے الجھ پڑے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا سب زور یہیں تمام ہو گیا اور واپس چلے آئے۔ سنہ [illegible] میں ملک فرانس میں اسٹیفن نامی ایک چرواہے کا لڑکا بھی وعظ اور الہام اور تائید غیب کا مدعی ہو کر نکل چلا پھرنے لگا۔ اس کے وعظ سے تیس ہزار لڑکے بارہ بارہ برس کے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کو آمادہ ہو گئے اور نعرے مارتے ہوئے بیت المقدس کی طرف چل پڑے جو رستہ میں کچھ ڈوب گئے اور کچھ غلام بنا کر فروخت کیے گئے اسی طرح جرمن میں سے بھی لڑکوں کے دو لشکر چلے تھے جو راستہ ہی میں مفقود الخبر ہو گئے۔

چھٹا حملہ

سنہ [illegible] میں اور ہوا۔ پوپ گریگوری کے حکم سے فریڈرک دوم فوج لے کر نکلا اس نے سلطان ملک کامل کو یار بنا کر دس برس کے لیے یہ شرط لکھوائی کہ یافہ سے لے کر قدس تک کا فریڈرک مالک رہے۔ مگر پادری اس سے ناخوش ہو گئے اس لیے بے چارہ بہت جلد الٹا واپس چلا آیا۔

ساتواں حملہ

فرانس کے بادشاہ لوئیس نہم نے پھر کیا اس نے دمیاٹ کا محاصرہ کر لیا تھا مگر انجام کار سنہ [illegible] میں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا جو چار لاکھ سکہ طلائی دے کر چھوٹا اور چار برس عاقر میں پڑا رہا۔ لاچار ہو کر فرانس میں آیا۔

آٹھواں آخری حملہ

فرانس کے بادشاہ اور انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ اول نے کیا سنہ [illegible] میں مصر اور حبش فتح کرنے کے لیے۔ لوئیس تو حبش ہی میں مر گیا اور ایڈورڈ عاقر تک آیا۔ ناصرہ کے مسلمانوں کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کیا مگر عاقر میں زخم کھا کر پچھلے پاؤں انگلستان بھاگ آیا۔ پھر عاقر جو عیسائیوں کا مرکز ہو گیا تھا اس کو سلطان خلیل نے انجام کار فتح کر کے ساٹھ ہزار عیسائیوں کو قتل کیا یا غلام بنایا۔

واضح ہو

کہ مسلمان اُن دنوں باہمی قتال و جدال میں مصروف تھے جس لیے عیسائیوں کو چڑھائی کی جرأت ہوئی اور تخمیناً دو سو برس تک بار بار حملے کرتے رہے وہ بھی ایک نہیں بلکہ کئی کئی بادشاہ متفق ہو کر۔ خصوصاً صلاح الدین کے بعد مشرقی جانب سے تاتاری کافروں چنگیز خانیوں کے وہ زور شور تھے کہ الامان الامان۔ ادھر مغرب کی طرف سے عیسائی بادشاہ زور آزمائی کرتے تھے ایسے موقع پر اسلامیوں کا نیست و نابود اور یہود کی طرح متبذل ہو جانا قرین قیاس تھا مگر یہ اسی وعدۂ الٰہی کا اثر ہے کہ ان زلزلوں کے بعد پھر اسلام نے کروٹ لی۔ ادھر چنگیز خاں کے پوتے کے بعد سے اس کی نسل میں اسلام آیا ادھر سلاطین عثمانیہ کا ستارہ بلند ہوا جس نے یورپ کو نیچا دکھایا اور ان کے دلوں سے حملوں کی ہوس نکال دی۔ فقط الحمد

لے [illegible] ماہ رمضان میں [illegible] کے لیے فرانس کے بادشاہ نپولین نے بھی قبضہ کر لیا تھا مگر آخر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ [illegible]

صلاح الدین کے قبضہ کے بعد سے پھر بیت المقدس مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہے آج کل گو عیسائیوں کا پھر اقبال نصف النہار پر ہے اور صنعت و حرفت اور عیاری اور ہوشیاری میں بھی طاق ہیں آلات حرب و ضرب میں بھی ضرب المثل ہیں اور سب کے دلوں میں بیت المقدس لینے کا ارمان بھی ہے باوجودے کہ مسلمان ان سب باتوں میں ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر پھر بھی بیت المقدس اس کے حقیقی وارثوں اہل اسلام ہی کے قبضہ میں ہے یہ بھی ایک قدرت کا کرشمہ اور اسلام کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ

بے شک یہ قرآن وہ رستہ بتلاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے

وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ

اور ایمان داروں کو جو اچھے کام کرتے ہیں خوش خبری

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ⑨

دیتا ہے کہ البتہ ان کے لیے بڑا ہی اجر ہے۔

وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

اور یہ بھی کہ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ⑩ وَ یَدْعُ ع ١٠/١

ان کے لیے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور انسان

الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ وَ كَانَ

برائی مانگنے لگتا ہے جیسا کہ وہ بھلائی مانگتا ہے اور

الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ⑪ وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ

انسان بڑا ہی جلد باز ہے اور ہم نے رات اور

النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ

دن کو دو نمونے بنائے ہیں پس رات کے نمونہ کو دھندلا کر دیا اور

جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا

دن کا نمونہ نظر آنے کے لیے روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کے

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ

فضل (روزی) کو ڈھونڈو اور تاکہ تمہیں برسوں کی

السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ

گنتی اور حساب معلوم رہے اور ہم نے ہر چیز

فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ⑫

کی تفصیل کر دی ہے۔

ترکیب

للتی اے للحالۃ او الطریقۃ التی ہی اقوم الحالات او الطرق یہ یہدی کا مفعول ثانی ہے ان اے بان مفعول یبشر کا یا اس کی تفسیر دعاءہ اے یدعو بالشر دعاءً مثل دعائہ بالخیر والمصدر مضاف الی الفاعل والتقدیر بطلب الشر فالباء للحال او بمعنی السبب وکل شئ فصلناہ محذوف کا مفعول ہے جس کی تفسیر یہ فصلنا کر رہا ہے اور حال بھی ہے کل انسان کا۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا وآتینا موسی الکتاب کہ ہم نے موسیٰ کو توریت دی تھی اس کے بعد حصیر تک توراۃ کے اوپر عمل نہ کرنے سے جو کچھ بنی اسرائیل پر دینی و دنیاوی مصیبتیں آئیں ان کا ذکر فرمایا کہ بطور پیشین گوئی کے ان کو مطلع کر دیا تھا کہ تم ایسا کرو گے تو یوں برباد ہو گے مگر انہوں نے نہ مانا اب یہاں سے امت محمدیہ اور اخیر دور کی کتاب قرآن مجید کا ذکر فرماتا ہے۔ ان ہذا القرآن الخ کہ اس قرآن میں دو باتیں ہیں اوّل یہدی کہ تمام دینی و دنیاوی دستورات میں جو کچھ اچھے دستور اور منزل مقصود کا سیدھا رستہ ہے یہ وہی بتلاتا ہے اس نے کوئی بات انسان کی سعادت و شقاوت کی باقی نہیں چھوڑی چنانچہ انہیں آیات میں آخر میں جا کر فرمایا وکل شئ فصلناہ تفصیلا۔ دوم یبشر کہ یہ

نیک و بد کاموں کے اس نتیجہ سے بھی خبر دیتا ہے کہ جس کا ظہور عالم آخرت میں ہوگا۔ توریت میں یہ بات نہ تھی اور جو تھی تو بہت کم۔ اب پھر جو کوئی اس کے بعد نیک کام کرے گا ایمان لائے گا اس کے لیے قرآن اجر عظیم کی بشارت دیتا ہے دنیا میں بھی وہ لوگ بنی اسرائیل کی طرح ذلیل و خوار نہ ہوں گے آخرت میں بھی حیات ابدی پاویں گے۔ اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ دنیا ہی کے عیش و آرام کو لذائذ اور مرام جانتے ہیں پھر نفس سرکش کی باگ تمام لذات شہوات فانیہ سے پھیرنا کیا خدا پر ایمان لا کر نیک کاموں میں تکلیف اٹھانا ان کے لیے دردناک سزا کا مژدہ دیتا ہے جو کبھی تو دنیا میں بھی واقع ہوتی ہے جیسا کہ بنی اسرائیل پر واقع ہوئی اور اس عالم باقی میں تو لازمی ہے۔ مگر انسان جلد باز ہے وہ بعد میں نتیجہ نیک پیدا ہونے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ چاہتا ہے جو کچھ ہو اب ہو اس لیے آخرت کی نعمتوں کی پروا نہ کر کے دنیاوی لذت پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور دلیل اس کی جلد بازی کی یہ ہے کہ جب کبھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو جس طرح آرام میں زندگی کی دعا کیا کرتا ہے اور مال کی مراد مانگتا ہے اسی طرح اس حالت میں مرنے کی دعا مانگتا ہے اولاد کو بھی کوسنے لگتا ہے صبر نہیں کرتا حالانکہ دنیا میں ہمارے دو نمونہ قدرت میں ان کو ثبات نہیں۔ رات جاتی ہے تو دن آتا ہے پھر انسان اپنے رنج و راحت کو انقلاب زمانہ دیکھ کر بھی کیوں دائمی سمجھ لیتا ہے جس میں کوسنے لگتا ہے اور نیز رات جو بری حالت سے مشابہ ہے جا کر دن ہو جاتا ہے جو فضل و کرم اور کشود کاری سے مشابہ ہے جس میں اشارہ ہے کہ ہر مصیبت کے بعد راحت ہے اور جو ظلمت کدہ ہے جس میں نیک و بد پہچان نہیں۔ اس کے بعد دوسری زندگی کا دن روشن ہونے والا ہے جس میں سب امور کی حقیقت کھل جائے گی۔ وجعلنا الیل والنھار الخ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جب دور ہوگا کے منقضی ہو کر عہد محمدی کے قائم ہونے پر اور توریت جا کر قرآن آنے پر تعجب نہ کرو ہم عالم میں یوں ہی تصرف کیا کرتے ہیں اس کی مصلحتیں ہم ہی خوب جانتے ہیں۔ اب روزمرہ رات دن کا انقلاب دیکھو کہ رات کو مٹا کر دن بناتے ہیں جس کے فوائد بے شمار ہیں۔ از انجملہ دن میں رزق روزی کا بہم پہنچانا اور برسوں کی گنتی ہے اگر ہمیشہ رات ہی رہتی یا دن۔ تو یہ بات کب حاصل ہوتی۔

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ

اور ہم نے ہر آدمی کا عمل اس کی گردن میں

فِىْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

باندھ دیا ہے اور قیامت کے دن اس کی کتاب

كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝۱۳ اِقْرَاْ

بنا کر نکالیں گے جس کو وہ کھلی ہوئی پاوے گا (کہیں گے) اپنی

كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ

کتاب پڑھ لے تو آپ ہی اپنا حساب سمجھنے کے لیے

عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝۱۴ مَنِ اهْتَدٰى

تو بس ہے جو کوئی ہدایت پر چلتا ہے

فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ

تو اپنے ہی لیے ہدایت پر چلتا ہے اور جو کوئی بہکا

فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

تو اپنی ہی خرابی کے لیے بہکتا ہے اور کسی کا بوجھ کوئی

وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ

دوسرا نہیں اٹھانے کا اور ہم ایسے نہیں کہ کسی کو سزا دیں جب تک کہ رسول

حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝۱۵ وَاِذَآ اَرَدْنَآ

بھیج لیں عذاب کرنے لگتے اور ہم جب

اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا

کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو حکم دیتے ہیں

فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

پھر وہ تو وہاں بدکاری کرنے لگتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ

پھر تو ہم اس کو غارت ہی کر ڈالتے ہیں اور کتنے

اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ

کے بعد ہم کتنے ایک قرنوں کو ہلاک

نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ

کر چکے ہیں اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں

عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

کی خبرداری اور دیکھنے کو بس ہے

ترکیب

یلقاہ جملہ کتابا کی صفت جو حال ہے مفعول محذوف سے وہو ضمیر الطائر یا مفعول ہے امرنا جواب ہے اذا کا۔ کم اس جگہ خبریہ ہے محل نصب میں اہلکنا سے بربک میں ب زائدہ ہے جیسا کہ بنفسک میں اور جس طرح حسیبا تمیز ہو من نفسک کی اسی طرح خبیرا بصیرا تقدیم خبیرا کی اس کے متعلق کے تقدم سے ہے۔ قال الفراء انما یجوز ادخال الباء فی المرفوع اذا یذم او یمدح بہ صاحبہ مثل کفاک بہ والجرم بہ رجلا ولا یقال قام باخیک وانت ترید قام اخوک۔

تفسیر

ہر شے کی تفصیل کے بعد انسان کی آنے والی حالت کا بیان کرنا اس دعوے کی دلیل بیان کر دینا ہے کیونکہ یہ ایک بڑی اہم بات ہے جو کتب سابقہ میں بھی نہ تھی۔

وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ عرب میں اپنے ہر کام کا نیک و بد انجام طائر یعنی پرندوں کی پرواز سے معلوم کرتے تھے اگر دائیں سے اڑا تو خیر اور بائیں سے اڑا تو شر وغیر ذلک۔ پھر جب اس کا استعمال زیادہ ہوا تو ہر خیر و شر کو طائر کہنے لگے تسمیۃ الشئ باسم لازمہ اس کی نظیر سورہ یٰسین میں ہے تطیرنا بکم الی قولہ طائرکم معکم پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ ہر ایک آدمی کا عمل نیک یا بد اس کی گردن میں باندھ دیا ہے جو کچھ یہ کرتا ہے وہ اس کے ساتھ لازم ہو رہا ہے یا جو کچھ نیکی بدی سعادت نحوست اس کی تقدیر میں ہے اس کے لیے لازم ہو رہی ہے ضرور پیش آ کر رہے گی اور پھر قیامت کے دن ونخرج لہ یوم القیمۃ کتابا یلقاہ منشورا یہی نیک و بد عمل جو دنیا میں اس کے گلے کا ہار تھا ایک کتاب بن کر ظاہر ہوگا جو اس کے تمام اعمال نیک و بد کا ایک روزنامچہ ہوگا۔ حکم ہوگا کہ اس کو پڑھ، دیکھ تو نے دنیا میں کیا کیا تھا؟ اس میں ہر ہر بات ہوگی۔ اسی کو قرآن میں اور احادیث میں اکثر بلفظ کتاب ذکر کیا ہے پھر اس کی تفصیل ہے کہ اہل خیر کو یہ کتاب دائیں طرف سے اور بدوں کو بائیں طرف سے ملے گی۔ مگر اس سے مراد دنیا کی طرح کوئی مجلد کتاب شیرازہ بندھی چھپی لگی ہوئی نہیں بلکہ اس کے اعمال کا صحیح اندازہ جو ہر ایک پر واضح کیا جاوے گا اس کے پڑھنے سے یہی مراد ہے پھر جب یہ حالت ہے تو من اہتدی الخ ہر ایک کو ہدایت کی طرف توجہ کرنی چاہیے کیونکہ اس کی برائی بھلائی کا یہی ذمہ دار ہے، اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاوے گا اپنی کرنی آپ ہی بھرنی اور اسی لیے حجت تمام کرنے کے لیے دنیا میں رسول بھیجے گئے کسی کو عذاب نہ ہوگا جب تک کہ رسول کی معرفت اس پر حکم نہ ظاہر کیا جاوے۔

وما کنا معذبین الخ احکام شرعی کے لیے تو رسول انسانی ضرور ہیں اور توحید و خدا پرستی کے لیے رسول عقل بھی کافی ہے۔

واذا اردنا سے دنیا میں جو بلا میں رسولوں کے خلاف کرنے سے آئی ہیں ان کا ذکر کرتا ہے کہ جب قضاء قدر میں کسی قوم یا شہر کے برباد ہونے کے دن[1] نزدیک آجاتے ہیں تو

[1] حاشیہ بر صفحہ آئندہ

پیشتر امرا مترفہا و ان کے سرداروں دولت مندوں کو ہوا ہے
یا ان کے نائبوں کی صورت سمجھایا جاتا ہے کہ انہی وہ نافرمانی کرتے
ہیں قوم برباد ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ امرنا کے معنی یہ ہیں
کہ ازلی نوشتہ کے موافق وہ خدا کی طرف سے برائی پر مامور ہوتے
ہیں اس کے بعد فرماتا ہے کہ نوح کے عہد سے لے کر اب تک
دیکھو کس قدر قرون و امم یعنی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا
جو کوئی دنیا چاہتا ہے تو ہم اس کو سردست
مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ
دیتے ہیں جس قدر چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں پھر اس کے لئے جہنم ٹھہرا دیتے ہیں
يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا (۱۸) وَ
جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گرے گا اور
مَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَ
جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لئے جیسی کوشش چاہیے کرتا ہے
هُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ
وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش
مَشْكُورًا (۱۹) كُلًّا نُمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَ
مقبول ہوگی ہم ہر ایک کو ان کو بھی اور
هَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ
ان کو بھی اپنی عنایت سے اور آپ کے رب کی
عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا (۲۰) انْظُرْ كَيْفَ
کی بخشش کسی پر بند نہیں ہے دیکھو ہم نے ایک کو

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ
دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت کے
أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا (۲۱)
تو بڑے درجے اور بڑی فضیلت ہے
لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ
اے انسان اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود نہ بنانا ورنہ
ع ۲ مَذْمُومًا مَخْذُولًا (۲۲)
تو پشیمان و خوار ہو کر بیٹھے گا۔

ترکیب

من مبتدا اور یہ شرط ہے اور عجلنا اس کا جواب
لمن نرید بدل ہے لہ سے باعادہ جار یصلٰھا حال ہے جہنم
سے یا ضمیر لہ سے مذموما حال ہے فاعل یصلٰی سے جو ضمیر
ہے اور اسی طرح مدحورا کلا نمد ہؤلاء بدل ہے کلا سے محظورا
حظرہ یحظرہ من باب نصر محظورا ممنوعا یقال حظرہ یحظرہ
حظرا منعہ۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا ہم خبیر و بصیر ہیں ہر ایک کی نیت
جانتے اور اس کے ظاہر حال کو دیکھتے ہیں اس کے بعد دنیا
میں جو کچھ لوگ کر رہے ہیں اور جس جس چیز پر مرتے ہیں

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) سلہ ہمارے عہد میں جو اسلامی حکومتیں زائل ہوئیں اور جو بری حالت میں ہیں اسی آیت کے موافق وہاں کے امرا عیاشی شراب خوری بے دینی غفلت میں مبتلا ہوئے اور ہلاک ہو گئے۔ شہر برباد سلطنت غارت الامان الامان ۱۲ منہ
(حاشیہ صفحہ ہٰذا) سلہ کیونکہ عوام انہیں کے تابع ہوتے ہیں اور اکثر یہی زیادہ بدکار اور احمق اور عیاش بھی ہوتے ہیں اس لئے ان کا کہنا مقدم ہوا ۱۲ منہ
ف المحظر الحجر وہو ضد الاباحۃ وحظرہ فہو محظور والحظار والحظیرۃ تعمل للابل من شجر لتقیہا البرد والریح ۱۲ حقانی

اس کا بیان اور انجام بیان فرماتا ہے تاکہ خبیر و بصیر ہونے کی تصریح ہو جائے۔ دنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں ایک وہ کہ جن کا دار آخرت پر یقین نہیں اور جو کچھ ہے بھی تو اس کے نزدیک دنیا ہی مقدم ہے اسی کے حاصل کرنے کو وہ اصلی مقصد جانتا ہے اس کے مقابلہ میں اس کو دار آخرت کی ذرا بھی پروا نہیں جیسا کہ فرماتا ہے من کان یرید العاجلۃ یعنی جو عاجلہ دنیا اور اس کے فوائد ہی چاہتا ہے تو ہم بھی اس کو جلد یہیں جلد دیتے ہیں عجلنا لہ فیہا مگر یہ نہیں کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی اس کو مل جاتا ہے بلکہ ما نشاء جس قدر ہم کو دینا منظور ہوتا ہے اور یہ بھی سب کے لیے نہیں بلکہ لمن نرید جس کو ہم چاہتے ہیں ورنہ سیکڑوں نے بے دینی اختیار کی کوئی برا کام دنیا کے حاصل کرنے میں اٹھا نہیں رکھا مگر پھر بھی وہی افلاس وہی تنگ دستی۔ بے دینوں کے لیے یہ بڑی تہدید ہے۔ مگر اس چند روزہ عیش کے بعد تو ثم جعلنا لہ جہنم یصلٰہا مذمومًا مدحورًا وہ جہنم میں جائے گا اور دنیا میں عمر رائگاں کرنے پر ندامت اٹھائے گا ذلیل ہوگا۔

دوم وہ کہ جن کو مدنظر دار آخرت ہے ومن اراد الآخرۃ مگر اس میں دو شرطیں ہیں اول وسعٰی لہا سعیہا کہ اس کے موافق کوشش بھی کرے یہ نہیں کہ ارادہ کر کے چپ بیٹھ رہے اور کوشش اسی کے مطابق ہو کیونکہ بہت سے لوگ دار آخرت کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن عناصر اور ستاروں اور بزرگوں کی عبادت کو آخرت کا ذریعہ جانتے ہیں اور اسی طرح نکمی ریاضتیں بھی کرتے ہیں کوئی رات دن گنگا میں رہتا ہے کوئی پہاڑ پر سے گرتا ہے کوئی حلال چیزیں کھانی چھوڑ کر جسم کو ہلاک کرتا ہے سو یہ کوشش اور یہ رستہ دار آخرت کا نہیں ع

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو می روی بترکستان ست

بلکہ پیغمبر علیہ السلام کے فرمودہ کے مطابق ہونا چاہیے دوم یہ کہ وہو مؤمن اس کو ایمان بھی ہو اللہ اور اس کے رسول کی دل سے تصدیق ہو کیونکہ یہ اصل اور بنیاد ہے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں وہ خدا کی جماعت میں داخل نہیں۔ پس اولٰئک کان سعیہم مشکورًا ان کی کوشش کارآمد ہوگی ان کو دار آخرت اور حیات ابدی نصیب ہوگی۔ رہی دنیا سو کلا نمد ہؤلاء و ہؤلاء من عطاء ربک ہم اپنی عنایت سے ہر ایک فریق کو دنیا میں دیتے ہیں دین و تقوی سے دنیا فوت نہیں ہوتی اور زیادہ دنیا ملنے سے خدا کے ہاں کوئی زیادہ عزت بھی حاصل نہیں ہوتی ع

چہ دشمن برین خوان یغما چہ دوست

انظر کیف فضلنا الخ دیکھو دنیا میں ایک کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے۔ بہت سے احمق و جاہل مالدار اور دانا خوار اور بہت سے کفار محتاج، اہل ایمان اہل ثروت اور کہیں بالعکس۔ باعث فضیلت آخرت کے درجات ہیں، انہیں کی زیادہ رغبت کرنی چاہیے۔ وہیں کی فضیلت فضیلت حقیقی ہے۔ وللآخرۃ اکبر درجات و اکبر تفضیلا چونکہ دار آخرت کے لیے اصل اصول توحید ہے اس لیے حکم دیتا ہے لا تجعل الخ کہ خدا کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنانا ورنہ ذلیل و خوار ہوگا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

اور آپ کے رب نے قطعی حکم دیدیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ

اور ماں باپ سے نیک سلوک کرنا اگر تیرے سامنے

عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا

ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا

تو نہ ان کو ہوں کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ
اور ان سے ادب سے بات کرنا اور ان کے
لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ
آگے عاجزی سے جھکے رہنا
وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ
اور ان کے لیے دعا کیا کرنا کہ اے رب جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے سے پالا
صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ
اسی طرح تو بھی ان پر رحم کر تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ
نُفُوْسِكُمْ ۚ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ
تمہارے دلوں میں ہے اگر تم سعادت مند ہو (تو) وہ رجوع کرنے
كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ
والوں کو بخشنے والا ہے اور اہل
ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ
قرابت اور غریب اور مسافر کو حق ادا
ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾
کرتے رہنا اور مال کو بے ہودہ نہ اڑانا
اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ
کیونکہ بے ہودہ اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں
وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَ
اور شیطان تو اپنے رب کا ناشکرا ہے اور
اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ
جو کبھی ان لوگوں سے منہ پھیرنا پڑے اپنے رب کے فضل
مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ
(روزی) کے انتظار میں کہ جس کی تجھے امید ہو تو ان سے
قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ
نرم بات کہنا اور نہ تو اپنے ہاتھ کو

مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا
سکیڑ کر گردن میں باندھ اور نہ اس کو
كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾
بالکل کھول ہی دے کہ آخر پشیمان ہو کر تہی دست ہو کر بیٹھ رہے
اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
(اے رسول) آپ کا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی
يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
فراخ کر دیتا ہے اور جس کی چاہے تنگ کر دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے
خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾
حال سے خبردار (اور) ان کے حال کو دیکھ رہا ہے۔

ع ۳

ترکیب

اما تخفض ان اور یہ تفسیر ہے تقضی کی و بالوالدین معطوف ہے الا تعبدوا پر یعنی تقضی بالوالدین احسانا تقدیرہ و بان تحسنوا بالوالدین احسانا. اما یبلغن اما ان الشرطیہ و ما زائدہ تاکید کے لیے یبلغن فعل شرط فلا تقل جواب. اف اسم الفعل الذی ہو اتضجر و ہو مبنی علی الکسر لالتقاء الساکنین وتنوینہ فی قراءۃ نافع و حفص للتنکیر و من فتح طلب التخفیف مثل رب و من ضم تبع و من لم ینون اراد التعریف. جناح الذل بالضم ضد العز و بالکسر ضد الصعوبۃ ہو الانقیاد و جعل للذل جناحا کما فی قول لبید سے

وغداۃ ریح قد کشفت وقرۃ
اذ اصبحت بید الشمال زمامہا

فاثبت للشمال یدا و للقرۃ زماما۔

تفسیر

دار آخرت کی سعی کا مجملاً ذکر ہوا تھا اب یہاں اس کی تفصیل کرتا ہے کہ دار آخرت کا

لہ یقول لبید رب غداۃ ریح وقرۃ موصوف بانک المصف کشفت [illegible] ان الممانعۃ بان قرتہم و کسوتہم و اوقدت لہم النار
۱۲ منہ [illegible]

نیز رشتہ ہے اور اس کی کوشش اصلی یہ ہے۔ سب سے اول بات دار آخرت کے لیے یہ ہے کہ منعم کا شکر کرے اور اپنے محسن کے ساتھ ادب اور سلوک سے پیش آوے اور منعم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اسی نے ہم کو پیدا کیا ہے اسی نے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں اور پھر اُس جہان میں بھی اسی سے امید ہے وہ کسی کے احسان اور خدمت کا تو محتاج نہیں اس کی شکر گزاری اور لحاظ اور حق پرورش نہ ہے تو یہی ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو خدائی میں شریک نہ کرے خالص عبادت اسی کی کرے۔

سب سے اول حکم یہی دیا وقضٰی ربک الا تعبدوا الا ایاہ۔ اب لطف کلام دیکھو کہ ربک کا لفظ فرمایا حق تربیت جتلانے کے لیے اور امر کی جگہ قضٰی تاکید کا کلمہ فرمایا۔ یعنی حکم قطعی دے دیا اور نیز اسی حکم کو اس سے پہلی آیت میں لاتجعل مع اللہ الٰہا آخر کے ساتھ بھی ذکر کر دیا تھا اب یہاں دو بھی تاکید فرما دی۔

خدا تعالیٰ کے بعد دنیا میں اس کے وجود کا سبب مجازی اور منعم اور محسن ماں باپ ہیں جو اس کی بے چینی سے بے تاب ہو جاتے ہیں اور کھانے پینے میں اپنے نفس سے اس کو زیادہ عزیز رکھ کر آپ نہیں کھاتے اس کو کھلاتے ہیں اور اس کے بچپن میں اس کی پرورش میں بلا غرض جان و مال کو صرف کرنا اپنی راحت سمجھتے ہیں۔

اس لیے دوسرا حکم وبالوالدین احسانا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔ احسان کا لفظ ایسا وسیع المعنی ہے کہ جس میں سب کچھ آگیا مگر اس کی کسی قدر شرح بھی فرماتا ہے (۱) اما یبلغن الخ کہ اگر تیری زندگی میں تیرے ماں باپ بڑھاپے کو پہنچیں تو یہ زمانہ بڑی بے کسی کا ہوتا ہے اور نیز ان کے سب اقتدار اور زور و قوت بھی جاتے رہتے ہیں اور نیز بڑھاپے میں ان سے بچوں کی سی بے معنی باتیں بھی سرزد ہونے لگتی ہیں پس تجھ کو ان سے ہُوں یا اُف کہنا نہ چاہیے نہ جھڑکنا چاہیے۔

ف دلالۃ النص کے طریق پر اس سے ہر ایک قسم کی ایذا اور تکلیف دینا ماں باپ کو حرام سمجھا گیا و علیہ الجمہور (۲) وقل لہما ان سے نرم اور ادب سے کلام کر۔ (۳) واخفض ان کے آگے جھک یعنی ہر قسم کی دل سے فرماں برداری و تواضع کر (۴) وقل رب ان کے لیے دعاء خیر کر۔

بارہا تجربہ میں آیا ہے کہ جس نے ماں باپ کو ستایا وہ دنیا میں بھی ناشاد و نامراد رہا جوانا مرگ مرا ہے اور جس نے عزت و توقیر و احسان کیا ہے اس کو شاد و خرم دیکھا ہے۔

ف ماں باپ کی ان باتوں میں فرماں برداری نہیں کہ جن سے خدا کی گناہگاری ہوتی ہے کیوں کہ ماں باپ سے اللہ کا حق اور مرتبہ مقدم ہے۔ پھر یہ نہیں کہ تم یہ سب باتیں ظاہر داری کے طور پر کرو بلکہ دل سے اور اخلاص سے کیونکہ ربکم اعلم بما فی نفوسکم الخ تمہارا رب تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے کہ اگر تم نیک بختی اختیار کرو گے اور ایسی حالت میں بشریت سے اگر تم سے کچھ خدمت گزاری یا کبھی فروگذاشت ہو جاوے گی اور اپنی دلی نیک بختی سے تم اس کی طرف رجوع کرو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کے لیے معاف کرنے والا ہے۔

ف اوّاب بروزن فعال اوب بمعنی رجوع سے ہے مبالغہ کا صیغہ۔

تیسرا حکم۔ وآت ذا القربٰی حقہ والمسکین وابن السبیل کہ اور جس قدر قرابت دار ہیں بھائی بہن ماموں چچا خالہ پھوپی وغیرہم ان کا حق بھی ادا کر۔ حق ادا کرنا بھی بڑا عام لفظ ہے جس میں ہر ایک قسم کا حق آگیا اگر محتاج ہیں تو ان کی مال سے مدد کر اور نہیں ہیں تو ادب اخلاص ہمدردی صلہ رحمی کر اور انہیں پر منحصر نہ رکھ بلکہ ہر ایک مسکین یعنی محتاج کے ساتھ نیک سلوک کر خواہ قرابت دار ہو خواہ کوئی غیر ہو۔ بلکہ پردیسیوں مسافروں کا بھی تجھ پر حق ہے ان کے ساتھ بھی نیک سلوک کر ضیافت کر نقد سے اترنے کو آرام سے جگہ دے نرم کلام کر۔ اس تیسرے حکم میں تین حکم ہیں۔

نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ

ہم ان کو بھی روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک ان کا قتل کرنا

كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا

بڑا گناہ ہے اور زنا کے پاس

الزِّنَىٰ ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ

بھی نہ جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی (کا کام) ہے اور بہت بری

سَبِيلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

راہ ہے اور جس جان کا قتل کرنا اللہ نے حرام

الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَن

کر دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو اور جو کوئی

قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ

ظلم سے مارا جاوے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دے دیا ہے

سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ

سو چاہیے کہ قتل میں حد سے نہ بڑھے کیونکہ اس کی

كَانَ مَنصُورًا ﴿٣٣﴾ وَلَا تَقْرَبُوا

مدد کی جاتی ہے اور یتیم کے مال کے پاس

مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

بجز اس کے کہ اچھی طرح سے ہو اس کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ

حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ

جب تک کہ وہ جوانی کو پہنچے اور عہد کو پورا کرو

إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾ وَأَوْفُوا

کیونکہ عہد کی بازپرس ہوگی اور جب

الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا

ماپ کر دو تو پورا ماپو اور ٹھیک ترازو سے تولا کرو

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ

یہ بہتر ہے

وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٣٥﴾ وَلَا تَقْفُ مَا

اور اس کا انجام بھی اچھا ہے اور جس بات کا تجھے علم نہ ہو

یہ سب خدمت گزاری مال سے ہوا کرتی ہیں اس لیے مال کی بابت حکم دیتا ہے۔

چوتھا حکم۔ ولا تبذر الخ کہ بے فائدہ کاموں میں مال صرف کرنے سے روکتا ہے اڑا دینے کا حکم نہیں دیا ہے لغویات میں مال برباد نہ کرو۔ بے ضرورت مکانات بنانا، اسباب، عمدہ گھوڑے وغیرہ اشیاء بے ضرورت مول لینا سب میں تبذیر ہے۔ اسی طرح بیاہ شادی، دعوت، میلاد، کھانے پینے میں بھی اعتدال سے بڑھنا تبذیر ہے اور ناچ رنگ آتش بازی وغیرہ تو اور بھی ممنوع ہے۔ سائلوں اور قرابتداروں کے دینے کا حکم دیا تھا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ پاس کچھ نہیں ہوتا وہ طلب کرتے ہیں، سخت سست بھی کہنے لگتے ہیں اس وقت آدمی کو غصہ آجاتا ہے برا بھلا کہنے لگتا ہے، سو اس سے بھی منع کرتا ہے اور ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے اس کی تعلیم دیتا ہے۔ واما تعرضن الخ کہ جو تیرے پاس کچھ دینے کو نہیں اور تجھ کو خدا سے امید ہے کہ آئے گا ایسی حالت میں ان سے تو جو منہ پھیرے تو ان کو سخت بات نہ کہہ بلکہ نرم بات کہہ کر بھائی اللہ کا فضل ہے برکت ہے یا دوسرے وقت کا وعدہ کر کے تجھ کو خوش کرے۔

پانچواں حکم۔ ولا تجعل یدک الخ میانہ روی کو۔ نہ تو ہاتھ اس قدر سکیڑ رکھو جیسے مٹھی بند کر کے ہاتھ گردن سے باندھ رکھتے ہیں کہ بخیل کا محاورہ ہے اور نہ ہاتھ کو بالکل کھول دو کہ سب کچھ لٹا دو، پھر خود محتاج ہو جاؤ اور آپ ہاتھ پھیلاتے پھرو۔ کیونکہ دنیا میں فقیر بھی خدا نے پیدا کیے ہیں تیرا کام نہیں کہ سب کو غنی کرے۔ غنی اور فقیر دونوں کو خدا ہی اور اس کی مصلحت وہی جانتا ہے۔ انہ کان بعبادہ خبیرا بعض ایسے فقیر بھی ہیں کہ اگر ان کے پاس دولت ہو تو آفت برپا کریں۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ

اور مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ

جس کا تمہیں علم بھی نہ ہو کیونکہ کان اور آنکھ

وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ

اور دل ہر ایک سے

مَسْـُٔوْلًا (٣٦) وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ

پرسش ہوگی اور زمین پر اکڑتا ہوا

مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ

نہ چلنا کیونکہ نہ تو زمین کو پھاڑ ہی ڈالے گا اور

لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (٣٧) كُلُّ

نہ بلندی میں پہاڑوں کو پہنچے گا ان میں سے

ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ

ہر ایک بات تیرے رب کے نزدیک

مَكْرُوْهًا (٣٨) ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى

ناپسند ہے یہ بیان اس حکمت میں سے ہے کہ

اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا

جس کو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور

تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ

اللہ کے ساتھ اور کسی کو معبود نہ ٹھیرانا ورنہ تو ملزم

جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا (٣٩) اَفَاَصْفٰىكُمْ

اور درگاہ سے راندہ ہو کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (اے مشرکو) کیا تم کو

رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ

تمہارے رب نے بیٹوں کے لئے مخصوص کر لیا ہے اور آپ فرشتوں کو بیٹیاں بنایا

اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا (٤٠) ع ۱۰

ہے یہ تو تم بہت ہی بڑی بات کہتے ہو۔

ترکیب

خشیۃ املاق مفعول لہٗ۔ املاق فقر۔ الخطأ بکسر الخاء وسکون الطاء والہمز مصدر خطئ وجاء بکسر الخاء وفتح الطاء من غیر ہمز ہو الاثم یقال خطئ خطأ کاثم اثما۔ لاتقف الماضی منہ قفا اذا تتبع ویقرء بضم القاف واسکان الفاء مثل تقم وماضیہ قاف یقوف اذا تتبع کل اولئک مبتدأ واولئک اشارۃ الی السمع والبصر والفؤاد وان کان الاشارۃ باولئک فی الاکثر لمن یعقل ولکن قد جاء لمن لایعقل۔ سیئہ بضم الہاء والہمزۃ بالاضافۃ اے سیئ بعض المذکور المنہی عنہ مکروہ عند اللہ۔ پس سیئہ کان کا اسم مکروہا خبر جملہ خبر کل ذلک۔ نافع ابن کثیر ابو عمرو نے سیئۃ[1] پڑھا ہے۔

تفسیر

چھٹا حکم۔ ولا تقتلوا اولادکم اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل نہ کرو۔ عرب میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالا کرتے تھے یہ سمجھ کر کہ لڑکیاں کچھ کما نہیں سکتیں لڑکے کما سکتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ لوٹ مار میں شریک ہوتے تھے اور نیز مفلسی میں اہل کفو اس لڑکی سے نکاح نہیں کرتے تھے غیر کفو میں دی جاتی تھی۔ یہ بڑی عار کی بات تھی۔ اس بد رسم کو کس لطف کے ساتھ منع فرماتا ہے۔ اول تو لفظ اولاد کہہ کے شفقت دلائی۔ دوم نحن نرزقہم کہ تم کیوں رزق کی فکر کرتے ہو رزق تو ہم دیتے ہیں ان کو بھی اور تم کو بھی۔ سوم ان قتلہم

---

[1] وکل ذلک ے الاشیاء الاخیرۃ المنہی عنہا من قولہ تعالیٰ ولا تقف الا سیئہ مکروہ عند اللہ۔ قال فی الکشاف السیئۃ فی حکم الاسماء بمنزلۃ الذنب والاثم زال عنہ حکم الصفات فلا اعتبار بتانیثہ ولا فرق بین من قرأ السیئۃ (سیئہ) الا تری انک تقول الزنا سیئۃ کما تقول السرقۃ سیئۃ فلا تفرق بین اسنادہا الی مذکر و مؤنث انتہی ۱۲ منہ

[2] المرح شدۃ الفرح والنشاط مختار الصحاح۔ حقانی

کہ ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔

ساتواں حکم۔ ولا تقربوا الزنیٰ کہ زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔ زنا کی قباحت میں سلف سے خلف تک عقلاء کا اتفاق ہے۔ اس میں چند قباحتیں ہیں (۱) انساب کا خلط ملط ہونا یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کس کا بیٹا ہے پھر اس کی حصہ ترکہ میں خرابی آتی ہے (۲) عورت کو شرعی یا عرفی طور پر اگر ایک شخص خاص سے تعلق نہ ہو جس کو نکاح کہتے ہیں تو اس کے پاس آنے والوں میں باہمی قتال و جدال کی نوبت آوے گی جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے اور یہ بات تخریب عالم کا باعث ہو۔ (۳) عورت سے مقصود صرف شہوت رانی ہی نہیں بلکہ باہم مل کر خانہ داری کے امور میں ایک دوسرے کا معین ہونا، مرد کما کر لاوے عورت دردمندی اور کفایت کے ساتھ اس کو گھر میں اٹھاوے دونوں مل کر بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوشش کریں اور نیز بیماری اور پیری میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دے۔ ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ کمال درجے کی دردمندی ہو اور یہ بات جب تک ممکن نہیں کہ عورت کی نظر ایک ہی شخص پر رہے اوروں سے علاقہ نہ رکھے اور بغیر اس کے کہ زنا کو حرام کیا جاوے ممکن نہیں (۴) اگر زنا کا دروازہ کھل جاوے تو انسان اور بہائم میں کیا فرق رہے جس عورت کو چاہے رکھے اور نیز باہم الفت و محبت بھی پیدا نہ ہو۔ ان سب باتوں کے لحاظ سے شرع نے زنا کو حرام کیا اور یہاں تک تاکید کے الفاظ استعمال کیے کہ اس کے پاس جانے کی بھی ممانعت کر دی یعنی اس کے اسباب سے بھی روکا اور اس کی ان قباحتوں کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔

آٹھواں حکم۔ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق جو کسی جان کا قتل کرنا شرع نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔ انسان خدا تعالیٰ کا مظہر اور اس کی خدائی کا آئینہ ہے اس کے قتل کا ارادہ کرنا خدائی کا مقابلہ کرنا ہے پس یہ نہایت سنگین جرم ہے۔ ہاں بحق قتل کیا جاتا ہے بضرورت اور وہ صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خدائی جرم کا ارتکاب کرے مرتد ہو جاوے، بغاوت کر کے اس عالم میں خلل انداز ہو یا نکاح کرنے کے بعد بھی حرام کاری کرے ان صورتوں میں انسان کی حرمت جاتی رہتی ہے اس کی طرف التی حرم اللہ میں اشارہ کر دیا وہ احادیث صحیحہ جن میں مرتد اور باغیوں اور رجم کا ذکر ہے گویا اسی جملہ کی شرح ہیں۔ دوسری یہ کہ یہ کسی کو مار ڈالے اس کے بدلے میں اس کو مارا جاوے جس کو قصاص کہتے ہیں چونکہ یہ بات قتل عمد اہل عرب میں کثیر الوقوع تھا اس لیے اولاً اس کی طرف الا بالحق میں اشارہ کیا۔ پھر ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل میں اس کی صراحت کر دی کہ جو مظلوم مارا جاوے اس کے وارث کو شرع نے قدرت دی ہے کہ اس قاتل کو مار سکتا ہے یہی قتل بالحق ہے مگر اس میں اسراف نہ ہو اس کے عوض اس کی قوم کے سردار کو نہ مارے، نہ اس کو جلا کر یا اور بری طرح سے قتل کرے جو اس کے ورثہ میں اشتعال کا باعث ہو۔

ف شرع میں انسان کا قتل ان چند صورتوں میں جائز ہے (۱) یہ کہ مرتد ہو (۲) باغی ہو انما جزاء الذین … الآیۃ میں اس حکم کی تصریح ہے (۳) یہ کہ نکاح کرنے کے بعد زنا کرے۔ اس کا حکم احادیث مشہورہ سے ثابت ہے (۴) کفار و مشرکین کا قتل کرنا نہ مطلقاً مگر اس وقت کہ ان کو

سلہ زنا کے بہت سے اسباب ہیں نامحرم عورتوں سے تخلیہ کرنا، ان سے ہنسی مذاق کرنا، ان سے ہم کلام ہو کر بات بڑھانا، نگاہ شوق کی باتیں کرنا، فحش تصاویر دیکھنا، عشاق کے عشق آمیز افسانے سننا، اس قسم کی نظم و نثر کا عادی ہونا، تھیٹروں اور ناجائز مجامع میں جانا، راگ و باجہ سننا، ناچ دیکھنا دکھانا وغیرہ ۱۲ منہ

قاعدۂ شرعیہ کے موافق جنگ قائم ہو کما قال قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر۔ وقال اقتلوھم حیث وجدتموھم۔ (۵) قصاص میں۔ ائمہ مجتہدین نے احادیث و قیاس سے تارک الصلوٰۃ۔ اغلامی۔ ساحر۔ چارپائے سے مباشرت کرنے والے کا بھی قتل جائز رکھا۔ توریت میں بھی قتل انسان بہت سی صورتوں میں جائز قرار دیا گیا ہے۔

نواں حکم۔ مال یتیم سے بچنا۔ ولا تقربوا مال الیتیم مگر جائز طریقے سے لینا درست ہے مزدوری یا تجارت میں۔ اجرت نگرانی میں اگر محتاج ہو۔

دسواں حکم۔ واوفوا بالعھد ہے۔ عہد جس سے کرو اس پر قائم رہو۔ وہ عہد ہی غلط ہیں جن کو شرع نے معتبر نہیں رکھا یعنی معصیت پر عہد کرنا۔

گیارہواں حکم۔ واوفوا الکیل کہ ناپ تول کو لیتے دیتے وقت کم زیادہ نہ کرو۔ معاملات میں دغابازی نہ کرو۔

بارہواں حکم۔ ولا تقف اس کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔ (۱) اس میں ان باطل خیالات کی پیروی سے ممانعت ہے جو عوام میں غلطی سے مشہور ہو جاتے ہیں۔ (۲) محمد ابن حنفیہؒ سے منقول ہے کہ اس کے معنی جھوٹی گواہی کے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ
اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا
لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿۴۱﴾
تاکہ وہ سمجھیں حالانکہ ان کو تو اس سے نفرت ہی بڑھتی جاتی ہو
قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ
(اے نبی) کہدو اگر اس کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں
إِذًا لَابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿۴۲﴾
تب تو انہوں نے عرش کے مالک تک کوئی رستہ نکال لیا ہوتا
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا
وہ پاک ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس سے (اس کی ذات)
كَبِيرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ
بہت ہی بالا تر ہے ساتوں آسمان اور زمین اور جو
السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ وَ
کچھ ان میں ہے سب اسی کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور
إِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَ
ایسی کوئی بھی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو
لَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ
لیکن تم ان کی تسبیح کرنے کو نہیں سمجھتے
إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۴۴﴾
بے شک وہ بڑا تحمل کرنے والا اور بڑا ہی بخشنے والا ہے

ترکیب

صرفنا اسے بینا ضربا من کل مثل۔ ویمکن ان تکون فی زائدۃ کما فی قولہ تعالٰے واصلح لی فی ذریتی۔ لوکان شرط۔ اذا لابتغوا الجواب والمعنی لطلبوا الی من ھو مالک الملک سبیلا بالمغالبۃ کما یفعل الملوک بعضھم مع بعض او بالتقرب الیہ والطاعۃ لہ تعالٰی لعلمھم بقدرتہ تعالٰی و عجزھم کقولہ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ (بیضاوی)

تفسیر

ابن عباسؓ کہتے ہیں جس کو آنکھ سے نہ دیکھے کان سے نہ سنے دل میں یاد نہ رکھے اس کی گواہی نہ دے (۳) بعض

ف تسبیح خدا تعالٰی کا جملہ عیوب اور خصائص حدوث و مکان سے پاک اور منزہ ہونا بیان کرنا خواہ زبان سے خواہ دلالۃ حال سے (باقی بر صفحہ آیندہ)

کہتے ہیں کہ اس میں کسی پر تہمت لگانے کی ممانعت ہے کیونکہ تہمت میں بلا تحقیق باتیں ہوا کرتی ہیں (۳) بعض کہتے ہیں کسی کی غیبت اور طوفانی و شیطانی باتوں سے ممانعت ہے مگر سب معنی صحیح ہیں۔ مآل کار سب کا یہ ہے کہ جو بات اچھی طرح معلوم نہ ہو اس پر کوئی حکم نہ لگا دے اس میں سب اقوال آگئے۔

تیرہواں حکم۔ ولا تمش فی الارض مرحا، کہ تکبر نہ کر۔ زمین پر اکڑ کر نہ چل کیوں کہ تو عاجز ہے نہ تجھ زمین کو پھاڑ نہ ڈالے گا، بلند ہو کر پہاڑوں کے برابر نہ ہو سکے گا۔ ان میں سے ان مکروہ چیزوں کو سیئہ فرماتا ہے اور جو اوامر ہیں ان کی نسبت فرماتا ہے ذٰلک مما اوحی الیک ربک من الحکمۃ یا یہ جملہ سب باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ ان احکام میں جو کچھ اسرار رکھے گئے ہیں جن سے انسان کی روح اور اس کے اخلاق کی صفائی اور تدبیر منزل اور انتظام عالم کی خوبی وابستہ ہے اور پھر ان کے بیان اور ترتیب میں جو کچھ لطف رکھا گیا ہے اگر اس پر کوئی مطلع ہو جاوے گا تو اس کو حکمت الٰہیہ کے جواہر اور الہام ربانی کے وہ نادر موتی ملے گا جو بنی اسرائیل کے احکام عشرہ سے بدرجہا بہتر ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوحوں پر کندہ کر کے عطا ہوئے تھے۔ ان احکام کی ابتدا بھی توحید سے ہوئی تھی اور اخیر میں بھی اسی بات کی تاکید کے لیے اعادہ فرمایا ولا تجعل مع اللہ الٰھا آخر اور اس کے بعد اس بات سے بھی منع کیا جو عرب کے مشرکین کرتے تھے وہ یہ کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کو کار بار خدائی میں شریک جانتے تھے اس بات کو کس لطف کے ساتھ رد کرتا ہے افاصفٰکم ربکم بالبنین واتخذ من الملٰئکۃ اناثا کہ کیا تم کو خدا نے بیٹے دیے اور اپنے لیے بیٹیاں پسند کیں۔ بھلا یہ کیسی لغو بات ہے؟ ان سب باتوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے ولقد صرفنا الایۃ کہ قرآن میں ہم نے ہر ایک قسم کی بات و عظ و پند احکام دنیا و آخرت

بیان کر دیے تا کہ وہ سمجھیں اور غور کریں مگر ان ازلی بدبختوں کو تو اس سے اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر شرک کا رد اور توحید کا اثبات کرتا ہے اور اس بات کو قرآن میں بار بار اس لیے ذکر کیا گیا کہ اس عہد میں شرک و بت پرستی کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ پس فرماتا ہے لو کان معہ آلھۃ کہ اگر اس کے ساتھ تمہارے قول کے موافق اور بھی خدا ہوتے تو عرش والے تک یعنی مالک اصلی تک لڑنے کے لیے کوئی رستہ نکالتے مقابلہ کرتے جیسا کہ متعدد بادشاہوں میں ہوتا ہے یا یہ معنی کہ خود ان کو اس تک رسائی کرنے کے لیے حاجت پڑتی پھر وہ تمہیں کیا لیجے دیتے۔

سبحانہ وتعالٰی الخ میں اپنی پاکی بیان فرماتا ہے اور تسبح لہ الخ میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی ہر چیز اس کی تسبیح یعنی پاکی اور کبریائی بیان کرتی ہے ذی روح تو زبان سے اور جمادات زبان حال سے کہ ان کا وجود اور ان کی ہر حالت اس کی یکتائی پر دلیل ہے مگر تم غور نہیں کرتے ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ تمہارا یہ جرم اس قابل تھا کہ دنیا میں تمہیں ہلاک کیا جاتا مگر وہ حلیم و غفور ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تحمید اس کے کمال اور اوصاف حمیدہ کو بیان کرنا سبحان اللہ وبحمدہ کہنا۔ مومن اور ملائکہ تو قال اور حال سے اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں کفار اور دیگر اشیاء آسمانوں اور زمین کی علویات سفلیات نباتات و جمادات دلالۃً حال سے تسبیح و تحمید بیان کر رہے ہیں ان کی بناوٹ باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ ان کا بنانے والا سب عیبوں سے پاک اور سب خوبیوں سے موصوف ہے مگر اس بات کو وہی سمجھتا ہے جو مخلوق کی آفرینش اور اس کی تراش اور حالات وجود و بقا میں تامل کرتا ہے اس لیے وہ لوگ جو لذات و شہوات میں غرق ہیں غور و تامل کا دروازہ ان پر بند ہے وہ اس بات کو کیا جانیں ۱۲ منہ

لہ صحیح بخاری میں عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں پانی نہ تھا ایک برتن لائے جس میں کسی قدر پانی تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (باقی برصفحہ آئندہ)

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ
اور (اے نبی) جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے

بَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک

حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٤٥﴾ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ
گاڑھا پردہ ڈال دیتے ہیں اور ہم نے ان کے

قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي
دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ قرآن نہ سمجھ سکیں اور ان کے

آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ
کانوں میں بھی گرانی ڈال دی ہے تاکہ اس کو نہ سن سکیں (اور جب آپ قرآن میں

رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ
اپنے رب کا تنہا ذکر کرتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر

أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿٤٦﴾ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا
نفرت سے بھاگ پڑتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں جس لیے

يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ
وہ اس کو سنتے ہیں جب کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں

وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ
اور جب کہ وہ سرگوشی کرتے ہیں جب کہ ظالم کہتے ہیں

إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ﴿٤٧﴾
کہ نہیں، تم تو ایک جادو کے مارے ہوئے کے پیچھے چلے جا رہے ہو

انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ
دیکھو آپ کی کیسی کیسی صفتیں بیان کرتے ہیں

فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿٤٨﴾
سو وہ گمراہ ہو گئے پھر وہ رستہ نہیں پا سکتے

وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا
اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مرکر ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے

أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿٤٩﴾
تو کیا ہم نئے سرے سے زندہ ہو کے اٹھائے جائیں گے؟

قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ﴿٥٠﴾ أَوْ
(سو اے نبی ان کو کہہ دو) خواہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا اور

خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ
کوئی شے جو تمہارے دلوں میں بڑی ہو (تب بھی زندہ کیے جاؤ گے)

فَسَيَقُولُونَ مَن يُعِيدُنَا ۖ قُلِ الَّذِي
اس پر وہ کہیں گے کہ ہم کو کون دوبارہ جلائے گا کہہ دو وہی جس نے

فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ
تم کو اول بار پیدا کیا ہے پھر تو آپ کے آگے سر

إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ
ہلا ہلا کر یہ کہیں گے کہ وہ کب ہوگا

قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَرِيبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ
کہہ دو شاید وہ وقت بھی بہت ہی قریب آگیا ہو جس روز کہ

يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَ
وہ تمہیں بلائے گا تو تم (خوشی کے مارے) اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور

تَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٥٢﴾
گمان کرو گے کہ بہت ہی کم ٹھیرے تھے

ترکیب

مستورا ساترا۔ بما یستمعون بہ اے بسببہ من الهزء۔ اذ بدل من اذ نجویٰ قبلہ۔ یوم یدعوکم ظرف لیکون بحمدہ حال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس میں ہاتھ ڈال دیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی نکلتا تھا جیسا کہ چشمہ سے نکلتا ہے تمام لشکر نے وضو کیا اور ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے اور وہ کھایا جاتا تھا۔ جمادات میں بھی خدا تعالیٰ نے ایک طرح کا علم رکھا ہے جس کو وہی جانتا ہے ۱۲ منہ

ع۵ الرفت کسر الشئی بالید والرفات الاجزاء المفتتۃ من کل شئی یکسر ۱۲ منہ

موضع الحال۔

تفسیر

آسمانوں اور زمین کی چیزوں کی تسبیح تو تم اے مشرکین سمجھتے ہی نہ تھے تمہاری سمجھ میں تو یہ قرآن مجید بھی نہیں آتا جو خاص تمہاری زبان فصیح میں نازل ہوا ہے۔ واذا قرأت الخ اور یہ نہ سمجھنا قرآن کا اس لیے ہے کہ جب تم اے نبی قرآن پڑھتے ہو تو ان کی ازلی گمراہی کے پردے بیچ میں حائل ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے مضامین میں غور و تامل نہیں کر سکتے اور جو کوئی ان کو دوسرا سمجھائے تو سنتے بھی نہیں اور ان کے حواس باطنیہ کے ماؤف ہونے پر یہ دلیل ہے کہ جب قرآن میں توحید کا ذکر اور شرک کی برائی سنتے ہیں تو بدک کر بھاگ جاتے ہیں۔ یہ مکہ کے مشرکوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ جب انسان پر گمراہی اور بدبختی سوار ہوتی ہے تو نہ اس کا دل و دماغ درست رہتا ہے نہ عقل، کتنا ہی سمجھاؤ نہیں سمجھتا اور اسی کو پردے اور حجاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اول تو مکہ کے مشرک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے ہی نہ تھے اور جو کبھی مجلس میں ٹھہر گئے تو اس غرض سے کہ کچھ اس میں سے یاد کریں تاکہ پھر اس پر تمسخر اور ہنسی کریں اور پھر آپس میں دس دس پانچ پانچ جمع ہو کر سرگوشیاں کرتے اور یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ جو اس نبی کے تابع ہوئے ہیں احمق ہیں۔ یہ تو خود جادو کا مارا ہوا ہے کسی نے اس پر سحر کر دیا ہے اس لیے ایسی ایسی نئی نئی باتیں کرتا ہے دیوانہ ہو گیا ہے۔ نحن اعلم سے لے کر رجلا مسحورا تک میں یہی ذکر ہے اس پر خدا تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے

کہ دیکھو یہ بدنصیب تم پر کیا بے اصل عیب لگاتے ہیں۔ اور کوئی بات تو عیب کی ملتی نہیں، انظر الخ وقالوا ء ان کی دوسری بات اور بیان فرماتا ہے کہ جس پر وہ جرگتے تھے وہ یہ کہ جب حضرتؐ فرماتے تھے کہ مر کر پھر قیامت میں زندہ ہوں گے تو وہ کہتے کہ جب ہم مٹی میں مل جاویں گے ہڈیوں کا چورا ہو جاوے گا تو پھر کیوں کر زندہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ تمہارے نزدیک جو چیز قابل حیات نہیں لوہا یا پتھر یا کوئی اور چیز اگر تم وہ بھی ہو جاؤ، جس نے تم کو اول بار پیدا کیا وہ دوبارہ پھر پیدا کرنے پر قادر ہے۔ پھر جب وہ قیامت میں بارگاہِ عدالت میں طلب کرے گا تو تم زندہ ہو کر اس کے خوف کے مارے تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے جرم کا انکار و بت پرستی سے برأت ثابت کرتے ہوئے فوراً حاضر ہو جاؤ گے اور یہ سمجھو گے کہ دنیا میں یا مرنے کے بعد حشر تک قبروں میں بہت ہی کم ٹھہرے تھے۔ وہ عرصۂ دراز اس عدالتِ آسمانی کے خوف سے بہت ہی کم معلوم ہو گا اور یہ انسان کی جبلی بات ہے کہ مصیبت کے وقت راحت کا زمانہ دراز بہت ہی کم معلوم ہوا کرتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جس دنیاوی سامان و عیش پر آج فدا ہو اس کی یہ حقیقت ہے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ

اور اے رسول! میرے بندوں کو کہہ دو کہ وہ بات کہا کریں جو

اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ

بہتر ہو کیونکہ شیطان آپس میں لڑوا دیتا ہے

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا

اس لیے کہ شیطان تو انسان کا کھلا

ف یعنی ان میں غور و فکر کا مادہ قدرت نے نہیں دیا اس لیے جب نبیؐ قرآن پڑھتے ہیں وہ سمجھتے اور غور نہیں کرتے اس حالت کو پردہ ڈالنے سے تعبیر کیا ہے اور اسی کو ان کے دلوں پر حجاب ڈالنے اور کان میں ثقل پیدا کر دینے سے ۱۲ منہ

11

مُّبِيْنًا ﴿٥٣﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ

دشمن ہے تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے

اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ

اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو

يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ

تمہیں عذاب دے اور آپ کو ہم نے ان کا ذمہ دار بنا کر تو

وَكِيْلًا ﴿٥٤﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ

بھیجا نہیں اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو

فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ

آسمانوں اور زمین میں رہتے ہیں اور البتہ

فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ

ہم نے ایک نبی کو دوسرے پر فضیلت دی

وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿٥٥﴾ قُلِ ادْعُوا

اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ (ان سے) کہہ جن کا

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا

تمہیں اس کے سوا گھمنڈ ہو ان کو بلاؤ سو وہ نہ

يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا

تمہاری تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ

تَحْوِيْلًا ﴿٥٦﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

اسکو بدل سکیں گے جن کو یہ مشرکین پکارتے ہیں ان میں سے

يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ

جو اوروں کی نسبت زیادہ مقرب ہو وہ خود اپنے رب کے تقرب کے

اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ

وسیلے تلاش کرتے رہتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے

عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ

ڈرتے ہیں کیونکہ آپ کے رب کے عذاب سے

مَحْذُوْرًا ﴿٥٧﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا

ڈرنا ہی چاہیے اور ایسی کوئی بستی نہیں کہ جس کو

نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں

اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ

یا اس کو کسی سخت عذاب میں مبتلا نہ کریں یہ

ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿٥٨﴾

کتاب میں لکھا جا چکا ہے۔

ترکیب

ایہم مبتدا اقرب خبرہ وہو استفہام والجملۃ فی موضع نصب بیدعون۔ وقیل اولئک مبتدا الذین یدعون ای یدعونہم الکفار صفت یبتغون خبر ایہم بدل من واو یبتغون فعلی الاول معناہ ان آلہتہم اولئک یبتغون الوسیلۃ و ہی القربۃ الی اللہ تعالیٰ وایہم بدل ای یبتغی من ہو اقرب منہم وازلف الوسیلۃ فکیف بغیر الاقرب او ضمن یبتغون معنی یحرصون ای یحرصون ایہم یکون اقرب الی اللہ

۱ یبتغون ای یطلبون الی ربہم الوسیلۃ ای القربۃ وقیل الوسیلۃ الدرجۃ العلیا ایہم اقرب معناہ ینظرون ایہم اقرب الی اللہ فیتوسلون بہ وقال الزجاج ایہم اقرب یبتغی الوسیلۃ الی اللہ تعالیٰ ویتقرب الیہ بالعمل الصالح۔ (از معالم) ۱۲ منہ

۲ یعنی کفار و منکرین کی ہر ایک بستی کو ان کی نافرمانی سے قیامت سے پہلے دنیا ہی میں غارت کرے گا۔ یا کسی سخت عذاب میں مبتلا کرے گا ۱۲ منہ

ف بندہ اور اس کے مالک میں جو بڑا رابطہ اور قوی وسیلہ ہے وہ بندے کا نیاز اور عبادت ہے ۱۲ منہ

بالطاعۃ والصلاح۔

تفسیر

ثبوت معاد پر حجت قائم کر کے مسلمانوں کو تعلیم کرتا ہے کہ تم مخالفوں سے نرم اور اچھی باتیں کیا کرو دیکھو کہ سختی سے شیطان باہم عداوت و نفرت پیدا کرا دیتا ہے وہ انسان کا دشمن ہے اور وہ اچھی بات یہ ہے کہ تمہارا رب تم سے خوب واقف ہے اگر چاہے تم پر مہربانی کرے چاہے عذاب کرے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اچھی بات سے مراد نرمی سے کلام کرنا ہے۔ پھر حضرتؐ کو فرماتا ہے کہ آپ ان کے ذمہ دار نہیں کہ وہ ہدایت پر آ ہی جاویں۔ مکہ میں جب یہ آیات نازل ہو رہی تھیں تب یہ حال تھا کہ غریب مسلمانوں پر چاروں طرف سے حملہ تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کا گھر گھر چرچا ہو رہا تھا۔ مشرکین مکہ یہود کے بہکانے سکھانے سے یہ بھی کہا کرتے تھے کیا خدا نے ہدایت کے لیے انہیں غریب مفلس لوگوں کو پسند کر لیا ہے اور پھر ہم سے محمدؐ میں کیا فضیلت ہے جو اس پر کتاب اتارتا ہے اور اس کو نبی کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے وربک اعلم الخ کہ ہر ایک بات کی مصلحت و حکمت خدا خوب جانتا ہے آسمان و زمین کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں تمہارے حال سے بھی واقف ہے وہ مختار ہے جس کو چاہے فضیلت دے۔ خود انبیاء میں اس نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ داؤد کو زبور عطا کی۔ داؤد اور زبور کے ذکر میں یہود کو یہ بات بھی جتلانا مقصود ہے کہ یہ وہی نبی ہے جس کی داؤد علیہ السلام نے خبر دی کہ جس کو شوکت و سلطنت بھی دی جاوے گی۔ مشرکین دلائل توحید سن کر اپنے معبودوں کے فضائل بیان کیا کرتے تھے کہ وہ یوں کر سکتے ہیں اور یہ دے سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اچھا ان کو پکارو تو سہی۔ دیکھیں وہ تمہاری کون سی مصیبت میں کام آتے ہیں۔

مشرکین بیشتر ملائکہ یا انبیاء علیہم السلام یا صالحین کو پوجتے تھے اور انہیں کے نام کی مورتیں بنا رکھی تھیں۔ فرماتا ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو ان کا خود یہ حال ہے کہ وہ اپنے رب کے لیے وسیلہ ڈھونڈتے ہیں ایہم اقرب ان میں سے جو زیادہ قریب ہے اس کا یہ حال ہے اوروں کا تو کیا ذکر ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار، عذاب سے ڈرتے ہیں پھر ان کو پکارنا عبث ہے مشرکین مکہ اس پر یہ کہتے تھے کہ اچھا اگر یوں ہے تو پھر ہمارے شہر پر خدا بلا کیوں نہیں بھیجتا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ تمہارے شہر کی کیا خصوصیت ہے ہر ایک بستی قیامت سے پہلے ہلاک ہو جاوے گی اپنے اپنے موقع پر نیک موت سے یا برے عذاب سے۔ یا یہ معنی کہ جن بستیوں کا قیامت سے پہلے ہلاک ہونا لکھا ہے وہ کتاب یعنی لوح محفوظ میں درج ہے اپنے وقت پر ہوگا گناہ کرنے سے ہم جلدی نہیں کرتے واللہ اعلم۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ
اور ہم کو ان معجزات کے بھیجنے سے اسی بات نے منع کر رکھا ہے کہ پہلے
اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ
لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا تھا (چنانچہ) ثمود کو ہم نے
النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا
اونٹنی کا کھلا ہوا معجزہ دیا تھا پھر بھی انہوں نے اس پر ظلم کیا اور یہ
نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ
نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں تو محض خوف دلانے کو۔ اور یاد کرو جب کہ
قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ
ہم نے تم سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے رب نے سب کو قابو میں کر رکھا ہے
وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا
اور وہ خواب جو ہم نے تم کو دکھایا اور
فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ
وہ پیڑ خبیث کہ جس کا قرآن میں ذکر ہے ان سب کو ان لوگوں کے لیے

فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ

فتنہ ہی بنادیا　اور ہم توانکو خوف دلاتے ہیں　سو اس سے ان کی

ع

اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۟ (۶۰)

اور بھی شرارت بڑھتی جاتی ہے ۔

ترکیب

ان کذب فی موضع رفع فاعل منعنا وفیہ حذف مضاف تقدیرہٗ الا اہلاک المکذبین ونحن ما نرید اہلاک قریش فلذا لم نرسل بالآیات المسؤلۃ بہا۔

تفسیر

مشرکین مکہ جواب سے عاجز آکر یہ بھی کہا کرتے تھے اگر آپ نبی ہیں تو کوہِ صفا کو سونے کا بنادیں اور مکہ کے پہاڑوں کو ہٹا دیں تاکہ کھیتی کیا کریں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی وما منعنا الخ کہ ہم یہ بھی کرسکتے ہیں مگر یوں نہیں کرتے کہ پہلی امتوں میں بھی لوگوں نے انبیاء سے سوال کرکے معجزات طلب کیے تھے اور پہلے وعدہ کرلیا تھا کہ اگر ہماری خواہش کے مطابق معجزہ آوے گا تو ہم ایمان لاویں گے مگر پھر بھی ایمان نہ لائے اور عادت الٰہی جاری ہے کہ جو ہٹ کرکے معجزات طلب کرتے ہیں اور پھر بھی ایمان نہیں لاتے تو ہلاک ہوتے ہیں چنانچہ قوم ثمود نے صالح علیہ السلام سے اونٹنی کا سوال کیا ان کے کہنے کے موافق اونٹنی پیدا ہوئی آخر ایمان نہ لائے بلکہ اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تب ہلاک ہوئے۔ اس قسم کے معجزات خطرناک ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے وما نرسل بالآیات الا تخویفا[1] اور ہم کو اہل مکہ کا ہلاک کرنا مقصود نہیں اس لیے ان کی یہ خواہشیں پوری نہیں کی جاتیں۔ اس تفسیر پر سلف سے خلف تک جمہور مفسرین متفق ہیں۔ پھر جو کوئی پادری اس آیت سے یہ ثابت کرے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا جیسا کہ پادری فنڈر نے کتاب میزان الحق میں لکھا ہے اور پھر اس کی تقلید نیچری مفسر نے کی ہے بڑی غلطی ہے۔ الآیات سے بواسطہ الف لام وہی آیات یعنی معجزات مقصود ہیں کہ جن کا مشرکین سوال کرتے تھے نہ کہ کل۔ مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے جب مشرکین مکہ کی خواہش کے موافق معجزات کے بھیجنے سے صاف جواب ہوگیا تو ان کو اور بھی دلیری ہوئی اور کہنے لگے کہ آپ نبی نہیں اور ڈرانے بھی لگے اور ظلم و ستم کرکے چاہتے تھے کہ آپ وعظ نہ بیان فرمایا کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی یا یوں کہو اس آیت میں آپ کی تسلی کردی گئی۔ واذ قلنا لک اور یاد کرو جب کہ ہم تم سے کہہ چکے ہیں کہ تمہارے رب کے قابو میں سب لوگ ہیں تو پھر تمہیں کسی کا کیا خوف ہے آپ بے خوف ہو کر حکم الٰہی بیان کیا کریں۔ اس کے بعد وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر اور بھی مضحکہ کرتے تھے کہ ہمارے کہنے سے معجزہ کو دکھایا نہیں گیا آسمانوں پر چلے گئے شبا شب بیت المقدس پہنچ گئے۔ جنت و دوزخ دیکھ آئے اور نیز قرآن پر ہنسی کرتے تھے کہ عجب کلام ہے جس میں دوزخیوں کے لیے آگ میں رہنا اور زقوم کا درخت کھانا مذکور ہے (اس چیز کو تلخ و بدمزہ ہونے کی وجہ سے شجرۂ ملعونہ کہتے تھے اور قدیم عرب ایسی بری چیزوں کو ایسے ہی الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے) اس کے جواب میں فرماتا ہے وما جعلنا الرؤیا التی الخ کہ ہم نے اس رؤیا کو اور اس شجرۂ ملعونہ کو بھی ان کے لیے فتنہ یعنی آزمائش کی چیز

[1] وما نرسل بالآیات المقترحۃ الا تخویفا لمن ارسلت ہی علیہم مما یعقبہا من العذاب المستاصل (ابو السعود)۔

کر دیا۔ کم عقل بد اعتقاد اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ رؤیا اور شجرۂ ملعونہ سے کیا مراد ہے؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ مکہ میں تھے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں مکہ چھوڑ کر ایک نئے شہر میں سکونت پذیر ہوا ہوں وہاں سے میرے دین کو ترقی ہوئی اور عالم میں آفتاب کے نور کی طرح بہت جلد پھیل گیا چوں کہ یہ خواب مکہ میں مشہور ہو گیا تھا اس پر قریش مکہ تمسخر کرتے تھے کہ یہی ان کے حق میں فتنہ یعنی گمراہی کا باعث ہو گیا جس کو خدا نے سچا کر دیا اور شجرۂ ملعونہ سے مراد زقوم کا پیڑ ہے چوں کہ قرآن میں آچکا تھا کہ جہنمیوں کی یہ غذا ہوگا اس پر بھی قریش مکہ بہت تمسخر کیا کرتے تھے کہ آگ میں پیڑ ایک خلاف قیاس بات ہے تو (آپ) دیوانے ہیں۔ حالاں کہ وہ پیڑ بھی آگ کا ہوگا۔ اور یوں بھی آگ میں ایک کیڑا رہتا ہے جس کو سمندل کہتے ہیں۔ نباتات کیا بلکہ حیوانات بھی آگ میں ہوتے ہیں یہ بھی ان کے لیے فتنہ ہو گیا۔ اور ملعونہ اس لیے اس کو کہتے ہیں کہ بدمزہ ہے عرب بری چیز کو خبیث اور ملعون کہا کرتے ہیں بعض نے رؤیا سے معراج مراد لی ہے واللہ اعلم۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ

اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ قَالَ ءَأَسْجُدُ

پھر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے وہ کہنے لگا کیا میں ایسے شخص کو سجدہ

لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾ قَالَ أَرَءَيْتَكَ

کروں کہ جس کو تو نے مٹی سے بنایا کہا دیکھو تو سہی

هٰذَا الَّذِى كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ

یہی وہ ہے کہ جس کو تو نے مجھ پر فوقیت دی ہے اگر

أَخَّرْتَنِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ

تو نے مجھے قیامت تک رہنے دیا تو میں بھی بجز تھوڑے سے

ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ

لوگوں کے اس کی نسل کو قابو میں کر کے رہوں گا فرمایا جا دفع ہو

فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ

پھر جو ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو ان کی اور تیری

جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُورًا ﴿٦٣﴾

سب کی جہنم پوری سزا ہے

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ

اور تو اپنی آواز سے جس کو ان میں سے ڈگمگا سکے تو

بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ

ڈگمگا دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے

وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْأَمْوَالِ

بھی چڑھا دینا اور ان کے مال اور اولاد میں بھی

وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ

ساجھا لگا لینا اور ان سے وعدے بھی کرنا اور شیطان کے

الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ

وعدے ہی کیا ہیں مگر محض فریب بے شک

عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۚ

میرے بندوں پر تو تیرا کچھ بھی قابو نہ چلے گا

وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾

اور آپ کا رب کارسازی کے لیے بس ہے

ترکیب

ہٰذا منصوب بأرأیت الذی نعت لہ والمفعول الثانی محذوف تقدیرہ تفضیلہ۔ لاحتنکن جواب لئن۔ طینا منصوب بنزع الخافض ای من طین۔ قال الواحدی لاحتنکن اصلہ من احتناک الجراد الزرع وہو ان تستاصلہ باحناکہا ثم استعمل علی الاستیلاء علی الشیء وقیل ماخوذ من حنک الدابۃ اذا جعل الرسن فی حنکہا والحنک ماتحت الذقن ومنہ التحنیک۔

الاستفزاز والازعاج والاستخفاف یقال افزہ واستفزہ اے ازعجہ واجلب قال الفراء وابو عبیدۃ من الجلبۃ وقال الزجاج الاجلاب الجمع اے اجمع علیہم العساکر وقال ابن السکیت الاجلاب الاستعانۃ اے استعن علیہم بکل ماتقدر والامر للتہدید۔

تفسیر

اب ان کی سرکشی کا سبب بیان فرماتا ہے کہ یہ شیطان کا اثر ہے جو بنی آدم پر چلا آتا ہے اور نیز اس قصہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح شیطان آدم کے مقابلہ میں مردود ہوا اب تم جو بنی آدم ہو کر شیطان کے بہکانے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتے ہو گویا اپنے جدِّ اعلیٰ کی نسل سے نکل کر شیطانی لشکر میں داخل ہوتے ہو جو تمہارے مردود ہونے کا قوی سبب ہے۔ اس مناسبت سے اس قصہ کو یہاں ذکر کیا۔ گو اور مناسبتوں سے یہ قصہ سورۂ اعراف، بقرہ، حجر میں بھی مذکور ہو چکا ہے۔

خدا نے آدم کے لیے فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا۔ شیطان نے سجدہ سے انکار کیا آدم کو کم تر اور اپنے آپ کو بہتر سمجھ کر اس لیے کہا ءاسجد لمن خلقت طینا اس کے بعد خدا تعالیٰ سے کہا کہ میں اس کی اولاد کو کہ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اپنے قابو میں کرلوں گا اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی۔ شیطان کو بنی آدم کی طینت معلوم ہو گئی ہوگی کہ وہ گمراہی کی طرف بہت جلد دوڑیں گے جو اس نے اس زعم سے خدا تعالیٰ کے روبرو حسد میں بھر کر یہ بات کہی، الا قلیلا اس نے یہ سمجھ کر کہا کہ ان میں کچھ نیک بھی ہوں گے جن پر میرا قابو نہ چلے گا۔ احتناک کے معنی ستیاناس کر دینا کہتے ہیں احتنک فلان ماعند فلان۔ یہ بھی معنی ہیں قابو میں کر لینا لگام دینا۔ ڈھٹی دینا تب یہ الدابۃ حنکھا سے مشتق ہے مطلب یہ کہ ان کو بالکل قابو میں کرلوں گا۔ چونکہ علم ازلی میں یہی تھا بھی اس لیے خدا تعالیٰ نے بھی فرمادیا اذہب اچھا جا مگر تیری اور تیرے متبعین کی کافی سزا جہنم ہوگی اور اس پر اس کو اجازت[1] دی کہ تو ان کو جس طرح چاہے بس میں کرلینا۔

خدا تعالیٰ نے چند چیزیں فرمائیں۔ اوّل استفزز یقال افزہ الخوف واستفزہ اے ازعجہ واستخفہ۔ بصوتک یعنی اپنی آواز سے انہیں پھسلا لینا۔ شیطان کی آواز دل میں برے خیالات پیدا کرنا ہے۔ بعض کہتے ہیں جس قدر شہوت انگیز آوازیں ہیں راگ باجا، عورتوں کے زیور کی آواز سب شیطانی آواز ہے۔

دوم واجلب علیہم بخیلک ورجلک ان پر اپنا لشکر چڑھا لے جانا سوار بھی اور پیدل بھی۔ شیطان کے سوار اور پیدل یا تو انسانی سوار اور پیدل ہیں جو معصیت میں کوشش کرتے ہیں یا خود اس کے لشکر میں سوار و پیدل ہوں۔ یہ بطور تمثیل کے ہے یعنی خوب زور لگا لینا۔

سوم شارکہم ان کے مال و اولاد میں شریک ہو جانا۔ مال کی شرکت گناہ میں، فضول خرچی میں خرچ کرنا، اچھی باتوں میں صرف کرنے سے روکنا، برے طور سے مال لینا، چوری سے زنا سے، غصب سے، سود سے، فریب سے۔ اسی طرح اولاد میں بھی شرکت ہوتا ہے۔

---

[1] بس میں کرلوں گا ۱۲ منہ [2] یہ اجازت تہدیدی ہے کہ جس طرح چور کو کہتے ہیں کہ مجھ سے جو کچھ ہو سکے کر لے کیا کر لیگا کو مل ہے پھر تو کیا کر سکتا ہے۔ یہ ایک محاورے کی بات ہے ۱۲ منہ [3] ناجائز طور سے اولاد حاصل کرنا یعنی زنا سے یہ بھی شیطانی شرکت ہے۔ نیز اولاد کے برے نام رکھنا اس کے ناک کان چھیدنا، اس کے سر پر غیر اللہ کے نام کی چوٹی رکھنا، بیڑیاں پہنانا وغیرذلک سب شرکت شیطانی ہے اسی طرح ان کو معبودوں پر چڑھانا، مارڈالنا، برے کام سکھانا بھی شرکت شیطانی ہے ۱۲ منہ

چہارم وعدۂ شیطانی وعدے۔ دل میں لمبی چوڑی ناجائز آرزوئیں پیدا کرنا، دنیا پر رغبت، آخرت سے نفرت دلانا کہ میاں جو کچھ مزہ ہے یہیں ہے کیسی آخرت؟ اس کے رد میں فرمایا کہ شیطانی وعدے دھوکے کی ٹٹیاں ہوتے ہیں ارمان دل میں ہی رہتے ہیں کہ موت آلیتی ہے۔ اس کے بعد یہ بھی خدا تعالیٰ نے شیطان سے کہہ دیا کہ ان عبادی میرے خالص بندوں پر تیرا کوئی قابو نہ ہوگا اور ان کی کارسازی کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب کافی ہوگا۔ توفیق و عنایتِ الٰہی ہمیشہ ان کے سر پر سایہ فگن رہے گی۔ ان کی قوتِ بہیمیہ کا غلبہ نہ ہونے پائے گا۔ اس میں کفار پر تعریض بھی ہے۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي
تمہارا رب وہ ہے جو دریا میں تمہارے جہاز چلاتا

الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ
ہے تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو کیونکہ وہ

بِكُمْ رَحِيمًا (٦٦) وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ
تم پر بڑا مہربان ہے اور جب کہ دریا میں تم پر کوئی مصیبت

فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ
آجاتی ہے تو اس کے سوا جس کو تم پکارتے ہو وہ سب کھوئے جاتے ہیں

فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَ
پھر جب کہ وہ تم کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اس سے پھر بیٹھتے ہو اور

كَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا (٦٧) أَفَأَمِنتُمْ
انسان بڑا ہی ناشکر ہے پھر کیا تم اس بات کو نڈر ہوگئے

أَن يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ
کہ وہ تم کو خشکی کی طرف لاکر زمین میں دھنسا دے یا

يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا
تم پر آندھی کا پتھراؤ بھیج دے پھر اس وقت تم

لَكُمْ وَكِيلًا (٦٨) أَمْ أَمِنتُمْ أَن
کسی کو بھی اپنا مددگار نہ پاؤ کیا تم کو اس کا بھی خوف نہیں رہا کہ وہ

يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ
بار دگر تم کو پھر دریا میں لوٹا لائے پھر تم پر

عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم
ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تمہاری ناشکری کے

بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا
تمہیں غرق کردے پھر تم کو ہم پر کوئی دعویٰ کرنے والا

بِهِ تَبِيعًا (٦٩) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ
بھی نہ ملے اور البتہ بنی آدم کو ہم نے بڑی عزت دی ہے

وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم
اور خشکی اور دریا میں اس کو سوار کیا اور اچھی

مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ
چیزیں کھانے کو دیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر

ع ۱۰ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (٧٠)
ان کو فضیلت عطا کی۔

ترکیب

الا ایاہ استثناء منقطع وقیل متصل ان یخسف مفعول امنتم بکم حال ہے یا یخسف کا صلہ جانب البر مفعول بہ۔ الازجاء السوق والاجراء والتیسیر بمعنی واحد۔ الحصب قال ابوعبیدة والقتیبی ہو الرمی ریحا شدیدا الحاصبة التی ترمی بالحصا الصغار وقال الزجاج الحاصب التراب الذی فیہ حصباء وقیل الحاصب حجارة من السماء۔ تارة مصدر یجمع علی تیرة وتارات والفہا واو او یاء۔ القاصف الریح الشدیدة التی تکسر بشدة من قصف الشیٔ یقصف من ضرب یضرب تبیعا نصیرا او من یتبعنا بانکار ما نزلنا۔

تفسیر

یہاں سے پھر دلائلِ توحید شروع کرتا ہے۔ اور مشرکین کی عاداتِ ناپسندیدہ کی برائی اور نیز یہ بات بھی بتلاتا ہے کہ خدا کے احسان یاد رکھا کرو اور پہلے جو فرمایا تھا کہ وہ بندوں کا کارساز ہے اب اس کارسازی کا جو نہایت بے بسی کی حالت میں ظہور پذیر ہوتی ہے اظہار فرماتا ہے۔

ربکم الذی انسان کے اوپر جو کچھ اس کے احسانات ہیں وہ بے انتہا ہیں ان میں سے وہ احسانات موقع بموقع بندوں کو یاد دلا کر اپنا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونا ثابت کیا کرتا ہے جو ان کے نزدیک زیادہ تر قابلِ التفات ہوتے ہیں اس موقع پر عرب کو ان کے سفر و حضر کے انعامات یاد دلاتا ہے۔ عرب یا دریا میں سفر کرتے تھے یا خشکی میں اور اب بھی یہی حال ہے۔ دریا کا سفر کشتی کے ذریعہ ہوتا ہے خواہ وہ ہوائی ہو خواہ دخانی جو اس زمانے میں ایجاد ہوئی ہیں۔ اب سمندر کی ایسی پہاڑ سی موجوں میں ایک تنکے کے برابر یہ جہاز یا کشتی جو مسافروں یا تجارتی مال کو لے کر آتی جاتی ہے اس کو اسی کا یہ قدرت چلاتا ہے ربکم تا تک کا یہی مضمون ہے۔

واذا مسکم الضر یہ وہ حالتِ اضطراب بیان فرماتا ہے جو دریا میں کبھی کبھی پیش آجاتی ہے وہ یہ کہ طوفان میں مبتلا ہو جاتے ہیں سو ایسے موقع پر انسان اپنے فطری قاعدہ سے پھر اسی معبودِ برحق کی طرف التجا کرتا ہے اور سب فرضی معبودوں کو بھول جاتا ہے (مگر جن کی فطرت میں فتور آگیا وہ اس حالت میں بھی اس کی طرف رجوع نہیں کرتے) مگر عرب کے مشرک ایسا نہیں کرتے تھے وہ اس وقت خاص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے مگر فلما نجکم الخ جب خشکی پر آتے تھے تو پھر جاتے تھے پھر اپنے معبودوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔

اس بات پر خدا تعالیٰ الزام دیتا ہے وکان الانسان کفورا کہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل عام لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں مصیبت کا وقت بھول جاتے ہیں جب مصیبت خدا دور کر دیتا ہے اور نعمت دیتا ہے تو بجائے شکریہ کے یہ ناشکری کرتے ہیں کہ فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں بھانڈ رنڈیوں کے ناچ کراتے ہیں۔ اب اس بات پر تہدید فرماتا ہے افامنتم الخ کیا تم کو اس بات سے پورا اطمینان ہو گیا کہ اس حالت میں خدا تم پر اور دوسری قسم کی بلا نہیں بھیج سکے گا، زمین میں غرق نہیں کر سکتا یا آسمان سے پتھر نہیں برسا سکتا؟ یا تم کو پھر دریا کا سفر آئے اور پھر تم کو اسی بلا میں پھنسا کر ہلاک کر دے۔ بنی آدم کا تو یہ حال ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ ولقد کرمنا بنی آدم الخ کہ ہم نے ذات میں جسم میں صورت میں، اوصاف میں، علم میں اس کو مخلوقات پر عزت دی۔ وحملنٰھم اور دریائی اور خشکی کے سفر میں سواری دی، دریا میں کشتی پر اور خشکی میں اونٹ گھوڑے گاڑی پر سوار ہوتے ہیں اور رزقنٰھم، سفر و حضر میں عمدہ چیزیں کھانے کو دیں، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو بزرگی بخشی[1]۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۚ
جس دن بلاویں گے ہم ہر ایک شخص کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے
فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ
پھر جن کو ان کی کتاب داہنے ہاتھ میں دی جائے گی سو وہ اپنی
يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۷۱
کتاب کو خوشی سے پڑھیں گے اور ان پر تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

[1] یہی بزرگی تو ہے جو دن بھر حضرت انسان گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں اور بیلوں کو گاڑی میں جوتتے ہیں۔ اسی طرح اور چیزوں پر آپ حکومت کرتے ہیں قوئ باطنیہ کے رو سے جن اور فرشتوں سے بڑھ جاتے ہیں ۱۲ منہ

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي

اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا تو وہ

الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٧٢﴾ وَ

آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور بہت ہی بڑا گمراہ ثابت ہوگا اور

اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْۤ

جو کچھ ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے مشرکین آپ کو

اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖۗ

اس سے بچلانے ہی لگے تھے تاکہ آپ اس کے (قرآن کے) سوا ہم پر کچھ اور بہتان باندھو

وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَاۤ

لگیں اور جب تو وہ آپ کو دلی دوست بنا لیتے اور اگر ہم نے

اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ

آپ کو ثابت قدم نہ کیا ہوتا تو آپ کسی قدر ان کی

اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿٧٤﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ

طرف جھک ہی چلے تھے جب تو ہم آپ کو

ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ

زندگی اور موت میں دوہرا مزہ بھی چکھاتے پھر

لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ وَاِنْ

آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ ملتا اور وہ تو

كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ

آپ کو زمین (مکہ) سے دھکیل دینے کو تھے

لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ

تاکہ آپ کو وہاں سے باہر کریں پھر تو وہ بھی آپ کے بعد

خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ

بہت ہی کم ٹھیرنے پاتے تم سے پہلے

قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا

ہم نے جس قدر نبی بھیجے ہیں ان میں ہمارا یہی دستور رہا ہے

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿٧٧﴾

اور ہمارے دستور میں آپ کچھ بھی فرق نہ پاویں گے۔

ترکیب

یوم ندعوا مفعول او نصب اذکر محذوف کا اے اذکر یوم الخ یوم ندعوا نصب باضمار اذکر یا ظرف ولا یظلمون۔

تفسیر

انسانوں کا باہمی فرق مراتب بیان فرما کر آخرت کا فرق مراتب جو حقیقی تفصیل سے بیان فرماتا ہے یوم ندعوا کل اناس بامامہم یعنی یاد کرو اس دن کو کہ جس دن ہر ایک شخص اپنے پیشوا کے ساتھ بلایا جاوے گا۔ امام لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ جس کی پیروی اور اقتدا کی جاتی ہے ہدایت میں خواہ گمراہی میں پس نبی امت کا امام ہے اور خلیفہ رعیت کا۔ اور قرآن مسلمانوں کا امام ہے اور نمازیوں کا امام نماز پڑھانے والا ہے اور اسی طرح انسان کا دلی منشا۔ جو اس کو نیک یا بد کام پر تحریک کرتا ہے وہ بھی اس کا امام ہے اور اسی طرح گمراہی کے امام ہیں۔ ہر ایک معنی کے لحاظ سے امام سے علما نے مختلف مراد لی ہیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نبی مراد لیتے ہیں کہ قیامت کو ہر ایک امت ان کے نبی کے نام سے پکاری جاوے گی اور اسی طرح ائمۂ کفر سے بھی کہیں گے۔ یا امتِ محمد، یا امتِ موسیٰ، یا امتِ فرعون وغیر ذٰلک۔ پس ہر ایک امت کو اس کے پیشوا کے ساتھ حاضر کیا جاویگا۔ اہلِ جنت کے ساتھ جنت میں اور دوزخی کے ساتھ دوزخ میں جاویں گے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد کتاب ہے۔ حسن و ابو العالیہ اعمال مراد لیتے ہیں قتادہ نامۂ اعمال پھر نامۂ اعمال کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جن کو دائیں طرف سے ملے گا وہی اس کو خوشی سے پڑھیں گے گو بائیں طرف والے بھی پڑھیں گے مگر چونکہ وہ اعمال برے دیکھ کر حسرت و رنج میں ہوں گے خوشی سے نہ پڑھیں گے یہ خوش ہو کر پڑھیں گے درحقیقت انہیں کا پڑھنا ہے۔ پھر جو آخرت میں

ع ۸

محروم رہیں گے ان کی محرومی کا سبب بیان فرماتا ہے ومن کان فی هذه اعمی الخ کہ جو اس دنیا میں اندھا رہا اس نے حق نہ دیکھا صراط مستقیم نہ پایا وہ آخرت میں بھی نعماء الٰہی نہ دیکھے گا۔ اندھے ہونے سے مراد دل کا اندھا ہونا ہے نہ کہ ظاہری آنکھوں کا سو دل کے اندھے وہاں بھی الطاف الٰہی سے اندھے رہیں گے کبھی خوشی اور حیات ابدی کا منہ نہ دیکھیں گے نہ اس تک پہنچیں گے راہ گم کردہ ہوں گے۔

اس کے بعد دنیا میں دل کے اندھوں نے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بار پھسلانا چاہا تھا سو اس کا بیان فرماتا ہو اوّل۔ وان کادوا الخ اس کے شان نزول میں مفسرین نے مختلف روایتیں لکھی ہیں جن سے یہ نکلتا ہے کہ کفار نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اپنی خواہش پر مجبور کرنا چاہا تھا کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کریں یا کچھ اور، اس پر آپ نے قدرے سکوت کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کو بہکانا چاہتے تھے اگر آپ بہکتے تو آپ کو ہم دنیا و آخرت میں دو چند عذاب دیتے خدا نے آپ کو محفوظ رکھا۔

دوم وان کادوا لیستفزونک، اس کا صحیح شان نزول یہی ہو کہ مشرکین مکہ کچھ فریب کرکے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے پیشتر مکے سے نکال دینا چاہتے تھے۔ آپ نہ نکلے۔ فرماتا ہے اگر وہ ایسا کرتے تو آپ کے بعد ان کو بھی وہاں زیادہ رہنا نصیب نہ ہوتا۔ انبیاء قدیم کا یہی دستور چلا آتا ہے کہ نبی کے نکالنے کے بعد اس قوم کو بھی وہاں امن نصیب نہیں ہوا۔

ف

اقم الصلوة لدلوك الشمس الى

آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک

غسق الیل وقرآن الفجر ان قرآن

نماز پڑھا کرو اور نماز فجر پڑھا کرو البتہ فجر کے

الفجر کان مشهودا (۷۸) ومن الیل

پڑھنے میں مجمع ہوتا ہے اور رات کے ایک

فتهجد به نافلة لك عسى ان

حصہ میں تہجد بھی پڑھا کرو جو آپ کے لیے فائدہ مند ہے امید ہے کہ آپ کا

یبعثك ربك مقاما محمودا (۷۹) وقل

رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا اور دعا کیا کرو کہ

رب ادخلنی مدخل صدق و

اے رب مجھے خیر سے (مدینہ میں) داخل کر اور

اخرجنی مخرج صدق واجعل لی

خیر ہی سے نکال (مکہ سے) اور میرے لیے

من لدنك سلطنا نصیرا (۸۰) وقل

اپنی طرف سے غلبہ و شوکت عطا کر۔ اور (اے رسول اکرم)

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل

کہہ دو کہ حق (اسلام) آگیا اور باطل (کفر) مٹ گیا بے شک باطل

كان زهوقا (۸۱) وننزل من القرآن ما

مٹ ہی جانے والا تھا اور قرآن میں ہم وہ چیزیں نازل کرتے ہیں جو

هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد

ایمان داروں کے لیے شفاء اور رحمت ہیں اور ناانصافوں کو

الظلمين الا خسارا (۸۲)

تو اس سے اور بھی نقصان زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

ترکیب

ف الدلوک الدلک ایک جگہ سے ٹلنا چونکہ ملنے میں ہاتھ ایک جگہ نہیں ٹھیرتا اس لیے اس کو دلک کہتے ہیں اور اسی وجہ سے اس کے معنے غروب کے بھی لیے ہیں کیونکہ اس میں بھی ٹلنا ہے مگر یہاں زوال ہی کے معنی مراد ہیں اور اسی کو جمہور نے اختیار کیا ہے۔

لہ اس میں ظہر عصر مغرب عشاء چار نمازیں آگئیں پانچویں صبح کی نماز قرآن الفجر میں مذکور ہوئی ۱۲ منہ

اِلٰی غَسَقِ الّیل متعلق ہے اَقِمْ کے قرآن الفجر معطوف ہے الصلوٰۃ پر یا اس کا نصب علی الاغراء ہے لے علیک قرآن الفجر نافلۃ مصدر بمعنی تہجد لے تنفل نفلاً و فاعلۃ ہنا مصدر کا لعافیۃ مقاماً منصوب ہے ظرف ہو کر۔

تفسیر

اقم الصلوٰۃ۔ الٰہیات و معاد و نبوت کے مباحث کے بعد طاعت الٰہی کا حکم دیتا ہے اور نیز شیطان کی گمراہی اور بندے کی ناشکری اور قیامت میں نامۂ اعمال کے دیے جانے اور کفار کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصد بد کرنے کا اور آپ کو محفوظ رکھنے کا ذکر کر کے وہ عمل تعلیم فرماتا ہے جو شیطان کی گمراہی اور بندے کی ناشکری کی رسوائی سے اور کفار کے فریبوں سے بچائے (یعنی نماز) اور نیز تیرہ حکموں کی تکمیل نماز بغیر ممکن نہیں۔ یہی وہ عمل ہے کہ جو انسان کی روح اور قوی علیکہ کو روشنی دے کر بندے کو دار آخرت کا مشتاق کرتا ہے۔ تمام تفسیریں متفق ہیں کہ اس آیت میں نماز فرض مراد ہے یعنی نماز پنج گانہ۔ مگر دلوک کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن مسعودؓ اور نخعی و مقاتل اور ابن حبان و ضحاک و سدی کہتے ہیں غروب آفتاب مراد ہے۔ اور ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و جابرؓ و عطاء و مجاہد و حسن اور اکثر تابعین بلکہ جمہور اس کے معنی دن ڈھلنے کے لیتے ہیں یہ لفظ دونوں معنوں کے لیے آیا ہے اخیر معنی بہت قرین قیاس اور مناسب مقام ہے۔ اس تقریر پر جیسا کہ امام زہری کہتے ہیں یہ معنی ہوں گے کہ دن ڈھلنے سے شب کی سیاہی ہونے تک نماز قائم کر۔ پس اس میں ظہر عصر مغرب عشا چار نمازیں آگئیں اور صبح کی نماز چونکہ ایک مہتم بالشان نماز تھی اس لیے اس کو قرآن الفجر سے بیان فرمایا اور چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد بھی فرض تھی (گو ابتدائے اسلام میں امت پر بھی فرض تھی جیسا کہ سورۂ مزمل میں ہے) مگر امت پر نماز پنج گانہ سے فرضیت جاتی رہی استحباب رہ گیا جیسا کہ اخیر سورۂ مزمل سے سمجھا جاتا ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن اس لیے آپ کو فرمایا و من الیل الخ کہ رات میں تہجد بھی پڑھو نافلۃ لک زیادۃ لک یعنی یہ نماز تم پر زائد ہے یا یہ معنی کہ اس کا تم کو زائد نفع ہے۔ کس لیے کہ آپ معصوم ہیں گناہ سب بخشے گئے اب اس کا نفع ترقیٔ درجات و مزید تقربات کا آپ کو ہے۔ برخلاف امت کے کہ وہ گناہوں سے پاک نہیں اس کے بدلے میں ان کے گناہ معاف ہوں گے۔

مجاہد و قتادہ کہتے ہیں نافلۃ کا لفظ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی نفلی رہ جانے پر دلالت کرتا ہے مگر آپ ہمیشہ تہجد پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک رات کو عبادت و نماز میں کھڑے رہتے تھے کہ پائے مبارک ورم کر گئے تھے چنانچہ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ قیام شب سے آپ کے پاؤں ورم کر گئے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے گناہ معاف کیے گئے ہیں پھر آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں فرمایا افلا اکون عبداً شکوراً۔ کیا میں اس کی شکر گذاری نہ کروں شکر گذار بندہ نہ ہوں؟۔

تہجد کی کیفیت

صحیح احادیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کی پوری کیفیت مذکور ہے کہ کبھی آدھی رات کے بعد اٹھ کر وضو کر کے نماز میں مصروف ہوتے۔ دو دو رکعت کی نیت باندھتے کبھی چار چار کی۔ اخیر میں وتر پڑھتے صبح صادق سے تھوڑے پہلے۔ اور کبھی دو رکعت پڑھ کر پھر لیٹ جاتے پھر اٹھ کر دو رکعت پڑھتے۔ اسی طرح رات گزار دیتے تھے۔ پھر اس کی کیفیت اور درد و سوز کا تو کچھ بیان ہی نہیں ہو سکتا کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں ہوتا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری اور دل سے عشق الٰہی کا دھواں اٹھتا تھا جس کا اثر نہ صرف گھر کے لوگوں پر پڑتا تھا بلکہ عرب اور عجم پر بھی پڑا

تہجد کی نماز تمام انبیاء و صالحین کا قدیم دستور ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شب کو نماز پڑھتے یادِ الٰہی کرتے تھے ان کے پاک باز حواریوں کا یہی دستور رہا ہے بعد میں یہ آزادی و بے قیدی پیدا ہو گئی پھر یورپ کے ملحدوں نے اس کو اور بھی ترقی دی افسوس۔

مالکؒ نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ چار چار نفلوں کی نیت باندھتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔ اور ایک روایت میں تیرہ رکعت بھی آئی ہیں چنانچہ مالکؒ نے اس کو زید بن خالد جہنی سے روایت کیا ہے۔

ف (۱) غسق اللیل رات کی سیاہی اور اندھیرا۔ قال الکسائی غسق اللیل غسوقا الغسق بفتح السین اسم جس کے معنی سیلان کے ہیں۔ کہتے ہیں غسقت العین تغسق جب کہ آنکھ پانی سے بھر جاوے۔ بہنے والے کو غاسق کہتے ہیں۔ اس لیے جہنمیوں سے جو پیپ بہے گی اس کو غساق کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ سے نافع بن ازرق نے اس کے معنی پوچھے فرمایا رات کا اندھیرا چھا جانا۔ ازہری کہتے ہیں جب شفق غائب ہو جائے غسق اللیل پایا گیا۔

(۲) قرآن الفجر سے مراد نماز صبح ہے کبھی جزو سے کل تعبیر ہوا کرتا ہے اس لیے نماز کو کبھی رکوع کبھی سجود کبھی تسبیح کہتے ہیں۔ نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے خصوصاً صبح کی نماز میں اس کا زیادہ تر اہتمام ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو قرآن الفجر سے تعبیر کیا۔

پھر قرآن الفجر کی نسبت فرماتا ہے ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ مشہود کے معنی حاضر کیا گیا۔ یا جس کے پاس لوگ جمع ہوں یا گواہی دیا گیا ان معنی کے لحاظ سے اس کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں اور سب ٹھیک ہیں ایک گروہ مفسرین کہتا ہے کہ صبح کی نماز میں ملائکہ رحمت آتے ہیں اور جمع ہوتے ہیں۔ رات کے فرشتے جو انسان کے محافظ اور اس کے اعمال کے نگران رہتے ہیں صبح کو جاتے ہیں اور دن کے آتے ہیں اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اور نمازوں کی نسبت صبح کی نماز میں صالحین زیادہ جمع ہوتے ہیں کیوں کہ اس وقت کار و بارِ دنیا بھی کم ہوتا ہے فرصت کا وقت ہوتا ہے اور نیز خوابِ شیریں سے بیدار ہو کر خدا پرستوں کی جماعت میں شامل ہونا اور خدا سے دعا مانگنا اس کی نعمتوں کا شکریہ بجا لانا بڑی عبادت ہے جس لیے اہتمام کیا جاتا ہے۔ بعض نے یہ فرمایا ہے کہ اس جماعت کے لوگوں کے لیے ملائکہ خدا کے آگے جا کر ان کے حاضر دربار ہونے کی گواہی دیا کرتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ یہ نماز اس کے کمال و قدرت کی شہادت ہے کیوں کہ رات کا جانا دن کا آنا ظلمتِ شب دور ہونا نور کا ظہور ہونا، انسان جو عالمِ خواب میں اس جہان سے غافل تھا اس کا بیدار ہونا گویا خوابِ عدم سے بیدار ہونا صبح کو اٹھنا حشر کا نمونہ ہے اس لیے بالخصوص اس نماز کو جماعت سے ادا کرنا اور اس میں زیادہ قرآن پڑھنا جس کے سننے کو ملائکہ حاضر ہوتے ہیں مسنون اور امر مؤکد ہے۔

(۳) تہجد شبِ اخیر کی نماز کو کہتے ہیں۔ فتہجد بہ لے بالقرآن کما قال قم اللیل الا قلیلا الیٰ قولہ ورتل القرآن ترتیلا۔ ہجود لغت میں سونے کو کہتے ہیں اور ہاجد سونے والا چوں کہ یہ نماز سو کر پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کو تہجد کہتے ہیں۔ اور مصلی باللیل کو ہاجد و متہجد کہتے ہیں۔ نماز تہجد کا وقت باتفاق جمہور علماء آدھی رات کے بعد سے لے کر صبح صادق تک ہے۔ غالباً اول شب میں انسان سو جاتا پھر بیدار ہو کر یہ نماز پڑھتا ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ ضرور اول شب میں سوئے اور جو نہ سوئے گا تو نمازِ تہجد نہ ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص نمازِ تہجد کا حکم

دینے کی وجہ بیان فرماتا ہے عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کہ خدا تعالیٰ عن قریب آپ کو شافع محشر بنا کر مقام محمود میں کھڑا کرنے والا ہے۔ یہ وہ کرامت و عزت ہے جو بنی آدم میں بجز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نصیب نہیں اس لیے سب سے زیادہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عبادت اور شب کا سوز و گداز بھی فرض ہوا ہے

دلا بسوز کہ سوزِ تو کارہا بکند
دعائے نیم شبی دفع صد بلا بکند

مقامِ محمود

ف مقام محمود یحمدہ القائم فیہ وکل من عرفہ وھو مطلق فی کل مقام یتضمن کرامۃ (بیضاوی) یعنی مقامِ محمود وہ عمدہ جگہ ہے کہ جہاں کھڑا ہونے والا اور اس کو جاننے والا اس کی حمد اور تعریف کرے۔ مطلقاً مقام محمود ہر عزت کی جگہ کو کہتے ہیں۔ مقام کو محمود اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی حمد کی جاتی ہے۔ گو حمد اختیاری خوبیوں پر ہوتی ہے اور مقام کی خوبیاں اختیاری نہیں لیکن یا تو شرط اختیاری ہر جگہ نہیں یا حمد بمعنی مدح ہے یا یہ کہ وہ محمود فیہ ہے یعنی اس جگہ حمد کی جاتی ہے وہاں کھڑے ہونے والے کی یا کھڑا ہونے والا خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ

عرفِ شرع میں مقام محمود سے اس آیت میں کہ جہاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کرنے کا اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے باتفاق تمام مفسرین وہ مقام مراد ہے کہ جہاں حضرتؐ قیامت کے روز عاصیوں کے لیے شفاعت کرنے کو کھڑے ہوں گے جس روز کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک سب انبیاءؑ نفسی نفسی کہیں گے، اور کسی کو مجال نہ ہوگی کہ شفاعت کی کرسی پر بیٹھے صحیح بخاری و دیگر کتب حدیث میں جو مختلف راویوں سے مروی ہے شفاعت کبریٰ کے بیان میں یوں وارد ہے کہ قیامت کے روز لوگوں پر سختی ہوگی تو آدمؑ کے پاس آئیں گے مگر وہ عذر کریں گے یہاں تک کہ یکے بعد دیگر سب انبیاء اولو العزم کے پاس آویں گے ابراہیم، موسیٰ، داؤد علیہم السلام مگر سب ہی تو عذر کریں گے اور کہیں گے کہ محمدؐ کے پاس جاؤ جن کے خدا نے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے آج بجز ان کے اور کوئی اس لائق نہیں۔ تب وہ میرے پاس آکر مجھ سے درخواست کریں گے پھر میں خدا تعالیٰ کے پاس جا کر اس کے آگے سجدہ میں گر پڑوں گا اور بہت عرصہ تک سجدہ میں حمد و ثنا کرتا رہوں گا۔ حکم ہوگا اے محمد! سر اٹھا قل تسمع واشفع تشفع وسل تعط کہ کہہ تیرا کہا سنا جائے گا شفاعت کر کہ تیری شفاعت قبول ہوگی، مانگ دیا جائے گا تب میں اس کی ثنا و صفت کر کے شفاعت کروں گا۔ پھر ایک تعداد معین ہوگی کہ وہ جہنم سے میری شفاعت سے نکلیں گے۔ بار دگر پھر آکر اسی طرح سجدہ میں گروں گا۔ پھر اسی طرح حکم ہوگا، پھر ایک جماعتِ کثیر بخشی جاوے گی۔ الغرض اسی طرح تین بار کروں گا کہ پھر تو وہی جہنم میں رہ جاویں گے کہ جو مطابق قرآن کے جہنم کے لیے سدا سدی کے لیے مقرر ہو چکے ہیں یعنی کافر و مشرک ہے

نماند بعصیاں کسے در گرو
کہ دارد چنیں سیدؐ پیش رو

پہلے فرمایا تھا کہ وہ تم کو مکہ سے نکالنا چاہتے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اقم الصلوٰۃ نماز پڑھا کرو ان جاہلوں کی باتوں کی طرف التفات نہ کرو اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ اب پھر اس واقعہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے فرماتا ہے یعنی جو اصلی کام ہے یعنی نماز و عبادت اس کو بجا لاؤ۔ اس سے

غافل نہ رہو دین و دنیا میں اس سے سرسبزی اور برتری ہے۔ رہا مکہ سے نکلنا اور قریش کا اس بات کے درپے ہونا یہ ایک امر مقدر ہے جس پر قضاء و قدر نے اسلام کی ترقی وابستہ کر رکھی ہے اس کے لیے اے نبی یہ دعا کیا کرو، وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق یعنی تو اے اللہ مجھے مکہ سے سچائی سے نکال کر پھر میرے دل میں حب وطن نہ رہے اور ان مشرکوں کی طرف سے پھر تکالیف برداشت نہ کرنی پڑیں اور نیز سچائی کے ساتھ نکالنے سے یہ بھی مراد ہے کہ خاص تیرے ہی لیے اور تیری ہی راہ میں ہجرت ہو کسی دنیاوی غرض یا کسی جرم پر جلاوطنی نہ ہو۔ اور مدینہ میں مجھے سچائی سے داخل کر۔ اور چونکہ اس دین کا تمام دنیا پر پھیلنا ٹھیر چکا ہے اور پردیس میں قوت ہی نہیں رہتی اور نیز مدینہ کے متصل کسریٰ و قیصر کی حکومتیں اور دیگر قبائل شریر و سرکش بھی ہیں اس لیے یہ بھی دعا کرو، واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا کہ مجھے اپنے ہاں کی قوت و شوکت بھی عطا کر چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں حسب بشارت زبور خداتعالیٰ نے وہ قوت و شوکت عطا کی کہ جس سے دنیا میں آسمانی سلطنت قائم ہوئی اور کسریٰ و قیصر کو شادیا گیا کوئی شخص خدا کے دین کا مقابل نہ ہو سکا۔ ادخلنی مدخل صدق الخ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مجھے دنیا سے سچائی کے ساتھ نکال اور دار الخلد میں سچائی کے ساتھ داخل کر اور یہ بھی کہ خواص بشریہ سے نکال کر خواص ملکیہ میں داخل کر، وغیر ذلک من الاسرار۔ ع ۹

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرما کر ارشاد فرماتا ہے وقل جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا کہ اب تاریکی کفر و بدکاری کا زمانہ گیا، نور و صداقت کا زمانہ آگیا۔ حق سے مراد اسلام ہے اور باطل سے کفر و بت پرستی و دیگر قبائح جو دنیا میں مروج تھے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے پاس جو تین سو ساٹھ بت رکھے تھے ان میں سے جس کی طرف لکڑی سے یہ آیت پڑھ کر اشارہ کرتے تھے وہ منہ کے بل گر پڑتا تھا۔ فرماتا ہے کہ یہ باطل کا مٹنا اور حق کا آنا قرآن کے سبب سے ہے جس کو ہم نازل کر رہے ہیں وننزل من القرآن الخ کہ جس میں ایمان داروں کے لیے امراض باطنیہ و ظاہریہ سے شفا ہے اور ان کے لیے رحمت ہے اور بے انصافوں کو اس سے اور بھی نقصان ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ انکار کرتے ہیں خسارہ بڑھتا جاتا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ
اور جب ہم انسان پر کرم کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا
وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ
اور اکڑنے لگتا ہے اور جب اس پر مصیبت آتی ہے تو ناامید
يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى
ہو جاتا ہے کہدو ہر ایک اپنے اپنے طریقے پر
شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ
عمل کر رہا ہے پھر آپ کے رب ہی کو خوب معلوم ہے
اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ
کہ کون راہ راست پر ہے اور آپ سے (ماہیت) روح
عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ
کی بابت سوال کرتے ہیں (سو) کہدو روح تو میرے رب کے حکم سے ہے
وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾
اور تم کو علم جو دیا گیا ہے تو بہت ہی تھوڑا ہے
وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ
اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ آپ کی طرف وحی کیا ہے (قرآن) اس کو
اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا
اٹھالے جاویں پھر تو آپ کو اس کی بابت کوئی ہم سے مطالبہ

ف روح کو ایک گروہ عقلاء صرف یہی کہتا ہے کہ وہ خون کی لطیف بھاپ ہے جس کے زور سے ذی روح کی کل چلتی ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

وَكِيلًا ﴿٨٦﴾ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ

کرنے والا بھی نہ لے گا　مگر یہ صرف آپ کے رب کی رحمت ہے

إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ﴿٨٧﴾

(جو ایسا نہیں کرتا) بے شک اس کی آپ پر بڑی عنایت ہے

ترکیب

نا بالف بعد الھمزۃ لے بعد عن الطاعۃ و یقرء بھمزۃ بعد الالف وفیہ وجہان احدہما ہو مقلوب نأے والثانی ہو بمعنی نہض۔ الا رحمۃ مفعول لہٗ والتقدیر حفظناہ علیک الا رحمۃ من ربک رحمۃ کی صفت یا حال۔

تفسیر

قرآن سے ان ظالموں کو زیادہ خسارہ ہونے کا یہ سبب نہیں کہ قرآن میں کوئی نقص ہے بلکہ یہ سبب ہے کہ اذا انعمنا علی الانسان الخ انسان کی جبلی عادت ہے کہ جب اس پر انعام الٰہی ہوتا ہے دولت و راحت ملتی ہے تو بجائے شکر گذاری و فرماں برداری کے اکڑنے لگتا ہے متکبر ہو جاتا ہے نبی اور خدا تعالیٰ کی کتاب کو نہیں مانتا اس لیے خسارہ میں پڑتا ہے اور جب مصیبت آتی ہے تو بجائے صبر کے ناامید ہو جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس پر بھی انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ ہر ایک نیک و بد کو خواہ وہ کسی طریق پر کیوں نہ ہو مہلت دیتا ہے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے قل کل یعمل الخ کہ کہدو ہر ایک ہم میں سے اور تم میں سے اپنے اپنے طریقہ پر عمل کر رہا ہے کیے جاوے لیکن ان میں سے در اصل کون نیک ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا۔ من جملہ اسباب خسران کے ایک یہ بھی تھا کہ وہ قرآن مجید پر ہمیشہ بیہودہ نکتہ چینیاں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار باہم مشورہ کیا کہ یہود اہل کتاب ہیں ان سے دریافت کر کے کوئی ایسی بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنی چاہیے کہ جس کا جواب نہ آسکے اس لیے یہود سے دریافت کیا انہوں نے کہا تین باتیں پوچھو اگر ان میں سے دو کا بھی جواب دے دیا تو جانناکہ نبی ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ تین باتیں بتلائیں۔ اوّل روح کی بابت سوال کرو، دوم اصحاب کہف کا حال پوچھو، سوم ذی القرنین کا حال پوچھو کہ وہ کون تھا اور کہاں کہاں گیا اور اس نے کیا کیا؟

سب سے اول ویسئلونک عن الروح الخ یہ انہوں نے روح کی بابت سوال کیا۔ فرماتا ہے کہ اے نبی آپ سے روح بابت سوال کرتے ہیں وہ کیا ہے۔ چوں کہ یہ بے کار سوال تھا، اور نیز حقائق اشیاء بالخصوص روح کی حقیقت کا ادراک کماہی ان کے فہم و استعداد سے باہر تھا اس لیے جواب میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جب وہ نہیں تو سب کام بگڑ جاتا ہے اس ذی روح کے مرنے کے بعد پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا چنانچہ یورپ کے دہری اور مادی لوگ اسی کے قائل ہیں جس لیے وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان پر نہ کوئی ثواب ہے نہ عذاب ہے کیوں کہ وہ باقی تو رہی نہیں اگرچہ یہ خیال محض مغالطہ ہے جس کی غلطی کا اب یورپ کے حکماء پر بھی انکشاف ہوتا چلا ہے کیوں کہ ایک جماعت حکماء قائل ہوگئی ہے کہ مرنے کے بعد روح ایک نورانی پیکر میں جو جسم اول سے مناسبت رکھتا ہے قائم رہتی ہے۔ ہم کو پہلی باتیں سب یاد رہتی ہیں وہ رنج و راحت بھی پاتی ہے۔ حکماء یونان کا بھی یہی خیال ہے اور اکثر اہل ادیان بھی اسی کے قائل ہیں۔ جزئیات احوال روح میں البتہ بڑا اختلاف ہے ہنود کا ایک گروہ اس کو قدیم ذاتی کہتا ہے اسی طرح اس کے بقا کی بابت بھی کلام ہے بعض ابدی ذاتی کہتے ہیں آریہ وغیرہ بعض زمانہ دراز تک بقا مانتے ہیں۔ ہنود یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک بدن کو چھوڑ کر جزا و سزا بھگتنے کے لیے دوسرے جسم میں آتی ہے اور اس عالم عنصری کے میدان میں ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے ان کے نزدیک گویا یہی عالم قدس ہے۔ اسلام نے قرآن و احادیث میں روح کے متعلق دوسرے عالم میں ثواب و عذاب کی بہت تصریح

فرمایا قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کہدو رُوح ایک امرِ رب ہے اس
کے حکم سے بنی ہے حادث ہے قدیم ذاتی نہیں نہ وہ خدا ہے
نہ اس کا کوئی جزو ہے بلکہ از قسم مخلوق ہے جس پر اور مخلوق
کی طرح خدا کو اختیار و قدرت ہے۔ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سے یہ سب
باتیں سمجھی جاتی ہیں اس قدر علم کافی ہے جواب شافی ہوگیا
باقی رہا اس کی حقیقت کا ادراکِ کلی سو رُوح کا تو کیا اور بھی
لاکھوں چیزوں کا انسان کو ادراکِ کلی نہیں، خاک پانی کی
بھی حقیقت پوری نہیں بتلا سکتے کیوں کہ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔
کہ تم کو اے انسان یا اے سوال کرنے والو حقائق الاشیاء کے
ادراک کا بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ رُوح کی حقیقت میں حکماء کا
مباحثہ چلا آتا ہے اور ہر ایک قوم نے دور از کار خیالی گھوڑے
دوڑائے ہیں اور اب تک بھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔
بھلا عرب کے جاہلوں سے بجز اس قدر جواب کے اور کیا کہا
جاتا۔ اب اس بات کے ثبوت کے لیے کہ پیغمبر علیہ السلام
جو کچھ فرماتے ہیں وہ الہام اور وحی کے ذریعے سے، ان کی
خانہ ساز اس میں کوئی بات بھی نہیں۔ فرمایا جاتا ہے وَلَئِنْ
شِئْنَا الخ کہ اگر ہم چاہتے تو قرآن مجید کو جو سر چشمۂ علوم
ہے محو کر دیتے مگر ہمارا فضل ہے جو ایسا نہیں کیا یعنی
یہ ہماری طرف سے ہے جس کے اٹھا لیے جانے پر ہم
قادر ہیں۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى
(اے نبی) کہدو اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا
اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا
قرآن بنالانا چاہیں (تو ایسا
ع ۹ ۱۰ ۱۰ يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ
قرآن) نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کی
لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا
پشتی ہی پر کیوں نہ ہوں　اور ہم نے اس قرآن میں

لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ
لوگوں کے لیے ہر ایک قسم کی مثال بھی کھول کھول کر
مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾
بیان کر دی پھر اس پر بھی اکثر لوگ انکار کیے بغیر نہ رہے
وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا
اور کہدیا کہ ہم نہیں ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ ہمارے لیے
مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ
زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دو　یا تمہارے لیے
لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ
کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو کہ پھر تم
الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ
اس میں سے نہریں پھاڑ کر نکالا کرو　یا جیسا کہ تم
السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ
گمان کرتے ہو ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا نہ گرا دو　یا
تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾
تم اللہ اور فرشتوں کو روبرو نہ لا کھڑا کر دو
اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ
یا تمہارے لیے کوئی سنہری مکان نہ ہو　یا
تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ
تم آسمان میں نہ چڑھ جاؤ　اور ہم تو تمہارے منتر کو ہرگز نہیں مانیں گے
حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ
جب تک تم ہم پر کوئی ایسی کتاب نازل نہ کرا دو کہ جس کو ہم خود پڑھ لیا کریں
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا
کہدو　سبحان اللہ　میں کیا ہوں　مگر
بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾
ایک آدمی اس کا بھیجا ہوا۔

ترکیب
لایاتون جواب لئن اے جواب قسم محذوف
دل علیہ اللام الموطئۃ ولولاہ لکان جواب

الشرط بلا جزم لکون الشرط ماضیا، بیضاوی۔

تفسیر

من جملہ ان باتوں کے کہ جن سے قرآن مجید پر اعتراض کیا کرتے تھے ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ اس قرآن میں کون سی خوبی ہے؟ اگر چاہیں تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ بھی ہے کہ قرآن کی بابت فرمایا تھا کہ وہ ہماری طرف سے ہے اگر ہم چاہیں تو واپس لے جائیں پھر تمام مخلوق مل کر بھی زور لگائے تو ایسا قرآن نہ بنا سکے کما قال قل لئن اجتمعت الخ کہ تم کیا اگر تمہارے ساتھ تمہارے وہ جن بھی شریک ہوں کہ جن سے تم مدد مانگا کرتے ہو اور جن کے ذریعہ سے تمہارے کاہن غیب کی باتیں بتلا کر بڑے بڑے دعوے کیا کرتے ہیں وہ بھی شریک ہوں تو اس کا مثل بنا سکیں گے۔ بلاغت و فصاحت کے معجزہ کے علاوہ اس میں روح کو زندہ کرنے والی انسان کے دل پر چوٹ مارنے والی اور سب علوم الٰہیہ کے متعلق وہ وہ باتیں ہیں کہ جن کو کوئی نہیں بتا سکتا۔ مقدمۂ تفسیر میں اس مسئلہ کی خوب شرح ہو چکی ہے۔

ابن اسحاق و ابن جریر نے سعید یا عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں یوں بھی نقل کیا ہے کہ سلام بن مشکم چند یہود کو ساتھ لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہمارا قبلہ ترک کر دیا اور یہ قرآن توریت کے برابر نہیں ایسا ہم بھی کہہ سکتے ہیں پھر آپ کا اتباع کیوں کریں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ شیبہ و عتبہ ربیعہ کے بیٹے اور ابو سفیان اور ولید بن المغیرہ و ابوجہل وغیرہم کفارِ قریش نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر تو خدا کا سچا رسول ہے تو مکہ خشک جگہ ہے یہاں کوئی پانی کا چشمہ جاری کر دے یا کوئی ایسا تر و تازہ باغ انگوروں اور ۱۲
کھجوروں کا لگا دے کہ جس میں سے بڑی نہریں چلا کرتی ہیں جیسا کہ عراق و شام میں ہے۔ یا تو جیسا کہتا ہے کہ قیامت کو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرے گا تو اس کا کوئی ٹکڑا ہم پر ابھی گرا دے یا ہمارے سامنے اللہ اور فرشتوں کو لا کہ ہم ان کو آنکھ سے دیکھیں اور ان سے پوچھیں کہ محمدؐ کو تم نے رسول بنا کر بھیجا ہے یا کوئی سونے چاندی کا بنا ہوا مکان موجود کر کے دکھا دے یا تو ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے کوئی لکھی ہوئی کتاب لا کہ جس کو ہم پڑھ لیں تب تو ہم تجھے مانیں گے ورنہ ہم تجھے نہیں مانتے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی و قالوا لن نؤمن الخ اس میں تعلیم کر دی کہ ان سے کہہ دو سبحان اللہ! یہ کیا لغو باتیں ہیں تم نے کیا مجھ کو قادرِ مطلق سمجھ لیا ہے یا مجھے اس بات کا دعویٰ ہے تاکہ پھر تمہارے کہنے سے یہ باتیں کر دوں۔ میں تو آدمی ہوں خدا تعالیٰ کے حکم بغیر کچھ نہیں کر سکتا ہاں رسول ہوں احکام پہنچانے والا ہوں۔ قرآن کو رقیہ یعنی منتر بتلایا۔ ان پہلی باتوں کو اگر یہ سب کچھ بھی ہو جائے تو یہ تمہارے جادو منتر کا اثر سمجھا جاوے گا بلکہ آسمان سے ہمارے اوپر بھی کوئی کتاب اُترواکہ ہم خود اس کو پڑھ لیں۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ
اور لوگوں کو ایمان لانے سے جب کہ ان کے پاس ہدایت آگئی
جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ
صرف یہی بات مانع آئی کہ کہنے لگے کیا اللہ نے
اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي
آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (اے نبی) کہہ دو اگر زمین پر
الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ
فرشتے بستے ہوتے کہ اطمینان سے چلتے پھرتے
لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾
تو ہم ان پر آسمان سے فرشتے ہی رسول بنا کر بھیجتے

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ

(اور) کہہ دو میرے اور تمہارے درمیان اللہ بس ہے گواہی کے لیے

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿٩٦﴾

کیونکہ وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ

اور جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پر ہے اور جن کو

يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ

وہ گمراہ کرے پھر ان کے لیے اس کے سوا تم کوئی چارہ گر

دُوْنِهٖ ۚ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى

نہ ملے گا اور ہم ان کو قیامت کے دن منہ

وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۚ

کے بل اندھے گونگے بہرے کر کے چلائیں گے

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ

ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب آگ بجھنے لگے گی تو ہم اور

سَعِيْرًا ﴿٩٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ

بھڑکا دیں گے یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا

کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہہ دیا کہ جب ہم

عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا

خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٩٨﴾

کر کے اٹھائے جائیں گے؟

النصف

ترکیب

الا ان قالوا جملہ فاعل منع۔ فی الارض خبر کان ملائکۃ

موصوف یمشون ذی الحال مطمئنین حال سب اسم۔ لنزلنا جواب لو۔

تفسیر

عرب کے مشرکوں اور کافروں کا نبوت میں ایک یہ بھی بڑا شبہ تھا کہ نبی تو ہم جیسا ہی انسان ہے رسالت اور نبوت کے لیے تو ہم سے بالاتر اشخاص ہونے چاہییں جو کھانے پینے زن و فرزند کے جملہ علائق سے پاک و صاف ہوں اور وہ فرشتے ہیں۔ خدانے اگر اپنے پیغام پہنچانے تھے تو فرشتوں کو کیوں رسول بنا کر نہ بھیجا۔ یہی وہ ایک بات ان کے دل میں کھٹکتی تھی جس سے وہ ایمان نہیں لاتے تھے۔ شبہ کا جواب دیتا ہے وما منع الناس الخ کہ رسول تو اسی قوم کا شخص ہونا چاہیے کہ جس کی طرف وہ بھیجا جاتا ہے کیوں کہ ان کے تمام مفاسد اور موجود خرابیوں کو جن کی اصلاح کے لیے یہ بھیجا گیا ہے یہی خوب جان سکتا ہے اور نیز باہم موانست غیر جنس سے ممکن نہیں اور رسول کے لیے یہ بات ضروری ہے جس پر ہدایت کا مدار ہے۔ اور نیز فرشتے بھی آتے تو انسان کی صورت میں ہی ہو کر آتے تا کہ ان سے کلام کریں دکھائی دیں سو ان پر بھی شبہ ہوتا کہ جانے یہ کون ہیں؟ اس لیے فرماتا ہے لو کان فی الارض الخ کہ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے تو ان کے پاس البتہ فرشتے رسول ہو کر آتے اس کے بعد فرمایا کہ میری رسالت کی خدا گواہی دے رہا ہے سو یہ کافی ہے رہی ہدایت سو یہ اس کے ہاتھ ہے جس کو وہ چاہتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو ازل سے گمراہی نصیب ہو اس کو کون ہدایت کر سکتا ہو نہ انسان نہ فرشتہ مگر ان گمراہوں کا حشر میں یہ حال ہوگا و نحشرہم یوم القیامۃ الخ کہ وہ منہ کے بل جائیں گے اندھے گونگے بہرے ہوں گے۔

ف جنانچہ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت میں تین طور سے لوگ چلیں گے ایک پا پیادہ دوم سوار ہو کر سوم منہ کے بل۔ پوچھا منہ کے بل کیونکر چل سکیں گے؟ فرمایا جس نے پاؤں کے بل چلایا کیا وہ منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں؟ ۱۲ منہ

منہ کے بل چلنا محاورہ ہے سرنگوں اور ذلیل ہو کر چلنے سے
ان کے دنیا میں تکبر کرنے کے بدلے میں۔ اور حقیقت پر بھی محمول
ہو سکتا ہے کیوں کہ اللہ اس طرح چلانے پر بھی قادر ہے جیسا
کہ بعض روایات میں آیا ہے۔ دوزخیوں کا اور آیات سے
دیکھنے والا سننے والا کہنے والا ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہاں
اس کے خلاف ہے پس اس بہرے اندھے گونگے ہونے
کے یہ معنی ہیں کہ خوشی کی چیز کو دیکھنے میں نہ آئیں گی نہ سننے
میں نہ کہنے میں۔ یا یہ حالت ان کی ابتداء حشر کے وقت ہو
پھر حساب کے وقت یہ قوتیں دی جاویں۔ فرماتا ہے یہ سزا
ان کے کفر اور انکار حشر کے سبب سے ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
کیا وہ نہیں جانتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو
وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ
بنایا ہے وہ ان جیسے اور بھی بنا سکتا ہے
وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ فَاَبَی
اور ان کے (بارہ دیگر پیدا کرنے کے) لیے اس نے ایک میعاد مقرر کر دی جس میں کوئی بھی شک نہیں اس پر
الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ
بھی ظالم انکار کیے بغیر نہ رہے کہہ اگر میرے
تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا
رب کی رحمت کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو
لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ
خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم ان کو بند کر کے ہی رکھتے اور
كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ؑ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا
انسان بڑا تنگ دل ہے اور البتہ موسیٰ کو

مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِیْۤ
ہم نے نو نشانیاں کھلی ہوئی دی تھیں پھر بنی اسرائیل سے
اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ
بھی پوچھ دیکھو جب کہ موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے
فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾
کہہ دیا کہ اے موسیٰ میں تو تجھے جادو کا مارا ہوا جانتا ہوں۔
قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ
(موسیٰ نے) کہا یہ تو تجھ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ (معجزات) آسمانوں
اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اور زمین کے مالک ہی نے لوگوں کے سمجھانے کو
بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ
اُتارے ہیں اور میں تو اے فرعون تجھ کو ہلاک ہوا
مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ
جانتا ہوں پس اس نے چاہا کہ ان کو زمین سے
مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ
اُکھیڑ دے تب تو ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں
جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ۙ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ
سب کو ڈبو دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے
اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ
کہہ دیا کہ (اب اس) زمین پر (آرام سے) بسو

ترکیب

ع ۱۱ ۱۱ انتم مرفوع ہے فعل محذوف سے جس کی تفسیر تملکون ہے
اذا لامسکتم جواب لو خشیۃ منصوب ہے مفعول لہ امسکتم کا

ع ترمذی نے روایت کیا ہے کہ دو یہودیوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ موسیٰ کو وہ نو نشانیاں کون سی دی تھیں آپ نے جواب شافی دیا ان کو بیان کر دیا انہوں نے ہاتھ پاؤں چوم لیے اور کہا تو بے شک نبی ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ ان نشانیوں سے مراد جو یہود نے پوچھی تھیں احکام عشرہ تھے جو توریت میں موجود ہیں جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرک نہ کرو و لخ۔ اور یہاں نو معجزات مراد ہیں ۱۲

ع قتور نفقہ بر عیال تنگ کردن ۱۲ صافی

ہو گئے۔ ہٰؤلاء اشارہ ہے آیات کی طرف۔ الثبور الہلاک والخسران ان یستفزہم ای یقلقہم ویستزعجہم۔ جمیعا ای فرعون ہذا الزمان و من کان معہ فی عسکرہ لا لجمیع القوم۔

تفسیر

منکرِ حشر تعجب سے کہتے تھے کہ جب ہڈیاں ہو کر چورا چورا ہو جاویں گے بھلا پھر کیوں کر بارِ دیگر زندہ ہوں گے۔ اس شبہ کا جواب مختلف طور سے قرآن میں دیا گیا ہے۔ یہاں اپنی قدرتِ کاملہ کے اثبات سے دیتا ہے اور مسئلہ نبوت کے بعد اسی مناسبت سے مسئلہ حشر میں کلام ہوتا ہے۔ فقال اولم یروا۔ کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو بنایا ہو پھر کیا وہ قادر تم کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا اس پر بھی وہ ظالم نہیں مانتے اس کے بعد دوسری دلیل بیان فرماتا ہے جس سے حشر کا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے اور نبوت کا بھی جس میں پہلے سے کلام تھا۔ فقال لو انتم کہ ان سے کہہ دو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں دیکھو ہماری کیسی فیاضی ہے کہ ان کو وجود اور ان کے اندر کے رہنے والوں کو شب و روز بے شمار چیزیں عطا کرتے ہیں پھر مرنے کے بعد دوبارہ وجود عطا کرنا انعام باقیہ دینے کے لیے ہماری فیاضی سے کیا بعید ہے۔ تم اپنے حال پر قیاس کرتے ہو ہاں تمہاری فطرت میں یہ بخل ہے کہ اگر تمہارے ہاتھ میں رحمت کے خزانے بھی آجاویں تو تم اس خوف سے کہ مبادا کم ہو جاویں صرف کرنے سے ہاتھ روک کو بند کر کے رکھو اور ہمارے ہاں کس چیز کی کمی ہے ہماری فیاضی ہمارے خزائن میں کمی نہیں کرتی نہ کسی فعل کے کرنے سے ہماری قوت کم ہوتی ہے۔ اپنے حال پر ہم کو قیاس نہ کرو۔ مسئلہ نبوت کا ثبوت اس طور پر ہے کہ ہم فیاض ہیں انسان کی روحانی اور دار آخرت کی تعلیم کے بارے میں ہماری قدیم فیاضی ہے دیکھو ولقد آتینا موسیٰ تسع آیات الخ موسیٰ کو ہم نے نو نشانیاں یعنی معجزات عطا کیے تھے۔ بیضا وغیرہ [illegible] سب سے

پھر موسیٰ اور فرعون کے قصہ کا بارِ دیگر ذکر کرنے کا موقع آیا اور اس ذکر میں یہ اشارہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نئے رسول نہیں ہیں جو تم کہتے ہو فرشتہ رسول کیوں نہ ہوا ان سے پہلے رسول موسیٰ ہو چکے ہیں اور چونکہ تم ان سے معجزات ایمان لانے کے لیے نہیں مانگتے بلکہ محض عناد و سرکشی سے، سو یہ ہماری عادت نہیں ورنہ ہم نے پہلے کو کیا نو معجزے کھلے کھلے نہیں دیے تھے۔ اور جس طرح تم محمدؐ سے مقابلہ کرتے ہو یہ بھی کچھ نئی بات نہیں موسیٰ سے فرعون اور اس کے سرداروں نے کیا کچھ نہیں کیا ہے۔ پھر دیکھو کیا انجام ہوا کہ سب غرق ہوئے اور بنی اسرائیل کو زمینِ شام پر بسنے کا حکم ہوا چنانچہ وہ بسے اور حاکم ہوئے اشارہ ہے کہ جس طرح اس جبار سے چشمۂ نبوت بند نہ ہو سکا تم سے بھی نہ ہو سکے گا اور اسی طرح اس نبی کے پیرو بھی ملک کے مالک ہوں گے۔ حضرت موسیٰؑ کو ان کی پیشین گوئی کے مطابق جیسا کہ تورات استثنا کے اٹھارہویں باب میں ہے حضرتؐ سے کمال مشابہت ہے اس لیے موسیٰ کا ذکر آیا اور نیز مکہ والے یہود سے پوچھ کر سوال کرتے تھے اس لیے ان باتوں کی تصدیق کے لیے فرمایا فسئل بنی اسرائیل کہ ان سے ہی پوچھ دیکھو۔ اس کے بعد اصل قصہ کو تمام کرتا ہے کہ فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر کے ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ لو اب آرام سے زمین پر بسو ملک میں پھیل کر عافیت سے رہو۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ
پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر
لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ
لے آویں گے اور ہم نے اس (قرآن) کو سچائی سے نازل کیا اور وہ سچائی ہی
نَزَلَ ۗ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا
سے نازل [illegible] اور ہم نے تم کو بھیجا ہے تو خوشی

وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ

اور ڈر سنانے کو اور قرآن کے پارے پارے ہم نے اس لیے کیے کہ آپ

عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ

لوگوں کو ٹھیر ٹھیر کر سنا دیں اور اسی لیے اس کو تھوڑا

تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا

تھوڑا کر کے نازل بھی کیا ہے کہدو تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ

تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

لاؤ (مگر) جن کو اس سے پہلے سے علم

مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ

دیا گیا ہے تو جب ان کو قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہو تو وہ منہ

لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ

کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں

سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا

پاک ہے ہمارے رب کو بے شک ہمارے رب کا وعدہ

لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

پورا ہو کر رہے گا اور منہ کے بل (سجدے میں) گر کے

يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة

روتے جاتے ہیں اور وہ ان کو عاجزی میں اور بڑھاتا ہے

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ

کہدو اللہ کو پکارو خواہ رحمٰن کو پکارو

اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ

جس نام سے پکارو سب اسی کے عمدہ نام ہیں

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ

اور اپنی نماز نہ تو چلا کے پڑھا کرو اور نہ چپکے سے ہی

بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وقف لازم

پڑھو بلکہ درمیانی طریقہ اختیار کر لو

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ

کہو سب خوبیاں اللہ کو سزاوار ہیں نہ جس نے کوئی اولاد

وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي

بنائی اور نہ اس کی حکومت میں اس کا کوئی شریک

الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ

ہے اور نہ اس لیے کہ وہ کمزور ہے اس کا کوئی

الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۳ ۱۱ ۱۲

مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کرتے رہو۔

ترکیب

لفیفاً حال ہے ضمیر کم سے اے جمیعا و قرآنا منصوب بفعل مقدر اے اقرأنک قرآنا وقیل مضمر یفسرہٗ ما بعدہٗ وہو فرقناہ بالتخفیف عند الجمہور وقری مشددا یبکون حال من یخرون۔

تفسیر

فاذا جاء الخ مگر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔ وعد الآخرۃ سے بعض کہتے ہیں وہ دوسرا وعدہ مراد ہے جس کا ذکر اول سورۃ میں تھا یعنی تم دوبار سرکشی کرو گے اور دوبار تم پر آفت آئے گی۔ اب یہاں بتلایا جاتا ہے کہ بربادی کے بعد تم کو پھر ہم ایک جگہ جمع کریں گے چنانچہ بابل کی اسیری کے بعد پھر بنی اسرائیل مجتمع ہوئے بعض مفسرین کہتے ہیں یہاں سے جداگانہ کلام مسئلہ حشر کی بابت

لہ اہل کتاب کے باانصاف اور باعلم لوگ جن کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا کتب سابقہ سے معلوم تھا ان کا یہ حال تھا کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو خوف خدا سے روتے اور سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ یہ نجاشی حبش کے عیسائی بادشاہ کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

شروع ہے وہ کہتے تھے کہ جب ہڈیوں کا چورا ہو جائے گا ہم کیوں کر زندہ ہوں گے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو تمہارے مختلف اجزاء کو جمع کر کے لے آئیں گے اور تم تو کیا تمہارے اگلے پچھلوں کو بھی سمیٹ لے آئیں گے۔

وبالحق انزلناہ الخ یہاں سے پھر ان کے شبہات کا جواب ہے جو وہ قرآن مجید کی بابت کیا کرتے تھے۔ اس قرآن کو سچائی سے ہم نے نازل کیا ہے کسی اور نے نہیں نہ اس کو محمدؐ نے آپ بنا لیا ہے اور سچائی ہی سے نازل ہوا ہے نہ اس میں کوئی بات غلط اور جھوٹ ہے نہ اس کے نازل ہونے میں کوئی آمیزش وہم و شیطان ہوئی ہے پھر جو ایسی کتاب کو بھی نہ مانے تو وہ محض بدنصیب ہے۔ اے پیغمبر آپ ایسے بدنصیبوں ازلی اندھوں پر کیا غم کھاتے ہیں وما ارسلناک الا مبشرا و نذیرا آپ کو تو صرف ہم نے اسی لیے بھیجا ہے کہ نیکوں کو ان کی حیاتِ ابدی کا مژدہ سنا دیں اور بدوں کو ان کے انجام بد سے ڈرا دیں اور اس قرآن کو ہم نے یک بارگی اسی لیے نازل نہیں کیا کہ ان پر بار نہ ہو جائے بلکہ وقرآنا فرقناہ خود ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس مصلحت سے نازل کیا ہے کہ لتقرأہ علی الناس علی مکث الخ آپ لوگوں کو ٹھیر ٹھیر کر ان کی حاجات و ضروریاتِ دینیہ کا لحاظ کر کے سنا دیں، یک بارگی نازل کرنے میں یہ بات کہاں۔ عرب کے لوگ بیشتر بے پڑھے لکھے تھے ایک بارگی اتنی بڑی کتاب کی ان سے محافظت بھی نہ ہو سکتی لامحالہ اس میں تحریف و تبدیل ہو جاتی اور نیز ان کو تدریجاً نیکی کی طرف لانا مصلحت اور اثر پذیر تھا۔ سب احکام کی دفعۃً تعمیل کا حکم دینا ان پر شاق ہو جاتا۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام پر اگلے بھی جو کچھ کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے اس کے یہی معنی ہیں کہ حسبِ ضرورتِ عباد وقتاً فوقتاً الہام ہوا اس کو

(قرآن کے یکبارگی نازل نہ ہونے کی وجہ)

جمع کر لیا وہ ایک کتاب یا صحیفہ ہو گیا یہ نہیں کہ لکھی لکھائی کوئی کتاب آسمان پر سے نبی پر آ پڑی ہو یا فرشتہ نے لا کر دی ہو جیسا کہ مشرکین طلب کرتے تھے۔ تھوڑا تھوڑا الہام ہونے میں یہ مصلحتیں ہیں۔ اس پر یہ شبہ کرنا کہ اور مصنفوں کی طرح سوچ سوچ کر تصنیف کرتے تھے، محض نادانی ہے کیوں کہ ایک بار لکھی ہوئی کتاب آنے میں تو اور بھی صدہا شبہات پیش آتے۔ اور نیز الہام کے معنی بھی پائے نہ جاتے کیوں کہ الہامی وہ حالت ہے کہ بشر بشریت کے خواص سے علیحدہ ہو کر ملکیت کے سلسلہ میں منسلک ہو جائے اور حجابِ جسمانی اٹھ جانے کے بعد یا بذریعہ ملکِ مقرب کہ جس کو ناموسِ اکبر کہتے ہیں یا بلا ذریعہ اس نبی کے دل پر صرف مطالب مع الفاظ القاء ہوں۔

ان شبہات کا جواب دے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے اور شانِ بے نیازی بھی ظاہر فرمائی جاتی ہے قل آمنوا بہ اولا تؤمنوا الخ کہ آپ ان سے کہہ دیں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، تمہارے ایمان لانے سے اس کی شان نہیں بڑھ جانے کی اور تمہارے ایمان نہ لانے سے اس کی خوبی میں کوئی فرق نہ آئے گا تم جاہل بے عقل ہو۔ ہاں جو اہل علم ہیں جن کو پہلے سے علم دیا گیا (یعنی کتاب جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور سلمان و ابوذر وغیرہم جو انبیاء سابقین کی خبروں کی وجہ سے منتظر تھے کہ کب اخیر نبی آتا ہے۔ یا یہ مراد کہ جن کی روحانیت میں ازل سے علم و ادراک ودیعت رکھا گیا ہے) وہ اس کی بے انتہا خوبیاں دیکھ کر اس پر ایمان ہی لاتے ہیں اور جب اس کو سنتے ہیں تو روح کو حرکت دینے والے مضامین سن کر رو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں اور سجدہ میں اللہ کی تسبیح کر کے کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے رب نے قرآن میں (خصوصاً دارِ آخرت کی بابت) وعدے کیے ہیں وہ قطعاً ہو کر رہیں گے

اور یہ کیفیت ان کی قرآن کے سننے سے اور زیادہ ہوتی ہے، ویزیدہم القرآن خشوعًا وتضرعًا رہم اعتبار ان کا ہے اور جو ازلی گمراہ ہیں انہوں نے نہ مانا تو کیا۔ ہمیشہ ازلی بدنصیب انبیاء کی کتابوں کا انکار ہی کرتے آئے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس آیت کو سُن کر سجدہ کرنا چاہیے۔ اس جگہ علماء کے نزدیک سجدہ واجب ہے۔ قرآن نازل کرنے اور نبی کے مبعوث کرنے سے مقصودِ اصلی اللہ کی عبادت ہے اور عبادت کا لب لباب ہے جس میں بندہ اپنے مالک کے آگے دل سے گریہ وزاری کرتا ہے کبھی زمین پر سرِنیاز رکھتا ہے کبھی ہاتھ اٹھاتا ہے کبھی دل کو اس طرف لگا کر مراقبہ کرتا ہے اور زبان سے بھی کلماتِ حمد وثناء باری ذکر کرتا جاتا ہے اس مجموعہ کو شرعِ اسلام میں نماز کہتے ہیں۔ اس کے ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کا طریقہ بھی تعلیم فرماتا ہے۔

فقال قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن الخ کہ اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو خواہ اللہ کے لفظ سے دعا کرو یا رحمٰن کہے، اللہ کہو یا رحمٰن کہہ کے دعا مانگو جس نام سے اس کو پکاروگے سب اس کے اچھے نام ہیں۔ اللہ کے نام میں جو اسمِ ذاتی ہے اس کے جلال وجبروت کی تجلی ہے محض ذات کی طرف بلا لحاظِ صفات متوجہ ہونا اعلیٰ درجہ کے عرفاء کا مرتبہ ہے اور یہ مشکل ہے اور یہ مرتبہ نصیب نہ ہو تو اس کی صفات کے ساتھ اس کو پکارو۔ اور صفات میں صفتِ رحمت تمہارے حال کے زیادہ تر مناسب ہے اور لفظِ رحمٰن سے وہ زیادہ سمجھی جاتی ہے اس لیے جس طرح لفظِ اللہ عرب میں اسی کے لیے مخصوص تھا اسی طرح لفظِ رحمٰن بھی بلا اضافت اسی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس جملہ کی بابت ایک روایت بھی مروی ہے کہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ یا رحمٰن کہہ رہے تھے مشرکین میں سے کسی نے یہ اعتراض کیا کہ ہم کو تو دو خداؤں کی عبادت سے منع کرتے ہیں آپ دو کے نام پکار رہے ہیں اور کسی نے یہ کہا رحمٰن جو یمامہ میں کاہن ہے اس کو پکارتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ سب اللہ ہی کے نام ہیں اس کے ہر نام سے اس کو پکارو۔ یہ ممکن ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حمقاء کے جواب میں یہ آیت پڑھی ہو جس کو نازل ہونے سے تعبیر کر دیا گیا۔

خدا تعالیٰ کے باعتبار اس کی صفات کے بہت سے نام ہیں جیسا کہ ترمذی نے روایت کی ہے۔ اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق الباری المصور الغفار القہار الوہاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث الشہید الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدی المعید المحیی الممیت الحی القیوم الواجد الماجد الواحد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الآخر الظاہر الباطن الوالی المتعالی البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذوالجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی الضار النافع النور الہادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور الستار۔ یہ ننانوے نام ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی نام قرآن واحادیث سے ثابت ہیں جیسا کہ رب العالمین المبین۔

انسان کی فطری عادت ہے کہ جس کو اس نے نہ آنکھ سے دیکھا ہو نہ ہاتھ سے چھوا ہو نہ زبان سے چکھا ہو نہ ناک سے سونگھا ہو جب کبھی خیال کرتا ہو تو اس کو انہیں چیزوں پر قیاس کرتا ہے جو اس کے دیکھنے میں آئی ہیں لیکن یہ ادراکِ ناقص خدا تعالیٰ اور اس کی صفات تک بھی نہیں پہنچتا۔ اسی لیے عوام اپنی خیالی صفات اس میں ثابت کر کے ان صفات سے اس کو موسوم کرنے لگتے ہیں۔

اور درحقیقت وہ صفات اس کے لیے عیب اور اس کے تقدس کے منافی ہوتے ہیں اس لیے اسماء کے ساتھ حسنیٰ کی قید بھی آیت میں بڑھادی گئی کہ اچھے نام۔ اور ناموں کا اچھا ہونا اس کے اوصافِ حمیدہ کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کے فرمانے پر موقوف ہے۔ اس لیے اہلِ اسلام کے علماء متفق ہیں کہ خدا پاک کے نام توقیفی ہیں یعنی اسی قدر ناموں سے اس کو موسوم کرنا چاہیے جو شرع سے ثابت ہیں ان کے علاوہ اور ناموں سے پکارنا ممنوع ہے۔

ہاں اگر اس کے اسماء مبارک عرب کے سوا اور زبانوں میں وہی نام ہیں جو اس کے ان اسماء حسنیٰ کا ترجمہ ہیں تو شاید ان سے پکارنے کی یا ان کے اطلاق کرنے کی اس پر بوقتِ ضرورت اجازت ہو جیسا کہ فارسی کا لفظ خدا جو اللہ کا ترجمہ ہے علماء اسلام اس کا استعمال کرتے آئے ہیں۔ اس کے بعد اس کو اس کے ناموں سے کس طرح پر پکارا جائے اس کا بھی ذکر کرتا ہے۔

فقال ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا کہ نہ نماز پکار کر پڑھو نہ آہستہ بلکہ درمیان درمیان۔ مگر اس میں کلام ہے کہ صلوٰۃ سے کیا مراد ہے؟ جلالین وغیرہ تفسیروں میں یوں لکھا ہے بقراءتك فيها فيسمعك المشركون فيسبوك ويسبوا القرآن ومن انزله کہ مراد یہ ہے کہ نماز میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے (جس کا بیشتر حصہ دعا ہے جیسا کہ سورۂ فاتحہ) اس کو نہ پکار کر پڑھ کہ مشرکین سن کر گالیاں دینے لگیں نہ آہستہ بلکہ درمیان درمیان۔ اور اس تفسیر کی بخاری کی روایت بھی تائید کرتی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا یہ سبب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مخفی رہتے تھے مگر جب صحابہؓ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو قرآن کو بلند آواز سے پڑھتے تھے جس کو سن کر مشرکین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن اور اس کے نازل کرنے والے کو گالیاں دیا کرتے تھے[1]۔ اور بخاری کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابن جریر نے بھی ابن عباسؓ سے اس کو دعا کے باب میں نازل ہونا بتلایا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں دونوں روایتوں میں خلاف نہیں۔ کیوں کہ دعا سے وہی دعا مراد ہے جو نماز کے اندر ہے چنانچہ ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ کی روایت میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ الحاصل نماز میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے یا اور کچھ ادعیہ وغیرہ اس کو متوسط درجہ کی آواز سے پڑھنا چاہیے۔

بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ نہ سب نمازوں کو مخفی آواز سے پڑھو جیسا کہ صبح و مغرب و عشاء کی نماز کیوں کہ ان وقتوں میں مشرکین اپنے کاروبار میں مصروف یا سونے کھانے میں مشغول رہتے ہیں نہ سب کو ظاہر کر کے جیسا ظہر و عصر کی نماز پس بعض کو پکار کر بعض کو آہستہ سے پڑھو۔

اس کو آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور اذکر ربک فی نفسک سے منسوخ کہنا غلطی ہے۔ اس کے بعد حمد کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس آیت میں اپنا اوصاف رذیلہ سے پاک ہونا بھی بتلاتا ہے، بقولہ وقل الحمد للہ الذی الخ

---

[1] ترمذی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پوشیدہ رہتے تھے اور جب صحابہؓ کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرآن مجید کو پکار کر پڑھتے مشرکین سن کر قرآن کو اور اس کے نازل کرنے والے کو اور جو اس کو لے کر آیا سب کو گالیاں دیتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ نہ تو اے نبی قرآن کو بلند آواز سے پڑھ کہ مشرکین سن کر گالیاں بکیں نہ آہستہ تر کہ تیرے اصحاب کو بھی سنائی نہ دے اس کے درمیان درمیان پڑھ۔ اس روایت کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے ۱۲ منہ

کہ ستائش اللہ کو زیبا ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے جیسا کہ مشرکین و نصاریٰ کہتے ہیں، نہ اس کا کوئی خدائی میں شریک ہے، جیسا کہ لوگوں کا انبیاء و اولیاء و ملائکہ و صالحین وغیرہ کی نسبت خیال ہے۔ نہ اس کو کسی کی مدد و اعانت کی حاجت ہے جیسا کہ مشرکین اپنے معبودوں کو اس کا کارکن سمجھتے ہیں اور اس کی بڑائی بہت بڑھ کر بیان کر۔ وہ سب بُری باتوں سے پاک اور برتر ہے۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا سبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔ کس لطف کے ساتھ کلام تمام کیا ہے، سبحان اللہ۔

سُوْرَۃُ کَہْف

مکیہ ہے اس کی ایک سو دس آیات بارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ

سب خوبی اللہ ہی کے لیے ہے کہ جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر کتاب

الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿۱﴾

نازل کی اور اس میں کچھ بھی کجی نہیں رکھی

قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ

اس کو ٹھیک کر دیا تاکہ لوگوں کو (کفار کو) اس سخت عذاب سے جو اس کے پاس سے آوے ڈراوے

وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ

اور ایمان داروں کو جو اچھے کام کرتے ہیں (اس بات کا) مژدہ

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴿۲﴾

دے کہ ان کے لیے اچھا بدلا ہے

مّٰكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ﴿۳﴾ وَّیُنْذِرَ

جس میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اور تاکہ ان کو بھی خوف دلائے

الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿۴﴾ مَا

(کو جو یہ) کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے نہ تو

لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ

اس بات کی ان کو ہی کچھ خبر ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ

بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے

اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا

نکلتی ہے وہ سراسر جھوٹ

كَذِبًا ﴿۵﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی

کہتے ہیں پھر کیا آپ اس افسوس میں کہ وہ اس

اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا

بات پر ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو

الْحَدِیْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی

ہلاک ہی کر ڈالیں گے جو کچھ زمین پر ہے اس کو

الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ

ہم نے زمین کی زینت بنا دیا ہے تاکہ امتحان کریں کہ ان میں سے

اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا

کون اچھے کام کرتا ہے اور ہم کو جو کچھ اس پر ہے

عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا[1] ﴿۸﴾

سب کو چٹیل میدان کر دیں گے۔

ترکیب

قیّما صاحب الکشاف کہتے ہیں کہ یہ الکتاب سے حال نہیں ہو سکتا بلکہ یہ منصوب ہے مضمر سے والتقدیر لم یجعل لہ عوجا و جعلہ قیّما۔ صاحب حل العقد کہتے ہیں کہ یہ بدل ہے لم یجعل لہ عوجا سے کیوں کہ اس کے معنی ہیں جملہ مستقیما لینذر انزل کا متعلق ہے

[1] قال الفراء الجرز الارض التی لا نبات فیہا یقال جرزت الارض فہی مجروزۃ وجرزہا الجراد والشاۃ والابل اذا اکلت ما علیہا وامرأۃ جروز اذا کانت اکولا وسیف جراز اذا کان مستاصلا ۱۲ منہ

انذر متعدی ہوتا ہے دو مفعولوں کی طرف کقولہ انا انذرنا کم عذابا قریبا مگر یہاں صرف باسا ایک مفعول پر کفایت کی گئی ویبشر معطوف ہے ینذر پر ان لہم اے بان لہم جملہ یبشر کے متعلق یا اس کا بیان۔ ماکثین مکث بمعنی قیام سے مشتق ہے، جس کے معنی ٹھیرا رہنا یہ حال ہے ضمیر لہم سے ابدا منصوب ہے ظرف ہو کر من علم من زائد اور علم مرفوع علی الابتداء او الفاعلیۃ الاعتماد الظرف والجملۃ حالیۃ او مستانفۃ لبیان حالہم فی مقام کلمۃ منصوب ہے تمیز ہو کر ضمیر مبہم سے جو کبرت کی فاعل ہے کس ربنا مخصوص بالذم محذوف ہے اے ہی فلعلک الخ جملہ دال ہے جزا شرط ان لم یومنوا سے اسفا مفعول لہ ہے باخع کا۔ قال اللیث بخع الرجل نفسہ اذا قتلہا۔

تفسیر

اس سورۃ کو سورۃ کہف اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کا حیرت انگیز حال بیان ہے جو کہف یعنی غار میں تین سو نو برس تک سو کر جاگے تھے۔ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ازاں جملہ وہ ہے کہ جس کو بخاری و مسلم وغیرہما نے براء بن عازب ؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رات کو گھر میں اس سورت کو پڑھ رہا تھا اور گھوڑا بھی وہیں بندھا ہوا تھا، گھوڑا بدکنے لگا اس نے اوپر جو سر اٹھا کر دیکھا تو ایک نور دکھائی دیا بادل کی طرح سایہ کئے ہوئے تھا۔ صبح کو اس نے یہ ذکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو پڑھا کر یہ سکینہ (نور اطمینان) ہے جو اس کے پڑھنے سے نازل ہوئی تھی۔ (اور جمعہ کے روز اس کے پڑھنے کے فضائل بھی احادیث میں بکثرت ہیں۔) سورۃ اسراء کے اخیر میں یہ تھا قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل اس جگہ اس کی حمد میں تین صفات سلبیہ مذکور ہوئے تھے کہ ستائش خدا کو ہے کہ جو اولاد اور شریک اور حامی مددگار بنانے سے پاک ہے اور اس کے خاتمہ میں یہ صفات سلبیہ لانا کمال بلاغت تھا کس لیے کہ ابتداء سورۃ میں سبحان الذی تھا اور تسبیح صفات سلبیہ سے ہی ہوا کرتی ہے تاکہ ابتداء کلام کو خاتمہ سے مناسبت تامہ رہے مگر حمد ضرور کسی خوبی اور نعمت محمودہ پر ہوتی ہے تو اس جگہ سورۃ کو پھر حمد کے ساتھ شروع کیا اور جس پر اس کی حمد و ستائش ہونی چاہیے ان میں سے اس کی بڑی خوبی اور نعمت بندوں پر اس کا ایک ایسی کتاب نازل کر دینا ہے جس میں اس کے بھی بہت سی صفات کمال مذکور ہیں اور بندوں کے لیے نجات ابدی کا باعث ہو جس لیے ایک جگہ قرآن کو روح کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس سے بڑھ کر بندوں پر اور کیا نعمت ہوگی۔ پھر کتاب بھی کیسی کہ جس میں کوئی بھی کجی نہیں نہ باعتبار الفاظ کے نہ باعتبار معانی کے بلکہ سیدھی راست۔

فقال الحمد للہ کہ جملہ ستائش اور تمام خوبیاں اللہ کو ہیں الذی انزل علی عبدہ الکتاب کہ جس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب یعنی قرآن نازل کیا۔ اور کتاب کے دو وصف ذکر فرمائے۔ اول لم یجعل لہ عوجا اس میں کتاب کے کمال ذاتی کی طرف اشارہ ہے۔ دوم قیما جس میں غیر کے لیے مکمل ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں کہ جس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس میں کجی بھی اور ٹیڑھا پن نہیں۔ ہر ایک بات اس کی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور نہ صرف اس میں یہی وصف ہے بلکہ وہ کتاب قیم بھی ہے یعنی بنی آدم کی سعادت دارین کی کسوٹی اور راہ راست اور ان کے تمام مصالح اخروی و دنیوی کی متکفل۔ کیونکہ قیم اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کی مصالح کا متکفل ہو۔ قیم کے لیے دو باتیں ضرور ہیں اول یہ کہ جس کا یہ قیم ہو اس کو پیش آنے والی ہلاکتوں سے مطلع کرے اور خوف دلاوے۔ دوم اس کے

فوائد اور ثمرات اعمالِ حسنہ اور تدابیر برجستہ کا مژدہ بھی دے تاکہ بری باتوں سے نفرت اور ان تدابیرِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کی طرف کامل رغبت ہو اس لیے پہلی بات پوری کرنے کے لیے یہ فرمایا لینذر باساً شدیداً من لدنہ کہ قرآن لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے برے اعمال پر جو بلائیں اور عذاب پیش آتے ہیں خواہ دنیا میں جیسا کہ عاد و ثمود وغیرہ قوموں پر دنیاوی بلائیں آئیں خواہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں پیش آنے والی ہوں سب سے بندوں کو متنبہ کرتا ہے اور خواب گاہِ دنیا کی گراں نیند سے سونے والوں کو جگاتا ہے۔

دوسری بات پوری کرنے کے لیے ویبشر المؤمنین فرمایا کہ ایمان والوں کو مژدہ دیتا ہے پھر مومنین کا وصف ذکر کرتا ہے وہ کون ؟ کہ الذین یعملون الصالحات جو نیک کام کرتے ہوں' نہ صرف ایمان لانے پر بس کر بیٹھے ہوں کیوں کہ ایمان بغیر اعمالِ صالحہ کے سعادتِ اُخرویہ تک نہیں پہنچاتا۔ اب ایک تو ان کا ایمان تھا دوم اعمالِ صالحہ ان دونوں باتوں کے لیے دو انعام کا وعدہ فرمایا جاتا ہے۔ اوّل ان لہم اجراً حسناً کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ملے گا یعنی حیاتِ ابدی بہشت۔ دوم ماکثین فیہ ابداً کہ وہ اس اجرِ حسن یعنی بہشت میں ہمیشہ رہا بھی کریں گے یہ نہیں کہ وہ چند روزہ ہو۔ پھر خوف دلانا، ایک تو عام لوگوں کو عام باتوں پر ہوتا ہے جیسا کہ لینذر باساً شدیداً میں ذکر ہوا۔ ایک خاص امر پر خوف دلانا ہوتا ہے جیسا کہ جب گناہ میں کوئی شخص مبتلا ہو اسی کا نتیجہ بیان کیا جاوے۔ عرب کے مشرکین فرشتوں اور ارواح غیر مرئیہ کو خدا کی اولاد سمجھ کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے نذر و نیاز کرتے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے بلکہ اب تک کہتے ہیں اور بعض یہود عزیر علیہ السلام کی نسبت بھی یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ اس لیے ان تینوں فرقوں کی طرف عنانِ کلام کو پھیرا اور سب کی پر سرزنش کی۔ فقال وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولداً مالہم بہ من علم الخ اس میں یہ بھی بتلا دیا کہ اس اعتقادِ باطل پر ان کے پاس تو کیا ان کے باپ دادا کے پاس بھی کوئی یقین دلانے والی سند نہیں محض توہم فاسد ہے یہ ایک تمہید تھی۔ دوم کبرت کلمۃً کہ یہ بری اور سخت بات منہ سے نکال رہے ہیں۔ سوم ان یقولون الخ وہ جھوٹ بکتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کی اصلاح کے لیے آئے تھے تمام مخلوق کے لیے مجسم رحمت تھے باوجود اس خوف دلانے کے پھر بھی لوگوں کو اس اعتقادِ باطل پر اڑے رہتے دیکھ کر ان کے نتیجۂ بد کے لحاظ سے مشفقانہ طور پر بہت ہی رنج و غم کھاتے تھے جیسا کوئی شفیق باپ اپنی اولاد کی خراب کن حرکات پر بُرے نتائج کا خیال کر کے کڑھا کرتا ہے اور رنج کیا کرتا ہے یہی حال آپ کا تھا۔ اس پر وہ بے نیاز خدا جو رحیم اور رحمٰن ہونے کے ساتھ جبار و قہار و منتقم بھی ہے اپنے رسولِ پاک کی تسلی کرتا ہے کہ فلعلک باخع الخ کہ کیا آپ ان ناہنجاروں پر کڑھ کڑھ کر مر جائیں گے، اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر ڈالیں گے۔ یعنی ایسا نہ کرو تمہارا جو کام تھا تم کر چکے۔

اب ایک بات اور تھی جو ایمان داروں نیکو کاروں کو بسا اوقات خلجان میں ڈالتی ہے بلکہ بعض سست اعتقاد حق پرستی سے پہلو تہی کرنے لگتے ہیں وہ یہ کہ جو قومیں نہ قیامت پر ایمان رکھتی ہیں نہ خدا پر اور اسی طرح وہ بھی جو خدا کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں اور ان کے بھروسے ہر طرح طرح کی بدکاری کرتے ہیں کہ یہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں یا خواہ مخواہ ہم کو اپنے باپ سے کہہ کے بخشوا دیں گے باوجود اس کے دنیا میں وہ خوب سرسبز ہیں ان کے پاس دولت حشمت ہر طرح کی کامرانی موجود ہوتی ہے بڑے مزے اڑاتے پھرتے ہیں لاکھوں روپیوں کے مالک عمدہ باغ اور کوٹھیوں اور گاؤں اور سلطنتوں کے حاکم پھر شراب کباب رنڈی ناچ گانا بجانا اس پر موٹے تازے عزت دار بنے گاڑیوں پر سوار پھرتے ہیں اور ہم خدا پرستی کی بدولت اس حالت میں مبتلا ہیں۔ اس لیے جس طرح اپنے رسولِ پاک کی تسلی کی تھی اسی طرح ایمان داروں کی بھی

تسلی فرماتا ہے فقال انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا کہ جو کچھ یہ
سامان ہم نے پیدا کیا ہے یہ دنیا کی زینت کے لیے بنایا ہے جو
چند روزہ ہے اور دنیا بغیر اس کے مزین نہیں ہوتی۔ دنیا
اسی کا نام ہے یہ آخرت اور نئی زندگانی کی زینت نہیں جو
ہمیشہ کے لیے ہے اور یہ سب کچھ اسی لیے بنایا ہے کہ
لیبلوہم ایہم احسن عملا اچھے بروں کا اس میں امتحان ہو جائے
اور ملوں تو ایک روز یعنی اس دن کہ نئی زندگانی کا جس سے
آغاز ہوگا آغاز ہی میں ہم اس سب سامان کو صعیدا جرزا
کر دیں گے سب نیست و نابود ہو جائے گا نہ وہ عمارات
عالیہ رہیں گی نہ وہ باغ جن کو کہ خلد منزل کہتے تھے نہ وہ
گھوڑے نہ وہ آرائش کا باقی سامان پھر نئی زندگی میں تو ان
میں سے کوئی چیز بھی کارآمد نہ ہوگی۔

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ
کیا آپ غار اور کتبہ والوں کو ہماری قدرت کی
وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾
نشانیوں میں سے تعجب کی چیز سمجھتے ہیں
إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا
جب کہ چند جوان اس غار میں آ بیٹھے پھر دعا مانگنے لگے
رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ
اے ہمارے رب ہم پر اپنی جناب سے رحمت نازل کر اور ہمارے
لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبْنَا
کام کا سر انجام کر دے تب ہم نے
عَلٰى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ
سال ہا سال تک۔ غار میں ان کے کان تھپک دیے
عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ
(سلا دیا) پھر ہم نے ان کو جگایا تاکہ ہم دیکھیں کہ
الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْا أَمَدًا ﴿۱۲﴾ ع
دونوں فرقوں میں سے ان کی مدت قیام کو کس نے خوب یاد رکھا

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ ط
ہم آپ کو ان کی صحیح صحیح خبر سناتے ہیں
إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ
وہ چند جوان تھے کہ جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور
زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى
ان کو ہم اور زیادہ ہدایت دیتے گئے اور ان کے دلوں پر استقلال
قُلُوْبِهِمْ إِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا
کی مہر لگا دی جب کہ وہ (دربار بادشاہ و بت پرستی سے) یہ کہتے ہوئے
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَنْ
اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہمارا رب تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے ہم
نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖ إِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا
اس کے سوا اور کسی معبود کو ہرگز نہ پکاریں گے اگر ایسا کیا تو
إِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَاءِ قَوْمُنَا
بڑا ہی جھک مارا (دیکھا) یہ ہماری قوم ہے کہ
اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً ط لَوْلَا
جنہوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں ان کے
يَأْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ ط
معبود ہونے پر کوئی کھلی ہوئی دلیل کیوں پیش نہیں کرتے
فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
پھر اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہے۔ جو اللہ پر
كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ
جھوٹ بنا دے۔ (اور آکر آپس میں کہنے لگے کہ) جب تم نے ان بت پرستوں کو
وَمَا يَعْبُدُوْنَ إِلَّا اللّٰهَ فَأْوٗا إِلَى
اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب کو چھوڑ دیا تو چلو غار میں
الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَّحْمَتِهٖ
جا بیٹھو تمہارا خدا تم پر اپنی رحمت برسا دے گا
وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ أَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾
اور تمہارے کام کو بھی آسان کر دے گا۔

ترکیب

ام منقطعۃ مقدر ہے بل کے ساتھ جو ایک بات سے دوسری بات کی طرف انتقال کے لیے آتا ہے۔ جمہور کے نزدیک ہمزۂ استفہام اوروں کے نزدیک صرف بل مقدر ہے لے بل احسبت۔ عجبا خبر ہے کانوا کی ومن آیاتنا حال ہے اس سے۔ اذ متعلق ہے اذکر محذوف سے فضربنا کا مفعول حجابا محذوف۔ عددا منصوب ہے سنین کی نعت ہو کر المعنی سنین ذات عدد یہ قول الفرا اور ممکن ہے کہ مفعول مطلق ہو والمعنی تعد عددا۔ ای مرفوع ہے مبتدا ہونے کے سبب اور احصی اس کی خبر ہے اور یہ سب جملہ متعلق ہے نعلم سے۔

تفسیر

زینتِ دنیا جس میں منہمک ہو کر انسان عقبیٰ کو کھو بیٹھتا ہے اور خدا پرستوں کو اپنا ہم خیال نہ سمجھ کر برا جانتا بلکہ ان کو ستاتا بھی ہے اس کی نظیر اصحابِ کہف کا واقعہ ہے۔ اس مناسبت سے اصحابِ کہف کے واقعۂ حیرت خیز کا ذکر شروع ہوا جس کو قریش نے پوچھا تھا۔ جواب کس عمدہ موقعہ پر اور کس عمدہ پیرایہ میں دیا جاتا ہے کہ اس آرائش و سامانِ چند روزہ کی محبت جس میں اغنیا کے شکر اور غربا کے صبر کا امتحان ہوتا ہے اصحابِ کہف کا واقعہ ہے

محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نضر بن حارث قریش میں بڑا شیطان تھا اکثر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں دیا کرتا تھا اور وہ حیرہ وغیرہ اطرافِ عرب میں بھی جایا کرتا تھا وہاں سے رستم و اسفندیار و دیگر ایشیائی بادشاہوں کے قصے سن کر آتا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ

(الحاصل وہ غار میں اپنے موقع پر آگئے) کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے تو ان کے غار کے

عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا

دائیں طرف کے (اے مخاطب) تجھ کو ہٹا ہوا دکھائی دے گا اور جب

غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ

ڈوبتا ہے تو ان کے بائیں طرف سے کترا تا ہوا گزر جاتا ہے اور

هُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ

وہ ہیں کہ اس کے ایک گوشہ میں پڑے سوتے ہیں یہ اللہ کے عجائباتِ قدرت میں

اللّٰهِ ۗ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ

سے ہے جس کو اللہ نے ہدایت دی وہی ہدایت یافتہ ہے

ع وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾

اور جس کو اس نے گمراہ کر دیا تو پھر اس کے لیے آپ کو کوئی بھی کارساز راہ بتلانے والا نہیں ملے گا

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّ

اور (اے مخاطب) تو جانے گا کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ پڑے سوتے ہیں اور

نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ

ہم ہی ان کو دائیں بائیں کروٹ بدلواتے رہتے ہیں

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ

اور ان کا کتا ہے کہ دروازہ پہ بازو پھیلائے ہوئے پڑا ہے

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ

(اے مخاطب) اگر تو انہیں دیکھ پائے تو تجھے الٹے پاؤں

فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَ

بھاگتے ہی بن پڑے اور تجھ میں ان کی دہشت بھر جائے اور

كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَاۗءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ

یونہی ہم نے (اپنی قدرت کو ایک بار) ان کو جگا بھی دیا تھا تاکہ باہم پوچھ گچھ کریں

قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ

(چنانچہ) ان میں کو ایک نے پوچھا کہ (بھلا) تم کس قدر (یہاں) ٹھہرے رہے

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ

انہوں نے کہا کہ ہم ایک دن یا کچھ کم ہی رہے ہیں۔

قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ
اس کے بعد سب یہی کہنے لگے کہ تمہارا خدا ہی خوب جانتا ہے کہ جس قدر یہاں ٹھیرے رہے ہو
فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ
اب اپنے میں سے کسی ایک کو یہ روپیہ دے کر شہر کو
اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى
تو بھیجو اور اس کو چاہیے کہ وہ اچھا
طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ
کھانا دیکھ کر اس میں سے تمہارے پاس کچھ لا دے
وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾
اور چاہیے کہ چپکے سے آئے جائے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے

ترکیب

وتری الشمس جملہ ان کے حال بیان کرنے کے لیے تزاور اصل میں تتزاور تھا۔ ایک تے حذف ہوگئی من الزور بمعنی المیل۔ ذات الیمین اے جہۃ الیمین ذات صفت ہے موصوف کے قائم مقام واقع ہوئی کیونکہ یہ ذو کا مونث ہے تقدیرہ تزاور عن کہفھم جہۃ ذات الیمین۔ فجوۃ مکان کا صحن یا گوشہ اس کی جمع فجوات آتی ہے۔ ایقاظ جمع یقظ و یقظان۔ رقود مصدر بمعنی المفعول ہے اور جس نے جمع راقد کہا غلطی کی کیونکہ فاعل کی جمع فعول نہیں آتی۔

تفسیر

مقابلہ میں لوگوں کو سنا کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتا تھا۔ ایک بار وہ اور عقبہ بن ابی معیط دونوں علماء اہل کتاب کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا تم حضرت سے یہ چند باتیں پوچھو جو بمنزلہ اسرار کے ہیں۔ باوجود امی ہونے کے اگر انہوں نے ان واقعات کو تم سے بیان کر دیا تو جانیو کہ وہ نبی ہے ورنہ جھوٹا مدعی۔ اول یہ کہ وہ چند آدمی جو غار میں چھپے تھے کون تھے۔ دوم وہ بادشاہ کون تھا جو شرق و غرب کا مالک ہوگیا تھا۔ سوم روح کیا ہے۔ چنانچہ وہ آئے اور آکر قریش کے مشورہ سے حضرت سے سوال کیا۔ روح کے سوال کا جواب تو ہو چکا۔ اب اصحاب کہف کا حال بیان ہوتا ہے۔

کہف غار کو کہتے ہیں اور رقیم بمعنی المرقوم اے المکتوب۔ پتھر یا سیسے کی وہ لوح کہ جس پر کچھ کتبہ ہو۔ لوگوں نے اصحاب کہف کا مختصر سا حال ایک لوح پر کندہ کر کے اس غار کے دروازے پر لگا دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں رقیم اس پہاڑ کا نام ہے جس میں وہ غار ہے۔

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ
کیونکہ اگر وہ تم پر قابو پا جاویں گے تو تمہیں سنگسار کر ڈالیں گے
اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ
یا تمہیں اپنے مذہب میں الٹا پھیر لاویں گے اور تب تو
تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ
تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے اور ہم نے ان کو ان
اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ
لوگوں پر یوں ظاہر کر دیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا
اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ
وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک
فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ
نہیں (ان کے ظاہر کرنے کے بعد) جب کہ لوگ ان کے امر میں آپس میں جھگڑنے لگے

ف یہ کتبہ اس غار پر کب لگایا گیا قرینہ یہی جانتا ہو کہ جب بیدار ہو کر وہ شہر میں آئے اور چرچا ہوا پھر اس غار میں جا کر غائب ہو گئے۔ تب لوگوں نے اس غار کے منہ پر یہ کتبہ لگایا ہوگا تاکہ آئندہ نسلوں کو ان کا حال معلوم رہے ۱۲ منہ

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ

بعض نے کہا کہ ان کے غار پر ایک عمارت بناؤ اور ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ ان کا رب

أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا

ہی انہیں خوب جانتا ہے۔ جن کی بات اونچی تھی انہوں نے کہا

عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم

کہ ہم ان پر ضرور ایک مسجد

مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ

بنائیں گے (اے نبی جب ان کو اصحاب کہف کا حال معلوم ہوگا تو آپس میں اختلاف کرنے لگے) اور ابھی

كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ

کہنے لگیں گے کہ وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض اٹکل پچو یہ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا

كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۖ وَيَقُولُونَ

ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے

سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُل

کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا (سو اے نبی ان سے) کہہ دو

رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ

کہ ان کی تعداد تو میرے رب کو ہی خوب معلوم ہے ان کا اصلی حال تو بہت

إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً

ہی کم لوگ جانتے ہیں پس اے نبی ان کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو نہ کرو مگر

ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾

سرسری اور ان کا حال بھی ان میں سے کسی سے دریافت نہ کرو

ترکیب

ان یظھروا شرط یرجموا و یعیدو جواب شرط و لن تفلحوا اذا ابدا اے ان رجعتم الی دینھم لن تسعدوا فی الدنیا ولا فی الآخرۃ اعثرنا اے اطلعنا غیرہم علی احوالھم یقال عثرت علی کذا اے علمتہ لیعلموا کا فاعل ضمیر راجع الناس کی طرف۔ اذ ظرف ہے اعثرنا کا۔

تفسیر

اس لیے ان لوگوں کو اصحاب الکہف والرقیم کہتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر کیا آپ ان کو ہماری آیات قدرت میں سے عجیب تر خیال کرتے ہیں؟ یہ کچھ زیادہ عجیب نہیں۔ اس سے بڑھ کر ہماری نشانیاں ہر روز تمہارے سامنے موجود ہیں وہ کیا؟ آسمان و زمین کا پیدا کرنا ان میں چاند و سورج کا حرکت کرنا ہواؤں کا بدلنا انسان و حیوانات و نباتات و جمادات کی پیدائش وغیرہ وغیرہ۔ یہ قصہ کی تمہید تھی۔ اذ اوی الفتیۃ سے ان کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ فتیۃ فتی کی جمع ہے جس کے معنی جوان کے ہیں اور جمع کی صورت میں چند جوان جیسا کہ صبی کی جمع صبیۃ آتی ہے۔ یعنی وہ چند جوان اس غار میں آ بیٹھے تو وہاں خدا سے یہ دعا کرنے لگے کہ ہم پر رحمت کر اس سختی اور تنگی کے وقت ہماری کارسازی کر۔ فضربنا علی آذانھم خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے کانوں پر پردے ڈال دیے۔ یہ عرب میں سُلانے کے لیے محاورہ ہے کیوں کہ خواب میں کانوں پر پردہ پڑا[1] ہوتا ہے جس سے وہ کسی کی بات نہیں سنتا۔ ثم بعثناھم پھر ان کو ہم نے اٹھایا یعنی بیدار کیا۔ لنعلم ای الحزبین تاکہ ان دونوں جماعتوں میں سے کہ جوان کی مدت خواب میں اختلاف کرتے تھے ہم کو معلوم ہو کہ کس کو ٹھیک مدت معلوم ہے۔ یا تو بیدار ہونے کے بعد خود انہیں میں اختلاف تھا کہ کوئی ان میں ایک روز اور کوئی آفتاب کو خیال کر کے ایک روز سے کم کہتا تھا۔ یا اس عہد میں لوگوں میں اختلاف تھا کوئی دو سو[200] برس کہتا تھا کوئی تین سو[300]۔ چنانچہ آج تک عیسائی اور اہل اسلام کے مورخوں میں اختلاف ہے جیسا کہ آپ کو آگے چل کر معلوم ہوگا اگرچہ خدا تعالیٰ کو

۳ ع ۵ ۱۵

[1] اور نیز جب بچہ کو سلاتے ہیں تو اس کے کان تھپکتے ہیں اس لیے یہ محاورہ ہوگیا ۱۲ منہ

ازل میں ہر چیز کا علم تھا اور ہے مگر امتحان کرنا اور اپنا علم حاصل ہونا بندوں کے لحاظ سے فرماتا ہے یا علمِ اجمالی کے بعد علمِ تفصیلی مراد ہے جو بعد وقوعِ حوادث ہوتا ہے اس کو علمِ تفصیلی کہتے ہیں۔

نحن نقص الخ سے اجمالاً بیان کرکے پھر اس قصہ کی تفصیل فرماتا ہے جیسا کہ فصحاء و بلغاء کا قاعدہ ہے۔ انہم فتیۃ آمنوا بربہم کہ وہ چند لوگ تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے بت پرستی سے جو اس عہد میں عام و با کی طرح پھیلی ہوئی تھی بیزار ہو گئے تھے۔ وزدناہم ہدی وہ ایمان پر نہایت ثابت قدم اور ایمان داروں میں مخصوص تھے۔ وربطنا علٰے قلوبہم ان کے دلوں کو صبر و استقلال بھی ہم نے دیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس بادشاہ نے ان کو اپنے بتوں کے لیے سجدہ کرنے اور ان کی قربانی کرنے پر مجبور کیا تو انہوں نے علیٰ رؤس الاشہاد صاف کہدیا کہ ربنا رب السمٰوٰت والارض الخ کہ یہ بت ہمارے خدا نہیں ہمارا خدا تو وہ ہے کہ جو آسمان و زمین کا خدا ہے اگر ہم اس کے خلاف کہیں تو ہم نہایت غلط بات منہ سے نکالیں گے اور ہم کو کبھی فلاح نہ ہوگی اور تم جو ان بتوں کو خدا کہتے ہو ان کی خدائی پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے یہ تو تمہارے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بت ہیں اگر تم ان کو یا وہ جن کی یہ صورتیں ہیں خدائی کا حصہ دار یا اس کے رشتہ دار بناتے ہو (یا ہنود کی طرح اس کی تصویر قرار دے کر جہتِ عبادت کہتے ہو) تو یہ سب باتیں خدا تعالیٰ پر افتراء و بہتان ہیں کیوں کہ نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے نہ شریکِ خدائی، نہ اس بے چون و بے چگون کی کوئی صورت ہے۔

جب اس تقریر پر بادشاہ جابران پر خفا ہوا اور حکم دیا کہ یا تو سجدہ کرو ورنہ قتل کیے جاؤ گے روغن میں لپیٹ کر جلائے جاؤ گے جیسا کہ اس عہد میں ایمان داروں کی نسبت روم کے قیصر کرتے تھے تب انہوں نے کچھ مہلت طلب کی بادشاہ نے مہلت دی تو اپنے مقام پر آکر آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اذا اعتزلتموہم وما یعبدون الا اللہ فاؤا الی الکہف الخ کہ جب تم نے اس قوم اور ان کے معبودوں کو جو اللہ کے سوا ہیں ترک ہی کر دیا اور ان سے کنارہ کشی کر لی تو چلو اس غار میں جا چھپو خدا تعالیٰ وہاں تم کو مصیبت میں نہ ڈالے گا بلکہ تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور کارسازی کرے گا۔ ان کو اپنے ایمان کامل کی وجہ سے اس بات پر یقین ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا، اس کی مددِ غیبی ایمان داروں پر ہمیشہ اسی طرح ہوا کرتی ہے। اب آئندہ قصہ کو حذف کر دیا کہ وہ غار میں آ چھپے اور وہاں ان کو ایسی نیند آئی جو کئی سو برس تک سوتے رہے۔ ادھر بادشاہ اور اس کے ارکانِ دولت تلاش کرنے لگے اور جب یہ معلوم ہوا کہ اس کئی میل کے تنگ و تاریک غار میں گھس گئے ہیں جس میں جا کر تلاش کرنا مشکل ہے اور غرض ان کا قتل کرنا تھا سو غار کے منہ پر ایک مستحکم دیوار چُن دی کہ بن آئے آپ مر رہیں گے اور دفتر میں یہ حال درج کرا دیا گیا۔ یہ بات اگلے بیان سے سمجھی جاتی ہے اور فصحاء بلغاء ہمیشہ اس طرح حذف کر دینا جزوِ بلاغت سمجھتے ہیں۔ اب ان کے غار میں رہنے کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

وتری الشمس الیٰ قولہ لملئت منہم رعبا۔ کہ غار میں وہ اس موقع پر سوئے کہ طلوع کے وقت آفتاب یعنی دھوپ ان کے دائیں طرف سے ہو کر گذر جاتی تھی اور غروب کے وقت یعنی پچھلے پہر بائیں طرف رہتی تھی ان پر دھوپ نہیں آتی تھی اور وہ کھوہ میں کروٹیں بدلتے رہتے تھے اس قسم کے مکان کی تصویر (کہ جہاں اول دن دھوپ دائیں طرف رہے اور اخیر دن بائیں طرف) علمائے کرام نے کئی طور پر کی ہے۔

اول یہ کہ غار کا منہ شمال کی جانب تھا طلوع کے وقت دھوپ ان کے دائیں سے اور غروب کے وقت

بائیں سے ہو کر گزر جاتی تھی جیسا کہ شمال رویہ مکانوں میں ہوتا ہے۔ بیضاوی نے کہف کے دروازہ کو بنات النعش ستاروں کے نیچے قرار دیا ہے اور قاعدۂ ہیئت پر تقریر کی ہے جس کو سامعین کے قصورِ فہم کی وجہ سے ترک کرنا پڑا۔ بعض کہتے ہیں کہ خواہ کسی رُخ غار کا منہ ہو اور کسی برج کے مقابلہ میں ہو مگر خدائے تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے ان کو آفتاب کی شعاع کو بچاتا تھا اس لیے اس کے بعد ذٰلک من آیات اللہ فرمایا کہ یہ خدا کے عجائباتِ قدرت میں سے ہے۔ پھر نکتہ چینوں اور کوتاہ بینوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ من یہدی اللہ فہو المہتد ومن یضلل فلن تجد لہٗ ولیا مرشدا۔ یہ زجاج کا قول ہے۔

دیگر مفسرین کہتے ہیں ان کے اس قدر باقی بچنے کو ذٰلک من آیات اللہ سے تعبیر کیا ہے اور ان کی ہدایت وایمان کے لیے من یہدی اللہ الخ آیا ہے، واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے تحسبہم ایقاظا کہ اے دیکھنے والے تو ان کو دیکھے تو بیدار جانے ان کے کروٹیں بدلنے اور آنکھیں کھلی رہنے سے حالانکہ وہ خواب میں تھے اور اپنی قدرت سے ہم نقلبہم ذات الیمین وذات الشمال ان کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتے رہتے تھے تاکہ ایک طور پر پڑے رہنے سے زمین ان کو نہ کھا جاوے اور اسی حالت سے ان کا کتا بازو پھیلائے غار کی دہلیز پر پڑا ہوا تھا اور ان کے اس تنگ و تاریک مکان میں بالوں اور ناخنوں کے بڑھ جانے سے ایسی مہیب شکل ہو رہی تھی کہ جو کوئی دیکھے تو ڈر کر بھاگ جائے انسان کی فطرت ہے کہ مہیب شکلوں اور تنگ و تاریک مکانوں سے وحشت اور دہشت ہوتی ہے کیوں کہ اس کی روح منوّر گھبراتی ہے۔ ان الفاظ میں گو خطاب کے صیغے ہیں مگر مراد انسان ہیں عموماً جیسا کہ فصحا ایک طرف خطاب کرتے ہیں اور مراد عام لیا کرتے ہیں پس یہ اعتراض کرنا کہ آں حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ڈرپوک تھے جس طرح بچے اور عورتیں ایسے مکانات اور اشکال سے ڈر کر بھاگتے ہیں آپ بھی ایسے ہیں محض حماقت ہے۔

اس مقام پر بیضاوی وغیرہ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب امیر معاویہؓ نے روم پر چڑھائی کی اور اس شہر اور غار کے پاس پہنچے تو عبداللہ بن عباسؓ نے منع کیا کہ آپ اندر آدمی بھیج کر ان کی شکل وصورت دیکھنے کے درپے نہ ہوں کیوں کہ خدا تعالیٰ نے خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا ہے جو آپ سے بھی بہتر ہیں لولیت منہم فرارا۔ مگر امیر معاویہؓ نے نہ مانا اور کچھ لوگ بھیجے جو لُو کو جل کر مر گئے۔

اصحابِ کہف بیدار ہوتے ہیں

جب ان لوگوں کے خواب پر جو موت سے مشابہ ہے تین سو نو برس گزر گئے اور اس عہد کے لوگ مر کھپ گئے اس کے بعد اور بھی قرن مر کھپ گئے اور اب ایک ایسا زمانہ آیا کہ جس کا بادشاہ بت پرستی چھوڑ کر عیسائی اور حواریین کے مذہب پر تھا مگر اس عہد میں مرکر زندہ ہونے پر باہم بحث تھی۔ ایک فریق منکر تھا ایک فریق قائل۔ خود بادشاہ کو تردد تھا۔ خدا تعالیٰ سے التجا کرتا تھا کہ اس امر میں اس کو کوئی شافی دلیل دکھائے۔ خدا کی قدرت کو دیکھو کہ اس غار کی دیوار کو مکان بنانے کے لیے کسی نے ڈھانا شروع کیا یہاں تک کہ بالکل ڈھا کر غار کا منہ کھول دیا۔ ادھر دیوار کا گرنا و دروازہ کھلنا تھا کہ اُدھر خدا نے ان کو بیدار کیا۔ وکذٰلک بعثنٰہم، کہ جس طرح اپنی قدرتِ کاملہ سے ہم نے ان کو اس قدر عرصہ تک محفوظ رکھا اسی طرح اپنی قدرت سے اٹھا بھی دیا گویا کہ از سرِ نو زندگی عطا کی۔ اب جو انگڑائیاں لیتے آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے تو باہم پوچھنے لگے کم لبثتم، کہ کس قدر سوئے؟ جواب دیا کہ لبثنا یوما او بعض یوم، ایک روز یا کچھ کم۔ کیونکہ سونے والے کو تخمینی مدت معلوم ہوا کرتی ہے۔ غار میں صبح کے وقت داخل ہوئے تھے جب بیدار ہوئے تو پچھلا پہر تھا

اس لیے سمجھا کہ ایک دن یا کچھ کم مگر جب اپنے سر کے بال اور ناخن بڑھے دیکھے تو سمجھے کہ ہفتوں تک سوئے ہیں۔ اس لیے کہہ دیا ربکم اعلم بما لبثتم کہ خدا ہی کو خوب معلوم ہے کہ کس قدر سوتے رہے مگر ابھی یہ معلوم نہیں ہے کہ تین سو نو برس گزر گئے ہیں بھوک پیاس معلوم ہوئی تو کہا اپنے میں سے کسی کو شہر کی طرف روپیہ دے کر بھیجو (غار سے تقریباً تین میل یہ شہر طرسوس کہ جس کو افسوس کہتے ہیں واقع تھا کہ جہاں سے یہ بھاگ کر آئے اور یہاں چھپے تھے) اچاہیے کہ وہ پاک یا عمدہ کھانا لاوے اور اس طرح چھپ کر جاوے کہ کسی کو معلوم نہ ہو ورنہ خرابی آجاوے گی کیونکہ ان یظہروا علیکم الخ اگر وہ قابو پا جاویں گے تو یا مار ڈالیں گے یا اپنے مذہب میں پھیر لاویں گے جس میں سراسر خرابی ہے۔ یہ سمجھے ہیں کہ دقیانوس موجود ہے وہی زمانہ ہے وہی لوگ ہیں۔ پس ایک شخص ان میں سے چلا اور لوگوں سے بچتے ہوئے شہر کے دروازہ پہ آیا تو اس کی ہیئت بدلی ہوئی پائی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے دروازہ پر گیا تو اس کا نقشہ بھی بدلا ہوا پایا۔ شہر میں آیا تو بازار کی صورت نئی دوکاندار نئے۔ لوگ نئے مذہب بھی نیا۔ یعنی انہیں کے خیالات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل۔ حیران تھا کہ الٰہی اس غار کے پاس تو کوئی شہر نہ تھا مگر یہ بھی وہ شہر نہیں نہ اس کے وہ آدمی ہیں۔ آخر ایک دُکاندار کو روپیہ دیا کہ جیسی ہیں اس کی فلاں فلاں چیزیں دے دو۔ وہ روپیہ ہاتھ میں لیتے ہی حیران رہ گیا کہ یہ کس عہد کا سکہ ہے۔ پاس والے کو دکھایا اس نے اور کو۔ پھر کیا تھا بازار میں بھیڑ لگ گئی۔ پوچھنے لگے کہ سچ بتاؤ تم کون ہو اور یہ روپیہ تم کو کہاں سے ملا؟ ضرور پُرانا دفینہ پایا ہے سچ بتلاؤ نہیں تو پولیس کے حوالے ہوتے ہو۔ یہ کہہ رہے تھے کہ پولیس آن پہنچی آخر بادشاہِ زماں کے روبرو پیش ہوئے۔ اس نے پوچھا کہ سچ بتاؤ تم کون ہو کہاں کے ہو یہ روپیہ کہاں سے لائے ہو؟ آخر الامر اس نے سب سرگذشت بیان کی کہ ہم دقیانوس کے ڈر کے مارے اس غار میں جا چھپے تھے ہمارے یہ نام ہیں ف۔ آج سوتے ہوئے آنکھ کھلی ہے میں کھانا خریدنے آیا تھا لوگوں نے میری ہیئت اور سکہ دیکھ کر مجھے پکڑ کر آپ تک پہنچایا۔ اس بادشاہ نے تسلی دی کہ دقیانوس کے زمانے کو کئی سو برس گزر گئے اب میں بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا ہوں۔ ارکانِ دولت اور بادشاہ نے ان کے نام دفتر کے مطابق پا کر اور دیگر قرائن سے بھی معلوم کر لیا کہ وہی لوگ ہیں سب کو مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر یقین آیا۔ پھر بادشاہ مع ارکانِ دولت اسکو لے کر غار میں گئے وہاں جا کر اس نے کہا پہلے مجھے جانے دو تاکہ وہ بھیڑ دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ وہ غار میں گیا پھر باہر نہ آیا۔ بادشاہ نے بہت کوشش کی کہ اندر جا کر تلاش کرے مگر قضا و قدر نے رستہ بُھلا دیا اور کوئی اندر تک نہ جا سکا۔ بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ مع چند مصاحبوں کے اندر ان کے پاس گیا اور ان سے مل کر آیا اور پھر ان کے کہنے سے غار کا منہ بند کرا دیا (عرائس)۔

اس قصہ کی طرف مجملاً ان جملوں میں اشارہ فرماتا ہے کذلک اعثرنا علیہم یعنی جس طرح اپنی قدرتِ کاملہ سے انہیں اٹھایا اسی طرح ان کو ان لوگوں پر ہم نے ظاہر کر دیا لیعلموا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیہا "تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ حق اور قیامت کا آنا سچ ہے کیونکہ ان کا اس قدر عرصہ تک سو کر جاگنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی مر کر جی اٹھے سو اس بات کا انہوں نے مشاہدہ کر لیا۔ اور جو تین سو نو برس بعد ان کی روح ان کے جسم کے ساتھ متعلق کر سکتا ہے وہ تمام عالم کو ایک مدت کے بعد اسی طرح لوٹا

ف اصحاب کہف کے اسماء مختلف کتابوں میں مختلف لکھے ہیں مگر صحیح وہی ہیں جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہیں ۱۲ منہ

کر سکتا ہے۔

اذ یتنازعون بینہم امرہم یعنی ان کو اس وقت اٹھایا جب کہ وہ باہم اپنے دین کے امر میں جھگڑتے تھے بعض کہتے تھے حشر ابدان کے ساتھ ہوگا، بعض صرف روح کا مبعوث ہونا مانتے تھے تاکہ ان کا خلاف دور ہو جائے۔ یا یہ مراد کہ جب وہ غار میں پھر جاگ کر غائب ہوتے اور وہاں جا کر مر گئے تو بعض کہتے تھے پہلے کی طرح پھر سو گئے۔ یا مراد کہ بعض اس غار پر ایک ایسی عمارت بنانا چاہتے تھے جس میں ہر کوئی آ کر رہے اور بعض وہاں عبادت گاہ بنانا چاہتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فقالوا ابنوا علیہم بنیانا ربہم اعلم بہم الخ۔ ربہم اعلم بہم خدا کی طرف سے جملہ معترضہ ہے ان کے رد میں جو اس عہد میں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ان کے حالات پر زیادہ بحث کرتے تھے کوئی ان کی کچھ تعداد بتلاتا تھا کوئی کچھ جس کی تصریح خود کرتا ہے سیقولون ثلثۃ رابعہم کلبہم کہ بعض ان کو تین شخص کہتے ہیں اور چوتھا کتا بتلاتے ہیں۔ یہ یہود کا یا نجران کے نصاریٰ کا قول تھا۔ ویقولون خمسۃ سادسہم کلبہم، یہ بھی بعض نصاریٰ عرب کا قول تھا کہ وہ پانچ شخص تھے چھٹا کتا تھا۔ ان دونوں قولوں کو رد کرتا ہے۔ رجما بالغیب کہ یہ محض قیاسی اور بے تکی باتیں ہیں۔ ویقولون سبعۃ وثامنہم کلبہم کہ وہ سات شخص تھے اور آٹھواں کتا تھا یہ اہل اسلام کا قول تھا۔ حضرت نبی علیہ السلام کے بتلانے سے اس قول کی تائید فرماتا ہے قل ربی اعلم بعدتہم مایعلمہم الا قلیل کہ ان کی تعداد تو خدا ہی جانتا ہے اور تھوڑے سے بندے اس کے بتلانے سے جانتے ہیں جن میں اہل اسلام ہیں۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے یہ نام بتلاتے تھے یملیخا۔ مکسلمینا۔ مشلینیا بادشاہ کے دائیں طرف والوں میں سے تھے، اور مرنوش، دبرنوش، شاذنوش بائیں طرف والوں میں سے اور ساتواں ایک چرواہا تھا جو راستہ میں ان کے ساتھ ہو لیا تھا اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا اور شہر کا افسوس۔ (بیضاوی)

جب کہ خدا تعالیٰ نے حضرت کو ان کے حال سے بخوبی مطلع کر دیا تو اب اوروں سے پوچھنے اور ان کے امر میں جھگڑا کرنے سے منع فرما دیا فلا تمار فیہم الا مراء ظاہرا کہ ان کے امر میں زیادہ جھگڑا نہ کرو صرف قرآن کے واقعہ سے تردید کسی کی تجہیل ورد نہ کرو۔ ولا تستفت فیہم منہم احدا اور نہ کسی سے ان کا زیادہ حال دریافت کرو جس میں ان کی لاعلمی اور جہالت ثابت ہونے لگے کیونکہ مکارم اخلاق ہوت سے یہ بھی بعید ہے

واضح ہو کہ شہر افسوس یا افسس جس کو طرطوس بھی کہتے ہیں ایشیا، کوچک کا ایک شہر ف ہے اس میں ارتمیس دیوی کا ایک ایسا مندر تھا جو دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا۔ جس کو ایک شخص نے اپنی شہرت کے لیے اس رات میں جلا دیا کہ جس رات سکندر رومی پیدا ہوا تھا۔ پھر دوبارہ یہ مندر اسی طرح بنایا گیا۔ اس شہر سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے جس میں وہ غار ہے کہ جہاں اصحاب کہف غائب ہوئے تھے یہ غار کئی میل تک کا ہے اور اس کی کئی شاخیں ہیں ہیبت ناک درے ہیں۔ یہ شہر قیاصرۂ روم کے عہد میں بڑی رونق پر تھا اب اس کے خرابات پڑے ہیں ایک قصبہ سا ہے یہاں حضرت سلطان خلد اللہ ملکہ کی عملداری ہے۔

اس غار پر ایک خانقاہ ہے جس کی عیسائی اور مسلمان دونوں تعظیم کرتے ہیں۔ غالباً یہ وہی خانقاہ ہے جو اصحاب کہف کے برآمد ہونے کے بعد بنائی گئی تھی یا وہی عمارت نہ ہو مگر اس کی جگہ پر عمارت قائم ہے۔

ف افسس در مغرب آبنای صغیر ست و مسافت میان او و ازمیر تخمیناً سی و ہفت میل ست و افسس قریب بجانب جنوب از ازمیر واقع شدہ است و او را الآن ایا زلوک می گویند جغرافیہ فرہاد مرزا صفحہ ۴۳۲ ۱۲ منہ

یہ واقعہ اصحاب کہف کا ڈیشیش (دقیانوس) قیصر کے عہد میں ہوا ہے ۲۴۹ء کے بعد جب قیصر فیلپوس کی جگہ جو عیسائیوں پر بڑا مہربان تھا، ڈیشیش بیٹھا تو یہ پہلے قیصروں سے بھی بڑھ کر عیسائیوں کے حق میں ظالم اور سفاک تھا۔ ان قیصران روم کے عہد میں نیرو قیصر سے لے کر قسطنطین تک وہ ظلم و زیادتی ہوتی تھی کہ جس کا بیان نہیں۔ یہ روم کے بادشاہ جن کا پایہ تخت ملک اٹلی میں شہر روم تھا اور ان کا لقب قیصر۔ بت پرست تھے بتوں کی پرستش خصوصاً جوپٹر کی عبادت ان کے ہاں قانوناً فرض تھی جو عدول حکمی کرتا تھا اول اس کو فہمائش ہوتی تھی پھر کوئی قتل کیا جاتا تھا اور کوئی درندوں کے آگے ڈالا جاتا تھا، کوئی آگ میں ڈال دیا جاتا تھا کسی کو لوہے کے گرم ستون سے باندھتے تھے جیسا کہ عیسائیوں کی کتب تواریخ کلیسا میں مصرحاً مذکور ہے۔

یہ واقعہ اس قیصر کے عہد میں گذرا ہے جیسا کہ لارڈ ولیم میور اپنی تاریخ کلیسا کے چھٹے باب ص ۲۴۶ کے حاشیہ میں لکھتا ہے قولہٗ :-

"کہتے ہیں افسس کے رہنے والے سات جوان ڈیشیئر کے ظلم کی سختی سے شہر چھوڑ کر پاس ہی کسی غار میں جا چھپے تھے اور وہاں دو سو برس تک برابر سوتے رہے اور پھر جب جاگے اور ان میں سے ایک شہر میں گیا تو وہ وہاں تمام حاکم و محکوم کو پورا عیسائی دیکھ کر نہایت تعجب میں آیا۔ یہ نقل اصحاب کہف کی قرآن میں بھی بہت سی خیالی باتوں کے ساتھ مل کر مذکور ہوئی ہے اس میں اس خواب کے ایام بجائے دو سو کے تین سو نو برس[1] لکھے ہیں پس اس کو جس طرح سمجھے مبالغہ صاف ہے گبن کی کتاب کے ۳۳ باب کا آخر دیکھو انتہیٰ۔"

الغرض ولیم میور صاحب اور گبن صاحب کو جو نئی روشنی کے عہد کے مورخ ہیں اس قصہ کی بابت جو قرآن مجید میں مذکور ہے بجز تسلیم کے چارہ نہ ہوا تو ایک مبالغہ کا اتہام لگایا کہ خواب کی مدت میں قرآن نے مبالغہ کیا ہے۔ ولیم میور صاحب اگر ان کی بیداری کا زمانہ متعین بہ دلائل کرتے تو یہ اتہام پادر ہوا نہ رہتا تھا ورنہ اس بے تکی رائے کو کتاب الٰہی کے مقابلہ میں کون سنتا ہے خصوصاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے نصاریٰ جن سے تخمیناً بہتّر برس پیشتر یہ واقعہ گذرا تھا آں حضرتؐ پر غلط بیانی کی صورت میں کیسے کیسے الزام لگاتے اور پھر قریش مکہ کے ہاتھ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تغلیط کے لیے ایک بڑی سند ہاتھ آجاتی حالانکہ وہ شب و روز ایسی ہی باتوں کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔

فوائد

(۱) سوال ان آیات سے اصحاب کہف کی ایمانداری اور مدح ثابت ہوتی ہے اور اس کا سبب بظاہر دین عیسوی قبول کرنا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس عہد تک دین عیسوی غیر محرف تھا اور جہاں تک تاریخ کی کتابوں کو دیکھا گیا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا جو آج کے زمانہ کے عیسائیوں کا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ آج کل جو مذہب عیسائیت پر الزام

[1] قرآن مجید میں تین سو نو برس قمری ہیں جس میں نو برس بحساب شمسی گھٹ گئے باقی تین سو رہے اور یہ واقعہ ہوا دو سو انچاس عیسوی میں اور تین سو برس سوتے رہے اب بیداری ان کی پانچ سو انچاس عیسوی میں ہوئی اور ولادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخمیناً پانسو ستر عیسوی میں ہے۔ اس حساب سے اصحاب کہف کی بیداری تخمیناً اکیس برس پیشتر حضرتؐ کی ولادت سے ہوئی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت تخمیناً بہتّر برس کا زمانہ گزرا تھا ۱۲ منہ

تحریف لگایا کرتے ہیں محض تعصب ہے۔

جواب

جس نے مذہب عیسوی کی تاریخیں دیکھی ہیں اس پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں کہ حضرات حواریوں کے زمانہ ہی میں اختلاف کی بنیاد قائم ہو گئی تھی۔ پولوس اور شمعون اور دیگر لوگوں میں جو کچھ اختلاف پڑا وہ خود حواریوں کی تاریخ یعنی کتاب اعمال حواریین ہی سے ثابت ہے جس کو عیسائی انجیل کہتے ہیں۔ اور پولوس کے ناموں سے بھی جو انجیل مانے جاتے ہیں اور پھر بعد میں جو کلیساؤں میں اختلاف ہوا اور مختلف فرقے اول اور دوسری صدی عیسوی میں پیدا ہوئے ان کا بیان بخوف طوالت ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں جب روم کے قیصروں میں سے سب سے اول قسطنطین عیسائی ہوا۔ اس نے انہیں اختلافات دور کرنے کے لیے اور نیز الوہیت مسیح و دیگر اصول مذہب قائم کرنے کے لیے شہر نائس میں بڑے زور شور سے ایک انجمن منعقد کی اور پھر برسوں تک انجمنیں منعقد ہوتی رہیں مگر تاہم بہت سے فریق جدا رہی ہے عیسائیوں میں الوہیت مسیح کے منکر بھی باقی ہے اور اب تک عیسائیوں میں ان مخالف فریقوں کے پیرو باقی ہیں پس جب یہ ہے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ افسوس کے عیسائیوں کا مذہب آج کل کے فرقہ پراٹسٹنٹ یا فرقہ رومن کیتھولک کا مذہب تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ملکوں میں پھیلا ہوا تھا جس میں بے شمار تحریفات ہیں اور جن کی اصلاح کے لیے نبی آخر الزمان علیہ السلام بھیجے گئے۔ حق یہ ہے کہ اصحاب کہف حواریوں کے اصلی مذہب پر تھے تثلیث و الوہیت مسیح سے ان کے کان بھی آشنا نہ تھے۔

ان پر پولوس کی تعلیم کا اثر نہ پڑا تھا۔

(۲) اس بات کا کہ اصحاب کہف اُس غار میں اب تک سوتے ہیں اور قیامت تک وہیں سوتے رہیں گے، یا یہ کہ وہ بیدار ہونے کے بعد غار میں جا کر مر گئے اور نیز یہ کہ آں حضرت علیہ السلام کے پاس ایک چادر آئی اس کے چاروں کونے خلفاء اربعہ نے پکڑے اور بیچ میں آں حضرت بیٹھے اور اُڑا کر فرشتے اصحاب کہف کے پاس لے گئے ان سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کر کے ان کو اسلام تلقین فرمایا قرآن و احادیث سے پتہ نہیں لگتا۔ یہ مؤرخین کی رائیں اور ان کے اقوال ہیں، واللہ اعلم۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ
(اے نبی) اور آپ کسی کام کے لیے یہ نہ کہا کرو کہ اس کو میں کل

غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر
کر دوں گا (ہاں یوں کہا کرو) اگر اللہ چاہے گا (تو کر دوں گا) اور جب آپ

رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن
(ایسے موقع پر انشاء اللہ کہنا بھول جایا کرو تو یاد کر لیا کرو) اور کہہ دیا کرو شاید

يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا
میرا رب مجھے اس سے بھی کوئی اور بہتر

رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ
بات بتلا دے۔ اور وہ اپنے غار میں

ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿٢٥﴾
نو اوپر تین سو برس رہے۔ (اس پر بھی جھگڑتے ہیں)

قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۖ لَهُ غَيْبُ
تو کہہ دو اللہ تم سے خوب تر جانتا ہے کہ کس قدر رہے (کیونکہ) اسی کے پاس

ف یعنی ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے کہہ لیا کرو ۱۲ منہ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ

آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا علم ہے وہ کیا ہی بینا

وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ

اور کیا ہی شنوا ہے اس کے سوائے ان کا کوئی کارساز

وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ

اور (نبی) سنائیے آپ کے رب کی کتاب جو کچھ آپ پر وحی کی گئی ہے اس کو

رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ

پڑھئے (اس کی) کوئی اس کی باتوں کو بدل نہیں سکتا

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

اور اس کے سوائے آپ کو کوئی بھی پناہ نہ ملے گی

ترکیب

الا استثناء ہے نہی سے اے لاتقولن لاجل شیء تعزم علیہ انی فاعلہ فیما یستقبل الا بان یشاء اللہ اے الا متلبسا بمشیۃ اللہ تعالیٰ قائلا ان شاء اللہ۔ ابصر بہ و اسمع صیغہ تعجب ہیں بہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور محل اس کا رفع ہے فاعلیت سے اور ب زائد ہے سیبویہ کے نزدیک۔

تفسیر

ولاتقولن الخ مفسرین کہتے ہیں اس آیت کے نازل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب قریش نے نبی علیہ السلام سے اصحاب کہف و ذوالقرنین اور روح کا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کل بیان کر دوں گا اور اس کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا اس پر پندرہ دن تک بقول بعض چالیس روز تک وحی بند رہی تب یہ آیت نازل ہوئی کہ کسی کام کے کرنے کا وعدہ بغیر ان شاء اللہ کے نہ کیا کرو کیوں کہ بندہ کا ایسا کہنا گویا کارخانۂ قضا و قدر میں اپنا استقلال ظاہر کرنا ہے جو عبدیت کے خلاف ہے اور ہدایت فرمائی کہ جب ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جس وقت یاد آئے کہہ لو۔ اس پر امام شافعیؒ نے یہ بات نکالی کہ اگر کسی کام کی قسم کھائی اور عرصہ کے بعد ان شاء اللہ کہہ لیا تو حانث نہ ہوگا۔ مگر عام فقہاء کہتے ہیں ملا کر کہے گا تو معتبر ہوگا کس لیے کہ اذکر ربک سے ان شاء اللہ کہنا مراد نہیں بلکہ عموماً یادِ الٰہی مراد ہے یا ان شاء اللہ کہنا مراد ہے تو متصلاً۔ اور جب قریش کو اصحاب کہف کا حال سن کر تعجب ہوا تو فرمایا کہ وقل عسیٰ ان یہدین، کہ اس سے بھی زیادہ اور خبروں کا میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے بتائے گا چنانچہ صدہا غیب کے اسرار بتائے۔

ولبثوا فی کہفہم الخ اسی قصہ کا تتمہ ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس جملہ میں ولبثوا فی کہفہم لوگوں کے قول کو نقل کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ غار میں تین سو نو برس تک سوتے رہے اس لیے بعد میں فرماتا ہے قل اللہ اعلم بما لبثوا الخ کہ اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ وہ کس قدر ٹھہرے (لو پادری صاحب اب تو کچھ بھی خلاف باقی نہیں رہا) مگر دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے خبر دیتا ہے اور قل اللہ اعلم بما لبثوا سے اس کی تائید کرتا ہے کہ وہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس قدر سوئے کیوں کہ وہ آسمانوں اور زمین کی سب چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے وہ بڑا سمیع و بصیر ہے نہ کہ تم جو قیاس سے کہتے ہو۔

مالہم من دونہ من ولی الخ وہی ان کا یعنی اصحاب کہف کا کارساز ہے جس نے ان کو اس قدر مدت تک سالم رکھا اور اپنے حکم میں کسی کو شریک نہ کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں اپنا جلال و جبروت ظاہر کرتا ہے تاکہ مخالفین اس کے خلاف ہونے سے ڈریں کہ ان کا کوئی حمایتی نہ پیدا ہوگا اس لیے اس کے بعد حضرتؐ کو بے دھڑک قرآن سنانے کا حکم دیتا ہے۔ واتل ما اوحی الخ کسی کا کچھ خوف

وخطرہ نہ کرو کوئی اس کی بات بدل نہیں سکتا جو وہ کہتا ہے وہی حق ہے وہی ہوگا وہی ہوا ہے آپ اس کی دی ہوئی کتاب کو پڑھا کرو اور لوگوں کو سنایا کرو کسی کے اختلاف کی کچھ پروا نہ کرو۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
اور (اے نبی) جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں (اور)

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ
اس کی رضامندی چاہتے رہتے ہیں آپ انہیں کے ساتھ اپنے آپکو

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ
ٹھیرائے رکھیے اور ان سے آنکھیں نہ پھیریے کہ

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا
آپ دنیا کی زندگانی کی آرائش کا پاس کرنے لگیں اور اس کا

تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا
کہنا ہرگز نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾
اور وہ اپنی خواہش کے تابع ہو گیا اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہو

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ
اور کہہ دو حق تو تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے پھر جو چاہے

فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ
مانے اور جو چاہے نہ مانے ہم نے بھی

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۚ اَحَاطَ بِهِمْ
ستم گاروں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کی قناتیں

سُرَادِقُهَا ۚ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا
انہیں گھیر لیں گی اور اگر فریاد کریں گے تو ان کی فریادرسی

ف۱ بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ
ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا منہ کو جھلس ڈالے گا کیا ہی برا

ف۲ الشَّرَابُ ۚ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ
پانی ہوگا اور کیا ہی بری آرام کی جگہ ملے گی بے شک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے

اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾
تو ہم بھی جس کسی نے نیک کام کیے ہیں اس کا اجر ضائع نہیں کرتے

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ
یہی لوگ ہیں کہ جن کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا
نیچے پڑی نہریں بہہ رہی ہوں گی ان کو وہاں سونے

ف۳ مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ
کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز

ف۴ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ
لباس مہین اور دبیز ریشم کا پہنیں گے

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۭ
وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے

ع ۴ ۵ ۱۶ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾
کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کیا ہی خوب آرام گاہ ہے

ترکیب

یریدون حال ہے ضمیر یدعون سے ترید کا فاعل ضمیر ہے جو عینین کی طرف راجع ہے جملہ حال ہے ک سے

ف۱ المہل الحدید المذاب وقیل الرصاص المذاب او الفضۃ وقیل دردی الزیت ای ما بقی فی سفل الاناء۔ قال ابو عبیدۃ والاخفش ہو الفکر و ہو کل ماذیب من جواہر الارض من حدید ورصاص ونحاس ۱۲ منہ ف۲ مرتفقا متکأ واصل الارتفاق نصب المرفق تحت الخد۔ وقال القتیبی ہو المنزل والمجلس ۱۲ منہ ف۳ اساور قال الزجاج جمع اسورۃ وہی زینۃ تلبس فی الید من زینۃ الملوک ۱۲ ف۴ السندس ہو ما رق من الدیباج والاستبرق منہ ما ثخن جمعان واحدہما سندسۃ واستبرقۃ وقیل مفردان وقیل استبرق الدیباج المنسوج بالذہب ۱۲ منہ

یا فاعل لاتعد سے۔ اٰتت لاجملہ خبر ہے ان کی۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں فرمایا تھا کہ جو کچھ اسباب تجمل دنیا پر ہیں وہ صرف دنیا کی زینت ہے نہ کہ آخرت کی اور وہ فانی اور سریع الزوال ہیں غرور اور دل بستگی ان سے نِکما ہے کیوں کہ وہ اسباب دارِ آخرت کے لیے حجاب ہیں پھر اس کے متعلق اصحاب کہف کا دلچسپ واقعہ بیان فرمایا تھا جو دنیا کی بے ثباتی پر دلالت کرتا تھا۔ کفارِ قریش ایسے کہاں کے تھے جو اس سے عبرت ناک نتیجہ حاصل کرتے بلکہ اس کو بھی ایک دلچسپ داستان سمجھ کر آں حضرت علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے مگر اپنے اسباب دنیا کے غرور میں ان کو فقراء مسلمین کے ساتھ آں حضرتؐ کے پاس بیٹھنا ناگوار معلوم ہوا جس پر انہوں نے حضرتؐ سے درخواست کی کہ یہ لوگ ہمارے وقت میں آپ کے پاس نہ آیا کریں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

واصبر نفسک الی حیوٰۃ الدنیا کہ آپ انہیں غرباء مسلمین کے ساتھ رہا کریں جو صبح و شام اپنے اللہ کو خاص اسی کی رضا کے لیے پکارتے ہیں۔ صبح و شام سے یا تو ہمہ وقت مراد ہے جو صبح و شام ان کی اطراف سے تعبیر کیے گئے یا صبح و شام سے نمازِ فجر و مغرب مراد ہے یا بیدار ہونے اور سونے کا وقت کیوں کہ سو کر بیدار ہونا گویا مر کر جینا اور رات کو سونا گویا مرنے کا سامان ہے سو ایسے وقتوں میں باخدا لوگ ضرور متنبہ ہوتے اور اس کی شکر گزاری اور یاد کرتے ہیں اور ان سے آنکھیں نہ پھیرنا کہ امراء کفار کی آرائش و تجمل آپ کی آنکھوں میں کھُبے اور ان کفار کا کہنا نہ ماننا کہ جن کے دل ہماری یاد سے غافل ہو گئے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیرو ہیں اور حد سے گزر گئے ہیں اور کہہ دو امرِ حق اللہ کی طرف سے آ چکا خواہ تم مانو یا نہ مانو۔ پھر آگے نہ ماننے والوں کی سزا جہنم اور آگ کی قنات اور پینے کو کھولتا پانی بیان فرمایا اور ماننے والوں کی جنّاتِ عدن اور وہاں کے تجملات اور حقیقی زینت بیان فرما دی سونے کے کنگن اور لباسِ حریر اور تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھنا۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا

اور ان کو دو شخصوں کی مثل بھی سنا دو کہ جن میں

لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ

سے[2] ایک کے لیے ہم نے انگور کے دو باغ تیار کیے اور ان

حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝٣٢

کے گرداگرد کھجوریں لگائیں اور ان کے درمیان کھیتی بھی لگائی

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ

دونوں باغ ہیں کہ اپنے پھل لاتے ہیں اور پھل

تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

لانے میں کچھ کمی بھی نہیں کرتے اور ان باغوں کے بیچ میں ایک نہر

نَهَرًا ۝٣٣ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ

بھی جاری کی اور اس شخص کے پاس بہت پھل تھے پھر اس نے اپنے

لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ

ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں

مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝٣٤ وَدَخَلَ

بھی زیادہ ہوں اور آدمیوں کے لحاظ سے بھی[1] زیادہ عزت دار ہوں۔ اور جبکہ وہ اپنی

جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ

جان پر ستم ڈھاتا ہوا اپنے باغ میں گیا جا کر کہنے لگا

---

[1] کہ میرا کنبہ نوکر چاکر یار واحباب بہت ہیں اور دنیا میں مال کی طرح یہ بھی ایک عزت و شوکت کا سامان ہے ۱۲ منہ

[2] یحاورہ یراجعہ فی الکلام من حار اذا رجع۔

مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾
کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی برباد ہوگا
وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ
اور نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامت برپا ہوگی اور اگر
رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا
میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو اس سے بھی بہتر
مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ
جگہ پاؤں گا۔ (اس وقت) اس کے رفیق نے اس سے اثناء
وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ
کلام میں کہا کہ کیا تو اس کا منکر ہوگیا کہ جس نے
خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ
تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے بنایا
ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۟ هُوَ
پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا لیکن میرا تو
اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّىْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾
اللہ ہی رب ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرنے کا
وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا
اور تو نے کس لیے اپنے باغ میں داخل ہوتے وقت یہ نہ کہا جو
شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ
اللہ نے چاہا سو ہوا اور مجھ میں تو اس کے بغیر کچھ بھی قدرت نہیں اگر چہ تو مجھے
اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى
اپنے سے مال اور اولاد میں کم دیکھتا ہے تو امید ہے کہ
رَبِّىْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ
مجھے میرا رب تیرے باغ سے بھی بہتر باغ دے اور
يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا عـه مِّنَ السَّمَآءِ
اس باغ پر ایک آسمانی جھونکا بھیجے گا

فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ
جس سے وہ چٹیل میدان ہو جائے گا یا اس کا پانی
مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾
خشک ہو جاوے گا کہ جس کو تو ہرگز نہ پا سکے گا
وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ
اور اس کے پھلوں پر آفت آ ہی پڑی پھر تو جو کچھ اس نے باغ میں صرف
عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى
کیا تھا اس پر ہاتھ ہی مارتا رہ گیا اور یہ باغ ہے کہ سراسر
عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُشْرِكْ
اُجاڑ پڑا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے میں نے اپنے رب کے
بِرَبِّىْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ
ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا اور اس کی اب کوئی جماعت بھی ایسی نہ ہوئی
يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ
کہ اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود ہی
مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ
انتقام لے سکا یہاں کا معلوم ہوا کہ سب اختیار اللہ سچے ہی
الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾
کو ہے اسی کا انعام بہتر ہے اور وہی عمدہ بدلہ دیتا ہے۔

ع ۵ ۱۴ ۱۷

تفسیر

پھر دنیا کی بے ثباتی (اور اس کے اسباب و تجمل پر غرور و تکبر کے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور الحاد کا نتیجہ جو کبھی دنیا ہی میں ظاہر ہوتا ہے) دو شخصوں کی تمثیل سے بیان فرمائی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک تمثیل ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ درا صل ایسے دو شخص تھے بھی کہ جن کا یہ واقعہ ہے پھر بعض کہتے ہیں کہ یہ دو شخص بنی اسرائیل میں سے دو بھائی تھے کہ ایک نے

عـه حسبانا جمع حسبانۃ وہی الصواعق وقیل مصدر بمعنی الحساب (بیضاوی)
الحسبان بالضم العذاب والبلاء والشر والعجاج والجراد والسہام الصغار والحسبانۃ واحدہا الصاعقۃ۔ قاموس ۱۲ منہ

اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف کیا تھا۔ دوسرا دنیادار اور مشرک اور دار آخرت کا منکر تھا۔ اس نے دو باغ اپنے تمام مال سے ایسے تیار کرلئے تھے کہ ان میں نہر بھی جاری تھی اور بیچ میں انگور اور آس پاس کھجور کے درخت بھی تھے اور وقت پر پھل بھی عمدہ آتے تھے اس پر اس کی اولاد اور خدمت گار نوکر چاکر بھی زیادہ تھے۔ ایک روز وہ اپنے غریب مومن بھائی کے ساتھ باغ میں گیا اور وہاں بجائے شکرگذاری کے تکبر کیا اور دنیا کی ترقی پر قیاس کرکے آخرت میں بھی تجمل و آسائش پانے کا استحقاق ظاہر کیا اور آخرت کا انکار بھی اس کے کلام سے ثابت ہوا۔ اس کے بھائی نے سمجھایا تلقین کی لیکن نہ مانا۔ آخر اس پر آسمانی بلا نازل ہوئی کہ تمام باغ اجڑ گیا جس پر وہ ندامت و حسرت کرنے لگا۔ تب معلوم ہوا کہ اللہ ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
اور اے نبی ان سے زندگی دنیا کی مثال بیان کرو

ف كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ
کہ وہ ایسی ہے کہ جیسا کہ بارش کا پانی جس کو ہم نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کا

ف۲ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا
سبزہ خوب گھنا ہو کر اگا پھر وہ چورا چورا ہو کر رہ گیا

تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ
کہ اس کو ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر

شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ
قادر ہے ۔ مال اور اولاد تو

زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ
زندگی دنیا کی آرائش ہے اور باقی رہ جانے والی

الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا
نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک بلحاظ ثواب اور

وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ
توقع آخرت کے بہت ہی بہتر ہیں اور جس روز کہ ہم پہاڑوں کو اڑا دینگے

وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ
اور اے مخاطب، تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم ان سب کو جمع کرینگے

فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا
پھر تو ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے ف۳ اور سب آپ کے

عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا
رب کے سامنے صف باندھ کر پیش کیے جاویں گے (ان کو کہا جاوے گا) اب تو تم ہمارے پاس

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۡ بَلْ
اسی حال میں آ گئے جیسا کہ ہم نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اور تم نے تو

زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾
یہ بھی سمجھ لیا تھا کہ تمہارے لیے ہم کوئی وعدہ کا وقت مقرر نہیں کریں گے

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ
اور (نامہ اعمال بھی لا کر) دھرے جاویں گے پھر اے مخاطب تو گنہگاروں کو دیکھے گا

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ
کہ جو کچھ ان میں لکھا ہے اس کو دیکھ کر ڈرتے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے

ف یعنی جس طرح پیدائش کے وقت ننگے ہاتھ ننگ دھڑنگ پیدا ہوتے ہیں اسی طرح اس عالم حشر میں بھی جو عمل دنیا کا تولد ہے خالی ہاتھ ہوں گے یہ مال و دولت جاہ و حشم جس پر آج غرور ہے کچھ بھی ساتھ نہ ہوگا ۱۲ منہ

ف۱ فاختلط اے تکاثف و تلفظ حتی استوی والتف بعضه علی بعض او امتزج الماء بالنبات فروی ۱۲ منہ

ف۲ ہشیما یابسا متفرقة والہشیم الکسیر واحدہ ہشیمة وہی من النبات ما تکسر بالیبس وتفرقت ۱۲ منہ

ف۳ نغادر اے لم نترك ومنه الغدر لان الغادر یترك الوفاء بالعهد ومنه الغدیر لان الماء یذهب من البرکة ومنه غدائر المرأة لانها تجعلها خلفها ترکها ۱۲ منہ

يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا

کہ وائے خرابی یہ کیسی کتاب ہے جو نہ کسی

يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ

چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑی کو مگر

اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ

سب کو تو گھیر لیا ہے انہوں نے جو کچھ کیا تھا سب ہی کو تو موجود پائیں گے

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾

اور آپ کا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا

ترکیب

مثل الحیات مفعول ہے اضرب کا کما۔ موصوف انزلناہ الخ جملہ صفت مجموعہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اے ھو کماء بل للخروج من کلام الیٰ آخر۔

تفسیر

یہ دوسری تمثیل ہے دنیا کی بے ثباتی کے لیے۔ صرف بارش سے دنیا کی زندگی کو تشبیہ نہیں دی بلکہ اس کی تمام کیفیت سے کہ جس طرح بارش سے زمین کے نباتات ہرے بھرے لہلہاتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو دیکھ کر انسان خوش ہوتے ہیں ان کی تھوڑی سی عمر طبعی ہے چند روز کے بعد خشک ہو جاتے ہیں پھر ان کا چورا چورا ہو کر ہوا میں اڑتا پھرتا ہے اسی طرح انسان و دیگر حیوانات کا حال ہے کہ لڑکے ہیں پھر جوان رعنا ہیں ٹھوکریں مارتے چلتے ہیں پھر بڈھے ہوگئے مرگئے چند روز کے بعد وہ سر پر غرور اور اس کا وہ جسم پُر نور ذرہ ذرہ ہو کر خاک کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے بناتا بھی ہے مٹاتا بھی ہے پھر حشر کو بھی اٹھائے گا۔

اب اس کے بعد اس کے مال و اولاد کی کیفیت بیان فرماتا ہے جو اس کے غرور کا سرمایہ ہے کہ یہ چیزیں صرف حیات دنیا کی آرائش ہیں ان کا قیام اسی قدر ہے کہ جس قدر باغ میں پھول کی بہار۔ برخلاف اس کے جو فقراء باخدا کا سرمایہ ہے وہ کیا الباقیات الصالحات سو وہ اللہ کے نزدیک ثواب اور توقع کے لیے بہتر ہے یہی چیزیں اس کے ساتھ جاتی ہیں جو اس عالم باقی میں اس کی فرحت دائمی کا سامان ہو جاتی ہیں۔ باقیات الصالحات سے مراد نیکیاں ہیں خواہ سبحان اللہ الحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کا ذکر ہو یا معرفت و استغراق ہو یا کوئی اور نیکی ہو۔ صدقہ و خیرات دین کی خدمت وغیرہ اب ان باقیات کا اثر کب نمودار ہو گا یوم نسیر الجبال کہ جس روز ہم پہاڑوں کو جن کی بقاو حیات انسانوں کی نظروں میں مستحکم ہے روئی کے گالوں کی طرح اڑائیں گے یعنی اس عالم عنصری کو فنا کر کے عالم باقی کو کہ جس کو حشر سے تعبیر کیا جاتا ہے ظاہر کریں گے باقیات الصالحات وہاں کی زینت ہوگی۔ وتری الارض بارزۃ اور زمین میدان دکھائی دے گی اس کے سب نشان مٹ جائیں گے پھر اس روز اگلے پچھلے سب جمع کیے جاویں گے صف بستہ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے نامۂ اعمال دیے جاویں گے اس میں جو کچھ دنیا میں کیا تھا چھوٹا یا بڑا کام سب لکھا ہوا پاویں گے۔ گنہگار اس کو دیکھ کر ڈریں گے پچتاویں گے مگر یہ سب کچھ انہیں کا بویا ہوا ہوگا جس کو کاٹیں گے۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا

ع۵ ۱۸

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور یاد کرو جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے جھکو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ

تو ابلیس کے سوا سب جھکے وہ قوم جن سے تھا

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ

سو اپنے رب کے حکم سے نافرمان ہوگیا پھر کیا تم اس کو اور اس کی

وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ

ذریت کو مجھے چھوڑ کر رفیق بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تو

لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

تمہارے دشمن ہیں ستمگاروں کے لیے کیا ہی برا بدل ہو (جس کو وہ

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ

پوچھتے ہیں) ہم نے نہ تو ان کو آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اپنی

الْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا

(مدد کے لیے) بلایا نہ خود ان کے بنانے میں اور

كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

میں بہکاؤں سے کاہے کو مدد لینے لگا تھا

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

اور جس دن (اللہ مشرکوں کو) فرمائیگا کہ تم میرے ان شریکوں کو تو پکارو

زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا

کہ جن کا تمہیں گھمنڈ تھا سو وہ پکاریں گے پھر وہ تو انہیں کچھ بھی جواب

لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَ

نہ دیں گے اور ہم ان سب کے لیے ہلاکت کر دیں گے۔ اور

رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا

گنہگار آگ کو دیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ اس میں ہم ابھی گرنے والے ہیں

وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۱۹

اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پاویں گے

تفسیر

یہ بھی کلام سابق کا تتمہ ہے۔ انسان کو عالم آخرت سے غافل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ اول مال و اسباب و اولاد کہ جس کے نشہ میں یہ ایسا سرشار ہوتا ہے کہ اس کو اس عالم سے جانے کی فکر نہ وہاں کے لیے زادِ راہ حاصل کرنے کی مہلت اس کا بے ثبات اور سریع الزوال ہونا تو بیان فرما چکا۔ دوم شیطان اور اس کی ذریت اولاد یا اس کے متبع لوگ جو مجازاً ذریت کہلاتے ہیں انسان کے دل پر ان کے خطرات ایسا بڑا اثر پیدا کرتے ہیں کہ جو اس کے دل میں نہایت راسخ ہو کر اس کو بری باتوں پر ہمیشہ تحریک کرتے ہیں۔ پھر یہ وسواس رسوم ہو جانے کے سبب اور پشت در پشت متواتر چلے جانے کی وجہ سے دین و مذہب اور نہایت خوش نما اور باعث فلاح دارین خیال کیے جاتے ہیں جن کے ترک کرنے کو نہایت شاق و عار جان کر خدا تعالیٰ کے فرستادوں سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں شیطان رجیم کی ذریت انسان کے توہمات باطلہ بھی ہیں جو اس کے قائم مقام ہو کر کام دیتے ہیں۔ اس لیے ان آیات میں پھر کچھ شیطان کا حال بیان فرمانا پڑا کہ اس کا علاقہ بنی آدم کے ساتھ اس واقعہ کی وجہ سے ہے جو انسان کے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو

۱؎ یعنی اللہ کے بدلے میں شیطان کو کارساز بنا لیا ۱۲ منہ　　۲؎ یعنی جب وہ نہ آسمانوں اور زمین کے بنانے کے وقت نہ خود اپنی پیدائش کے وقت موجود تھے اور نہ اس میں شریک تھے تو اب ان کا خدائی میں کیا حصہ ہے پھر کیوں ان کو شریک بنایا جاتا ہے ۱۲ منہ　　۳؎ یعنی سب ایک ہلاکت میں شریک ہوں گے وہ کیا ہے آتش جہنم۔ موبق ہلاکت موبق ظرف مکان ہے یا یہ معنی کہ ان کی باہمی محبت دنیا موبق یعنی ہلاکت کا باعث ہوگی تب۔ بین بمعنی وصل ہے اے جعلنا تواصلھم فی الدنیا ہلاکا یوم القیامۃ (بیضاوی) ۱۲ منہ

ف موبقا قیل اسم واد من جہنم وقیل ہی نار وقیل برزخ فعلی ہذا ہو اسم مکان وقال ابن الاعرابی کل حاجز بین الشیئین فہو موبق فعلی ہذا تفسیرہ جعلنا بین المشرکین وبین آلہتہم حجابا حاجزا لا یصل احدہم الی احد وقال الفراء الموبق المہلک وبہ قال مجاہد وابن عباس والمعنی جعلنا تواصلھم فی الدنیا مہلکھم فی الآخرۃ یقال وبق یبق ۱۲ منہ

سجدہ نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے وہ دشمنی اور عداوت کا علاقہ ہے جس کو حضرت آدم کی اولاد ناخلف اپنا دوست سمجھ کر دل سے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ لہٰذا واذ قلنا للملائکۃ سے وہی بیان شروع ہوتا ہے کہ ہمارے حکم سے فرشتوں نے تو باوجود نورانی ہونے کے حضرت آدم کو سجدہ کیا ان کی تعظیم بجالائے مگر ابلیس نے انکار کیا کیوں کہ وہ قوم جن سے تھا جس کی اصالت میں سرکشی اور تکبر ہے جیسا کہ بنی آدم میں سے اس کے پیروؤں کا شیوہ مال و جاہ حسب و نسب کا غرور ہے اس لیے اس نے نافرمانی کی پھر اے بنی آدم تمھیں شرم نہیں آتی جو ہمارے خلاف میں جو تمہارے قدیم محسن و خالق ہیں تم شیطان اور اس کی ذریت کو رفیق بناتے ہو۔ ان ظالموں نے کیا برا بدل حاصل کیا ہے خدا تعالیٰ کے بدلہ میں شیطان کو مالک و کارساز بنایا ہے۔ اطاعت کے بدلہ میں خلاف اختیار کیا ہے پھر جو تم شیطان اور اس کی ذریت کو مانتے اور ان کے بہکانے سے بتوں کو پوجتے ہو اور تم خدا تعالیٰ پر نئے نئے حکم صادر کرتے ہو کہ مجلس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں غربا نہ آویں وغیر ذٰلک، یہ تو کہو ان کو میری خدائی میں کیا استحقاق ہے۔ نہ میں نے آسمانوں اور زمین پیدا کرتے وقت ان کو حاضر کر کے شامل کیا تھا نہ خود ان لوگوں کے پیدا کرنے میں۔ اور میں ان سے کیوں مدد لینے لگا تھا، اب ان کو خدائی میں کیا حق ہے اور تم پھر ان کا کون سا استحقاق ہے جو ان کو پوجتے ہو اپنے مثل کو پوجنا کتنی فرومائگی ہے۔ ما اشھدتھم الیٰ عضدا میں یہی مراد ہے ویوم یقول الخ سے حشر کے دن ان بتوں اور شیاطین کا کام نہ آنا بیان فرماتا ہے کہ جس امید پہ سیکڑوں جاہل انہیں مانتے ہیں ان سے کہا جاوے گا لو اب انہیں پکارو دیکھیں تمہارے کیا کام آتے ہیں۔ مشرکین حسب عادت انہیں پکاریں گے مگر کام آنا تو درکنار جواب بھی نہ دیں گے ان پہ ہیبت الٰہی طاری ہوگی پھر عابد معبود سب جہنم کی طرف ہانکے جاویں گے۔ جہنم جو آگ کا ایک عمیق گڑھا ہے اس کے کنارے پر آ کے دیکھیں گے کہ آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور چاہیں گے کہ کسی طرح اس سے ٹل جائیں مگر کہاں ٹل سکتے ہیں تب یقین ہو جائے گا کہ ہم اس میں گرنے والے ہیں۔ اس وقت کی کیفیت بھی بڑی جاں گداز ہوگی آخر اس میں گرا دیے جائیں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وجعلنا بینھم موبقا کے یہ معنی ہیں کہ ان کے معبودوں اور ان میں ایک حجاب حاجز ہو جائے گا پھر وہ دکھائی بھی نہ دیں گے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
اور البتہ ہم نے قرآن میں لوگوں کے سمجھانے کو ہر طرح
لِلنَّاسِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ؕ وَکَانَ
کی مثالیں بیان کر دیں مگر
الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَ
انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے اور
مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ
جب کہ لوگوں کے پاس ہدایت آچکی تو پھر ان کو
الْهُدٰی وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ
ایمان لانے اور اپنے رب سے معافی مانگنے سے اس کے سوا اور
اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ
کس چیز نے ان کو روکا کہ یا تو ان کو بھی اگلوں جیسا ماجرا پیش آئے یا
یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا
عذاب ان کے سامنے آموجود ہو اور ہم
نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ
رسولوں کو تو صرف خوش خبری دینے اور ڈرسنانے کے
وَمُنْذِرِیْنَ ۚ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
لیے بھیجا کرتے ہیں ازبس کہ ہدایت پر لانا ان کا فرض نہیں اور کافر بیہودہ شبہات سے
بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ
جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو ڈگمگا دیں

وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

اور انہوں نے تو میری آیتوں کو اور جس کا ان کو ڈرایا گیا ہے ہنسی بنا لیا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ جس کو اس کی آیتوں سے سمجھایا جائے

فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ

پھر وہ ان سے منہ پھیرے اور اپنے کیے کو بھول

یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً

جاوے ہم نے بھی ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں

اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ

حق بات کے سمجھنے میں اور ان کے کانوں میں ثقل کر دیا کہ اونچا سننے لگے

اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ

اور اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بھی بلائیں تو بھی وہ ہرگز

یَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ

کبھی راہ پر نہ آویں گے اور آپ کا رب

الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ

بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے اگر ان کے کیے پر

بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ

ان کو پکڑنا چاہتا تو فوراً ہی عذاب بھیج دیتا

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ

بلکہ ان کے لیے ایک میعاد مقرر ہے جس سے ادھر انھیں بچنے کا

دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓی

موقع نہ ملے گا اور یہ ہیں وہ بستیاں

اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

کہ جن کو ہم نے ہلاک کیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کی

لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع ۸ ۲۰

ہلاکت کا بھی ہم نے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا لے

تفسیر

یہاں تک انسان کی بدی کا یقینی نتیجہ نہایت پُر اثر اور عمدہ پیرایہ سے بیان فرمایا گیا اور مسئلہ میعاد کی پوری تشریح کر دی گئی اور دنیا کے اسباب اور اس کی بقاء کا بھی پورا نقشہ کھینچ دیا گیا مثالیں بھی پیش کی گئیں مگر کج رو کج طبع اس پر بھی نہیں مانتے۔ اس مضمون کو ولقد صرفنا کر شروع کیا تھا اور یہ بھی فرمایا کہ وکان الانسان اکثر شئی جدلا کہ انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے اس کی طبیعت میں حجت و تکرار ہے جس کی وجہ سے اتنی تفصیل سے سمجھانے پر بھی ایمان نہیں لاتے۔

وما منع الناس ان یؤمنوا، اب ان کو ایمان لانے سے اسی بات نے روک رکھا ہے کہ یا تو جو اگلی قوموں کے ساتھ برتاؤ ہوا تھا ان کے ساتھ بھی وہی ہو۔ دنیا میں کوئی سخت ہلاکت پیش آئے یا عذاب آخرت ان کے سامنے آموجود ہو تب یہ ایمان لائیں۔ یعنی اب بھی جو ایمان نہیں لاتے تو بجز اس کے اور کیا ہوگا کہ قدیم لوگوں کے موافق ان پر عذاب آئے گا یا مرتے ہی جہنم میں جائیں گے ہدایت آچکی رسول نے پیغام پہنچا دیا اور انبیاء کا یہی کام ہے ان کے دلوں سے کفر نکال کر پھینک دینا یہ ان کا کام نہیں ایمان نہ لانا تو ایک جرم تھا اس پر مزید یہ ہے ویجادل الذین کفروا بالباطل کہ وہ منکرین غلط اور لغو دلیلیں پیش کر کے جھگڑا مچاتے ہیں لیدحضوا بہ الحق۔ تاکہ اس سے حق کو پست کریں اسلام پر غالب آجائیں اس کو مٹا ڈالیں اور اس پر بھی طرہ یہ ہے کہ واتخذوا آیاتی وما انذروا ہزوا، کہ میری نشانیوں کو جو ان میں بھی موجود ہیں تغیر جوانی و طفلی، ظہور پیری، مرگ احباب و اعزہ، بیماری و

لے یعنی اس وعدہ کو اس کے آنے سے پہلے کوئی کسی تدبیر سے ٹال نہیں سکتا بعض نے من دونہ کی ضمیر اللہ کی طرف ارجع کی ہے تو اب یوں معنی ہوں گے کہ ان کے لیے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے جس کے دور کرنے کے لیے خدا کے سوائے اور کوئی پناہ نہیں عذاب موجود بھی اس کی جناب عالی میں پناہ لینے سے ٹل جاتا ہے ۱۲ منہ

تندرستی غنا، وتنگ دستی وغیرہ اور دنیا میں بھی ہیں تغیر عالم تغیر لیل ونہار، حوادث دہر۔ یا قرآن کی آیات کو اور جن جن چیزوں کا ان کو ڈر سنایا گیا تھا دنیاوی ہلاکت وادبار، مرنے کے بعد جہنم سب کو ہنسی دل لگی بنا لیا ہے ان باتوں پر مسخر کرتے ہیں ٹھٹھوں میں اڑاتے ہیں۔ اب ومن اظلم الخ ان سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا ان کی اس بدبختی کا اصلی سبب یہ ہے انا جعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان کے دلوں پر حق سمجھنے سے حجاب اور پردے پڑے ہوئے ہیں اور دوسروں کا حال سن کر بھی عبرت نہیں پکڑتے کس لیے کہ کانوں میں بھی ثقل پیدا کر دیا ہے ایسی باتیں سنتے ہی نہیں۔ انسان جب حق کو نہیں مانتا اور عبرت ونصیحت سن کر نہیں قبول کرتا تو اس کی اس حالت کو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ خدا نے ان کے دلوں پر پردے، کانوں میں ٹھیپیاں ڈال دی ہیں یعنی قضا وقدر سے ان میں ہدایت پذیر ہونے کی جو قابلیت دی گئی تھی وہ انہوں نے زائل کر دی اس لیے ان تدعھم الی الہدیٰ اے پیغمبر آپ ان کو کتنا ہی کیوں نہ ہدایت کی طرف بلائیں یہ کبھی بھی ہدایت قبول نہ کریں گے ان کی سزا تو یہی ہے کہ یہ بے کار گھانس باغ ہستی سے اکھیڑ کر پھینک دی جائے مگر وربک الغفور ذوالرحمۃ آپ کا خدا بخشنے والا رحیم ہے اگر وہ لوگوں کے گناہوں پر گرفت کرنے پر آئے تو تو فوراً مزہ چکھا دے بلکہ ہر کام کے لیے اس نے وقت مقرر کر رکھا ہے ان کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہے جس سے پہلے یہ کوئی اس کا بندوبست نہ کر سکیں گے اور اس پر بھی اگر باور نہ ہو تو ابھی ظاہری بینائی تو موجود ہے عاد وثمود ولوط کی الٹی اور برباد شدہ بستیوں کو دیکھ لیں وہ بھی ان کے جرموں پر دفعۃً ہلاک نہیں ہوئے بلکہ ان کے لیے ایک وقت مقرر تھا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ

اور جب کہ موسیٰ نے اپنے جوان[1] سے کہا کہ جب تک میں دونوں

حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ

دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ لوں یا سال ہا سال نہ چلا جاؤں اپنے

حُقُبًا ۝٦٠ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا

ارادہ کو کبھی نہ ملتوی کروں گا۔ پھر جب کہ وہ دونوں دریاؤں کے ملنے کے موقع پر پہنچے تو اپنی تلی

حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ

ہوئی مچھلی وہیں بھول گئے پھر مچھلی نے دریا میں سرنگ کی طرح کا

سَرَبًا ۝٦١ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ

اپنا رستہ بنا لیا پھر جب وہ دونوں آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا

اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا

کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو اپنے اس سفر (منزل) میں

هٰذَا نَصَبًا ۝٦٢ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ

بڑی تکان پہنچی اس نے کہا بھلا دیکھو جب کہ ہم

اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ

اس پتھر کے پاس ٹھیرے تھے تو مچھلی کو میں وہیں بھول آیا

وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ

اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا آپ سے ذکر کرتا

وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝٦٣

اور (عجب کہ) اس نے دریا میں اپنا رستہ عجب طرح سے بنایا تھا

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا

(موسیٰ نے) کہا یہی تو وہ جگہ ہے کہ جس کی ہم کو تلاش تھی پھر وہ دونوں اپنے

عَلٰٓي اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝٦٤ فَوَجَدَا

قدموں کے نشانوں پر تلاش کرتے ہوئے واپس پھرے۔ (موقع پر پہنچ کر) ان کو

عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً

ہمارے بندوں میں کا ایک ایسا بندہ ملا کہ جس کو ہم نے اپنی خاص

مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝٦٥

رحمت دی تھی اور اس کو اپنے یہاں کا خاص علم[2] سکھایا تھا۔

[1] جوان سے مراد خادم ہے جو غالباً یوشع بن نون تھے ۱۲ منہ

[2] علم لدنی ۱۲ منہ

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى

اس سے موسیٰ نے کہا فرمائیں تو میں آپ کے ساتھ رہا کروں بشرطیکہ

اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾

جو کچھ علم لدنی آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھائیں

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾

انہوں نے کہا تم تو ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکو گے

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ

اور جو بات تمہاری سمجھ سے باہر ہے تم اس پر

تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾

کیوں کر صبر کر سکتے ہو ؟

ترکیب

اذ قال ظرف ہے اذکر محذوف کا۔ لا ابرح اس کی خبر
اسیر محذوف ہے لدلالۃ حالہ و ہو السفر اور ممکن ہے کہ اصل
کلام یوں ہو لا یبرح مسیری حتی ابلغ تب حتی ابلغ خبر ہوگا
پس مسیر مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ ی متکلم کو
اس کی جگہ قائم کر دیا۔ لا ابرح تامہ بھی ہو سکتا ہے پھر خبر کی
ضرورت نہیں۔ مجمع بینہما ظرف کی طرف مجمع کو علی الاتساع
مضاف کر دیا گیا۔ ان اذکرہ بدل ہے ضمیر منصوب سے
جو انسانیہ میں ہے اے ما انسانی ذکرہ الا الشیطان خبرا
بالضم العلم بالشئ یہ تمیز ہے یا مصدر ہے لم تحط کا کس لیے کہ لم ع ۹ ۱۱ ۲۱
تحط بہ بمعنی لم تخبرہ ہے۔

تفسیر

یہاں سے پھر مسئلہ نبوت میں کلام شروع ہوتا ہے۔
یہ دوسرا واقعہ ہے۔ اول اصحاب کہف کا تھا اس
میں یہود پر تعریض ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جملہ
انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیتے تھے اور جملہ علوم کا انہیں کو
سرچشمہ خیال کرتے تھے اس میں اشارہ ہے کہ دنیا میں ان
سے بھی بڑھ کر باکمال تھے۔ اب یہ کیا ضرور ہے کہ جو کچھ
ان کی کتاب میں نہ ہو وہ غلط ہے علوم الٰہی کا خاتمہ نہیں
ہو گیا اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی طرف
بھی اشارہ ہے۔

اس قصہ کا مجملاً بیان صحیح بخاری کی اس روایت کے
بموجب جو اُبی بن کعب ؓ سے مروی ہے یوں ہے کہ حضرت
موسیٰ ؑ بنی اسرائیل میں وعظ فرما رہے تھے کہ کسی نے پوچھا
سب میں زیادہ عالم کون ہے۔ آپ نے فرمایا میں۔ یہ بات
خدا کو ناگوار معلوم ہوئی کیوں کہ سب میں زیادہ عالم ہونا اللہ
کے لیے کیوں نہ کہا۔ تب خدا تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ مجمع
البحرین کے موقع پر تم کو ہمارا ایک بندہ ملے گا جو تم سے
بھی زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ ؑ نے عرض کیا کہ ان تک پہنچنے کی
کیا صورت ہے ؟

قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا

موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر ہی پاویں گے

وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ

اور میں کسی بات میں بھی آپ کے خلاف نہ کروں گا　　اس نے کہا اچھا اگر تو

اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى

میرے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہے تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک

اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾ فَانْطَلَقَا

کہ میں خود ہی تجھ سے اس کا ذکر نہ کروں　　پھر وہ دونوں چلے

حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا

یہاں تک کہ جب دریا میں کشتی پر سوار ہوئے تو اس نے اس میں شگاف کر دیا

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ

موسیٰ نے کہا کیا کشتی کے لوگوں کو ڈبونے کے لیے اس کو پھاڑ ڈالا البتہ

جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

تم نے ایک عجیب کام کیا ہے　　اس نے کہا میں نہیں کہہ چکا ہوں

إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾

کہ تو ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھیر سکے گا

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ

موسیٰ نے کہا آپ بھول چوک پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجیے

وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿٧٣﴾

اور مجھ سے زیادہ سخت گیری نہ کیجیے

فَانطَلَقَا ۚ وقفۃ حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ

پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا تو اس کو انہوں نے مار ڈالا

قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ

موسیٰ نے کہا آپ نے کیوں ایک بے گناہ کو ناحق مار ڈالا؟

لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾

البتہ آپ نے بُری بات کی

فرمایا اپنے تھیلے میں ایک تلی ہوئی مچھلی رکھ لو پھر جہاں وہ مچھلی گم ہو جاوے وہ شخص وہیں ملیں گے۔ پس موسیٰ مچھلی تھیلے میں ڈال کر یوشع بن نون کو ہمراہ لے کر چلے۔ چلتے چلتے ایک موقع پر (سمندر کے کنارے) پہنچے تو ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے مچھلی اس تھیلے میں سے تڑپ کر دریا میں جا گری اور جہاں تک وہ جاتی تھی پانی میں ایک سوراخ سا ہو جاتا تھا حکم الٰہی سے پانی ادھر ادھر سے ملتے نہیں پاتا تھا۔ پھر بیدار ہوئے تو یوشع کو یاد دلانا نہ رہا کہ اس مقام پر مچھلی گم ہو گئی ہے۔ اس رات دن تک چلا کیے یہاں تک کہ جب اگلے روز صبح کا وقت آیا تو موسیٰ نے اپنے جوان یعنی مرید یوشع سے کھانا مانگا۔ اس سے پہلی منزلوں میں موسیٰ نہ تھکے تھے لیکن اس منزل میں تھک گئے جو مقام مطلوب کو چھوڑ کر چلے تھے۔ مچھلی کو دیکھا تو ندارد۔ یوشع نے عذر کیا کہ کم بخت شیطان نے مجھے یاد دلانا بھلا دیا۔ یہ اس پتھر کے پاس گم ہوئی تھی۔ تب دونوں اُلٹے پھرے اور اس پتھر کے پاس آئے تو موسیٰ کو وہ شخص ملا جس کو علم لدنی دیا گیا تھا۔ موسیٰ نے

السلام علیکم کہا۔ انہوں نے جواب دے کر پوچھا کون ہو؟ کہا موسیٰ بنی اسرائیل، اس لیے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ علم لدنی سیکھوں۔ خضر نے فرمایا اے موسیٰ تجھ کو خدا نے جو علم دیا ہے اس کو میں نہیں جانتا اور جو علم مجھے عطا ہوا ہے اس کو تو نہیں جانتا۔ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔ موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ میں برداشت کروں گا اور کسی بات میں آپ کے خلاف نہ کروں گا۔ پھر تمام قصہ مروی ہے کہ دریا میں ان کو ایک کشتی ملی اس پر سوار ہوئے تو خضر نے ایک تختہ نکال دیا۔ موسیٰ نے کہا واہ بغیر کرایہ سوار کیا اس پر آپ نے یہ سلوک کیا؟۔ خضر نے کہا اور خصت۔ موسیٰ نے عذر کیا کہ بھول کر سوال کیا آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ پھر کشتی سے نکل کر چلے تو ایک جوان لڑکا ملا جو لڑکوں میں کھیل رہا تھا۔ خضر نے اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ بگڑے کہا اس بے گناہ کو تم نے ناحق قتل کیا یہ بری بات کی۔ خضر نے اب کی بار نہایت برہم ہو کر کہا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ اس لیے الم اقل کے بعد تاکید کے لیے لک لام و کاف زیادہ کیا۔ پھر موسیٰ نے عذر کیا اور شرط کر لی کہ اگر اب کے پوچھوں تو اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ آگے چلے تو ایک گاؤں میں پہنچے۔ چنانچہ انہوں نے دستور کے موافق گاؤں والوں سے کھانا مانگا ضیافت چاہی مگر انہوں نے صاف جواب دے دیا۔ اسی گاؤں میں ایک دیوار تھی جو گرا ہی چاہتی تھی خضر علیہ السلام نے اس کو سیدھا کر دیا۔ اب تو حضرت موسیٰ کو تاب نہ رہی اور خود جان کر سوال کیا کیونکہ ان کے پاس رہنا مقصود ہی نہ تھا کہہ اٹھے کہ ان سے اس دیوار کے سیدھا کرنے کی اجرت لے لینی چاہیے تھی انہوں نے ہمارا حق مہمانی بھی ادا نہیں کیا۔ خضر نے کہا لو اب مجھ میں اور تم میں جدائی ہے مگر میں تم کو ان تینوں باتوں کا بھید بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا۔ کشتی کی سنیے وہ بے چارے غریبوں کی کشتی تھی جو اس کے ذریعہ سے محنت مزدوری کر کے

بسر اوقات کرتے تھے اور آگے ایک بادشاہ بیگار میں زبردستی کشتیاں پکڑ رہا تھا میں نے اس کا تختہ نکال کر عیب دار کر دیا تاکہ بادشاہ اس کو نہ پکڑے چنانچہ اس نے نہ پکڑا اور تختہ لگا کر کشتی کو انہوں نے درست کر لیا. اب بتلایئے یہ کام اچھا تھا یا برا؟ اور وہ جو لڑکا تھا وہ نہایت شریر اور سرکش تھا اس کے ماں باپ نیک تھے خوف تھا کہ اس کی محبت میں آخر کہیں وہ بھی کفر و سرکشی میں مبتلا نہ ہو جاویں اس لیے خدا کو منظور ہوا کہ یہ مر جاوے اور اس کے بدلے ان کو اور اولاد ملے. جو خیراً منہ زکوٰۃً تقویٰ و صلاح میں اس سے بہتر ہو اور اقرب رحماً جو صلہ رحمی اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی اس سے بہتر ہو چنانچہ اس کے بعد ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو نہایت نیک تھی جس کے پیٹ سے ایک نبی پیدا ہوا حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ وہ جوان تھا لیکن نو عمر ہونے کی وجہ سے اس کو لڑکا کہا اور چونکہ خوب صورت تھا اس لیے اس کو ستھرا کہا. کلبی کہتے ہیں کہ وہ جوان تھا راہ زنی کر کے مال اپنے ماں باپ کے ہاں لاتا تھا ضحاک کہتے ہیں لڑکا تھا مگر فساد کیا کرتا تھا جس سے اس کے والدین کو ایذا ہوتی تھی (معالم التنزیل) کہو اس میں ارادہ الٰہی کے بموجب کیا برائی ہے؟

اب رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا اور ان کا باپ نیک مرد تھا جس کی برکت سے خدا کو اس کی اولاد کے ساتھ احسان کرنا منظور تھا کہ جوان ہو کر وہ اپنا خزانہ نکالیں اگر اس دیوار کو درست نہ کیا جاتا اور یہ گر پڑتی تو اور لوگ خزانہ لے لیتے اس لیے اس کو درست کر دیا کہ ان کی جوانی تک نہ گرے. کہیے اس پر کیا اجرت لینی مناسب تھی؟

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام خضرؑ سے جدا ہو کر پھر بنی اسرائیل میں آ گئے. لیکن معلوم ہو گیا کہ دنیا میں خدا کے بعض بندے مجھ سے بھی زیادہ عالم ہیں.

ابحاث

(اول) یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کب گزرا ہے؟ حال کے اہل کتاب کہتے ہیں کہ توریت میں اس کا کہیں ذکر نہیں اس لیے وہ اس کے منکر ہیں. علماء اسلام میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں تھے اسی لیے مجمع البحرین یعنی دو سمندروں کے ملنے کے موقع میں اختلاف کیا ہے. قتادہ بحر فارس و بحر روم مشرقی جانب کا کہتے ہیں. محمد بن کعب طنجہ بتلاتے ہیں. ابی بن کعب افریقیہ کہتے ہیں (معالم) مگر صحیح یہی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر قلزم کو عبور کر کے بلک عرب کے شمالی و مغربی کناروں میں آ رہے تھے اور بحرین سے مراد بحر قلزم کی وہ دو شاخیں ہیں جو شمالی جانب میں دور تک جا کر دو شاخ ہو گئی ہیں جہاں سے وہ دو شاخ جدا ہوتی ہیں گویا وہاں دو شاخوں کا مجمع یعنی جمع ہونے کی جگہ ہے انہیں دو شاخوں کے بیچ میں کوہ سینا اور حورب اور وہ مقامات ہیں کہ جہاں بنی اسرائیل برسوں رہے ہیں. چنانچہ جغرافیہ فرہاد صفحہ ۵۳۴ کے حاشیہ میں یہ ہے "و باعتقاد من مجمع البحرین کہ در قرآن مجید است کما قال اللہ عزوجل حتی ابلغ مجمع البحرین الخ ملتقائے خلیج عقبہ و خلیج سویس است واکثر مفسرین باشتباہ افتادہ مجمع البحرین را ملتقائے بحر عمان و ہند گرفتہ اند و حضرت موسیٰ باین صفحات عبور نفرمودہ واسم قدیم عقبہ ایلہ است واکثرے ایلہ را ندانستہ اند و ابلہ بصرہ خواندہ اند. ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا انتہیٰ". توریت موجودہ میں اس قصہ کا درج نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ قصہ واقع نہیں ہوا. موسیٰ علیہ السلام کی بہت سی کتابیں تھیں کہ جن کو سب اہل کتاب کہتے ہیں مفقود ہو گئیں ان میں بھی اگر اس کو نہ پاتے

تو پھر کچھ مجال گفتگو تھی۔

دوم۔ اکثر اہلِ اسلام اس کے قائل ہیں کہ موسیٰ سے مراد ان آیات میں حضرت موسیٰ بن عمران، ہارون (علیہما السلام) کے بھائی ہیں۔ مگر کعب احبار کی بیوی کا بیٹا نوف بکالی یہ کہتا تھا کہ یہ اور موسیٰ ہیں، جو میشی بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام کے بیٹے تھے لیکن خود حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تکذیب کر دی کہ وہ غلط کہتا ہے۔

تحقیقِ خضر

وہ شخص کہ جس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام علمِ لدنی کی تعلیم پانے گئے تھے کون تھے؟ علماءِ اسلام کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر تھے کہ جن کو بعض نے ولی اور بعض نے نبی کہا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں جس جگہ وہ نماز پڑھتے تھے وہ جگہ سبز اور ہریالی ہو جاتی تھی اس لیے ان کو خضر کہتے ہیں جس کے معنی سبز کے ہیں۔ یہ بات کسی صحیح حدیث سے دریافت نہیں ہوتی کہ خضر کس ملک میں پیدا ہوئے اور کس قوم کے تھے اور کس زمانے میں پیدا ہوئے تھے؟۔ توریت سفرِ پیدائش کے چودھویں باب کے اخیر میں "ملک صدق" کا ذکر آیا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی اور وہ خدا کا کاہن تھا۔ پھر اسی ملک صدق کی نسبت عیسائیوں کی انجیل میں یعنی نامہ عبرانیوں کے ساتویں باب میں یہ لکھا ہے "کیوں کہ یہ ملک صدق سالیم کا بادشاہ تھا خدا کا کاہن تھا جس نے ابرہام کا جب کہ وہ بادشاہوں کو مار کے پھر آتا تھا استقبال کیا اور اس کے لیے برکت چاہی جس کو ابرہام نے سب چیزوں کی دہ یکے دی۔ وہ پہلے اپنے نام کے معنوں کے موافق راستی کا بادشاہ اور پھر شاہ سالیم یعنی سلامتی کا بادشاہ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے (عیسیٰ) سے مشابہ ٹھیر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے۔"

اگرچہ ملک صدق کی بابت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تھا اور جس کی نسبت ہمیشہ زندہ رہنا لکھا ہے، اہلِ کتاب کے مختلف قول ہیں لیکن صحیح تر یہی ہے کہ ملک صدق وہی شخص ہے کہ جس کو اہلِ اسلام خضر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب ان کی عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جدِ امجد اور اب الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی تھی۔ شاید پولس کا یہ کہنا کہ ان کی نہ ماں تھی نہ باپ نہ اس کی عمر کی ابتدا ہے مبالغہ پر محمول ہو جو اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تشبیہ کے لیے یہ بات کہی ہو، واللہ اعلم عند اللہ۔

خضر علیہ السلام

(اوّل) کے بارے میں علماء اسلام کے دو قول ہیں۔ ایک جماعت صرف اس حدیث سے استدلال کر کے (جس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار عشا کی نماز پڑھ کر یہ فرمایا تھا کہ آج کی رات جو زمین پر زندہ ہے سو برس کے اخیر تک مر چکے گا) یہ کہتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت خضر بھی بموجب حدیث مذکور مر گئے۔ مگر اکثر علماء فرماتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ جس طرح کہ حضرت الیاس۔ اور سال بھر میں دونوں ایک بار ملاقات بھی کرتے ہیں۔ حدیث مذکور میں جو سو برس کے بعد مرنا آیا ہے وہ اکثر لوگوں کی عمرِ طبعی کا لحاظ کر کے فرمایا ہے عموم مراد نہیں کہ جن کی زندگی محض اس کی قدرت کاملہ کے طور پر ہو

---

[1] پیشوا امام بحاورۂ اہلِ کتاب ۱۲ منہ

[2] ہر چیز میں سے دسواں حصہ ۱۲ منہ

وہ بھی اس میں شامل ہو جاویں۔

دوم۔ خضر کی زندگی کی بابت یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ وہ سکندر ذوالقرنین کے ساتھ ظلمات میں گئے اور ذوالقرنین آبِ حیات کے چشمہ کا رستہ بھول گئے اور خضر نے وہاں پہنچ کر وہ پانی پی لیا جس لیے ان کی زندگانی ہمیشہ تک رہے گی، اور نیز یہ کہ خضر دریاؤں پر رہتے ہیں وہاں کے کاروبار انہیں سے متعلق ہیں یہاں تک کہ عوام کنوؤں تالابوں نہروں پر بھی خضر کے نام کا چراغ جلاتے اور ولیہ پکا کر فاتحہ دلاتے ہیں اور ان کے نام کی دہائی دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ نہ قرآن سے اس کا ثبوت ہے نہ پیغمبر علیہ السلام کے کسی قول سے اور ان کی پرستش کرنا اور دہائی دینا تو صریحاً ممنوع ہے۔

سوم۔ باوجودے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے اولوالعزم رسول تھے ان کو توریت دی گئی تھی خدا تعالیٰ سے کلام کرتے تھے پھر وہ کون سا علم ہے جو انہیں حاصل نہ تھا جس کی خضر علیہ السلام کے پاس تعلیم پانے گئے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسانوں میں سے بعض نفوس ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے قوائے خیالیہ وحسیہ انوار ولمعانِ روحانی کی وجہ سے ضعیف ہو جاتے ہیں اور ان کی قوتِ ملکیہ ان پر یہاں تک غالب ہوتی ہے کہ اگر ان کو طبقۂ ملائکہ میں شمار کیا جاوے تو کچھ بعید نہ ہو اور ان کی روح علوم ومعارفِ الٰہیہ کے لیے ایک آئینہ پر جلا ہوتی ہے تب ان پر بلا توسط غیرے عالم غیب کے اسرار فائض ہوتے اور اسی کو علم لدنی کہتے ہیں۔ اگرچہ سب انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں مگر ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است، ہر ایک کے مراتب متفاوت ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم خلق کی طرف زیادہ توجہ تھی ان پر اسی قسم کے علوم فائض ہوتے تھے ملائکہ کے سلسلہ میں داخل ہونا ان کے حق میں ان کے مقاصد کے منافی تھا۔ برخلاف حضرت خضر علیہ السلام کے کہ وہ ملکیت غالب آ جانے کی وجہ سے رجال الغیب اور ملائکہ میں مل گئے تھے اس لیے نظر سے غائب ہو جانا اور ہزاروں کوس دم مارنے میں چلا جانا سمندروں پر سے پار اتر جانا ان کے نزدیک کچھ مشکل نہ تھا۔ خدا تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دکھانا تھا کہ ہمارے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ملائکہ کی طرح جو کچھ کرتے ہیں اسی کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں گو بظاہر ان کے افعال کسی سر کی وجہ سے کسی کی سمجھ میں نہ آویں۔ اسی لیے حضرت موسیٰؑ سے خضرؑ نے کہا تھا کہ تم کو اور علوم مجھے اور علوم دیے گئے ہیں تم میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ آخر موسیٰ نے بھی دیکھا کہ ان علوم سے مجھے کچھ فائدہ نہیں وہاں سے چلے گئے۔

چہارم۔ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی خضر صفت آدمی ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں جن کو ابدال و اوتاد و اقطاب کہتے ہیں۔ مگر جاہل صوفیوں کا اس قصہ سے یہ سمجھ لینا کہ باوا شریعت اور ہے طریقت اور ہے، نماز روزہ حرام وحلال کے ہم پابند نہیں، ہم عالم غیب کے مختار ہیں جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں پھر اس اعتقاد سے جہلاء کا ان سے حاجات طلب کرنا اور ان لوگوں کا شراب پینا بھنگ نوشی کرنا اور معترض کو یہ کہنا کہ بابا موسیٰ نے بھی خضر پر ایسے ہی اعتراض کیے تھے یہ علم لدنی کی باتیں ہیں جو مرشدوں (یعنی تکیہ میں بھنگ گھوٹنے والوں) سے حاصل ہوتی ہیں وغیر ذٰلک من الخرافات محض وسوسۂ شیطانی اور دامِ تزویر ہے۔ معاذ اللہ اقطابؒ ابدال ایسے منہیات کے کب مرتکب ہوتے ہیں۔ خضر علیہ السلام کی تینوں باتوں کو غور کرو ان میں سرِ مو قباحت نہ تھی دیوار بنانا تو ظاہر ہے۔ رہا کشتی کا تختہ نکالنا کہ جس سے وہ غرق نہ ہوئے اور ان کی کشتی بچ گئی یہ ایسی ہی بات ہے کہ جس طرح سر کے بال مونڈ دینے سے کسی کا مرض دفع کر دیا جائے۔ رہا اس بدبخت لڑکے کا قتل کرنا سو وہ بھی ٹھیک بات تھی۔ خصوصاً جب کہ وہ جوان قزاق تھا۔ یوں تو ملک الموت بھی

بھی سیکڑوں قتل کے ہر کوئی الزام لگا سکتا ہے۔

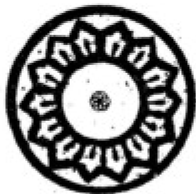
ہنود کے معارضہ کا جواب

ف ہندوؤں کی کتابوں سے جب کہ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ کرشن نے گوپیوں سے ایسا کیا۔ مہادیو جی نے اور فلاں فلاں بزرگوں نے ذرا سی بات پر اتنے لوگوں کو بے رحمی سے قتل کر ڈالا تو ہنود کے رئیس المناظرین لالہ اندر من نے حضرت موسیٰ کا قبطی کو مکا مارنا اور خضر علیہ السلام کا کشتی کا تختہ اکھیڑنا۔ لڑکے کو قتل کرنا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر گندم کے درخت کو کھانا گنوا دیا۔ اور سیکڑوں وہ بے اصل قصے جو ہمارے خوش اعتقاد راویوں نے اہل کتاب سے لیے تھے بیان کر دیے کہ لو دیکھو تمہارے مسلم بزرگوں نے کیا ظلم کیا ہے؟ اس جواب سے ناواقف ہنود تو شاید خوش ہو گئے ہوں گے مگر منصف مزاجوں کے نزدیک یہ جواب سننے کے بھی قابل نہیں کیوں کہ کہاں حضرت خضر و موسیٰ و آدم کا یہ فعل اور کہاں ان کے بزرگوں کے وہ حیرت انگیز ماجرے جو ان کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں جس کی تشریح سوط اللہ الجبار وغیرہ کتابوں میں علماء اسلام نے خوب کی ہے۔

ف

قرآن مجید میں جو خضر علیہ السلام کے جو تین فعل بیان ہوئے ہر ایک امت کے لیے عجب رموز ہیں۔ اول کشتی کا تختہ توڑ کر بادشاہ ظالم کے ہاتھ سے بچانا اس بات کی تعلیم ہے کہ تھوڑے سے نقصان پر ناصبر نہ ہونا چاہیے اس میں جانے کیا فوائد رکھے ہوتے ہیں اور نیز یہ کہ کسی غریب کو کشتی میں سوار کرنا یا اس کے ساتھ اور کوئی سلوک کرنا آسمانی ہلاکتوں سے بچنے کا سبب ہو جاتا ہے (۲) نیک آدمی پر صدمہ آنا کسی مصلحت الٰہیہ کی دلیل ہے جیسا کہ اس بدبخت لڑکے کا مرنا جو دنیا و آخرت میں ان کے ننگ کا باعث تھا جس کے بدلہ میں نیک اولاد ملی۔ (۳) نیک آدمی کے بعد پشتوں تک خدا تعالیٰ اس کی اولاد کو نیک صلہ دیا کرتا ہے جیسا کہ دیوار کے قصہ سے ظاہر ہے۔

لہ پورانوں میں ۱۲ منہ



تفسیر حقانی

پارہ ۱۶

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ
انہوں نے کہا کیا تم سے میں نہیں کہہ چکا ہوں کہ تم ہرگز میرے ساتھ
مَعِیَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ
نہ ٹھہر سکو گے (موسیٰ نے) کہا اگر اس کے بعد میں آپ سے
شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ۚ قَدْ
کوئی بات پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا آپ کو
بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا
میری طرف سے عذر پہنچ چکا پھر وہ آگے چلے
حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَاۤ
یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان سے کھانا
اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا
مانگا پھر انہوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کیا پھر ان کو وہاں
فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ
ایک ایسی دیوار ملی کہ جو گرا ہی چاہتی تھی تب اس نے اس کو سیدھا کر دیا
قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾
(موسیٰ نے) کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اجرت لے لیجئے

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ ۚ
اس نے کہا اب یہ میرے اور تمہارے بیچ جدائی ہے
سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ
اب میں تم سے ان باتوں کا راز بھی بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر
عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ
تم صبر نہ کر سکے وہ جو کشتی تھی سو وہ
لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ
محتاج لوگوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے پھرتے تھے
فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَكَانَ
پھر میں نے اس میں عیب کر دینا چاہا کیونکہ ان
وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ
محتاجوں کے آگے ایک بادشاہ ہر ایک کشتی کو
سَفِیْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ
زبردستی پکڑ رہا تھا اور رہا لڑکا سو اس کے

۱؎ وراء کے معنی آگے کے ہیں جیسا کہ تفسیر میں حضرت علیؓ و ابن عباسؓ امامہم فرمایا کرتے تھے اور اس کے معنی پیچھے کے بھی ہیں دونوں ہو سکتے ہیں ۱۲ منہ

أَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَا أَنْ يُّرْهِقَهُمَا

ماں باپ ایمان دار تھے سو ہم کو ڈر ہوا کہ ان کو بھی کفر اور

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَأَرَدْنَا أَنْ يُّبْدِلَهُمَا

ظلم میں مبتلا نہ کردے ۱؎ سو پھر ہم نے چاہا کہ ان کا خدا اس کے بدلے

رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّأَقْرَبَ

میں ان کو ایسی اولاد دے جو ستھرائی میں اس سے بہتر اور محبت میں اس سے

رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ

اقرب ہو اور وہ دیوار جو تھی سو وہ

لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ

اس شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور

كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوْهُمَا

اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ

صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَّبْلُغَا

نیک مرد تھا پس تمہارے رب نے یہ چاہا کہ وہ جوان

أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ

ہو کر اپنا خزانہ تمہارے رب کی

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ

عنایت سے نکالیں اور یہ میں نے از خود نہیں

أَمْرِيْ ۚ ذٰلِكَ تَأْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ

کیا تھا یہ ہے بستر اس کا کہ جس پر تم

عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ع ۱۰ ۱۲ ۱

صبر نہ کر سکے اور (اے رسول) آپ سے ذوالقرنین کا

ذِي الْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُوْا عَلَيْكُمْ

حال پوچھتے ہیں (ان سے) کہہ دو کہ اب میں تمہیں اس کا

مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ إِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي

کچھ حال سناتا ہوں ہم نے اس کو مملکت میں بڑی قوت

الْأَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

دی تھی اور اس کو ہر ایک طرح کا ساز و سامان

سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰى إِذَا

عطا کیا تھا سو اس نے ساز و سامان تیار کر کے (سفر کا ارادہ کیا) یہاں تک کہ جب

بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ

وہ آفتاب غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اس کو وہ ایک گرم (یا سیاہ)

فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا

چشمہ میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا اور وہاں اس نے ایک قوم

قَوْمًا ۗ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا

کو پایا ہم نے کہا اے ذوالقرنین (تجھے اختیار ہے) یا

أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ

ان کو سزا دے اور یا ان سے نیک

حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ

سلوک کر اس نے (لوگوں کو) کہا کہ جو ان میں ظالم ہو اس کو تو ہم

نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ إِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ

سزا ہی دوں گا پھر وہ اپنے رب کے پاس روانہ ہوگا پھر تو وہ اسے اور بھی

عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَأَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ

سخت سزا دے گا اور جو کوئی ایمان لایا ہوگا اور اس نے

صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاءَنِ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ

نیکی بھی کی ہوگی تو اس کو (خدا کے پاس بھی) نیک بدلہ ملے گا اور ہم بھی اپنے

لَهٗ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾

معاملہ میں اس کو آسان ہی حکم دیں گے۔

ف رحما بسکون الحاء و قرئ بضمها الرحمة يقال رحمه الله رحمة و رحما والالف للتانيث ۱۲

۱؎ اس جملہ کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ یہ لڑکا یعنی نوجوان ناہنجار ہے کافر بھی ہے رہزنی بھی کرتا ہے کہیں ماں باپ اس کی محبت میں آکر اس کا ساتھ نہ دیں اور اس کے سبب وہ بھی کفر و ظلم میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ دوسرے یہ کہ کہیں یہ ان سے کفران نعمت اور سرکشی کر کے ایذائیں نہ دے۔ اول معنی زیادہ مناسب ہیں ۱۲ منہ

ترکیب

عن لیسئلونک سے متعلق ذکرا اتلوا کا مفعول۔ مکنا مفعول امرہ محذوف وجدہا جواب ہے اذا بلغ کا تغرب جملہ حال ہے ضمیر وجدہا سے یا مفعول وجد۔ حمئۃ ذات حمات۔ الحمات الطین الاسود وقرأ ابن عامر وحمزۃ حامیۃ اے حارۃ اما تحیز کے لیے جزاء۔ کو حمزہ کسائی حفص بالنصب والتنوین پڑھتے ہیں اور باقی بالرفع والاضافۃ۔ اول تقدیر پر فلہ الحسنیٰ جزاءً جیسا کہ کہتے ہیں لک ہذا الثوب ہبۃ۔ دوسری صورت میں الحسنیٰ کا موصوف الفعلۃ مقدر مانا جاوے گا یا المثوبۃ پس جزاء موصوف ہوگی المثوبۃ الحسنیٰ کی واضافۃ الموصوف الی الصفۃ کثیرۃ۔

تفسیر

ذوالقرنین کا حال اور اس کا سفر

یہ تیسرا قصہ ذوالقرنین کا ہے جو اہل کتاب کے کہنے سے قریش نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ انا مکنا سے تمہید کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے کہ ہم نے ذوالقرنین کو دنیا پر قابو دیا تھا اور ہر ایک قسم کا ساز و سامان اس کو ملا تھا جس سے وہ مشرق و مغرب تک فتوحات حاصل کرتا ہوا چلا گیا۔ (اگرچہ جب سے علم تاریخ مدوّن ہوا ہے تب سے ایسے ساز و سامان جو اب ہیں ریل و دخانی جہاز پائے نہیں جاتے مگر تواریخ سے پہلے غیر معلوم زمانے میں جانے کیا کیا صنعتیں تھیں جو مٹ گئیں جن کے بعض آثار قدیم خرابات کے کھودنے سے برآمد ہوتے ہیں) فاتبع سببًا کہ ذوالقرنین نے سفر کا ساز و سامان تیار کیا اور پہلے مغرب کی سمت کو روانہ ہوا یہاں تک کہ ان کو آفتاب سمندر کے گرم اور سیاہ پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا۔ اگرچہ آفتاب آسمان پر ہے مگر غروب کے وقت پانی کے کنارہ پر کھڑے ہونے والے کو پانی میں اور پہاڑ کے سامنے والے کو پہاڑ میں غروب ہوتا ہوا معلوم ہوا کرتا ہے۔ اور جس نے حمئۃ پڑھا ہے اس کے نزدیک ذوالقرنین کے سامنے سیاہ دلدل ہوگی جس میں آفتاب کو غروب ہوتے دیکھا ہوگا۔ القصہ وہاں ایک بت پرست قوم ملی جس کی نسبت خدا نے ذوالقرنین کو بالہام یا بواسطۂ نبی یہ حکم دیا کہ خواہ ان کو سزا دے خواہ ان سے کوئی نیک سلوک کر۔ ذوالقرنین نے لوگوں سے کہا وہ جو ان میں ظالم و سرکش ہیں میں انہیں سزا دوں گا، یعنی مار ڈالوں گا۔ جو اس کے بعد وہ اپنے رب کے ہاں جا کر اور بھی سخت عذاب پاویں گے۔ یا یہ مراد کہ سزا دوں گا، کوئی سزا ہو پھر مرنے کے بعد وہ وہاں اور بھی سزا پاویں گے۔ اور جو ان میں ایمان دار اور نیک ہو جاوینگے ان کو اچھا بدلہ اور انعام و اکرام دوں گا اور اپنی حکومت و ریاست کے امر میں بھی ان سے نرمی برتوں گا چنانچہ ذوالقرنین نے ایسا ہی کیا۔

پھر وہاں سے بلادِ مشرقیہ کی طرف توجہ کی اور مشرق میں ایسی قوم تک پہنچے کہ جن کے پاس آفتاب کی تپش سے بچنے کے لیے کوئی خیمہ یا مکان نہ تھا زمین اور پہاڑوں کی کھوہ میں رہتے تھے۔ فرماتا ہے کذالک الخ یعنی ہم علام الغیوب ہیں۔ ذوالقرنین کا پورا حال کہ کس قدر سپاہ تھی اور اس کے ساتھ کون کون تھے جو ہم کو معلوم ہے اور کوئی کیا جان سکتا ہے اور الحق یوں ہی ہے۔

منزل ۴

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ

باہر دیگر اس نے تیاری کی　　یہاں تک کہ جب آفتاب نکلنے کی جگہ (یعنی

مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ

مشرق میں) پہنچا تو اس نے آفتاب کو ایسی قوم پر طلوع کرتے ہوئے پایا کہ

لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾

جن کے لیے ہم نے آفتاب سے بچنے کے لیے کوئی اوٹ نہ بنائی تھی

كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾

بات یوں ہی ہے اور اس کے حال کی پوری پوری خبر ہمارے ہی پاس ہے

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ

اس نے پھر تیاری کی　یہاں تک کہ وہ جب پہاڑ کے دو

السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ

دروں میں پہنچا تو ان کے پار ایک ایسی قوم ملی

لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا

جو بات نہ سمجھ سکتی تھی۔ انہوں نے (ترجمان کی معرفت)

يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ

کہا اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج نے تو ملک میں

مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ

فساد ڈال رکھا ہے　پھر اگر آپ کہیں تو

لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ

آپکے لیے ایک محصول قائم کریں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے

سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ

بیچ کوئی مستحکم دیوار بنا دیں۔ اس نے کہا کہ جو کچھ میرے رب نے مجھے مقدور دے رکھا ہے

خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ

وہ کافی ہے پھر تم اپنے (ہاتھ پاؤں) طاقت سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان

وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ

ایک آڑ بنا دوں　مجھے لوہے کے تختے لا دو (وہ لائے) اور

الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

کام شروع ہوا) یہاں تک کہ جب پہاڑ کے دونوں کناروں کو (دیوار چن کر)

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا

برابر کر دیا　تو کہا　اس کو دھونکو (دھونکنے لگے) حتیٰ کہ جب اس کو

جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ

(لوہے) کو سرخ انگارا کر دیا تو اس نے کہا اب تم میرے پاس تانبا لاؤ کہ پگھلا کر

قِطْرًا ﴿٩٦﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ

اس پر ڈال دوں (پس پگھلا کر ڈالا گیا اور بلند دیوار تیار ہو گئی) کہ یاجوج ماجوج نہ

وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ

اس پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ اس میں نقب لگا سکتے ہیں (دیوار کو دیکھ کر ذوالقرنین نے)

هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ

کہا کہ یہ میرے رب کی عنایت ہے　پھر جب میرے

وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ

رب کا وعدہ آئے گا تو اس کو ڈھا کر برابر کر دے گا　اور میرے

وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ ؕ

رب کا وعدہ برحق ہے ۔

ترکیب

السدین ای الجبلین المبنی بینہما سدۃ وہما جبلان منیفان فی آخر الشمال فی منقطع ارض الترک من ورائہما یاجوج وماجوج وبین ہہنا مفعول بہ وہو من الظروف المتصرفۃ۔ خرجا جعلا نخرجہ من اموالنا۔ ردما حاجزا حصینا وہو اکبر من السد من قولہم ثوب مردم اذا کان رقاع فوق رقاع۔ الصدفین الصدف محرکۃ کل شیء مرتفع من حائط ونحوہ ای جانبی الجبلین فما اسطاعوا بحذف التاء حذرا من تلاقی متقاربین اے التاء والطاء ۔

تفسیر

ثم اتبع سببا یہ تیسرا سفر ہے اس کی کوئی اہمیت بیان نہیں کی۔ غالباً شمالی رخ کا دھاوا ہے کیوں کہ آبادی زمین کی اسی حصہ میں بیشتر ہے۔ شمال میں فتح کرتے کرتے

دو پہاڑوں کی گھاٹی میں پہنچے اور اس کے متصل ایسی قوم ملی جو بات نہ سمجھ سکتی تھی، ترجمان کے ذریعہ سے انہوں نے ذوالقرنین سے قوم یاجوج وماجوج کی سرکشی اور فساد کا حال بیان کیا اور اس گھاٹی کے بند کرنے کی درخواست کی کہ جس سے گذر کر یہ دونوں قومیں ان کے ملک میں قتل و غارت کرتی تھیں اور اس پر انہوں نے کچھ روپیہ یا پیداوار دینے کا بھی وعدہ کیا۔ ذوالقرنین نے کہا خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے تم صرف جسمانی مدد دو کہ لوہے کے تختے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ لائے پس جب پہاڑوں کی چوٹیوں تک درے کو لوہے اور پتھروں سے چن دیا تو گرم کر کے یعنی پگھلا کر اس پر کسی حکمت سے تانبہ یا سیسہ ڈال دیا جس سے وہ دیوار ایک ذات ہو گئی سب جوڑ مستحکم ہو گئے کہ نہ تو اس کی بلندی کی وجہ سے یاجوج وماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے۔ ذوالقرنین نے کہا یہ تم پر رحمتِ الٰہی ہے اس کے گرنے کا ایک وقت مقرر خدا نے کر رکھا ہے جب وہ وقت آوے گا تو گر جاوے گی۔ یہ اس لیے کہا کہ شکر گزاری کرتے رہیں ڈرتے رہیں۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ

اور اس روز ہم نے ان کو ایسا کر چھوڑا کہ ایک دوسرے پر

فِىْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ

دھکا پیل کرتا تھا اور صور پھونکا جائے گا پھر ہم ان سب کو

جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ

جمع کرلیں گے اور ہم اس روز کافروں کے سامنے جہنم کو

لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ

لاویں گے ان کے کہ جن کی

اَعْيُنُهُمْ فِىْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِىْ وَ

آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور

ع ۱۹ ۲ كَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

وہ کچھ سن بھی نہ سکتے تھے۔

ترکیب

بعضهم مفعول اول ترکنا بمعنی جعلنا یموج جملہ مفعول ثانی و ترکنا جملہ مستانفہ ہے یومئذ یموج سے متعلق ہے۔ کانوا معطوف ہے کانت اعینهم پر، حیز صلہ میں داخل ہے معطوف اور معطوف علیہ کا مجموعہ ہے صلہ الذين کا یہ موصول اپنے صلہ سے مل کر الکفرین کی صفت یا نعت ہے۔

تفسیر

یہ تتمہ ہے ذوالقرنین کے قصہ کا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس روز یعنی وقت موعود پر جب کہ دیوار ٹوٹے گی اور قوم یاجوج ماجوج اس میں سے ادھر کے ملکوں میں آوے گی تو یہ اژدحام ہوگا کہ دھکم دھکا ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ٹڈی دل کی طرح امڈے چلے آویں گے آکر زمین میں فساد کریں گے قتل کریں گے کھیتوں کو اجاڑیں گے۔ چوں کہ دیوار کا ٹوٹنا یاجوج ماجوج کا باہر آکر فساد کرنا بلحاظ زمانہ ذوالقرنین کے ہزاروں سیکڑوں برس کے بعد ہوگا اور یہ زمانہ اس زمانہ کے خیال سے یقیناً قیامت کے قریب ہے اس لیے اس مناسبت سے حشر کا مسئلہ شروع ہوا ونفخ فی الصور۔ صور پھونکا جاویگا دنیا نیست و نابود ہو جاوے گی پھر دوسری بار صور پھونکے گا جس سے ہر شخص زندہ ہوگا وعرضنا جہنم الخ اس روز کافروں کے سامنے جہنم کو لا کھڑا کر دیں گے تاکہ وہ اس میں ڈالے جاویں۔ وہ کافر کون لوگ ہیں؟ آپ ہی بتاتا ہے الذین الخ وہ کہ جن کی آنکھوں پر دنیا میں پردے پڑے ہوئے تھے کہ خدا کی نشانیوں اور

اور آیاتِ قدرت کو دیکھکر اس کو یاد نہیں کرتے تھے اور جب خود یہ بات حاصل نہ تھی تو ان کے وعظ و نصیحت کو بھی نہیں سنتے تھے۔ وترکنا الخ کے جو معنی ہم نے بیان کیے ہیں انھیں معنی کی تائید سورۂ انبیاء کی اس آیت سے ہوتی ہے حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج کو کھول دیں گے تو وہ ہر بلندی سے دوڑتے چلے آویں گے۔ پھر واقترب الوعد الحق سے حشر کا برپا ہونا بیان فرماتا ہے جیسا کہ یہاں عرضنا سے فرمایا مگر بعض مفسرین یومئذ مراد وہ دن لیتے ہیں کہ جس روز دیوار قائم ہوئی تھی اور ترکنا ماضی کے صیغہ کو اپنے اصلی معنوں پر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کے یہ معنی ہوئے کہ جس روز دیوار قایم ہوگی تو یاجوج ماجوج وہیں ایک دوسرے پر باہر آنے کے لیے گرتے پڑتے اور اژدحام کرتے رہ گئے کہ ایک دوسرے پر دیوار کی طرف آنے کے لیے گرا پڑتا تھا جیسا کہ اژدحام میں ہوتا ہے واللہ اعلم۔ ویسئلونک عن ذی القرنین الخ جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ قریش نے احبار یہود کے کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں بطور امتحان کے پوچھی تھیں من جملہ ان کے ایک یہ بات بھی ہے۔ اس بات کو محدثین نے صحیح سند سے ثابت کر دیا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ بھی اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اس میں کچھ بھی شبہ نہ کرنا چاہیے کہ ذی القرنین کا قصہ یہود میں متعارف تھا اب خواہ وہ ان کے طالموت میں ہو یا گمرا میں جو ان کی کتاب مقدس کی شرح یا تفسیر ہے یا ان کی ان روایات میں جو زبانی یکے بعد دیگرے ان کے ہاں متوارث چلی آتی تھیں ہرچہ باشد۔ مگر وہ ذی القرنین کے قصہ سے واقفیت رکھتے تھے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس قصہ کو ہر ایک نہیں بتلا سکتا۔ اور اسی غرض سے بطور امتحان کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ قرآن مجید نے صرف یہی بتلایا کہ وہ ایک ایسا بادشاہ تھا کہ جس کو ہم نے زمین پر زور آور کیا تھا اس کو ہر ایک طرح کے اسباب عطا کیے تھے پھر اس نے مغرب کے رخ سفر کیا اور وہاں تک پہنچا کہ جہاں اس کو آفتاب سیاہ اور گدلے چشمہ میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوا پھر وہاں سے لوٹ کر مشرق کی طرف رجوع کیا اور آخر ایک ایسی قوم پر پہنچا کہ جن پر آفتاب بغیر کسی حجاب کے طلوع کرتا تھا پھر وہاں سے اس نے ایک اور سفر کیا (جو غالباً سمت شمالی میں تھا اور قرائن سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے) اور ایک ایسی قوم تک پہنچے کہ جو ان کی زبان نہ سمجھ سکتے تھے (بغیر ترجمان کے)، ان لوگوں نے ذوالقرنین سے کسی خاص خراج دینے پر یہ درخواست کی کہ یاجوج ماجوج مفسد لوگ ہیں ہمارے ملک پر شورش برپا کیا کرتے ہیں آپ ان کا رستہ بند کر دیجیے۔ ذی القرنین نے خراج لینے تو انکار کیا، اور لوہے کے تختے ان سے مانگے کہ جن سے دو پہاڑوں کے

ؔ چنانچہ ابن جریر نے بسند ابن اسحاق عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں قریش نے نضر بن حارثؔ عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ میں احبار یہود کے پاس بھیجا تا کہ ان سے پوچھ کر بطور امتحان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں چنانچہ انہوں نے یہ تین سوال تعلیم کیے اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ان میں سے دو کا بھی جواب دے گا تو جانیو کہ برحق ہے اوّل اصحاب کہف کا حال پوچھو۔ پھرؔ اس بادشاہ کا جو مشرق و مغرب تک فتح کرتا چلا گیا تھا، یعنی ذوالقرنین کا پھرؔ روح سے سوال کرو ۱۲ منہ

درمیان کوئی درہ تھا اس کو بند کر دیا اور دیوار چن کر اس کو گرم کیا اور پگھلا ہوا تانبا یا سیسہ اس پر ڈال کر ایسا مستحکم کر دیا کہ جس پر نہ وہ چڑھ سکتے تھے نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے۔ نہ قرآن مجید میں اس بات کا ذکر ہے کہ ذی القرنین کس ملک کا بادشاہ تھا اور کس عہد میں تھا؟ اور نہ یہ بات بتلائی کہ اس کو ذی القرنین کیوں کہتے تھے۔ نہ اس بات کا ذکر ہے کہ ذی القرنین مشرق و مغرب میں انتہیٰ تک پہنچ گئے تھے نہ یہ بات بتلائی گئی ہے کہ وہ قوم کہ جس نے سد یعنی دیوار بنانے کی درخواست کی تھی کون قوم تھی اور کہاں تھی؟ نہ یہ بتلایا کہ یاجوج ماجوج کون قوم تھی اور کہاں رہتی تھی اور اب بھی ہے کہ نہیں اور ہے تو کہاں ہے اور وہ کیسی قوم ہے ان کے قد کیسے ہیں اور مردم خور ہیں یا نہیں؟ اور نہ دیوار کا موقع بتلایا کہ وہ کس جگہ بنی تھی اور اب بھی ہے کہ نہیں؟ یہ سب باتیں سوال سے زائد تھیں اس لیے ان سے اعراض کر کے اصل قصہ بتلایا جو ان کی غرض سے تعلق رکھتا تھا اور انبیاء علیہم السلام اور وحی کا مقصد اصلی بھی یہی تھا تفصیل واقعے کہانی بیان کرنا مؤرخوں کا کام ہے۔ اب ان باتوں میں علماء اسلام نے غور کرنا شروع کیا، اور جہاں تک ہو سکا ان کا پتہ نکالا اور ان باتوں کے دریافت کرنے میں انہوں نے کہیں قرآن مجید کے اشاروں سے کہیں روایات سلف سے کہیں مؤرخین اہل کتاب و اہل اسلام و دیگر تواریخ سے اور ہر زمانہ کے اہل تحقیق اور اہل جغرافیہ سے مدد لی اور یہی وجہ ہے کہ ان باتوں کے ٹھیک ٹھیک دریافت کرنے میں ان سے باہم اختلافات بھی ظہور میں آئے اور کچھ عجب نہیں کہ ان سے کسی موقع میں اصل بات رہ گئی ہو اور بعض نے اس کو ٹھیک سمجھا ہو۔ اور ایسی باتوں میں کہ جہاں نہ کوئی نص قطعی رہنمائی کرتی ہو نہ کوئی اس وقت کی صحیح تاریخ ملتی ہو اختلاف ہونا ایک معمولی بات ہے نہ ان امور بحوثہ کا ان کی تحقیق کے موافق ہر ہر بات میں صحیح مان لینا فرض و واجب ہے نہ ان پر کوئی وجہ انکار ہے۔

سب سے پہلی بات کہ ذوالقرنین کون تھا اور کہاں کا تھا اور کب تھا؟

اس کا ثبوت اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ یہ دیوار کس نے بنائی؟ پس جو اس کا بنانے والا ہے وہی شخص ذوالقرنین ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ اب ہم کو اس سد کی تلاش کرنی پڑی کہ کہاں ہے؟ ہمارے سامنے حال کے بھی متعدد جغرافیے اور کرۂ زمین کے صحیح نقشے دھرے ہیں جو سرکاری مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں ان میں کسی جگہ یاجوج ماجوج قوم کا ذکر تک نہیں اور یہ ممکن ہے کیونکہ حال کے جغرافیوں میں قوموں اور ملکوں کے وہی نام ذکر کیے جاتے ہیں جو آج کل متعارف ہیں اور ایسا بہت واقع ہوا ہے کہ زمانے کے گزرنے سے ملکوں اور شہروں اور قوموں کے اور ہی نام ہو گئے پہلے نام بدل گئے۔ ہو سکتا ہے کہ یاجوج ماجوج کو آج کل کسی اور نام سے تعبیر کرتے ہوں اس لیے یاجوج ماجوج کا نام نہ ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں نہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کوئی قوم نہیں یا پہلے تھی اب بالکل نیست و نابود ہو گئی اسی طرح اس سد کا بھی ذکر نہیں اور یہ بھی قرین قیاس ہے کس لیے کہ جغرافیوں اور نقشوں میں شہروں اور پہاڑوں اور بڑے بڑے نشانوں کو ذکر کیا کرتے ہیں اور یہ دیوار جیسا کہ اہل اسلام کے مورخ کہتے ہیں صرف تھوڑی سی زمین کی ایک مرتفع اور مستحکم دیوار دو پہاڑوں کے درمیان ہے اس سے بھی بڑی بڑی صد ہا چیزیں مذکور نہیں ہوتیں۔

اب ہم کو مسلمانوں کے قدیم جغرافیے دیکھنے چاہییں کہ جنہوں نے بطلیموس کے جغرافیہ کو لے کر اس کے ساتھ اپنے سفرنامہ اور اپنے دیکھے ہوئے مقامات کو بھی نہایت تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے اور گویا حال کے جغرافیوں کی انہیں پر تقسیم اقالیم و جزائر و ممالک وغیرہ امور میں بنیاد ہے اور یہ بھی درست ہے کہ آج کل سامان سفر جیسے

مہیا ہیں اور جس آسان طریقہ سے ہر ایک ملک کی خبر دریافت ہوسکتی ہے پہلے یہ بات نہ تھی اور اسی لیے حال میں اس فن میں بہت کچھ چھان بین کی گئی مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دوسری تیسری صدی میں جب کہ مسلمانوں کی فتوحات مشرق و مغرب تک پھیل گئی تھیں اور وہ باوجود صعوبت سفر کے اندلس اور جبل الطارق سے لے بحر چین کے کناروں تک ایسے امور کی تحقیقات کے لیے سفر کیا کرتے تھے اور پھر ہر ایک سیاح نہایت صحت و احتیاط کے ساتھ ان مقامات و بلاد و ممالک کے احوال قلم بند کیا کرتا تھا چنانچہ اس قسم کے بہت سے جغرافیے اب تک موجود ہیں جن میں سے اکثر کو اہل فرنگستان نے طبع بھی کیا ہے ان کیا سے میرے پاس اس وقت یہ کتابیں موجود ہیں جن سے ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کا اور ان کے شہروں اور مشہور مقاموں کا بڑی تشریح کے ساتھ حال معلوم ہوسکتا ہے۔ (۱) کتاب المسالک والممالک تالیف ابی القاسم بن حوقل مطبوعہ لیڈن مطبع بریل سنہ ۱۸۷۳ء (۲) الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ تالیف ابوریحان محمد ابن احمد بیرونی خوارزمی مطبوعہ جرمن سنہ ۱۸۷۸ء بیرون سندھ میں کوئی قریہ یا شہر تھا شاید اب بھی ہو۔ یہ شخص بڑا حکیم و منجم سلطان محمود غزنوی کے عہد میں تھا (۳) نزہۃ المشتاق فی ذکر الامصار والاقطار والبلدان والجزر والمدائن والآفاق اس کا مصنف علوی ادریسی چھٹی صدی ہجری میں تھا۔ یہ جغرافیہ یونانی اور اس کے جغرافیوں سے ملخص کر کے جزیرہ صقلیہ کے عیسائی بادشاہ کے لیے تصنیف کیا تھا۔ (۴) مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع تالیف یاقوت حموی مطبوعہ فرانس (۵) کتاب البلدان تالیف ابی بکر احمد بن محمد الہمذانی المعروف بابن الفقیہ مطبوعہ لیڈن مطبع بریل ۱۳۰۲ھ ہجری (۶) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم تالیف شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر البناء الشامی المقدسی المعروف بالبشاری مطبوعہ لیڈن مطبع بریل سنہ ۱۸۷۷ء اس کا مصنف شہاب الدین غوری سے بھی پہلے تھا۔ (۷) المسالک والممالک تالیف ابن اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی الاصطخری، المعروف بالکرخی مطبوعہ مطبع بریل واقع شہر لیڈن سنہ ۱۸۷۰ء (۸) تقویم البلدان تالیف السلطان عماد الدین اسماعیل بن الملک الافضل یعنی ابوالفداء مطبوعہ پیرس سنہ ۱۸۴۰ء (۹) مقدمۃ ابن خلدون۔ یہ شخص جو آٹھویں صدی میں گزرا ہے بڑا حکیم تھا۔ اس نے اپنے جغرافیہ میں حکیم بطلیموس کے جغرافیہ سے لیا ہے۔ جو حضرت مسیح سے تھوڑے دنوں بعد گزرا ہے اور نیز رجار و ابن مسعودی و ابن حوقل و قدری و ابن اسحاق منجم و نزہۃ المشتاق سے بھی لیا ہے اور اقالیم کا اس صحت و خوبی کے ساتھ حال بیان کیا ہے جو آج کل کے جغرافیوں سے سرمو تفاوت نہیں رکھتا صرف ناموں کا فرق ہے۔ اس نے اپنے مقدمہ میں تین جگہ اس دیوار کا ذکر کیا ہے۔ صفحہ ۷۱ میں کہتا ہے:۔

اول دیوار

وفی الجزء التاسع من ھذا الاقلیم السابع فی الجانب الغربی منہ بلاد خفشاخ وھم قفجق یجوزھا جبل قوقیا حین ینعطف من شمالہ عند البحر المحیط ویذھب فی وسطہ الی الجنوب بانحراف الی الشرق فیخرج فی الجزء التاسع من الاقلیم السادس ویمر معترضا فیہ وفی وسطہ ھناک سد یاجوج وماجوج وقد ذکرناہ وفی الناحیۃ الشرقیۃ من ھذا الجزء ارض یاجوج وراء جبل قوقیا علی البحر قلیلۃ العرض مستطیلۃ احاطت بہا من شرقہ وشمالہ۔ اھ

کہ اس اقلیم کے نویں حصہ میں ایک گوشہ میں خفشاخ کے بلاد ہیں کہ جن کو خفچاق کہتے ہیں کہ جن پرسے قوقیا پہاڑ گزرتا ہے جب کہ وہ بحر محیط کے پاس سے ہوکر شمال کی طرف مڑتا ہے قدرے مشرق کو مائل ہوکر تب وہ پہاڑ اقلیم سادس کے نویں حصہ تک نکل جاتا ہے اور یہیں سے وہ گول کھاکر نکلتا ہے اور اسی جگہ اس کے وسط میں یاجوج ماجوج والی دیوار ہے کہ جس کو ہم ذکر کرچکے ہیں اور اس حصہ کے شرقی کنارہ میں یاجوج کا ملک ہے جبل قوقیا کے پرے سمندر کے رخ مستطیل ٹکڑا ہے۔ قوقیا غالباً کوہ الطائی کو کہتے ہیں اور اسی کے موڑ میں ایک جگہ وہ دیوار ہے۔ اور کوہ الطائی کے پرلی طرف منچوریا اور منگولیا مغلوں کی قومیں ہیں جن کو یاجوج سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ لوگ سخت خونخوار درندے اور وحشی اور سفاک کافر تھے جن کا پیشہ شکار ہے۔ پہلے زمانے میں یہ لوگ ادھر تو چین کے ملک پر تاخت وتاراج کیا کرتے تھے جن کے روکنے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً ۲۳۵ برس پیشتر فغفور چین نے دیوار بنائی تھی جس کی لمبائی کا اندازہ بارہ سو میل سے لے کر پندرہ سو میل تک کیا گیا ہے یہ مستحکم دیوار کہ جس کی پوری کیفیت تاریخ چین سے معلوم ہوتی ہے اب تک موجود ہے جو عجائب روزگار میں شمار کی جاتی ہے ادھر یہ سفاک قوم اس پہاڑ کے درہ میں سے گزر کر ترکستان پر تاخت وتاراج کرنے آیا کرتی تھی۔ اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں اس قسم کی دیواریں کتنی جگہ ہیں

(۱) ملک چین کے شمالی حصہ میں ایک دیوار ہے جس کو دیوار چین کہتے ہیں جس کو بقول مورخین "چی وانگتی" فغفور چین نے بنایا تھا۔

دیوار دوم

(۲) دوسری وہ دیوار جو جبل الطائی کے کسی درہ کو بند کیے ہوئے ہے جس کا ابن خلدون نے بھی ذکر کیا اور اسی کو اکثر مورخین اسلام سدِ یاجوج کہتے ہیں جس کی تحقیق خلفائے عباسیہ کے عہد میں کی گئی تھی۔ چنانچہ ابوریحان بیرونی اپنی کتاب آثار باقیہ مطبوعہ جرمن ۱۸۷۸ء کے صفحہ ۴۱ میں لکھتے ہیں:-

فاما الردم المبنی بین السدین فان ظاهر القصة فی القرآن لا ینص علی موضعه من الارض وقد نطقت الکتب المشتملة علی ذکر البلاد والمدن کجغرافیا وکتب المسالك والممالك علی ان هذه الامة اعنی یاجوج وماجوج هم صنف من الاتراك المشرقیة الساکنة فی مبادی الاقالیم الخامس والسادس ومع هذا حکی محمد بن جریر الطبری فی کتاب التاریخ ان صاحب اذربیجان ایام فتحها وجه انسانا الیه من ناحیة الخزر فشاهده ووصفه ببناء باسق سامر اسود وراء خندق وثیق منیع۔ وحکی عبد الله بن خرداذبة عن الترجمان بباب الخلیفة ان المعتصم رأی فی المنام ان هذا الردم قد فتح فوجه خمسین نفرا الیه لیعاینوه فسلکوا من طریق باب الابواب واللان والخزر حتی بلغوا الیه وشاهدوه معمولا من لبن حدید مشدد بالنحاس المذاب وعلیه باب مقفل وحفظه من اهل البلدان القریبة منها وانهم رجعوا فاخرجهم الدلیل الی البقاع المحاذیة لسمرقند انتہی۔

کہ اس دیوار کا قرآن نے کوئی موقع ومحل نہیں بتلایا کہ کس جگہ ہے۔ ہاں کتب تواریخ وجغرافیہ میں تو ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں میں سے ایک قوم کا نام ہے جو اقلیم خامس وسادس کے مشرق میں رہتے ہیں۔ اور

محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بھی لکھا ہے کہ والی آذربیجان نے جب اس ملک کو فتح کیا تو کسی کو اس دیوار کے دیکھنے کو بھیجا جو بحیرۂ خزر کی راہ سے دیکھنے گیا اور دیکھ کر آیا۔ اور ابن خرداذبہ نے نقل کیا ہے کہ خلیفہ معتصم نے خواب میں اس دیوار کو ٹوٹا ہوا دیکھا تب اس کی تحقیق کے لیے پچاس آدمیوں کو روانہ کیا باب الابواب اور لان اور خزر کی راہ سے گئے اور اس کو دیکھ کر آئے اور بیان کیا کہ ایک دیوار مستحکم ہے جو لوہے کے تختوں یا اینٹوں سے بنائی گئی ہے نہایت بلند و مستحکم اور اس میں دروازہ بھی ہے جس پر قفل لگا ہوا ہے پھر جو اس جماعت کو راہبر نے وہاں سے نکالا تو سمرقند کے محاذی آنکلے۔ اور کتاب احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم میں اسی بات کو بڑی تفصیل سے نقل کیا ہے مگر معتصم کی جگہ واثق باللہ عباسی خلیفہ کا معاملہ بتایا ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ واثق نے اس جماعت کا افسر محمد بن موسیٰ خوارزمی منجم کو بنایا تھا اور سامان سفر بہت کچھ دیا تھا اور بادشاہوں کے نام نامے بھی لکھ دیے تھے پھر یہ جماعت طرخان کے ملک سے ہو کر اس مقام پر پہنچی کہ جہاں یہ دیوار ہے۔ آکر انہوں نے سب تفصیل بیان کی ڈیڑھ سو گز کا دو پہاڑوں میں ایک درّہ ہے جس کو دو پائے چن کر کہ جن کا عرض پندرہ پندرہ گز ہے جو لوہے کی اینٹوں سے بنے ہیں اور پھر پگھلے ہوئے تانبے سے ان کی درزیں ملائی گئی ہیں ایک مستحکم دروازہ بنا کر بڑے مستحکم آہنی کواڑوں سے بند کر دیا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۳ میں شہر صغانیان کی مسافت یوں بیان کرتا ہے کہ یہاں سے شومان تک دو دن کا رستہ ہے پھر اندیان تک ایک روز کا پھر واشجرد تک ایک روز کا اور وہاں سے ایلاق ایک روز کا اور وہاں سے دربند ایک روز

اور یہاں سے چاوگان ایک روز کا انتہیٰ۔ غالباً دربند ایک دوسری عمارت ہے جو آذربیجان کی طرف موجود ہے۔ کتاب المسالک والممالک تالیف ابی القاسم بن حوقل کے صفحہ ۳۹۹ میں ترمذ اور بخارا کی مسافت یوں بیان کی ہے کہ ترمذ سے قراجون ایک مرحلہ اور وہاں سے میان کال ایک مرحلہ اور وہاں سے ملیرغ ایک مرحلہ اور وہاں سے نسف ایک مرحلہ اور وہاں سے سونج ایک مرحلہ اور وہاں سے دیزکی ایک مرحلہ اور وہاں سے کندک ایک مرحلہ اور وہاں سے باب الحدید ایک مرحلہ۔ اس کے علاوہ تاریخ تیموری میں تیمور بادشاہ کا اس باب الحدید تک ایک جنگ میں پہنچنا مذکور ہے اور اس کے بعد اور سیاحوں نے بھی اس پہاڑ میں اس دربند کا معاینہ کیا ہے اور یہ بات نقشہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جبل الطائی منگولیا اور منچوریا میں حائل ہے اور اس کا انہیں حدود میں ایک موڑ معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی پہاڑ کے بیچ میں ایک درہ کشادہ تھا جس کو ذی القرنین نے بند کر دیا جو اب تک موجود ہے اور ٹھیک ٹھیک یہی وہ سد ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے پھر اسی کتاب کا مصنف صفحہ ۳۲۷ میں شہر سمرقند کی بابت لکھتا ہے وبزعم بعض الناس ان تبعاً بنی مدینتها وان ذی القرنین اتم بعض بنائها و رأیت علی بابها الکبیر صحیفة من حدید وعلیها کتابة زعم اهلها انها بالحمیریة و انهم یتوارثون علم ذلک انتہیٰ کہ لوگوں کا خیال ہے کہ تبع نے شہر سمرقند کو آباد کیا اور اس کی بعض عمارات کو ذی القرنین نے تمام کیا اور میں نے اس کے بڑے دروازے پر لوہے کی تختی دیکھی کہ جس پر کچھ لکھا ہوا ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ حمیریہ خط میں ہے (جو شاہان حمیریہ والیان یمن کا خط تھا)

اور یہ بات وہ اپنے باپ دادا سے سنتے چلے آتے ہیں اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ذی القرنین حمیری بادشاہ تھا اور اس نے اس نواح میں عمل داری بھی کی ہے اور اپنے ملک کی حفاظت کے لیے جبل الطی کا یہ درہ بھی بند کیا تھا کہ جس کو سد ذی القرنین کہتے ہیں۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کس لیے کہ شاہان یمن مصر پر بھی عمل داری کر چکے ہیں جو کلہ بانوں کی عملداری کے نام سے مشہور ہے اور ان کے آثار قدیمہ جیسا کہ قصر غمدان وغیرہ یمن میں یادگار تھے اور اب بھی ہیں جو ان کی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں پھر کیا تعجب ہے کہ مشرق وشمال میں بھی ان کی فتوحات ہوئی ہوں۔

دیوار سوم

تیسری دیوار یا ایک نہایت مستحکم بنا ہے جو غیر قوموں کے لیے بنائی گئی تھی۔ مراصد الاطلاع کے صفحہ ۱۱۱ میں ہے: وباب الابواب فهو دربند دربند شیروان و باب الابواب مدينة على البحر بحر طبرستان وهو بحر الخزر الخ وسميت باب الابواب لانها افواه شعاب في جبل القبق فيها حصون كثيرة ولها حائط بناه انوشيروان بالصخر و الرصاص وعلاها ثلثمائة ذراع وجعل عليه ابوابا من حديد لان الخزر كانت تغير في سلطان فارس حتى تبلغ همذان والموصل فبناه ليمنعهم الخ وترجمہ انتہی باب الابواب دربند بحر خزر پر ایک شہر ہے اور اس کو باب الابواب اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں جبل قبق کی بہت سی گھاٹیاں ہیں جہاں بہت سے قلعے ہیں اور وہاں ایک دیوار ہے جو پتھر اور سیسے سے بنائی گئی ہے جس کی بلندی تین سو گز ہے اور جس میں لوہے کے دروازے ہیں اور اس کو ۱۵

انوشیروان نے اس لیے بنایا تھا کہ قوم خزر اس کے ملک میں آکر ہمذان اور موصل تک غارت گری کرتی تھی ان کے روکنے کے لیے اس کو بنایا تھا۔

کتاب البلدان کا مصنف ابن الفقیہ اس دیوار کا کئی جگہ ذکر کرتا ہے ایک جگہ کہتا ہے (ص۲۸۸) وبنى الحائط بينه وبين الخزر بالصخر والرصاص و عرضه ثلثمائة ذراع حتى لحقه برؤس الجبال ثم قاده في البحر وجعل عليه ابواب حديد۔ پھر ص۲۹۱ میں کہتا ہے الباب والابواب حائط بناه انوشيروان وان طرفا منه في البحر الخ وسبعة فراسخ الى موضع اشب وجبل عرلايتهيأ سلوكه وهو مبنى بالحجارة المنقورة المربعة لايقل الحجر الواحد منها خمسون رجلا وقد بقيت هذه الحجارة وانفذ بعضها الى بعض بالمسامير وجعل في هذه السبعة الفراسخ سبعة مسالك الخ وغلق على كل مسلك باب وعرض السور في اعلاه ما يسير عليه عشرون فارسا لا يتزاحمون انتہی کہ خزر کے روکنے کے لیے پتھر اور سیسے کی انوشیروان نے ایک دیوار بنائی کہ جس کا عرض تین سو گز ہے جس کو پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچا دیا اور اس کا ایک سرا دریا میں ملا دیا۔ اس کی لمبائی سات فرسخ ہے ہر ایک فرسخ پر ایک آہنی دروازہ لگا دیا ہے اور یہ دیوار گھڑے ہوئے مربع پتھروں سے بنی ہوئی ہے کہ سوراخ کر کے ایک پتھر کو دوسرے سے میخ سے ملحق کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک ایک پتھر ایسا بڑا ہے کہ پچاس آدمی بھی اس کو اٹھا نہیں سکتے اور اوپر جا کر اس کی اتنی چوڑان ہے کہ جس پر بلا مزاحمت بیس سوار چلے جاویں۔ اور ایک جگہ یہاں کے قلعوں کو قباد اکبر کی تعمیر بتایا ہے۔ یہ دیوار بھی اب تک قائم ہے۔

اور بیضاوی وغیرہ بعض علماء اسلام نے اسی کو وہ دیوار بتلایا ہو کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔

دیوار چہارم

(۴) یہ دیوار تبت کے شمالی پہاڑوں میں بمقام راست بنائی گئی ہے اس کی نسبت نزہۃ المشتاق میں یہ لکھا ہو والراست اقصیٰ خراسان من ذلک الوجہ وھی مدینۃ بین جبلین کان ھذا مدخل للترک الی الغارۃ فاغلق الفضل بن یحییٰ بن خالد بن برمک ھناک بابا۔ کہ یہ شہر راست جو دو پہاڑوں کے درمیان میں ہے اس سمت سے خراسان کا اخیر کنارہ ہے یہاں ایک رستہ ہے جہاں سے ترک دھاوا کیا کرتے تھے اس کو فضل بن یحییٰ برمکی نے دروازہ لگا کر بند کر دیا۔ یہ دیوار بالاتفاق وہ دیوار نہیں کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے کیونکہ یہ نزول قرآن کے بعد بنائی گئی ہے۔

دیوار پنجم

(۵) بحر شامی یا بحر روم کا مشرقی کنارہ جو شام سے ملا ہوا ہے اس میں چند جزائر ہیں ایشیائے کوچک سے ملتے ہوئے جن میں سے ایک جزیرہ روڈس ہے اور ایک جزیرہ بلونس ہے کہ جس کو ہزار میل کے دورے سے دریا گھیرے ہوئے ہے اس کا خشکی کی طرف ایک رستہ ہے چھٹے میل کے فاصلہ کا سو اس کو کسی قیصر روم نے دیوار بنا کر بند کر دیا ہے۔ چنانچہ نزہۃ المشتاق میں لکھا ہے الجزء الرابع من الاقلیم الرابع تضمن قطعۃ من البحر الشامی فیہا اعداد جزائر من جزائر الرمانیۃ و جزیرۃ بلیونس جزیرۃ یحیط بھا البحر الف میل و لھا منفذ الی البر الا انہ ضیق مقدارہ ستۃ امیال وقد کان احد القیاصرۃ من الروم بنی علیہ سورا طول ھذہ المسافۃ وھی ستۃ امیال۔ انتہیٰ یہ معلوم نہیں کہ یہ دیوار اب بھی قائم ہے کہ نہیں مگر یہ بھی بالاتفاق وہ دیوار نہیں کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ اور نہ وہ دیوار مراد ہو سکتی ہے کہ جس کو بعض علماء نے ملک اندلس کے پہاڑوں میں بتلایا ہے۔ اب صرف اول و دوم و سوم دیوار میں کلام ہے۔ اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۷ رجون ۱۸۹۱ء میں ہمارے کسی نامور معاصر نے ایک مضمون طبع کیا ہے جس کی سرخی یا عنوان "ازالۃ الغین عن قصۃ ذی القرنین" ہے۔ اس میں امام فخر رازیؒ پر بہت کچھ لے دے کی ہے۔ اول تو ذی القرنین کی وجہ تسمیہ میں جو امام صاحبؒ نے لوگوں کے چند اقوال نقل کیے تھے حالانکہ نہ ان کی صحت کا ذمہ لیا تھا نہ ان کو اپنا قول بتلایا تھا مگر معترض معاصر نے امام صاحب جیسے جلیل القدر شخص پر اعتراض جما کر شہرت حاصل کرنے کی غرض سے سب کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے قہقہہ اڑایا ہے۔ اس کے بعد امام صاحب نے ذی القرنین کے بارے میں جو لوگوں کے قول نقل کیے ہیں کہ کسی نے سکندر بن فیلفوس مراد لیا ہے اور کسی نے کوئی حمیری بادشاہ بتلایا ہے وہاں بھی آپ سکندر رومی کا ذی القرنین قرار دینا امام صاحب ہی کا عقیدہ سمجھ گئے اور ابوریحان بیرونی کا جو امام صاحب نے قول نقل کیا تھا کہ وہ حمیری بادشاہ مراد لیتے ہیں وہاں اس کی بھی تغلیط کر دی نہ جس پر کوئی دلیل لائے نہ برہان، پھر عموماً مفسرین پر عتاب فرمایا ہے اور ان کو غلطی میں پڑنے کا الزام دے کر از خود سد کے پتے سے ذی القرنین کی تعیین کرنی شروع کی ہے۔ پھر جب آپ نے ادھر ادھر دیکھا اور آپ کو بجز دیوار چین کے اور کسی دیوار کا پتہ نہ لگا تو اسی کو وہ دیوار قرار دیا کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور جب تاریخ چین کو دیکھا تو اس دیوار کا بانی چی وانگٹی فغفور کو پایا اس لیے اسی کو ذی القرنین قرار دیا

اور قرنین سے اس کے دو زمانے مراد لیے ایک اسباب و سامان جمع کرنے کا دوسرا فتوحات کا اور اس کا مغربی سفر برہما اور ملایا تک پہنچنا اور غربی سمت میں خلیج بنگالہ میں آفتاب کو چشمۂ سیاہ میں ڈوبتے پانا قرار دیا اور ایمان لانا جو قرآن میں مذکور ہے (کہ ذی القرنین نے کہا تھا جو ایمان لاوے گا اور اچھے کام کرے گا اس کو اچھا بدلہ ملے گا) اس کے معنی فرماں برداری کرنا بتلایا اور مشرقی سفرگاہ چین کا مشرقی کنارہ مانا یہ تو سب کچھ کیا مگر بین الصدفین کی کچھ توجیہ نہ بن سکی گو ساوی کی توجیہ کر دی کہ سیدھا پن مراد ہے نہ کہ دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک بلند ہونا کس لیے کہ قرآن مجید کی عبارت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان تھی جو بیشتر پہاڑوں کی گھاٹیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے اور یہ دیوار چین تو تخمیناً پندرہ سو میل تک ہے اور پہاڑوں میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور میدانوں میں اور دریاؤں پر برابر بنتی چلی گئی ہے اور وہ دیوار تو صرف دو پہاڑوں کے درمیان بنی تھی جیسا کہ معلوم ہوا۔ کاش ہمارا معاصر یوں کہتا کہ ذی القرنین نے سب سے اول دو پہاڑوں کے درمیان اس دیوار کو چن کر ایک درہ بند کر دیا تھا پھر فغفور چین نے ادھر ادھر سے دیوار کو اور بڑھا کر پندرہ سو میل لمبا کر دیا تھا تب تو ایک وجہ معقول ہو سکتی تھی۔ اور یہ بھی سہی مگر اس پر بھی ایک تاریخی خدشہ باقی رہتا وہ یہ کہ اگلے زمانے میں بسبب دشوار گزاری رستوں کے آس پاس کے ملکوں کا تو حال معلوم ہوتا رہتا تھا دور دراز کے ملک جیسا کہ اہل عرب و اہل شام سے چین ہے کہ ہمیشہ حیز خفا اور پردۂ لاعلمی میں رہتا تھا پھر یہود کو یہ چی وانگتی فغفور کا قصہ کس سبب سے معلوم ہوا۔ اور جب کہ وہ باخدا اور موحد نہ تھا تو ذی القرنین یا اس کے ہم معنی لفظوں سے اس کا تذکرہ ان کی زبانوں پر جاری ہونے کی کیا وجہ؟ اس کے علاوہ قرآن مجید کے متعدد لفظوں سے ذی القرنین کا باخدا ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس کا یہ کہنا کہ جو ایمان لائے گا اور نیک کام کرے گا اس کو اچھا بدلہ ملے گا۔ اب عام ہے کہ یہ شخص نبی ہو یا اس کا پیرو مرد باخدا جو اس کی شہرت کا قرنوں تک باعث ہوا۔

دوسری دیوار کی نسبت جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ یہی وہ دیوار ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے چنانچہ تفسیر کبیر اور دیگر تفاسیر میں موجود ہے اور اس کا بانی کوئی فغفور چین نہیں اہل تاریخ سب متفق ہیں کہ یہ دیوار کسی حمیری بادشاہ نے بنائی تھی پس ثابت ہوا کہ ذی القرنین حمیری بادشاہ تھا نہ سکندر رومی جیسا کہ بعض اہل علم کا خیال ہے۔ اس کے سوا ایک اور بھی وجہ ہے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذی القرنین عرب کا رہنے والا تھا وہ یہ کہ ذی القرنین عربی لفظ ہے اور ذو کے ساتھ زمانہ قدیم میں اکثر یمن کے بادشاہ ملقب ہوا کرتے تھے جیسا کہ ذی نواس، ذوالنون، ذو رعین، ذو یزن، ذو جدن۔ اسی طرح ذوالقرنین بھی ہے۔ ابو ریحان بیرونی اس کا نام ابو کرب بن عمیر بن افریقس حمیری بتلاتے ہیں اور اپنی سند میں اسعد یمانی کے یہ اشعار لاتے ہیں ؎

(حاشیہ: ف: عمیر بن افریقش)

قد کان ذوالقرنین جدی مسلما
ملکا علا فی الارض غیر معبد

(حاشیہ: ف: قبلی)

بلغ المشارق والمغارب یبتغی
اسباب امر من حکیم مرشد

(حاشیہ: [illegible])

ابوالفداء اپنی تاریخ کی چوتھی فصل میں ابن سعید مغربی کا نقل کرتے ہیں کہ اول قحطان بن عابر ملک یمن میں آ کر بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا یشجب کہ جس کو سبا کہتے ہیں اسی نے شہر سبا بنایا اور مارب کی

زمین میں ملک کو شاداب کرنے کے لیے پختہ بند بندھوایا اس کے بعد اس کا بیٹا حمیر بادشاہ ہوا اس نے ثمود کو یمن سے نکال دیا اس کے بعد اس کا بیٹا واثل بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا السکسک پھر اس کا بیٹا یعفر۔ پھر حمیر کے خاندان میں سے ذو ریاش عامر بادشاہ ہوگیا مگر یعفر کے بیٹے نعمان نے پھر غلبہ پایا اور اس کے بعد اس کا بیٹا اشبح بادشاہ ہوا اور اس خاندان کی سلطنت اس پر تمام ہوگئی اور شداد بن عاد بن الماطاط بن سبا بادشاہ ہوا جو بڑا اجبار بادشاہ تھا اس کے بعد اس کا بھائی لقمان ابن عاد اور اس کے بعد دوسرا بھائی ذو سدد بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا حارث الرائش بادشاہ ہوا یہی تبع اول ہے اس کے بعد اس کا بیٹا صعب بادشاہ ہوا یہی "ذوالقرنین" ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اس کے بعد اس کا بیٹا ذو المنار ابرہہ بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا افریقس اس کے بعد اس کا بھائی ذوالاذعار۔ اس کے بعد اس کا بھائی شرجیل اس کے بعد اس کا بیٹا الہدہد بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کی بیٹی بلقیس بادشاہ ہوئی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی تھی، انتہیٰ ملخصاً۔

قرن عربی زبان میں سینگ کو بھی کہتے ہیں اور زمانہ کو بھی جس کا تثنیہ قرنین ہے ذوالقرنین کے معنی دو سینگ یا دو زمانہ والا۔ قرآن مجید میں اور احادیث میں اس بادشاہ کو ذوالقرنین کہنے کی کوئی وجہ بیان نہیں ہوئی۔ البتہ علماء نے لفظوں کے معنی پر خیال کر کے متعدد وجہ بیان فرمائی ہیں اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ سب صحیح ہوں یا سب غلط۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اس کے تاج پر دونوں طرف کلغیاں لگی رہتی تھیں۔ عام بادشاہوں کے تاج پر ایک ہوتی ہے ان کے دو تھیں اس لیے اسی لقب سے شہرت پا گئے جو ان کی شہنشاہی اور فتوحات کثیرہ پر دلالت کرتا ہے۔ یا یہ کہو کہ اس کو دو زمانے پیش آئے تھے ایک فتوحات کا دوسرا ان پر قابض و مسلط ہو کر حکمرانی کرنے کا۔ یہ بات بھی ہر بادشاہ کو نصیب نہیں ہوتی۔ سکندر فیلقوس نے فتوحات کے بعد کچھ زمانہ نہیں پایا۔ ہندستان سے مراجعت کے وقت ۳۳ برس کی عمر میں بابل میں مرگیا۔

قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قریش نے خواہ از خود خواہ یہود کے کہنے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذی القرنین کا حال بطور امتحان کے دریافت کیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے ویسئلونک عن ذی القرنین اس کے جواب میں فرماتا ہے قل ساتلوا علیکم منہ ذکرا کہ ہم اس کا تجھ سے کچھ حال بیان کرتے ہیں۔ پھر اس کا حال بیان کرتا ہے انا مکنا لہ فی الارض واتینہ من کل شئ سببا کہ اس کو ہر ایک قسم کے اسباب اور قوت دی تھی فاتبع سببا حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندھا قوما کہ اس نے سامان و ساز سفر درست کر کے سفر کیا اور فتح کرتا ہوا وہاں تک پہنچا کہ جہاں آفتاب غروب کرتا ہے سو اس کو ایک سیاہ یا گرم چشمہ میں ڈوبتے ہوئے پایا اور وہاں ایک قوم بھی اس کو ملی۔

مغرب الشمس کے یہ معنی نہیں کہ زمین پر کوئی آفتاب غروب ہونے کی جگہ ہے اور وہاں کوئی سیاہ دلدل یا گرم چشمہ ہے کہ جہاں آفتاب غروب ہوا کرتا ہے۔ کس لیے کہ آفتاب چوتھے آسمان پر ہے اور زمین گول ہے ہر وقت آفاق بعیدہ کے لحاظ سے اس کا طلوع غروب ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں اب دن ہے ان کے مقابلہ میں رات ہے کہیں اب نصف النہار ہے تو دوسری جگہ غروب کا وقت معلوم ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس اور جو کسی نے یہ معنی سمجھے ہوں تو یہ اس کی غلطی ہے نہ کلام اللہ کی

بلکہ یہ کلام محاورہ اور عرف عام کے دستور پر صادر ہوا ہے دیکھو ہمارے محاورہ میں نہایت دور دراز کے مشرقی اور مغربی ملکوں کے لحاظ سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں بادشاہ کی وہاں تک سلطنت ہے کہ جہاں سے آفتاب طلوع کرتا ہے اور جہاں غروب ہوتا ہے یعنی مشرق میں دور دراز تک کہ جہاں ان کے افق کا دائرہ سطح ارض کو مس کرتا ہے اور اسی طرح مغرب میں بہت دور دراز تک۔ یہ معنی ہیں مغرب الشمس اور مطلع الشمس کے ۔ اور امام رازی وغیرہ محققین نے یہ مراد لیا ہے اپنی تفاسیر میں۔ پھر ذوالقرنین جب مغرب کے رخ بہت دور تک پہنچا کہ جہاں بجز سمندر کے اور کوئی آبادی نہ تھی تو آفتاب ان کو اس میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوا اور سب کو یوں ہی معلوم ہوا کرتا ہے جنہوں نے جہاز پر سفر کیا ہے یا جن کے مغرب میں سمندر ہے وہ ہر روز اس بات کا معائنہ کرتے ہیں۔

مغربی سفر

قرآن مجید نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ وہ مغرب میں کہاں تک پہنچے تھے اور وہاں ان کو کون قوم ملی تھی ؟ اب اس کی تعیین و تحقیق جو کچھ ہوگی تاریخ سے ہوگی۔ عرب کے تمام غربی کنارہ کو بلکہ تمام جنوب اور قدرے شمال کو بحر عرب اور قلزم احاطہ کیے ہوئے ہے اگر یہ مراد نہ لیا جاوے کیوں کہ یہ ان سے کچھ بہت دور نہیں ہے تو قلزم کو عبور کرکے ملک مصر اور بربر کو طے کرتے ہوئے بحر اعظم تک پہنچنا مراد لیا جاوے گا اور وہیں وہ قوم ملی تھی جس کی بابت خدا تعالیٰ نے بذریعہ الہام یا نبی کی معرفت ذوالقرنین سے یہ فرمایا قلنا یاذا القرنین اما ان تعذب و اما ان تتخذ فیھم حسنا کہ تجھ کو ان کے بارے میں اختیار ہے خواہ سلوک کر خواہ ان کو سزا دے۔ جس کے جواب میں ذوالقرنین نے عرض کیا قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الیٰ ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و اما من اٰمن و عمل صالحا فلہ جزاء الحسنٰی وسنقول لہ من امرنا یسرا کہ ظالموں کو ہم سزا دیں گے اور وہ اپنے رب کے ہاں جاکر بھی سزا پاویں گے اور ایمانداروں نیک بختوں کو خدا کے ہاں بھی اچھا بدلہ ملے گا اور ہم بھی اس کو آسان بات کہیں گے یعنی اس پر رعایت و مروت کریں گے ثم اتبع سببا پھر ساز و سامان مہیا کیا یہ ان کا

دوسرا سفر مشرقی ہے ہر سفر پر خدا تعالیٰ ثم اتبع سببا کا اطلاق کرتا ہے حتّٰی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علیٰ قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا کہ مشرق میں وہاں تک پہنچے کہ جہاں سے آفتاب طلوع کرتا ہے اور وہاں اس کو ایک ایسی قوم ملی کہ جن پر آفتاب کے لیے کوئی آڑ نہ تھی۔ مطلع الشمس کے وہی معنی ہیں جو مغرب الشمس کے تحت میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ یہاں بھی قرآن مجید میں کچھ بیان نہیں کہ مشرق میں کس ملک تک ذوالقرنین پہنچا تھا ؟ غالباً چین کا اخیر ہوگا کہ جہاں سمندر کے سوا اور کوئی چیز آفتاب کے لیے حائل نہیں یا ہندستان کا اخیر مراد ہوگا بحر چین تک کہ آفتاب سمندر سے طلوع کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور کوئی پہاڑ یا ملک درمیان میں حائل نہیں۔ اس کے بعد اس بیان کی صداقت قائم کرنے کے لیے فرماتا ہے کذٰلک وقد احطنا بما لدیہ خبرا کہ اس کا حال ہم کو خوب معلوم ہے اور صحیح بیان یوں ہی ہے ثم اتبع سببا پھر ساز و سامانِ سفر مہیا کیا

یہ تیسرا سفر ہے اس کی کوئی سمت بیان نہیں کی ،

غالباً یہ شمالی ملک کا سفر ہے کس لیے کہ آبادی کا اکثر حصہ
اسی طرف ہے جنوب میں بحر یا بعض جزائر ہیں حتیٰ اذا
بلغ بین السدین وجد من دونھما قوما لا یکادون
یفقھون قولا کہ فتح کرتے ہوئے دو پہاڑوں کے درہ
تک پہنچا اور ان کے پرلی طرف ایک ایسی قوم ملی کہ جو
بات نہ سمجھ سکتے تھے ان کی زبان بالکل غیر تھی۔ یہ تاتار
اور چینی تاتار کا پہاڑ ہے اسی کو جبل الطائی کہتے ہیں یہ پہاڑ
تاتار اور چینی تاتار کے درمیان سے گزرا ہے اور منگولیا اور
منچوریا کے درمیان حدفاصل ہے پھر اس کی ایک شاخ
مغرب کے رخ سیکڑوں کوس تک تاتار کو جنوبی و شمالی
حصہ میں تقسیم کرتی ہوئی چلی گئی ہے اور ایک شاخ مشرق
و شمال کو ہوتی ہوئی سائبیریا کو گھیرتی ہوئی بحر اعظم تک
جاتی ہے۔ چینی تاتار کے لوگ اس پہاڑ کے اس درہ میں گزر کر
کہ جس کو ذوالقرنین نے بند کیا تھا تاتاریوں کے ملک پر
تاخت و تاراج کیا کرتے تھے انہوں نے ذوالقرنین سے
کہا ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض فھل
نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا و بینھم سدا
کہ چینی تاتار کے لوگ یاجوج و ماجوج زمین میں آکر فساد
کیا کرتے ہیں آپ اگر ہمارے اور ان کے درمیان دیوار
بنادیں تو ہم آپ کے لیے اس پر خراج مقرر کردیں۔
قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل
بینکم و بینھم ردما اٰتونی زبر الحدید۔ ذوالقرنین
نے کہا خدا کا دیا میرے پاس سب کچھ ہے تم صرف مجھے
مدد دو اور لوہے کے ٹکڑے لاؤ کہ تمہارے اور ان کے
درمیان دیوار بنادوں۔ اب اس سے عام ہے کہ لوہے
کے ٹکڑوں سے وہ دیوار چنی تھی یا پتھروں سے لوہے کی
ان میں میخیں لگائی تھیں بہرطور دیوار چن کر دونوں پہاڑوں
کے سرے تک لے گئے تو پھر اس کو آگ سے گرم کرکے
اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا، یا یوں کہو ان درزوں میں
پلا کر سب کو ایک ذات کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
حتیٰ اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا
جعلہ نارا قال اٰتونی افرغ علیہ قطرا۔ یہ درہ اس
مضبوطی سے بند ہوا فما اسطاعوا ان یظھروہ وما
استطاعوا لہ نقبا کہ نہ بلندی کی وجہ سے اس پر چڑھ
سکتے تھے نہ اس میں لوہے اور تانبے کے لگانے سے
نقب لگا سکتے تھے۔ جب یہ دیوار تیار ہوئی تو ذوالقرنین
نے ان لوگوں کو مخاطب کرکے یہ کہا قال ھذا رحمۃ من
ربی کہ یہ تم پر ایک انعام الٰہی ہے اس نعمت پر تم کو
خدا تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے یہ نعمت عرصہ دراز
تک باقی رہے گی مگر فاذا جاء وعد ربی جعلہ
دکاء وکان وعد ربی حقا جب میرے رب کا وعدہ
یعنی اس کے گرنے کا وقت آئے گا تو یہ دیوار ٹوٹ جائے گی
میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے
کہ ذوالقرنین نبی یا کوئی باخدا آدمی تھے جن کو بطور الہام کے
یہ معلوم ہوگیا تھا کہ ایک وقتِ معین پر یہ دیوار ٹوٹے گی
اس کا ذوالقرنین سے وعدہ خدا نے کر لیا تھا۔ اس وعدہ کا
کوئی وقتِ خاص یہاں بیان نہیں ہوا کہ کب یہ دیوار
ٹوٹے گی؟ علماء اسلام احادیث سے استدلال کرکے
کہتے ہیں کہ یہ دیوار قریب قیامت کے ٹوٹ جائے گی
اور یہ تاتار اور چینی تاتار کی قومیں کہ جن کو یاجوج و ماجوج
کہا ہے شام وغیرہ ملکوں پر حملہ آور ہوں گے اور
ان کر ملکوں میں سخت فساد برپا کریں گے پھر خدا تعالیٰ
کی ایک بلاء آسمانی سے سب ہلاک ہو جائیں گے۔
احادیثِ صحیحہ میں یہ مضمون موجود ہے۔ اور نیز کتاب
حزقیل علیہ السلام کی ۳۸ - ۳۹ فصل میں لکھا ہے
کہ یاجوج ماجوج شمال کی طرف بے شمار تعداد کے
ساتھ حملہ آور ہوں گے (شام کے ملک پر) اور
لوگوں کو مغلوب و مقتول کرکے یہ کہیں گے کہ زمین

والوں کو تو ہم نے ہلاک کر دیا اب آسمان والوں کو بھی زیر کرنا چاہیے اس لیے آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اور وہ تیر ان کے گمان کو صحیح کرنے کے لیے خون آلود ہو کر گریں گے آخر خدا کی بھیجی ہوئی بلا سے یہ سب ہلاک ہوں گے کہ ان کی لاشوں سے زمین بھر جاوے گی اور لوگ سات برس تک ان کے تیر و کمان کا ایندھن جلاویں گے یہ پیشین گوئی اب تک ظاہر نہیں ہوئی بلاشک قرب قیامت میں ظاہر ہوگی۔ گو خلیفہ واثق باللہ کے خواب کے موافق جو اس نے دیکھا تھا کہ دیوار ٹوٹ گئی ان تاتاریوں نے بسر کردی چنگیز خان و ہلاکو خان شام اور ایران وغیرہ ملکوں پر حملہ کیا اور لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کیا اور ملک میں زلزلہ ڈال دیا کسی کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اس واقعہ کو خروج یاجوج ماجوج کا واقعہ کہا ہے مگر دراصل یہ اور واقعہ تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشین گوئی کے مطابق ہوا اور خروج یاجوج ماجوج کا ایک اور واقعہ ہے جو ہوگا۔

اب ہم یاجوج ماجوج پر بحث کرتے ہیں کہ وہ کون قوم ہے اور کیسی ہے؟ باتفاق محققین یہ دونوں عجمی نام ہیں دو قوموں کے کہ جو یافث بن نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے فقیل انہما من الترك وقیل یاجوج من الترك وماجوج من الجیل والدیلم کہ بعض کہتے ہیں کہ یاجوج ماجوج دونوں ترکوں کے قبیلے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یاجوج ترکوں میں سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے۔ بیضاوی اور ابو السعود و دیگر مفسرین ان کو یافث کی نسل سے کہتے ہیں۔ مطلب ایک ہی ہے۔ کتاب المسالک والممالک میں چین کا حال بیان کر کے لکھتا ہے یکون یاجوج وماجوج ما وراءہ ھو الی البحر المحیط کہ چین سے متصل بحر اعظم کے کنارے کنارے یاجوج ماجوج قوم ہے۔ جبل الطائے کے پرلی طرف منچوریا منگولیا کوریا چین سے ملے ہوئے ہیں دریا کی حد تک وہ ان سب کو یاجوج ماجوج بتلاتا ہے انہیں کے روکنے کے لیے فغفور چین نے اپنے ملک کی حفاظت کے لیے دیوار چین بنائی تھی، اور انہیں کے لیے ذوالقرنین نے اس درہ کو بند کر دیا تھا۔ اور ایک جگہ لکھتا ہے واما یاجوج فھم فی ناحیۃ الشمال اذا قطعت ما بین الکیماکیۃ الخ اور اسی کے مطابق اور قدیم جغرافیہ والوں نے بھی بیان کیا ہے جس سے منچوریا اور منگولیا کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دیو بھوت نہیں ہمارے جیسے آدمی ہیں ہاں کسی زمانہ میں وحشی درندے سفاک جاہل کافر ضرور تھے اور کچھ اب بھی ہیں جغرافیہ جام جم جو انگریزی کتابوں کا ترجمہ ہے مرزا فرہاد نے ایسا ہی لکھا ہے۔ اس تقدیر پر منگول و من جیوا جو چینی تاتار کے باشندے ہیں

---

[1] ترمذی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا قوما نعالہم الشعر ولا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا قوما کان وجوہہم المجان المطرقۃ۔ اور پھر ترمذی کہتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح۔ یعنی قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اے مسلمانوں ایک ایسی قوم سے نہ لڑو گے کہ جن کی بالوں کی جوتیاں ہوں گی۔ اور ایسی قوم سے نہ لڑو گے کہ جن کے چہرے ڈھالوں کے جیسے چوڑے چکلے ہوں گے۔ یعنی قیامت سے پیشتر تم کو ایسی قوموں سے لڑنے کا اتفاق ضرور ہوگا۔ اور اس قوم سے مراد اتراک اور تاتاری لوگ ہیں۔ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ وہی یاجوج ماجوج ہیں جو چنگیز خان اور اس کے بیٹے کے عہد میں خروج کر آئے تھے، واللہ اعلم عندہ ۱۲ منہ

انہیں کو اگلے زمانے میں یاجوج ماجوج کہتے تھے۔ اور یاجوج ماجوج کے لفظ کو منگول و من جیو اکر لیا یا اس کے برعکس ہوا۔ اور صدیوں کے بعد الفاظ میں اس قسم کے تغیرات ہوجاتے ہیں کہ جس کا اصل پہچاننا مشکل ہوجاتا ہے۔ انگریزی میں یعقوب کا جیکب اور اسکندر کا الگزنڈر اور یوسف کا جوزف بن گیا۔ اور اسی طرح یونانی الفاظ کا عربی میں آکر ایسا ہی حال ہوا اور زبانوں کے الفاظ کو قیاس کر لینا چاہیے۔ جب یہ مان لیا گیا کہ یہ یاجوج ماجوج عربی نہیں بلکہ عجمی لفظ ہیں اب نہیں کہہ سکتے کہ کس ملک کے لفظ اور عربی میں آکر ان میں کیا تغیر کیا اور پہلے یہ اپنی اصلی زبان میں کیا تھے اور اب وہاں یہ کس طرح پر ہیں۔

توریت کتاب پیدائش کے دسویں باب میں یوں آیا ہے (۲) یافث کے بیٹے یہ ہیں جمر اور ماجوج اور مادی اور یوان اور توبل اور مسک اور تیراس۔ اس یاجوج کی بابت ہمارا معزز معاصر لکھتا ہے کہ یہ ماکوک سے معرب ہوا جس کو عبرانی میں ماغوغ کہتے تھے اور آگے چل کر یہ ثابت کیا ہے کہ گاگ میگاگ جس کا یاجوج ماجوج بنایا ہے ایک ہی قوم پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسا ہو مگر اس کی دلیل بیان نہیں کی اس میں کوئی شک نہیں کہ یاجوج ماجوج ابتدا میں کسی شخص کے نام تھے پھر ان کی اولاد میں مستعمل ہونے لگے کتاب حزقیل کے ۳۸ باب میں یوں آیا ہے۔" اور خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا اے آدم زاد! تو جوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر۔" یہاں جوج کو ماجوج کی سرزمین کا رہنے والا اور روش اور مسک اور توبال قوموں کا سردار کہا۔ بظاہر ماجوج اس ملک اور اس قوم کو کہا جو ماجوج بن یافث کی اولاد سے ہیں اور جو انہیں بلاد شمالیہ میں رہتے تھے جن کو آج کل تاتار اور چینی تاتار و ترکستان کہتے ہیں اور انہیں کی نسل کے لوگوں سے یہ ملک آباد ہیں اور جوج یعنی یاجوج ان میں سے کسی خاص فرقے کا نام تھا جو روس و توبال اور مسک قوموں کا ان دنوں میں حاکم ہوگا۔

یہاں سے بعض صاحبوں کا یہ خیال کر لینا کہ جوج سے انگریز اور ماجوج سے روسی لوگ مراد ہیں محض غلط ہے نہ اس کی کوئی سند ہے نہ اس کا کوئی عاقل قائل ہے۔

سوال۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج ہر روز اس دیوار کو توڑا اور ڈھایا کرتے ہیں جب شام ہوجاتی ہے تو کہتے ہیں کل ڈھائیں گے ذرا سی رہ گئی۔ مگر ان کے ان شاء اللہ نہ کہنے سے پھر صبح کو خدا تعالیٰ اس دیوار کو ویسا ہی کر دیتا ہے۔ پھر جب اس کا وقت آئے گا تو ان شاء اللہ کہیں گے پھر اس کو توڑ کر باہر نکل آئیں گے اور لوگ ان سے بھاگ جاویں گے الخ اس حدیث کو ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج وقت معہود سے پہلے ان ملکوں میں نہیں آسکتے اور جس قوم کو تم نے یاجوج ماجوج بتلایا وہ ان ملکوں میں بارہا حملہ کر کے آئے ہیں اور اب بھی وہاں کے لوگ آتے ہیں اور ان کے قریب چین کی عملداری ہے اور روس کی مملکت بھی ہے

جواب قرآن مجید سے صرف اسی درہ کا بند کرنا ثابت ہوتا ہے جس کو ذوالقرنین نے بند کیا تھا نہ یہ کہ ان کے چاروں طرف کے رستے بند کر دیے تھے۔ پھر یہ ممکن ہے کہ اور دور دراز کے رستوں سے اس قوم کے لوگ ان ملکوں میں آتے جاتے ہوں گے مگر اس عہد میں بجز اس رستہ کے

اور کوئی آسان رستہ ان کے ہاتھ میں نہ ہوگا۔ خصوصاً ان لوگوں پر حملہ آوری کے لیے کہ جن کے کہنے سے ذوالقرنین نے دیوار چنی تھی اور جو لوگ یاجوج ماجوج چنگیز خانیوں کو کہتے ہیں ان کے نزدیک دیوار ٹوٹنے کا وقت کئی سو برس آگے آچکا اور بہ نسبت اگلے زمانے کے وہ بھی قیامت کے قریب ہے۔ قرب قیامت سے مراد نفخ صور سے متصل زمانہ نہیں اور ان کا اس دیوار پر نہ چڑھنا نہ نقب لگانا اس زمانہ تک تھا نہ ہمیشہ کے لیے یہ ہزاروں برس کا واقعہ ہے صدیوں تک وہ دیوار ان کے خروج کو مانع رہی اب کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہی مانع رہے۔ قرآن میں کوئی بھی لفظ ایسا نہیں جو اس مطلب پر دلالت کرتا ہو۔ احادیث خبر آحاد ہیں جن کے ثبوت میں بھی یقین کامل نہیں اہل کتاب کی کتابیں قابل احتجاج نہیں۔ ہاں یہود میں یاجوج ماجوج اور دیوار کی بابت عجائب افسانے مشہور تھے جن کو بعض خوش اعتقاد مسلمانوں نے بھی روایت کر دیا۔ چنانچہ معالم التنزیل میں وہب وغیرہ کے چند اقوال یاجوج ماجوج کی نسبت منقول ہیں کہ وہ ایک کان بچھا کر ایک اوڑھ کر سوتے ہیں اور ان میں سے کسی کا قد سو گز سے زیادہ ہے اور ان کے درندوں کی طرح چنگل اور کچلیاں ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب وہی روایات ہیں جو اہل کتاب سے لے کر قرآن مجید سے چپاں کی گئی ہیں۔

تیسری دیوار جو باب الابواب کے پاس ہے جس کا ہم بیان کر آئے ہیں بعض مفسرین نے اسی کو وہ دیوار ذی القرنین قرار دیا ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے جیسا کہ بیضاوی نے لکھا ہے وقیل باذربیجان الخ کہ بعض نے اس کو آذربیجان اور آرمینیہ کے پہاڑوں میں بتلایا ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اس دیوار کا بنانے والا ایران کا کوئی بڑا جلیل القدر بادشاہ ہے پھر کوئی اس کا نام انوشیروان بتلاتا ہے کوئی قباد کہتا ہے اگر انوشیروان ہے تو یہ اخیر انوشیروان نہیں بلکہ پہلے بادشاہوں میں سے کوئی ہوگا کیخسرو کیقباد کہ جس کی سلطنت بھی مشرق و مغرب میں بہت دور تک پہنچی تھی اور اس نے بڑی بڑی مستحکم عمارتیں بھی بنائی تھیں جیسا کہ تاریخ شاہان ایران سے ظاہر ہے اس قول کے مطابق تو یہی بادشاہ "ذوالقرنین" قرار پاتا ہے اور اس کی سند بھی کتاب دانیال علیہ السلام کے آٹھویں باب سے ملتی ہے۔

اس کتاب کے ۸ باب میں لکھا ہے بیلشفر بادشاہ (بخت نصر کے بیٹے) کی سلطنت کے تیسرے سال میں مجھ ہاں مجھ دانی ایل کو ایک رویا نظر آئی بعد اس کے جو شروع میں مجھے نظر آئی تھی اور میں نے عالم رویا میں دیکھا اور جس وقت میں نے دیکھا ایسا معلوم ہوا کہ میں سوسن[1] کے قصر میں تھا جو صوبہ عیلام میں ہے پھر میں نے رویت کے عالم میں دیکھا کہ میں اولائی ندی کے کنارے پر ہوں تب میں نے اپنی آنکھیں اٹھا کے نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ ندی کے

[1] یہ شہر شوستر کا قدیم نام ہے۔ یہ شہر اگلے زمانوں میں شاہان کیانیہ کا پایہ تخت رہ چکا ہے۔ جو دارا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے عہد میں تھا اور جس کے ہاں حضرت دانیال مامور ہو کر گئے تھے اور جس نے بابل شہر سے بخت نصر بادشاہ کلدانی کی سلطنت کا خاتمہ کیا تھا، اسی شہر میں تھا۔ حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کی قید میں بابل پہنچے تھے پھر بخت نصر اور اس کے بیٹے کے دربار میں آپ کو بڑی عزت دی گئی تھی۔ انہیں کے رو برو بابل کی سلطنت کا خاتمہ ہو کر شاہان ایران کا غلبہ ہوا، انہیں کو دو سینگ کا مینڈھا آپ خواب میں دیکھتے ہیں ۱۲ منہ

آگے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ تھے اور وے دو سینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ پچھم اتر دکھن طرف سینگ مارتا تھا۔ یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ ہو سکا وہ جو چاہتا تھا سو کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بہت بڑا ہو گیا اور میں اس سوچ میں تھا کہ دیکھا ایک بکرا پچھم کی طرف سے آ کے تمام روئے زمین پر ایسا پھرا کہ زمین کو بھی نہ چھوا اور اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے بیچوں بیچ ایک عجیب طرح کا سینگ تھا اور وہ اس دو سینگ والے مینڈھے پر بڑے زور سے دوڑ پڑا اور اس کو مارا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور اس کو زمین پر دے مارا اور لتھاڑ دیا اور کوئی اس کو نہ چھڑا سکا پھر وہ بکرا نہایت بڑا ہوا اور جب بہ زور ہوا تو اس کا سینگ ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ اور چار سینگ نکلے۔ جب میں دانی ایل یہ خواب دیکھ چکا تو اس کی تعبیر کی فکر میں تھا پھر میں نے اپنے سامنے کوئی شخص کھڑا دیکھا اور آواز آئی کہ اے جبرئیل اس کو رؤیا کے معنی سمجھا دے۔ اس نے میرے پاس آ کے کہا اے آدم زاد! سمجھ کیوں کہ یہ رویت آخری زمانہ میں انجام ہو گی۔ وہ مینڈھا کہ جس کے دو سینگ تھے وہ مادی اور فارس کے بادشاہ ہیں اور وہ بکرا یونان کا بادشاہ اور اس کے چار سینگ سو یہ چار سلاطین ہیں جو اس قوم کے درمیان برپا ہوں گے انتہیٰ ملخصاً۔ اس بنا پر ذو القرنین فارس کے بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ ہے قباد وغیرہ جو دو سینگ والے سے یہود میں مشہور تھا جس کا ترجمہ عربی میں ذو القرنین ہوا اور وہ بکرا ایک سینگ والا سکندر فیلقوس یونانی بادشاہ ہے جس نے اس دو سینگ والے مینڈھے یعنی ایران کے اس بادشاہ کو جو اس کے عہد میں تھا "دارا" جو انہیں بادشاہوں کے ذیل میں باعتبار حشمت و وسعت و غلبہ کے دو سینگ والا مینڈھا تھا لتاڑا اور اس کی سلطنت چھین لی اور پھر سکندر کے بعد اس کے چار سرداروں میں اس کا ملک تقسیم ہوا اور یہ چاروں ایک ایک حصہ ملک کے بادشاہ ہو گئے۔ دانیال علیہ السلام کے کئی سو برس بعد یہ واقعہ ہوا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کا یہ خواب کتاب دانیال میں یہود کے ہاں ایک معما سا چلا آتا تھا جس کے معنی یا تعبیر وہی جانتے تھے۔ اس لیے انہوں نے قریش کو بطور امتحان کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذو القرنین کے حال سے سوال کرنے کو کہا کہ وہ ذو القرنین کو کوئی بادشاہ بتلاتے ہیں یا کوئی جانور دو سینگ والا؟ کیونکہ بظاہر لفظوں میں پورا ابہام ہے مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بموجب وحی متلو اس کا ان آیات میں پورا حال بیان کر دیا اور اس کی دیوار بنانے اور قوم خزر کے روکنے کا تذکرہ بھی کیا جو یاجوج ماجوج کی قوم میں سے تھے اور شاہ فارس کے ملک میں آ کر فتور برپا کیا کرتے تھے۔ اس خواب دانیال کے مطابق بھی سکندر رومی ذو القرنین نہیں ہو سکتا۔ عوام میں جو سکندر ذو القرنین مشہور ہو گیا ہے اس غلطی کا باعث بعض مورخوں کی لاعلمی اور پھر سکندر نامہ میں مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی ہے۔

بعض لوگوں نے ایرانی بادشاہوں میں سے ذو القرنین فریدون کو قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر ابو السعود و تاریخ ابو الفدا میں مذکور ہے مگر جمہور محققین کا اسی پر اتفاق ہے کہ ذو القرنین تبع حمیری ہے اور وہ دیوار جو اس نے بنائی وہی ہے جو جبل الطائی میں واقع ہے نہ دربند اور یاجوج ماجوج وہی تاتاری اور چینی تاتار کے لوگ ہیں کہ جن کے بزرگوں کے روکنے کے لیے ذو القرنین نے دیوار بنائی تھی اور یہی قومیں اخیر زمانے میں ملکوں پر یورش کرینگی یا کر چکیں، واللہ اعلم۔

یہ ہے ذو القرنین کے قصہ کی تحقیق کہ جس میں تو ہمات

باطلہ اور داستان گوئی کو کچھ بھی دخل نہیں اور جس پر حال کے جغرافیہ اور تاریخوں کے بموجب کوئی خدشہ نہیں پڑتا نہ کوئی شبہ باقی رہتا ہے اور جو محققین کے اقوال سے لی گئی، محض اپنی رائے سے تاریخی واقعات میں زمین وآسمان کے قلابے نہیں ملائے گئے ہیں جیسا کہ ہمارے بعض معاصرین کی عادت ہے۔ بااین ہمہ اگر ہماری اس تحقیق میں کوئی غلطی ہو تو مجھے اس پر کچھ بھی اصرار نہیں۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن يَتَّخِذُوا
پھر کیا کافر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر
عِبَادِي مِن دُونِي أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّا
میرے بندوں ہی کو کارساز بنا بیٹھیں گے ہم نے بھی
أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۝۱۰۲
کافروں کے اترنے کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے
قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ
(اے نبی) کہہ کہو تو تم کو میں بتاؤں کہ کون لوگ اعمال کے لحاظ سے خسارہ
أَعْمَالًا ۝۱۰۳ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ
میں پڑے ہوئے ہیں وہ جن کی دنیاوی کوششیں سب گئی
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ
گزری ہوئیں اور وہ بھی سمجھ رہے ہیں
أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝۱۰۴ أُولَٰئِكَ
کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں یہ وہی
الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَ
لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا اور اس کے سامنے جانے کا
لِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ
انکار کیا ان کی کمائی بھی اکارت ہو گئی سو ہم قیامت

لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝۱۰۵ ذَٰلِكَ
کے دن ان کے (نیک) اعمال کا کچھ بھی وزن قائم نہ کریں گے۔ یہی جہنم
جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَ
ان کی سزا اس لیے ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں
اتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝۱۰۶
اور میرے رسولوں کو ٹھٹھے میں اڑایا
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
البتہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے
كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ
ان کے لیے جنت فردوس
نُزُلًا ۝۱۰۷ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ
ٹھیرنے کی جگہ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے وہاں سے
عَنْهَا حِوَلًا ۝۱۰۸ قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ
نہ ٹلیں گے۔ (اے نبی) کہہ اگر میرے رب کی
مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ
باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے
الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي
رب کی باتیں تمام ہونے سے پہلے سمندر تمام ہو جائے
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝۱۰۹ قُلْ
اور گو اس کی مدد کو ہم ایسا ہی اور بھی دریا لاویں (اور) کہہ دو
إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ
کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں یہی ہے کہ میری طرف
إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَن
یہی وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پھر جو کوئی
كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ
اپنے رب سے ملنے کی توقع رکھے تو اس کو چاہیے

عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

کہ اچھے کام کیے چلا جائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو

رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

ع ۱۲/۹ ۳

بھی شریک نہ کرے ۔

تفسیر

ذوالقرنین کے قصہ کے خاتمے پر فرمایا تھا کہ کافر اہلِ جہنم وہ ہیں کہ جن کی آنکھوں پر اور کانوں پر غفلت کے پردے پڑے ہیں نہ خدا تعالیٰ کو اس کی آیاتِ قدرت دیکھ کر یاد کرتے ہیں نہ حق بات سنتے ہیں ۔ اب یہاں سے ان پردوں کا اثر بیان فرماتا ہے فقال افحسب الذین الخ کہ کیا ان کافروں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مجھے چھوڑ کر میری مخلوق کو کارساز حاجت روا بنانا ان کے لیے بس کرتا ہے حالانکہ یہ بڑی نادانی ہے اول تو یوں کہ مالک کے مقابلہ میں اس کے بندے اور مخلوق جنہیں حاجت روا سمجھ بیٹھے ہیں ان کے کام آویں گے وہ کیا کام آسکتے ہیں جب کہ وہ خود ہی ہمارے محتاج اور دست نگر ہیں ۔ دوم بڑا کام آنا اس جہان کے لیے ہوتا ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے سو انا اعتدنا جھنم للکفرین نزلا ہم نے وہاں ان کے لیے بجائے نجات کے جہنم تیار کر رکھا ہے یہ ان کی وہاں مہمانی اور ضیافت ہے ۔ دنیا میں جو کچھ ان معبودوں کی عبادت میں کوششیں کی تھیں مال صرف کیے تھے اس طریقۂ باطل کو غالب کرنے کے لیے اہلِ حق سے لڑے تھے ، حق کے مٹانے میں مال و جان صرف کی تھی اور اس کو دنیا و آخرت کی فلاح سمجھے ہوئے تھے اور دراصل یہ زیاں کاری اور خسارۂ دارین تھا اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میں تم کو بتلاؤں کہ کون زیاں کار اور خسارے میں ہیں ؟ پھر آپ ہی بتلایا

الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا الخ کہ جن کی سب کوششیں بے کار گئیں اس پر یہ غضب کہ وہ اس کو نیکوکاری سمجھے ہوئے تھے یہ جہل مرکب مرض لا دوا جس کا نتیجہ موتِ روحانی یعنی دارین کی خسارت ہے انسان اگر برائی کو جانے تب بھی امید ہے کہ کبھی راہ راست پر آجائے گا اس کے برعکس کوشش دنیا میں کارگر اور راست ہوئی ان کا حال بھی بیان فرماتا ہے بقولہ ان الذین اٰمنوا الخ کہ ان کو دار آخرت میں جنات الفردوس رہنے کو ملیں گی جہاں وہ سدا رہا کریں گے ۔

قل لو کان البحر الخ یہاں سے یہ بات بیان فرماتا ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے اس میں جو انسان کی سعادت و نحوست اس قدر مشرح بیان ہے کہ جس کو کوئی سمندروں کی سیاہی بنا کر بھی لکھے تو سمندر خشک ہو جاویں اور تمام نہ ہوں ۔ بعض مفسرین کلمات سابق سے عام مراد لیتے ہیں ان کے شرائع اور عجائب قدرت جو ہر ہر مخلوق میں بے شمار ہیں ہر ایک مخلوق اس کی عجائب قدرت کا بے انتہا دفتر ہے اس عالم حسی کی مخلوق پھر عالم ملکوت اور پھر دار آخرت کی کیفیات پھر عالم لاہوت اور شیون باری تعالیٰ جن کے لکھنے کو ہزار سمندر بھی کافی نہیں کس لیے کہ وہ متناہی اور یہ غیر متناہی ۔

ابحاث

(۱) عبادی سے مراد بعض کہتے ہیں حضرت عیسیٰ بعض کہتے ہیں ملائکہ بعض کہتے ہیں شیاطین بعض کہتے ہیں اصنام ان کو بھی باعتبار ان اشخاص کے کہ جن کی یہ فرضی صورتیں بنائی گئی ہیں عباد کہا چاہیے جیسا کہ ایک جگہ قرآن میں آیا ہے عباد امثالکم ۔ فقیر کہتا ہے عموم مراد ہے اس میں سب آگئے ۔

(۲) نزلا زجاج کہتے ہیں ماویٰ اور منزل کو نزل کہتے ہیں۔ اور جو کچھ مہمان کے لیے کہ جس کو عربی میں ضیف و نزیل کہتے ہیں تیار کیا جاتا ہے یعنی مہمانی اس کو بھی نزل کہتے ہیں۔

(۳) بالاخسرین اعمالا سے بعض کہتے ہیں رہبان کی طرف اشارہ ہے۔ مجاہد کہتے ہیں اہل کتاب کی طرف، مگر یہاں بھی عموم مراد لینا چاہیے یعنی ہر ایک قوم اور ہر ایک شخص جو پیغمبر علیہ السلام کے برخلاف طریقہ کو نجات کا سبب جان کر اس میں کوشش کرتا ہے جیسا کہ ہندو گنگا اشنان اور گائے بیل کی پرستش اور بتوں کے آگے خودکشی و دیگر بے فائدہ مجاہدات کرتے ہیں اور اسی طرح دیگر مذاہب کو سمجھنا چاہیے بلکہ اہل اسلام میں بھی جو لوگ کتاب و سنت کے برخلاف خانہ ساز باتوں کو دین اور نجات کا باعث سمجھ کر ان میں سعی کرتے ہیں مال و جان صرف کرتے ہیں بدعات میں ہزار ہا روپیہ اٹھاتے ہیں جیسا کہ محرم کی تعزیہ داری اور بے جا تعمیرات اور دیگر دستورات ان کو بھی الذین ضل سعیہم میں علی قدر مراتب شمار کرنا چاہیے نفع کی امید میں کام کیا وہاں الٹا نقصان عائد ہوا ۔ے

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست

الٰہی ہماری چشم باطن کو بینا کر تاکہ ہم کو ہر چیز اس کی اصلی حالت پر نظر آوے برے کو اچھا اور اچھے کو برا نہ سمجھیں اس جہل مرکب کے ورطہ میں نہ پڑیں آمین۔

(۴) ولقائہ سے مراد خدا تعالیٰ کے سامنے ہونا، اس سے ملنا جو مرنے کے بعد یا قیامت میں ضرور ہوگا۔ خواہ مجرمانہ حالت میں جیسا کہ قیدی اور مجرم بادشاہ کے سامنے حاضر کیے جاتے ہیں یا اکرام و اعزاز کی صورت میں بہر طور اس سے ایک روز ملنا ضرور ہے جو اس کا منکر ہے خسارہ میں پڑا ہے۔

(۵) فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزنا یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ حقارت و ذلت میں ان کے اعمال ہوں گے تولنے میں ان کا کچھ بھی وزن نہیں یعنی عزت نہیں کہ قیامت میں جو ترازو کے اعمال قائم ہونا دوسری آیت میں آیا ہے تو اس سے یہ مراد کہ ترازو اہل ایمان کے لیے قائم ہوگی ان کو اعمال حسنہ و سیئہ کی مقدار معلوم کرانے کے لیے نہ کفار کے لیے پس دونوں آیتوں میں تعرض نہیں جس طرح کافروں کے لیے جہنم مہمانی میں ملنا بیان ہوا تھا اسی طرح ان کے مقابلہ میں جو کوئی ایمان لاوے اور اچھے کام کرے اس کی مہمانی میں جنات الفردوس کا ملنا بیان فرماتا ہے۔

قتادہ کہتے ہیں فردوس وسط جنت اور ان میں سے اعلیٰ کو کہتے ہیں۔ فردوس کے معنی رومی زبان میں باغ کے ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں حبشی زبان میں۔ ضحاک کہتے ہیں گھن کے درختوں کو فردوس کہتے ہیں۔ اصل اس لفظ کی خواہ رومی ہو خواہ حبشی مگر یہ بوقت نزول قرآن عرب العرباء کی زبان میں مستعمل تھا۔ جنت الفردوس کی تشریح احادیث میں بہت کچھ آئی ہے کہ یہ تمام جنتوں میں اعلیٰ ہے وغیرہ۔ اور کفار کو ان کے اعمال بد سے دائما جہنم میں محبوس رکھنا اور ایمان داروں نکوکاروں کو ہمیشہ جنت الفردوس میں رکھنا اس کی ایک شان اور صفت ہے۔ من جملہ ان صفات کے کہ جن کو سمندر کی سیاہی بنا کر جو کوئی لکھنا چاہے تو سمندر تمام ہو جائے اور وہ سب نہ لکھی جائیں۔

(۶) چونکہ اس سورہ میں اصحاب کہف اور ذی القرنین اور موسیٰ اور خضر کا حال بیان ہوا ہے جس سے ان کی بزرگی اور خرق عادات معجزات ظاہر ہوتے ہیں

اور دنیا میں بزرگوں اور عباد اللہ کو جو لوگوں نے خدائی میں شریک کیا ہے تو بیشتر ان کے خارق عادات کاموں کی وجہ سے تو اس لیے آپ کی امت کو تنبیہ کرنے کے لیے سورۃ کا خاتمہ اس پر کیا قل انما انا بشر مثلکم کہ کہہ دو میں بھی تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں خدا نہیں نہ خدائی کا شریک ہوں مجھے یہ مؤکد حکم وحی کیا گیا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے کوئی دوسرا معبود نہیں۔

فمن کان یرجوا لقاء ربہ الخ پھر جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی توقع رکھتا ہو کہ اپنے رب کے پاس جا کر حیات جاودانی پاؤں تو اس کو یہ دو کام کرنے چاہئیں (۱) نیک کام کیے جائے اور نیک وہی کام ہیں جن کو نبی علیہ السلام نے نیک بتایا ہے اس میں مالی بدنی اور اخلاقی سب نیکیاں آگئیں۔ (۲) لا یشرک الخ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ جنات کے یہی دو اصول ہیں۔ توحید جس کو ایمان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اعمال صالحہ تمام صحف انبیاء کا یہی خلاصہ ہے جس پر سورۃ کو تمام کیا ہے۔

فائدہ لا یشرک بعبادۃ الخ میں صرف شرک ہی کی نفی نہیں بلکہ ریاکاری کی بھی ہے اس لیے کہ ریاکار جب غیر کے دکھانے یا سنانے کو عبادت کرتا ہے تو گویا اس نے اس کی یا اس کے لیے عبادت کی ان کو بھی خدا کے ساتھ شریک کیا اس کو شرع میں شرک خفی کہتے ہیں، واللہ اعلم۔

سورۂ مریم

مکیۃ ہے اس میں اٹھانوے آیات اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝۱ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ

(یہ) ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا

عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝۲ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ

جو اس کے بندے زکریا پر ہوئی جب کہ اس نے اپنے رب کو خفیہ

نِدَآءً خَفِيًّا ۝۳ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ

آواز سے پکارا کہا اے میرے رب (بدن کی)

وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ

ہڈیاں سست ہوگئیں اور سر میں بڑھاپا

شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴

چمکنے لگا اور تجھ سے مانگ کر اے رب میں کبھی محروم نہیں رہا

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ

اور میں اپنے بعد اپنے اقارب سے ڈرتا ہوں اور میری

امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ

بیوی بانجھ ہے پس تو اپنی طرف سے مجھے ایک وارث

وَلِيًّا ۝۵ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ

عطا کر جو میرا وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا

ف انما انا بشر مثلکم الخ محض الوہیت وعبودیت کے امتیاز کے لیے ہے یعنی پیغمبر علیہ السلام میں الوہیت کا کوئی بھی حصہ نہیں اس سے کمالات نبوت کی نفی مراد نہیں پھر اس آیت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انسانوں جیسا معمولی انسان خیال کرنا سخت نادانی ہے ۱۲ منہ

لے یعنی ایسا کوئی جانشین فرزند عطا کر کہ میرے بعد انتظام ملت وقوم کرے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد میرے اقارب جو اس مسند امامت پر بیٹھیں گے قوم و ملت کو برباد نہ کر دیں کس لیے کہ حضرت زکریا کو ان کے آثار اچھے نہ دکھائی دیتے تھے ۱۲ منہ

يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾
بھی اور اس کو اے رب پسندیدہ بنا۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ
(ہم نے کہا اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشی سناتے ہیں جس کا نام

يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾
یحییٰ ہوگا اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی بھی نہیں پیدا کیا۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ
زکریا نے کہا اے رب میرے لیے کہاں سے لڑکا پیدا ہوگا حالانکہ میری

امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ
بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے میں آکر اینٹھ گیا

عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ
ہوں کہا یوں ہی ہوگا تمہارے رب نے فرمایا

هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ
کہ یہ میرے نزدیک آسان بات ہے اور ہم نے اس سے پہلے تمہیں بھی پیدا

قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ
کیا ہے اور تم کچھ بھی نہ تھے (زکریا نے کہا اے رب

اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا
میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دیجیے فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم

تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ
لوگوں سے تین رات دن تک کلام نہ کر سکو گے بھلا چنگا

سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ
ہوکر پس زکریا حجرے سے نکل کر اپنی قوم

الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ
کے پاس آئے اور ان کو اشارہ سے کہا کہ صبح و

سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾
شام خدا کی تسبیح کیا کرو (زبان سے بول نہ سکے)

ترکیب

ذکر مرفوع بانہ خبر مبتدء محذوف ای ہٰذا ثم الخبر مضاف الیٰ رحمت وہی الیٰ ربک عبدہٗ منصوب بانہ مفعول رحمۃ وقیل مفعول لذکر اذ نادی ظرف زمان للرحمۃ ای رحمۃ اللہ ایاہ وقت ان ناداہ قال رب الخ الجملۃ مفسرۃ لقولہ نادی والوھن الضعف یقال وھن یھن وھنا من باب وعد یعد و لا یتعدی فی لغۃ اشتعل الراس الاشتعال انتشار شعاع النار فشبہ بہ انتشار بیاض شعر الراس بجامع البیاض ثم اخرجہ مخرج الاستعارۃ بالکنایۃ بان حذف المشبہ بہ واداۃ التشبیہ شقیا ای خائبا من الاجابۃ خفت بصیغۃ المتکلم وقری بکسر

۱ بنی اسرائیل میں اس نام کا اس سے پہلے کوئی نہیں گزرا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں سمی بمعنی مثل ہے یعنی اس صفت کا کوئی نہیں گو کہ ان سے پہلے حضرت موسیٰؑ وغیرہ بنی اسرائیل میں بڑے بڑے بلند مرتبہ رسول ہو گزرے ہیں مگر ان میں ایک وصف خاص تھا۔ اور "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" یعنی بڑا لائق فرزند عطا کریں گے ۱۲ منہ

۲ بڑھاپے میں انسان کی وہ حالت نہیں رہتی جو جوانی میں ہوتی ہے قد بھی کبڑا ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں بھی سکڑ جاتے ہیں ۱۲ منہ

۳ بعض مفسرین کہتے ہیں زکریا کا قول ہے جو بشارت فرزند سن کر تعجب سے بولے کہ کیا ایسا ہوگا؟ ۱۲ منہ

۴ ان کی زبان بند ہو گئی تھی اشارہ سے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا تم خود حسب دستور صبح و شام اپنی نماز پڑھ لو۔ یہ دو نمازیں بنی اسرائیل میں زیادہ موکد تھیں اور ان کی نماز تسبیح و تقدیس تھی ۱۲ منہ

۵ عتیا مشتق ہے عتو سے معناہ از حد در گذشتن و بہ پیری رسیدن ۱۲ منہ

النار، وفاعلہ الموالی ای تقولوا ماتوا المراد بالموالی جمیع الموالے ہنا الاقارب۔ یرثنی ویرث بالرفع فی الفصلین علی انہما صفتان للولی وقریٔ بالجزم علی انہما جواب للدعاء سمیا فعیل بمعنی المفعول قال اکثر المفسرین لم یسم احد قبلہ یحیی وقال ابن عباس ومجاہد وجماعۃ معناہ لم نجعل لہ نظیرا ولا مثلا من المساماۃ او السمو وقیل معناہ لم تلد عاقر مثلہ قبلہ۔

تفسیر

اس سورہ میں بھی چند بزرگوں کے تذکرے ہیں جن سے خداتعالیٰ کی رحمت و قدرت کا کامل اظہار ہوتا ہے۔ اور مقصود ان تذکروں سے یہ ہے کہ خداپرستوں پر ہمیشہ دنیا و آخرت میں اس کی مہربانی اور عنایت ہوا کرتی ہے وہ اپنے مخلصین کی ہر موقع میں دست گیری کیا کرتا ہے اسی پر توکل چاہیے۔

ع ۱۵

پہلا تذکرہ حضرت زکریا پیغمبر علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت شہر یروشلم کے باشندے بنی اسرائیل میں ہیکل یعنی بیت المقدس کے ایک کاہن یعنی امام تھے من جملہ اور کاہنوں کے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ یہود کی سلطنت قائم نہ رہی تھی شاہان روم ان پر حکومت کرتے تھے اور ان کا ایک نائب یا گورنر یہاں رہا کرتا تھا جن کو ہیرودیس کہا کرتے تھے۔ یہ ان کا خاندانی نام تھا۔ اور ہیرودیس یہود میں سے نہیں بلکہ غیر تھا۔ بیت المقدس کئی بربادیوں کے بعد حال میں از سرنو بطرز سابق تعمیر ہوا تھا اس میں متعدد کمرے اور کئی درجے تھے اور دو منزلہ مکانات بھی تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہوگئے تھے اور ان کی بیوی الیسبات جو حضرت مریم کی خالہ تھیں بانجھ تھیں۔ زکریا کو اولاد نہ ہونے سے بعد میں اقارب کا کھٹکا تھا کہ ان سے سرانجام خدمت نہ ہوسکے گا۔

يَٰيَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَٰبَ بِقُوَّةٍ ۖ وَءَاتَيْنَٰهُ

(جب یحییٰ پیدا ہو چکے تو ان کو کہا گیا) اے یحییٰ کتاب کو مضبوط ہو کر لو اور ہم نے لڑکپن

الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَ

ہی میں اس کو حکمت عطا کی　　اور اس کو اپنے ہاں سے رحم دلی اور پاکیزگی

زَكَوٰةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَبَرًّۢا بِوَٰلِدَيْهِ

عنایت کی تھی　　اور وہ پرہیزگار تھے　　اور اپنے والدین کے ساتھ بہت نیکی کرنے

وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلَٰمٌ

والے تھے اور وہ سرکش نافرمان نہ تھے　　اور　اس پر

عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَ

سلام ہو جس دن کہ وہ پیدا ہوئے　اور جس دن کہ وہ مریں گے　اور

يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ وَاذْكُرْ فِى

جس روز کہ زندہ ہو کر اٹھیں گے　　اور کتاب میں مریم کا

الْكِتَٰبِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ

ذکر　کرو　　جب کہ وہ اپنے لوگوں سے کنارہ

أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ

کر کے شرقی مکان میں جا بیٹھی　　پس لوگوں کی طرف

مِن دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا

سے بیچ میں ایک پردہ ڈال لیا　　پھر اس کے پاس ہم نے اپنے

رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

فرشتے کو بھیجا　　تب وہ اس کے روبرو پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا

قَالَتْ إِنِّىٓ أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنكَ

مریم نے کہا　میں　تجھ سے　اللہ کی پناہ　مانگتی ہوں

إِن كُنتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ إِنَّمَآ أَنَا۠

اگر　تو　پرہیزگار ہے　　اس نے کہا　میں تو

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

۱؎ توریت ۱۲ منہ　۲؎ یعنی اس کی ولادت اور موت اور بار دگر زندگی ہر حالت مبارک ۱۲ منہ

رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا

تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ تم کو پاکیزہ لڑکا

زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ

دوں (مریم نے) کہا میرے کہاں سے لڑکا ہوگا

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾

حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ

کہا یوں ہی ہوگا تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر

هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ

آسان ہے اور (اس طرح یوں پیدا کیا) تاکہ ہم لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی

رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

اور لوگوں کے لیے اپنی مہربانی بنائیں اور یہ بات ٹھیر چکی تھی

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا

پس مریم کو (خود بخود) حمل ہوگیا اور وہ حمل کو لے کر کسی دور

قَصِيًّا ﴿۲۲﴾

گوشہ میں رہنے لگی۔

ترکیب

وحنانا معطوف علی الحکم مشتق من الحنان مخففا الرحمۃ والرقۃ ومشددا من صفات اللہ عزوجل وزکوۃ معطوف علی ماقبلہ والزکوۃ التطہیر والتزکیۃ والتمنیۃ ای جعلناہ مطہرۃ وقیل زکیناہ بحسن الثناء علیہ کتزکیۃ الشہود و

قیل صدقۃ تصدقنا بہا علی ابویہ سلٰم علیہ۔ قال ابن جریر معناہ امان علیہ من اللہ وقال ابن عطیۃ التحیۃ المتعارفۃ مکانا شرقیا ای من جانب الشرق والنصب علی الظرفیۃ او مفعول بہ علی ان معنی انتبذت اتت مکانا ومن اجل ذلک اتخذت النصاری المشرق قبلۃ والبغی ہی الزانیۃ التی تبغی الرجال قال المبرد اصلہ بغوی علی فعول وقال ابن جنی فعیل ولما کان البغاء غالبا فی النساء دون الرجال اجری مجری حائض وحائل لنجعلہ متعلق بمحذوف ای خلقنا ورحمۃ معطوفۃ علی اٰیۃ وکان اسمہ محذوف ای خلقہ امرا مقضیا خبر کان۔

تفسیر

آخر ایک روز عین نماز میں دل بھر آیا، اللہ سے مناجات و دعا کی (زندا زخفیا) کہ اے رب میں کبھی تجھ سے سوال کرکے محروم نہیں رہا ہوں میں تجھ سے اب التجا کرتا ہوں کہ مجھے ایک پسندیدہ فرزند عطا کر کہ امامت میں میرا وارث ہو اور اسرائیل کی نسل کا بھی وارث ہو نبوت اور بزرگی اور برکت میں بھی جو اسرائیل سے وعدہ کی گئی تھی کہ تیری نسل میں برکت دوں گا۔ فرشتہ نے خدا کی طرف سے زکریا کو مژدہ دیا کہ تیری دعا قبول ہوئی تجھ کو ایک فرزند نیک ملے گا، جس کا نام یحییٰ (یوحنا) ہوگا اور اس سے پہلے اس نام کا کوئی نہیں ہوا ہے۔ زکریا کو مژدہ سن کر اپنی پیرانہ سالی اور بیوی کے بانجھ ہونے کا خیال کرکے تعجب ہوا فرشتہ نے کہا کیا تعجب ہے خدا نے انسان کو معدوم سے موجود

عہ یعنی مریم کو بغیر باپ کے بچہ دینے میں اظہار قدرت کاملہ اور لوگوں پر رحمت مقصود تھی۔ رحمت اس لیے کہ ماں ہی کا اثر مولود میں ظاہر ہو اور عورت کی ذات میں قدرت نے نرمی اور شفقت رکھی ہے۔ حضرت موسیٰ کے جلال کے بعد جن کے عہد میں بنی اسرائیل پر سخت سخت احکام فرض ہوئے ایک ایسا ہی رحم دل اور نرم نبی مبعوث کرنا عین حکمت تھا تاکہ بنی اسرائیل کو ان سخت احکام سے سبک دوش کرے ۱۲ منہ

کر دیا بغیر اسباب کے پیدا کر سکتا ہے اور اسباب بھی پیدا کر سکتا ہے۔ پھر جب زکریا کا اطمینان ہو گیا تو فرشتہ سے اس کی علامت پوچھی فرشتہ نے کہا جب وقت آئے گا تو خود بخود تین رات دن تک تیری زبان بند ہو جاوے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زکریا کچھ بات نہ کر سکتے تھے۔ امامت کے روز لوگ حسب دستور منتظر تھے کہ زکریا محراب یعنی خاص اپنی عبادت گاہ سے باہر آکر نماز پڑھاویں، ان کے دستور کے موافق۔ پس باہر نکل کر لوگوں سے اشارہ کر کے کہا کہ تم بطور خود صبح و شام خدا کی حمد و ثنا کرو۔ اس علامت کے چند عرصہ بعد یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہ لڑکپن ہی میں وعظ و تلقین کیا کرتے تھے اور بچوں کی طرح کھیل کود میں کبھی مصروف نہیں ہوئے۔ توراۃ پر عمل کرنے کا ان کو حکم ہوا تھا۔ اس بات کو خذ الکتٰب بقوۃ سے تعبیر کیا یعنی مضبوطی سے کتاب یعنی توریت کو پکڑ کر اس پر عمل کرو اور ممکن ہے کہ ان کو کوئی خاص صحیفہ عطا ہوا ہو جو مصائب میں گم ہو گیا۔ اور آپ کو لڑکپن ہی میں حکم یعنی حکمت اور فہم و دانائی اور حنان یعنی نرم دلی اور محبت اور دل دردمند اور زکوٰۃ یعنی طہارت ظاہری و باطنی عطا کی گئی تھی۔

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ
کہنے لگی اے کاش کبھی کی میں اس سے پہلے مر چکتی اور

كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا
بھولی بسری ہو جاتی پھر اس کے پائیں سے

مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ
(فرشتے نے) آواز دی کہ غم نہ کرو تمہارے رب نے تمہارے

رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْۤ اِلَيْكِ
پائیں میں ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے اور اپنی طرف

بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا
کھجور کے پیڑ کو جھکاؤ تم پر ہلکا تازہ کھجوریں

جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ
گرپڑیں گی سو تم کھاؤ اور پیو اور آنکھ

عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ
ٹھنڈی کرو پھر جو تم کسی آدمی کو دیکھو

فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا
تو کہہ دیجیو کہ میں نے رحمٰن کے لیے روزہ مانا ہے

فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ فَاَتَتْ
اب میں آج کے دن کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔ پھر وہ عیسیٰ کو

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ
پھر دردِ زہ کے مارے کھجور کے پیڑ کی طرف آئی

بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ
گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں وہ کہنے لگے اے مریم البتہ تو تو ایک

؎ فاجاء. یقال جاء واجاء لغتان بمعنی واحد اے الجاء واضطرها المخاض مصدر وهو وجع الولادة عند الجمهور بفتح المیم وقرئ بکسرها من تحتها بفتح المیم وکسرها والضمیر المؤنث راجعة الی مریم وقیل الی النخلة. ان لا تحزنی تفسیر للنداء. سریا السری النهر الصغیر والجدول لان الماء یسری فیه والجمع سریان والسری الرئیس والجمع سراة وهزّ الهز التحریک یقال هزه فاهتز. تسٰقط اصله تتساقط مجزوم بانه جواب امر. ترینّ اصله ترایین مثل تسمعین. فریا عجیبا نادرا ۱۲

؎ یعنی پانی اور کھانے کا سامان خدا نے غیب سے پیدا کر دیا ۱۲

ف اس عہد میں روزہ میں بات نہ کرتے تھے ۱۲

جِئۡتِ شَیۡـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخۡتَ هٰرُوۡنَ

عجوبہ چیز لائی ہے　اے ہارون کی بہن

مَا کَانَ اَبُوۡکِ امۡرَاَ سَوۡءٍ وَّ مَا کَانَتۡ

نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ تو تیری

اُمُّکِ بَغِیًّا ﴿۲۸﴾

ماں ہی بدکار تھی۔

یہ حضرت یحییٰؑ کے چند اوصاف حمیدہ بیان فرمائے تاکہ وعدۂ الٰہی کہ اس سے پہلے کوئی اس کا ہم نام یا مثل نہیں پیدا ہوا صادق آئے اور وہ اوصاف یہ ہیں جوان کو لڑکپن ہی میں دیے گئے تھے، باحکمت تھے، نہایت مہربان رقیق القلب تھے، ظاہر و باطن میں پاک اور بابرکت تھے، نہایت پرہیزگار خداترس تھے، ماں باپ کے فرماں بردار تھے، جبار و سرکش نہ تھے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے خداتعالیٰ حضرت یحییٰ کی نسبت فرماتا ہے وسلم علیہ کہ ہمارا سلام یا سلامتی اور رحمت ہو ان پر پیدا ہونے اور مرنے اور مر کے جینے کے دن یعنی سخت اوقات میں۔ یہ ایک محاورہ ہے جیسا ہماری زبان میں کہتے ہیں مرحبا ہے اس کے پیدا ہونے پر یا مبارک ہے اس کا پیدا ہونا۔ ان حضرت یحییٰؑ کو اس وقت کے ہیرودس نے ایک عورت کے کہنے سے ناحق قتل کیا، ان کا سر قلم ہو کر طشت میں لگا کر بادشاہ مذکور کے سامنے لایا گیا، یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام بھی وعظ و نصیحت کرتے پھرتے تھے۔

دوسرا تذکرہ حضرت مریم کا ہے۔ اس قصہ کی ابتدا یہاں نہیں بیان کی بلکہ ان آیات میں ہے اذ قالت امرأۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا بنی اسرائیل میں سے ایک شخص عمران نامی تھا، یہ عمران موسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ اور شخص تھے، اس کی بیوی حنہ بڑی نیک بیوی تھی جو حضرت زکریا علیہ السلام کی سالی تھی اس نے خداتعالیٰ سے نذر مانی تھی کہ الٰہی یہ جو مجھے حمل رہا ہے اس سے لڑکا پیدا ہوگا تو میں تیری نذر کروں گی۔ یہود میں ایسی نذروں کا قدیم دستور تھا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے ذرا پیشتر صموئیل علیہ السلام کو بھی ان کی ماں نے خدا کے لیے نذر مانا تھا اور اسی لیے عبادت خانہ میں چڑھا گئیں۔ لیکن عمران کی بیوی نے لڑکی جنی یعنی مریم جس پر ان کو افسوس ہوا کہ لڑکا ہوتا تو بیت المقدس کی خدمت کرتا کیونکہ جن کو خدا کے لیے نذر مانا کرتے تھے ان کو بیت المقدس میں لا کر چھوڑ جاتے تھے وہیں ان کی پرورش ہوتی تھی اور وہ عمر بھر وہیں خدمت کیا کرتے تھے، لڑکی کیا کرے گی۔ لیکن حضرت مریم کو بھی ان کی ماں بیت المقدس میں چھوڑ گئیں ان کے خالو زکریا علیہ السلام جو بیت المقدس کے امام تھے ان کی پرورش کے لیے مقرر ہوئے۔ زکریا علیہ السلام نے مریم کے لیے بیت المقدس کے مکانات میں سے ایک جدا مکان تجویز کر دیا اور وہی ان کے پاس کھانا پانی پہنچایا کرتے تھے۔

؎ ہارون سے حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بھائی مراد نہیں کیونکہ مریم میں اور ان میں سیکڑوں برس کا فاصلہ ہے یہ ان کی بہن نہیں ہو سکتیں بلکہ ان کے نام پر کوئی دوسرا ہارون تھا جو مریم کا رشتہ کا بھائی تھا جس کی نیک بختی بنی اسرائیل میں مشہور تھی یعنی تم ایسے شریف اور نیک خاندان کی ہو کر یہ کیا کر بیٹھیں۔ اور اگر ہارون سے وہی حضرت ہارون مراد ہوں تو اخت کے معنی بہن کے ہیں بلکہ ابن اخت اخ عرب میں نسبت کے لیے بھی مستعمل ہوتے ہیں ابن السبیل چاند کو، ابن السبیل مسافر کو، اخ العرب عربی کو کہتے ہیں یعنی ہارون والی۔ چونکہ عہدۂ امامت حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں چلا آتا تھا اور حضرت مریم بھی اسی مقدس و معزز خاندان میں سے تھیں اس لیے ان کو اخت ہارون کہہ کر اس مولود سعید پر ملامت کی ۱۲ حقانی

چنانچہ ایک بار جو یہ ان کے پاس گئے تو ان کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تعجب سے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے مریم نے کہا اللہ نے بھیجے ہیں اس سے زکریا کو اور بھی امید ہوئی اور خداتعالیٰ سے لڑکے کا سوال کیا جس پر حضرت یحییٰ پیدا ہوئے، جن کا قصہ گزرا۔

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ
تب مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا وہ کہنے لگے ہم گود کے بچے سے
مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي
کیونکر بات چیت کر سکتے ہیں بچہ بول اٹھا کہ میں
عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي
اللہ کا بندہ ہوں مجھ کو اللہ نے کتاب دی اور نبی
نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ
بنایا اور مجھے بابرکت کیا جہاں کہیں بھی میں رہوں
وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ
اور مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی جب تک کہ میں
حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي
زندہ ہوں اور ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا (بنایا) اور مجھے سرکش

جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ
بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر خدا کی رحمت جس دن کہ
وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ
میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں گا اور جس دن کہ باردگر زندہ کر کے
حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ
اٹھایا جاؤں گا یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا (یہ ہے) سچی
الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا
بات کہ جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں اللہ کی
كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ ۖ سُبْحَانَهُ ۚ
یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بناوے
إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن
جب وہ کوئی کام کرنا ٹھیراتا ہے تو صرف اس کو کن کہتا ہے
فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ
سو وہ ہو ہی جاتا ہے اور (یہ بھی کہا) بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے
فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾
سو اسی کی عبادت کیا کرو یہ سیدھا رستہ ہے
فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۖ
پھر لوگ آپس میں جھگڑنے لگے

ف حضرت مریم کا خود کلام نہ کرنا گود کے بچے کی طرف اشارہ کرنا کہ یہ خود اپنا حال بیان کر دے گا اپنی برأت کا اظہار مقصود تھا کس لیے کہ حرامی بچے میں یہ کمال و کرامت کہاں کہ وہ کلام کرے اور کلام بھی ایسا پُرمعنی چنانچہ آپ نے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں خدا نہیں (کیونکہ آنے والا احوال خدا نے ان پر منکشف کر دیا تھا کہ میرے معتقدوں میں سے بہت سے لوگ مجھے ابن اللہ یا خدا کہیں گے) اس میں ضمناً نصاریٰ پر تعریض بھی ہے کہ وہ تو اپنے کو خدا کا بندہ کہتے تھے تم ان کو ابن اللہ اور خدا کہتے ہو یہ کیا اتباع عیسیٰ ہے۔ دوئم یہ کہ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔ گو اس وقت نہ کتاب انجیل ملی تھی نہ نبوت مگر یقیناً ہونے والی چیز کو ہوئی سمجھنا اپنے وثوق کا اظہار ہے چنانچہ انہیں انجیل بھی ملی اور نبی بھی ہوئے۔ سوئم یہ کہ گو اے یہود اب تم مجھ پر اور میری ماں پر لعنت کر رہے ہو مگر بجائے اس کے مجھے خدا نے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں کیوں نہ ہوں دنیا میں بھی اور آسمان پر جانے کے بعد بھی۔ چہارم جامۂ بشریت سے باہر نہیں ہوں مجھ پر بھی خدا کے احکام فرض ہیں اور میں ان کی بسر و چشم (باقی برحاشیہ صفحہ آئندہ)

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن مَّشْهَدِ

پس منکروں کے لیے بڑے دن کی عہ

يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۳۷﴾

پیشی سے خرابی ہے۔

آخر جب مریم جوان ہوگئیں تو ایک بار ان کو خوبصورت آدمی کی شکل میں خدا کا فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) نظر آیا۔ مریم گھبرا گئیں اور کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا ترس ہے۔ فرشتہ نے کہا میں انسان نہیں خدا کا فرستادہ ہوں' اس لیے آیا ہوں کہ تجھ کو پاک فرزند دوں۔ مریم نے کہا یہ کیوں کر ہوگا میرا اب تک کسی سے نکاح نہیں ہوا اور نہ میں حرام کار ہوں۔ فرشتہ نے کہا خدا یوں ہی اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کر سکتا ہے تب فرشتہ نے ان کے کرتے کے گریبان میں دَم کر دیا یعنی پھونک دیا اس کے بعد سے ان کو حمل معلوم ہونے لگا۔ مریم لوگوں سے گوشہ اور کنارہ کے مکان میں جا رہیں (غالباً یوسف کے ساتھ وہاں سے بیت اللحم میں آرہی ہوں گی جو وہاں سے کئی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا جو آج کل شہر ہے یا اپنی خالہ کے گھر آرہی ہوں گی اور ان کی خالہ کو بھی حمل تھا چھ مہینے کا جس سے یحییٰ پیدا ہوئے) پس جب خاص جننے کا وقت آیا اور درد لگے تو ایک افتادہ مکان میں آئیں جہاں ایک کھجور کا خشک درخت تھا اور پانی نہ تھا اور ولادت کے وقت ان چیزوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے ادھر تنہائی اُدھر درد ہر قسم کی بے سروسامانی کھانا نہ پانی ایسی حالت میں انسان کا مقتضائے طبعی ہے کہ گھبرا گئیں اور کہنے لگیں کہ کاش میں اس دن سے پیشتر مر چکتی اور نیست و نابود ہو گئی ہوتی کہ لوگ نام و نشان بھی بھول جاتے۔ ایسے سخت وقتوں میں خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دست گیری کیا کرتا ہے پس ان کے پائین سے فرشتے نے آواز دی کہ کچھ غم نہ کرو دیکھو تمہارے پاؤں کی طرف خدا نے چشمہ جاری کر دیا جس قدر پانی درکار ہو لو اور اس کھجور کے درخت کو ہلاؤ تر و تازہ کھجوریں اس میں سے جھڑیں گی اور جو کوئی شخص تمہیں کچھ کہے تو اشارہ سے کہہ دینا کہ میں کلام نہیں کر سکتی روزہ نذر مانا ہے۔

پس پاک ہونے کے بعد ختنہ کے لیے شریعت موسوی کے موافق مریم عیسیٰ کو بیت المقدس میں لائیں فاتت بہ قومها تحملہ یہاں ان پر لوگوں کا ہنگامہ ہوا اور طعن و تشنیع شروع ہوئی کہ تیرے ماں باپ تو ایسے نہ تھے تو یہ حرام کار کہاں سے پیدا ہوئی؟ سچ بتا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ مریم نے حضرت مسیح کی طرف اشارہ کیا کہ خود اسی سے دریافت کر لو لوگوں نے کہا کہ ہم بچے سے کیوں کر بات چیت کر سکتے ہیں اتنے میں حضرت مسیح علیہ السلام گود میں سے آپ بول اٹھے کہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعمیل کرنے والا ہوں اس لیے اپنی ماں کا تابعدار ہوں سرکش اور نافرمان نہیں جیسا کہ حرامی بچے ہوتے ہیں اور میری ہر حالت پر خدا کی امان ہے پیدا ہونے مرنے اور زندہ ہونے میں اور مجھے خدا نے نماز اور خیرات کا مؤکد حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ رہوں ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) عہ ایک گروہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگا دونوں کی بڑے دن میں یعنی قیامت میں خرابی ہے ۱۲

لہ من تحتها کے معنی بعض نے یہ بیان کیے ہیں کہ مسیح نے ان کے نیچے سے آواز دی تھی۔ مگر صحیح مطلب آیت کا یہ ہے کہ مریم جو بوقت ولادت لیٹی ہوئی تھیں ان کے پاؤں کی طرف سے کہ جس کو تحت یا نیچے کی جانب کہتے ہیں جس طرح سرہانے کو بالیں یا اوپر کی جانب کہتے ہیں فرشتہ نے آواز دی ۱۲ منہ ؎ اگر روزہ میں یہ نذر مانی ہو کہ کسی سے کلام نہ کروں گا اُس عہد میں اس نذر کا پورا کرنا ضروری تھا اس لیے مریم نے یہ نذر کیا اور غرض یہ بھی کہ لوگوں کو آپ جواب دینا نہ پڑے خود لڑکا ہی جواب دیوے تا کہ اس کا اعجاز و کرامت معلوم ہو ۱۲ منہ

اللہ کا بندہ ہوں (سب سے پہلے یہ جملہ یوں کہا کہ ان کے بغیر باپ کے پیدا ہونے اور عجائب معجزات دکھانے سے لوگ ان کو کہیں خدا کا بیٹا نہ سمجھ لیں جیسا کہ نصاریٰ سمجھ بیٹھے) مجھ کو کتاب دی ہے یعنی انجیل گو اس وقت تک نہ ملی تھی بلکہ تیس برس کی عمر میں جب کہ نبی ہوئے اور اسی طرح نبوت بھی جب ہی ملی اور صلوٰۃ و زکوٰۃ کی وصیت بھی اسی وقت میں ہو سکتی ہے لیکن یہ سب باتیں ہونے والی تھیں اور عالم غیب میں قرار پا چکی تھیں گو ظہور اس وقت تک نہ ہوا تھا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم کرا یا گیا تھا اس لیے ان سب باتوں کو بلفظ ماضی اس طفولیت کے وقت میں بیان فرمایا تھا۔ شیر خواری کی حالت میں اپنی ماں کی برأت کے لیے مسیح نے ایک ہی بار کلام کیا تھا پھر نہیں کیا بلکہ پھر اسی وقت بولے جب اور لڑکے بولا کرتے ہیں۔ جب لوگوں نے یہ کلام سنا تو حیرت میں رہ گئے اور اس لیے مریم پر زنا کی سزا جو قتل تھی قائم نہ کی ورنہ سزا سے بری رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی مگر اس بات کو یہود نے مخفی کر دیا تاکہ لوگ ان کے معتقد نہ ہو جائیں اور حضرت زکریا علیہ السلام پاک دامن پر بہتان دھر دیا۔

تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم کا چچا زاد بھائی ایک شخص یوسف نامی تھا جو حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کو یہود اور ہیرودس کے خوف سے مصر لے گیا تھا اور اس کے مرنے تک وہ وہیں رہے۔ پھر ہیرودس کے مرنے کے بعد[1] آکر ناصرہ گاؤں میں رہے اسی لیے ان کے متبعین کو نصاریٰ کہتے ہیں اور پھر وعظ و پند میں مصروف ہوئے اور معجزات دکھانے شروع کیے لوگ جوق جوق ان کی طرف متوجہ ہونے لگے آخر یہود کو حسد ہوا اس عہد کے حاکم کو بدگمان کر کے ان کو گرفتار کرایا کہ یہ قیصر سے باغی ہے قید کر کے سولی دینے لے چلے مگر خدا نے ان کو زندہ و سالم اوپر اٹھا لیا اور ان کی شکل میں ایک کو انھیں میں سے کر دیا جس کو سولی دی گئی۔ ان کے بعد حضرت مریم کا انتقال ہوا حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے روبرو ہی ہیرودس کے ہاتھ سے شہید ہو چکے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ اور مریم کے قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے ذٰلک عیسی ابن مریم الخ کہ اصل حقیقت عیسیٰ بن مریم کی یہ ہے سچا واقعہ جس میں وہ جھگڑتے ہیں یہ ہے نہ وہ جو کہ یہود کہنے لگے کہ معاذ اللہ وہ زنا سے پیدا ہوئے تھے اور مکار اور فریبی تھے اور نہ وہ جو کہ عیسائی کہنے لگے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے خدا ان کی شکل میں ظاہر ہوا تھا یہود کا قول تو از حد بدیہی البطلان تھا ان کی طرف توجہ نہیں کی گئی اس لیے عیسائیوں کے قول کو باطل کرتا ہے ما کان للہ ان یتخذ من ولد سبحنہ الخ کہ خدا کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بناوے وہ اس سے پاک ہے اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون بیٹا ان کے لیے ہوتا ہے جن کو احتیاج ہے اور اس کے حکم میں تو ہر چیز ہے کن کہتے ہی ہو جاتی ہے اسی طرح بغیر سبب ظاہری یعنی باپ کے بغیر عیسیٰ کو پیدا کر دیا خود عیسیٰ نے کہہ دیا تھا انی عبد اللہ الخ و ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم کہ اللہ میرا اور تمہارا دونوں کا پالنے والا ہے اسی کی عبادت کرو، سیدھا رستہ یہی ہے نہ یہ کہ مجھے خدا یا اس کا بیٹا سمجھو۔

ابحاث

(۱) زکریا علیہ السلام کا قصہ انجیل لوقا میں موجود ہے۔ ہاں قرآن مجید میں تین روز تک اور انجیل مذکور میں ایک روز تک گونگا رہنا مذکور ہے۔ اور مریم کے قصہ میں اس قدر تفاوت ہے کہ مریم کا ان کی والدہ کی طرف سے خدا کی نذر میں چڑھایا جانا

[1] تخمیناً بارہ برس کی عمر میں مسیح مصر سے واپس آئے ۱۲ منہ

اور زکریا کی نگرانی میں پرورش پانا اور اسی طرح تولد مسیح علیہ السلام کے وقت خرمے کے درخت کا تر و تازہ ہونا اور چشمہ جاری ہونا اور پھر شیر خوارگی میں مسیح کا کلام کرنا ان کی اناجیل اربعہ میں موجود نہیں قرآن میں ہے البتہ ان کی اور اناجیل میں ہے جیسے کہ انجیل طفولیت وغیرہ اور اسی طرح رضاعت کے زمانہ میں یحییٰ کا کلام کرنا انجیل میں ہے قرآن مجید میں نہیں سو یہ کچھ اختلاف ایسا نہیں کہ جس سے ایک کو غلط ایک کو صحیح کہنے کی نوبت پہنچے۔ خود چاروں انجیلوں میں اس قسم کی کمی زیادتیاں ہیں ایک میں ہے کہ مجوسی ستارہ کے اشارہ سے مسیح کے پاس آئے دوسری میں نہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اور جو اختلاف ہے بھی تو اس میں قرآن مجید کا ہی عقلاً و نقلاً اعتبار ہونا چاہیے نہ کہ ان کی کتب محرفہ کا۔

(۲) تمام اہل اسلام اور تمام عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے محض قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے تھے برخلاف یہود کے کہ وہ ان کو انسان کے نطفہ سے بطور عادت پیدا ہونا کہتے تھے اور معاذ اللہ ناجائز تولد قرار دیتے ہیں مگر آج کل برائے نام مسلمان ایک گروہ جو اس زمانہ میں علوم حسیہ کی ترقی اور علوم روحانیہ کے مفقود ہو جانے اور حسن باطن اور نور قلبی کے مٹ جانے سے پیدا ہوا ہے وہ فریق قدم بہ قدم حکماء یورپ کے چلتا اور قرآن و احادیث کو ان کے خیالات کے مطابق کرتا ہے غلط تاویلات کے ذریعہ سے وہ بھی یہود کی طرح بطور عادت انسان کے نطفہ سے پیدا ہونا کہتا ہے کیونکہ خوارق عادات امور ان کے نزدیک محال ہیں اس بات کے امکان پر دلائل لانے کی یہاں گنجائش نہیں مقدمہ تفسیر میں بیان ہو چکے۔

اب ہم قرآن مجید کے وہ الفاظ بتاتے ہیں جو اسی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ اول ان آیات میں فتمثل لھا بشرا سویا سے لے کر قال کذالک قال ربک ھو علی ھین تک صاف صاف کہہ رہا ہے کہ مریم کو فرشتہ کے کہنے سے کہ تجھ کو فرزند دینے آیا ہوں تعجب آیا اس لیے کہ نہ وہ حرام کار تھیں نہ کسی سے نکاح ہوا تھا اس پر فرشتہ کا یہ کہنا کہ تیرا رب یوں ہی کر سکتا ہے اور یہ اس پر کچھ مشکل بات نہیں تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ کا تولد بغیر باپ کے ہوا ہے۔ دوم ولنجعلہ آیۃ للناس بھی اسی کی تصریح کرتا ہے کس لیے کہ تولد مسیح اگر معمولی طور سے ہوتا پھر خواہ اس میں لوگوں کے لیے کتنے ہی برکات کیوں نہ ہوتے جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تولد میں اس پر آیۃ کا اطلاق نہیں ہوتا کس لیے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بجز آیات قرآنیہ کے اور چیزوں پر لفظ آیۃ کا اطلاق ہوا ہے تو انہیں پر ہوا ہے کہ جہاں کوئی بات اس کی قدرت کی بابت عادت و اسباب ظاہری کے بغیر پائی گئی ہو جیسا کہ اصحاب کہف پر اور صالح علیہ السلام کی ناقہ پر وغیرہما۔

سوم ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیۃ میں اس امر کی صاف تصریح ہے کیونکہ آدم کے ساتھ مسیح علیہ السلام کو تشبیہ دینا بجز اس بات میں نہیں کہ جس طرح وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی طرح یہ بھی تو پھر اور کون سی خصوصیت آدم کے ساتھ مسیح کو ہے؟ اور نیز اس آیت کا نزول انہیں کے دفع خیال کے لیے ہے جو مسیح کو بغیر باپ کے پیدا ہونے سے خدا کا بیٹا سمجھتے تھے۔

اس کے علاوہ اسی قصہ میں اور کتنی ایک باتیں خارق عادت مذکور ہیں جیسا کہ کھجور خشک سے تر خرموں کا پیدا ہونا، پانی کا چشمہ نمودار ہونا، مسیح کا گود میں کلام کرنا جس کی بابت یہود نے کہا تھا کہ ہم گود کے بچے سے کیونکر بات کر سکتے ہیں۔ اور فرشتہ کا مجسم ہو کر مریم کو نظر آنا پھر ... ان بھی سب شاید تاویل باطل کریں گے۔ اسی طرح عیسائیوں کی اناجیل اربعہ میں بھی اس امر کی صاف تصریح ہے حالانکہ ماول صاحب اپنی کتاب تبیین الکلام میں اناجیل مذکورہ کو غیر محرف

اور کلام الٰہی مان چکے ہیں۔ انجیل متی کے اول باب میں ۱۸ ورس سے لے کر آخر تک اس کی تصریح ہے جس کا ایک جملہ یہ ہے کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو ان کے اکٹھے آنے سے پہلے" وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی"۔ پھر انجیل لوقا کے اول باب میں ۲۶ ورس سے لے کر کئی جملوں تک قرآن مجید کے موافق مریم کو فرشتہ سے حمل ہونا اور مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مذکور ہے۔ پھر نہیں معلوم ع ۲ ۲۵ ۵
کہ ماول صاحب کس سند سے انکار کرتے ہیں اور آسمانُ زمین کے قلابے ملاتے ہیں۔

(۳) یا اخت ھٰرون، اخت کے معنے حقیقی بہن کے ہیں لیکن یہاں یہ مراد نہیں۔ بلکہ کلام عرب میں اَخ اور اخت اور ابن ایسے مواقع میں محض نسبت کے لیے آتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں یا اخا العرب' یا اخا ہمدان' لے واحد امنہم۔ یعنی اے عرب والے اے قبیلہ ہمدان والے۔ نہ یہ کہ اے عرب اور ہمدان کے بھائی۔ اسی طرح مسافر کے لیے ابن السبیل اور چاند کے لیے ابن الیل آتا ہے وغیرہ چونکہ حضرت مریم ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں اس لیے ان کو شرمندہ کرنے کے لیے ان کے جدِ اعلیٰ ہارون کی طرف منسوب کرکے کلام کیا کہ اے ایسے بزرگ کی اولاد! تجھے ایسا کرنا تھا؟۔ بعض کہتے ہیں کہ مریم کے حقیقی بھائی کا نام ہارون تھا، جو بڑے نیک مرد تھے۔ ایک پادری نے اخت کے حقیقی معنی سمجھ کر پھر ہارون اور مریم میں فاصلۂ دراز خیال کرکے اعتراض جڑ دیا کہ قرآن میں غلطی ہے۔ فہم سلیم اسی کو کہتے ہیں۔

اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ ۙ يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا

جس روز کہ وہ ہمارے پاس حاضر ہوں گے اس روز کیا ہی سنتے دیکھتے ہونگے

لٰكِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡيَوۡمَ فِىۡ ضَلٰلٍ

لیکن ظالم آج تو کھلی گمراہی میں

مُّبِيۡنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ

پڑے ہوئے ہیں اور ان کو حسرت کے دن سے ڈراؤ

اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُ ۘ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ

جب کہ اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور

لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ

ایمان نہیں لاتے ہم ہی زمین کے وارث

الۡاَرۡضَ وَمَنۡ عَلَيۡهَا وَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۰﴾

ہونگے اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور سب کے سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر لائے جائیں گے

ترکیب

اسمع بہم و ابصر معنا دونوں تعجب کے صیغے، لفظاً امر کے صیغے ہیں بمعنی ما اسمعہم و ما ابصرہم۔ بہم موضع رفع میں ہے کقولک احسن بزید ای احسن زید لفظوں میں امر اور معنیً خبر ہے ای حسن زید، ولکن ان یقال انہ امر لکل احد بان یحسن بزید والباء زائدۃ۔ یوم ظرف والعامل فیہ اسمع و ابصر۔ اذ قضی یا یوم الحسرۃ سے بدل یا حسرت کا ظرف۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا فاختلف الاحزاب کہ عیسیٰ کے بارے میں قومیں مختلف ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہود کچھ کہتے ہیں نصاریٰ کچھ اور پھر باہم نصاریٰ کے فرقوں میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے اور تھا جن کی نسبت فرماتا ہے فویل للذین کفروا من مشھد یوم عظیم کہ منکروں کو بڑے دن کی حضوری اور اس کی شدت سے خرابی ہے بڑا دن قیامت کا دن ہے۔ یعنی اس دن کا سامنا ہونا ہے اور اس دن میں بڑی مصیبت ہے ان کے اختلاف کا ثمرہ اس روز ظاہر ہو جاوے گا۔

اسمع لہم میں یوم عظیم کی کچھ کیفیت بیان ہے کہ جس روز یہ کافر ہمارے پاس آئیں گے اس روز ان کی بینائی اور شنوائی عجب ہوگی یعنی جس طرح آج اندھے اور بہرے، نہ باطن کی آنکھوں سے حق دیکھتے ہیں نہ کسی سے سنتے ہیں، اس روز یہ حال نہ ہوگا بلکہ خوب آنکھیں کھل جاویں گی، کان بھی کھل جاویں گے۔ یہی مضمون سورۂ قٓ میں بھی آیا ہے لقد کنت فی غفلۃ من ھٰذا فکشفنا عنك غطاءك فبصرك الیوم حدید۔

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ان غافلوں کو حسرت کے دن سے مطلع کر دو تاکہ خوف کریں۔ پھر یوم الحسرۃ کی کچھ اور تشریح فرماتا ہے اذ قضی الامر وھم فی غفلۃ وھم لا یؤمنون کہ یکایک ان کے لیے عذاب کا حکم دیا جائے گا اور وہ دنیا میں غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ بظاہر یوم الحسرت قیامت کا دن ہے کیوں کہ جنھوں نے دنیا میں نیکی نہ کی ہوگی وہاں ان کی حسرت کا کیا ٹھکانا ہے۔ مگر آیت کو عام رکھا جاوے تو اور بھی تخویف پیدا ہوتی ہے یعنی حسرت کا دن عام ہے قیامت کے دن کو بھی شامل ہے اور موت کے دن کو بھی کہ انسان غفلت میں پڑا ہوا ایمان وحسنات سے بے خبر ہے ادھر یکایک اس کی موت کا حکم ہو جاوے اس کا کام تمام ہو چکے اب اس کو ساتھ لے جانے کے لیے توشۂ آخرت حاصل کرنے کی مہلت کہاں۔ پس اس دن سے زیادہ بھی اس کی حسرت کا دن اور کوئی کیا ہوگا؟ یہ مضمون بھی قرآن مجید کی متعدد آیات میں آیا ہے لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصّٰلحین اور احادیث میں بھی وارد ہے کہ انسان اپنی آرزوؤں کے پورا کرنے میں لگا ہوا ہوتا ہے کہ یکایک اجل آجاتی ہے۔ حسرت و ارمان دنیا کی جگہ دل میں آخرت کے لیے کوتاہی کرنے کی حسرتیں ساتھ ہو جاتی ہیں۔

دنیا میں جو کچھ مال و زر زمین و باغات اس نے بڑی محنت سے حاصل کیے تھے وہ سب یہیں پڑے رہ گئے ان سب کا اللہ ہی وارث اور اخیر مالک رہے گا اور سب ایک روز خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہو جاویں گے۔ انا نحن نرث الارض ومن علیھا والینا یرجعون کا یہی مطلب ہے، واللہ اعلم۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ۥ اِنَّهٗ

اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو بے شک وہ

كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ

وہ ایک نبی صادق تھے جب کہ اس نے

لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ

اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ آپ اس چیز کی کیوں عبادت کرتے ہیں کہ جو

وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾

نہ سن سکتی ہے اور نہ دیکھ سکتی ہے اور نہ وہ آپ کے کسی کام آسکتی ہے۔

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ

اے میرے باپ بے شک مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے

مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا

جو آپ کو حاصل نہیں ہوا سو آپ میرے کہنے پر چلیے تاکہ میں آپ کو سیدھا رستہ

سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ

دکھاؤں اے میرے باپ شیطان کی عبادت نہ کرو[1]

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾

کیوں کہ شیطان تو خدا کا نافرمان ہے

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ

اے میرے باپ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر خدا تعالیٰ کا

[1] یعنی بُت۔

عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ

عذاب نہ آپڑے پھر تم بھی شیطان کے ساتھی

ع ۳ وَلِيًّا (۴۵) قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ

ہو جاؤ اس نے کہا اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں

اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ

سے پھرا ہوا ہے اگر تو باز نہ آئے گا

لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا (۴۶) قَالَ

تو میں تجھے سنگسار ہی کر ڈالوں گا اور خیر سے میرے پاس سے جا دور ہو ابراہیم نے کہا

سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ

بہتر تو میرا آپ کو سلام ہے (ہاں) آپ کے لیے میں اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعا مانگوں گا

اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا (۴۷) وَاَعْتَزِلُكُمْ

کیونکہ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے ف۲ اور میں نے تمہیں بھی چھوڑا

وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا

اور تمہارے ان معبودوں کو بھی کہ جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہو اور میں تو اپنے رب

رَبِّيْ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ

ہی کو پکاروں گا امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ

شَقِيًّا (۴۸) فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

رہوں گا پھر ابراہیم نے ان سے اور ان کے معبودوں سے کہ جن کو وہ اللہ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ

کے سوا پوجا کرتے تھے کنارہ کیا تو ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب

يَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا (۴۹) وَ

عطا کیا اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا اور

وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا

اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے بہت کچھ بخشا اور ان کے لیے ہم نے ذکر خیر کا آوازہ

لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (۵۰)

بلند کیا (کہ ابد تک لوگ ان کو عزت سے یاد کریں گے)۔

یہ تیسرا تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ یہ ان کی اس وقت کی ثابت قدمی اور خدا پرستی مذکور ہے کہ جب ابتدائے شباب میں انہوں نے بت پرستی کو حقیر جان کر اپنے باپ کو اس سے منع کیا اور آخرکار محض اللہ کے لیے اپنے پیارے باپ کو چھوڑا کہ جس کی محبت نے ابراہیم کو اس لیے خدا سے معافی مانگنے پر آمادہ کیا اور اس کے لیے ابراہیم نے وعدہ بھی کر لیا پھر مہاجرت کے بعد خدا تعالیٰ نے اس کو اسحاق اور اسحاق کو یعقوب برگزیدہ پیغمبر فرزند عطا کیا۔ یہ نتیجہ ہے خدا کی فرماں برداری کا۔

یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں لیکن ایسا اولو العزم پوتا بھی دادا کا نام روشن کرنے والا گویا دادا کو فرزند ارجمند عطا کرنا ہے اس لیے وھبنا لہ اسحٰق ویعقوب فرمایا اسحٰق کے بعد اس کے لیے علاوہ اور صدہا چیزیں خدا نے یعقوبؑ و اسحٰقؑ و ابراہیمؑ کو عطا کی تھیں اور سب سے بڑھ کر لسان صدق علیا عطا کی یعنی ان کی ثنا و صفت لوگ ان کے پیچھے کرتے رہیں گے۔ لسان صدق ثنا حسن، ذکر جمیل۔ چوں کہ یہ زبان سے پایا جاتا ہے اس لیے اس کو زبان سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ جو احسان ہاتھ سے کیے جاتے ہیں ان کو ید سے تعبیر

ف۱ ملیا زمانا طویلا قال الکسائی ھو من الملاوۃ یقال ہجرتہ ملوۃ وملاوۃ اے زمانا طویلا وقال ابن جریر و ھو المروی عن ابن عباس معناہ اعتزلنی سالم العرض لا تصیبک منی معرۃ عقوبۃ۔

ف۲ حفیا قال الکسائی یقال حفی بی حفاوۃ وحفوۃ اے اعتنی بی وبالغ فی اکرامی وقد یجیٔ بمعنی المستقصی فی السؤال ومنہ قولہ تعالٰی کانک حفی عنہا۔

کرتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی واجعل لی لسان صدق فی الآخرین خداتعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی جس کا اثر یہ ہے کہ آج تک حضرت ابراہیم تخمیناً دوثلث سے زائد بنی آدم کے پیشوا مانے جاتے ہیں یہود عیسائی وغیرہم ان کو بڑائی سے یاد کرتے ہیں اہل اسلام پنج وقتہ نماز میں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ اپنے نبی خاتم المرسلین علیہ السلام کے ساتھ اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید کہتے ہیں۔ آل ابراہیم میں اسحاق و اسمٰعیل و یعقوب علیہم السلام کی طرف اشارہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں خداتعالیٰ عرب کے مشرکوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ تم جو باپ دادا کی تقلید کرکے بت پرستی کرتے ہو ایسا نہ چاہیے کیونکہ ابراہیم کہ جس کو تم بھی بزرگ مانتے ہو انہوں نے باپ کا کہنا نہ مانا ان کی تقلید نہ کی اور نیز یہ بھی ہے کہ اگر باپ دادا کی تقلید کرنی ہے تو ابراہیم کی اور ان کی اولاد کی کیوں نہیں کرتے؟ ملیاً مرۃ طویلۃ وقیل سالما۔ ابراہیمؑ نے باپ کے لیے استغفار کا وعدہ کیا تھا اس کے بموجب استغفار کیا مگر جب معلوم ہوا کہ اللہ کی مرضی نہیں پھر اس سے بری ہوگئے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى اِنَّهٗ كَانَ

اور کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر (یاد) کرو　کیوں کہ وہ

مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ

خاص بندے اور نبی صاحب کتاب تھے　اور ہم نے اس کو

مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ

کوہ طور کے دائیں طرف سے پکارا　اور رازداری کے لیے

نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ

پاس بلایا　اور اس کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو

اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي

نبی بنا کر　عطا کیا　اور کتاب میں اسمٰعیل کا

الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ

بھی ذکر (یاد)　کرو　کیوں کہ وہ　وعدہ

صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا

کے بڑے　سچے　اور نبی بنا کر　بھیجے گئے

نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ

تھے　اور وہ　اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم

وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

دیا کرتے　تھے　اور اپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ

اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر (یاد)　کرو　بے شک وہ

كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ

بڑے　سچے (اور) نبی تھے　اور ہم نے　ان کو

مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

بلند جگہ　بٹھایا　یہ ہیں　وہ انبیاء　کہ

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ

جن پر اللہ نے　کرم　کیا　تھا

ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ

آدم کی نسل سے　کہ جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار

نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ

کیا تھا　اور ابراہیم　اور　اسرائیل کی

اِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَ

نسل میں　سے　اور یہ ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کو ہم نے

اجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ

راہ راست دکھائی اور برگزیدہ کیا تھا جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی

الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۞ ۵۸ السجدة

جایا کرتی تھیں تو سجدہ میں گر پڑا کرتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا

پھر ان کے بعد وہ ناخلف پیدا ہوئے کہ جنہوں نے نمازیں

الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ

غارت کر دیں اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پھر ان کی گمراہی بھی

يَلْقَوْنَ غَيًّا ۞ ۵۹ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

بہت جلد ان کے آگے آئے گی مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

اور اچھے کام کیے سو یہی وہ لوگ ہیں کہ جو جنت میں داخل ہوں گے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۞ ۶۰ جَنّٰتِ عَدْنِ

اور ان کا کوئی حق تلف نہ کیا جائے گا اور وہ باغ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں

الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ

جن کا رحمٰن نے غائبانہ اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے

اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۞ ۶۱ لَا يَسْمَعُوْنَ

بے شک اس کا وعدہ پیش آکر رہے گا وہ بہشت کہ جس میں کوئی

فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۚ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ

خراب بات سنتے ہی نہیں گے مگر باہمی سلام کی آوازیں اور وہاں صبح و شام ان کے

فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۞ ۶۲ تِلْكَ الْجَنَّةُ

لیے کھانا تیار ملے گا یہ ہے وہ جنت

الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ

کہ جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اس کو وارث کرتے ہیں جو

تَقِيًّا ۞ ۶۳

پرہیزگار ہوتا ہے۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا

(ملائکہ نے کہا) اور ہم آپ کے رب کے حکم بغیر اتر کر نہیں آیا کرتے اسی کا ہے جو کچھ

بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ

کہ ہمارے سامنے اور ہمارے پیچھے اور اس کے درمیان

ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۞ ۶۴

ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان

یہ چوتھا قصہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ خدا نے ان کو کوہِ طور کی جانب سے پکارا یعنی انی انا اللہ الخ کے ساتھ موسیٰ کو خطاب کر کے کلام کیا اور اس شرف کے بعد دوسرا شرف یہ بخشا کہ ان کے بھائی ہارون کو بھی ان کی مدد کے لیے نبی بنایا۔

واذکر فی الکتٰب اسمٰعیل، یہ پانچواں تذکرہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے تھے چونکہ یہ ایک مستقل رتبہ کے شخص تھے اس لیے ان کو ان کے باپ کے ذیل میں ذکر نہ کیا بلکہ جداگانہ۔ ان کا پہلا وصف یہ ہے کہ کان صادق الوعد وعدے کے بڑے سچے تھے۔ مروی ہے کہ ایک شخص سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارا فلاں جگہ انتظار کروں گا، وہ اتفاقاً ایک برس تک نہ آیا آپ وہیں کھڑے رہے یہ تو ان کے صادق الوعد ہونے کی ادنیٰ بات ہے۔ دوم کان رسولا نبیاً، یعنی صرف نبوت ہی حاصل نہ تھی بلکہ صاحب شریعت بھی تھے اور اسی لیے کان یامر اپنے اہل و عیال کو جس میں علماء کے نزدیک ان کی امت بھی شامل ہے نماز روزہ کی تاکید کیا کرتے تھے کامل و مکمل تھے اور اسی لیے کان عند ربہ اپنے خدا کے نزدیک پسندیدہ بھی تھے پس اے قوم عرب تم کو اسمٰعیل کی اقتداء لازم ہے جو تمہارا جد امجد تھا، نہ اور بیہودہ جاہل باپ دادا کا۔

بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۚ

چیزوں کا بھی جو ان کے بیچ میں ہیں سو اسی کی عبادت کرو اور اسکی عبادت کی تکلیف

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

برداشت کیا کرو بھلا تمہارے علم میں اس جیسا کوئی اور بھی ہے۔

تفسیر

واذکر فی الکتٰب اور یہ چھٹا قصہ حضرت ادریس کا ہے جو نوح علیہ السلام کے پردادا تھے دنوح بن لمک بن متوسلح بن حنوک) یا اخنوخ ان کا نام اور ادریس لقب تھا بوجہ کثرت درس صحف آسمانی کے۔ وہ صدیق نبی تھے یعنی بہت برگزیدہ اس لیے ورفعناہ مکانا علیا اس کے معنی بعض مفسرین کے نزدیک یہ ہیں کہ ان کو بلند مرتبہ کیا و رفعت منزلت مراد لیتے ہیں جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیا ہے ورفعنا لک ذکرک اور ایک گروہ کہتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو بلند مکان میں اٹھا لیا۔ اول تقدیر میں یوں کہا جاوے گا کہ خدا نے ادریس کا بلند مرتبہ کیا تیس صحیفے ان پر نازل کیے بہت سے علوم اور صنعتیں ان کے ہاتھ سے ایجاد ہوئیں۔

دوسری صورت پر بعض کہتے ہیں کہ خدا نے ان کو زندہ آسمان پر بلا لیا اور جنت میں داخل کر دیا بعض کہتے ہیں کہ صرف آسمانوں پر بلایا اور حضرت عیسیٰ اور ادریس زندہ آسمانوں پر ہیں؛ والعلم عند اللہ۔

توریت سفر پیدائش کے ۵ باب ۲۳ ورس میں یہ ہے اور حنوک کی ساری عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی (۲۴) اور حنوک خدا کے ساتھ چلتا تھا اور غائب ہو گیا۔ اس لیے کہ خدا نے اسے لے لیا۔ ان ورسوں کی شرح میں علماء اہل کتاب کے بھی ایسے اقوال ہیں کہ جیسا اوپر بیان ہوا۔ ان سب بزرگواروں کا ذکر خیر کر کے فرماتا ہوا اولٰئک

الذین انعم اللہ علیھم کہ یہ انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جن پر خدا نے کرم و فضل کیا تھا آدم اور ابراہیم اور نوح کے ساتھ والے اور اسرائیل کی نسل اور دیگر لوگ کہ جن کو خدا نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا ان کا یہ حال تھا کہ اللہ کی آیتیں سن کر سجدہ میں روتے ہوئے گر پڑا کرتے تھے اور خدا کے نہایت فرماں بردار نیک کردار بندے تھے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ ان کو خدا جانتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو لوگ ان کی نسبت فسق و فحش کی باتیں منسوب کرتے ہیں جیسا کہ کتب یہود و نصاریٰ میں ہے وہ بھی غلطی پر ہیں ان کا یہ مرتبہ خدا کی طاعت سے ہوا پھر ان کے بعد ناخلف پیدا ہوئے جو نماز و عبادت چھوڑ کر خواہش نفسانی کے درپے ہو گئے، بجز کھانے پینے جماع کرنے کے اور کوئی بات ان میں نہ رہی انہوں نے طریق بگاڑ دیا سو وہ اپنے کیے کا برا نتیجہ دیکھیں گے اور جو توبہ کر گئے اور نیک ہو گئے وہ جنت میں رہیں گے جس کے یہ اوصاف ہیں کہ وہاں کوئی خراب بات دل شکن رنج دہندہ ان کی یا ان کے اعزہ و احبہ کی موت یا وہاں سے نکالے جانے کی یا کسی نعمت کے زوال ہونے کی خبر یا گالی گلوج بدکلامی غیبت بدگوئی سنائی نہ دے گی سلام سلام کی آوازیں سنائی دیں گی آپس کا تحیہ سلام یا فرشتوں کی طرف سے سلامتی کا مژدہ یعنی تعظیم و تکریم کے کلمات۔ دوئم بلا محنت و مشقت ہمہ وقت بالخصوص صبح و شام انکو تیار روزی ملے گی روحانی و جسمانی۔ پھر یہ بہشت ہر ایک کا حصہ اور ورثہ نہیں بلکہ ہمارے بندوں میں سے صرف انہیں کا جو پرہیزگار ہیں دراصل وہی آدم کے حقیقی فرزند ہیں اور جنت آدم کو مل چکی ہے یہی اپنے جد کا ورثہ پانے کے مستحق ہیں۔

ع

وما نتنزل الا بامر ربک یہاں سے ایک جداگانہ کلام شروع ہوتا ہے جس کے شان نزول میں بخاری نے ابن عباسؓ

سے یوں روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے فرمایا کہ آپ میرے پاس جلدی جلدی کیوں نہیں آیا کرتے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی گویا خدا تعالیٰ نے جبرئیل کی طرف سے یہ جواب دیا کہ خود نہیں آتے بلکہ تمہارے رب کے حکم سے آیا کرتے ہیں وہ مصلحتِ وقت سے خوب واقف ہے اس کو آگے اور پیچھے کا سب حال معلوم ہے یعنی ابتدا اور انتہا اور حال سب جانتا ہے وہ جب مصلحت جانتا ہے ہم کو بھیجتا ہے دیر کرکے آنے پر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ خدا تعالیٰ آپ کو بھول گیا کیونکہ وہ بھولنے والا نہیں وہ رب ہے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کا اور رب وقتاً فوقتاً پرورش کیا کرتا ہے جس کو علم ہمہ وقت لازم ہے پس اے نبی اس کی عبادت کرو اور ہمارے دیر کرکے آنے سے ملول نہ ہونا بلکہ اس کے لیے عبادت میں تکالیف برداشت کرتے رہو کیونکہ وہ یکتا ہے اس کا کوئی ہم نام بھی نہیں یعنی ایسا دوسرا نہیں جو اس بےقراری کو دفع کر سکے۔ جنت عالم قدس کے بعد یہ جملہ جبرئیل کی طرف سے بیان ہونا جو عالم قدس میں رہتے اور وہاں کی خبریں لایا کرتے ہیں ایک عمدہ مناسبت رکھتا ہے۔

لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾

انکو جہنم کے کنارے حاضر کریں گے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ

پھر ہر گروہ میں سے ہم ان کو گھسیٹ لائیں گے جو

أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ

خدا سے بہت اکڑتے تھے پھر

لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلٰى بِهَا

ہم کو خوب معلوم ہوگا کہ ان میں سے کون جہنم میں گرنے کے

صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا

قابل ہے اور تم میں سے ایسا کوئی بھی نہ ہوگا کہ جو اس پر سے ہو کر نہ گذرے

كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ

آپکے رب نے اس کا پورا کرنا لازمی کر لیا ہے پھر

نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا

پرہیزگاروں کو تو بچا لیں گے اور ظالموں کو اس میں پڑا اوندھا گرنے

جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا

دیں گے اور جب ان کو ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائی

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ

اور انسان (منکر) کہا کرتا ہے کہ کیوں جی جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کرکے

أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا

قبر سے باہر نکالا جاؤں گا کیا وہ انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ پہلے

خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾

بھی اس کو ہم نے ہی پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں تھا

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِينَ ثُمَّ

(اے رسول) تمہیں قسم ہے آپکے رب کی کہ ہم ان کو اور ان کے شیطانوں کو جمع کریں گے پھر

بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ

جاتی ہیں تو کافر ایمان داروں سے کہتے ہیں

اٰمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَقَامًا وَّ

کہ بتاؤ کون سا فریق ہم میں اور تم میں سے مرتبہ میں بہتر

أَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا

اور مجلس کے لحاظ سے عمدہ ہے حالانکہ ان سے پہلے ہم بہت سی ایسی

قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا

جماعتیں ہلاک کر چکے ہیں کہ جو اسباب اور نمود میں ان سے

ف یعنی ہم تم سے بہ لحاظ اعوان و انصار کے بہتر ہیں ہماری مجلسیں اعزہ و انصار سے بھری رہتی ہیں تم ذلیل و بے کس ہو پھر آخرت میں کیا تم ہم سے بڑھ کر ہو گے۔ اور یہ معنی بھی ہیں کہ ہمارے مکانات عمدہ اور مجلسیں شان دار ہیں یا تمہاری ۱۲ منہ

وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِى الضَّلٰلَةِ

کہیں بہتر تھے　کہہ دو جو کوئی　گمراہی میں پڑا ہوا ہے

فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا

سو خدا بھی اس کو (دنیا میں) ڈھیل ہی دیتا جاتا ہے　یہاں تک کہ جس کا

رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ

انہیں وعدہ دیا گیا ہے جب اس کو دیکھیں گے　یا تو عذاب کو

اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ

یا　قیامت کو　تب معلوم ہو جاوے گا کہ کون

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾ وَيَزِيْدُ

بُرے درجہ میں ہے　اور کس کی فوج　کمزور ہے　اور زیادہ کرتا ہے

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ

اللہ　ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا جاتا ہے　اور باقی رہنے

الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

والی نیکیاں　آپ کے رب کے نزدیک ثواب اور انجام

وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں [1]

تفسیر

ویقول الانسان یہاں سے اُن ناخلفوں کے عقائد بیان فرماتا ہے کہ جن کا اوپر ذکر ہوا تھا۔ انسان سے کسی شخص خاص کی طرف اشارہ نہیں بلکہ عموماً حشر کے منکر مراد ہیں وہ تعجب سے کہتے تھے کہ کیا ہم جب مرجائیں گے تو پھر زندہ ہوں گے؟ اس بات کو محال اور خدا کی قدرت سے باہر جانتے تھے اس لیے رسول کی تکذیب کرتے تھے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ابن آدم کو یہ بات یاد نہیں کہ وہ کچھ بھی نہ تھا ہم نے اس کو موجود کر دیا پس جو نیست محض کو موجود کر دیتا ہے اس کے نزدیک دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔ اس دلیل کے بعد قسم کھا کر وعدہ مستحکم کرتا ہے کہ ہم ان کو مرنے کے بعد ضرور جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی جو انہیں گمراہ کر رہے ہیں اس کے بعد ان سب کو جہنم کے کنارے پر حاضر کریں گے اور یہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے جس طرح غم و فکر میں بیٹھتے ہیں پھر کفار کے ہر فریق میں سے متکبر و گمراہ کنندوں کو چھانٹ چھانٹ کر بہت خواری کے ساتھ جہنم میں داخل کریں گے (شیعة فعلة کفرقة وفیہ الطائفة التی شاعت)۔

وان منکم الا واردھا الی قولہ جثیا بعض مفسرین کہتے ہیں کہ منکم سے مراد کفار ہیں ان کو اولاً غائب کے صیغوں سے یاد کیا تھا پھر حاضر کے صیغوں سے خطاب کیا کیوں کہ اہل ایمان دوزخ میں وارد یعنی داخل نہ ہوں گے۔ لقولہ تعالیٰ اولئک عنھا مبعدون وقولہ لا یسمعون حسیسھا لیکن اکثر کہتے ہیں کہ مؤمن و کفار سب کے لیے خطاب عام ہے مگر اہل ایمان کا ورود اس میں داخل ہونا نہیں بلکہ اس کا ملاحظہ اور معائنہ کرنا اور اس کے پاس سے ہو کر گزر جانا ہے جیسا کہ جملہ ثم ننجی الذین اتقوا الخ دلالت کرتا ہے اور بہت سی روایات صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے اور یہ اس لیے کہ اہل ایمان جنت میں اس تکلیف کے مکان کو یاد کر کے زیادہ شکریہ ادا کریں اور تاکہ جنت کی لذت بھی ان کو خوب معلوم ہو کیوں کہ راحت کا مزہ تکلیف کے مقابلہ میں معلوم ہوا کرتا ہے۔ واذا یتلی الخ حشر کے ان دلائل کے بعد مشرکین عرب یہ کہا کرتے تھے کہ اگر

[1] یعنی وجاہت اور سامان جس پر کافروں کو ناز ہے کچھ بھی نہیں چندروزہ ہے ہاں نیک اعمال ہی تادیر باقی رہتے ہیں اور خدا کے پاس جزا اور بدلہ کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں نیکوں کو آخرت میں نیک بدلہ اور عمدہ مرتبہ اور بہتر مکان ملے گا جو سدا رہے گا ۱۲ منہ

ایسا بھی ہوا تو وہاں بھی ہم ہی اچھے رہیں گے جس طرح کہ یہاں مسلمانوں سے زیادہ ہم کو راحت و ثروت ہے وہاں بھی ہوگی اس کے جواب میں فرماتا ہے وکم اھلکنا الخ کہ دنیا میں ان سے بھی زیادہ دولت مند قومیں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کیا جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دولت دنیا کچھ عند اللہ عزت کی بات نہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ دنیا میں ہمارا طریق خالقیت یہ ہے کہ گمراہوں کو جلدی نہیں پکڑتے بلکہ فلیمدد لہ الرحمٰن (یہ صیغہ امر وجوب تحقیق کے لیے بمعنی مضارع ہے) اس کو اور ترقی دیتے ہیں یہاں تک کہ یا تو دنیا میں یا قبر میں مصیبت دیکھ لیتے ہیں یا قیامت میں۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ

بھلا تم نے اس کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کا منکر ہوگیا اور کہتا ہے کہ مجھے ضرور

مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ

مال اور اولاد ملے گی کیا وہ غیب پر مطلع ہوگیا یا اس نے اللہ

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ

سے اقرار لے رکھا ہے ہرگز نہیں ہم لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ کہتا ہے

وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ

اور اس کے لیے عذاب بڑھاتے جاتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتا ہے

مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا

اس کے ہم وارث ہو جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا اور مشرکوں نے اللہ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ

کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے حامی و مددگار

عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ

ہوں ہرگز نہیں وہ بہت جلد ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے

وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾

اور وہ ان کے مخالف ہو جاویں گے

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى

(اے نبی) کیا تم نے اس کو نہیں دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ رکھا

الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ

ہے کہ وہ ان کو ابھارتے رہتے ہیں پس آپ ان کے لیے عذاب کی

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ

جلدی نہ کیجیے ہم خود ان کی مدت گن رہے ہیں جس روز

نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾

کہ ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمان بنا کے جمع کریں گے

وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾

اور گنہگاروں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ

وہ سفارش کی قدرت نہ رکھیں گے مگر وہ شخص کہ جس نے

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ

رحمٰن کے پاس سے اجازت حاصل کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن

الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا

نے بیٹا بنا لیا ہے (کہو) یہ تو تم ایسی سخت بات گھڑ کر

اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ

لائے ہو کہ جس سے ابھی آسمان پھٹ

مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ

پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر

هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾

گر پڑیں اس بات پر کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے بیٹا ثابت کیا

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

اور رحمٰن کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنا دے

اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے

إِلَّآ ءَاتِى ٱلرَّحْمَٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَّقَدْ أَحْصَىٰهُمْ

ان میں ایسا کوئی نہیں جو رحمٰن کا بندہ بن کر نہ آوے ۔ اللہ نے ان کو شمار کر رکھا ہے

وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ ءَاتِيهِ

اور ان کی گنتی گن رکھی ہے ۔ اور ہر ایک ان میں سے قیامت کے دن

يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟

اس کے پاس تن تنہا آوے گا ۔ بے شک جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ ٱلرَّحْمَٰنُ

اور انہوں نے اچھے کام کیے ہیں عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت پیدا

وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ

کرے گا ۔ سو ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں اسی لیے آسان کر دیا ہے کہ آپ

بِهِ ٱلْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِۦ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾

پرہیزگاروں کو مژدہ سنا دیں اور جھگڑالو قوم کو خوف دلائیں

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ

اور ان سے پہلے کتنے ایک قرن ہلاک کر چکے ہیں بھلا

تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ

ان میں سے کوئی بھی تمہیں دکھائی دیتا ہے یا کسی کی کچھ آواز بھی

رِكْزًۢا ﴿٩٨﴾

سنائی دیتی ہے ؟

پہلے فرمایا تھا کہ ان بزرگواروں کے بعد ناخلف پیدا ہوئے۔ اب یہاں ایک ناخلف کی کیفیت بیان فرماتا ہے جس کو افرایت سے شروع کرتا ہے جس کی بابت بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے کہ خبابؓ بن ارت کہتے ہیں کہ میں عاص بن وائل سہمی کے پاس تقاضے کے لیے گیا اس نے کہا تو محمدؐ کا منکر ہو جائے تو تیرا قرضہ دیدوں۔ میں نے کہا ہرگز نہ ہوگا یہاں تک کہ تو مر کر بھی جی اٹھے۔ اس لیے کہا میں مر کر جب زندہ ہوں گا تو وہاں بھی میرے پاس مال و اولاد سب کچھ ہوگا وہاں تجھ کو دیدوں گا اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ جو یہ کہتا ہے کیا اس کو علم غیب ہے یا خدا سے اس نے عہد لیا ہے سو یہ ہرگز نہیں ہم اس کے گناہ لکھتے جاتے ہیں اور دنیا کا مال و اسباب چھوڑ کر تنہا ہمارے پاس حاضر ہوگا اور جس طرح یہاں اس کو مال پر مال دیا جاتا ہے اس کی ناشکری میں عذاب پر عذاب دیا جائے گا اور اس افزائش اولاد و مال کو بتوں اور غیر اللہ کی پرستش کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اس لیے آخرت کی بھلائی کی بھی ان سے امید رکھتے ہیں اور وہاں کی عزت کے ان سے جویاں ہیں کلّا یہ ان کا غلط خیال ہے جس طرح دنیا میں غیر خدا کوئی بھی عالم پر تصرف نہیں کر سکتا اسی طرح اس عالم میں عزت دینا تو درکنار ان کے وہ فرضی معبود ان کی عبادت ہی کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے بلکہ ان کے مخالف بن جائیں گے یہ محض شیطانی خیالات ہیں جو ان مشرکوں کے دلوں میں شیطان ڈالتے ہیں اور ان کو بت پرستی کی طرف اکساتے رہتے ہیں اس نمک حرامی کی سزا کا ان کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اے نبی اس کی جلدی نہ کیجیے اور وہ جزا و سزا کا اصلی وقت قیامت ہے۔ اب قیامت کا اجمالی حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ پرہیزگار جوق جوق خدا کی طرف انعام و اکرام کے لیے بلائے جائیں گے اور خدا کے مجرم، اس کے سوا دوسروں کو پوجنے والے اس کی حکم عدولی کرنے والے جوق جوق جہنم کی طرف ہانکے جاویں گے اور وہاں کوئی بھی کسی کے لیے سفارش کرنے میں لب کشائی نہ کر سکے گا مگر جس کے لیے خدا کے ہاں اقرار ہو چکا ہے حضرات انبیاء

ع ۶ ۱۹

لہ وہ محبوب خلائق ہو جائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ۱۲

اولیاء وصلحاء لیکن وہ بھی کس کے لیے صرف انہیں کے لیے جنہوں نے دنیا میں خدا پرستی و ایمان کے سبب اپنے خدا کے پاس عہد مغفرت قائم کرالیا ہے وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سے اور دیگر ناخلفوں کا بیان فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے لیے بیٹا ثابت کرتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ وغیرہ۔ فرماتا ہے یہ بڑی سخت بات ہے کہ جس سے آسمان پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے کیوں کہ یہ اس کی شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بھی بیٹا بنائے یہ اس کے تقدس اور وجوب وجود کے سراسر خلاف ہے کس لیے کہ آسمان و زمین کی سب مخلوق اس کے آگے غلاموں کی طرح دست بستہ ہے پھر اس کو بیٹا بنا کر اپنا پشت و پناہ بنانا فضول ہے اس پر عتاب کرتا ہے کہ ہم نے ان سب کو شمار کر رکھا ہے مجرم ہماری نگاہوں میں ہیں دربارِ قیامت میں ہر ایک تن تنہا حاضر ہوگا اولاد و مال اور ان کے معبود کوئی بھی ساتھ نہ ہوگا اس کے بعد ایمان و اعمال صالحہ کی خوبی بیان فرماتا ہے ان الذین اٰمنوا کہ اے ایمان دارو! نیکوکاروں میں خدا باہمی محبت پیدا کرے گا دنیا میں بھی ایک دوسرے سے محبت رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا کس لیے کہ سب کا مقصد خدائے واحد ہے برخلاف بت پرستوں بدکاروں کے کہ ان کے اغراض مخالف ہیں اس لیے وہاں بھی ان میں محبتِ حقیقی نہ ہوگی ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔ اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ خدا ان لوگوں سے محبت کرے گا اور مشرکوں کو بنظر قہر دیکھے گا۔ اور یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ ان کی محبت مخلوق کے دل میں ڈالے گا۔

اہل مکہ کہتے تھے کہ عربی میں کیوں قرآن اترا اس کے جواب میں فرماتا ہے اس لیے کہ ان جھگڑالوؤں کو سمجھایا جاوے، اگر عربی زبان نہ ہوتی تو عرب کچھ بھی نہ سمجھتے۔ اس کے بعد ان کے غرور وحشم پر تازیانہ مارتا ہے کہ ہم نے ان سے بھی بڑھ بڑھ کر قوموں کو غارت کر دی ہیں بھلا ان کا

کوئی بھی نام و نشان باقی ہے؟

سُورَۃُ طٰہٰ

مکیۃ ہے اس میں ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ

(اے نبی!) ہم نے تم پر اس لیے قرآن نازل نہیں کیا کہ

لِتَشۡقٰۤی ﴿۲﴾ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ﴿۳﴾

تم زحمت اٹھاؤ بلکہ وہ تو ایک نصیحت ہو اس کے لیے جو خدا سے ڈرتا ہے

تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ

(اور یہ) اس کی طرف سے نازل ہوا ہے کہ جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو

الۡعُلٰی ﴿۴﴾ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ﴿۵﴾

پیدا کیا رحمٰن نے جو عرش پر جلوہ گر ہے

ف استوٰی قال ثعلب والزجاج والفراء الاستواء الاقبال علی الشئ وقیل ہو کنایۃ عن العز والملک والسلطان واما الاستواء بمعنی استقر فلم یثبت۔ والارجح استواء یلیق بہ فانہ من صفاتہ تعالیٰ و کیفیتہ مجہول ۱۲ منہ

ف علی العرش استوٰی پر فرقہ آریہ وغیرہ بہت کچھ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے خدا کا مجسم اور متمکن ہونا ثابت ہے۔ جو اس کے تقدس کے خلاف ہے۔ مگر اس گروہ نے اور ان لوگوں نے کہ جن کی تقلید سے یہ اعتراض کیا ہے مفسرین کے اقوال پر نظر نہیں کی نہ علماء کی ان تحقیقات کو سنا جو اس مسئلہ کی بابت ہوئی ہے۔ قدماء کہتے ہیں کہ اس لفظ پر ہمارا ایمان ہے اور استوٰی سے وہی استوٰی مراد ہے جو اس کی شان کے لائق ہے نہ وہ جو اس کے خلاف ہے۔ متاخرین کہتے ہیں کہ عرش سے مراد کوئی لکڑی یا سونے چاندی کا تخت نہیں کہ خدا اس پر بیٹھا ہو وہ اس سے قطعاً پاک ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ

اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور

مَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ۝۶ وَاِنْ

جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ کہ تحت الثریٰ میں ہے۔ (اور اے مخاطب) اگر تو

تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ

پکار کر بات کہے (تو گویا) وہ تو مخفی اور اس سے بھی مخفی بات

اَخْفٰی ۝۷ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ

جانتا ہے وہی اللہ ہے کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس کے

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۝۸

سب نام اچھے ہیں۔

ترکیب

الا تذکرۃ استثناء منقطع ہے لے لکن انزلناہ للتذکرۃ وقیل ہو مصدر اسے لکن ذکرنا بہ تذکرۃ۔ تنزیلا بدل من اللفظ بفعلہ الناصب لہ۔ العلی جمع علیا تانیث اعلی۔ الرحمٰن بالجر بھی پڑھا گیا ہے صفۃ لمن خلق فیکون علی العرش استوی خبرا محذوفا اسے ہو۔ وکذا ان رفع علی المدح دون الابتداء۔

تفسیر

ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ مکہ میں ابتداء نزول قرآن کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں کبھی اس پاؤں پر کبھی اس پاؤں پر کھڑے ہو کر اس قدر طویل قیام کرتے تھے کہ قدم مبارک ورم کر آتے تھے جس کو دیکھ کر کفار قریش کہتے تھے کہ اس پر قرآن کیا نازل ہوا زحمت میں پڑ گیا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ قرآن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس قدر وعظ و پند فرماتے تھے کہ نفس کے سب آرام جاتے رہے تھے اس پر کفار کے جھگڑے مزید برآں تھے تب کفار کہنے لگے کہ قرآن کیا اُترا یہ شخص مشقت و مصیبت میں پڑ گیا۔ طٰہٰ حروفِ مقطعات ہیں جن کی بحث مقدمۂ تفسیر میں ہو چکی۔

فرماتا ہے کہ اے نبی میں نے قرآن اس لیے نہیں نازل کیا کہ آپ مصیبت میں پڑ جاؤ بلکہ خدا ترس لوگوں کے لیے نصیحت کرنے کے لیے۔ اور یہ کسی ایسے ویسے کا نازل کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اُس کا کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس نے تخت حکومت پر بیٹھ کر تمام عالم کی تدبیر کی سب کا بندوبست وا فی کر دیا الرحمٰن علی العرش

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بلکہ یہ کنایہ ہے جس سے مراد تخت حکومت ہے۔ استویٰ سے مراد اس پر اس کا متصرفانہ و درانہ تسلط ہے خلق کو پیدا کیا آسمان و زمین سب کچھ بنایا پھر ان پر حکومت و تصرف اور ان کی تدبیر و ترتیب کی۔ عرش سے مراد ایک ایسا آسمان دیا جا رہے جو سب کے اوپر ہے اور سب کو محیط ہے جس نے عالم ناسوت کا احاطہ کر لیا ہے پھر اس کے اوپر عالم ملکوت و ناسوت اور لاہوت بھی ہے جہاں ملائکہ مقربین اور سب سے ورا۔ اور اء ذات پاک ہے اس بات کو شرع نے بطور کنایہ کے بادشاہوں کے تخت پر بیٹھنے اور حضوری کیا ملائکہ کے کھڑے رہنے سے اور تخت کو آٹھ فرشتوں کے سر پر اٹھائے رکھنے سے تعبیر کیا ہے اور ایسے باریک اسرار استعاروں اور کنایوں اور تشبیہوں سے بیان کیے جاتے ہیں پھر اس کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کرنا معترض کے خود فہم کا قصور ہے اور سمجھا ہے تو اس کی بدنفسی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ف الثریٰ التراب الندی فان لم یکن ندیا فہو تراب۔ المراد مرکز الارض فانہ تحت حقیقی من کل جہۃ وما قیل المراد بہ الثری الذی تحت الصخرۃ التی علیہا ثور فانہ من الاسرائیلیات لا تلتفت الیہ الجہر رفع الصوت والسر خلافہ واخفی ما اخطرہ ببالہ وقیل السر ما اخفی الانسان فی نفسہ الاخفی ما خفی علی ابن آدم ۱۲ منہ

استویٰ چونکہ وہ رحمٰن ہے اس کی رحمت کا مقتضیٰ یہ بھی ہوا کہ اس نے اپنے بندوں کی اصلاح آخرت اور تزکیۂ ارواح و نفوس کے لیے قرآن نازل کیا وہ ان کی تدبیر سے کیوں ساکت رہتا کیوں کہ ماَ فِی السَّمٰوٰتِ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کی مخلوق اسی کی ملک ہے سب پر اس کی نظر رحمت ہے ہر چیز کی حاجت روا کرتا ہے انسان کی حاجت معظم روحانی و صحیفہ آسمانی کی طرف اشد تھی۔ الثریٰ زمین کے نیچے کے طبقہ کو کہتے ہیں۔

ان آیات میں جس طرح اس کی قدرت و ارادے کا ثبوت ہے اسی طرح اس کی رحمت کا بھی کہ جس کی وجہ سے قرآن نازل ہوا مگر قدرت و ارادہ علم بغیر ممکن نہیں اس لیے صفت علم کے ثبوت کے لیے فرماتا ہے وان تجہر بالقول ای فاعلم انہ غنی عن جہرک فانہ یعلم السر واخفٰی (بیضاوی) اگر تو دعا و ذکر پکار کر کرے تو اس کو اس کی حاجت نہیں کیونکہ اس کو پوشیدہ بات جو بہت آہستہ کہی جاتی ہے اور وہ جو اس سے بھی مخفی ہو یعنی دل کی بات سب معلوم ہے۔

اور جب کہ یہ ثابت ہوگیا کہ وہ تمام صفات الوہیت کو جامع ہے تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ خدائی خاص اسی کا حصہ ہے اس لیے فرمایا اللّٰہ لا الٰہ الا ھو اور چونکہ رحمٰن کے نام سے وہ چونکتے تھے تو فرمایا کہ لہ الاسماء الحسنیٰ کہ اس کے سب نام نیک اور عمدہ ہیں رحمٰن کسی اور کا نام نہیں یہ بھی اسی کا نام ہے جو مقام رحمت پر استعمال کیا گیا ہو، واللہ اعلم۔

وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ۝٩ إِذْ
اور کیا تمہیں موسیٰ کی بات بھی پہنچی (معلوم ہوئی) جب کہ
رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي
اس نے آگ دیکھی تو اپنی گھر والی سے کہا کہ ٹھیرو مجھے
آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ
آگ دکھائی دی ہے شاید کہ میں اس میں سے تمہارے پاس کوئی چنگاری لاؤں
أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝١٠ فَلَمَّا أَتَاهَا
یا وہاں کسی راہبر کو پاؤں پھر جب اس کے پاس آئے
نُودِيَ يَا مُوسَىٰ ۝١١ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ
تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہوں تمہارا رب
فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۖ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
پس تم اپنی جوتیاں اتار لو کیونکہ تم پاک وادی میں ہو جو
طُوًى ۝١٢ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا
طویٰ ہے اور میں نے تم کو برگزیدہ کیا پس جو کچھ تم کو وحی ہو اس کو
يُوحَىٰ ۝١٣ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا
غور سے سنو کہ میں ہی تو اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں
فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝١٤
پس میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لیے نماز پڑھا کرو
إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ
بے شک قیامت آنے والی ہے ہم اسکو مخفی رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ہر ایک کو
كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ۝١٥ فَلَا يَصُدَّنَّكَ
اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے پھر یہ نہ ہو کہ جو شخص اس کا یقین
عَنْهَا مَن لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ
نہیں کرتا اور وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے تم کو اس کے فکر سے باز رکھے
فَتَرْدَىٰ ۝١٦ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ
پھر تم تباہ ہو جاؤ اور اے موسیٰ! تمہارے دائیں ہاتھ میں یہ
يَا مُوسَىٰ ۝١٧ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ
کیا چیز ہے؟ کہا یہ میرا عصا ہے اس پر سہارا لگایا
عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ
کرتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے واسطے پتے جھاڑا کرتا ہوں اور میرے لیے

فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ﴿۱۸﴾ قَالَ أَلْقِهَا
اس میں اور بھی فائدے ہیں۔ فرمایا اے موسیٰ
يَا مُوسَىٰ ﴿۱۹﴾ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ
اس کو ڈال دو پھر اس کو موسیٰ نے ڈال دیا تو جب ہی وہ سانپ بن کر
تَسْعَىٰ ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ
دوڑنے لگا فرمایا اس کو پکڑ لو اور مت ڈرو
سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿۲۱﴾ وَ
ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر کیے دیتے ہیں اور
اضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ
اپنا ہاتھ اپنی بغل میں رکھ لو تو بغیر اس کے کہ
بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿۲۲﴾
اس میں کوئی عیب ہو ایک اور دوسری نشانی ہو کر چمکتا ہوا نکلے گا
لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿۲۳﴾
تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے (اور بھی کچھ) دکھائیں
اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿۲۴﴾
فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے۔

ترکیب

اذ ظرف ہے حدیث کا یا مفعول اذکر۔ ھدًی ای ہادیا یدلنی علی الطریق۔ نودی کا مفعول مالم یسم فاعلہ محذوف ای نودی یا موسیٰ انہیان مرا۔ طوی اسم علم للوادی وہو بدل منہ لذکری متعلق ہے اقم سے لتجزی لام متعلق ہے اٰیۃ سے سیرتہا منصوب بنزع الخافض ای الیٰ حالتہا بیضاء حال ہے من غیر سوء متعلق ہے تخرج سے۔

تفسیر

قرآن کے نازل ہونے سے کفار سخت متعجب تھے۔ اس لیے اس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زحمت کا سبب قرار دیتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہونے کے یہود و نصاریٰ اور ان کے اتباع کفار عرب بھی قائل تھے اس لیے یہاں سے موسیٰؑ کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ دیکھو ان کو کس طرح سے الہام ہوا آگ لینے گئے تھے نبوت مل گئی یہ اس کے فضل کی بات ہے پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا نے تمام عالم کو تاریکی کے پردوں سے نکالنے کے لیے قرآن نازل کیا تو کیا تعجب ہے؟ یہ ہے موسیٰؑ کے بیان کرنے کا باعث۔

اذ رای نارا الخ اس وقت کا ذکر ہے کہ جب موسیٰؑ مدین سے اپنی بیوی کو لے کر مصر کو جا رہے تھے راستہ میں رات میں بیوی کو سردی معلوم ہوئی موسیٰ کو دور سے ایک آگ کا شعلہ نظر آیا یہ آگ لینے وہاں گئے اور یہ بھی سمجھے کہ ضرور یہاں کوئی آدمی ہوگا اس سے راستہ بھی ملے گا مگر جب وہاں پہنچے تو ایک سبز درخت سے
ع ۲۳ ۱۰ شعلہ نظر آیا جس کو دیکھ کر متعجب ہوئے دراصل وہ آگ نہ تھی نور الٰہی کی تجلی تھی تب موسیٰ کو آواز دی گئی فرشتے نے آواز دی یا خدا تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوئی جیسی ندا کہ اس کی ذات کے لائق ہو تب خدا سے کلام اور الہام شروع ہوا پھر آیات میں آخر تک اسی کا ذکر ہے جو موسیٰ اور خدائے تعالیٰ سے باہم کلام ہوا۔ جوتیاں نکالنے کو فرمایا ادب کے لحاظ سے کیوں کہ وہ مقام وادی مقدس میں طویٰ ہے جو کوہ طور کے پاس ہے۔ ثابت ہوا کہ مقامات مقدسہ میں جوتیاں اتار لینا گو پاک ہوں ادب کی بات ہے۔ بعض کہتے ہیں جوتیوں میں ناپاکی تھی یا گدھے کے کچے چمڑے کی تھیں اس لیے اتارنے کو فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ کو اس موقع پر خدا تعالیٰ نے یہ اصول دین تعلیم فرمائے اول انني انا اللہ کہ میں ہی ایک الٰہ ہوں

میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ یہ توحید ہے۔ اس لیے
فرمایا فاعبدنی کہ میری ہی عبادت کرنا۔ یہ دوسری بات
تھی۔ عبادت عام ہے ذکر ہو مراقبہ ہو دعا ہو حاجات میں
پکارنا ہو مدد مانگنا ہو زکوٰۃ و خیرات ہو۔ یہ احکام شریعت
انہیں میں احکام عشرہ بھی آگئے جن کی بابت کو طور پر تاکید
ہوئی پھر اس میں سے اقم الصلوٰۃ لذکری بالخصوص
موکد فرمایا۔ تیسری بات ان الساعۃ کہ قیامت ضرور قائم
ہونے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں وقت اور
سال مقرر نہیں کرتا تاکہ خدا پرستوں کو ہر وقت کھٹکا لگا
رہے۔ شریعت و عبادت کے حکم کے بعد قیامت کی خبر
دینا اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ عبث کام نہیں اس کے
ثمرات نئی زندگانی میں جو جاودانی ہوگی ضرور ملیں گے۔
چوتھی بات فلا یصدنک اس پر قائم رہنا کسی جبار
منکر نفس کے مرید کے اثر اور روک سے اس سے باز
نہ آنا یہ استقامت اور ثابت قدمی ہے جو دین کے لیے
ضروری ہے اور اس لیے بھی تاکید کی کہ انہیں ایک جبار
دنیا پرست کے پاس پیغام لے کر جانا تھا۔ اس کے بعد
اس کے پاس پہنچنے کی تمہید شروع ہوتی ہے۔ فقال
وما تلک تمہارے ہاتھ میں یہ کیا ہے۔ خدا کو معلوم تھا مگر
اس پر ایک معجزہ دینا تھا اس لیے پوچھا۔ موسیٰ نے کہا
میرا عصا ہے جس سے یہ یہ کام لیتا ہوں بے کار لٹھ لیے
نہیں پھرتا ہوں۔ حکم دیا کہ اس کو زمین پر ڈال دے، ڈالا
تو سانپ بن کر پھن پھیلانے لگا۔ موسیٰ ڈر گئے۔ فرمایا مت
ڈرو۔ اس کو اٹھایا تو پھر وہی عصا تھا۔ یہ ایک معجزہ عطا
ہوا۔ پھر فرمایا اپنی بغل میں ہاتھ دبا کر باہر نکالو تو آفتاب
کی طرح چمکنے لگا۔ یہ دو معجزے ان کو ان کی صداقت کے
نشان میں عطا ہوئے۔ پہلے میں جبروت الٰہی کا اظہار
تھا جو فرعون جیسے سرکش کے لیے ضروری بات تھی۔ دوسرے
میں رہنمائی اور آخرت کی طرف اشارہ تھا جو مقصود انبیاء

علیہم السلام ہے اس کے بعد حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ
اور یہ کہو اس لیے کہ وہ بڑا سرکش ہوگیا ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَ
عرض کیا کہ اے رب میرا دل کھول دے اور

يَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً
میرے کام کو آسان کر دے اور میری زبان سے گرہ

مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾
کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھیں

وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾
اور میرے کنبہ میں سے کسی کو وزیر بھی کر دے

هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾
میرے بھائی ہارون کو اس سے میری کمر مضبوط کر دے

وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ
اور اس کو میرے کام میں شریک کر تاکہ ہم تیری تقدیس

كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾
بہت کیا کریں اور تجھ کو بہت یاد کیا کریں

إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ
تو ہی تو ہے جو ہم کو خوب دیکھ رہا ہے فرمایا

قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَ
اے موسیٰ تیری درخواست منظور اور

لَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾
ہم تو تم پر بار بار احسان کر چکے ہیں

إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾
جب کہ تمہاری ماں کی طرف ہم نے جو کچھ الہام کرنے کا تھا الہام کیا تھا

أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ
وہ یہ کہ اس کو (موسیٰ کو) صندوق میں بند کر کے دریا میں

فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ
ڈال دے پھر دریا آپ اس کو کنارہ پر ڈال دے گا کہ اس کو میرا
عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ
اور اس کا دشمن پکڑ لے گا (فرعون)۔ اور اے موسیٰ تجھ پر ہم نے اپنی محبت
مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿۳۹﴾
ڈال دی تھی تاکہ جو دیکھے تجھ کو پیار کرے) اور تاکہ میرے سامنے پرورش پائے۔
إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ
جب کہ اے موسیٰ تمہاری بہن کہتی جا رہی تھی کہ کہو تو میں تم کو ایسی انّا بتاؤں جو
عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ
اس کو اچھی طرح پر پرورش کرے پس اس طور سے اے موسیٰ ہم نے تم کو تمہاری ماں
كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ
کے پاس پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کھائے اور اے موسیٰ تم نے
نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ
ایک شخص کو مار ڈالا تھا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تم کو بار بار
فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ
آزمائش میں ڈالا پھر تو تم برسوں مدین کے لوگوں میں
مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ﴿۴۰﴾
رہے پھر تم اے موسیٰ وقت معیّن پر پھر آئے
وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ﴿۴۱﴾ اذْهَبْ
اور تم کو میں نے خاص اپنے لیے پسند کر لیا ہے تم اور تمہارا بھائی
أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي
دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی
ذِكْرِي ﴿۴۲﴾ اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ
نہ کرنا تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ
إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿۴۳﴾
کیونکہ اس نے سر اٹھا رکھا ہے۔

وقف لازم

تفسیر

جب موسیٰ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہو کر شرف نبوت پا چکے تھے تو یہ چار چیزیں طلب کیں (۱) اشرح لی صدری نبی کو عالم کی اصلاح کرنی پڑتی ہے طرح طرح کی سختیاں اٹھانی پڑتی ہیں روحانی احکام کی تعلیم اور اخلاق حمیدہ کی ترغیب دینا اور اس کے تجمل کی آنکھوں میں حقارت پیدا کر دینا ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں جب ہوتی ہیں کہ جب خدا دل کو کھول دے اس کے دل سے حجابات ظلمانیہ جو اس کی بستگی کا باعث ہیں اٹھ جاویں۔ اس کو شرح صدر کہتے ہیں و یسر لی اسی کی تشریح ہے۔

(۲) واحلل یہ ظاہری اصلاح کی دعا تھی جیسا کہ اول باطن سے متعلق تھی۔ حضرت موسیٰ کی زبان پر لکنت تھی بعض کہتے ہیں پیدائشی بعض کہتے ہیں لڑکپن میں جب کہ کھیلتے ہوئے فرعون کو لکڑی مار بیٹھے یا اس کی داڑھی نوچ تھی تو اس نے مارنے کا قصد کیا تھا اس کی بیوی آسیہ نے سفارش کی کہ نادان بچہ ہے۔ اس نے امتحان کے لیے ایک طرف آگ اور ایک طرف یاقوت رکھ دیے۔ موسیٰ نے آگ منہ میں ڈال لی جس سے زبان پر لکنت پیدا ہو گئی۔ اور ممکن ہے کہ امراء و شاہان جبار کے سامنے انسان کی زبان پر ہیبت میں آ کر گرہ لگ جایا کرتی ہے صاف صاف نہیں کہہ سکتا اس گرہ کے کھولنے کی دعا کی ہو۔

(۳) واجعل لی کہ ہارون کو میرا وزیر یعنی کارکن کر دے اشدد بہ اس کی تشریح ہے۔

(۴) واشرکہ فی امری اس کو نبی کر دے۔ ان باتوں کو خدا تعالیٰ نے منظور کر لیا اور فرمایا کہ ہم نے تجھ پر اے موسیٰ دوبارہ احسان کیا ایک بار یہ اور ایک بار وہ جس کا بیان اذ اوحینا الخ سے لے کر واصطنعتک لنفسی تک ہے۔

یہ احسانات موسیٰ کی ولادت اور فرعون کے گھر میں پرورش پانے اور قبطی کو مار کر مدین جا کر برسوں رہنے کے متعلق ہیں جن کی تفسیر ہم تفسیر سورۂ بقرہ میں کر آئے ہیں۔ و القیت علیک محبۃ منی ای محبۃ کائنۃ منی قد زرعتھا فی القلوب بحیث لا یکاد یصبر عنک من راٰک (بیضاوی) یعنی تجھ کو محبوب کر دیا فرعون بھی تجھ پر شیفتہ ہو گیا تھا۔ منی، القیت سے متعلق ہوگا تو یہ معنی ہوں گے کہ میں نے تجھ سے محبت کی۔ ولتصنع علٰی عینی لتربی ویحسن الیک وانا راعیک وراقبک ای تربی بحفظی والعطف علٰی علۃ مضمرۃ مثل لیتعطف علیک۔ ثم جئت علٰی قدر قدر کے دو معنی ایک قدرت کے کہ اے موسیٰ ہماری قدرت سے تو اس جگہ آیا یعنی ہم تجھ کو یہاں کلام کرنے کے موقع میں لائے۔

دوم مقدار معین کے یعنی مدت معین کے بعد تو آیا تو میں نے تجھ کو اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔ اب تم دونوں بھائی فرعون کے پاس جاؤ اور ہماری آیات یعنی معجزات تمہاری شہادت کے لیے تمہارے ساتھ ہیں اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ ذکر الٰہی میں ایک بڑی قوت ہے جس سے ہیبت اور وقار پیدا ہوتا ہے گردن کشوں کی گردنیں سامنے جھک جاتی ہیں دل میں قوت اور کام میں سہولت پیدا ہوتی ہے روحانیت کا غلبہ رہتا ہے جس سے بڑے بڑے کام سرانجام پاتے ہیں۔

کلام تمام کر کے فرماتا ہے اذھب انت واخوک کہ اے موسیٰ تم اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ

پس اس سے (جا کر) نرمی سے بات کرنا شاید وہ سمجھ جائے

أَوْ يَخْشَىٰ ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَن

اور خدا سے ڈرے۔ ان دونوں نے عرض کی کہ اے رب ہم کو خوف ہے کہ کہیں

يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَن يَطْغَىٰ ﴿۴۵﴾ قَالَ

وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا سرکشی کرنے لگے فرمایا کہ

لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ﴿۴۶﴾

ڈرو مت میں تو تمہارے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہوں

فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ

پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کے رب کی طرف سے پیغام لے کر آئے ہیں

فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا

کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دیجئے اور ان کو کسی طرح

تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّن

کی تکلیف نہ دو البتہ ہم آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے نشانی

رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ﴿۴۷﴾

لے کر آئے ہیں اور سلامتی اس کے لیے ہے جو راہِ راست پر چلے

إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ

بے شک ہم کو حکم سنا دیا گیا ہے کہ عذاب اسی پر نازل ہوگا جو اللہ کے حکم کو

مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَن

جھٹلاوے اور منہ پھیرے (فرعون نے) کہا اے موسیٰ

رَّبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي

پھر تمہارا رب کون سا ہے؟ (موسیٰ نے) کہا کہ ہمارا رب وہ ہے

أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿۵۰﴾

کہ جس نے ہر چیز کو اس کی صورتِ خاص عطا کی پھر رہنمائی کی

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ﴿۵۱﴾

(فرعون نے) کہا پھر پہلے قرن والوں کا کیا حال ہے؟

لہ ہر مخلوق کو ایک مناسب شکل دی ہے جو اس سے بہتر یا دوسری نہیں ہو سکتی تکمیل پیدائش کر کے ہر ایک کو اس کے مناسب اغراض کی رہنمائی کی۔

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتٰبٍ

(موسیٰ نے) کہا ان کی خبر تو میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔

لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى ۝۵۲ الَّذِي

نہ میرا رب بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے وہ ہے کہ جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ

تمہارے لیے زمین کو فرش کر دیا اور اس میں

لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

تمہارے لیے رستے چلائے اور آسمان سے پانی

مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ

برسایا پھر اس سے ہر قسم کی مختلف نباتات

شَتّٰى ۝۵۳ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ

پیدا کیں۔ (اور اجازت دی کہ) کھاؤ اور اپنے چارپایوں کو بھی چراؤ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝۵۴

بے شک عقل مندوں کے لیے تو اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔

تفسیر

فقولا له قولا لینا اس سے نرمی سے بات کرنا۔ کیوں کہ عموماً نرمی نصیحت کے لیے ایسی ہے کہ جیسا جسم کے لیے روح۔ سختی سے دل پر اثر نہیں ہوتا خصوصاً جبار اور بھی بگڑ جاتے ہیں اس لیے فرمایا کہ لعله یتذکر او یخشیٰ موسیٰ نے از خود اپنے بھائی کی طرف سے بھی (کیوں کہ اس وقت ان کے بھائی ہارون مصر میں تھے) عذر کیا کہ ہمیں ان کے ظلم و سرکشی کا خوف ہے قالا ربنا الخ خدا تعالےٰ نے ان کی تسلی کی لا تخافا الخ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں فاتیٰه پس اس کے پاس جا کر فقولا یہ کہو انا رسولا ربك الخ یہاں سے لے کر من کذب و تولیٰ تک اسی پیغام کی تقریر ہے پھر قال فمن ربکما سے فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا بیان ہے جو انہوں نے فرعون کے دربار میں کی تھی۔ اول فرعون نے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ فرعون فرقہ صابیہ میں تھا جو ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے اور اہل مصر کا بھی غالباً یہی مذہب تھا وہ خدا تعالیٰ کے قائل تھے۔ پھر جو وہ انا ربکم الاعلیٰ کہتا تھا اور موسیٰ سے رب کے بارے میں سوال کرتا تھا غالباً اس کی یہ وجہ تھی کہ وہ اپنی شوکت و دولت اور ان طلسمات کے زور پر جو اس عہد میں تھے رعیت پر رعب جمانے کے لیے اپنے آپ کو رب[1] کہتا تھا۔ جیسا کہ قدیم زمانے میں بعض بادشاہوں کا دستور تھا۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو اس کی مناسب صورت پر پیدا کیا۔ انسان اور اس کے ہر عضو کو خیال کیجیے جس موقع پر آنکھوں کا لگانا مناسب تھا وہاں آنکھیں لگائیں، کان کی جگہ کان ہر چیز میں یہی کاری گری ملحوظ ہے اعطیٰ کل شیء خلقه کے یہی معنی ہیں اور اسی لیے اس کی جگہ خلق کل شیء نہ کہا۔ پھر جسم کے اندر تو یہ صنعت کی ہی تھی لیکن ان کے مصالح دنیا و آخرت کے لیے ان کو قوتیں ظاہرہ و باطنہ بھی دیے کما قال ثم هدیٰ یہاں تک کہ مکھی اور مچھر بھی اپنی تدابیر سے غافل نہیں پھر یہ باتیں بجز مدبر عالم کے اور کون کر سکتا ہے؟ فرعون کو اس کا تو کچھ جواب نہ آیا مگر جاہلانہ طور پر یہ سوال کیا فما بال کہ پہلے لوگ صدہا برس سے اسی مذہب پر تھے بت پرستی کیا کرتے تھے پھر ان کا کیا حال ہوا ہوگا وہ تو سب گمراہ ٹھیرتے ہیں اور قابل عذاب۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا مجملاً جواب دیا کہ ان کا حال تو خدا کو معلوم ہے۔ پھر آگے اور چند اوصاف اللہ تعالیٰ کے ایسے بیان کیے کہ جن سے فرعون کو یہ معلوم

ع ۲۱ ۱۱

[1] کل کا پرورش کرنے والا میں ہوں نہ کہ خدا۔ جبار بادشاہوں کا ایسا خیال کچھ بعید نہیں قوم ہنود کے راجا اوتار کہلاتے رہے ہیں پوجے جاتے ہیں نمرود کا بھی یہی حال تھا ۱۲

ہو جائے کہ در اصل رب اور ہی کوئی ہے جس نے زمین بنائی رستے نکالے پانی برساتا ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا

ہم نے تم کو زمین ہی سے پیدا کیا اور پھر تم کو اسی میں لے جاویں گے اور اسی

نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ

سے تم کو بار دیگر نکالیں گے اور البتہ ہم نے فرعون

اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ

کو اپنی سب ہی نشانیاں تو دکھائیں پر وہ جھٹلاتا اور انکار ہی کرتا رہا کہنے لگا

اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ

اے موسیٰ تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو

يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ

کے زور سے نکال دے پھر ہم بھی تیرے مقابلہ میں ویسا ہی جادو لاتے ہیں

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا

پس تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر دے کہ جس سے

نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

نہ ہم خلاف کریں اور نہ تو ایک کھلے میدان میں (مقابلہ ہو جائے)[1]

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ

موسیٰ نے کہا تمہارا وقت جشن کا دن ہے اور لوگوں کو

يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ

دن چڑھے جمع کر لینا چاہیے پھر فرعون نے اپنی جگہ پر

فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ

جا کر اپنے مکر کا سامان فراہم کیا اور وقت مقرر پر سب کو لے کر آیا موسیٰ نے

مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ

ان جادوگروں سے کہا او کم بختو! خدا پر بہتان نہ

كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ

باندھو ورنہ وہ کسی عذاب سے تمہارا استیصال کر دے گا اور بے شک

خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْٓا

جس نے جھوٹ بنایا وہ غارت ہوا پس جادوگروں کا باہم

اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾

اختلاف ہوا اور چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگے

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ[2]

کہنے لگے یہ دونوں جادوگر ہیں تم کو تمہارے

اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا

ملک سے اپنے جادو کے زور سے نکالا چاہتے ہیں

وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا

اور تمہارے عمدہ طریق (مذہب کو بھی) مٹایا چاہتے ہیں پھر تم اپنی تدبیر یکجا

كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ

جمع کر کے (میدان میں) صف باندھ کر آؤ اور جو آج زور رہا

الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى

وہی بازی لے گیا وہ بولے اے موسیٰ

اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ

یا تو اول تو ہی عصا ڈال اور یا یہ کہ اول ہم

مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا

ڈالیں (موسیٰ نے) کہا بلکہ تم ہی ڈالو پھر تو

حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ

ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو سے موسیٰ کو

[1] انتصاب مکانا سوی بفعل دل علیہ المصدر او بانہ بدل من موعدا علی تقدیر مکان مضاف الیہ ۱۲ منہ

[2] وہذان اسم ان بنی حارث بن کعب کے محاورہ میں وہ تثنیہ کا اعراب تقدیری مانتے ہیں اور ممکن ہے کہ اسم ان ضمیر شان ہو و ہذان لساحران خبر۔ اور بعض کہتے ہیں ان بمعنی نعم وما بعد اس کا مبتدا و خبر ہے۔ اور ابو عمرو نے ہذین پڑھا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ

دوڑتی ہوئی معلوم ہونے لگیں　جس سے

فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا

موسیٰ کو دل میں ڈر سا معلوم ہونے لگا　ہم نے کہا

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَ

ڈرو مت　تم ہی اوپر رہو گے　اور

اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا

جو کچھ تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے　زمین پر

صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ

ڈال دو جو کچھ جادوگروں نے (سانگ) بنایا ہے سب کو ہڑپ کر جائیگا

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾

جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا شعبدہ ہے اور جادوگر کو جہاں کہیں جائے فلاح نہیں ہوتی۔

باہمی گفتگو کے بعد فرعون نے جب کہ دربار میں موسیٰ کے معجزے دیکھے یہ کہہ دیا کہ جادوگر ہے جادو کے زور سے لوگوں کو یہاں سے باہر لے جانا چاہتا ہے سو ہم بھی اس کے مقابلہ میں ایسا ہی سحر لاویں گے۔ موسیٰ سے مقابلہ کی ٹھیری اور وقت مقرر کرایا موسیٰ نے کہا یوم الزینۃ جشن کا دن مصریوں کے ہاں سال بھر کے بعد ایک بڑا جشن ہوتا تھا جس طرح ہندوؤں کے میلے ہوتے ہیں بتوں کی پرستش کے لیے، یہ اس لیے کہ اس روز مجمع عام ہوگا سب لوگوں کو امر حق معلوم ہو جائیگا۔ فرعون نے جابجا بڑے بڑے جادوگروں کے پاس آدمی بھیجے اور ان کو انعام کا وعدہ دیا۔ اس عہد میں طلسم

ونیرنجات کا از حد چرچا تھا جیسا کہ مصر کی تاریخ اور فراعنہ کے تعمیر کردہ مکانات سے معلوم ہوتا ہے بڑے بڑے جادوگر جمع ہوئے اور آپس میں مشورے کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا یہ مقدس شخص ہے اس کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ یہ بھی ہمارے علم کا بڑا ماہر ہے۔ موسیٰ نے مقابلہ کے وقت انہیں سمجھایا کہ بدنصیبو! ایسی باتیں نہ کرو اور اس بت پرستی کو خدا کی طرف منسوب نہ کرو کہ اس نے حکم دیا ہے کیونکہ خدا پر جھوٹی باتیں بنانے والا فلاح نہیں پاتا۔ آخرکار مجمع عام میں جادوگروں نے موسیٰ سے کہا یا تو اول آپ اپنے عصا کا کچھ کرشمہ دکھائیے (کیونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ فرعون کے دربار میں موسیٰ نے ہاتھ سے جب عصا ڈالا تو اژدہا بن گیا تھا) یا ہم ڈالیں۔ موسیٰ نے کہا تمہیں ڈالو۔ ان کے ڈالنے سے ان کی وہ رسیاں اور لکڑیاں طلسم یا کسی شعبدہ کی وجہ سے موسیٰ کو حرکت کرتی ہوئی دکھائی دینے لگیں اور موسیٰ دل میں ڈر گئے خداتعالیٰ نے فرمایا مت ڈر تو ہی تو غالب رہے گا اور اپنا عصا تو بھی ہاتھ سے ڈال دے چنانچہ ڈالتے ہی اژدہا بن گیا اور ان کے سب سانپوں کو لقمہ کر گیا۔

فرماتا ہے کہ ساحر کو کہیں حق کے مقابلہ میں کامیابی اور فلاح ہوتی ہے۔ جادوگروں نے جب یہ دیکھا کہ موسیٰ کا یہ کام جادو اور طلسم کی قوت سے بڑھ کر ہے اور ہر فن کو اس کا اہل ہی خوب جانا کرتا ہے اور اسی لیے

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا

پھر تو جادوگر سجدہ میں گر کر کہنے لگے کہ ہم ہارون و موسیٰ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تب کچھ وقت نہیں اور حفص اور ابن کثیر نے آن مخففہ پڑھا ہے ۱۲ منہ

[1] کید ساحر بالرفع علی ان ما موصولۃ و بالنصب علی ان ما کافۃ ۱۲ ابو محمد

بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ

رب پر ایمان لائے (فرعون نے کہا کیا) تم میری

لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ

اجازت سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے بےشک وہ تمہارا بڑا

الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ

(اوستاد) ہے کہ جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو میں اب ضرور تمہارے ہاتھ

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ

اور پاؤں کٹواتا ہوں ایک داہنا ایک بایاں اور

لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ

تم کو کھجور کے پیڑوں پر لٹکائے دیتا ہوں اور تم کو معلوم ہو

اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا لَنْ

کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے وہ بولے ہم تجھ کو

نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ

ہرگز ترجیح نہ دیں گے ان کھلی نشانیوں کے مقابلہ میں جو ہمارے پاس آچکیں

وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ؕ

اور نہ اس کے مقابلہ میں کہ جس نے ہم کو پیدا کیا ہو جو تجھے کرنا ہے کر لے

اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ ؕ

تو تو صرف اسی زندگی دنیا پر حکم چلا سکتا ہے

اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ

بےشک ہم تو اپنے رب پر ایمان لاچکے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور

مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۚ وَاللّٰهُ

اس کو بھی جو تو نے ہم سے زبردستی سے جادو کروایا ہے اور اللہ

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿٧٣﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ

ہی بہتر اور باقی ہے جو کوئی اپنے رب کے پاس مجرم

مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا

ہو کر آوے گا سو اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا

وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا

اور نہ زندہ ہی رہے گا اور جو اس کے پاس مؤمن ہو کر آئے گا

قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ

حالانکہ اس نے اچھے کام بھی کیے ہوں گے تو ان کے لیے

الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

بلند مرتبے ہوں گے (وہ کیا) ہمیشہ رہنے کے باغ

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہا

فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾

کریں گے اور یہ بدلہ ہے اس کا جو (آلایش) گناہ سے پاک ہو گیا

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ۙ اَنْ اَسْرِ

اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ شبا شب میرے

بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي

بندوں کو لے نکل پھر ان کے لیے دریا پر عصا مار کر سوکھا

الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا

رستہ بنا دو کہ جس پر نہ تعاقب کا اندیشہ نہیں رہے گا اور نہ

تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ

ڈوبنے کا ڈر ہو گا پھر تو فرعون بھی اپنا لشکر لے کر ان کے پیچھے چل دیا

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ ؕ

پھر تو ان کو دریا کی موج نے جو ڈھانک لینا چاہیے تھا ڈھانک لیا

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾

اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا تھا اور راہ پر نہ لایا۔

ع ۱۲

۱؎ بحث کریگا ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالیگا یا مروا ڈالیگا سو یہ چند روزہ ہو حیاتِ ابدی کی کوئی سزا بھی تیرے اختیار میں نہیں۔ ۲؎ یعنی اس کی بخشش اور عطا تیرے انعام سے کہیں بہتر ہے اور اس کا عذاب بھی حیاتِ جاودانی کے لحاظ سے بڑا دیرپا ہے ۱۲ منہ ۳؎ یعنی بنی اسرائیل کو جن کو فرعون نے مبتلائے مصائب کر رکھا تھا ۱۲ منہ

اس زمانہ کے موافق حضرت موسیٰ کو اس قسم کے معجزات دیے گئے تھے) تو سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ موسیٰ اور ہارون کے رب پر ہم ایمان لائے۔ رب ہارون اس لیے کہا کہ وہ معبود حقیقی کو جھوٹے معبودوں سے امتیاز کر دیں کس لیے کہ ان کے عقائد میں بہت سے رب ٹھیرے ہوئے تھے فرعون بھی مصریوں کا رب کہلاتا تھا۔ اس بات پر فرعون سخت ناخوش ہوا کہ میری اجازت بغیر تم کیوں ایمان لائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری اور موسیٰ کی باہم سازش ہے وہ بڑا جادوگر تمہارا استاد معلوم ہوتا ہے۔ میں اول تو تمہارے ہاتھ پاؤں کٹواؤں گا من خلاف کہ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں یا برعکس تاکہ دونوں طرف لنگی ہو جاویں۔ شاید اس زمانہ میں مجرموں کے ہاتھ پاؤں اسی طریق سے کاٹے جاتے تھے چنانچہ چور کی سزا میں شریعت محمدیہ میں بھی مکرر چوری کرنے پر ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد میں تمہیں کھجور کے بلند درختوں سے لٹکا دوں گا کہ تڑپ تڑپ کر وہیں جان نکلے۔ ساحروں نے کہ جن کے دل میں حلاوت ایمان اثر کر گئی تھی کہا اس کی ہم کو کچھ پروا نہیں، یہ دنیا کی سزا ہے جو تھوڑی سی دیر میں تمام ہو چکے گی مگر اس کے ڈر سے ہم اپنے پیدا کرنے والے کو اور ان دلائل تو یہ یعنی معجزات موسیٰ اور اس کے دین کو نہ چھوڑیں گے ہم اللہ پر ایمان لا چکے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے گناہ معاف کرے اور اس کو بھی جو تو نے زبردستی سے ہم سے جادو کرایا ہے اللہ کا انعام بہتر ہے وہ بندہ پر بے شمار انعام کرتا ہے اور ابقیٰ بھی ہے وہ ابدی ہے بخلاف تیرے عذاب کے کہ جس کو تو ابقیٰ اور اشد کہتا ہے یہ چند روزہ قصہ ہے۔

فانہ من یات سے لے کر ذلك جزاء من تزکّٰی تک اللہ تعالیٰ ان ایمان داروں کی تائید میں فرماتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ انہیں ایمان داروں کا قول ہو اور یہ بات کچھ تعجب کی نہیں کہ ایمان لاتے ہی ان جادوگروں پر دار آخرت کا یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ جو خدا کے پاس مجرم ہو کر آوے گا اس کی سزا جہنم ہے کہ جہاں نہ موت ہے نہ لطف حیات ہے۔ اور جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ خدا کے پاس جاوے گا ان کے لیے بڑے درجے ہوں گے جنت عدن کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی کس لیے کہ ان پر عالم غیب کا نور اور اس کا ازلی فیض پر تو افگن ہو گیا تھا اور ایسی حالت میں یہ بات معلوم ہو جانی کچھ مشکل بات نہیں۔ یا موسیٰ علیہ السلام سے سنا ہوگا۔

الغصہ جب یہ ہو چکا اور جادوگروں کو فرعون نے اذیت سے قتل کیا تو اس کے بعد اور بھی موسیٰ نے معجزات دکھائے۔ آخرکار اس موذی نے بنی اسرائیل کو عید کرنے کی اجازت دی اس بہانہ سے بنی اسرائیل مرد و زن مع مال و اسباب بلکہ فرعونیوں کے زیور

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ
اے بنی اسرائیل البتہ ہم نے تم کو تمہارے دشمن
عَدُوِّکُمْ وَوٰعَدْنٰکُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ
سے نجات بھی دی اور تم کو کوہ طور کی داہنی جانب کے وعدہ بھی
الْاَیْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَ
دیا تھا (توریت کا) اور تم پر من و سلویٰ بھی
السَّلْوٰی ﴿۸۰﴾ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا
اتارا تھا اور فرمادیا) کہ ہماری دی ہوئی پاک چیزوں میں سے
رَزَقْنٰکُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ
خوب کھاؤ (پیو) اور اس میں حکم عدولی نہ کرنا کہ تم پر میرا

عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ

غصہ اترے اور جس پر کہ میرا غصہ

غَضَبِىْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ

اترا تو وہ گیا گزرا ہوا اور میں اس کے لیے غفار بھی ہوں

لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ

کہ جو توبہ کرے اور ایمان لاوے اور اچھے کام کرے پھر ہدایت

اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ

پر قائم بھی رہے اور اے موسیٰ تم کس لیے اپنی قوم سے

قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ

جلدی کر آئے موسیٰ نے کہا وہ بھی میرے پیچھے

عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ

یہ آرہے ہیں اور میں جلدی کر کے آپ کے پاس اس لیے آیا کہ

لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ

آپ خوش ہوں فرمایا کہ تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو آزمائش میں ہم نے

مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾

ڈال دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے

فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ ع ۴ ۱۳ ۱۴

پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے افسوس کرتے ہوئے

اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ

پھر آئے (آکر) کہا اے قوم کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ

رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ

نہیں کیا تھا پھر کیا تم پر بہت زمانہ

الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ

گزر گیا تھا یا تم نے یہ چاہا تھا کہ تم پر تمہارے رب کا

غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ

غصہ اترے پھر تم نے مجھ سے (کیوں)

مَّوْعِدِىْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا

وعدہ خلافی کی انہوں نے کہا ہم نے اپنے اختیار سے تم سے

مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا

وعدہ خلافی نہیں کی ولیکن قوم (قبط) کے زیوروں میں

مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ

سے جو کچھ بوجھا ہم پر لاد دیا گیا تھا (سامری کے کہنے سے) اس کو ہم نے

اَلْقَى السَّامِرِىُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ

آگ میں ڈال دیا تھا پھر سامری نے بھی اسی طرح ڈال دیا (اس سب زیور کا) سامری نے

عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ

ایک بچھڑے کا پتلا ڈھالا جس میں بچھڑے کی سی آواز بھی تھی تب (بعض) کہنے لگے

اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ۙ فَنَسِىَ ﴿۸۸﴾

کہ یہی تو تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے پھر موسیٰ بھول گیا۔

اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ

انہیں یہ بھی نہ سوجھا کہ وہ بچھڑا نہ ان کی بات کا جواب

قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا

دے سکتا تھا اور نہ ان کے لیے نفع و نقصان کا

وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾

مالک تھا۔

بھی مانگ کر دور کے میدان میں نکلے وہاں موسیٰ کو حکم پہنچا کہ اب ان کو شبا شب ملک شام کی طرف لے نکل چنانچہ وہ سب چلے ادھر فرعون کو خبر ملی تو وہ بڑا لشکر لے کر پیچھے سے تعاقب کرتا ہوا آیا دریائے قلزم پر آلیا۔ بنی اسرائیل گھبرائے۔ خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ دریا پر عصا مار

لہ اور جب موسیٰ سبقت کر کے کوہ طور پر چڑھ آئے تو ہم نے کہا وما اعجلک کہ تم کس لیے آگے ۱۲ منہ

مارا تو پانی کی دونوں طرف دیوار سی کھڑی ہوگئیں حضرت موسٰی اور بنی اسرائیل صاف نکل گئے ان کے پیچھے سے فرعون اور اس کا لشکر جو اسی رستہ سے آیا ان پر دریا مل گیا پانی نے ڈھانک لیا وہ سب غرق ہوگئے اور موسٰی اور بنی اسرائیل کہ جن کی تعداد لاکھوں کی تھی قلزم کے اس پار صحیح و سلامت اتر آئے اور اس بیابان میں پڑ لیے جو عرب کے مغرب و شمال اور شام کے جنوب میں واقع ہے جس کو تیہ کہتے ہیں اور یہیں کوہ طور بھی ہے۔

اب خدا تعالٰی اس تیہ کے وقائع سے بنی اسرائیل کو متنبہ کرتا اور اپنے احسان یاد دلاتا ہے (۱) انجینکم من عدوکم کہ اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اس کو غرق کیا تم کو صحیح و سلامت قلزم سے نکال دیا۔

(۲) وواعدنکم جانب الطور الایمن بنی اسرائیل کا ڈیرہ جب کوہ طور کے پاس پڑا تو وہاں خدا تعالٰی نے موسٰی سے وعدہ کیا تھا کہ تو اس پہاڑ کی دائیں چوٹی پر جو سب میں بلند مقام ہے ہم سے آکر مل اور یہیں احکام عشرہ اور الواح ملنے کا وعدہ ہوا تھا جس کے لیے اول تیس رات پھر چالیس رات پہاڑ پر ٹھیرنے کا حکم ہوا تھا۔ یہ بھی بنی اسرائیل پر خدا کا احسان تھا کہ ان کے لیے توریت و الواح و دیگر نعماء دینیہ عطا ہوئیں۔

(۳) ونزلنا علیکم المن و السلوٰی جب ان لق و دق بیابانوں میں کھانے کو کچھ نہ ملا تو خدا نے بنی اسرائیل پر من کو (جو ایک قسم کی شیریں اور خوش مزہ چیز ترنجبین کی مانند تھی جس کی توؤں پر روٹیاں پکا پکا کر کھاتے تھے) اور سلوٰی کو (یعنی بٹیریں جو از خود رات کو ان کے خیموں میں آگرتی تھیں) نازل کیا اور یہ کہہ دیا کہ شوق سے کھاؤ مگر حد سے تجاوز نہ کرنا یعنی دن کا کھانا رات کے لیے اور رات کا دن کے لیے جمع نہ کرنا۔ بعض کہتے ہیں یہ مراد کہ

ناشکری نہ کرنا کیوں کہ نعمت کے بعد شکر نہ کرنا حد سے تجاوز کرنا اور سرکشی کرنا ہے اگر ایسا کروگے تو تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ مگر بنی اسرائیل نے اس پر بھی ناشکری کی اور موردِ عتاب ہوئے۔ اسی منزل میں خدا تعالٰی نے موسٰی کو پہاڑ پر بلایا اور ان کی قوم کو بھی حکم دیا کہ نہادھو کر خدا کا جلال دیکھنے کے لیے پہاڑ کے قریب آجاویں جیسا کہ سفرِ خروج کے ۱۹ باب میں ہے۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ
حالانکہ ان سے ہارون پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اے قوم
اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ
اس سے تو تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور رب تو تمہارا
الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا
رحمٰن ہے میری پیروی کرو اور میرا کہا
اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ
مانو وہ بولے ہم تو اس بچھڑے (کی عبادت) پر
عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾
اس وقت تک جمے بیٹھے رہیں گے جب تک کہ ہمارے پاس لوٹ کر موسٰی نہ آجائے
قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ
(موسٰی نے آکر) کہا اے ہارون! جب تم نے ان کو گمراہ ہوتے
ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ
دیکھا تھا تو کس لیے میرے پیچھے نہ چلے آئے پھر کیا تم نے میری
اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ
عدول حکمی کی اس نے کہا اے میرے ماں جائے (بھائی) میری داڑھی
بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ
اور سر کے بال تو نہ پکڑو میں اس بات سے ڈر گیا کہ

اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

تم یہ کہنے لگو کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا

وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ

اور میری بات کا انتظار بھی نہ کیا۔ پھر موسیٰ نے سامری سے کہا کہ اے سامری

يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ

تجھے کیا ہوا تھا اس نے کہا مجھے وہ بات سوجھی جو ان کو

يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ

نہ سوجھی تھی پھر میں نے رسول کے نقش قدم کی ایک مٹھی مٹی

اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ

لی لے کر (اس بچھڑے میں) ڈال دی میرے جی میں

سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ

ایسا ہی آیا تھا موسیٰ نے کہا جا دور ہو

فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا

زندگی میں تو تیرے لیے یہی سزا ہے کہ تو کہتا پھرے کہ مجھے

مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ

کوئی نہ چھوئے[1] اور تیرے لیے (عذاب کا) ایک اور بھی وعدہ ہے کہ جس کو تو ٹال نہ سکے گا

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ

اور اپنے اس خدا کو بھی دیکھ لے کہ جس کی عبادت پر تو آس لگائے

عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي

ہوئے تھا کہ ہم اس کو ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بکھیرے

الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ

دیتے ہیں۔ (اے لوگو!) تمہارا معبود تو صرف اللہ ہی ہے کہ جس کے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

سوا اور کوئی معبود نہیں جس کے علم میں ہر چیز ہے۔

اور موسیٰ سب سے آگے تنہا خدا کے پاس آئے جس پر خدا نے پوچھا کہ وما اعجلک عن قومک یٰموسیٰ۔ اور خدا تعالیٰ کے پاس کوہ طور پر موسیٰ چالیس دن رات رہے (سفر خروج ۲۴ باب) اتنی دیر لگنے سے بنی اسرائیل نے غل مچایا کہ موسیٰ کہاں گئے کسی نے کہا مر گئے کسی نے کچھ کہا۔ اس میں ایک شخص نے کہ جس کا نام سامری تھا لوگوں سے کہا کہ آؤ میں تمہیں تمہارا معبود دکھاؤں کہ جو تمہیں مصر سے نکال لایا ہے تم میرے پاس سونے کا زیور لاؤ چنانچہ وہ اس کے پاس لائے اس نے اس کو ڈھال کر ایک بچھڑا بنایا اور اس میں ایک ایسا رستہ ہوا کے آنے جانے کا رکھا کہ جس سے گائے بیل کی آواز جیسی آواز پیدا ہوتی تھی یہ دیکھ کر بنی اسرائیل جو مصر میں مصریوں کو گائے بیل پوجتے دیکھا کرتے تھے اس پر گرویدہ ہو گئے قربانیاں چڑھانے اس کی عبادت کرنے لگے حضرت ہارون علیہ السلام نے ہر چند سمجھایا مگر وہ کب مانتے تھے اس بات سے خدا تعالیٰ نے کوہ طور پر موسیٰ کو خبردار کیا کہ دیکھ تیرے پیچھے تیری قوم گمراہ ہو گئی سامری نے ان کو گمراہ کر دیا۔ یہ سُن کر موسیٰ غصہ سے بھرے ہوئے ان کے پاس آکر ان کو ملامت کرنے لگے قال یٰقوم الم یعدکم الی قولہ فاخلفتم موعدی لوگوں نے عذر کیا کہ ہم کو سامری نے گمراہ کیا ہے ہم قوم قبط سے زیور مانگ لائے تھے[2] جس طرح ہم

[1] جو چھوئے گا اس کو تپ چڑھ جائے گی جذامیوں کی طرح لوگوں سے دور رہا کرے گا۔ کوئی بھی تیرے پاس نہ پھٹکے گا۔ یہ بڑی سزا تھی ۱۲ منہ

[2] بعض روایات میں ہے کہ سامری نے کہا کہ تم پر قبط کا زیور حرام ہے آؤ سب مل کر اپنا اپنا زیور آگ میں ڈال دیں۔ انہوں نے بھی ڈالا سامری نے بھی پھر اس نے اس کا بچھڑا بنا دیا ۱۲ منہ

اس کو آگ میں ڈالا کرتے ہیں اور چیزیں ڈھال کر بنانے کے لیے اسی طرح سامری نے بھی ڈھال کر بچھڑا بنا دیا جس کی آواز بھی اور کہہ دیا یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے موسیٰ اس کو بھول گیا جو کوہ طور پر خدا سے ملنے گیا ہے۔

یہ جملہ خدا کی طرف سے ہے کہ وہ عجب احمق تھے صرف آواز سے ایمان لائے اور یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ کچھ نفع دے سکتا ہے نہ ضرر پھر معبود کیوں کر ہو سکتا ہے، یا موسیٰ کی طرف سے یہ جملہ تھا۔

ولقد قال لھم ھٰرون خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ کے آنے سے پیشتر ہارون نے سمجھا دیا تھا مگر نہ مانا پھر موسیٰ ہارون پر خفا ہوئے کہ تو نے جب ان کو گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تو ان کو چھوڑ کر میرے پیچھے کیوں نہ چلا آیا۔ ہارون نے عذر کیا کہ میں اس بات سے ڈر گیا کہ تم آ کر یہ کہتے کہ بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا میرے آنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔ پھر موسیٰ سامری کی طرف متوجہ ہوئے اس نے کہا میں نے رسول کے پاؤں کی مٹی لے کر اس میں ڈال دی تھی جس سے وہ بولنے لگا۔ موسیٰ نے فرمایا دنیا میں تیری یہ سزا ہے کہ تو سب سے دور رانده ہوا رہے گا جو تیرے پاس آوے گا اس کو بھی اور تجھے بھی بخار چڑھ آوے گا تو کہا کرے گا کہ چھونا مت کوئی میرے پاس نہ آوے اور آخرت کی سزا تیرے لیے اور مقرر ہے جو ہرگز نہ ٹلے گی اور اس تیرے معبود کو توڑ کر اس کے ذرہ ذرہ دریا میں بہائے دیتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا تمہارا معبود تو اللہ ہے جس کے علم میں ہر ایک چیز ہے۔ یہ کلام الٰہی کے لفظوں کی شرح تھی۔ اب ہم چند فوائد بیان کرتے ہیں:۔

(۱) فقبضت قبضۃ من اثر الرسول عام مفسرین کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ جبرئیل خاص مجھ ہی کو دکھائی دیتے تھے اوروں کو نہیں پس میں نے اس کے گھوڑے کے پاؤں تلے کی مٹی میں سے ایک مٹھی بھر لی، پھر اس کو ڈھلے ہوئے بچھڑے میں ڈال دیا جس کی تاثیر سے وہ آواز دینے لگا۔ اس تقدیر پر کئی باتیں ماننی پڑتی ہیں۔ اوّل یہ کہ رسول سے مراد جبرئیل لیے جاویں۔ دوم اس پر بھی حذف ماننا پڑتا ہے اے من تراب اثر فرس الرسول۔ سوم اس بدمعاش سامری کی بات کو بھی سچ تسلیم کیا جاوے حالانکہ یہ تینوں باتیں نہ قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت ہوتی ہیں نہ کسی صحیح حدیث سے۔ ہاں مفسرین کے اقوال ہیں ابو مسلم ان معنی کو نہیں مانتے اور ایک جدید توجیہ کرتے ہیں کہ رسول سے مراد موسیٰ اور اثر سے اس کا طریقہ و دستور۔ کہتے ہیں فلان یقفو اثر فلان ویقبض اثرہ اذا کان یمتثل رسمہ یعنی جو کسی کے طریقہ کا متبع ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں کہ یہ اس کے اثر پر قابض ہے۔ سامری کہتا ہے کہ اول میں رسول یعنی موسیٰ کا پیرو تھا پھر اس کو چھوڑ دیا اور بت پرستی کا یہ سامان بہم پہنچایا۔ اس توجیہ کی امام فخر الدین رازیؒ نے بھی تائید کی ہے اور اسی میں اعتراضات سے امن ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سامری نے جو قبطیوں سے اس وقت کے علوم اور صنعت سیکھے ہوئے تھا، ایسی صنعت سے بچھڑا بنایا ہو جس میں ہوا کے دخول و خروج کے ایسے رستے رکھے ہوں کہ جن سے بچھڑے کی آواز پیدا ہوتی تھی۔ باقی اس نے جھوٹا فقرہ بنا لیا۔

(۲) سفر خروج کے ۳۲ باب میں ہے کہ ہارون نے بچھڑا بنا کر پجوایا تھا اور سامری کا نام تک بھی وہاں نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ توریت وہ اصلی توریت نہیں یہ نسخہ بھی صدہا تحریفات سے خالی نہیں جس کا علماء اہل کتاب کو اقرار ہے یہاں غالباً نام میں سہو ہو گیا یا سامری کا نام ہارون بھی ہو اور اس سے مراد ہارون علیہ السلام نہ ہوں۔ کیوں کہ اخیر میں کہ اسی فعل کے مرتکب سب مبتلاء بلا ہوئے تلوار سے کٹے وبا سے مرے خدا تعالیٰ اور موسیٰ کا غصہ ان پر از حد بھڑکا

ہر ایک کو حکم دیا کہ اپنے قرابتی کو اس جرم پر قتل کرے۔ پھر تعجب ہے ہارون پر کہ جس نے یہ فساد کھڑا کیا کوئی بھی سزا قائم نہ ہو۔ اور نیز ہارون نبی تھے ان کو کیا ہوا تھا جو وہ ایسا کام کرتے؟۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ

(اے نبی) ہم اس طرح سے آپ کو گزشتہ لوگوں کی کچھ خبریں سناتے

سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾

ہیں اور آپ کو ہم نے اپنے ہاں سے ایک سمجھانے والی چیز بھی دی ہے (قرآن)

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جس نے اس سے منہ پھیرا سو وہ قیامت کے دن اس (گناہ) کا بوجھ آپ

وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ

اٹھائے گا جس میں سدا رہیں گے اور ان کا یہ قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

بہت ہی برا بوجھ ہے جس دن کہ صور پھونکا جائے گا

وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾

اور ہم سب گنہگاروں کو اس دن جمع کرلیں گے (اور ان کی وحشت سے نیلی آنکھیں ہوں گی)

يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾

چپکے چپکے آپس میں کہتے ہوں گے کہ تم دنیا میں کیا ٹھیرے ہو مگر یہی دس دن

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ

ہم خوب جانتے ہیں گے جو کچھ کہ وہ کہتے ہوں گے جب کہ ان میں کا ایک

اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۵ ۱۴

بڑا سمجھدار کہے گا کہ تم صرف ایک ہی روز ٹھیرے ہو

وَيَسْـَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا

اور (اے نبی) آپ سے پہاڑوں کا حال پوچھتے ہیں (سو) کہہ دو ان کو تو میرا رب

رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾

ریتا کرکے اڑا دے گا پھر زمین کو چٹیل میدان کرکے چھوڑے گا کہ

لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾

جس میں (اے مخاطب) تجھے نہ کوئی پستی دکھائی دے گی نہ بلندی

يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ

اس روز پکارنے والے کے پیچھے سب ہی تو ہولیں گے

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا

اور دہشت سے رحمٰن کے آگے سب کی آوازیں پست ہوجاویں گی پھر (اے مخاطب)

تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ

تجھے کچھ سنائی نہ دے گا بجز پاؤں کی آہٹ کے اس روز کسی کی سفارش فائدہ

الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

نہ بخشے گی مگر اس کی کہ جس کو رحمٰن نے اجازت دی ہوگی

وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

اور اس کا بولنا پسند کرلیا ہوگا جو کچھ ان کے روبرو ہے اور جو

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ

کچھ ان کے بعد ہوگا وہ سب کو جانتا ہے اور اس کو کسی کا علم بھی

بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ

احاطہ نہیں کرسکتا اور حی و قیوم کے آگے سب کے منہ جھک

الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾

گئے ہوں گے اور جو ظلم کی گٹھڑی اٹھائے ہوگا وہ تباہ ہوگیا ہوگا

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اور جس نے اچھے کام کیے ہوں گے اور وہ مومن بھی ہوگا

فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا نہ حق تلفی کا ؎۲

؎۱ حی زندہ قیوم پائندہ ہمیشہ رہنے والا سب کا آسرا اور سب کی ہستی کی اصل اور پناہ ۱۲ منہ

؎۲ یعنی اس کو اس بات کا کچھ بھی خوف نہ ہوگا کہ اس پر بارگاہ کبریائی میں کوئی ظلم ہوگا یا اس کی کوئی حق تلفی ہوگی (باقی بر صفحہ آئندہ)

معلوم ہیں اور اس روز بڑے بڑے متکبروں کی اس کے آگے گردنیں جھک جائیں گی اور ظالم تباہ ہوں گے اور ایمان داروں نیکو کاروں کا ان کی دنیاوی کوشش کا پورا بدلہ ملے گا۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا
اور جس طرح کہ معنی میں اس کی خوبی ہے اسی طرح لفظوں کے لحاظ سے بھی ہم نے اس کو عربی
فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ
زبان میں نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح کی خوف دلانے والی باتیں بھی بیان کی ہیں کہ لوگ ڈریں یا
يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ
ان کے لیے کچھ پیدا کرے اس سے منکروں کو کوئی ذاتی نفع نہیں کیونکہ وہ بادشاہ برحق بلند
الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ
برتر ہے اور اے نبی آپ اس کی وحی تمام ہونے سے پیشتر جلدی
يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ
نہ کیا کرو اور دعا کیا کرو کہ اے رب مجھے اور
عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ
زیادہ علم دے اور ہم نے پہلے آدم سے بھی عہد لیا تھا
١٥ ع ٦ ١١ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَ
پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس کو کچھ مضبوط نہ پایا اور
اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کے آگے جھکو
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا
تو سب ہی جھکے مگر ابلیس کہ اس نے انکار کیا پھر ہم نے آدم سے

اس قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے کہ اے محمد گزشتہ لوگوں کے تذکرے ہم یوں سناتے ہیں ہم نے تجھے ذکر یعنی قرآن دیا ہے پھر جو قرآن سے منہ پھیرے گا قیامت میں اس کا یہ حال ہوگا کہ قیامت میں اپنے گناہوں کی گٹھڑی آپ اٹھاوے گا۔ اور جس روز صور پھونکے گا دوبارہ زندہ ہونے کے لیے تو یہ لوگ ایسی دہشت میں ہوں گے کہ آنکھوں کی رنگت پلٹ جائے گی نور اور سیاہی جا کر نیلی ہو جاویں گی اور دنیا میں جو سال ہا سال عیش کیے ہیں وہاں کے مصائب کے آگے اس کو دس روز سمجھیں گے اور جو ان میں زیادہ دانا ہے وہ تو ایک دن سمجھے گا۔ قیامت کے ذکر میں کسی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا ہوں گے ویسئلونک الخ فرمایا فقل ینسفہا ربی کہ خدا ان کو ریتا کر کے اڑا دے گا اور زمین کو صاف میدان کر دے گا پھر آگے اور قیامت کے حالات بیان کرتا ہے کہ اس روز بجز اس کے کہ جس کو شفاعت کی اجازت ملی ہوگی اور اس کی بات بھی پسندیدۂ خدا ہوگی اور کسی کی شفاعت کارگر نہ ہوگی نہ ان فرضی معبودوں کی جن کو وہ اس امید پر پوجتے ہیں۔ اور اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے لیے رحمٰن اجازت دے گا اور اس کے حق میں بولنا پسند کرے گا اس کے لیے شفاعت کارگر ہوگی نہ ہر کسی کے لیے کس لیے کہ یعلم ما بین ایدیھم الخ اس کو ہر ایک کا اگلا پچھلا سب حال معلوم ہے اس کا علم بہت وسیع ہے جس کو کوئی احاطہ نہیں کر سکتا کسی کا علم اس کے علم کے برابر نہیں۔ قابل شفاعت اس کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کس لیے کہ وہ بارگاہ عدالت ہے حاکم علیم و خبیر ہے کسی کی کوئی چالاکی اور جھوٹا دعوٰے کسی پر نہ چلے گا نہ اس پر کسی کا دباؤ ہوگا نہ وہ کسی سے رشوت لیتا ہے کہ اس سبب سے کسی کی حق تلفی ہو جائے نہ وہاں امیر و فقیر شریف و رذیل کا لحاظ ہوگا نہ اس کی ذات میں غضبانی جذبات ہیں نہ وہ متلون المزاج ہے۔ اس ایک تھوڑے سے جملہ میں دربار حشر کی سب کیفیت بیان فرما دی ١٢ منہ

يٰآدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ

کہا کہ اے آدم یہ (شیطان) تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ

پھر یہ نہ ہو کہ وہ تم کو جنت سے نکال دے کہ پھر تو خراب ہو جائے　تو اس

لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ وَ

بہشت میں نہ بھوکا رہے گا . اور نہ ننگا　اور

اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾

تو اس میں پیاسا بھی نہ رہے گا اور نہ دھوپ اٹھاوے گا۔

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰآدَمُ هَلْ

پھر شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا　کہا اے آدم تو کہے تو

اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾

میں تجھے ایک ایسا درخت بتلاؤں کہ جس کے کھانے سے تو ہمیشہ جیتا رہے اور بے زوال

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ

سلطنت ملے پھر آدم و حوا نے اس درخت میں سے کچھ کھا لیا تو ان پر ان کی

طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ

برہنگی ظاہر ہوگئی اور اپنے اوپر باغ کے پتے چپکانے لگے

وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ

اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو بہک گیا　آخر کار

اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾

اس کو اس کے خدا نے سرفراز کیا پھر اس کی توبہ قبول کی اور اس کی رہنمائی کی

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

حکم دیا کہ تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ کہ تم میں ایک دوسرے کا

عَدُوٌّ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى

دشمن ہے پھر جو کبھی تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾

پس جو میری ہدایت پر چلے گا تو وہ گمراہ نہ ہوگا اور نہ خراب ہوگا

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ

اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی

مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

تنگ ہوگی　اور اس کو قیامت میں اندھا کر کے

اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْ اَعْمٰى

اٹھائیں گے　وہ کہے گا کہ تو نے اے رب مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا

وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾

اور حالانکہ میں تو بینا تھا۔

وکذٰلک عطف ہے کذٰلک نقص پر یعنی جس طرح ہم نے اے نبی تم سے پہلوں کے راستی آمیز و عبرت خیز قصے بیان کیے اسی طرز پر تمام قرآن نازل کیا ہے جس کے دو وصف ہیں اوّل وہ عربی میں ہے جس کا سمجھنا قوم عرب کو آسان ہے دوم صرفنا اس میں طرح طرح سے خوفناک باتیں بیان کی ہیں تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا ان کو سمجھ بوجھ پیدا ہو۔ کلمہ او منافات کے لیے نہیں ہے اور یہ قرآن اس خوبی کے ساتھ اس نے اس لیے نازل کیا ہے کہ جو بخل و جہل وغیرہ اوصاف سے بری ہے اس میں اس کا کوئی نفع و نقصان نہیں وہ ان باتوں سے پاک ہے اور حق ہے اس کا ملک اور اس کی ذات دائم و قائم ہے اس لیے اس نے ان کی بہبودی کے لیے ایسا قرآن نازل کیا۔ چوں کہ قرآن رحمت آسمانی ہے اور تدریجاً نازل ہوتا تھا ادھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کی تبلیغ اور اس کے یاد کرنے اور اس کے مطالب واضح کرنے کا مقتضاء نبوت

بہت شوق اور از حد ولولہ تھا اس لیے فرمایا ولا تعجل بالقراٰن الخ کہ وحی تمام ہو جانے سے پہلے قرآن کے پڑھنے یا لوگوں کے پڑھانے سمجھانے میں جلدی نہ کیا کرو، جب ایک مضمون کی وحی جو فرشتہ لاتا ہے تمام ہو چکے تب آپ پڑھیں (اسی طرح کا مضمون اور جگہ بھی آیا لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقراٰنہ) اور رب سے دعا کرتے رہو کہ میرا علم زیادہ کر تاکہ وقتاً فوقتاً وحی آتی ہے آپ کا علم زیادہ ہوتا رہے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خزانہ ہمارے پاس ہے اس میں سے جس قدر ہم جس کو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں، بندہ علام الغیوب نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد یہ چھٹی[ا] بار حضرت آدمؑ کا قصہ ایک آیندہ جملہ کے لیے بطور تمہید کے ذکر ہوا اور وہ جملہ مقصود بالذات یہ ہے فاما یاتینکم منی ھدی اس کی شروع تمہید یہ ہے واذ قلنا للملٰئکۃ الخ کہ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اے بنی آدم ہم نے تمہارے جدامجد کے لیے فرشتوں کو سجدۂ تعظیم کا حکم دیا اور تاج خلافت ان کے سر پر رکھا گیا اس وقت سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر اس ابلیس نے (جس کے کہنے پر اکثر بنی آدم چل رہے ہیں قدیمی حاسد اور دشمن کو دوست بنا رکھا ہے) انکار کر دیا پھر اس کے بعد ہم نے تمہارے جدامجد کو ایک ایسے باغ میں رہنے کو جگہ دی کہ جہاں کھانے پینے لباس کا ہم نے انتظام کر دیا تھا اور ان مشقتوں سے نجات دیدی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ خبردار رہنا یہ شیطان تیرا اور تیری بیوی دونوں کا دشمن ہے اس کے کہنے میں آ کر مصیبت میں نہ پڑنا کہ یہاں سے نکالے جاؤ اور خراب و خستہ مارے مارے پھرو مگر وہ مردود وہاں بہروپ بدل کر جا ہی پہنچا اور ناصح مشفق بن کر آدم کے دل میں خطرہ ڈالا اور کہنے لگا کہ اے آدم یہ تو تم پر بڑی مہربانی ہوئی مگر تمہاری حیات اور یہاں بادشاہانہ طور پر سدا رہنے کا کوئی بھی انتظام نہیں ہوا اس تمہید کے بعد کہا لو میں تمہیں اس باغ میں ایک ایسا پیڑ بتلاتا ہوں کہ جس کے کھانے سے ہمیشہ جیتے رہو اور بے زوال سلطنت تمہیں ملے۔ اس کا نام شجرۃ الخلد ہے تمہارے خدا نے اسی لیے تم کو اس کے کھانے سے منع کیا ہے حالانکہ ہم نے آدم سے اول ہی عہد لے لیا تھا مگر آدم اس کو بھول گئے اور اس کو کھا لیا ولم نجد لہٗ عزما اور ہم نے تمہارے دادا کی کوئی استقامت اور مضبوطی نہیں پائی نہ ہمارے عہد کی حفاظت کی، نہ قدیمی دشمن کو خیال کیا (اس میں بنی آدم کی کمزوری طبیعت کی طرف اشارہ بلکہ تعریض ہے) پھر ان پر بھی باوجود اس مقبولیت کے نافرمانی کا لازمی نتیجہ پیش ہی آیا کپڑے تن سے اتارے گئے برہنگی ظاہر ہونے پر درختوں کے پتے بدن پر چھپانے لگے اور آدم و حوا، اور شیطان سب کے سب اس باغ سے نکالے گئے اور کہہ دیا گیا کہ ایک دوسرے کا دشمن رہے گا۔ لیکن آدم روئے اور توبہ کی خدا نے اس کی توبہ قبول کی اور بار دگر سرفرازی بخشی۔ جب باغ سے نکالے گئے تھے یا جب توبہ کی تھی تو آدم سے ہم نے کہہ دیا تھا کہ دنیا میں تمہارے پاس یعنی تمہاری اولاد کے پاس ہدایت آیا کرے گی رسول اور آسمانی کتابیں، پھر جو اس ہدایت پر چلے گا تو وہ اس سیدھے رستہ سے جو انسان کو دارالخلد تک پہنچاتا ہے نہ بہکے گا نہ خراب ہوگا۔ ولا یشقٰی یعنی شقاوت و بدبختی سے محفوظ رہے گا۔ شقاوت کی دو قسم ہیں ایک دنیاوی دوسری اخروی۔ ہدایت الٰہی کے طفیل ان دونوں سے محفوظ رہتا ہے اور جو اس ہدایت سے منہ

[ا] اول بار سورۂ بقرہ میں پھر اعراف میں پھر حجر میں پھر بنی اسرائیل میں پھر کہف میں پھر اس جگہ ذکر ہوا دیکھا۔ یہاں صرفنا فیہ من الوعید کی وضاحت کے لیے آیا ۱۲ منہ

پھیرے گا اس کی دو سزائیں ہوں گی ایک دنیاوی فان لہ
معیشۃ ضنکا (فالضنک اصلہ الضیق والشدۃ و
ہو مصدر ثم یوصف بہ فیقال منزل ضنک وعیش ضنک کبیر)
کہ اس کی زندگی تنگ ہو گی۔ عام مفسرین کے نزدیک
زندگی دنیا کی تنگی مراد ہے کیونکہ کافر مال وجاہ پر حریص ہوتا
ہے گو باعتبار قید حلال وحرام ہونے کے وہ جنت میں
ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے الدنیا سجن المؤمن و
جنۃ للکافر مگر وہ کون ہے کہ جس کو تمام باتیں حسب دل خواہ
حاصل ہو گئی ہوں اس کی پریشانی بڑھتی ہے اور مومن
کی نظر دار آخرت پر ہوتی ہے اس کو کسی تکلیف میں
تکلیف معلوم نہیں ہوتی۔

اور معنی بھی ہے کہ خدا کی ہدایت چھوڑنے سے دنیا
میں بلائیں نازل ہوتی ہیں سیکڑوں قومیں ایسی ہیں کہ
اسی سبب سے برباد ہو گئیں جیسا کہ اسی کی تائید کے
لیے اگلی آیت میں فرماتا ہے افلم یھد لھم کم اھلکنا
من قبلھم من القرون کہ کیا ان کو اس بات سے بھی
رہ نمائی نہیں ہوتی کہ ان کفار قریش سے پہلے ہم کتنی
قوموں کو نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں کہ جن کے
اجڑے ہوئے مکانوں پر سے آج یہ چلتے پھرتے ہیں۔ ع ۱۳ / ۱۶
عاد و ثمود بنی اسرائیل و قیاصرہ و شاہان بابل و شاہان
مصر وغیرہ نے نافرمانی کی۔ نافرمانی کر کے کوئی قوم اخیر تک
سرسبز نہیں رہتی۔ بعض کہتے ہیں قبر کی تنگی، بعض کہتے ہیں
آخرت کی تنگی مراد ہے۔

دوسری یہ کہ اس کو قیامت میں اندھا کر کے اٹھاویں گے
وہ کہے گا میں آنکھوں والا تھا آج اے رب اندھا کر کے
کیوں اٹھایا۔ جواب ملے گا تو بھی تو دنیا میں ہماری آیتوں سے
اندھا ہو گیا تھا۔ آخرت میں اندھا ہونے سے مراد یہ ہے
کہ وہ جسمانی تاریکی میں مبتلا ہوں گے نور روحانی نصیب
نہ ہو گا پس اس سے ان کے لیے ظاہری آنکھیں ہونی

اور ہیبت سے اوپر دیکھنے میں کچھ منافات نہیں۔

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ
فرمائے گا تو نے بھی اسی طرح ہماری آیتوں کو جو تیرے پاس آئی تھیں فراموش کر دیا

وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (١٢٦) وَكَذٰلِكَ
اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا　اور جو کوئی حد سے

نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ
گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانے تو اس کو ہم ایسا ہی بدلہ

رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ
دیا کرتے ہیں اور البتہ آخرت کا عذاب تو سخت تر اور بہت ہی

اَبْقٰى (١٢٧) اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا
دیرپا ہے　پھر کیا ان کو اس بات نے بھی رہ نمائی نہ کی کہ ہم نے

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ
ان سے پہلے کتنے ایک قرنوں کو غارت کر دیا ہے کہ جن کے مکانوں پر سے

مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
وہ چلتے پھرتے ہیں بے شک اس میں تو عقل مندوں کے لیے (بڑی

لِّاُولِي النُّهٰى (١٢٨) وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
بڑی) نشانیاں ہیں　اور (اے نبی) اگر تمہارے رب کی طرف سے

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ
ایک بات قرار نہ پا چکی ہوتی اور وعدہ مقرر نہ ہوا ہوتا تو عذاب

لہ تیری طرف نظر عنایت نہ رہی۔ یعنی جس طرح تو نے دنیا میں آیات اللہ سے بے اعتنائی کی، آج اسی طرح تجھ سے بھی بے اعتنائی کی گئی از ان جملہ یہ کہ اس جہان میں تجھے بینائی عطا نہ کی کیوں کہ دنیا میں بینائی دی تھی تو اس سے تو نے آیات قدرت کو نہ دیکھا تھا ۱۲ منہ

اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

لازم ہو چکا ہوتا — پھر جو کچھ وہ بکتے ہیں اس پر صبر کرو

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی

وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ

حمد و ثنا کے ساتھ تقدیس کیا کرو — اور رات کے وقتوں میں بھی تسبیح کیا کرو

فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾

اور دن کے اول و آخر میں بھی تاکہ تم کو خوش کیا جاوے۔

پہلی قوموں کی ہلاکت بیان فرما کر یہ بات فرماتا ہے کہ اگر نوشتۂ ازلی (کہ چند روز ہم ان کو دنیا میں رکھیں گے) مانع نہ آتا تو ان لوگوں پر بھی عذاب دنیا ہی میں آچکتا اس پر بھی اے نبی جو ہدایت پر نہیں آتے اور ستاتے ہیں تو صبر کرو اور اپنے لیے دارِ آخرت کی تیاری کرو تاکہ تم وہاں خوش وقت رہو۔

فقال فاصبر علیٰ مایقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس لہ تسبیح سے مراد اکثر علما کے نزدیک نمازِ پنج گانہ ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں قبل طلوع الشمس سے مراد نماز فجر ہے اور قبل غروبہا سے ظہر و عصر و من اٰناءی الیل سے مغرب و عشاء اور قولہ واطراف النہار دونوں نمازوں کے لیے جو دن کے اول و آخر ہوتی ہیں یعنی فجر و مغرب تاکید کا جملہ ہے جیساکہ الصلوٰۃ الوسطیٰ عصر کے لیے۔ گرچہ دن کی دو طرف ہوتی ہیں مگر ہر دن کے لحاظ سے اطراف جمع کا صیغہ آیا۔ بعض کہتے ہیں اوقاتِ مذکورہ میں جو تقرب کے اوقات ہیں انسان کو مشاغل دنیاویہ سے غفلت ہو جاتی ہے عموماً اس کی تسبیح و تقدیس کرنا مراد ہے جو نماز کو بھی شامل ہے۔

ف فنسی ولم نجد لہٗ عزماً سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدم کا گناہ سہواً تھا وقت پر ممانعت یاد نہ رہی لیکن احتیاط نہ کی اس لیے عتاب ہوا۔

(۲) آدمی کی جبلی عادت ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کے کمالات پر نازاں ہوا کرتا ہے اور بسا اوقات اسی پر تکیہ کرلیتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں ہمیں کیا غم ہے اس لیے آدم کے قصہ میں متنبہ کردیا کہ اس پر نازاں نہ ہونا خود تمہارے بزرگ سے نافرمانی پر کیا سلوک ہوا باوجودیکہ مسجودِ ملائکہ تھے اور پھر کس خواری سے نکالے گئے بجز توبہ کے ان کو چارہ نہ ہوا۔ یہ ہے وعیدِ شدید۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ

اور (اے نبی) آپ ان چیزوں کی طرف نظر بھی نہ ڈالیے جو طرح بہ طرح کے

اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ

سامانِ زندگی و دنیا کی آرائش ہم نے ان کو اس لیے دے رکھے ہیں

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ

کہ اس میں ہم ان کی آزمائش کریں اور تمہارے رب کا عطیہ بہتر اور دیر تک

اَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ

رہنے والا ہے — اور اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دیا کرو۔ اور

اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔـلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ

خود بھی اس پر قائم رہو — ہم تم سے کچھ روزی تو نہیں مانگتے روزی تو

لہ "قبل طلوع الشمس" سے مراد صبح کی نماز و "قبل غروبہا" سے ظہر و عصر کی و "من آناءی الیل" سے مغرب و عشاء و تہجد کی "واطراف النہار" سے عصر و صبح کی نماز مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں تسبیح سے گو نماز مراد ہوتی ہے مگر یہاں سبحان اللہ والحمد للہ یا سبحان اللہ وبحمدہ کہنا ان اوقات میں مراد ہے ۱۲ منہ۔ ؂ یعنی عطیۂ آخرت ان دنیاوی سامانوں اور آرائشوں سے بہتر ہے اس لیے کہ اس کے مقابلہ میں یہ چیزیں بے حقیقت ہیں اور باقی بھی ہے کس لیے کہ یہ چند روزہ؟ وہ دائمی ہے ۱۲ منہ

نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَ

ہم تمہیں دیتے ہیں اور عاقبت (بخیر تو) پرہیزگاروں کی ہے　اور

قَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ

وہ کہتے ہیں کہ تو اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتا

اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ

کیا ان کے پاس　پہلی　کتابوں　کی　شہادت　نہیں

الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ

پہنچی　؟　اور اگر　ہم　اس سے پہلے ان کو　کسی

بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ

عذاب　سے　ہلاک　کر دیتے　تو ضرور کہتے کہ اے رب　تو نے

اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ

کس لیے ہمارے پاس اپنا رسول　نہیں بھیجا　کہ ہم رسوا اور ذلیل

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ

ہونے　سے　پہلے　ہی　تیری　آیتوں　پر　چلتے　ان سے کہہ دو

كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ

کہ ہر ایک انتظار کر رہا ہے　سو تم بھی انتظار کرو پھر تم کو خود معلوم ہو جائیگا

مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ

کہ سیدھے رستہ پر کون (اور غلط راہ والا کون ہے) اور ہدایت پانے والا

اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع ۸ ۱۷

کون (اور گمراہ کون) ہے ۔

ولا تمدن ای لا تمد ونظر کردن کشیدن. اور مراد رغبت اور حسرت کے ساتھ نگاہ کرنا. دارِ آخرت کے توشہ کی تعلیم کرکے جو نماز و عبادت ہے دنیا کے وہ اسباب آرائش و تجمل جو کفار اور دولت مندوں کو دیے گئے ہیں مکان اور عمدہ لباس عمدہ عورتیں اور سواریاں اور دیگر چیزیں ان کی طرف رغبت کی نگاہ سے منع کرتا ہے کیوں کہ یہ چیزیں ان کے لیے فتنہ ہیں

ان میں ان کی خدا تعالیٰ آزمائش کرتا ہے سو وہ ان میں ایسے مصروف ہوتے ہیں کہ دارِ آخرت اور اس کے توشہ کا ان کے دل میں خیال بھی پیدا نہیں ہوتا. جب اس جہان سے جاتے ہیں تو خالی ہاتھ جاتے ہیں اور اس تجمل کے چھوڑتے وقت ان کی روح پر صدمۂ عظیم ہوتا ہے چشمش نگران است کہ ملکش با دگران است۔ اس چند روزہ عیش کے مقابلہ میں وہ عذاب دائمی بڑا فتنہ ہے اور نیز اس دولت کی وجہ سے ظلم و ستم طرح طرح کے گناہوں میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں یہ سب ہیچ تھا مگر حضرتؐ سے خطاب کرکے اوروں کو سنایا جاتا ہے کہ اس طرف نظر پھیر کر بھی نہ دیکھنا حرص و رغبت تو دوسری چیز ہے اس لیے کہ تمہارے درجاتِ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ ایسے عارف تارک الدنیا کے متعلقین غالباً نان و نفقہ اور دنیاوی سامان سے خالی رہا کرتے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ ان کے دل بھی دوسروں کے ساز و سامان دیکھ کر کچھ حسرت بھی پیدا ہوتی ہو اس لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا وامر اھلک بالصلوٰۃ کہ ان کو توشۂ آخرت نماز کی تاکید کرو اور خود بھی اس پر جمے رہو۔ ہم آپ کو رزق دینے کا حکم نہیں دیتے کیونکہ روزی ہم دیتے ہیں اور عاقبت کی بہتری پرہیزگاری سے حاصل ہوتی ہے اس لیے پرہیزگاری میں کوشش کرو وقالوا لولا ایسی ایسی باتوں کو سن کر کفار کہتے تھے کہ ہم کو کوئی بڑا معجزہ کیوں نہیں دکھاتے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے جو کچھ معجزے یا نبوتِ آں حضرتؐ کے شواہد پہلی کتابوں میں ہیں کچھ کم ہیں؟ پھر فرماتا ہے ہم چاہتے تو بغیر رسول بھیجے ان کے گناہوں پر انہیں ہلاک کر دیتے مگر وہ عذر کرتے کہ رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم اس کو مانتے۔ پھر فرماتا ہے ان سے کہو ذرا انتظار کرو مرنے کے بعد تم کو آپ معلوم ہو جاوے گا کہ سیدھے رستہ پر کون ہے۔

تفسیر حقانی

پارہ ۱۷

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ

سورۂ انبیاء

مکیہ ہے اس میں ایک سو بارہ آیات اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ

لوگوں کا حساب تو قریب آلگا اور وہ ہیں کہ غفلت

غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ① مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ

میں پڑے منہ پھیرے ہوئے ہیں ان کے رب کے پاس سے

ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ

سمجھانے کے لیے کوئی نئی ایسی بات ان کے پاس نہیں آتی کہ جس کو سن کر

وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ② لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ

ہنسی میں نہ ڈال دیتے ہوں ان کے دل کھیل میں لگے ہوئے ہیں اور

اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ

ظالم پوشیدہ سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ (محمد)

هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ

ہے کیا مگر تمہارے ہی جیسا ایک شخص تو پھر کیا تم دیدہ ودانستہ

السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③ قٰلَ رَبِّيْ

جادو کی باتیں سننے جایا کرتے ہو رسول نے کہا کہ میرا رب

يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۖ وَ

آسمان اور زمین کی سب باتیں جانتا ہے اور

هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④ بَلْ قَالُوْٓا

وہ (سب کچھ) سنتا (سب کچھ) جانتا ہے (پھر سرگوشیاں کیا چیز ہیں) بلکہ ان ظالموں نے

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ

(یہ بھی) کہا کہ یہ قرآن خیالاتِ پریشان ہیں بلکہ اس نے جھوٹ باندھا ہے بلکہ

هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ

وہ شاعر ہے پھر جس طرح کہ پہلے رسول (معجزوں کے ساتھ) بھیجے گئے ہیں

اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۵﴾ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ

اسی طرح یہ بھی ہمارے پاس کوئی معجزہ لے آئے ان سے پہلے جس بستی کو ہم نے ہلاک

مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾

کیا تھا وہ بھی تو ایمان نہ لائے تھے پھر کیا یہ ایمان لے آویں گے

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ

اور (اے محمد) تم سے پہلے بھی تو ہم نے آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا کہ ان کی طرف

اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ

ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو علم والوں سے

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا

پوچھ دیکھو اور ہم نے ان کے ایسے بدن بھی نہ بنائے تھے

لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿۸﴾

کہ جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ

پھر ہم نے (بھی) اپنے وعدہ کو سچا کر دیا تب ان کو اور جس کو چاہا

نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۹﴾ لَقَدْ

نجات دی اور جو حد سے بڑھ گئے تھے ان کو ہلاک کر دیا ہم نے

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ

تمہارے پاس ایک ایسی کتاب بھیج دی ہے کہ جس میں تمہاری نصیحت ہے

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع ۱۰

پھر کیا تم کو (اتنی بھی) عقل نہیں۔

ترکیب

وھم مبتدا ومعرضون خبر وفی غفلۃ ضمیر معرضون سے حال ہے اے اعرضوا غافلین اور ممکن ہے کہ خبر ثانی ہو۔ لاھیۃ قلوبھم حال ہے ضمیر یلعبون سے اور یہ دونوں حال مترادف یا متداخل ہیں اور جس نے لاھیۃ کو مرفوع پڑھا ہے تب ایک ہی حال ہے کس لیے کہ یہ خبر بعد خبر ہے ھل ھذا جملہ محل نصب میں ہے النجویٰ سے بدل ہو کر لے واسروا الحدیث۔ قٰل بصیغہ ماضی رسول کا قول ہوگا حمزہ و کسائی و حفص کی قراءت کے بموجب اور دیگر قراء نے قل بصیغہ امر پڑھا ہے۔

تفسیر

یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس میں بیشتر توحید و نبوت اور عالم آخرت کا ثبوت اور انبیاء علیہم السلام کے عبرت انگیز تذکرے اور ان کی نافرمان امتوں کا انجام بد اور انسان کا بارگاہِ الٰہی میں حساب دینے کے لیے حاضر ہونا بیان ہے۔ پس فرماتا ہے اقترب الخ کہ انسان کے حساب کا وقت تو قریب آ لگا اور وہ غفلت میں ہی پڑا ہوا خدا کے فرستادوں سے منہ موڑ رہا ہے اور جو کوئی نئی بات وعظ و پند کی ان کے کانوں میں پڑتی ہے تو اس کی طرف کھیل کود میں توجہ بھی نہیں کرتے۔

حسابھم مفسرین کہتے ہیں کہ حساب سے مراد قیامت کے دن کا حساب ہے اور گو وہ ابھی صدہا ہزار سال بعد آئے گا مگر آئندہ آنے والی چیز تو گھڑی گھڑی قریب ہی ہوتی جاتی ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

ما اقرب ماھو آت

وما ابعد ماھو فات

آنے والی چیز بہت قریب ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ حساب کا وقت کچھ قیامت ہی پر موقوف نہیں بلکہ موت کے بعد بھی انسان اپنے خدا کے روبرو جاتا اور اس کو قبر میں اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے سو یہ بھی ایک قسم کا حساب ہے پس اس وقت کے قریب ہونے میں تو کسی کو بھی کلام نہیں یعنی انسان

غفلت کی نیند میں سوتا ہے کہ موت آلیتی ہے واسروا النجوی یہ جملہ مستانفہ ہے ان کی عادات رذیلہ کے بیان میں ان کے اعراض اور غفلت اور کھیل اور کود کے ثبوت میں النجوی اسم ہے التناجی سے جس کے معنی سرگوشی کرنا پھر اس کے مخفی کرنے کے یہ معنی کہ ان باتوں کو جن کا ذکر اگلے جملہ میں آتا ہے نہایت مخفی طور سے باہم کہتے تھے۔ انسان جس بات کو اہم سمجھتا ہے اس کی بابت مخفی طور پر مشورہ کیا کرتا ہے اور وہ باتیں یہ ہیں (۱) ھل ھذا الا بشر مثلکم کہ یہ رسول تو تمہارے جیسا آدمی ہے جس طرح ہم کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہیں ایسا ہی یہ بھی ہے پھر یہ رسول کیسا جو خدا کی باتیں خاص اس کے پاس آتی ہیں ہمارے پاس نہیں؟ ان کے خیال میں رسول بشریت کے جامہ سے باہر ہے اور ملکیت کے لباس میں ہونا چاہیے تھا جو کھانے پینے سے پاک ہو اور ہمیشہ جیتا رہے جس کے رد میں آگے ارشاد ہوتا ہے (۲) افتاتون السحر وانتم تبصرون قرآن مجید کو اس کے اعجاز کی وجہ سے مکہ کے کافر جادو کہتے تھے۔ پھر اس کی نسبت ایک دوسرے کو کہتا تھا کہ تم قرآن پر نہ چلو جان بوجھ کر کیوں جادو پر چلتے ہو؟ یہ بات ان کے دل میں نہ تھی دل میں تو حق جانتے تھے مگر لوگوں کے گمراہ کرنے کو سحر اور جادو کہتے تھے قال ربی یعلم القول یہ ان کے مخفی کہنے کے جواب میں ہے کہ رسول نے ان کا مخفی راز ان سے کہدیا یا رسول کو حکم دیتا ہے کہ ان سے کہہ دو تم ہزار چھپاؤ میرا رب جو آسمان و زمین کی تمام باتیں جانتا ہے اور سننے والا جاننے والا ہے اس سے تمہارا یہ مخفی مشورہ کب مخفی رہ سکتا ہے؟ القول صاحب کشاف کہتے ہیں لفظ قول عام ہے شامل ہے سر و جہر کو تاکید کے لیے یعلم السر کی جگہ یعلم القول کہا۔

بل قالوا اضغاث احلام بل افترٰیہ بل ھو شاعر کفار مکہ کو قرآن کے جادو کہنے میں بھی استقلال نہ تھا جیسا کہ بے ٹھک کوئی کسی میں عیب لگایا کرتا ہے تو وہ اسی طرح مختلف باتیں کہا کرتا ہے یعنی جادو پھر بھی ایک نادر چیز ہے یہ تو ایسا بھی نہیں بلکہ پریشان خیالات ہیں کہ جن کو از خود محمد نے بنا کر ذرا اچھی اور دل چسپ عبارت میں جمع کر لیا ہے کیونکہ وہ شاعر ہے۔

(۳) فلیاتنا بآیۃ الخ پہلے نبیوں کی طرح کوئی بڑا بھاری معجزہ کیوں نہیں دکھاتا کوئی نشانی نہیں لاتا؟ یہ ان کے تین شبہے تھے جن کی تقلید میں آج کل کے عیسائی اور متعصب ہنود بھی یہی کہا کرتے ہیں۔ ما اٰمنت قبلھم من قریۃ اھلکنٰھا افھم یؤمنون ۰ یہ ان کی تیسری بات کا جواب ہے جس کو وہ بار بار منہ پر لاتے اور رسول علیہ السلام کے سامنے پیش کیا کرتے تھے کہ ان سے پہلے جس قدر بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا ہے انہوں نے اپنے رسول سے وعدہ کر لیا تھا کہ ہم معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئیں گے مگر جب ان کو معجزہ بھی دکھایا تب بھی ایمان نہ لائے پھر یہ جو معجزہ کی درخواست کرتے ہیں کیا ایمان لے آئیں گے؟ اس لیے ان کی خواہش کے بموجب معجزہ نہیں دکھایا جاتا کیوں کہ ایک وقت مقرر تک ان کا ہلاک کرنا ہم کو منظور نہیں۔

وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم، یہ ان کے پہلے شبہ کا جواب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر ہم نے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ بھی تو آدمی ہی تھے کہ جن کی طرف وحی کی گئی تھی فرشتہ نہ تھے اگر تم کو معلوم نہ ہو تو فسئلوا اھل الذکر اہل کتاب سے پوچھ دیکھو کہ جن کے تم اے اہل مکہ اکثر باتوں میں معتقد ہو اور ان سے پوچھ پوچھ کر اعتراضات کیا کرتے ہو۔ وما جعلنٰھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خٰلدین اور ان انبیاء کو ہم نے ایسے بدن عطا نہ کیے تھے کہ جو

کھانے کے محتاج نہ ہوں اور ہمیشہ باقی رہیں بلکہ وہ کھاتے پیتے تھے آخر دنیا سے اٹھ گئے موت سے نہ بچے۔

ہاں وہ ہمارے رسول تھے انہوں نے اپنی نافرمان اور سرکش قوموں کی ہلاکت کے لیے جو کچھ وعدے کیے تھے ثم صدقنٰھم الوعد ان کو ہم نے پورا کردیا فانجینٰھم ومن نشاء واھلکنا المسرفین رسولوں اور ان کے پیرؤوں کو بچالیا اور بدکاروں کو حد سے گزرنے والوں کو ہلاک کردیا لقد انزلنا الیکم کتٰبا فیہ ذکرکم افلا تعقلون یہ ان کی دوسری بات کا جواب ہے کہ قرآن کو جو ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے اس میں غور کرو کہ تمہارے لیے اس میں کس قدر وعظ و نصیحت ہدایت و سعادت ہے پھر اس کو سحر اور کیا کیا کہتے ہو افلا تعقلون کیا تم کو عقل نہیں!

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ
اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جہاں کے لوگ ظالم تھے غارت کردیا ہے اور
أَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ (۱۱) فَلَمَّا
ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب ان ہلاک
أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ (۱۲)
ہونے والوں نے عذاب کی آہٹ پائی تو فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔

لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَ
(کہا گیا) مت بھاگو اور ان نعمتوں کی طرف لوٹ جاؤ جن کے تم مزے اڑایا کرتے تھے
مَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ ۝ قَالُوا
اور اپنے مکانوں کی طرف بھی واپس جاؤ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ وہ کہنے لگے
يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ (۱۴) فَمَا زَالَتْ
وامصیبتاہ ہم ہی ظالم تھے پھر وہ ہمیشہ
تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا
یہی پکارا کیے یہاں تک کہ ہم نے ان کو کاٹ کر کھلیان کردیا جو
خَامِدِينَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَ
بجھے پڑے تھے اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے اندر
الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ (۱۶) لَوْ أَرَدْنَا
کی چیزوں کو کھیلنے کے لیے نہیں بنایا ہے اگر ہم کھیل ہی
أَنْ نَتَّخِذَ لَهْوًا لَاتَّخَذْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا إِنْ
بنانا چاہتے تو اپنے پاس کی چیزوں کو بناتے اگر
كُنَّا فَاعِلِينَ (۱۷) بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ
ہم کو یہی کرنا تھا۔ بلکہ حق کو باطل کے اوپر کھینچ کر پھینک مارتے
عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ
ہیں پس حق باطل کا سر توڑ دیتا ہے پھر وہ باطل تڑت مٹ جاتا ہے

لہ کہ تم پر کیا گزری اور تمہارے وہ ساز و سامان کیا ہوئے جن مکانوں پر تم فخر کیا کرتے تھے کہاں گئے وہ۔ یہ کلام ان سے بطور تمسخر کے کسی باخدا نے کیا تھا ۱۲ منہ ۲ہ یعنی کھیلنے کے لیے عالم غیب کی چیزیں فرشتے اور بہشت کی مخلوق اور روحانیات کیا کم تھے عالم غیب کی چیزوں کو اپنے پاس کی چیزیں اس لیے کہا کہ عالم محسوس کی بہ نسبت عالم ملکوت اس سے قریب ہے۔ عرب کے بعض قبائل اولاد اور بیوی کو لہو کہا کرتے تھے اس لیے کہ دراصل انسان کے کھیلنے دل خوش کرنے کی یہی چیزیں ہیں اس تقدیر پر یہ مطلب کہ کھیلنا ہی ہوتا تو اپنے پاس کے لوگوں کو بیوی بیٹا بنا کر نہ کھیلتے۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض ہے جو مخلوق کو اس کی بیوی یا بیٹا کہتے ہیں ۱۲ حقانی

ف الرکض الفرار والھرب واصلہ من رکض الرجل الدابۃ ومنھا ارکض برجلک والمعنی انھم ھربوا راکضین دوابھم الترف النعمۃ یقال اترف فلان وھو مترف اے وسع علیہ فی معاشہ ۱۲ منہ

وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ⑱ وَلَهٗ

اور تم پر پھٹکار ہے تمہاری باتیں بنانے سے　اور جو کچھ کہ

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ

آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا تو ہے　اور جو لوگ

عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

اسکے حضور میں ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرتابی کرتے ہیں

وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ⑲ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ

اور نہ تھکتے ہیں　رات دن　تسبیح کیا

وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ○ اَمِ اتَّخَذُوْٓا

کرتے ہیں　سستی نہیں کرتے　کیا انہوں نے زمین کی

اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ㉑

چیزوں میں سے ایسے معبود بنا رکھے ہیں کہ جن کو وہ خود بنا کر کھڑا کرتے ہیں

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ

اور اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ (کبھی کے) خراب ہو چکے ہوتے

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

جو جو لوگ اس کی نسبت بیان کیا کرتے ہیں اللہ عرش کا مالک ان

يَصِفُوْنَ ㉒ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ

سے پاک ہے　جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جاتا

وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ㉓

بلکہ وہ خود پوچھے جاتے ہیں۔

ترکیب

وکم قصمنا صاحب کشاف کہتے ہیں قصم اس طرح سے توڑنے کو کہتے ہیں کہ ایک ایک ٹکڑا جدا ہو جاوے بخلاف فضم اور کسر کے۔ قریہ سے مراد وہاں کے سکان بحذف مضاف۔ کم خبریہ تکثیر کے لیے محل نصب میں قصمنا کی وجہ سے من قریۃ تمیز کانت ظالمۃ محل جر میں قریہ کی صفت ہوکر بحذف مضاف۔ اذا مفاجات کے لیے ھم مبتدا یرکضون خبر اذا اس کا ظرف تلک دعوٰہم تلک موضع رفع میں اسم زالت و دعوٰہم خبر و یجوز العکس۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا ہم نے مسرفین کو ہلاک کر دیا اب پھر اس کی تشریح فرماتا ہے کہ وہ مسرفین کون تھے اور ان کی کیا عادات تھیں اور کس طرح سے ہلاک ہوئے ؟ تاکہ ان مشرکین کو معلوم ہو کہ وہ ہمارے ہی جیسے کافر اور بدکار تھے اب ہم کو بھی عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔ پس فرماتا ہے وکم قصمنا کہ ہم نے بہت سے شہروں کو ہلاک و برباد یا غارت کر دیا ہے جن کے رہنے والے ظالم و بدکار تھے اور ان کی جگہ اور نئی قومیں آباد کر دیں اور نئے لوگ پیدا کر دیے۔ پھر جب ان غارت ہونے والے لوگوں کو ہمارا عذاب آتا ہوا دکھائی دیا جیسا کہ انبیاء نے ان کو خبر دی تھی (یہ ثم صدقنھم الوعد کی تفسیر ہے) تو اس عذاب سے بھاگنے لگے۔ رکض ایڑ مارنا ومنہ قولہ تعالیٰ ارکض برجلک پس جب ان کو عذاب الٰہی کے آثار نمودار ہوتے دکھائی دیے تو اپنی سواریوں پر سوار ہو کر ان کو ایڑ مار کر اپنے شہر و دیار چھوڑ چھاڑ بھاگنے لگے۔ یا رکض کے ساتھ ان کا جلدی بھاگنا سرعت کی وجہ سے تعبیر کیا گیا لا ترکضوا فرشتہ یا ہاتف غیب نے یا ان کے حال موجودہ نے ان سے کہا کہ مت بھاگو اور تم کو جو کچھ خدا نے نعمتیں اور عمدہ مکانات اور باغ اور مال زر اور محبوب زن و فرزند دے رکھے تھے، لوٹ کر وہیں جاؤ شاید تم سے سوال کیا جاوے کہ تم پر کیا گزری یعنی بھاگنا سود مند نہ ہوگا۔ اور ان کے مکانات اور نعماء کی طرف لوٹ کر جانے کا حکم دینے میں گویا ان پر

تعریض ہے کہ آج یہ سب چیزیں تم سے چھینی جاتی ہیں تم نے ان کی شکرگزاری نہ کی تھی اب انہیں کو دیکھ دیکھ حسرت کے ساتھ جان دو اور ان کو بھی اپنے رو برو برباد ہوتے دیکھو۔ اور ان سے سوال ہونے سے یہ مراد کہ تمہارے اموال ومکانات کے ساتھ ہلاک ہونے سے کل آیندہ آنے والے لوگ سوال کریں گے کہ یہ کون لوگ تھے اور کیوں کر ہلاک ہوئے؟ یا یہ معنی کہ جاؤ تمہارے نوکر چاکر ماتحت لوگ تم سے پوچھ پوچھ کر کام کریں گے جیسا کہ تمہاری بحالی کے وقت میں کیا کرتے تھے یعنی کہاں بھاگ کر جاتے ہو وہیں جاؤ نا جاؤ۔ ویسی ہی حکومت چلاؤ پھر فرماتا ہے فما زالت تلک دعوٰہم حتی جعلنٰہم حصیدا خامدین کہ وہ ہلاک ہوتے ہوتے تک یوں ہی پکارا کیے یٰویلنا انا کنا ظلمین۔ کہ اے افسوس اے خرابی بے شک ہم ستمگار تھے مگر اس وقت ان کا کہنا کیا فائدہ دیتا تھا آخر یوں ہی پکارتے پکارتے نیست و نابود ہوگئے۔ دعوٰی مصدر بمعنی الدعوۃ پکارنا جیسا کہ اہل جنت کی شان میں آیا ہے وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العلمین۔

حصید کٹی ہوئی کھیتی بمعنی المحصود۔ الخمود بجھنا آگ کا یعنی ان کو ہم نے ایسا کر دیا جیسے کھیتی کٹی ہوئی پڑی ہوتی ہے اور اس طرح بجھا دیا جس طرح آگ بجھ جاتی ہے مراد یہ کہ ہلاک و برباد کر دیا۔

ان گاؤں کی نسبت کہ جن کا ان آیات میں ذکر ہے مفسرین کا اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حضور اور سحول یمن میں دو شہر تھے جہاں عمدہ کپڑا بنتا تھا وہ مراد ہیں۔ کوئی کہتا ہے شام کے ملک میں سدوم وغیرہ قوم لوط کی بستیاں مراد ہیں۔ فقیر کہتا ہے کہ شام و یمن پر کیا موقوف ہے، تاریخ کھول کر دیکھیے گا تو ہر ملک میں آپ کو ایسے بہت سے اجاڑ شہر ملیں گے کہ جو زلزلہ یا آسمانی پتھروں یا طغیانی دریا یا وبا یا قتل یا پہاڑ کے آتشی مادہ سے یا کسی اور آفت الٰہی سے جو معمولی آفتوں کے علاوہ ہے برباد ہوئے ہیں اور اب ان قوموں کا نام و نشان بھی نہیں ان کی جگہ اور قومیں آباد ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

وما خلقنا السماء والارض الخ مشرکین بلکہ اور بہت سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ انسان اور دیگر چیزیں آپ ہی پیدا ہوتی ہیں اور آپ ہی مٹ جاتی ہیں خدا کو انسان کے نیک و بد سے کیا غرض اور رسولوں کے بھیجنے سے کیا مطلب پھر جو کوئی قوم یا شہر برباد ہوا یا ہوتا ہے اس میں ان کے گناہ وثواب کو کیا دخل یہ سب اسباب ارضی و سماوی سے ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ آسمان اور زمین اور اندر کی کائنات از خود تو پیدا ہو ہی نہیں گئی بہر طور کوئی اس کی علت و سبب نکالو گے پھر اس میں کلام ہوگا۔ انجام کار خدا کا قائل ہونا پڑے گا۔ پھر جب ان کے ہم خالق ہیں تو باوجود اس علم و حکمت کے ہم نے ان چیزوں کو عبث اور بے کار تو پیدا کیا ہی نہیں بلکہ ہر ایک سے ایک غایت مطلوب ہے پھر جن چیزوں کو فی الجملہ اس غایت اور کمال حاصل کرنے میں اختیار بھی دیا گیا ہے اور وہ اس کو حاصل نہ کریں گے (جیسا کہ خلقت انسان سے مقصود اس کی معرفت و عبادت و دیگر مصالح ہیں) تو نکمے ہوں گے جیسا کہ میوے دار درخت کی نکمی شاخ جس کا کاٹنا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس کی جگہ اور شاخ پھوٹے (وانشانا بعدھا قوما آخرین) رہے اسباب ارضی و سماوی وہ سب بھی ہمارے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اسباب کا پیدا کرنا بربادی اور ہلاکت کے لیے یا سعادت کے لیے ہمارا ہی کام ہے۔ اور اگر ہم کو دنیا کے پیدا کرنے سے کھیل اور تماشا ہی منظور ہوتا تو لاتخذناہ من لدنا اے من عندنا اپنے ہاں سے یعنی مجردات اور نورانی چیزیں جو ہمارے اسرار ربوبیت کا نمونہ ہیں کیا کم تھیں؟ بلکہ انبیاء و رسل بھیجنے سے ہمارا مقصود تو بہتان باطلہ کا مٹانا اور حق کا جتلانا ہے۔ اس مضمون کو

کس خوبی سے ادا کیا ہے۔ باطل کو مٹی کے خام برتن سے تشبیہ دی ہے اور حق کو سخت پتھر سے کہ جب اس کو اس برتن پر پھینک ماریں تو فوراً ٹوٹ پھوٹ جائے اس لیے فرماتا ہے کہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں کہ جس سے وہ باطل مٹ جاتا ہے۔

اور اے کفار ولکم الویل مما تصفون تم جو یہ برے بیان کرتے ہو اس سے تمہارے لیے خرابی ہے یا یہ جملہ انشائیہ بصورت جملہ خبریہ ہے کہ تمہاری ان باتوں پر پھٹکار۔ من جملہ ان کے برے بیانوں کے ایک یہ بھی تھا کہ وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اب اس کا ابطال فرماتا ہے وله من فی السمٰوٰت والارض کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ کی ملک ہے پھر اس کو بیٹے کی کیا حاجت؟ اور جو بیٹا ہے پھر اس نے کیا پیدا کیا ہے۔ چیزیں تو خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں ومن عندہ اور اس کے پاس رہتے ہیں یعنی ملائکہ وہ تو خود رات دن اس کی عبادت کرتے ہیں تھکتے نہیں نہ تکبر کرتے ہیں پھر وہ اس کی بیٹیاں کیوں کر ہیں؟ ام اتخذوا الٰھۃ زمین کی چیزوں کو انہوں نے گویا خدا بنا لیا ہے۔ پھر کوئی پوچھے ھم ینشرون کیا وہ کسی کو زندہ کر سکتے ہیں؟

لو کان فیھما الٰھۃ اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوں تو آپس کے جھگڑے سے نہ آسمان رہے نہ زمین پس خدا عرش کا مالک جس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ کیا کرتا ہے ان سب باتوں سے پاک ہے۔ اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ خود انہوں نے زمین کی چیزوں سے پتھر پیتل تانبے سونے چاندی کے آپ ہی بت بنا کر کھڑے کرتے اور پھر ان کو پوجتے ہیں۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً ۖ قُلْ

کیا انہوں نے اس کے سوا اور بھی معبود بنا رکھے ہیں۔ کہہ دو

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۖ هَٰذَا ذِكْرُ مَن

اپنی دلیل تو پیش کرو　یہ میرے ساتھ والوں کا فہمائش کرنے والا

مَّعِيَ وَذِكْرُ مَن قَبْلِي ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

(قرآن) موجود ہے اور مجھ سے پہلوں کے بھی فہمائش نامے ہیں (یعنی توریت و انجیل)

لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ ۖ فَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٤﴾

کسی میں بھی دو معبود نہیں) بلکہ ان میں سے اکثر تو حق کو جانتے ہی نہیں اس لیے منہ پھیرے ہوئے ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ

اور (اے نبی) ہم نے تم سے پیشتر ایسا کوئی بھی رسول نہیں بھیجا کہ جس کی

إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا

طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ بجز میرے اور کوئی معبود نہیں،

فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ

سو میری ہی عبادت کیا کرو　اور وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے (فرشتوں کو)

الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ

بیٹیاں بنا لیا ہے　وہ پاک ہے　بلکہ وہ تو اس کے

مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ

معزز بندے ہیں　کلام کرنے میں اس سے پیش قدمی نہیں کرتے

وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ

اور وہ اسی کے حکم پر کام کرتے ہیں　وہ جانتا ہے

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ

جو کچھ کہ ان کے آگے　اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور

لَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ

وہ شفاعت بھی نہیں کرتے　مگر اسی کے لیے کہ جس سے وہ خوش ہو گیا

وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾

اور وہ　اس کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں

وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن

اور جو کوئی ان میں سے یہ کہے　کہ اس کے سوا میں

دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ

خدا ہوں تو اسی پر ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے ظالموں کو

ع ۲ (۱۹)

نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (۲۹)

ہم اسی طرح سے سزا دیا بھی کرتے ہیں

پھر تہدید و توبیخ کے لیے اسی جملہ کو نقل فرماتا ہے۔ ام اتخذوا الخ کیا انہوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ پھر اس بات کو دو طرح سے باطل کرتا ہے (۱) قل ھاتوا برھانکم کہ اس پر کوئی سند یا دلیل پیش کرو، اور جب سند نہیں تو محض وہم اور فاسد خیال ہے۔ (۲) ھٰذا ذکر من معی وذکر من قبلی کہ اچھا اگر تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل اس بات پر نہیں تو نقلی پیش کرو۔ نقلی دلیل کتاب الٰہی سے ہو تو مسلّم ہے ورنہ نہیں۔ اور کتاب الٰہی جو میرے ساتھ والوں کا یعنی میری امت کا ذکر یعنی فہمایش کرنے والی ہے وہ قرآن مجید ہے اور مجھ سے پہلے لوگوں کا ذکر توراۃ و انجیل و زبور و صحف انبیاء بھی دنیا میں آچکے ہیں پھر کسی میں تو دکھاؤ کہ اور بھی خدا کے سوا معبود ہیں؟ سعید بن جبیرؒ و قتادہؒ و سدیؒ کہتے ہیں کہ یہ ذکر من قبلی قرآن مجید کی صفت ہے کہ اس قرآن میں میری امت کا اور مجھ سے پہلے لوگوں کا ذکر ہے اب اس سے بڑھ کر اور جامع کونسی کتاب ہوگی جو مانوگے؟ فرماتا ہے بل اکثرھم لا یعلمون الحق فھم معرضون کہ یہ جو اس سے اعراض کرتے ہیں اس سے کتاب الٰہی کا قصور نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اکثر ان میں سے نادان اور جاہل ہیں حق شناس نہیں ہیں اس لیے اعراض کرتے منہ موڑتے ہیں۔ اس کتاب کا اور اگلی کتابوں کا تو حال انہیں معلوم ہوگیا۔ رہے بزرگان دین جو انبیاء اور رسول ہیں انہوں نے بھی کبھی دو خدا کی عبادت نہیں بیان کی بلکہ وما ارسلنا من قبلک الخ اے محمد تم سے پیشتر جس قدر انبیاء ہم نے بھیجے ہیں سب کی طرف یہی وحی کی تھی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کیا کرو۔ چنانچہ توریت موجودہ اور اناجیل موجودہ میں بھی یہ بات موجود ہے پھر مسیح کا خدا ہونا اور خدا کا بیٹا ہونا اسی طرح اور چیزوں یا بزرگوں کا خدائی میں شریک ہونا ان کو کہاں سے ثابت ہوگیا؟ عرب میں قبیلہ خزاعہ کے لوگ فرشتوں کو خداتعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے ان کے قول کو بھی رد فرماتا ہے وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحٰنہ کہ وہ مشرکین کہتے ہیں کہ خدا نے اولاد بنائی ہے وہ ایسی باتوں سے پاک ہے اور وہ فرشتے کہ جن کو وہ خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اس کے بندے ہاں معزز بندے ہیں مگر اس کے حکم کے ایسے مطیع ہیں کہ (۱) کلام بھی اس کی اجازت بغیر نہیں کرتے جب وہ کچھ فرمالیتا ہے تو بولتے جواب دیتے ہیں (۲) وہ اس کے حکم کے پابند ہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کا ظاہر و باطن معلوم ہے۔ یا یہ معنی کہ خداتعالیٰ نے جو ان کو عزت دی ہے وہ ان کی ابتداء انتہا سے خوب واقف ہے کہ وہ نافرمانی نہیں کرتے یا یہ کہ وہ اس کی قدرت و علم کے احاطہ میں ہیں پھر ان کی الوہیت کیسی؟۔

(۳) اور وہ سفارش بھی اسی کی کرتے ہیں کہ جس سے خدا کو راضی پاتے ہیں یعنی کلمہ گو کی۔

اور (۴) وہ ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو کوئی بالفرض ان میں سے خدائی کا قائل ہو بھی تو ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں۔ ہمارے زیرِ حکم ہیں پھر بیٹیاں ہونا اور رشتہ دار ہونا کیسا؟ اور ان پر کیا موقوف ہے ہم ہر ظالم کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ

اور کیا منکروں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ آسمان

ف برصفحہ آئندہ

وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا

اور زمین باہم جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے ہی ان کو جدا جدا کر دیا اور ہر

مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا

جان دار چیز کو پانی سے بنایا تو پھر کیا اس پر بھی

يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۰ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ

ہم پر ایمان نہیں لاتے اور زمین میں ہم نے ہی بوجھل پہاڑ

رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا

رکھ دیے ہیں کہ ان کو لے کر ادھر ادھر نہ جھکنے پائے اور اس میں

فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱

ہم نے ہی کشادہ رستے بنا دیے تاکہ لوگ راہ پاویں

وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ښ وَّهُمْ

اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا اور وہ ہیں

عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۳۲ وَهُوَ الَّذِيْ

کہ ہماری آسمانی نشانیوں سے منہ پھیرے بیٹھے ہیں اور وہی تو ہے کہ جس نے

خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ

رات اور دن اور آفتاب اور چاند کو پیدا کیا

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳

جو ہر ایک (ایک ایک) آسمان میں تیرتا پھرتا ہے۔

ترکیب

کل شئ مفعول جعلنا حی اس کی صفت من الماء لابتداء الغایت ویجوزان یکون صفۃ کل تقدم علیہ

ضار حالاً۔

تفسیر

مشرکین کا خیال رد کر کے اب ان کے سامنے (جو بت سے معبودوں کے قائل تھے اور کبھی اس کی معزز مخلوق کو اس کا بیٹا یا بیٹیاں کہتے تھے) یہ چند دلائل بیان فرماتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ عالم میں یہ تمام صنعت کاری اسی کی ہے کسی معبود یا بیٹے نے کیا پیدا کیا ہے؟ اور چوں کہ یہ دلائل ایسے بدیہی ہیں کہ جو ادنیٰ غور کرنے سے مدعا ثابت کر دیتے ہیں تو اس لیے اولم یر کر کے خطاب کیا(۱) ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا الخ رتق بند کرنا بند ہونا فتق بالفتح جدا کرنا کھولنا۔ اس کے معنی مفسرین نے چند طور پر بیان کیے ہیں لیکن ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ اور جمہور مفسرینؒ اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ آسمانوں کا بند ہونا مینہ کا ان سے نہ برسنا اور زمین کا بند ہونا نباتات کا پیدا نہ ہونا اور کھلنا آسمان سے بارش برسنا اور زمین کا نباتات اُگانا۔ کیا کافر یہ نہیں دیکھ چکے بلکہ ہر سال صیف و شتا شدید کے وقت جب کہ بارش نہیں ہوتی اور زمین سے کچھ پیدا نہیں ہوتا دیکھتے ہیں کہ آسمان اور زمین بند ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ہی اپنے ید قدرت سے کھولتا ہے، بارش برساتا ہے پھر اس سے ہر قسم کا سبزہ اُگاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان آیات میں ابتداء آفرینش عالم کی طرف اشارہ ہے جس کو قرآن مجید میں کئی جگہ بیان فرمایا یہاں اجمالاً بیان کیا جاتا ہے کہ مادہ اثیریہ یعنی ایتھر سب ایک جا جمع تھا آسمانوں اور زمین کا مادہ مجتمع تھا اس میں سے میں نے آسمانوں کو جدا کر دیا زمین کو

ف (صفحہ گزشتہ) اولم یر بمعنی اولم یعلموا۔ کانتا الضمیر الی السماء والارض بلحاظ الجنس لہٰذا لم یقل کن۔ الرتق السد ضد الفتق یقال رتقت الفتق۔ رتقہ فارتتق اے التأم اے کانتا مرتوقتین وقال رتقا ولم یقل رتقین لانہ مصدر ۱۲ منہ

جدا یعنی اس میں سے کسی قدر سے آسمان بنا دیے کسی قدر سے زمین پھر زمین کی مخلوقات حیوانات نباتات کو زندہ کیا۔ کل شئی سے یہی چیزیں مراد ہیں نباتات میں بھی ایک قسم کی حیات ہے اگر غور کرو تو جمادات کا انعقاد بھی پانی سے ہوا ہے اور ان کی صورت نوعیہ کا قیام ان کی حیات ہے اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے۔ (۲) وجعلنا من الماء کل شئی حی صاحب کشاف کہتے ہیں کہ جعلنا یا تو ایک مفعول کی طرف متعدی قرار دیا جاوے یا دو کی طرف پہلی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے ہر حیوان کو پانی سے پیدا کیا جیسا کہ اور جگہ فرماتا ہے واللہ خلق کل دابۃ من ماء یا تو نطفہ سے حیوانات پیدا ہوتے ہیں جو ایک قسم کا پانی ہے یا ان کو پانی کی طرف اشد ضرورت ہے اس لیے ان کی حیات کو پانی کی طرف منسوب کیا جیسا کہ آیا ہے خلق الانسان من عجل انسان میں جلدی ہونے کو جلدی سے پیدا ہونے کے ساتھ تعبیر کیا یہ ایک محاورۂ عرب ہے۔ دوسری صورت میں یہ معنی ہوں گے صیرنا کل شئی حی بسبب الماء کہ ہر جان دار کو پانی سے زندہ کیا ہے من الماء مفعول ثانی کل شئی موصوف حی صفت مجموعہ مفعول اول مفعول ثانی کا مقدم کرنا اہتمام شان کی وجہ سے ہوگا اور بعض روایات میں حیاً بالنصب بھی آیا ہے تو اس کو اس صورت میں کلٌ کی صفت قرار دیں گے کہ ہر کل شئیٔ جو حی ہے اس کو پانی سے پیدا کیا۔ یا یہ مفعول ثانی ہوگا تب یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک شئیٔ کو پانی سے زندہ کیا۔ اس صورت میں ہر شئے سے مراد حیوان یا نباتات ہوں گے قرائن سے یہ عام خاص کیا جاوے گا۔

سوال بہت سے جان دار ہیں جو پانی سے پیدا نہیں ہوئے جیسا کہ جن آگ سے پیدا ہوتے ہیں یا فرشتے اور خود حضرت آدمؑ جن کی نسبت آیا ہے خلقہٗ من تراب اور وہ جانور جن کو حضرت مسیح علیہ السلام گارے کا بنا کر اس میں کچھ پھونکتے تھے کہ وہ اُڑ جاتا تھا پھر سب جان داروں کا پانی سے پیدا ہونا نہ پایا گیا۔

جواب لفظ اگرچہ عام ہے مگر قرینہ مخصص موجود ہے کس لیے کہ اللہ تعالیٰ ادلم یرے وہ چیزیں بیان کرتا ہے جو ان کے دیکھنے میں آتی ہیں اور یہ چیزیں انھوں نے کب دیکھی ہیں پس یہ اس میں شامل نہیں یا بیان اکثر یہ ہے جس کو محاورۂ عرب میں کلیہ سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور عرف عام کا بھی کلیہ ہے۔

(۳) وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم اسے لئلا تمید لام و لا عدم التباس کی وجہ سے حذف کیا گیا۔ راسیہ زمین میں گڑی ہوئی چیز جس کی جمع رواسی ہے، مراد پہاڑ۔ یعنی کرۂ زمین میں پہاڑوں کی وجہ سے یا خود اس کی ذات میں ثقل اور بوجھل ہونا کر دیا جو ڈگمگاتی نہیں اگر یہ بھی ہوا یا پانی کی طرح خفیف و سبک ہوتی ہلتی جلتی تب اس پر نہ کوئی مکان رہتا نہ مکین یہ بڑا انعام الٰہی ہے۔

(۴) وجعلنا فیھا فجاجا سبلا لعلھم یھتدون کہ زمین میں تمہارے راہ پانے کے لیے کشادہ رستے رکھے اگر سخت ناہموار دشوار گزار زمین ہوتی جیسا کہ بعض خیال کرتے ہیں تو بھی دنیا اس لطف کے ساتھ نہ بستی۔ الفج الطریق الواسع لعلھم یھتدون میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ کاش یہ گمراہ ان کشادہ رستوں کو نعمت سمجھیں اور راہ ہدایت پر آویں۔

(۵) وجعلنا السماء سقفا محفوظا آسمان کو چھت زمین سے فوقیت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ اب رہا اس کا محفوظ ہونا سو وہ کئی وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ وہ گرنے اور پرانا ہونے سے محفوظ ہے اور گھروں کی چھتوں کی مانند وہ نہیں۔ کقولہ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ دوم یہ کہ شیاطین سے محفوظ ہے شیاطین کو وہاں تک رسائی نہیں کما قال وحفظنٰھا

من کل شیطٰن رجیم زمین گویا فرش اور آسمان اس کی چھت ہے اور یہ ایک عمدہ گھر ہے جس کی روشنی کی قندیلیں آفتاب و ماہتاب ہیں اور اسی طرح سیارے بھی جن کا آگے ذکر فرماتا ہے۔ پھر یہ تمام مخلوق جو اس کے گھر میں اس کی نعمت کھا پی رہی ہے اور یہ گھر اور اس کی نعمتیں جو روز اپنے مہمانوں کو کھلاتا ہے بجز اس کے اور کس نے پیدا کی ہیں؟ پھر اس آسمان کی رفتار اور اس کے ستاروں کی گردش اور ان سے صدہا انقلابات خدا تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جو اس کے جبروت و سطوت پر دلالت کر رہی ہیں لیکن کفار ان میں غور نہیں کرتے وھم عن اٰیٰتھا معرضون۔

فی الحقیقت اگر انسان تھوڑی دیر ان عجائب قدرت میں غور کرے کہ جو اس نے آسمانوں میں رکھی ہیں تو صاف معلوم ہو جاوے کہ اس پردۂ زنگاری میں کوئی ہے جو یہ کارپردازی کر رہا ہے۔

(۶) وھو الذی خلق الیل والنہار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون اس آیت میں ان چند نشانیوں کا ذکر کرتا ہے کہ جن سے وہ اعراض کرتے ہیں رات دن کا بہ تعاقب آنا علاوہ ان بے شمار فوائد کے جو انسان اور دیگر مخلوق کے لیے ہیں جیسا کہ رات میں سونا آرام کرنا دن میں روزی تلاش کرنا کاروبار کرنا پھلوں پھولوں کا نمودار ہونا۔ اس کی قدرت کی بھی ایک دلیل واضح ہے پھر آفتاب کے مختلف حرکات اور مختلف طور پر طلوع و غروب کرنے میں رات دن کے پیدا ہونے کے سوا ہزاروں فوائد ہیں اور یہ گویا اس دنیا کے گھر کا چراغ ہے۔ اسی طرح ماہتاب کی حرکات اور مختلف طور پر طلوع و غروب بھی ان فوائد کی تکمیل ہے اور یہی حال دیگر ستاروں کا ہے۔ یہ رات کا چراغ ہے۔ چاند اور سورج کی اس چال کو جب ناظر آسمان کی طرف غور کر کے دیکھتا ہے تو گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نیلے رنگ کے دریا میں یہ دو مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔ ان کی اس چال کو تیرنے کے ساتھ بطور تشبیہ یا استعارہ کے بیان کیا۔

ف حکماء قدیم کا ایک بڑا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ سات آسمان ہیں اور آفتاب چوتھے آسمان میں ہے۔ اور ماہتاب پہلے میں اور نیز ان کی حرکات فلک کی حرکات کے ساتھ ہیں پھر تدویر اور اس فلک کی وجہ سے کہ جس میں یہ تدویر ہے اور نیز فلک الافلاک کی وجہ سے مختلف حرکات پیدا کرتے ہیں (اگر یہ حرکات مختلف نہ ہوتیں تو کہیں ہمیشہ جاڑا رہتا کہیں سخت گرمی کہیں رطوبت کہیں سخت یبوست نظام عالم میں خلل واقع ہو جاتا) ان کے نزدیک تو معنی ظاہر ہیں اور جمہور اہل اسلام بھی ان آیات و دیگر آیات سے ایسا ہی خیال رکھتے ہیں۔ مگر حکماء کا ایک فریق کہتا ہے کہ آفتاب اور ماہتاب کسی فلک میں جڑے ہوئے نہیں اپنے اپنے مدار پر بذات خود حرکت کرتے ہیں اور افلاک کوئی جسم دار چیز نہیں ہاں یہ جو نظر میں ایک نیلا گنبد سا نظر آتا ہے یہی عرف عام میں فلک گنا جاتا ہے خدا کی پاک کتابوں میں ایسے امور کی حقیقت سے کچھ بحث نہیں کہ وہ کیا ہے وہاں تو عرف عام کے لحاظ کر کلام ہوا کرتا ہے پس اس تقدیر پر ہر ایک کا ایک فلک میں تیرنا حرکت کرنا بجز اس توجیہ کے درست نہیں ہو سکتا کہ فلک سے مراد ہر ایک کا مدار لیا جاوے جیسا کہ ضحاک کا قول ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ

اور (اے نبی) آپ سے پہلے بھی ہم نے کسی آدمی کے لیے ہمیشگی نہیں ٹھانی

اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ

تو پھر کیا آپ مر جاویں گے تو وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ ہر ایک

نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ

جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور (اے لوگو) ہم تم کو

بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۳۵

بری اور بھلی آزمائش کرتے ہیں اور تم ہمارے پاس تو پھر آؤ ہی گے۔

وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ

اور (اے نبی) جب تم کو کافر دیکھتے ہیں تو بس تم سے ہنسی

ع ۳

إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ

کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہ وہی ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ۳۶ خُلِقَ

حالانکہ وہ (خود) رحمٰن کے ذکر سے منکر ہیں آدمی

الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُرِيكُمْ آيَاتِي

جلد باز بنایا گیا ہے (وہ ٹھہرا) میں تم کو اپنی نشانیاں ابھی دکھلائے دیتا ہوں

فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ۳۷ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا

سو جلدی مت کرو اور وہ (منکرین) کہتے ہیں کہ

الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۳۸ لَوْ

بتاؤ وہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو کاش

يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ

منکروں کو وہ وقت معلوم ہو جائے کہ جب وہ نہ اپنے مونہوں[1] (آگے) سے

عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ

آگ دور کر سکیں گے نہ اپنی پشت (پیچھے) سے

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۳۹ بَلْ تَأْتِيهِمْ

اور نہ ان کی مدد کی جائے گی بلکہ وہ گھڑی ان پر یک بیک

بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

آجائے گی پھر تو وہ ان کو بدحواس کر دے گی پھر نہ تو اس کو ٹال

رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۴۰ وَلَقَدِ

سکیں گے اور نہ ان کو مہلت ملے گی اور (اے نبی)

اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ

آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ تمسخر کیا گیا ہے پھر جس

بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا

عذاب کی بابت وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے وہی

بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۴۱

ان پر آپڑا۔

ترکیب

فتنۃ مفعول لہ یا موضع حال میں ای فاتنین یا مفعول مطلق ای نفتنکم بہا فتنۃ۔ الا ھزوا مفعول ثانی۔ من عجل موضع نصب میں خلق سے علی المجاز جیسا کہ خلق من طین۔ اور حال بھی ہو سکتا ہے ای عجلا وجواب لو محذوف وحین مفعول بہ ہے یعرف۔ بغتۃ مصدر موضع حال میں۔

تفسیر

آفتاب و ماہتاب اور دیگر دارِ دنیا کے ارکان بیان فرما کر کہ جن میں غور کرنے سے اس گھر کے بنانے والے کا وجود ثابت ہوتا تھا یہ بات بیان فرماتا ہے کہ کسی کو سدا اس گھر میں نہیں رہنا۔ اے محمد تم سے پہلے کوئی ہمیشہ رہنے والا نہیں بنایا نہ تم کو ہمیشگی ہے اور نہ تمہارے بعد ہمیشہ یہ رہیں گے جو تمہارے مرنے کی آرزو کرتے ہیں۔ وما جعلنا الخ اس دنیا میں امتحان کے لیے تم آئے ہو تاکہ تم نیکی کر کے دارِ آخرت کی خوبیوں کے مستحق بنو اور ہمارے پاس ہر ایک کو ضرور آنا ہے پھر ہر ایک کو نیکی بدی کا بدلہ ملنا ہے واذا رآک الخ مگر اب ان دارِ آخرت سے غافلوں اور دارِ دنیا کے مفتونوں کا یہ حال ہے کہ بجائے اس کے کہ دارِ آخرت کے ہادی کا

[1] یعنی آگے پیچھے ہر طرف سے جہنم کی آگ گھیرے ہوگی نہ اس کو سامنے سے دور کر سکیں گے نہ پیچھے سے ۱۲ حقانی

اتباع کرتے اس سے ہر وقت تمسخر اور ٹھٹھا کر کے کہتے ہیں کہ کیا یہی تمہارے بتوں کو برائی سے یاد کرتا ہے؟ یعنی ان کی خدائی باطل کرتا ہے ان کو بے اختیار اور عاجز کہتا ہے۔ مقاتل و سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی وہ زیادہ تر ٹھٹھا کیا کرتا تھا اس میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتا ہے کہ بتوں کے اور اپنے فرضی معبودوں کے ذکر سے تو ایسا خفا ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کے ذکر یعنی اس کے اوصاف حمیدہ وحدہٗ لاشریک لہٗ اور قادر مطلق ہونے وغیرہ کے منکر ہیں ایسا برتاؤ کرتے ہیں جس سے اس کے ان اوصاف کا انکار لازم آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حقیقی معبود کے مقابلہ میں فرضی معبودوں کی یہ قدر و منزلت؟ پھر دارِ آخرت اور حیات جاودانی کیونکر نصیب ہوگی؟

خلق الانسان من عجل لے خلق عجولاً و ذلک علی المبالغۃ۔ یعنی دارِ آخرت کا بادی جو ان کو بری باتوں سے جو پیش آنے والی ہیں روکتا ہے تو اپنی جلد بازی سے کہتے ہیں کہ متٰی ھٰذا الوعد وہ وعدہ کب پورا ہوگا اور جلد ہم پر کیوں عذاب نہیں آ چکتا۔ فرماتا ہے سادریکم اٰیتی کہ ابھی میری آیتوں کا یعنی ان باتوں کا کہ جن کا وعدہ کیا گیا ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد ظہور ہو جاتا ہے جلدی نہ کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ جلد بازی اس لیے ہے کہ ان کو اس کا یقین نہیں اگر ان کو وہ وقت معلوم ہو جاوے کہ جب جہنم میں ہر طرف سے آگ ان کو گھیرے گی کبھی اس کی جلدی نہ کرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان آیات میں سے ایک قیامت ہے کہ جو فوراً آ جاوے گی مہلت نہ لینے دے گی۔

پھر آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تسلی دیتا ہے کہ یہ تمسخر کوئی نئی بات نہیں کفار ہمیشہ انبیاء سے تمسخر کرتے چلے آئے ہیں جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ وبال و عذاب

جس کی بابت وہ تمسخر کرتے تھے انہیں پر الٹ پڑا۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ

(اے نبی! ان سے) پوچھو تو سہی کہ رات اور دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری کون

مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

محافظت کرتا ہے (ان کو ڈرنا چاہیے ڈرنا تو کجا) بلکہ وہ تو اپنے رب کے

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ

ذکر سے بھی منہ موڑے ہوئے ہیں پھر کیا ہم سے ان کے معبود ان کو بچائے رکھتے

مِّنْ دُوْنِنَا ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ

ہیں وہ تو خود اپنی بھی (وقت پر) مدد نہیں کر سکتے

اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور نہ ان کا ہمارے مقابلہ میں کوئی ساتھ دے گا

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى

(وہ معبود کسی کو کیا دے سکتے ہیں) بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو یہاں

طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ

تمتع دیا یہاں تک کہ ان پر زمانہ دراز گزر گیا (اس لیے اس تمتع کو رحمت خداوندی نہیں سمجھتے) پھر کیا وہ

لہ یہ پیشین گوئی ہے کہ کیا کفار نہیں دیکھتے کہ ارض یعنی زمین عرب کو چاروں طرف سے کم کرتے یعنی فتح کرتے ہوئے یا گھولتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ بھی ہوا اس آیت کے نازل ہونے کے وقت گو یہ ظہور و غلبۂ اسلام نہیں ہوا تھا مگر جس کا ہونا یقین ہوتا ہے اس کو ہوا ہی کہہ کر تعبیر کرتے ہیں ۱۲

ف الکلاءۃ الحراسۃ والحفظ یقال کلاءہ اللہ کلاءۃ اے حفظہ و قرئ یکلوکم بفتح اللام و اسکان واو۔

یصحبون قال ابن قتیبۃ اے لا یجیرہم منا احد لان المجیر صاحب الجار و القرب تقول صحبک اللہ اے حفظک

۱۲ منہ

اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا

نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے دبائے چلے آتے ہیں

اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ

پھر کیا وہی غالب رہیں گے؟ اے رسول! آپ کہہ دیجئے میں تم کو صرف وحی

بِالْوَحْیِ وَلَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ

سے ڈراتا ہوں (مگر تم بہرے ہو) اور بہروں کو جب کسی چیز سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ

اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

(کسی سے) پکارنا ہی نہیں سنتے ڈرنا تو کجا

ترکیب

من استفہامیہ مبتدا یکلؤکم اے یحفظکم خبر من الرحمٰن اے من باسہ موضع نصب میں یکلؤ سے ام استفہام انکاری لا یستطیعون جملہ مستانفہ یصحبون مازنی کہتا ہے یہ اصحبت الرجل اذا منعتہ سے ہے نہ صحبت سے۔ بعض کہتے ہیں صحبت اس جگہ بمعنی نصرت و معونت ہے۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ آخرت میں ان پر ہر طرف سے عذاب محیط ہوگا آگے سے اور پیچھے سے یہ اس کو دفع نہ کر سکیں گے۔ اب فرماتا ہے آخرت تو آخرت اگر دنیا میں ان پر رات دن میں کوئی بلا نازل ہو جاوے تو یہ اس کو کب روک سکتے ہیں پس اس دار دنیا میں بھی ان رات دن کے صدہا مصائب سے بجز رحمٰن کے اور کوئی ان کو محفوظ نہیں رکھ سکتا یہ بات ان سے پوچھ دیکھو خود ان کو بھی اس کا اقرار ہے۔ لفظ رحمٰن میں اشارہ ہے کہ یہ محافظت محض اس کی رحمت کا مقتضیٰ ہے ورنہ تمہارے اعمال تو ایسے نہیں۔ یہ جملہ گویا اگلے کلام کے لیے تمہید بھی ہے کہ ان کے معبودوں میں سے ایسا کوئی ہے جو ان کو ہماری بلا سے محفوظ رکھ سکے؟ پھر فرماتا ہے کہ وہ تو خود اپنی ہی حفاظت نہیں کر سکتے۔ وہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر جو ہمارے سوا اوروں کو پوجتے ہیں گویا عمداً ہم سے اور ہماری یاد سے منہ پھیرتے ہیں کما قال بل ہم عن ذکر ربہم معرضون اب ان کی اس بے اعتنائی کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بل متعنا ھٰؤلاء و اٰباءھم ان کا یہ اعراض و تمرد کچھ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے اس دار دنیا میں کہ جس کا فرش زمین اور جس کی چھت آسمان اور جس کی قندیلیں چاند اور سورج ہیں ان کو پشت در پشت اپنے کرم و فضل سے طرح طرح کی نعمتیں عطا کی ہیں کہ جن کو یہ برتتے برتتے یہ سمجھنے لگے کہ یہ سب ہماری ہی کوشش کا نتیجہ ہے اور سدا سے ہے اور ہمیشہ ہم یوں ہی کامیاب رہیں گے۔ الغرض ہماری نعمتیں کھا کھا کر مست و مغرور ہو گئے سو ان کا یہ خیال غلط ہے وہ ہماری نافرمانی کر کے کبھی بحال نہ رہیں گے ہم ان کو مٹا ڈالیں گے اور اپنے پاک باز بندوں کو غالب کریں گے افلا یرون انا ناتی الارض ننقصہا من اطرافہا سے یہی مراد ہے کہ وہ مشرکین متمردین جو عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ زمین یعنی ملک عرب کو اس کے کناروں سے ہم کم کرتے چلے آتے ہیں کہ مکہ کے اردگرد دور دور تک بڑے بڑے سرکش مرتے جاتے ہیں اور اسلام پھیلتا چلا آتا ہے کفر کی زمین گھٹتی چلی جاتی ہے اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ ابن عباسؓ و مقاتل و کلبی کہتے ہیں ننقصہا سے مراد اسلام کے لیے شہروں کا فتح ہونا۔ عکرمہ کہتے ہیں لوگوں کے مرنے سے بستیوں کا برباد ہونا۔ اول قول قوی ہے مگر ایک شبہ ہوتا ہے کہ یہ سورۃ مکیہ ہے اور جہاد ہجرت کے بعد فرض ہوا تھا پھر زمین کفر کے کم کرنے کے اس وقت میں کیا معنی؟ سیوطیؒ نے اتقان میں کہا ہے کہ یہ آیات مدنیہ میں ہیں تب شبہ نہیں رہا۔

فقیر کہتا ہے کہ اگر آیات مکیہ بھی ہوں تو کچھ شبہ نہیں۔
کس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے
ہجرت سے ذرا پیشتر مدینہ اور اس کے نواح میں اسلام
پھیل گیا تھا اسی طرح حبشہ میں اور دیگر قبائل عرب میں
بھی۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو یہ جو کچھ میں
تم سے کہتا ہوں اپنے گھر سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے
جو تمہارا منعم حقیقی ہے مگر جو لوگ بہرے ہو گئے ان کے
کانوں میں حق باتوں کی رسائی نہیں وہ اس خوف آمیز پیغام
کو سنتے ہی نہیں وہ دراصل بہرے ہو گئے تھے بلکہ اس
قوت شنوائی کو عمداً حق بات سننے میں صرف نہیں کرتے
تھے گویا انہوں نے اس قوت سے جب اس کا اصلی کام
نہ لیا تو کھو ہی دیا اس لیے بطور استعارہ کے ان کو بہرا کہا گیا
اور اسی طرح جس قوت خداداد کو کوئی اس کے موقع پر
استعمال نہیں کرتا تو اس کو اس قوت کا گم کر دینے والا
سمجھنا اور اس کا اس فاقدۃ القوۃ سے تعبیر کرنا عام محاورہ
ہے اس لیے ان کو گونگا اندھا کہا جاتا ہے۔

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ
اور اگر ان کو آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی
رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا
لگ جائے تو کہنے لگیں گے کہ ہائے خرابی بے شک ہم ہی
ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ
ظالم تھے اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازوئیں
لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَ
قائم کریں گے پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور
اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہو گا تو
اَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَ
اس کو بھی ہم لا موجود کریں گے اور ہم ہی حساب لینے کے لیے بس ہیں اور
لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ
البتہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والی
وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾
اور روشنی دینے والی اور پرہیزگاروں کی فہمائش کرنے والی (کتاب) دی تھی
الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ
ان پرہیزگاروں کے لیے جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں اور
هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ
قیامت کا بھی وہ خوف کرتے ہیں اور
هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۭ
یہ (قرآن) ایک مبارک پند نامہ ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے
ع اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾
(اے لوگو!) پھر کیا تم اس کے بھی منکر ہو۔

ترکیب

ولئن شرط من عذاب ربک النفحۃ کی صفت۔ و
اصل النفح من الریح اللینۃ والمعنی ولئن مستہم شئی قلیل
من عذاب اللہ لیقولن جواب۔ الموازین جمع میزان موصوف
القسط گو مفرد ہے مگر مصدر ہے جو جمع کی صفت ہو سکتا ہو
یا بہ تقدیر ذوات القسط تب بھی الموازین کی صفت
ہو سکتا ہے مثقال منصوب خبر کان ہو کر اور ان

ف نفح دمیدن بوئے خوش و پائے زدن ناقہ و بہ شمشیر
زدن و وزیدن باد و دادن چیزے نفح بشئی اعطاہ۔ قال الاصمعی
ماکان من الریاح نفح فہو برد و ماکان نفخ فہو حر۔ من الصراح
۱۲ منہ

کان العمل وزن مثقال ، ثقل بمعنی بوجھ سے مشتق ہے جس کے معنی وزن ہے۔ من خردل صفت ہے حبۃ یا مثقال کی۔ کفٰی بنا کی ترکیب گزر چکی۔

تفسیر

ہاں اگر ان کو عذاب الٰہی کی کچھ ہوا بھی چھو جائے ذرا بھی عذاب نازل ہو جائے تو یہ بہرہ پن سب جاتا ہے اور اپنے ظلم و ستم کا اقرار کرنے لگیں اور خیر یہ تو دنیا کا معاملہ ہے مگر آخرت میں تو وہ اپنے اعمال کے بدلے سے ہرگز نہ بچ ہی نہ سکیں گے کیونکہ ونضع الموازین الخ وہاں اعمال کی ترازوئیں ہم قائم کریں گے ہر ایک کے لیے ایک ترازو ہوگی اور ترازو بھی کیسی عدل و انصاف کی کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا کہ اس کے نیک اعمال کو دبا لیا جاوے اور ناکردہ عمل اس پر لگا دیے جاویں بلکہ وان کان مثقال الخ اگر رائی کے دانہ برابر بھی کسی کا عمل ہوگا وہ بھی لایا جائے گا اور ہم خود حساب لیں گے۔ مجاہد کہتے ہیں اور ضحاک و قتادہ سے بھی یہی منقول ہے کہ یہ بطور تشبیہ کے ہے نہ یہ کہ حقیقت میں ترازو عمل تولنے کو کھڑی ہوں گی بلکہ مراد یہ کہ حساب انصاف کے ساتھ لیا جائے گا کیونکہ دنیا میں محسوسات کا صحیح اندازہ اور انصاف و عدل کا وزن ترازو یا پیمانہ سے ہوتا ہے اس لیے قیامت میں اعمال کے موازنہ کو اس کے ساتھ تعبیر کیا۔ ابن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ مگر ائمہ سلف فرماتے ہیں کہ جب تک لفظ کے حقیقی معنی بن سکتے ہوں مجازی کی کیا حاجت؟ پس اگر قیامت میں اعمال تولنے کے لیے ترازو قائم ہو تو کیا بعید ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ وہ ترازو دنیا کی ترازوں کی طرح نہ ہوگی بلکہ اعمال تولنے کے مناسب خواہ اعمال کو کسی شکل میں محسوس کر کے تولا جاوے یا کوئی اور طریق ہو جو خاص اس علام الغیوب کو معلوم ہے اور یہ اس لیے کہ میدان حشر میں سب کو اعمال کا اندازہ معلوم ہو جاوے خدا تعالیٰ پر ظلم کی تہمت نہ کوئی لگاوے اور بہت سی صحیح احادیث سے کہ جن کو صحیحین میں شیخین نے بھی روایت کیا ہے اس قول سلف کی تائید ہوتی ہے۔

سوال یہ آیت اس آیت کے مخالف اور صریح نقیض ہے فلا نقیم لہم یوم القیٰمۃ وزنا۔

جواب اس آیت میں وزن نہ قائم کرنے سے مراد ان کے اعمال کی بے قدری مراد ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ قل انما انذرکم بالوحی اب اس بیان کو تمام کر کے جو دار آخرت و معاد سے متعلق تھا مسئلہ نبوت کو ثابت کرنے کے لیے چند اولوالعزم انبیاء کے تذکرے بیان فرماتا ہو تاکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہو اور مخالفوں کو اطمینان ہو کہ یہ الہام و نبوت کا سلسلہ دنیا میں ہم نے اے محمد تم سے بہت پہلے سے جاری کر رکھا ہے موسیٰ اور ہارون کو بھی ہم نے کتاب یعنی توراۃ دی تھی جو فیصلہ کرنے والی اور نور یعنی منور اور پرہیزگاروں کے لیے سمجھ کی چیز تھی، یعنی خداترسوں کے لیے۔ باوجود اس کے ان کی امت نے ان سے کیا کیا اور اسی طرح یہ قرآن بھی سمجھانے کی مبارک کتاب ہے۔ پھر کیا اے لوگو تم اس کے بھی منکر ہو؟ کتاب تو موسیٰ ہی کو دی تھی مگر نبوت اور اس کی ترویج و شہرت میں ہارون علیہ السلام بھی شریک تھے اس لیے ان کو بھی شامل کر لیا جس طرح کبھی امت کو شامل کر لیا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ

اور ہم نے ابراہیم کو اول ہی سے اچھی سلیم عقل عطا کی تھی

قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ

اور ہم ان کی صلاحیت سے واقف تھے۔ جب کہ

قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ

انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیں کہ جن پر تم

الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا

جمے بیٹھے ہو کیا چیز ہیں انہوں نے کہا

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾

کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی عبادت کرتے پایا ہے ۔

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ

ابراہیم نے کہا البتہ تم اور تمہارے باپ دادا

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا

صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس

بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾

حق بات لے کر آیا ہو یا تو دل لگی کرتا ہے

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ

ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارا رب تو آسمانوں اور

الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى

زمین کا رب ہے کہ جس نے ان چیزوں کو بنایا ہے اور میں بھی اس کا

ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللّٰهِ

گواہ ہوں (آہستہ سے یہ کہا) کہ بخدا

لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ

تمہارے گئے بعد میں تمہارے بتوں سے

تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا

چال ہی کرکے رہوں گا سو ابراہیم نے بڑے بت کے

اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ

سوا سب کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (اس کو اسی طرح رہنے دیا) شاید کہ وہ

يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا

اس کی طرف رجوع کریں (جب یہ پھر کر آئے اور یہ حال دیکھا) تو کہنے لگے کہ ہمارے

بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾

معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا بے شک وہ بڑا ہی ظالم ہے

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ

آپس میں کہنے لگے ہم نے ایک جوان کو جو ابراہیم کہلاتا ہے ان کا ذکر (ہجو)

لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ

کرتے سنا ہے وہ بولے پھر تو اس کو سب کے

عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ

سامنے لاؤ تاکہ وہ بھی

يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ

دیکھیں (پھر مجلس میں ابراہیم سے) پوچھا کہ اے ابراہیم کیا یہ حرکت

هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ

ہمارے بتوں کے ساتھ تو نے ہی کی ہے ابراہیم نے کہا

بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ

بلکہ یہ تو ان کے اس بڑے نے کی ہے اگر وہ بول سکتے ہوں

اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْٓا

تو ان سے پوچھ دیکھو پھر وہ اپنے دل میں

اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ

نادم ہو کر کہنے لگے کہ بے شک سراسر

الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى

تمہیں ناحق پر ہو پھر انہوں نے سر نیچا

رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ

کرکے کہا[1] کہ تو خوب جانتا ہے کہ یہ

يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ

بولا نہیں کرتے ابراہیم نے کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا

اس چیز کو پوجا کرتے ہو کہ جو نہ تمہیں کچھ نفع دے سکے

[1] یعنی شرمندہ ہو کر کہا ١٢ منہ

وَّلَا یَضُرُّکُمْ ۞ اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا
اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ تُف ہے تم پر اور تمہارے
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا
ان معبودوں پر کہ جن کو تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو پھر کیا
تَعْقِلُوْنَ ۞
تم کو کچھ بھی عقل نہیں

یہ دوسرا قصہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس میں حضرت کا ابتدار عمر میں موحد ہونا اور اپنی قوم سے بت پرستی کی تحقیر کرنا اور جب وہ عید میں باہر گئے تھے بعد میں ان کے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالنا اور بڑے کا باقی رکھنا اس الزام دینے کے لیے کہ ان سے پوچھو پھر بت پرستوں کا اس بات سے ناراض ہو کر حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکنا اور رحمت الٰہی سے جو ہمیشہ اس کے پاک باز بندوں کے ساتھ رہتی ہے آگ کا سرد اور باغ ہو جانا مذکور ہے۔ اس میں عرب کے مشرکین کی طرف تعریض بھی ہے کہ تم کیسے ابراہیم کے فرزند ہو اس نے تو بت پرستی کو یوں مٹایا اور تم خود بت پرستی میں مشغول ہو۔ اگر باپ دادا ہی کی تقلید کرتے ہو تو اپنے جدامجد ابراہیم کی تقلید کرو۔

ولقد اتینا ابراہیم رشدہٗ من قبل رشد سے مراد نبوت جس پر جملہ کنا بہ عالمین دلالت کرتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نبوت کے ساتھ اس کو مخصوص کیا کرتا ہے کہ جس کو جان لیتا ہے کہ یہ اس عہدہ کو بامانت و حفاظت سرانجام دے گا اور انجام دینے کے قابل ہے۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد نور ہدایت اور باطنی روشنی ہے۔ جس میں نبوت بھی آگئی۔ من قبل سے مراد یہ کہ موسیٰ سے پیشتر۔ بعض کہتے ہیں لڑکپن کا زمانہ جب کہ حضرت ابراہیمؑ غار یا تہہ خانہ میں پوشیدہ تھے جب ہی سے آثار رشد ان میں نمایاں تھے کیوں نہ ہو ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔

تماثیل۔ جمع تمثال آدمی یا دیگر حیوان یا کسی اور چیز کی صورت جسم خواہ پیتل کی ہو خواہ لوہے پتھر لکڑی کی ہو جس کو ہندی میں مُورت کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام شہر بابل یا اہواز کے باشندے تھے۔

اس عہد میں صابیوں کا مذہب مروج تھا جو ستاروں اور دیگر ہیکل نورانی کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان کے مناسب ان کی مورتیں بنا کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے خاص بابل میں ان کا ایک بڑا عالی شان مندر تھا جس کی بلندی اور دیگر عمارات کا حال سن کر حیرت ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ لڑکپن سے ہونہار اور ایک موحد قوم کے پیش رو ہونے والے علم الٰہی میں مقرر ہو چکے تھے۔ ان کو اس بت پرستی سے نفرت ہوئی باپ اور دیگر اقارب سے اس امر میں مناظرے شروع ہونے لگے پہلے ستاروں کے طلوع و غروب سے ان کی الوہیت باطل کر کے قوم کو الزام دیا پھر کہہ اٹھے کہ میں تمہارے معبودوں کو بھی ٹھیک کر دوں گا۔ چنانچہ جب سب لوگ شہر سے باہر اپنی عید کے لیے گئے جو ان کے معبودوں کی پرستش میں ایک سالانہ بڑا بھاری جشن ہوا کرتا تھا ابراہیمؑ مرض کا عذر کر کے پیچھے رہ گئے ان کے بت خانہ میں جا کر

ف واضح ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کا اپنے آپ کو بیمار کہنا اور بت شکنی کو بڑے بت کی طرف منسوب کرنا یا آفتاب کو ھٰذا ربی کہنا یا مصر میں جا کر کافر بادشاہ کے خوف سے اپنی بیوی سارہ کو بہن کہنا نسب آبائی کے لحاظ سے جھوٹ نہیں کہا جا سکتا (باقی بر صفحہ آئندہ)

ان کے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا (معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہنود کے ہاں چھوٹی چھوٹی مورتیں ہوتی ہیں ان کے ہاں بھی ویسی ہوں گی) اور ایک مورت کو جو سب میں بڑی تھی رہنے دیا۔ جب وہ لوگ واپس آئے یہ حال دیکھا تو بڑے طیش میں آئے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ابراہیم کا کام ہے کیوں کہ کسی نے کہا کہ آج قوم بھر میں وہی ان کی اہانت کیا کرتا ہے پھر اس کے سوا اور کون ایسا کر سکتا ہے پھر حضرت ابراہیمؑ کو مجلسِ قومی کے سامنے حاضر کیا گیا اور ان سے سوال کیا کہ یہ کام کس ظالم نے کیا؟ فرمایا کہ یہ تمہارے معبود ہیں ان میں ہر قسم کی قدرت ہے خود ان کو دریافت کر لو۔ الزام دینا مقصود تھا کہ یہ کیسے معبود ہیں کہ جن کو کسی نے توڑ ڈالا یہ کچھ نہ کر سکے اور نیز اب بیان بھی نہیں کر سکتے ان میں باہم لڑائی ہوئی ہوگی بڑے نے چھوٹوں کو مار ڈالا۔

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ

(وہ جل کر) کہنے لگے کہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو ابراہیم کو جلا دو اور اپنے

إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۶۸ قُلْنَا يَا نَارُ

معبودوں کی مدد کرو۔ (جب ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا تو ہم نے آگ کو حکم دیا کہ) اے آگ

كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ ۶۹

ابراہیم پر سرد اور راحت ہو جا۔

وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ

اور انہوں نے تو ابراہیم سے برا کرنا چاہا تھا پر ہم نے خود انہیں کو

الْأَخْسَرِينَ ۷۰ وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا

زیاں کار کر دیا　اور ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر

إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا

اُس سرزمین کی طرف لے آئے کہ جس میں ہم نے جہان کے لیے

لِلْعَالَمِينَ ۷۱ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَ

برکت رکھی ہے　اور ہم نے اس کو اسحاق اور زُودھن

يَعْقُوبَ نَافِلَةً ۚ وَكُلًّا جَعَلْنَا

میں یعقوب عطا کیے　اور ہر ایک کو ہم نے

صَالِحِينَ ۷۲ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً

نیک بخت کیا تھا　اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا کہ وہ

يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ

ہمارے حکم سے رہنمائی کیا کرتے تھے　اور ہم نے ان کو اچھے کام کرنے

فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَ

اور　نماز قائم رکھنے　اور زکوٰۃ دینے کا

إِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۖ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ۷۳

حکم دیا تھا　اور وہ ہماری ہی بندگی کیا کرتے تھے

وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ

اور لوط کو ہم نے　حکمت اور علم عطا کیا تھا اور ہم ان کو

مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ

اُس بستی سے جو گندے کام کیا کرتی تھی (صحیح) سلامت نکال لے آئے

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ ۷۴

کیونکہ وہ لوگ　بُری قوم (اور) بدکار　تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ باتیں از قسم تعریض و توریہ ہیں مجازاً جھوٹ کہو تو کہو۔ سو یہ بھی ایسے اولوالعزم نبی کے لیے موجب استغفار تھا۔ لوط کو اپنی رحمت میں داخل کرنا اور صالحین میں سے ہونا فرمایا۔ اب اس سے وہ قصہ جو توراتِ موجودہ میں ہے کہ لوط نے شراب پی کر اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کیا غلط ثابت ہو گیا۔ ایسا نبی کہ جس کی امت اغلام کرنے سے ان کے روبرو غارت ہو آپ ایسا فعل بد کر سکتا ہے؟ ۱۲ منہ

؏ یعنی ملک شام میں لے آئے جہاں باعتبار پیداوار کے بڑی برکت ہے اور ابراہیم کا اصلی وطن ملک عراق تھا ۱۲

وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ

اور اس کو ہم نے اپنی رحمت میں لے لیا تھا کیونکہ وہ

مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۵

نیک بختوں میں سے تھا۔

اس پر وہ اور بھی نادم اور خجل ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ ابراہیم کو آگ میں جلادو چوں کہ اُن وحشی قوموں میں سخت جرم کی ایسی ایسی وحشیانہ سزائیں تھیں آگ میں ڈالا، اللہ تعالیٰ نے آگ کو ابراہیم پر سرد اور راحت کر دیا صحیح سلامت اس میں سے نکل آئے تب تو اور بھی لوگوں کو حیرت ہوئی اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی ایمان لے آئے۔ ہاران حضرت ابراہیم کا حقیقی بھائی تھا لوط اس کے بیٹے تھے۔ ہاران اپنے باپ تارا کے روبرو جس کو آذر بھی کہتے ہیں وطن ہی میں مرگیا تھا۔ ابراہیم خداوند کے کہنے کے موافق روانہ ہوا اور لوط بھی اس کے ساتھ چلا[1] اور یہ ملک شام میں آیا کہ جس میں خدا نے پھلوں پھولوں اور انہار و اثمار و شادابی کی وجہ سے دنیا کے لیے برکت رکھی ہے۔ اس ملک میں خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بہت برومند کیا اسحٰق بیٹا پیدا ہوا اور پھر اسحٰق سے یعقوب نفع میں، کیوں کہ التجا بیٹے کے لیے کی تھی خدا نے پوتا بھی دیا اور پھر ان کی نسل میں سے انبیاء اور برگزیدہ لوگ پیدا کیے۔ یہ نتیجہ ہے دنیا میں خدا پرستی کا۔

اور لوط کو جھیل مردار کے پاس رہنے کا حکم ہوا وہاں کی بستیاں سدوم و عامورہ وغیرہ کے بڑے ناپاک لوگ اغلامی تھے ان پر خدا کا قہر نازل ہوا لوط کو خدا نے وہاں سے سلامت نکالا۔

[1] توریت سفر پیدائش ۱۲

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا

اور نوح کو بھی (یاد کرو) جب اس سے پیشتر انہوں نے پکارا تو ہم نے اس کی

لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ

سُنی پھر اس کو اور اس کے گھرانے کو بڑی سخت مصیبت (طوفان)

الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ

سے نجات دی اور ہم نے اس کو اس قوم پر ظفر دیا

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ

کہ جس نے ہماری آیتیں جھٹلائی تھیں کیوں کہ وہ

كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۷۷﴾

بہت برے لوگ تھے (اس لیے) ہم نے ان سب کو غرق کر دیا

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی

اور داؤد اور سلیمان کو بھی (یاد کرو) جب کہ وہ دونوں کھیتی کا جھگڑا

الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ

فیصل کرنے لگے جب ایک کھیت میں ایک قوم کی بکریاں رات کو چر گئیں

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا

اور ان کا فیصلہ ہمارے سامنے تھا پھر وہ فیصلہ ہم نے

سُلَیْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ

سلیمان کو سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور

عِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ

علم دیا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا کہ

یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۷۹﴾

تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی (تابع کیا) اور (یہ سب کچھ) ہم ہی کیا کرتے تھے

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ

اور داؤد کو ہم نے زرہیں بنانا بھی تمہارے لیے سکھایا

لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ

تاکہ تم کو لڑائی میں محفوظ رکھیں پھر

أَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ

کیا تم شکر کرتے ہو ۔ اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان کا

عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِأَمْرِهٖٓ إِلَى الْأَرْضِ

حکم بردار کر دیا تھا جو اس کے حکم سے اس زمین کی طرف چلا کرتی تھی

الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ

کہ جس میں ہم نے برکت دی ہے اور ہم ہر بات

عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ

جانتے تھے اور سلیمان کے لیے کچھ تو ایسے جن تھے

يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا

کہ جو دریا میں غوطہ لگاتے تھے اور اس کے سوا اور بھی کام

دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

کیا کرتے تھے اور ان کی حفاظت ہم کیا کرتے تھے

ترکیب

جس طرح لوطًا مفعول تھا اٰتینا محذوف کا جس کی تفسیر اٰتینا مذکور ہے اسی طرح نوحًا و داؤد سلیمٰن ہیں اور ممکن ہے کہ ان کو اذکر محذوف کا مفعول کہا جاوے اذ نفشت ظرف ہے یحکمٰن کا مع داؤد العامل فی مع یسبحن اور یہ حال ہے الجبال سے والطیر معطوف ہے الجبال پر وقیل ہی بمعنی مع الریح منصوب ہے سخرنا مقدر سے عاصفۃ حال ہے الریح سے تجری دوسرا حال من منصوب ہے سخرنا سے۔

تفسیر

یہ تیسرا قصہ

حضرت نوح کا ہے کہ جب ان کی قوم نے ان کو سخت تکلیف پہنچائی اور انہوں نے ہم کو کرب عظیم میں پکارا تو اس کو اور اس کے کنبے کو کشتی میں سوار کر کے اس بلائے عظیم سے نجات دی باقی تمام قوم پر قہر الٰہی ٹوٹ پڑا سب کے سب پانی میں ڈوب گئے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلی امتوں نے اپنے انبیاء کو ایسی ایسی تکلیفیں دی ہیں آخر اس کے وبال میں پکڑے گئے۔ تمہارے مخالف اس مہلت پہ نازاں نہ ہوں۔

یہ چوتھا قصہ

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ہے۔ ان کے قصہ میں ایک تو یہ بات بتلانی مقصود ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں سے ایسے ایسے برگزیدہ اور صاحب تخت و تاج پیدا ہوئے یہ سب ان کی خداپرستی کا پھل ہے کہ جن کے ساتھ ان کے معاصروں نے یہ بدسلوکیاں کی تھیں کہ ان کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ دوسری بات یہ کہ کفارِ قریش جو اپنی تھوڑی سی آسودگی پر یہ غرور اور سرکشی کرتے ہیں یہ ان کی کم حوصلگی ہے ورنہ داؤد اور سلیمان جیسوں کو دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے ان کو کیسی ثروت اور حکومت دی تھی ہوا اور پہاڑ اور پرند تک اور جن اور شیاطین تک بھی ان کے زیرِ حکم تھے اس پر بھی وہ ایسے خداترس خداپرست باانصاف تھے کہ جس کی ادنیٰ نظیر یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام سے باوجودے کہ باپ اور بزرگ تھے ایک فیصلہ میں غلطی ہوئی جو بکریوں کے

ل یعنی ملک شام و فلسطین ۱۲ منہ

ف عاصفۃ شدیدۃ الہبوب وخفیفۃ یقال اعصفت الریح اذا اشتدت ۱۲ منہ الغوص: غوطہ زدن در آب ۱۲ منہ

کھیت میں نقصان کر دینے کے متعلق تھا مگر سلیمان کے کہنے کو مان گئے اور سلیمان کو دیکھو کر انہوں نے اس غلط فیصلہ میں جو ایسے بڑے معزز باپ سے سرزد ہو گیا تھا ان کی پیروی نہ کی۔ پھر لے لوگو تم اپنے جہلاء باپ دادا کی لکیر کے ناحق کیوں فقیر بنے بیٹھے ہو کیا ان سے غلطی اور سوء فہمی ممکن نہ تھی؟ اب پیشتر وہ بکریوں کے چرنے کا فیصلہ ذکر فرماتا ہے پھر جو ان کو نعمتیں عطا ہوئی تھیں ان کو ذکر کرتا ہے فقال اذ نفشت ابن السکیت کہتے ہیں نفش شب میں بکریوں کا چرواہے بغیر از خود چرنا۔ وہ قصہ جیسا کہ ابن مسعود و شریح و مقاتل رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے یوں ہے کہ داؤد علیہ السلام کے عہد حکومت میں ایک رات کسی چرواہے کی بے خبری میں بکریاں کسی کے انگوری کھیت میں جا پڑیں بکریوں نے انگور کی کونپلیں کھالیں خوشوں کو خراب کر دیا۔ صبح کو یہ مقدمہ حضرت داؤد کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت نے اس کے نقصان کا اندازہ لگایا تو اس قدر قیمت ہوئی کہ جس قدر بکریوں کی مالیت تھی اس لیے وہ بکریاں اس کے تاوان میں کھیت والے کو دلادیں۔ فریقین باہر آئے تو ان سے سلیمان نے پوچھا۔ سن کر کہا کہ فریقین کے حق میں اس سے بہتر اور فیصلہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ خبر داؤد کو پہنچی انہوں نے سلیمان کو بلا کر پوچھا۔ فرمایا بکریاں کھیت والے کو دیجیے اور چرواہے کو کھیت کو جتنی مدت تک کہ پھر اسی طرح اس کا باغ درست ہو وہ تیری بکریوں کا دودھ اور اون وغیرہ لے گا۔ اور تو اتنے دنوں اس کے کھیت کو درست کرے گا پھر جب ویسا ہی ہو جاوے تو تیری بکریاں تجھ کو واپس ملیں گی۔ اس پر فریقین راضی ہو گئے۔ داؤد علیہ السلام نے اس کو بہت پسند کیا۔

اب داؤد پر جو انعام ہوئے تھے ان کو بتلاتا ہے۔

(۱) پہاڑ اور پرند اُن کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے مقاتل کہتے ہیں کہ جب داؤد علیہ السلام جنگل میں جا کر زبور پڑھتے اور روتے تھے تو ان کے ساتھ پہاڑ اور پرند بھی تسبیح و تہلیل کرنے لگتے تھے۔ کلبی کہتے ہیں کہ پہاڑوں کا ان کی آواز تسبیح سے گونج اٹھنا اور پرند کا جھنڈ باندھ کر ان کے گرد و گرد آکے حمد و ثنا اور آہ و بکا میں شریک ہونا ان کا تسبیح کرنا ہے اور ایسا واقعہ ہوتا تھا۔ (۲) داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانی سکھائی۔ ان سے پیشتر کوئی زرہ بنانا نہ جانتا تھا۔ یہ بھی حروب و جدال میں بڑی کار آمد چیز ہے خدا نے یہ نعمت بندوں کو داؤد علیہ السلام کے ذریعہ سے عطا فرمائی۔ آج کل قسم قسم کی توپیں اور بندوقیں اور آلات آتش فشاں انسان کے مارنے کے اسباب ہیں مگر محفوظ رکھنے کا کوئی نہیں اس لیے فرماتا ہے لتحصنکم اس پر شکر کرنا چاہیے کما قال فهل انتم شاکرون۔

اس کے بعد ان نعمتوں کا ذکر کرتا ہے جو حضرت سلیمان

ف داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ وحی و الہام پر مبنی نہ تھا بلکہ اجتہاد پر اور اجتہاد شرع میں درست اور سند ہے لیکن مجتہد سے بحیثیت اجتہاد خواہ وہ کوئی ہو غلطی ممکن ہے۔ یا یوں کہو داؤد سے بھی غلطی نہیں ہوئی مگر سلیمان کو ان سے بہتر بات معلوم ہو گئی۔ ہماری شرع میں اگر یہ حادثہ واقع ہو تو اس کی نسبت حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہی حکم سلیمانی جاری ہو گا کیونکہ یہ آیت محکم ہے مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ اجماع سے منسوخ الحکم ہے۔ پھر اس میں امام شافعی فرماتے ہیں اگر یہ واقعہ دن میں ہو تو بکریوں کے مالک کو کچھ دینا نہیں پڑتا کیونکہ دن میں کھیت کی حفاظت کھیت والے کے ذمہ ہے ہاں اگر رات میں ہو تو تاوان دینا ہو گا۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں خواہ دن کا واقعہ ہو یا رات کا جب تک چرواہے کی بکریوں کے چھوڑنے میں کوئی تعدی یا خطا نہ ہو گی تاوان نہ لازم ہو گا کیونکہ صحیح حدیث میں آگیا ہے العجماء جرحها جبار۔ ک ۱۲ منہ

علیہ السلام کو دی گئی تھیں ولسلیمٰن الریح عاصفۃ کہ سلیمان کے لیے ہوا مسخر ہوئی اس کے حکم یا مرضی کے موافق شام کے ملک کی طرف چلا کرتی تھی۔ سورۃ ص میں اسی امر کو یوں بیان فرمایا ہے فسخرنا له الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب والشیاطین کل بناء وغواص وآخرین مقرنین فی الاصفاد۔ سورۃ سبا میں یوں آیا ولسلیمٰن الریح غدوها شهر ورواحها شهر کہ سلیمان کے لیے ہوا تابع کردی تھی جس کی صبح و شام کی رفتار ایک مہینہ کا رستہ تھا۔ سورۃ ص میں ہوا کو نرم اور سورۃ انبیا میں تند و تیز فرمایا اس وجہ سے کہ ہوا تو تیز تھی مگر سلیمان کی مرضی کے موافق نرم نرم بھی چلتی تھی کہ جس میں تکلیف نہ ہو ہموار چلتی تھی۔

ان آیات میں یہ ذکر نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کسی تخت پر مع اپنے مصاحبوں کے بیٹھتے تھے اور وہ تخت ایسا اور ایسا تھا جو ہوا پر اڑا کرتا تھا مہینے بھر کا رستہ آدھے دن میں طے کرتا تھا اور سلیمان اصطخر یا اور کسی مشرقی صوبہ سے صبح کو سوار ہوتے تھے تو دوپہر تک شام اور خاص یروشلم میں جا پہونچتے تھے۔ البتہ مفسرین اسلام اور مورخین یہود کے ہاں یہ روایات مشہور اور مسلّم ہیں اور اگر ایسا ہو بھی تو عقلاً کچھ ممنوع نہیں کیوں کہ اول تو حضرت سلیمان نبی تھے ان کے معجزہ سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ دوم ہر زمانے میں ایسے ایسے عجائب غرائب صنائع اختراع ہوئے ہیں کہ جو ان صنائع کے صفحہ عالم سے محو ہو جانے کے بعد وہ افسانہ دور از عقل معلوم ہوتا ہے۔ آج کل ہوائی جہاز کی رفتار کو دیکھیے پھر کیا ممکن نہیں کہ اس عہد میں اسی قسم کی سواری ایجاد ہوئی ہو۔

جو لوگ معجزات و خرق عادات کو قصہ و کہانی جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیات میں صرف ہوا کا مسخر ہونا مذکور ہے جو سلیمان علیہ السلام کے جہازی بیڑے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حیرام شہر صور کے بادشاہ نے بیت المقدس کی تعمیر کے لیے لکڑیاں پہنچانے کے لیے بنوایا تھا جیسا کہ اول کتاب السلاطین کے ۵ باب میں مذکور ہے۔ اور تجری بامرہ الی الارض التی بارکنا فیها اس پر صاف دلیل ہے کیونکہ لبنان کی طرف سے سمندر کی راہ سے وہ بیڑا یروشلم کی طرف آیا کرتا تھا۔

(۲) شیاطین یعنی جن حضرت سلیمان کے تابع تھے جو بہت سے سرکشی کی وجہ سے بیڑیوں میں قید رہتے تھے اور ان میں سے بہت کو مختلف کاموں پر لگا رکھا تھا کہ بعض سمندر میں غوطہ لگا کر موتی نکالا کرتے تھے۔ اور عمارت اور دیگر بھاری بھاری کاموں پر بھی مامور تھے جیسا کہ سورۃ سبا میں ہے ومن الجن من یعمل بین یدیه باذن ربه۔ اور یہ قوم جن محض خدا تعالیٰ کی قدرت سے سلیمان علیہ السلام کے بس میں تھے جیسا کہ فرماتا ہے وکنا لهم حافظین۔

جب کہ قوم جن کا وجود انسان سے جداگانہ مقدمہ تفسیر میں ثابت ہو چکا اور یہ بھی کہ اپنے مادہ کی وجہ سے وہ انسان سے قوی ہیں تو پھر خدا کی قدرت و عنایت سے ان کا کسی بابرکت انسان کے بس میں ہو جانا اور کام کرنا کیا محال ہے؟ صدہا عجائب کار عاملان جن کے لوگوں نے دیکھے ہیں۔ مگر وہی نئی روشنی کے لوگ اس کی بھی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی عملداری نہر فرات سے لے کر فلسطیوں کی زمین تک اور مصر کی سرحد تک تھی اور دریا کے اس پار تفسح سے لے کر غزہ تک سب بادشاہوں یعنی بااختیار رئیسوں پر ان کی حکومت تھی جیسا کہ اول کتاب السلاطین کے ۴ باب میں ہے اور عمالیق قوم کو ان کی سرکشی اور تنومندی اور قوت کی وجہ سے کبھی جن کے ساتھ کبھی

شیاطین کے ساتھ تعبیر کیا جاتا تھا جیسا کہ آج کل بھی بڑے اور سرکش آدمی کو شیطان اور بڑے قوی کو جن کہتے ہیں۔ بس اس سے یہی لوگ مراد ہیں۔

ف یہ باتیں صاف صاف بائیبل میں نہیں مگر کچھ حرج نہیں کیوں کہ کتب موجودہ میں بہت سی باتیں نہیں۔ دیکھو اول کتاب التواریخ کے اخیر میں یہ لکھا کہ "داؤد بادشاہ کے اعمال اول و آخر دیکھو وہ سب سموئیل غیب بین کی تواریخ میں اور ناتن نبی کی تواریخ میں اور جاد غیب بین کی تواریخ میں یعنی اس کی ساری حکومت اور زور کا تذکرہ اور جو جو زمانے اس پر اور اسرائیل پر اور زمین کی ساری مملکتوں پر گزر گئے، ان کا سب حال لکھا ہے۔" اب فرمائیے کہ وہ سب کتابیں کہاں ہیں؟ پس جب علام الغیوب کے علم میں وہ سب احوال ہیں اس نے ان میں سے بعض اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی الہام کیے۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ
اور (یاد کرو) جب کہ ایوب نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت روگ
الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۸۳
لگ گیا ہے حالانکہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ
سو ہم نے اس کی سنی پس جو کچھ اس کا روگ تھا اس کو
ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ
دور کر دیا اور ان کا کنبہ بھی انہیں دیا اور اتنا ہی ان کے ساتھ
رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝۸۴
اپنی رحمت سے اور بھی دیا اور اس لیے کہ عابدوں کے لیے یادگار ہے
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ
اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو بھی (یاد کرو)

كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۸۵ وَاَدْخَلْنٰهُمْ
ہر ایک ان میں سے صابر تھا اور ہم نے ان کو اپنی
فِيْ رَحْمَتِنَا اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۶
رحمت میں داخل کر لیا کیونکہ وہ نیک لوگوں میں سے تھے
وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ
اور ذی النون کو (بھی یاد کرو) جب کہ وہ خفا ہو کر چل دیے پھر سمجھے
اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى
تھا کہ ہم اس پر قابو نہ پاویں گے تب انہوں نے اندھیروں میں
الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ
سے پکارا کہ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو پاک ہے
اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۷ فَاسْتَجَبْنَا
البتہ میں جو تھا تو ستمگاروں میں سے تھا پھر ہم نے اس کی
لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ
سن لی اور اس کو غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو
نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۸ وَزَكَرِيَّآ
یوں ہی نجات دیا کرتے ہیں اور زکریا کو بھی (یاد کرو)
اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ
جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب مجھے اکیلا
فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۸۹
نہ چھوڑنا اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ
پھر ہم نے اس کی سن لی اور اس کو یحییٰ عطا کیا اور
اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اِنَّهُمْ كَانُوْا
اس کے لیے اس کی بیوی کو درست کر دیا بے شک یہ لوگ نیک
يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا
کاموں میں دوڑا کرتے تھے اور ہم کو امید

رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

اور ڈر کر پکارا کرتے تھے اور ہم سے ہی ڈرتے رہتے تھے

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا

اور اس عورت (مریم) کو (بھی یاد کرو) کہ جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر اس کے اندر

مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً

ہم نے اپنی روح پھونک دی اور اس کو اور اس کے بیٹے کو جہان کے لیے

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ

نشانی بنایا۔ (مسلمانو!) یہ لوگ تمہارے گروہ کے ہیں

اُمَّةً وَّاحِدَةً ڮ وَّاَنَا رَبُّكُمْ

جو ایک ہی گروہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں

فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ

پس میری ہی عبادت کیا کرو اور لیکن (ان کے بعد) لوگوں نے آپس میں

بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

تفرقہ ڈال دیا سب کو آنا تو ہمارے ہی پاس ہے۔

یہ پانچواں قصہ

ایوب علیہ السلام کا ہے جس میں یہ بات پاک بازوں اور خدا کے راست بازوں کو بتلائی جاتی ہے کہ دنیا دار المصائب ہے یہاں بڑے بڑے برگزیدہ آزمائے گئے ہیں ان پر طرح طرح کی مصیبتیں پڑی ہیں۔ ایوب کو دیکھو مال و اسباب پر مصیبت آئی فقیر ہو گئے پھر تمام اولاد بیٹے اور بیٹیاں دفعۃً مر گئے پھر خود بھی مرض جذام میں مبتلا ہوئے لوگ گھن کھانے لگے گاؤں سے نکال دیے گئے۔ باہر ایک جھونپڑی میں رہتے تھے بیوی کہیں سے محنت مزدوری کر کے لاتیں اور ان کو کھلاتی تھیں اس پر بھی انہوں نے صبر کیا۔

اس آزمائش کی بابت کتاب ایوب میں بھی اور ہمارے ہاں کی روایات میں بھی یوں بیان ہوا ہے کہ شیطان نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ ایوب کی جو تو تعریف کرتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اس کو تو نے بہت سی نعمت عطا کر رکھی ہے۔ اگر اس پر مصیبت آوے اور پھر تری شکایت نہ کرے تب جانوں کہ صابر و شاکر ہے۔ خدا تعالیٰ نے شیطان کو اختیار دیا۔ ایوبؑ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں اور مال کا یہ حال کہ سات ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچسو جوڑیاں بیلوں کی اور پانچ سو گدھیاں تھیں۔ پس ایک روز ایسا ہوا کہ سب بہن بھائی ایک مکان میں دعوت کھاتے تھے اور مواشی چراگاہ میں چر رہے تھے اور بیل جوتے جا رہے تھے ناگاہ سبا کے لوگ آگئے اور گدھوں کو چھین لے گئے اور آدمیوں کو قتل کر گئے اور اسی دن آسمان سے آگ کا شعلہ آیا اس نے بھیڑوں اور نوکر چاکروں کو ہلاک کیا اور کسدی اونٹ لے گئے اور نوکروں کو مار گئے اور ایک زور کی آندھی آئی مکان گر گیا سب بیٹے بیٹیاں دب کر مر گئے۔ قاصدوں نے یکے بعد دیگر آ کر ایک ہی وقت میں ایوبؑ کو اس حادثہ کی خبر دی کسی نے اولاد کی ہلاکت کی کسی نے اونٹوں کی کسی نے بکریوں کی۔ ایوبؑ نے سن کر سجدہ کیا اور کہا میں ماں کے پیٹ سے ننگا نکلا تھا، اور ننگا ہی قبر میں جاؤں گا اسی نے دیا تھا اسی نے لے لیا۔ اس کے بعد شیطان نے کہا اب بھی ایوب جو شکر و صبر کرتا ہے تندرستی کی نعمت اس کو حاصل ہے اگر یہ نہ ہو تب شکر و صبر کرے تو معلوم ہو۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ نے شیطان کو اجازت دی۔ تب شیطان نے حضرت ایوبؑ پر اثر کیا جس کی وجہ سے تمام بدن پر پھوڑے نکلے اور ٹھیکرا لے کر کھجانے لگے اور تمام بدن خراب ہو گیا پھوٹ نکلا ان مصیبتوں پر حضرت ایوبؑ نے صبر کیا لوگوں کے طعن و تشنیع کی بھی تکلیفیں اٹھائیں دوستوں کی بے مہری دیکھی تب ایک روز حضرت ایوبؑ

ع ۶ ۱۹

خداتعالیٰ کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ اے میرے معبود اپنے بندے پر رحم کر میرے زخمی دل کو دیکھ مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الضر خداتعالیٰ نے ایوب پر رحمت کی اس کو آگے کی نسبت دونی دولت عنایت کی واٰتینٰہ اھلہ ومثلھم معھم مقاتل وقتادہ وابن عباس وابن مسعود فرماتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے ایوبؑ کے مرے ہوئے کنبہ کو زندہ کر دیا اور سات بیٹے اور تین بیٹیاں بعد میں پیدا ہوئیں جیسا کہ ظاہر آیت سے سمجھا جاتا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں اس کے یہ معنی کہ ہم نے ایوبؑ کو اس کا کنبہ دیا یعنی سات بیٹے اور تین بیٹیاں تندرست ہونے کے بعد پیدا ہوئیں اور اس کے بعد ایوبؑ ایک سو چالیس برس تک زندہ رہے اپنی چار پشت کو دیکھا (جیسا کہ کتاب ایوب کے ۴۲ باب ورس ۱۵۔۱۶ میں تصریح ہے) یہ مثلھم معھم ہوا۔

ف پھر اس میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ حضرت ایوب کس زمانہ میں تھے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ایوبؑ رومی تھے اوص کے بیٹے عیص بن اسحٰق کی نسل سے۔ اور ان کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی پوتی تھیں جن کا نام رحمت تھا۔ چونکہ عرب میں بنی اسمٰعیل جا بسے تھے اور ایوب علیہ السلام کی قرابت ان سے بہت قریبہ تھی ان کے ہم زبان بھی تھے اس لیے ان کا عرب میں مبعوث ہونا من قومہ کے برخلاف نہیں کہا جا سکتا۔ اب متعین نہیں کہ عرب میں کس بستی میں رہتے تھے؟ ان کے ایام مصیبت کی تعداد کسی نے سات برس کسی نے کم زیادہ بیان کیے ہیں، واعلم عند اللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد خداتعالیٰ اسمٰعیل و ادریس و ذی الکفل علیہم السلام کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک ان میں سے صابر تھا ان پر بھی بڑی بڑی تکلیفیں دنیا میں نازل ہوئی ہیں۔ اسمٰعیل و ادریس کا حال اور ان کے مصائب تو ناظرین کو ہماری کتاب کے متعدد مقامات سے معلوم ہو گئے ہوں گے۔ ہاں ذی الکفل کا بتلانا ضرور ہے۔ زجاج کہتے ہیں لغت میں کفل حصہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کپڑے کو بھی جو اونٹ کے چوتڑوں پر پڑا رہتا ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ بزرگ کون ہیں اور ان کو ذی الکفل کیوں کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں ذی الکفل سے مراد زکریا ہیں، بعض کہتے ہیں یوشع، بعض کہتے ہیں الیاس۔ قوی تر یہ ہے کہ یہ الیسع کے شاگرد اور ان کے قائم مقام ہیں اور ذی الکفل ان کو اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے انتظام بنی اسرائیل کا تکفل کر لیا تھا یعنی اپنے ذمہ لے لیا تھا یا غرباء و مساکین کا تکفل کیا کرتے تھے اس لیے اس لقب سے مشہور ہو گئے بعض کہتے ہیں اس سے مراد یاہو ہے جو حضرت الیسع کے حکم سے بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا تھا جس نے بنی اسرائیل کی بت پرستی دور کی اس کا اس نے تکفل کیا تھا یہ نیک بندہ بادشاہ تھا نبی نہ تھا واللہ اعلم۔ وذاالنون:

یہ نواں قصہ

یونس علیہ السلام کا ہے۔ نون مچھلی کو کہتے ہیں کیوں کہ مچھلی نے ان کو لقمہ کر لیا تھا اس لیے ان کا لقب ذوالنون ہوا۔ اذ ذھب مغاضبا خفا[له] ہو کر گئے۔ خدا سے خفا ہوئے تھے

ف صاحب معالم وتلک حجتنا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام رومی تھے اور تیسری پشت میں عیص بن اسحٰق علیہ السلام سے جا ملتے ہیں۔ مگر صاحب انوار التنزیل سورۃ ص میں واذکر عبدنا ایوب کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایوب اسحٰق علیہ السلام کا پوتا اور عیص کا بیٹا ہے۔ بعض نے لوط علیہ السلام کا نواسہ بتایا ہے۔

(له حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

بلکہ قوم سے فظن ان لن نقدر علیہ القدر یہاں بمعنی القضا ہے یعنی یونس کو یہ گمان تھا کہ ہم اس پر سختی نہ کریں گے یہ سمجھ کر قوم سے چلے گئے تھے ان کا مختصر حال یہ ہے کہ یہ شہر نینوا کی طرف بھیجے گئے تھے وہاں کے لوگ بت پرست اور بدکار تھے جب ان کی ہدایت کو قبول نہ کیا تو عذاب الٰہی ان پر نازل ہونے کی ان کو خبر دی گئی انہوں نے بغیر حکم الٰہی اس کا وقت بھی مقرر کر دیا۔ وہاں کے لوگوں کو عذاب کے آثار معلوم ہونے لگے۔ سر بصحرا خدا کی جناب میں توبہ و گریہ کرنے کو نکل کھڑے ہوئے ان سے وہ عذاب ٹل گیا۔ حضرت یونسؑ کو وعدہ پر عذاب نہ آنے کے سبب شرمندگی ہوئی اور وہاں سے چل نکلے۔ راستہ میں دریا تھا کشتی سے باہر دریا میں گر گئے مچھلی نے لقمہ کر لیا اُن اندھیروں میں خدا سے دعا کی فی الظلمٰت ایک مچھلی کا اندھیرا دوسرا دریا کے شور کا تیسرا رات کا۔ من الظٰلمین جو کہا ترک اولےٰ کے لیے نہ کہ درحقیقت ان سے ظلم سرزد ہوا تھا کیوں کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔

دسواں قصہ

حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے بیٹے کے لیے دعا مانگی خدا نے یحییٰ علیہ السلام بیٹا دیا۔ والتی احصنت فرجھا :

یہ گیارہواں قصہ

حضرت مریم کا ہے وجعلنٰھا وابنھا اٰیۃ للعٰلمین میں تصریح ہے کہ مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے جس لیے ان کو قدرتِ حق کی نشانی جہان کے لیے فرمایا گیا ورنہ معمولی ولادت نشانی یا معجزہ نہیں ہوسکتی تم سے وہ بیگانہ نہیں تم اور وہ ایک ہی گروہ کے لوگ ہو سب کا اصول ایک ہی ہے ان سے تمہیں کو فخر کرنا چاہیے نہ کہ ان کو جو باوجود ترک اتباع کے ان کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ۔ ان بزرگوں کے حالات بیان فرما کر مسلمانوں کو بتایا جاتا ہے ان ھٰذہٖ امتکم امۃ واحدۃ صاحبِ کشاف کہتے ہیں اُمّۃ بمعنی مِلّت۔ اور یہ اشارہ ہے ملّتِ اسلام کی طرف یعنی ملّتِ اسلام وہ ملت ہے جس پر تم کو قائم رہنا چاہیے جس کو ایک ملت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے یعنی اس میں کچھ اختلاف نہیں۔ مراد یہ کہ تم کو اختلافات پیدا کرنے نہ چاہییں اور میں تمہارا معبود ہوں میری عبادت کرو۔

ایک حدیث میں جس کو محدثین نے صحیح مان لیا ہے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اذ ذھب مغاضباً سے اگر یہی مراد لیا جاوے کہ خدا سے خفا ہو کر چل دیے تھے تو یہ خفگی باہمی محبت میں بے گانوں کے پیار سے زیادہ مرتبہ رکھتی ہے اور فظن ان لن نقدر علیہ کے یہ معنی کہ اس خفگی میں ان کا یوں جانا گویا ان کا یہ سمجھ لینا ہے کہ ہم سے بھاگ کر چلے آتے ہیں ہم ان کو پکڑ نہ سکیں گے نہ یہ کہ درحقیقت انہوں نے ایسا گمان بھی کر لیا تھا کیوں کہ وہ نبی تھے صفاتِ خدا تعالیٰ سے واقف تھے ایسی باتیں عشق و محبت کی باہمی معاملات اور رموز ہیں ایسی چھیڑ چھاڑ کا حل دفترِ عشق سے ہو سکتا ہے۔ عقل کے قانون میں اس کی گنجائش نہیں' اس لیے حضرت ذی النون علیہ السلام پر تنبیہ بھی کی گئی مچھلی کے پیٹ میں جا پڑے۔ آخر اس حالت بے کسی میں اسی معبود حقیقی کے سوا اور کوئی فریاد رس نہ دکھائی دیا۔ فریاد فریاد کرنے لگے، قصور کے معترف ہوئے دریائے رحمت جوش میں آگیا باہمی ملاپ ہو گیا مصیبت سے رہائی ہوئی۔ عاشقانِ خدا اس کی بے نیازی سے لرزتے رہتے ہیں ۱۲ منہ

یوں آیا ہے کہ آں حضرت علیہ السلام پیشین گوئی کے
طور سے فرماتے ہیں کہ میری امت میں بہتّر فرقے ہو جاویں گے
بجز ایک فرقے کے سب ہلاک ہوں گے یعنی آخرت میں
اپنے عقائد فاسدہ کی سزا پاویں گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ
ایک فرقہ کون سا ہے فرمایا کہ وہ کہ جس طریق پر میں ہوں
اور میرے اصحاب۔ چنانچہ چند روز کے بعد ایسا ہی ہوا اور
یہ کچھ ضرور نہیں کہ بہتّر فرقے ایک ہی زمانہ میں موجود ہو جاویں
بلکہ جب کبھی ہوں۔ بعض کہتے ہیں انبیاء علیہم السلام کا
ذکر فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ سب لوگ اصول دین میں
تمہارے ہی لوگ ہیں ایک طریقے کے یعنی ان کا اور تمہارا
طریق جدا نہیں ہاں پچھلوں نے تفریق کر دی اور اختلاف
ڈال دیا ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ
پھر جو کوئی اچھے کام کرے گا اور وہ
مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا
مومن بھی ہوگا تو اس کی کوشش رائگاں نہ جائے گی اور ہم
لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ
اس کے لکھنے والے ہیں اور جس بستی کو ہم نے
اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾
غارت کر دیا ان پر رجوع کرنا حرام تھا ف

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ
یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جاوے
وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾
اور وہ ہر بلندی سے دوڑے چلے آویں گے
وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ
اور وعدۂ حق نزدیک آلگے گا کہ یک بیک
شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
کافروں کی آنکھیں اوپر لگ جاویں گی (اور
يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا
وہ کہیں گے) ہائے ہماری خرابی بے شک ہم تو اس سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے
بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾ اِنَّكُمْ وَمَا
بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔ (حکم ہوگا) البتہ خود تم اور جس کو
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ
تم اللہ کے سوا پوجتے تھے سب جہنم کا
جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾
ایندھن ہو تم کو اس میں پہنچنا ہے
لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا
اگر یہ (دراصل) معبود ہوتے تو اس میں کاہے کو گرتے
وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ
اور یہ سب اس میں سدا پڑے رہیں گے جہنم میں

ف اس آیت کے معنے میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض نے لفظ لا کو زائد مانا ہے تب یہ معنے ہوں گے کہ وہ ایسے ازلی بدنصیب اور ناپاک طینت تھے کہ ان پر توبہ کرنا خدا کی طرف رجوع کرنا قضاء و قدر نے حرام یعنی ممنوع کر دیا تھا اس لیے وہ ہلاک ہی ہونے کے قابل تھے۔ باغِ دنیا سے ان کا کٹ جانا ہی بہتر تھا۔ بعض لا کو زائد نہیں مانتے تب یہ معنے ہوں گے کہ جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے اب یہ نہیں کہ وہ مرکر چھوٹ گئے بلکہ ان پر حرام ہے کہ وہ پھر ہمارے پاس روزِ جزا میں نہ آئیں یعنی ضرور حاضر ہوں گے۔

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾

ان کی چیخ دہاڑ ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے (اپنے شور کے غل میں)

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ

البتہ جن کے لیے ہماری طرف سے (آگے سے) بہتری ٹھہر چکی ہوگی

أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ

وہی اس سے دور رہیں گے وہ اس کی آہٹ بھی

حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ

نہ سنیں گے اور وہ اپنے من مانے عیشوں میں

خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ

ہمیشہ رہا کریں گے ان کو بڑی بھاری گھبراہٹ سے بھی

الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ

پریشانی نہ ہوگی اور ان سے فرشتے آملیں گے (اور کہیں گے)

هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿١٠٣﴾

یہی تو تمہارا وہ دن ہے کہ جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ

جس دن کہ ہم آسمانوں کو کاغذ کے تختے کی طرح لپیٹ لیں گے

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۚ وَعْدًا

جس طرح ہم نے اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح سو بارہ پھر پیدا کریں گے

عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿١٠٤﴾

ہم پر وعدہ ہو چکا ہے البتہ ہم کو یہ ضرور کرنا ہے

جس کے بعد بطور معیار کے فرماتا ہے فمن یعمل من الصلحت کہ جو کوئی ایمان لاوے گا اور پھر نیک کام کرے گا خواہ کوئی ہو اس کی کوشش کا قطعاً بدلہ ہم دیں گے۔ پھر فرماتا ہے وحرام علیٰ قریۃ حرام خبر ہے اس کا مبتدا یا انھم لا یرجعون ہے یا کچھ اور اول صورت میں بعض علماء نے لا کو زائد نہیں مانا ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ ان کا عدم رجوع حرام یعنی ممتنع ہے تب رجوع کرنا ان پر واجب یعنی ضرور ہے دارِ آخرت کی طرف۔

اکثر مفسرین لا کو زائد کہتے ہیں تب یہ معنی کہ ان پر رجوع کرنا دنیا میں بارِ دیگر آنا حرام کر دیا ہے یا یہ کہ ان کی تقدیر میں شرک و معاصی سے باز آنا حرام تھا اس لیے وہ غارت ہوئے۔ جمہور کا قول بہت ٹھیک ہے کہ ان کو بارِ دیگر دنیا میں آنا تدارکِ مافات کے لیے حرام ہے۔ پھر اس کی غایت فرماتا ہے کہ کب تک؟ حتّٰی اذا فتحت یاجوج وماجوج یاجوج وماجوج دو قومیں بند ہیں (دیوار سے) ان کے کھلنے تک اور اس وقت تک کہ وعدۂ قیامت قریب آ لگے اور لوگوں کی آنکھیں اس سخت وقت میں خوف و دہشت سے رحمت کے انتظار میں اوپر کی طرف لگ جاویں اور کافر یہ کہنے لگیں کہ ہائے خرابی ہم بدکار تھے۔ یعنی قیامت تک وہ دنیا کی طرف رجوع نہ کریں گے۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ حتّٰی اذا فتحت یاجوج وماجوج حرام کی غایت نہیں بلکہ مستقل کلام ہے اور حتّٰی کسی محذوف مناسب کی غایت ہے قیام الدین وغیرہا اور یہاں سے مسئلہ معاد شروع ہوتا ہے یعنی یہ حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں لوگوں کی رہنمائی کو آئے تھے کہ دارِ آخرت میں عذاب سے بچیں نعیم باقیہ حاصل کریں اور یہ دنیا ایک وقتِ معین تک باقی ہے پھر فنا ہو جاوے گی فنا کی ابتدا اور علامت خروج یاجوج وماجوج ہے اس کے بعد وعدۂ حق بہت قریب آلگے گا قیامت برپا ہو جاوے گی اور اس روز گنہگاروں کی آنکھیں دہشت یا انتظارِ رحمت میں اوپر لگی ہوں گی اور اپنے گناہوں کا آپ اقرار کریں گے حقیقتِ حال کھل جائے گی، بت اور بت پرست جہنم میں پھینک دیے جائیں گے وہاں رو رو کر چیخیں چلائیں گے مگر بے سود، نیکوں کو ہر مصیبت سے محفوظ رکھ کر نعماء

ابدیہ سے سرفراز کیا جاوے گا۔ یاجوج ماجوج کا مفتوح ہونا یعنی دیوار سے کھولا جانا قرب قیامت میں ہوگا۔ وہ دیوار ٹوٹ جاوے گی یہ قوم بدکار پھیل پڑے گی ہر بلندی سے اترتے آنا محاورہ ہے دوڑے ہوئے آنے سے یہ جملہ یاجوج ماجوج کے ذکر میں تبعاً آگیا۔ اس قوم کا قرب قیامت میں ظاہر ہونا اس آیت اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور کتاب حزقیل کی ۳۹ فصل میں مصرحاً مذکور ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ
اور ہم پند و نصیحت کے بعد زبور میں لکھ

ع الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ
چکے ہیں کہ بے شک زمین کے وارث ہمارے نیک

الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا
بندے ہی ہوں گے البتہ اس میں خدا پرست قوم کے لیے ایک

لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿١٠٦﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ
(بشارت کا) پیغام ہے اور (اے نبی) آپ کو ہم نے

إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ إِنَّمَا
جہان بھر کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (ان سے) کہہ دو کہ میری

يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
طرف تو یہی حکم بھیجا جاتا ہے کہ تمہارا معبود تو صرف خدائے واحد ہے

فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا
پھر کیا تم فرماں بردار رہتے ہو (یا نہیں) پھر اگر نہ مانیں

فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِنْ
تو کہہ دو کہ میں نے تم کو برابر اطلاع کر دی اور مجھے

أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَا
معلوم نہیں کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے

تُوعَدُونَ ﴿١٠٩﴾ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ
یا دور کیونکہ اللہ ظاہر بات کو جانتا

مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾
ہے اور جو کچھ تم مخفی کام کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔

وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ
اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید (اس مہلت میں) تمہاری آزمائش اور ایک

وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١١١﴾ قُلْ رَبِّ
وقت تک دنیا کا فائدہ پہنچانا منظور ہے۔ (آخر) پیغمبر نے کہا کہ اے رب

احْكُمْ بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ
(مجھ میں) ان کافروں میں حق حق فیصلہ کر دے اور جو جو تم باتیں بناتے ہو

الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١١٢﴾
ان پر تو اپنے مہربان رب ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔

ولقد کتبنا فی الزبور۔ سعید بن جبیر و مجاہد و کلبی و مقاتل و ابن زید کہتے ہیں زبور سے مراد وہ کتابیں جو دنیا میں انبیاء پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد لوح محفوظ کہ جہاں سے نقل ہو کر یہ کتابیں آئیں یعنی دونوں جگہ ہم نے لکھ دیا کہ زمین کے نیک بندے وارث ہوں گے۔ زمین سے مراد جنت کی زمین کہ وہاں بجز ان کے اور کوئی آدم علیہ السلام کے ذریہ میں مالک نہ ہوگا سو یہ بات کل آسمانی کتابوں میں ہے۔ اس تقدیر پر یہ آیت بیانِ سابق کا تتمہ یا تاکید ہوگی۔ قتادہ و شعبی کہتے ہیں کہ زبور سے مراد قرآن اور ذکر سے مراد تورات ہے۔ سو ان دونوں میں بھی یہ بات مذکور ہے۔ زبور سے مراد داؤد کی کتاب بھی ہو سکتی ہے۔

ارض میں مفسرین کے چند اقوال ہیں (۱) جنت کی زمین جیسا کہ بیان ہوا (۲) دنیا کی زمین یعنی ملک کا مالک ہم نیک بندوں کو کریں گے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے وعد اللہ الذین آمنوا۔ الیٰ قولہ۔ لیستخلفنھم فی الارض الآیۃ

اس میں اسلام کے غلبہ اور ظہور کی طرف ایماء ہے اور مخالفوں کے لیے تہدید کہ تمہارے سامنے یہ نہ مٹے گا اور بعض کہتے ہیں کہ ارض سے ارض مقدسہ بیت المقدس اور ملک شام مراد ہے سو اس نے اپنے وعدہ کے موافق ایسا ہی کیا کہ مسلمانوں کے قبضہ میں کر دیا اور اب تک ہے اور کسریٰ و قیصر کی سلطنت بھی ان کے قبضہ میں آئی قریش کو جو اپنی سرداری اور جماعت پر نازاں تھے ان کو یہ سُنایا گیا۔ ۳۷ زبور کے ۹ اور گیارہویں ورس میں بھی یہی مضمون ہے اور بہت سے مقامات عہد جدید و عہد قدیم سے بھی ثابت ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اس میں عبادت کرنے والوں خدا ترسوں کے لیے مژدہ رسانی ہے کہ خدا پرستوں پر دنیا میں بھی فضل ہوتا ہے۔ آخر کار ملکوں کے مالک بنائے جاتے ہیں اور مصائب سے بھی محفوظ رہتے ہیں آخرت میں تو پھر سب ہی کچھ ہے۔

اور اے محمد تم کو اس تمام عالم کا ہادی بنا کر اس لیے رحمت و شفقت کی نظر سے بھیجا ہے کہ میرے بندوں کو جو تاریکی میں پڑے ہیں مطلع کر دو اور من جملہ اور پیغاموں کے سب سے موکد حکم توحید کا ہے سو وہ پہنچا دو کہ انما یوحیٰ الخ پھر اگر وہ اس کو نہ مانیں تو کہہ دو تم پر بلا مقرر آنے والی ہے لیکن اس کا وقت خدا ہی کو معلوم ہے کیوں کہ وہ چھپی اور کھلی ہر ایک بات کو جانتا ہے اور جو یہ مہلت ہے سو چند روزہ ہے تمتع دنیا کے لیے ٭

سورۂ حج

مدنیہ ہے اس میں اٹھتّر آیات اور دس رکوع ہیں ؎

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ

لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہا کرو بے شک

زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (۱)

قیامت کا زلزلہ ایک بڑی بھاری چیز ہے۔

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ

جس دن تم اس کو دیکھو گے تو ہر ایک دودھ پلانے والی دودھ پیتے

عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ

ہوئے بچے کو بھول جاوے گی اور ہر ایک حمل والی اپنا

حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ

حمل ڈال دے گی اور تجھے (اے مخاطب) لوگ مدہوش

سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ

نظر آئیں گے اور (در حقیقت) وہ مدہوش نہ ہوں گے

لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (۲)

لیکن اللہ کا سخت عذاب ہوگا (کہ جس کے خوف سے مدہوش ہوں گے)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ

اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں (مشرکین مکہ) کہ پھر اللہ کے معاملے میں نادانی سے

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ

جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے کہے پر

مَّرِيْدٍ (۳) كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ

چلتے ہیں حالانکہ (شیطان کی بابت) لکھا جا چکا ہے کہ

مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ

جو اس کو یار بنائیگا تو یہ اس کو گمراہ کرکے رہے گا اور اس کو

اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ (۴) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

عذاب جہنم کا رستہ دکھائے گا۔ لوگو!

إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ

اگر تم کو (قیامت کے دن) پھر جی اٹھنے میں شک ہے

فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

تو اس کو خیال کرو کہ ہم نے تم کو خاک سے پھر

نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ

نطفہ سے پھر خون کی پھٹکی سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے بنایا

مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ

کسی کو پورا اور کسی کو ناقص الخلقت بنایا تاکہ (اپنی قدرت) تم کو معلوم کرا دیں

وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ

اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں ایک وقت مقرر تک ٹھیرا

مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر (پرورش کرتے ہیں)

لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ

ہیں تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور کچھ تم میں سے (پہلے ہی)

يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ

مر جاتے ہیں اور کچھ تم میں سے نکمی عمر (بڑھاپے) تک پہنچائے

الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ

جاتے ہیں کہ دانش کے بعد کچھ بھی واقف نہیں

شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا

رہتا ہے اور تجھ کو (اے مخاطب) زمین خشک پڑی دکھائی دیا کرتی ہے پھر جب

أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ

ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو تر و تازہ ہو جاتی ہے

وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ⑤

اور ہر ایک خوشنما جڑی بوٹی اگاتی ہے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي

یہ (اس لیے) کہ اللہ ہی برحق ہے اور مُردوں کو زندہ

الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

کرے گا اور وہ ہر بات پر

قَدِيرٌ ⑥ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ

قادر ہے اور یہ بھی کہ قیامت آنے والی ہے

لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ

جس میں کچھ بھی شک نہیں اور یہ بھی کہ جو قبروں میں ہیں اللہ

مَنْ فِي الْقُبُورِ ⑦

ان کو (زندہ کر کے) کھڑا کرے گا۔

ترکیب

زلزلۃ مصدر ہے جو تربے کہ فعل لازم سے ہوئے تزلزل الساعۃ شیئًا اور ممکن ہے کہ متعدی سے ہوئے زلزال الساعۃ الناس دونوں صورت میں مصدر فاعل کی طرف مضاف ہوگا۔ یوم ترونھا منصوب ہے تذھل سے جو حال ہے ضمیر مفعول سے والعائد محذوف سکارٰی حال ہے اور یہ بالضم اور بالفتح دونوں طرح سے آیا ہے اور سکرٰی مثل مرضٰی اور واحد سکران یا سکر ہے مثل زمن وزمنی۔ من یجادل میں مَن نکرہ موصوفہ ہے۔

تفسیر

اس سورۃ میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ وابن زبیرؓ ومجاہد کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی ہے بجز چند آیات کے کہ وہ مکہ میں نازل ہوئیں وما ارسلنا من قبلک من رسول سے لے کر عذاب یوم عقیم تک۔ جمہور کہتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ صحیح یہی بات ہے۔

اس سورت میں علوم خمسہ قرآنی مذکور ہیں آفرینش بھی، معاد بھی، احکام بھی، پہلے واقعات امتوں کے

عذاب ثواب دنیاوی بھی رسالت کا بھی مسئلہ اس میں ابن المبارک و شافعی و احمد و اسحٰق کے نزدیک دو جگہ سجدے ہیں۔ ابن عباس و ابراہیم نخعی و سفیان ثوری و امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں ایک سجدہ ہے۔

سورۂ انبیاء کے خاتمہ میں مسئلہ معاد کا ذکر تھا۔ اس سورت میں اس سے ابتدا کی جاتی ہے تاکہ انسان کو پرہیزگاری اور خدا ترسی اور عبادت کی طرف کامل رغبت ہو اور دل میں خوف رہے اور انبیاء علیہم السلام جن کا ذکر سورۂ انبیاء میں ہوا تھا کی تصدیق اور ان کی پیروی کرنے کی خواہش پیدا ہو کس لیے کہ دار آخرت کا مسئلہ اور اس عالم کے مفید و مضر کام بغیر حضرات انبیاء کے معلوم ہو نہیں سکتے اس لیے خدا تعالیٰ اس ہول ناک واقعہ کی خبر کس ہیبت ناک عنوان سے بیان فرماتا ہے اور سب سے پیشتر رب سے ڈرنے اور تقویٰ کرنے کا حکم دیتا ہے فقال یا ایھا الناس اتقوا ربکم اول تو لفظ رب یہ چاہتا ہے کہ اپنے ہر روز کے مربی سے ڈرنا اور اس کی طاعت کرنا چاہیے مگر اس کے بعد ایک سخت مصیبت آنے والی ہے اس کا ذکر کر کے اور بھی اس تقوے کے حکم کو موکد کرتا ہے گویا یہ جملہ ان زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم اس کی علت ہے کیوں کہ اس سخت وقت میں انسان کو تقویٰ ہی امان دے گا۔ پھر فرماتا ہے یہ زلزلہ کس دن ہوگا اور اس روز کیا حال ہوگا۔

فرماتا ہے یوم ترونھا الخ اس روز حاملہ عورتوں کے اس کے خوف سے حمل گر جائیں گے۔ اور دودھ پلانے والیاں باوجود اس کے کہ بچے سے بڑی محبت ہوتی ہے بچہ کو بھی اس پریشانی اور بدحواسی میں بھول جائیں گی اور اس دہشت سے لوگ متوالے کی طرح بدحواس ہوں گے اور درحقیقت نشہ نہ ہوگا عذاب الٰہی کی بدحواسی ہوگی۔ یہ زلزلہ قیامت کے روز ہوگا جس روز صور پھنکے گا۔ پہاڑ اڑتے پھریں گے زمین کپکپا دے گی ایک آپا دھاپی ہوگی کہ الٰہی توبہ۔ اہل ایمان میں سے اس وقت روئے زمین پر ایک بھی باقی نہ رہے گا پہلے ہی اٹھ جائیں گے اشرار بدکردار رہ جائیں گے جو اس دن کو دیکھیں گے۔ پھر تمام دنیا نیست و نابود ہو کر دوبارہ ایک اور عالم پیدا ہوگا نیا آسمان نئی زمین قائم ہوگی، لوگ جی اٹھیں گے حشر برپا ہوگا۔

ومن الناس من یجادل الخ مکہ کے مشرک اس بیان کو سن کر جھگڑنے لگے کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے اور جھگڑا بھی بے دلیل یہ محض شیطانی وسوسہ ہے ابن ابی حاتم نے ابی مالک سے روایت کی ہے کہ نضر بن حارث نے اللہ کے امر یعنی قیامت کے معاملہ میں جاہلانہ گفتگو کی تھی جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے حق میں فرمایا ویتبع کل شیطان مرید کہ وہ ہر ایک شیطان رانذہ درگاہ کی پیروی کرتا ہے اس میں ان کے گمراہ کنندہ لوگ بھی آگئے اور ابلیس بھی جس کے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ جو اس کو یار بنائے گا تو یہ اس کو راہ راست سے بہکا کر جہنم کی طرف لے جائے گا پھر اس کم بخت کو کیا ہوا جو ہادی برحق سے جھگڑ کر مضل کی پیروی کرتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ قیامت کے ہونے پر دو دلیلیں پیش کرتا ہے:

اول دلیل یا ایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنکم الیٰ قولہ تعالیٰ لکیلا یعلم من بعد علم شیئا کہ اگر تم کو قیامت کے روز مر کر جی اٹھنے میں شک ہو تو تم اس بات کو دیکھو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا کیوں کہ تمہارے جدِ امجد آدم کو مٹی سے بنایا کہ جس کی تم نسل ہو۔ یا یوں سمجھو کہ تم نطفہ سے پیدا ہوتے ہو جیسا کہ اس کے بعد خود ہی فرماتا ہے ثم من نطفۃ اور نطفہ غذاؤں کے کھانے سے پیدا

ہوتا ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں پھر نطفہ کو جو پانی کا ایک قطرہ ہے خون بنا دیتے ہیں پھر اس خون کو گوشت کا لوتھڑا پھر اس میں کسی کے پورے ہاتھ پاؤں و دیگر اعضاء لگاتے ہیں کسی کو ناقص رکھتے ہیں غیر مخلقۃ یا یوں کہو کہ بعض لوتھڑے ناقص کے ناقص ہی رہ کر باہر گر جاتے ہیں۔

لنبین لکم تاکہ تم کو معلوم کرائیں کہ یہ اس قادرِ مطلق کی صنعت ہے جس نے طبیعت کو آلہ بنا دیا ہے ورنہ طبیعت کے لیے کون کا امر مرجح تھا کہ ایک قطرہ یا یکساں گوشت کا لوتھڑا سب کی ایک طبیعت پھر اس میں سے کسی کو ہڈی کسی کو پٹھا بنائے کسی کو ہاتھ آنکھ ناک اور ان میں یہ دور اندیشیاں مدِ نظر رکھے پھر رحم میں جس کو جتنی مدت چاہتے ہیں ٹھیراتے ہیں پھر بچہ بنا کر اس نطفہ کو باہر لاتے ہیں پھر کسی کو لڑکپن میں کسی کو جوانی میں کسی کو ایسی عمر طبعی تک پہنچا کر یا رتے ہیں کہ وہ علم و دانش جا کر پھر نادان بچوں جیسا ہو جاتا ہے۔ ع ۱۰ ۸

پس جو ان باتوں پر قادر ہے کیا وہ انسان کو بارِ دگر زندہ نہیں کر سکتا؟ بے شک کر سکتا ہے اور ضرور کرے گا۔

دوسری دلیل
وتری الارض ھامدۃ سے لے کر آخر تک۔ کہ زمین خشک ہوتی ہے پھر ہم اپنی قدرت سے پانی برساتے اور ایک پانی ایک ہی زمین سے گوناگوں جڑی بوٹیاں اگاتے ہیں اور ہماری اس قدرتِ کاملہ کا تماشا اکثر دیکھتے ہو پھر کیا ہم ماء الحیات برسا کر انسان کو نباتات کی طرح بارِ دگر پیدا نہیں کر سکتے؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ
اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کے معاملہ میں حق سے منہ موڑ کر

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ
بغیر علم اور ہدایت اور بغیر کتاب

مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ
روشن کے[1]۔ اس کے رستہ سے برگشتہ کرنے کے لیے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ
جھگڑا کرتے ہیں اس کو دنیا میں بھی رسوائی ہے اور

نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ
قیامت کے دن بھی ہم اس کو عذاب دوزخ کا مزہ

الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ
چکھائیں گے۔ (اس کو کہا جائے گا) یہ تیرے عمل کا بدلہ ہے جس کو تیرے دونوں

يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ
ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ تو بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں

لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
کیا کرتا اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کی

يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ
عبادت تو کرتے ہیں (مگر) الگ تھلگ[2] پھر اس کو کچھ فائدہ

خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ
پہنچ گیا تو اس پر جما دیا اور اگر کچھ تکلیف پہنچ گئی

فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ
تو منہ کے بل الٹا پھر گیا اس نے

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ
دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی یہ ہے وہ صریح

[1] یعنی بغیر علم و دانش اور بغیر کسی کتابی سند کے خدا کی باتوں کی چلا چلا تکذیب کیا کرتے ہیں ۱۲ منہ

[2] قال المفسرون الحرف الشک واصلہ من حرف الشئی اے طرفہ مثل حرف الجبل والحائط فان القائم علیہ غیر مستقل ۱۲ منہ

الْمُبِيْنُ ⑪ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا

خسارہ   اللہ کو چھوڑ کر اس کو پکارتا ہے   جو

لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۚ ذٰلِكَ هُوَ

نہ اس کو ضرر دے سکے   اور   نہ   فائدہ   یہی تو   وہ

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑫ يَدْعُوْا لَمَنْ

پرلے درجہ کی گمراہی   ہے   اس کو پکارتے ہیں کہ جس کا

ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ

ضرر   اس کے   نفع سے نزدیک تر ہے   ایسا آقا بھی

الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬

برا   اور   رفیق   بھی   برا۔

قیامت کے دلائل بیان کر کے پھر انہیں بے ہودہ لوگوں کی جاہلانہ حجت و مجادلہ کا ذکر فرماتا ہے قال ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتٰب منیر۔ بعض کہتے ہیں پہلی آیت ومن الناس الخ نضر بن حارث کے حق میں اور یہ ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں دونوں جگہ نضر مراد ہے محض ذم کے مبالغہ کے لیے اس کا اعادہ کیا۔ انسان کسی مقصد پر جو حجت قائم کرتا ہے یا کوئی عقیدہ دل میں جماتا ہے تو یا علم بالبدیہیات یا استدلال و نظر سے یا وحی و الہام سے، پھر جس کو یہ تینوں باتیں کسی بات کی طرف ہدایت نہ کریں اور وہ اس پر جھگڑے تو سخت نادان ہے بغیر علم میں بدیہیات ولا ھدی میں نظریات اور ولا کتٰب منیر میں الہام حق کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے پاس ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ پھر اس کا یہ فعل محض تکبر اور لوگوں کے گمراہ کرنے کے لیے ہے ثانی عطفہ لیضل عن سبیل اللہ ثنی العطف کبر و خیلاء سے عبارت ہے۔ اب اس کی سزا بیان فرماتا ہے اس کے کبر و غرور کے بدلہ میں لہ فی الدنیا خزی کہ خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی خوار و ذلیل کرے گا۔ چنانچہ نضر بن حارث اور ابوجہل کس ذلت کے ساتھ بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور کتوں کی طرح سے ان کی لاشیں کھنچوا کے ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں اور اسی طرح سب سرکشوں کا یہی حال ہوا ہے اور ہوگا۔ اور اس جاہلانہ مجادلہ کی سزا میں ونذیقہ یوم القیٰمۃ عذاب الحریق قیامت کے روز عذاب جہنم کا بھی مزہ چکھائیں گے اور یہ اسی کے عمل کا بدلہ ہے اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

انبیاء علیہم السلام قیامت کے حالات بیان فرما کر انسان کو دار آخرت کی بھلائی کے لیے اپنی طرف بلایا کرتے ہیں۔ پھر اس شخص کی سخت حماقت ہے کہ اس رستہ کو دنیا کے فوائد حاصل کرنے کے لیے اختیار کرے دنیا کے نفع و نقصان تو انسان کے ساتھ ہر حال میں رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرتؐ کے عہد میں بھی بعض بیوقوف اس لیے اسلام میں آئے تھے اس لیے ان کی برائی بیان فرماتا ہے فقال ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف۔ بخاری نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ میں ایسے بھی لوگ آتے اور اسلام لاتے تھے کہ اگر اس کے لڑکا پیدا ہوا اور اس کے مواشی کے بچے ہوئے تو کہتا تھا کہ یہ دین اچھا ہے اور جو ایسا نہ ہوتا تو کہتا کہ یہ دین برا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حرف کے معنی طرف یعنی شک و تردد کے ہیں دنیا میں تو اس پر قضا و قدر سے مصیبت آئی ہی تھی ادھر

ل؎ یہ کیا حمق ہے کہ اگر اس کو دنیا کا فائدہ حاصل ہوا تو اس راہ پر قائم رہے کچھ آزمائش ہوگئی کوئی تکلیف پہنچی تو پھر گئے بتوں سے مانگنے لگے ۱۲ منہ

خدا سے بھی پھر گئے دنیا بھی گئی دین بھی ذلك هو الخسران المبین یہ بڑا ٹوٹا ہے۔ اب خدا کے در سے پھر کر اور معبودوں کی طرف رجوع ہوا ہے یہاں کیا رکھا ہے بجز نقصان کے۔ ان کی عبادت و نذر و نیاز میں مال ضائع کرنا وقت کھونا وبال بت پرستی سر پر لینا اور بھی خسارہ اور ضرر ہے۔ ان معبودوں کو قدرت ہی کیا ہے جو کسی کو نفع یا نقصان دے سکیں۔ ایسا ہی بد نصیب یہ مانگنے والا ہے جو ان کا رفیق بنا ہے اور ایسے ہی وہ لغو معبودِ باطل ہیں جن کے پوجنے میں نفع کی جگہ ضرر ہی ضرر ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اچھے کام بھی کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے

الْاَنْهٰرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (١٤)

بڑی نہریں بہتی ہوں گی بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ

جس کو حالت مایوسی میں یہ گمان ہو کہ اللہ اس کی دنیا اور آخرت

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ

میں مدد نہ کرے گا اس کو چاہیے کہ چھت میں

اِلَى السَّمَاۗءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ

ایک رسی لٹکائے پھر اس کو کاٹ ڈالے (یعنی پھانسی کر مر جائے) پھر دیکھے کہ

يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ (١٥) وَ

اس کی تدبیر اس کے غصہ کو دور بھی کرتی ہے اور

كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ

ہم نے اس قرآن کو کھلی کھلی آیتیں بنا کر نازل کیا ہے اور

اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ (١٦) اِنَّ

یہ بھی کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے بے شک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَ

اللہ ایمان والوں اور یہودیوں اور

الصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ

صابیوں اور عیسائیوں اور مجوسیوں

وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ڰ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ

اور مشرکوں میں ضرور قیامت

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

کے دن فیصلہ کرے گا البتہ اللہ

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (١٧)

ہر چیز کے سامنے حاضر ہے۔

منافقوں کی عبادت اور ان کے معبودوں کا حال بیان فرما کر اس جگہ سچے ایمان داروں کی عبادت کا حال فرماتا ہے اور ان کے معبودِ حقیقی کا وصف کرتا ہے کہ اللہ جو معبودِ حقیقی اور قادرِ مطلق ہے اپنے ایمان داروں نیکوکار بندوں کو مرنے کے بعد ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی کیوں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے قادرِ مطلق ہے برخلاف ان کے معبودوں کے کہ ان کو نفع و ضرر کا کچھ بھی اقتدار نہیں۔

من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ میں ان منافقوں کی طرف روئے سخن ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی عبادت تردد اور شک سے کرتے ہیں کہ جہاں کوئی دنیا کا فائدہ معلوم ہوا تو جھکے رہے، کوئی تکلیف آپڑی تو اللہ سے پھر کر باطل معبودوں کی طرف متوجہ ہو گئے کہ بھلا وہ ان معبودوں کی طرف متوجہ ہو کر تو اپنا کام بنالیں اور دیکھیں ان کے دل کا غصہ جو خدا پر ہے کس طرح سے

نکالتے ہیں وہ جیسی چاہیں تدابیر کرلیں جس قدر چاہیں زور لگالیں حتیٰ کہ آسمان کی طرف یا اپنے گھر کی چھت میں (کیوں کہ السماء سے سماء البیت بھی مراد ہو سکتا ہے) کوئی رسی لٹکاکر اس سے گلا گھونٹ کر مر جاویں۔ پھر دیکھیں کہ اس تدبیر سے بھی ان کے دل کا غصہ نکلتا ہے؟ یعنی ہزار تدبیریں کریں کچھ نہ ہوگا خدا ہی نہ چاہے تو کیا ہو سکتا ہے۔ یہ معنی اس تقدیر پر ہیں کہ ینصرہ کی ضمیر مَن کی طرف رجوع کی جاوے جیسا کہ سیاق چاہتا ہے مگر ابن عباسؓ و کلبی و مقاتل و ضحاک و قتادہ و ابن زید و سدی و فراء و زجاج اس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالےٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں اس کا بول بالا کرے اور آخرت میں اس کا درجہ بلند کرے اس کی مدد نہ کرے گا اور اسی لیے وہ اسلام کے قبول کرنے میں تردد کرتا ہے جیسا کہ مقاتل کہتے ہیں یہ آیت غطفان اور اسد کے چند لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو کہتے تھے ہم کو خوف ہے کہ خدا محمدؐ کی مدد نہ کرے تو ہم اپنے حلیفوں سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ یا جو آں حضرتؐ سے حسد رکھتے ہیں اور حسد کے مارے یہ خیال کرتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ جیسا دل چاہے ویسی تدبیر اور داؤ کرلیں یہاں تک کہ کوئی رسی لٹکاکر اس سے گلا گھونٹ کر مر جاویں یا رسی کے ذریعہ سے آسمان پر پہنچ جائیں تب بھی کچھ نہ ہوگا خدا اپنے رسول کی دنیا و آخرت میں مدد کرے گا اور ضرور کرے گا کیوں کہ ابھی ہم کہہ چکے ہیں ان اللہ یفعل ما یرید یا کوئی ایسا سبب پیدا کریں کہ جس سے آسمان پر چڑھ جاویں اور وہاں سے ناکام ہونے پر گر کر مر جاویں لیقطع کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ سبب کے معنی رسی کے اور وسائل کے بھی ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ بعض مسلمان حضرتؐ کے فتوحات اور غلبہ میں دیر ہونے کی وجہ سے خفا اور دل میں تنگ ہوا کرتے تھے، اس آیت میں ان کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جو چاہیں کرلیں ان کی تدابیر سے کچھ نہ ہوگا، خدا ایک وقت پر مدد و فتح حضرت کی کرے گا۔

تمام قرآن کو آیاتِ بینات بنا کر ہم نے یوں ہی نازل کیا ہے۔ رہی ہدایت سو وہ ہر ایک کے حصہ میں نہیں خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ گو دنیا میں اکثر یہ چھ فریق ہیں اہل اسلامؑ جن کو الذین آمنوا سے تعبیر کیا۔ دوم یہودی، سوم صابی، چہارم نصاریٰ، پنجم مجوس، ششم مشرکین۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے تئیں ہدایت پر کہتا ہے مگر دراصل ہدایت پر وہی فریق ہے کہ جس کو خدا نے ہدایت دی یعنی اہل اسلام۔ رہی ان کی یہ قیل و قال سو اس کا قیامت میں اللہ آپ فیصلہ کرے گا اس کے سامنے ہر چیز ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ آسمان والے

ل؎ کس لیے کہ جو لوگ فاعل مختار حق سبحانہ کے قائل ہیں پھر یا تو انبیاء کے قائل نہیں جیسا کہ مشرکین۔ اور جو قائل ہیں یا سچے نبی کے پیرو ہیں یا فرضی اور متنبی کے، پس انبیاء کے متبع تو اہل اسلام اور یہود و نصاریٰ اور صابئین ہیں جو یہود و نصاریٰ سے کے بین بین ہیں اور فرضی نبی کے متبع مجوس ۱۲ منہ

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ
اور زمین والے اور آفتاب
وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ
اور ماہتاب اور ستارے اور پہاڑ اور درخت
وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ
اور چارپائے اور بہت آدمی اللہ کے آگے جھکتے ہیں
وَكَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ
اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور
مَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ
جس کو کہ اللہ ذلیل کرتا ہے پھر اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا
اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۩ ⑱ هٰذٰنِ
بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے یہ دونوں
خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ؗ
فریق مخالف جو اپنے رب کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں ف
فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ
پھر جو منکر ہیں ان کے لیے تو آگ کے کپڑے قطع
مِّنْ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ
کیے گئے ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی
الْحَمِیْمُ ⑲ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ
ڈالا جائے گا کہ جس سے جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے (انتڑیاں)
بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ⑳ وَلَهُمْ
وغیرہ اور ان کی کھال جھلس دی جائے گی اور ان پر
مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ㉑ كُلَّمَآ
لوہے کے گرز پڑیں گے جب گھبرا کر
اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ
وہاں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر
اُعِیْدُوْا فِیْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ
اسی میں داخل کیے جائیں گے اور (کہا جائے گا) دوزخ کا
الْحَرِیْقِ ㉒
عذاب چکھو۔

ترکیب

کثیر مبتدا من الناس صفت خبرہ مطیعون محذوف۔ اور بعض کہتے ہیں من فی السمٰوٰت پر معطوف ہے تفصیل کے لیے یصب جملہ مستانفہ اور خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا اللہ ہر چیز جانتا ہے جس سے اس کا علم و ادراک کامل ثابت ہوا تھا جو یفصل بینھم یوم القیٰمۃ قیامت کے فیصلہ کے لیے ضروری ہے۔ اب یہاں الم تر سے قدرت و جبروت کا اثبات کرتا ہے کہ اس کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے اور جس کو وہ ذلت دیتا ہے کوئی اس کو عزت نہیں دے سکتا اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ جو لوگ

ف بخاری و مسلم وغیرہما نے ابوذرؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت حمزہ و عبیدہ و علیؓ کے اور عتبہ اور شیبہ اور ولید بن عتبہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ بدر کے روز یہ دونوں فریق لڑنے کو میدان جنگ میں صف سے نکل کر لڑے اور حاکم نے بھی حضرت علیؓ سے یوں ہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت ہمارے حق اور ہمارے مقابل مبارزوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مراد یہ کہ اس کے ہم ہی مصداق ہیں ۱۲ منہ

اس کے سوا اوروں کو پوجتے ہیں جیسا کہ مشرکین جن کا ذکر اگلی آیتوں میں آیا تھا، محض بے وقوف ہیں نہ اور کسی کو وہ علم ہے جو اللہ کو ہے نہ اس کی مانند کسی کو قدرت و سلطنت ہے اور قیامت میں فیصلہ کرنے کے لیے بھی دو وصف ضروری ہیں اس لیے اپنے فیصلہ کرنے کا ثبوت کر دیا کہ ہم قادر مطلق ہیں ہمارے آگے ہر ایک سرنگوں ہے تمہارے معبود وہاں کیا کر سکیں گے؟ اور یہاں بھی وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ الم تر سے مراد الم تعلم یعنی تو کیا نہیں جانتا مراد ہے کہ اے مخاطب تجھے خوب معلوم ہے دلائل و براہین قدرت میں نظر کرنے سے۔ چوں کہ یہ بات بہت ظاہر تھی اس لیے الم تر سے تعبیر کیا۔

یسجد لہ سجدہ کرنے سے مراد مسخر اور سرنگوں ہونا اور یہ ظاہر ہے۔ کس لیے کہ تمام عالم ممکن ہے اور ممکن کو جس طرح اپنے حدوث سے واجب تعالیٰ کی طرف احتیاج ہے اسی طرح بقا میں بھی۔ پس ہر چیز کا ہمہ وقت اس کا محتاج رہنا اس کے آگے سجدہ کرنا ہے۔

من فی السمٰوٰت من فی الارض میں اگرچہ جملہ علویات وسفلیات داخل ہیں لیکن ان مشرکین کے معبود کہ جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے مفصلہ ذیل تھے اس لیے تعمیم کے بعد تخصیص کی گئی۔ والشمس والقمر والنجوم آفتاب اور چاند اور ستارے اکثر فرقہ صابیہ اور مجوس اور ہنود کے معبود ہیں۔ ان کے مرشدوں نے انہیں اشیاء کو ہیکل نورانی سمجھ کر ان کی عبادت کو تقرب الٰہی کا ذریعہ بنایا اور بعد میں انہیں کو قاضی الحاجات سمجھنے لگے پھر ان کے نام کے بت ان کی مناسب دھات کے بنائے اور بڑے بڑے شان دار مکان بنا کر ان کی پرستش کرنے لگے یونانی بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ پھر ان سے اتر کر والجبال پہاڑوں کے پتھر پوجنے لگے ہنود اور عرب کے معبود پتھروں کے اور پہاڑوں کی دھات تانبے پیتل کے تھے والشجر والدواب

یہاں تک کہ ہنود درختوں چارپایوں کو بھی پوجتے ہیں پیپل کا درخت اور گائے بیل بھی ان کے معبود ہیں وکثیر من الناس بہت سے آدمیوں کو بھی پوجتے ہیں راجہ رام چندر و کرشن و بدھ و مہادیو و بشن و برہما یہ سب انسان تھے جن کو ہنود پوجتے ہیں اسی طرح عرب کے مشرکوں نے لات منات اساف نائلہ ذی الخلصہ ہبل وغیرہ انسانوں کی مورتیں بنا رکھی تھیں ان کو قاضی الحاجات دافع البلایات جانتے تھے نذر و نیاز کرتے تھے مصائب کے وقت ان کو پکارتے تھے ان کی دہائی دیتے تھے۔ فرماتا ہے یہ سب چیزیں تو اللہ کے آگے جھک رہی ہیں اسی کے آگے سر جھکاتی ہیں بالخصوص انسان کہ جن کو یہ پوجتے ہیں بالاختیار اللہ کو سجدہ کرتے تھے اور کرتے ہیں باقی یہ سب اشیاء اپنی بقاء میں ہر دم اسی کی طرف محتاج ہیں اور اس کے حکم تکوینی کے مسخر ہیں یہی ان کا جھکنا اور سجدہ ہے پھر ان کے مالک و خالق کو چھوڑ کر ان کو پوجنا کون سی عقل مندی ہے مگر آدمیوں میں سے ایسے بھی بدبخت اور بدعقل اور ذلیل ہیں کہ حق علیہ العذاب کہ باختیار خود اس کے آگے نہیں جھکتے اس کی مخلوق کے آگے جھکتے ہیں۔ ان ذلیلوں پر عذاب الٰہی ثابت ہو چکا ہے اور ذلت نوشتۂ ازلی ہے ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم کیوں کہ جن کو وہ ذلت دے اس کو کون عزت دے سکتا ہے اور اس فعل میں خدا کو کون پوچھ سکتا ہے وہ فاعل مختار ہے اپنی حکمت و مصلحت سے جو چاہے کرتا ہے۔

اب یہ دو فریق ہو گئے ایک ذلیل جو اپنی مثل مخلوق کو پوجتے ہیں۔ دوسرے عزت دار جو اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں پوجتے۔ اب دونوں فریق کا کیا حال ہے ھٰذٰن خصمٰن اختصموا فی ربھم وہ یہ کہ آپس میں اپنے رب کے معاملہ میں باہم اختلاف کرتے ہیں۔ ذلیل فریق خدا میں عجز و حدوث کے اوصاف رذیلہ اپنے قیاس سے

ثابت کرتا ہے کہ وہ سب کام آپ نہیں کر سکتا اس نے ان ان اشخاص و اشیاء کو یہ کام بانٹ دیے ہیں، اس لیے ہم ان کو پوجتے اور پکارتے ہیں۔ فریق عزت دار اسی کو قادرِ مطلق اور جملہ کاموں کا کرنے والا سمجھتا ہے۔ وہی علام الغیوب ہے ہر ایک کی پکار بھی وہی سنتا ہے اور سن کر قضائے حاجت بھی کرتا ہے کیوں کہ علیم بھی ہے رحیم بھی ہے بخلاف مخلوق کے۔ اس کے بعد آپ ہی دونوں فریق کا انجام کار بتلاتا ہے۔ فریق ذلیل کا انجام ان آیات میں ہے فالذین کفروا الاٰیۃ ان کے لیے جہنم کے کپڑے تیار ہیں گرم پانی اور لوہے کے گرز اور وہاں سدا رہنا ہے۔ اگلی آیات میں فریق عزت دار کا انجام بیان فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

البتہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

بھی کام کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں

الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ

بہتی ہوں گی وہاں ان کو سونے کے کنگن اور

مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ

موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس

فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ

ریشمی ہوگا اور (یہ وہ ہیں کہ) جن کو اچھی بات

مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ

کی طرف رہنمائی کی گئی اور عمدہ رستے کی انہیں ہدایت

الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ

کی گئی بے شک جو منکر ہوگئے عه اور

يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ

لوگوں کو اللہ کے رستے سے اور (اس) مسجد الحرام سے

الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ

روکتے ہیں کہ جس کو ہم نے سب لوگوں کے لیے مسجد بنایا

سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ

وہاں اس جگہ کا رہنے والا اور باہر والا دونوں برابر ہیں اور جو

يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ

وہاں ظلم سے کج روی کرنا چاہے گا تو ہم اس کو دکھ دینے والا

عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ بَوَّأْنَا

عذاب چکھاویں گے اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے

لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ

ابراہیم کے لیے کعبہ کی جگہ معین کر دی (حکم دیا کہ) میرے ساتھ

بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَ

کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں ف اور

ف طائفین جمع طائف بمعنی طواف کنندہ۔ قائمین جمع قائم بمعنی قیام کنندہ۔ رکع جمع راکع بمعنی رکوع کنندہ۔ سجود جمع ساجد۔ خواہ یہ افعال ایک ساتھ ادا کیے جائیں جیسا کہ نماز میں یا جداگانہ ۱۲ منہ

سه سواء کو یعقوب و عاصم نے بالنصب پڑھا ہے جعل کا معمول بنا کر۔ بعض نے مرفوع پڑھا ہے مبتدأ کی خبر مقدم قرار دے کر۔ صاحب کشاف کہتے ہیں بالحاد بظلم یہ دونوں حال مترادف ہیں۔ رجال جمع راجل پیادہ و الضمور الہزال ضمر یضمر ضمورا والمعنی ان الناقۃ صارت ضامرۃ لطول سفرہا۔ الفج الطریق بین الجبلین ثم یستعمل فی سائر الطرق اتساعا والعمیق البعید کبیر ۱۲ منہ عه ان الذین کی خبر محذوف اس پر نذقہ دال ہے ۱۲ منہ

الْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ

قیام کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو　اور لوگوں

فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ

میں　حج کی منادی کردو　تمہارے پاس لوگ پاپیادہ اور

عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ

پتلے دُبلے　اونٹوں　پر (سوار ہوکر) دور دراز رستوں

فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

سے چلے آئیں گے۔

ان اللہ میں دوسرے فریق کا ذکر ہے کہ اللہ ان کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے گا کہ جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس میں جڑاؤ زیور اور موتی اور ریشمی لباس پہنیں گے۔

پھر ان اہل ایمان کے وصف میں فرماتا ہے وھدوا الی الطیب من القول کہ یہ باتیں ان کو اس وجہ سے نصیب ہوں گی کہ دنیا میں اللہ کی طرف سے ان کو اچھی بات اور عمدہ رستہ کی ہدایت کی گئی تھی۔ اچھی بات کہ جس کو قولِ طیب سے تعبیر کیا کلمہ پاک لا الہ الا اللہ یا قرآن مجید ہے اور عمدہ رستہ دینِ اسلام ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جنت میں جاکر اچھی باتیں کہنا ہے اس کی حمد و ثنا گویا اس میں روحانی نعمتوں کی طرف اشارہ ہے۔

ان الذین کفروا ویصدون الخ یہاں سے اس فریق نافرمان کے پھر چند اوصاف بیان فرماتا ہے بالخصوص ان کے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر تھے کہ کفر کے علاوہ لوگوں کو اللہ کے رستہ سے بھی روکتے ہیں یعنی اسلام اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے۔ مشرکین مکہ ان لوگوں پر جو اسلام لاتے تھے بڑے ظلم و ستم کرکے ان کو اسلام سے روکتے تھے اور بعض اسلام پر جھوٹے الزامات لگاکر اس کو رسوا کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ آج کل گمراہ فرقوں کے پیشوا کیا کرتے ہیں اور لوگوں کو مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ سے بھی روکتے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابی سفیان وغیرہ کے حق میں ہے کہ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عام حدیبیہ میں عمرہ سے روک دیا تھا (کبیر) اگر حدیبیہ کا واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد ہے تو یہ صاف ہے ورنہ یوں بھی وہ روک دیا کرتے تھے۔ باہم لڑائی بھڑائی کے خوف سے لوگ بجز ایک خاص موسم کے نہیں آسکتے تھے اور جب اسلام پھیلا تو مسلمان قبائل کو تو آنے سے روک ہی دیا تھا۔

اس کے بعد مسجد الحرام کے اوصاف بیان فرماتا ہے۔

ف واذن فی الناس حسن اور اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ یہاں سے خطاب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے پہلا کلام تمام ہوچکا یعنی اللہ تعالیٰ آں حضرتؐ سے فرماتا ہے کہ اے محمد! لوگوں میں حج کا اعلان کردو، وہ تمہارے پاس حج کرنے نزدیک دور سے چلے آویں گے۔ یہ آیت فرضیت حج کے لیے ہے۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بھی جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہے اسی میں انہی کی طرف خطاب ہے کہ جب حضرت کعبہ تعمیر کرچکے تو ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم لوگوں میں حج کے لیے پکار دو تاکہ لوگ حج کو آویں۔ اس میں یہ مراد ہے کہ اے قریش مکہ تم جو ان لوگوں کو مسجد الحرام سے روکتے ہو نہ صرف خدا تعالیٰ بلکہ اپنے بزرگ ابراہیم خلیل اللہ کے بھی برخلاف کرتے ہو۔ ۲ حج کے لیے آنا بحکم ابراہیم گویا ان کے پاس آنا ہے۔ یا ان کی حیات کے لحاظ سے فرمایا۔ پس ان کے پاس لوگ حج کرنے کو آنے لگے تھے ۱۲ منہ　۳ یاتوک رجالا وعلی کل ضامر۔ ضامر: پتلی دبلی اونٹنی، جو اونٹنیاں سواری کی ہوتی ہیں کثرت سفر سے دبلی پتلی ہوجاتی ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ حج کو پیادے یا اونٹنیوں کے سوار ہی آویں گے۔ بلکہ عرب کی قوموں کے لحاظ سے یہ فرمایا جن کی سواری بیشتر اونٹوں ہی پر ہوتی ہے ورنہ مراد عموم ہے کہ ہر قسم کے لوگ آویں گے ۱۲ منہ

(۱) یہاں عاکف ومقیم وحاضر اور بادی (الطاری من البدو) وهو النازع الیه من غربته. کبیر یعنی مقیم ومسافر دونوں برابر ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں مکہ کی سکونت میں اور وہاں کے ٹھیرنے میں سب برابر ہیں جو پہلے آوے اور ٹھیر جاوے وہی مستحق ہے اور یہی قتادہ اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔ ان کے نزدیک مکہ کے مکانات کا کرایہ لینا اور بیع کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ زمین کسی کی ملک نہیں ہوسکتی۔ اور یہی مذہب ابن عمرؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ وامام ابوحنیفہؒ واسحاق حنظلی کا ہے ان کی دلیل یہ آیت اور بعض احادیث ہیں۔ اس تقدیر پر مسجد الحرام سے مراد مکہ ہے۔ اور علماء کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ خاص حرم کسی کی ملک نہیں یہاں ہر ایک مقیم ومسافر کا نماز پڑھنے اور عبادت کرنے میں برابر حق ہے۔ اور مکہ کے مکانات کی بیع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں برابر ہوتی تھی۔

(۲) ومن یرد فیہ بالحاد الحاد لحد سے مشتق ہے بمعنی کجی۔ اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں شرک مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں حرم میں شکار کرنا۔ بعض کہتے ہیں کسی کو مارنا ستانا۔ مگر صحیح تر یہ ہے کہ عموماً ممنوعات مراد ہیں ان سب پر عذاب ہے۔ اس کے بعد اس مسجد کی تعمیر اور غرض کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ واذ بوانا لابراهیم کہ اس گھر کے بنانے کا ابراہیم کو ہم نے ہی حکم دیا تھا یہ جگہ خدا کی عبادت کے لیے مخصوص کر دی تھی کہ ایک عبادت خانہ بنا کہ جس کے ارد گرد لوگ طواف کریں، خدائے غیر مجسم کے اور پھر اس طرح سے قربان ہوں۔ اور خدا پرست اس میں کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کریں اور رکوع کرنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے خدائے واحد کو سجدہ کیا کریں اور اس گھر کو پاک صاف کریں اور وہاں کسی قسم کی پرستش غیر اللہ کی نہ ہوا کرے۔ اس میں قریش مکہ پر تعریض ہے کہ تم ایسے نالائق مجاور ہو کہ تم نے اس گھر کو خلاف منشائے بانی بت خانہ بنادیا اس کو نجاست سے گندہ کردیا۔ اور ہم نے ہی ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ پکار دے کہ خدا پرست یہاں آکر حج کیا کریں مراسم خداپرستی بجا لائیں۔ اس صلائے عام سے ہر دور دراز سے خداپرست پاپیادے اور سوار ہو کر کشادہ رستوں اور تنگ گھاٹیوں سے چلے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے عرفات کی پہاڑی پر چڑھ کر پکار دیا۔ اس وقت سے یہ جشن خداپرستی قائم ہوا یہ عرب کے جاہلوں کا بت پرستی کے لیے سالانہ میلہ نہیں ہے۔ اس کے بعد حج کے فوائد اور قربانی کے طریقے ارشاد فرماتا ہے:۔

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا
تاکہ اپنے فوائد کو دیکھیں اور تاکہ جو چار پائے
اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى
خدا نے ان کو دے رکھے ہیں ان پر ایام مقررہ میں
مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ
خدا کا نام یاد کیا کریں (قربانی کرنے میں اس کا نام لیا کریں)
فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ
پھر ان میں سے آپ بھی کھاؤ اور محتاج فقیر کو بھی
الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ
کھلاؤ پھر چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور
لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا
(احرام کھول کر) اپنی نذریں پوری کریں اور قدیم گھر
بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ
(کعبہ) کا طواف کریں بات یہ ہے اور جو
يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ
کوئی اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم کریگا سو یہ اس کے لیے اس کے

عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ

رب کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لیے مواشی حلال کر دیے گئے

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا

مگر وہ جو تم کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (مردار وغیرہ) پھر بتوں کی

الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا

ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات

قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ

سے بھی دور رہا کرو خالص اللہ کے ہو کر رہو اس کے ساتھ

مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

کسی کو شریک کرنے والے نہ بنو اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے

فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ

تو گویا وہ اوپر سے گر پڑا کہ یا تو اس کو پرندے اچک لے جاتے ہیں

اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ

یا اس کو ہوا اڑا کر کسی دور جگہ میں پھینک

سَحِيْقٍ ۝ ذٰلِكَ ۤ وَمَنْ يُّعَظِّمْ

رہی ہے بات یہ ہے اور جو کوئی اللہ کے شعائر

شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى

کی حرمت مانتا ہے سو یہ دل کی پرہیزگاری

الْقُلُوْبِ ۝ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ

ہے تمہارے لیے (قربانی کے جانوروں

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى

میں) ایک وقت معین تک فوائد ہیں پھر ان کو قدیم

الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝

گھر تک پہنچانا چاہیے۔

ع ٨ ١٣ ١١

فقال لیشھدوا منافع لھم، حج کے منافع دو قسم کے ہیں۔

ایک منافع دنیا، سو وہ بھی بے شمار ہیں۔ اوّل، تمام اہل مذہب کا ایک جگہ جمع ہونا میل جول کرنا۔ (۲) ایک قوم کا دوسری سے علم و ہنر میں مستفید ہونا۔ (۳) دور دراز کے صحیح صحیح حالات کا بہم پہنچانا (۴) پھر اس سے تجارت و دیگر امور دنیاویہ میں فوائد حاصل کرنا (۵) تجارت کے منافع سے مستفید ہونا۔ (۶) قوتِ اجتماعیہ اور اخوتِ دینیہ کا استوار کرنا۔ (۷) جس بات پر تمام قوم کو اتفاق کرنا ہو وہاں اس متبرک جگہ میں اس کا بسہولت میسر آنا۔ (۸) سفر کا عادی ہونا، ریاضت و مشقت و تجربہ حاصل کرنا وغیرہ۔

دوسرے فوائد دینیہ۔ وہ بھی بہت ہیں۔ صدہا

ف شعائر جمع شعیرۃ او شعارۃ بالکسر و منہ شعار القوم اے علامتہم فی الحرب فشعائر اللہ اعلام دینہ ۱۲ منہ

لہ شعائر علامات اور نشان جو امتیاز کے لیے ہر قوم اور ہر شخص کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ خدا کے شعائر اس کی وہ عبادت کے خاص دستورات جو اس نے فرماں بردار قوم کے امتیاز کے لیے مقرر کر دیے ہیں ان کی پابندی دلی پرہیزگاری ہے۔ قومی اور ملکی نشانوں کو ہلکا جان کر ترک کرنا ایک طرح کا فسق اور بدکاری ہے کس لیے کہ ان کے ترک کرنے سے قوم قوم نہیں رہتی شیرازہ قائم نہیں رہتا۔ بعض بے باک طبائع ان کو فضول جانتی ہیں اور کہتی ہیں کہ دل میں خدا پرستی ہونی چاہیے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ بھی دلی پرہیزگاری سے متعلق ہے اس کے منافی نہیں۔ اس جگہ شعائر سے مراد احکام حج ہیں قربانی کرنا طواف کرنا، احرام باندھنا حرم و احرام میں شکار نہ کھیلنا، سر منڈانے، عورتوں سے صحبت کرنے سے جدا رہنا اس لیے بعض علماء نے اس کو ہدی یعنی قربانی سے تعبیر کیا ہے۔

ہزارہا خدا پرستوں کا ایک جگہ جمع ہو کر دنیا میں آسمانی سلطنت کا نمونہ دکھانا (۲) ایک پر دوسرے کے انوار و برکات کا منعکس ہونا (۳) حضرت ابراہیم رئیس الموحدین کی یادگار کا جلسہ خصوصاً انہیں کے عاشقانہ لباس و ہیئت میں اور تہلیل و تکبیر پہاڑوں پر پکارنا قربانی کرنا (۴) تمام خلائق کو یہ دکھا دینا کہ دنیا میں بھی ایک جماعت ہے کہ جو خاص اس کی پیرو ہے جس سے عام طبائع پر توحید و خدا پرستی کا ایک ولولہ پیدا ہو وغیرہ۔ ان سب کی طرف اس جملہ میں مجملاً اشارہ کیا ہے۔ لیشھدوا منافع لھم۔ پھر بعض فوائد کی تفصیل فرماتا ہے فقال ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومٰت کہ چند معین دنوں میں اللہ کا نام لیا کریں۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد قربانی کرنا ہے جس کا قرینہ علیٰ ما رزقھم اللہ لازم ہے کیوں کہ قربانی میں اللہ کا نام کسی چیز یعنی جانور پر ذکر کیا جاتا ہو تکبیر بسم اللہ واللہ اکبر کہی جاتی ہے اور یہ بھی اللھم منک والیک اور یہ بھی ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین۔

اکثر علماء کہتے ہیں ایام معلومٰت سے مراد عشرۂ ذی الحجہ ہے اور معدودات سے ایام التشریق اور یہ مجاہد و عطاء و قتادہ و حسن و سعید بن جبیر و ابن عباسؓ کا قول ہے اور اسی کو شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے کیوں کہ یہ ایام عرب کو زیادہ معلوم رہا کرتے تھے اور اب بھی معلوم رہا کرتے ہیں اس لیے کہ انہیں کے آخر میں حج کا وقت ہے اور اسی طرح قربانی بھی انہیں ایام میں سے یوم النحر کو ہوتی ہے یعنی دسویں تاریخ۔ خلاصہ یہ کہ ایام معلومات سے عشرۂ ذی الحجہ کا مراد ہے اور اس کی جزو اخیر نحایۃ یہ قربانی دسویں تاریخ کو ہوتی ہے۔ عطاء کی روایت میں ابن عباسؓ سے یوں منقول ہے کہ ایام معلومات سے یوم النحر اور اس کے بعد کے اور تین روز مراد ہیں۔ کیوں کہ یہ ایام قربانی کے لیے عرب میں معلوم و معین تھے اور یہی قول صاحبین کا ہے اور اسی کو ابو مسلم نے پسند کیا ہے۔

بھیمۃ الانعام بہیمہ ہر چارپائے کو کہتے ہیں خواہ بری ہو خواہ بحری۔ اس معنی میں یہ لفظ مبہم تھا پھر جب اس کے ساتھ الانعام لگا دیا تو تعیین ہو گئی یعنی اونٹ گائے بیل دنبہ بکرا۔ (کشاف)

فکلوا منھا بعض کہتے ہیں یہ امر وجوب کے لیے ہے کیوں کہ ایام جاہلیت میں ہر قسم یہود یا از خود اپنی قربانی میں سے آپ نہیں کھاتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے دفع حرج کے لیے مسلمانوں کو قربانی میں سے کھانے کا حکم دیا۔ لیکن اکثر علما کہتے ہیں امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت کے لیے یعنی ھدئ[1] تطوع و تمتع و قران میں سے آپ بھی کچھ کھاوے اور باقی فقیروں محتاجوں کو دیوے۔ بعض کہتے ہیں نصف آپ کھائے اور نصف کو تصدق کرے۔ بعض کہتے ہیں تین حصے کرے ایک حصہ اپنے لیے ایک احباب و اقارب کے لیے ایک مساکین کے لیے مگر جو قربانیاں کہ

ف حج موت کا بھی نمونہ ہے گھر سے چلنا او لاد و مال کو چھوڑنا گویا دنیا سے گزرنے کو یاد دلاتا ہے پھر کعبہ کے قریب آ کر احرام باندھنا گویا کفن میں لپٹنے کا نمونہ ہے پھر احرام میں شکار و جماع وغیرہ مرغوبات سے رکنا مرنے کے بعد ان چیزوں سے رکنے کا نمونہ ہے پھر وہاں زاد و راحلہ کا ہمراہ ہونا ہدی کا ہونا اس بات کو یاد دلاتا ہے کہ مرنے کے بعد اعمال ہی کا توشہ ساتھ رہے گا پھر عرفات میں کھڑا ہونا حشر میں کھڑے ہونے کا نمونہ ہے پھر قربانی کر کے احرام کھولنا صاف ہونا گناہوں سے بری ہونے کا نمونہ ہے پھر طواف کرنا حرم مکہ میں جانا سب چیزوں کا درست ہو جانا جنت میں جا کر وہاں کی نعمتوں سے فیض یاب ہونے کا یاد دلانے والا ہے اللھم ادخلنا الجنۃ۔ اور نیز سفر بہت سی بیماریوں کے لیے مفید ہے ۱۲ منہ

[1] ولا یجوز الاکل من ہدی التطوع والتمتع والقران لانہ دم نسک فیجوز الاکل منہا بمنزلۃ الاضحیۃ وقد صح ان النبی علیہ السلام اکل من لحم ہدیہ وحسی من المرقۃ ہدایہ ۱۲ منہ واللہ اعلم

نذر یا کفارات یا حج کے جنایات میں کی جاتی ہیں ان میں سو بالاتفاق نہ کھانا چاہیے سب کو تصدق کر دینا چاہیے یہ مساکین کا حق ہے۔ پہلی امتوں میں قربانیوں کو خواہ کسی قسم کی ہوں کھاتے نہ تھے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں آپ کھانے کی اجازت صرف اس قربانی میں ہے جو تطوعاً ہو۔

ثم لیقضوا تفثھم مبرد کہتے ہیں تفث کلام عرب میں ناپاکی کو کہتے ہیں جو انسان کے لگتی ہے اس میں میل کچیل ناخنوں کا بڑھنا، حجامت کا بڑھ جانا سب آگیا۔ مراد یہ کہ حج میں قربانی کرکے احرام کھول دو حجامت بنواؤ نہاؤ دھو میل کچیل دور کرو۔ لیقضوا اے لیؤدوا ازالۃ وسخھم۔

ولیوفوا نذورھم اور جو کچھ ہدایا اور قربانیاں تم نے نذر مانی ہیں ان کو بھی پورا کرو۔ یا یہ مراد کہ حج میں جو چیزیں واجب ہوتی ہیں کہ جن کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا جیسا کہ دم قران و تمتع وغیرہ ان کو پورا کرو۔ نذورھم من اجب حجتھم والعرب تقول لکل من خرج عما وجب علیہ وفی بنذرہ وان لم ینذر او ھا ینذرون من اعمال البر فی حجھم (مدارک)

ولیطوفوا بالبیت العتیق قربانی کے بعد جو دسویں تاریخ منیٰ میں ہوتی ہے احرام کھول دیتے ہیں پھر اس کے بعد خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہیں جس کا اس جملہ میں حکم دیتا ہے۔ بالاتفاق اس طواف سے مراد طوافِ واجب ہے جس کو طواف الزیارۃ اور طواف الافاضۃ کہتے ہیں۔ کعبہ کو بیت العتیق کہا۔ عتیق قدیم اور پرانے کو کہتے ہیں۔ سو کعبہ حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا ہے اس سے پرانا اور قدیم عبادت خانہ دنیا پر اور کوئی نہیں۔ یہ احکام بیان فرما کر فرماتا ہے، ذٰلک کہ بات یہی ہے جو بیان کی۔ یہ عرب کا محاورہ ہے۔ ایک کلام تمام کرکے یہ جملہ بول دیا کرتے ہیں جس طرح ہٰذا۔

پھر فرماتا ہے کہ جو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں کی رعایت کرے گا تو یہ اس کے لیے عنداللہ بہتر ہے ومن یعظم حرمات اللہ۔ حرمات اللہ وہ امور کہ جن سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے اور ان کی تعظیم ان سے بچنا ہے۔ زجاج نے کہا ہے حرمت وہ ہے کہ جس کے قائم رکھنے کا اللہ نے حکم دیا اور اس میں کمی کرنا حرام ہو۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس جگہ حرمات اللہ سے مراد مناسک حج ہیں من جملہ ان کے احرام میں شکار نہ کھیلنا اور فحش باتوں کی ممانعت ہے۔ اس لیے اس کے بعد احرام کے متعلق ذکر کرتا ہے۔

واحلت لکم الانعام الا ما یتلیٰ علیکم کہ احرام میں تمہارے لیے سب چارپائے حلال ہیں۔ ان کو ذبح کرکے گوشت کھانا مباح ہے مگر وہ جو تم سے سورۂ مائدہ میں بیان کیے گئے وہ درست نہیں خنزیر وغیرہ اور وہاں وانتم حرم بھی فرما دیا ہے کہ جس سے یہ بات نکلی کہ ان چارپایوں میں سے جو وحشی جانور ہیں جن کا شکار کیا جاتا ہے محرم کے لیے ان کا شکار کرنا ممنوع ہے ہاں غیر محرم شکار کرکے لا دے تو درست ہے کھا لینا۔ خلاصہ یہ کہ احرام کی حالت میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان حلال جانوروں کے گوشت کی بھی ممانعت ہے بلکہ حرام جانوروں کی اور شکار کرنے کی۔

یہ لب لباب ہے تمام احادیث و اقوال کا۔ گوشت سے کیا پرہیز ہے۔ بچنے کی تو یہ چیزیں ہیں فاجتنبوا الرجس من الاوثان کہ بتوں سے بچو جو ناپاک چیز ہے اور اجتنبوا قول الزور اور جھوٹی اور لغویات سے بچو۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں قول الزور سے مراد جھوٹی گواہی ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد مشرکین کا وہ قول ہے جو حج میں کہا کرتے تھے لا شریک لک لبیک الا شریکا ھو لک الخ پھر اخیر تک توحید کی تاکید اور شرک کی مذمت بیان فرماتا ہے اور مشرک کو

اس بدنصیب سے تشبیہ دی ہے جو آسمان سے گرے اور پھر پرندے اس کی تکا بوٹی کر ڈالیں یا ہوا سے کہیں دور جا پڑے مراد یہ کہ اس کا بالکل ستیاناس ہو گیا۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا
اور ہر گروہ کے لیے ہم نے قربانی مقرر کر دی تھی تاکہ جو کچھ
اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ
خدا نے ان کو چارپائے عطا کیے ہیں ان پر اللہ کا نام
الْأَنْعَامِ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ
یاد کیا کریں پھر تم سب کا خدا تو ایک ہی خدا ہے پس اسی کا
أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ
حکم مانو اور (اے نبی) خدا کے آگے عاجزی کرنے والوں کو مژدہ دو ان کو
إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ
کہ جب اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور
الصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَ
جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو اس پر صبر کرتے ہیں اور
الْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
نماز قائم کرتے اور ہمارے دیے میں سے
يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا ع ۵ ۱۲
کچھ دیا کرتے ہیں اور (مسلمانو) ہم نے تمہارے لیے (قربانی) کے اونٹ
لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ
کو اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے تمہارے لیے ان میں فوائد بھی ہیں
فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۳
پس ان پر اللہ کا نام کھڑا کر کے لو (یعنی بسم اللہ کہہ کے ذبح کرو)

فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا
پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں تو ان میں سے خود کھاؤ
وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ
اور قانع اور سوالی کو بھی کھلاؤ ہم نے ان کو
سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾
تمہارے لیے ایسا مسخر کر دیا تاکہ تم شکر کرو
لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا
اللہ کو تو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون
وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ
البتہ تمہاری پرہیزگاری اس کے پاس پہنچتی ہے
كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا
اسی طرح سے ان کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بزرگی
اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ
بیان کرو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت کی اور (اے نبی)
الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ
نیک بختوں کو مژدہ سنا دو بے شک اللہ حمایت کرتا ہے
عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ
ایمان داروں کی اللہ کو
لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾
کوئی دغاباز ناشکر پسند نہیں آتا۔

قربانی کے جانوروں کو عرب اپنے ساتھ کعبہ میں لایا کرتے تھے یا پہلے بھیج دیتے تھے اور ایسے جانوروں کو کہ جن میں بیشتر اونٹ ہوتے تھے ہدی کہتے تھے اب ان جانوروں کی نسبت فرماتا ہے لکم فیہا منافع

۱ یعنی ہر وقت اہل ایمان کے لیے جو تم سے پہلے گزر رہے ہیں (جلالین) ۲ یعنی نحر کرو ۱۲ منہ

۳ صواف جمع صافۃ وہی قراءۃ الجمہور اے انہا قائمات قد صفت قوائمہا لان المسنون نحرہا قائمۃ ۱۲ منہ

کہ تمہارے لیے ان میں فوائد رکھے ہیں ان پر بوقتِ ضرورت سوار ہولینا یا بوقتِ حاجت ان کا دودھ پینا[1] درست ہے کب تک الی اجل مسمی ایک وقتِ مقرر تک یعنی ذبح ہونے تک ثم محلہا الی البیت العتیق پھر وقتِ ذبح کا ان کے منتہی ہوتا ہے کعبہ تک۔ کعبہ سے مراد حرم ہے۔ یعنی پھر اس کو حرم میں ذبح کرنا چاہیے کیوں کہ حرم کی زمین بھی یہی حکم رکھتی ہے (مدارک)۔

اس آیت کی تفسیر میں جب کہ فیہا کی ضمیر بہائم کی طرف رجوع کی جائے دو قول ہیں (۱) یہ کہ تمہارے لیے ان بہائم میں ان کے ہدی مقرر کرنے سے پہلے منافع اور فوائد رکھے ہیں ان سے بچے لو، دودھ پیو، ان پر سواری کرو وغیرہ۔ مگر جب کہ ان کو ہدی مقرر کر چکو اور خدا کے پاک نام پر ذبح کرنے کے لیے ان کو کعبہ روانہ کردو تب یہ منافع حاصل نہ کرنے چاہییں۔ یہ ابن عباسؓ اور مجاہد و قتادہ و ضحاک کا قول ہے پھر اس میں بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ بوقتِ ضرورت ہدی پر سوار ہولینا یا اس کا دودھ پی لینا کچھ مضائقہ نہیں۔ اور علماء احناف اسی طرف گئے ہیں اور یہی قوی ہے۔

(۲) یہ کہ ہدی بنانے کے بعد بھی تمہارے لیے یہ منافع درست ہیں اور یہ قول مالک و شافعی و احمد و اسحاق کا ہے۔ اس حدیث سے کہ جس کو ابوہریرہؓ نے روایت کیا کہ ایک شخص کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ہانکتے دیکھ کر فرمایا کہ سوار ہولے اس نے عرض کیا کہ یہ ہدی ہے دوبارہ آپ نے فرمایا اس نے یہی جواب دیا تیسری بار آپ نے فرمایا کم بخت سوار ہوجا (رواہ مالک) مگر یہ حدیث فریقِ اول پر حجت نہیں ہوسکتی کس لیے کہ غالباً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاکید کے ساتھ اس کی ضرورت سمجھ کر حکم دیا ہو۔

بعض مفسرین فیہا کی ضمیر شعائر کی طرف رجوع کرتے ہیں جس سے مراد مناسک و مشاہد مکہ مراد لیتے ہیں اور ثم محلہا الی البیت یعنی احرام کھولنے کا موقع بیت اللہ ہے طواف زیارت کرنے کے بعد۔

ف اور جب ہدی روانہ کر چکے اور کسی دشمن کے خوف سے یا مرض کی وجہ سے (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خلافاً للشافعیؒ[2]) کعبہ جانے سے رُک جاوے تو ہدی کو کعبہ روانہ کردے اور جب معلوم کرلے کہ آج ہدی کی قربانی ہوگئی ہوگی تو احرام کھول دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں فوراً احرام کھول دے ہدی بعد میں ذبح ہو جائے گی کیونکہ رخصت کا یہی مقتضیٰ ہے (ہدایہ)

قربانی پر اعتراض اور اس کے جواب

کوتاہ اندیش اعتراضات کیا کرتے تھے جیسا کہ اب بھی ہنود اور عیسائی قربانی پر اعتراض کرتے ہیں کہ

---

[1] لیکن دودھ کی قیمت کا اندازہ کرکے صدقہ دینا پڑے گا۔ وان صرفہ الی حاجۃ نفسہ تصدق بمثلہ او بقیمتہ لانہ مضمون علیہ (ہدایہ) ۱۲ منہ

[2] ان کے نزدیک یہ اجازت مخصوص ہے دشمن سے رُکنے میں ۱۲ منہ

کسی جانور کے ذبح کرنے سے کیا خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے ناحق جانوروں کو مارتے ہیں یہ رسم جاہلیت ہے اس کا تحقیقی جواب تو اگلی آیت میں دیتا ہے کہ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم جس کی تشریح اب آگے چل کر ہم کریں گے۔ لیکن الزامی جواب پہلے عنایت فرماتا ہے فقال ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقہم من بھیمۃ الانعام فالٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا کہ تم سے پیشتر بھی ہم نے ہر قوم کے لیے رسم قربانی اللہ کا نام یاد کرنے کے لیے جاری کی ہے کچھ نئی بات نہیں حضرت موسیٰ اور یعقوب و اسحاق و ابراہیم علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی قربانی کا دستور خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا، جیسا کہ اب تک اہل کتاب کی کتب میں پایا جاتا ہے اور اسی طرح ہنود کے ہاں بھی قربانیاں بہت قدیم سے بل وان چلا آتا ہے۔ پس تمہارا اے مسلمانو اور ان کا جدا جدا خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے جس نے ان کو حکم دیا تھا اس نے تم کو بھی دیا۔ پس اس کا کہا مانو قربانی کرو۔ اور اس پر خاص اللہ ہی کا نام لو۔ اور اسی طرح اس کی سب باتوں میں فرماں برداری کرو اور اس کی پوری فرماں برداری کرنے والے کو مخبت کہتے ہیں۔ اس لیے اس کے بعد مخبتین کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ اور خوش خبری دینے کا حکم دیتا ہے بقولہ وبشر المخبتین پھر مخبتین کے اوصاف ذکر کرتا ہے کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ پھر اس کے دو اثر ہیں۔

اول سختیوں پر صبر کرنا خدا کے رستے میں بیماری تنگ دستی و دیگر مصائب کی برداشت کر کے ثابت قدم رہنا یہ اول سیڑھی ہے اس لیے پہلے اسی کو ذکر کرتا ہے والصٰبرین علیٰ ما اصابھم

دوم جان اور مال سے اس کی خدمت میں حاضر ہونا۔ جان کی خدمت اہم ہے اس لیے پہلے اس کو ذکر کرتا ہے والمقیمی الصلوٰۃ نماز میں کامل درجہ کی جانی خدمت ہے۔ اس کے بعد مالی اس کو اس جملہ میں ذکر کرتا ہے ومما رزقنٰھم ینفقون کہ وہ ہمارے دیے میں سے اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ من جملہ اس کے قربانی کرنا ہے۔ اس میں فی الجملہ جواب تحقیقی بھی آگیا کہ قربانی اس لیے ہے اس کے بعد پھر قربانی کا ذکر شروع کرتا ہے بقولہ والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1] لکم فیھا خیر البدن جمع بدنۃ کخشب وخشبۃ اس سے شافعی کے نزدیک مراد وہ اونٹ ہیں کہ جو قربانی کے لیے حرم کی طرف بھیجے جاویں اور ان کے بڑے بدن ہونے کی وجہ سے ان کو بدنہ کہتے ہیں۔ اور امام مالک و ابو حنیفہ گائے بیل کو بھی بدنہ کہتے ہیں گو چہ بکری کی بھی حج و عمرہ میں قربانی جائز ہے لیکن اس کے صغر جسم سے اس کو بدنہ نہیں کہتے دکبیرا مگر یہاں بدنہ سے اونٹ ہی مراد ہے کہ یہ جانور تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے بارکش اور عجیب الخلقۃ جانور تمہارے لیے

[1] شعائر اللہ من اعلام دینہ ان کو اس لیے شعائر کہا کہ ان کے کوہان میں بوقت ہدی بنانے کے زخم کر دیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی ہے۔ معالم التنزیل ۱۲ منہ

کیسا مسخر کر دیا لکم فیہا خیر تمہارے لیے اس میں بہت کچھ منافع رکھے ہیں پس ایسی پیاری چیز کو کہ جس کو عرب جان کے برابر عزیز رکھتے ہیں اپنی جان قربان کرنے کے عوض اس کی قربانی کرو فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف کہ اس کو کھڑا کر کے پاؤں باندھ کر اس پر اللہ کا نام لو ذبح کی تکبیر پڑھو بسم اللہ واللہ اکبر اور اس طرح سے قربانی کرنے کو نحر کہتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے والفضل فی البدن النحر وفی البقر والغنم الذبح کہ بدنہ کے لیے نحر افضل ہے اور گائے بکری کے لیے ذبح کرنا افضل ہے لقولہ تعالیٰ فصل لربک وانحر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اگر بٹھا کر بھی ذبح کرے گا تو جائز ہوگا۔ جب نحر کر چکو اور وہ زمین پر گر پڑے یعنی جان نکل جاوے تو آپ بھی کھاؤ اور محتاجوں فقیروں کو بھی کھلاؤ۔ فاذا وجبت جنوبہا وجبت الجنوب کے معنی زمین پر گر پڑنا۔ کہتے ہیں وجبت الحائط وجبۃ اذا سقطت علی الارض۔

اطعموا القانع والمعتر قانع سے مراد وہ محتاج ہے کہ جو قناعت کرے اور لوگوں سے مانگتا نہ پھرے اور معتر وہ جو مانگتا پھرے۔ غرض یہ کہ دونوں کو دو، اور خود بھی کھاؤ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

اب اس کے جوابِ تحقیقی کو شروع کرتا ہے اور اسی کے ضمن میں ایک رسم جاہلیت پر تعریض کرتا ہے فقال لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقوی منکم کہ اللہ کے پاس ان قربانیوں کا نہ تو گوشت جاتا ہے نہ خون بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ صاحب معالم التنزیل وغیرہ نے اس آیت کی شان نزول میں یوں لکھا ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب قربانی کر کے اس کا گوشت اور خون بتوں کے آگے رکھتے اور خون ان سے مل دیتے تھے اور اسی طرح کعبہ کی دیواروں کو بھی خون لگاتے تھے۔ اس بات کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ قربانیوں کا خون اور گوشت اللہ کو مطلوب نہیں یہ اس کے پاس نہیں جاتا ہاں اس قربانی سے تمہارا تقویٰ مطلوب ہے اور وہی اس کے پاس جاتا ہے۔

اس آیت سے جوابِ تحقیقی یوں نکلتا ہے کہ بندہ کا کمال اور اس کی سعادت یہ ہے کہ اپنے معبودِ حقیقی اور خالق کی دل سے محبت کرے، اور طبائع بشریہ میں محبت کا اخیر مرتبہ اس پر فدا اور قربان ہو جانا ہے اور اسی لیے اظہار محبت کے مقامات پر ایسے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے کہ تیرے قربان، تجھ پر فدا۔ اور یہ بات حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے پروانہ کا شمع پر جلنا اظہر من الشمس ہے حقیقی قربانی تو فنا فی اللہ ہونا ہے جو خاصان خدا کا حصہ ہے مگر اپنی محبوب ترین چیز کا قربان کرنا بھی اس کے قائم مقام ہے اور اپنے نفس کے بعد انسان کو دو چیز زیادہ تر محبوب ہیں اولاد اور مال اس لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنی قربانی فنا فی اللہ کے بعد اپنے پیارے فرزند حضرت اسمٰعیل کی قربانی کا قصد مصمم کیا۔ اور حج تو سراسر افعال عاشقانہ ہیں حضرت ابراہیم کی یادگار ہے اور نفس اور اولاد کا قربان کرنا ہر ایک کا کام نہیں

لہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انا ابن الذبیحین کہ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں، اس سے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کی طرف اشارہ ہو تو بعید نہیں ۱۲ منہ

مال میں سے حیوانات اونٹ بکری دنبہ گائے جو مرغوب چیز ہے اور انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک بھی ہیں اس لیے ان کی قربانی جاری کی گئی۔ تقویٰ خدا کے پاس پہنچنے سے یہی مراد ہے اس کے بعد فرماتا ہے کذٰلک سخرھا لکم لتکبروا اللّٰہ علیٰ ما ھدٰکم کہ یہ جانور اس لیے تمہارے بس میں کر دیے گئے کہ تم اس کی رہنمائی کے موافق بوقت نحر یا ذبح اللہ کے نام کی تکبیر بیان کرو۔ پھر اس دلیل کے بعد اس کے حکم ماننے والوں کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ دینے کا حکم دیتا ہے و بشر المحسنین۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تقرب حاصل کرنا اعلیٰ درجہ کا احسان یا نیکی ہے۔ پہلے ذکر تھا کہ کفار مسجد الحرام سے روکتے ہیں یہاں فضائل حج قربانی اور ایمان داروں کے اوصاف ذکر کر کے ایمان داروں کی حمایت کا مژدہ سناتا ہے بقولہ ان اللّٰہ یدٰفع عن الذین اٰمنوا اور کافروں سے نفرت ظاہر کرتا ہے ان اللّٰہ لا یحب کل خوان کفور۔ پہلے ان اللّٰہ یدٰفع عن الذین اٰمنوا میں مسلمانوں کے لیے ان کی حالتِ مظلومی پر مقابلہ کا اشارہ تھا مگر اس کے بعد بھی کفارِ قریش ظلم و ستم سے باز نہ آتے تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان زخمی ہو کر اور پٹ کر آیا کرتے تھے اور شکایت کر کے مقابلہ کی اجازت چاہتے تھے مگر آپ فرماتے تھے کہ صبر کرو پھر آپ مدینہ میں گئے تو یہ آیت اذن للذین نازل ہوئی۔ یہ اجازتِ جہاد میں اول آیت ہے۔

ف یعنی اللہ تعالیٰ تقریر میں بھی اور معاملات میں بھی ایمان داروں کی حمایت کرتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انجام کار ان کو غالب کرے گا کفار روکنے کے قابل نہ رہیں گے ۱۲ منہ

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا
جن (مسلمانوں) سے (کافر) لڑتے ہیں ان کو بھی (جنگ کی) اجازت دی گئی کیونکہ ان پر
وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾
ظلم کیا گیا اور البتہ اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ
وہ جو ناحق اپنے گھروں سے نکال
حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَ
دیے گئے صرف اس کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے اور
لَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ
بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ
ہٹواتا تو تکیے اور مدرسے اور عبادت خانے
وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا
اور مسجدیں کہ جن میں اللہ کی بہت یاد کی جاتی ہے
اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ
ڈھائی جا چکتیں اور بے شک جو اللہ کی مدد کرے گا
مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ
تو اللہ بھی اس کی مدد کرے گا البتہ اللہ قوی زبردست ہے (ان کی
عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ
مدد کرے گا) کہ اگر ہم ان کے پاؤں ملک میں
فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ
جما دیں (حاکم کر دیں) تو نماز پڑھا کریں اور
آتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ
زکوٰۃ دیا کریں اور نیک باتوں کا حکم کیا کریں
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ
اور بری باتوں سے منع کیا کریں اور ہر بات کا انجام تو

الْأُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَإِنْ يُّكَذِّبُوْكَ
اللہ ہی کے ہاتھ ہے اور (اے نبی) اگر وہ آپ کو جھٹلائیں
فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ
تو ان سے پہلے بھی نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور ابراہیم
وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ إِبْرٰهِيْمَ
کی قوم اور لوط کی قوم اور مدین والے (اپنے
وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّأَصْحٰبُ مَدْيَنَ
اپنے نبی کو) جھٹلا چکے ہیں
وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَأَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ
اور موسیٰ بھی جھٹلائے گئے ہیں پھر ہم نے منکروں کو (چندے) مہلت دی
ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ
پھر ان کو پکڑ لیا (سو) دیکھا ہماری کیسی
نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ
پکڑ تھی (الغرض) کتنی بستیوں کو ہم
أَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ
غارت کر چکے ہیں اور وہ نافرمان تھیں سو وہ
خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ
اپنی چھتوں سمیت ڈھئی پڑی ہیں اور (کتنے ایک)
مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ أَفَلَمْ
کوئیں نکمے پڑے ہیں اور بہت سے مستحکم محل اجڑے پڑے ہیں پھر کیا
يَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ
ملک میں نہیں پھرے (چل کر دیکھتے) تو ان کے ایسے دل ہوتے
قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا أَوْ اٰذَانٌ
کہ جن سے سمجھتے یا ایسے کان ہوتے
يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى
کہ جن سے وہ سنتے پھر کچھ آنکھیں تو اندھی نہیں

الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى
ہو جایا کرتیں پر اندھے تو دل ہی ہو جاتے
الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾
ہیں جو سینوں میں ہیں۔
وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ
اور (اے رسول) وہ آپ سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور
لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَإِنَّ
اللہ تو ہرگز اپنے وعدہ کا خلاف نہ کرے گا اور تمہارے
يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ
رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار
مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَأَيِّنْ مِّنْ
برس کے برابر ہے اور کتنی ایک نافرمان
قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ
بستیوں کو ہم نے مہلت دی اور وہ نافرمان تھیں
ع ۱۰ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾
پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا اور پھر کر تو ہمارے ہی پاس آنا ہے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت مکہ ہی میں نازل ہوئی ہے اس میں خاص ان لوگوں کو جہاد کی اجازت ہے جو ان کے ظلم و ستم سے ہجرت کر کے باہر جانا چاہتے تھے اور کفار ان کو زبردستی روکتے تھے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت ہے اور سبب اجازت بھی بیان کر دیا بانھم ظلموا کہ مسلمانوں پر ظلم کیا گیا اس لیے ان کو اجازت ہے کہ مقابلہ کریں۔ اہل مدینہ و ابن عامر و حفص یقاتلون کو بفتح تا پڑھتے ہیں یعنی ان مومنوں کو اجازت ہے کہ جن سے کفار مقاتلہ کرتے ہیں لڑتے مارتے ہیں قتل کرتے ہیں پھر ان کو

وعدہ دیتا ہے کہ ان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر کہ اُن کی مدد پر قادر ہے یعنی ان کو غالب کرے گا چنانچہ جب مظلوم مسلمانوں نے جہاد کی تلوار کھینچی تو سب کو زیر کر دیا۔ اس کے بعد ان مسلمانوں کی حالتِ مظلومی بیان فرماتا ہے الذین اخرجوا من دیارھم الآیۃ کہ جن کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے یہ وہ مظلوم لوگ ہیں کہ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں صرف اس جرم پر کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے ہیں اور کسی کو شریک نہیں کرتے۔

اس کے بعد اجازتِ جہاد کا سبب بیان فرماتا ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے شریروں سرکشوں کے شر اور ان کی سینہ زوری کو دوسرے لوگوں یعنی خدا پرستوں کے ہاتھ سے مٹاتا رہا ہے اگر ایسا نہ کرتا تو نہ اگلے انبیاء کے عبادت خانے باقی رہتے نہ حال کے نبی کے عبادت خانے باقی رہیں نہ نماز و عبادت جاری رہے۔ صوامع جمع صومعۃ۔ مجاہد و ضحاک کہتے ہیں صوامع رہبان کے عبادت خانوں کو کہتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں فرقہ صابئین کی عبادت گاہوں کا نام ہے۔ وبیع جمع بیعۃ نصاریٰ کے گرجے۔ صلوات یہود کی نماز کی جگہ۔ مساجد جمع مسجد اہل اسلام کی عبادت گاہ۔

ابو العالیہ کہتے ہیں کہ صوامع نصاریٰ کے اور بیع یہود کے اور صلوات صابیوں کے اور مساجد مسلمانوں کے عبادت خانے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب مساجدِ مسلمین کے نام ہیں اوصافِ مخصوصہ کے لحاظ سے یہ حسن کا قول ہے۔

یہود و نصاریٰ کے عبادت خانوں کو خدا نے محفوظ رکھنا یا تو اس لیے فرمایا کہ نسخ و تحریف سے پیشتر یہ مقامات متبرک تھے بعض کہتے ہیں بعد نسخ و تحریف کے بھی ان کی عزت فی الجملہ باقی ہے کس لیے کہ ان میں بھی تو اللہ ہی کی عبادت کی جاتی ہے یہ بت خانہ نہیں ہیں جہاں بتوں کی پرستش ہوتی ہو اور حسن کے قول کے موافق تو اس گفتگو کی ضرورت نہیں کیونکہ مساجد مراد ہیں۔

اس کے بعد مجاہدوں کو اپنی مدد کا پھر وعدہ دیتا ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ کہ جو اللہ کی یعنی اس کے دین اور انبیاء کی اعانت و حمایت کرے گا خدا ضرور اس کی بھی مدد کرے گا۔ پھر ان ناصرینِ دین کے چند اوصاف ذکر کرتا ہے کہ اگر اللہ کی مدد سے وہ زمین پر غالب ہو جاویں اور سلطنت و حکومت حاصل کریں تو (۱) نمازیں پڑھا کریں، (۲) زکوٰۃ دیا کریں (۳) نیک باتوں کا حکم دیا کریں، (۴) بری باتوں سے لوگوں کو منع کیا کریں۔ مطلب یہ کہ جب خدا ملک پر کسی قوم کو بصلہ حمایت دینی قابض و مسلط کرے تو ان کو یہ باتیں عمل میں لانی چاہییں نہ کہ عیاشی اور فسق و فجور میں مبتلا ہونا چاہیے کیونکہ ان کے غالب و مسلط کرنے سے اللہ کا یہی مقصود ہے کہ زمین پر نیکی اور خدا پرستی اور عدل و انصاف قائم رہے اسی لیے اس بات کو بطور پیشین گوئی فرمایا کہ وہ ضرور ایسا کریں گے چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفاء اربعہ نے دینِ الٰہی کی مدد کی جہاد کر کے مخالفوں کو سرنگوں کرنا چاہا خدا نے حسب وعدہ ان کی مدد کی کہ ان کو ملکوں کا مالک کر دیا پس بموجب پیشین گوئی ان میں یہ سب خوبیاں موجود تھیں پھر ان کو ظالم و غاصب کہنا کلامِ الٰہی کی تکذیب کرنا ہے۔

اور اسی لیے بعد میں فرمایا وللہ عاقبۃ الامور

کہ اللہ کو ہر بات کا انجام کار معلوم ہے وہ بھلا حمایت
دیتی ایسے لوگوں کو ملک پر کیوں قابض کرنے لگا جو
اقتدار پاکر فساد کریں۔ اس کے بعد آں حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ اگر یہ مشرکین اپنی
دولت و حشمت کے گھمنڈ پہ آپ کو جھٹلاتے ہیں
تو کچھ رنج کی بات نہیں ہے آپ سے پیشتر قوم
نوح اور عاد و ثمود اور قوم ابراہیم اور لوط اور مدین
کے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے موسیٰ بھی جھٹلائے
گئے ہیں مگر انجام کار ہم نے منکروں کو ہلاک کردیا
ملک میں پھر کر دیکھو ان کے بلند محل اور بڑے عمیق
کوئیں کیسے برباد پڑے ہیں۔

اس کو سن کر منکرین عذاب کے خواستگار
ہوتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اللہ ہرگز
اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا اور عذاب کے لیے
جلدی کرنا اور اس کے انتظار کی مدت کو بہت شمار
کرنا عبث ہے ہاں عذاب کے ایام البتہ بڑے
سخت ایام ہیں وہاں کا ایک روز بوجہ سختی اور
تکلیف کے جو منکروں پر ہوگی جس کی مفصل کیفیت
اللہ جانتا ہے۔ وان یوما عند ربک تمہارے
ہزار برس کے برابر ہوگا۔ مصیبت کے ایام کی
درازی ضرب المثل ہے معالم میں ہے قال مجاہد
وعکرمۃ یوماً من ایام الآخرۃ میں خدا تعالیٰ ایام کی
ایسی درازی کرے گا کہ وہاں کا ایک روز یہاں کے
ہزار برس کے برابر ہوگا۔ بعض کہتے ہیں اس کے یہ
معنی ہیں کہ مہلت دینے میں ایک روز اور ہزار
برس دونوں برابر ہیں کیوں کہ وہ قادر ہے جب
چاہے مواخذہ کرلے، تاخیر سے اس کے وقوع میں
تردد نہ کرنا چاہیے یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ
(اے نبی) کہہ دو کہ اے لوگو! میں جو ہوں تو صرف تم کو
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں　پھر جو لوگ ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے　تو ان کے لیے بخشش
وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِيْنَ
اور عزت کی روزی ہے　اور جنہوں نے
سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ
ہماری آیتوں کے پست کرنے میں کوشش کی ہے　وہی
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٥١﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا
دوزخی ہیں　اور ہم نے (اے نبی تم) سے
مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ
پہلے کوئی بھی ایسا رسول نہیں بھیجا اور نہ نبی
اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ
کہ اس نے جب کوئی تمنا کی ہو اور شیطان نے اس کی تمنا میں کچھ
اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي
آمیزش نہ کی ہو　اللہ شیطان کی آمیزش کو دور
الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ
کرکے اپنی آیتوں کو مستحکم کردیا کرتا ہے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ
اور اللہ خبردار حکمت والا ہے　تاکہ شیطان کی
مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ
آمیزش کو ان لوگوں کے لیے کہ جن کے دلوں میں مرض
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ
(شک) ہے اور جن کے دل سخت ہیں ان کے لیے

قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ
آزمایش بنا دے اور بے شک ظالم تو بڑے
شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ
ضد میں پڑے ہوئے ہیں اور اس سے یہ بھی مقصود ہوتا
اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
ہے کہ علم والے اس کو حق اور اپنے رب کی طرف سے جان کر
فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ
اس پر ایمان لاویں (اور) ان کے دل اس کے لیے جھک پڑیں
وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اور اللہ ایمان داروں کو سیدھے
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾
رستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے ان سے کہہ دو کہ تم کس لیے جلدی کرتے ہو میں تمہیں مطلع کرنے آیا ہوں کہ جو ایمان لاوے گا نیک کام کرے گا مغفرت اور دنیا و آخرت میں عزت پاوے گا اور جو مقابلہ کرے گا جہنم میں جاویگا میں منذر ہوں بشیر ہوں نہ خدا ہوں نہ خدا کے گھر کا مالک و مختار کہ جو چاہوں تمہاری خواہشوں کے موافق اس کو کر دکھاؤں اس لیے اس بات کی تائید کے لیے یہ کلام بعد میں صادر فرمایا وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنّٰی القی الشیطٰن فی امنیته کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم پر کیا موقوف ہے تم سے پیشتر جس قدر رسول اور نبی بھیجے گئے ہیں گو وہ معصوم تھے مگر بشر تھے خواص بشریہ سے خالی نہ تھے جب کبھی کسی نے ان میں سے کوئی تمنّٰی کی ہے یعنی کسی امر مہتم بالشان کی طرف توجہ تام کی ہے تو قوت متوہمہ نے جس کو شیطان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے پھر نہ کچھ اس میں خلط کر دیا ہے۔ چنانچہ انہیں ایام میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا کہ آپ ہجرت کر کے ایسے ملک میں گئے ہیں کہ جہاں نخلستان ہے پس قوت متوہمہ نے ملک یمامہ و ہجر کی طرف خیال دوڑایا حالاں کہ مراد مدینہ تھا۔ اسی طرح خواب میں دیکھا کہ حلق و قصر کر کے مکہ میں داخل ہوئے ہیں وہم نے کہہ دیا کہ اسی سال میں یہ واقعہ پیش آئے گا حالانکہ کئی سال بعد پیش آیا اسی طرح آیات میں جو مجملاً پیشین گوئیاں ہوتی ہیں ان کی تعیین میں قوت متوہمہ دخل در معقولات کر دیتی ہے پس ایسی باتیں ضعیف الایمان اور سست اعتقاد اور ناپاک دل والوں کے لیے فتنہ یعنی آزمایش ہو جاتی ہیں وہ ڈگمگا جاتے ہیں شبہ کرنے لگتے ہیں اور اہل علم اور راسخ الاعتقاد اس بات کی حقیقت پر واقف ہو کر اس کو ایک بات من جانب اللہ جان کر اس پر ایمان لاتے اور دل میں خائف ہو جاتے ہیں۔

مگر خدا تعالیٰ اس آمیزش کو دور کر کے جو امر حق ہو اسی کو قائم رکھتا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ اٰیٰته واللہ علیم حکیم آیات سے مراد وہ احکام حقہ ہیں جو رسول اور انبیاء کو القاء ہوتے ہیں۔ اللہ آمیزش وہمی کو دور کر کے انہیں صاف اور محکم کر دیتا ہے باقی مطلب صاف ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ
اور منکر تو ہمیشہ اس[1] سے شک میں پڑے
مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً
رہیں گے یہاں تک کہ یکایک ان پر قیامت آ جائے
اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾
یا ان کو نحس دن کا عذاب آ لیوے۔

[1] یعنی قرآن مجید سے ۱۲ منہ

الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

اس روز اللہ ہی کی حکومت ہے وہی ان میں فیصلہ بھی کرے گا

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

پھر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ

وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے اور جو

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ

منکر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں سو انہیں کو

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ

ذلت کا عذاب ہے اور جنہوں نے

هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا

اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ مارے گئے

اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ

یا خود مر گئے البتہ ان کو اللہ عمدہ روزی دے گا (آخرت میں)

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾

اور بے شک اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَ

البتہ اللہ ہی ان کو ایسی جگہ میں پہنچا دے گا جس سے وہ خوش ہو جاویں گے اور

اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ

اللہ خبردار تحمل والا ہے بات یہ ہے اور

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ

جو کوئی اسی قدر بدلہ لیا کہ جس قدر اس کو تکلیف دی گئی تھی

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ

پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا [1] البتہ

اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ

اللہ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے یہ اس لیے کہ

اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ

اللہ رات کو دن میں اور دن کو

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ

رات میں داخل کیا کرتا ہے اور بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے

بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

(اور واقف ہے) یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے

وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ

اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہی غلط

الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ ع ۹ ۱۴

ہے اور بے شک اللہ ہی عالی شان بزرگ ہے

بعض مفسرین کی عادت ہے کہ وہ قرآن مجید کے صاف اور سیدھے مطلب کو الجھاوے میں ڈال دیتے ہیں اور جب کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو اس کے لیے کوئی قصہ گھڑ لیتے ہیں پھر اس کو شان نزول قرار دے لیتے ہیں اور پھر لفظ حدثنا یا اخبرنا دیکھ کر خوش اعتقاد لوگ اس مہمل بات کو حدیث سمجھ لیتے ہیں چنانچہ انہیں آیات کی تفسیر میں ایک قصہ نقل کیا کرتے ہیں کہ مکہ میں آں حضرتؐ نے سورۃ النجم کی اس آیت کے بعد ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ القاء شیطانی سے جو آپؐ کے دل میں خیال تھا بت پرستوں کے خوش کرنے کو یہ جملہ بھی پڑھ دیا تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی جس سے مشرکین خوش ہو گئے مگر جبرئیل نے آکر آپؐ کو متنبہ کیا اور آپؐ کو رنج ہوا اس لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

[1] یعنی اس مظلوم کی جس نے بدلہ لیا تھا اور پھر ظالم یا اس کے مددگار نے اس بدلہ لینے والے پر بار دیگر ظلم کیا تو خدا اس مظلوم کا مددگار ہے ۱۲ منہ

پھر بعض اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ شیطان نے اثنائِ قرأت میں یہ جملہ ملا دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں استفہام انکاری کے طور پر یہ جملہ آپ نے کہا تھا مگر جب سرے سے اس قصہ کی اصل نہیں اور امام بیہقی نے خاص اس کے رد میں ایک رسالہ لکھ دیا اور ثابت کر دیا کہ یہ قصہ زندیقوں کا بنایا ہوا ہے کسی صحیح سند اور معتبر راویوں سے اس کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا تو پھر ان توجیہات اور ان کے مقابلہ میں قرآن مجید کی آیات اور دیگر دلائل کی کیا ضرورت ہے؟ امام فخر رازی و صاحب مدارک و بیضاوی وغیرہ محققین نے اس قصہ کا ابطال بڑے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے کیا ہے مگر اسلام پر عیب لگانے کے لیے پادری لوگ ایسے لغو قصہ کو خواہ مخواہ ہی پیش کر دیا کرتے ہیں حالاں کہ ایسی بے اصل باتوں سے اسلام پر عیب لگانا انصاف اور خدا ترسی سے بہت ہی بعید ہے واللہ اعلم۔ اولٰئک لہم عذاب مہین تک اسی بیان کا تتمہ ہے۔ ع ٨/١٥

پھر والذین ھاجروا فی سبیل اللہ سے لے کر ان اللہ لعفو غفور تک اصل مطلب کی طرف رجوع ہے کہ خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں اور ظالموں کے ہاتھ سے مارے جانے والوں کو آخرت میں بڑے درجات اور عمدہ مقامات ہیں اور دنیا میں بھی خدا اس گروہ کی مدد کرے گا، وہ ہر بات پر قادر ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی آسمان سے پانی برساتا ہے

فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً إِنَّ اللّٰهَ

تو اس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے بے شک اللہ (اپنے بندوں پر)

لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿٦٣﴾ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

مہربان اور (ان کے حال سے) واقف ہے اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی وہ

الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٤﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ

بے نیاز (اور) قابل ستائش ہے (اور اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ

سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ

نے تمہارے لیے زمین کی چیزوں کو مسخر کر دیا اور کشتی کو بھی

تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ

کہ جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور اسی نے آسمانوں کو

السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا

تھام رکھا ہے کہ اس کے حکم بغیر زمین پر کہیں گر نے

بِإِذْنِهِ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ

نہیں پاتا بے شک اللہ آدمیوں کے ساتھ نہایت نرمی کرنے

رَحِيمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ

والا مہربان ہے اور وہی تو ہے کہ جس نے تم کو زندہ کیا

ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ

پھر وہی تم کو مارے گا پھر وہی تم کو (دوبارہ) زندہ کرے گا البتہ

الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ أُمَّةٍ

انسان بڑا ہی ناشکر ہے ہم نے ہر قوم کے لیے

جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا

ایک دستور مقرر کر دیا ہے کہ جس پر وہ عمل کرتے ہیں پس احکام میں

يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ

کوئی تم سے نہ جھگڑے اور آپ اپنے رب کی طرف

رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُسْتَقِيمٍ ○

لوگوں کو بلایئے کیونکہ آپ سیدھے رستہ پر ہیں۔

وَإِنْ جٰدَلُوكَ فَقُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا
اور اگر آپ سے وہ جھگڑیں بھی تو کہہ دو جو کچھ تم کر رہے ہو خدا اس کو
تَعْمَلُونَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
خوب جانتا ہے اللہ قیامت کے دن آپ فیصلہ کر دے گا جس
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ
چیز میں کہ تم باہم اختلاف
تَخْتَلِفُونَ ﴿۶۹﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ
کر رہے ہو (اے مخاطب) کیا تو نہیں جانتا کہ جو کچھ
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ
آسمان اور زمین میں ہے اللہ سب کو جانتا ہے یہ سب
ذٰلِكَ فِي كِتٰبٍ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى
اس کے دفتر میں لکھا ہوا (موجود ہے) یہ اللہ پر آسان
اللّٰهِ يَسِيرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ
(بات) ہے اور وہ اللہ کے سوا اس کو پوجتے
دُونِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطٰنًا
ہیں کہ جس پر نہ اس نے ہی کوئی سند اتاری ہے
وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَمَا
اور نہ ان کے پاس ہی کوئی اس کا علم ہے اور ان ظالموں کا
لِلظّٰلِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴿۷۱﴾ وَإِذَا تُتْلٰى
تو کوئی بھی مددگار نہ ہوگا اور جب کہ ان کو
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِي
ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں تو ان کے چہروں پر
وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ
اے نبی تم کو ناراضی معلوم ہوگی
يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ
(یہاں تک کہ) جو ان کو ہماری آیتیں سناتے ہیں قریب ہے کہ
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ
ان پر حملہ کر بیٹھیں کہہ دو کہو تو میں تم کو اس سے بھی
مِنْ ذٰلِكُمُ النَّارُ وَعَدَهَا اللّٰهُ
سخت تر بات سناؤں (وہ کیا ہے) آگ ہے کہ جس کا خدا نے منکروں
ع ۹ ۱۶ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۷۲﴾
سے وعدہ کر لیا ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے

پھر اپنی قدرت اور جبروت کا اظہار عالم میں گوناگوں تصرفات سے ظاہر کرتا ہے بقولہ یولج الیل فی النھار الی ان الانسان لکفور اور انہیں جملوں میں انسان ناقدرے اور ہٹ دھرم کو اپنی بے شمار نعمتیں بھی یاد دلاتا ہے۔ شبہ ہوتا تھا کہ جب خدا تعالیٰ ایسا رحیم کریم منعم ہے اور اس کی رحمت اور اس کے فیض سے کوئی خالی نہیں تو پھر بندوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت پابندی شریعت و احکام کی کیوں تکلیف دیتا ہے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ کہ ہم نے بندوں کی بھلائی کے لیے ہر امت کے لیے ان کے مناسب ان کے انبیاء اور ہادیوں کی معرفت (جیسا کہ فرمایا ہے و لکل قوم ھاد۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر) ایک شریعت اور رستہ بنا دیا ہے اور فلاح دارین کے لیے ایک قانون دیا ہے جس کے وہ پابند تھے فلا ینازعنک فی الامر پھر ان کو تم سے اے نبی اس امر میں جھگڑا کرنا مناسب نہیں وادع الی ربک انک لعلی ھدی مستقیم آپ سب لوگوں کو ان کے رب کی طرف بلائیے کیونکہ تم سیدھے رستہ پر ہو دلائل میں نظر کر کے ہر عاقل جان سکتا ہے۔ وان جادلوک فقل اللہ اعلم بما تعملون اور اگر اس کے بعد بھی وہ تم سے جھگڑا کریں تو کہہ دو کہ اللہ تمہارے کام سے خوب واقف ہے وہ آپ سمجھ لے گا اللہ یحکم بینکم یوم

القیٰمۃ فیما کنتم فیہ تختلفون اور قیامت کے
دن آپ فیصلہ کر دے گا۔
منسک شریعت اور رستہ یہ ابن عباس کا قول ہے
جیسا کہ عطا نے نقل کیا ہے اور یہی ٹھیک ہے جیسا کہ خود
فرماتا ہے لکل امۃ جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا
بعض نے مذبح و قربانی بھی مراد لی ہے۔
اللہ کو ہر بات معلوم ہے الم تعلم ان اللہ یعلم
ما فی السماء والارض ان ذٰلک فی کتٰب ان
ذٰلک علی اللہ یسیر اے مخاطب تو خود جانتا ہے کہ
اللہ کو آسمان اور زمین کی ہر بات معلوم ہے اور یہ سب کچھ
لوح محفوظ میں ہے اور یہ بات اللہ کے نزدیک کچھ مشکل
نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔ مگر باوجود اس کے ان لوگوں کی
عقل کو دیکھیے کہ شریعت و طریقۂ انبیاء کو بگاڑ کر و
یعبدون من دون اللہ ما لم ینزل بہ سلطٰنا
ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں کہ جن کے لیے اللہ کی طرف
سے کوئی بھی سند نہیں۔ یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ
خدا کے گھر کے مختار ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یا قیامت
میں ہمارے لیے سفارش کریں گے اس بات پر ان کے
پاس خدا کے ہاں سے کیا دلیل ہے محض خیالی بات ہے
اور اس سے بڑھ کر وما لیس لھم بہ علم الخ
چیزوں کو پوجتے ہیں کہ جنھیں جانتے بھی نہیں علم حقیقی ان کی
ماہیت کا نہیں رکھتے جیسا کہ ہزاروں معبود خیالی ہنود
کے ہیں کالی پری سبز پری فلاں دیو فلاں بھوت۔ یہی
حال عرب کی قوموں کا تھا مگر واذا تتلٰی علیھم اٰیٰتنا
بینٰت تعرف فی وجوہ الذین کفروا المنکر
جب ان کو رد شرک کے بارے میں ہماری کھلی کھلی آیتیں
اور دلائل سنائے جاتے ہیں تو سن کر منہ بناتے ہیں اور
چاہتے ہیں کہ آیتوں کے سنانے والوں پر حملہ کریں واذا
تتلٰی علیھم اٰیٰتنا الخ فرماتا ہے کہ یہ کیا ناگوار ہے جہنم
کی آگ اس سے زیادہ ناگوار ہوگی جو منکروں کے لیے مقرر
ہو چکی ہے قل افانبئکم الخ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا
لوگو! ایک مثل بیان کی جاتی ہے اس کو کان
لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
لگا کر سنو (وہ یہ کہ) جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو
اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ
وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ وہ سب اس کے لیے جمع بھی ہو جائیں
وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا
اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جاوے تو
يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ
اس سے واپس بھی نہیں لے سکتے طالب اور مطلوب (دونوں
وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ
ہی) بودے ہیں انہوں نے اللہ کی (جیسا کہ چاہیے تھی) کچھ
قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾
بھی قدر نہ کی بے شک اللہ تو بڑا قوی زبردست ہے

اس کے بعد ان کے معبودوں کے عجز و ناطاقتی ظاہر
کرنے کے لیے فرماتا ہے یا ایھا الناس ضرب مثل
فاستمعوا لہ کہ ایک مثل بیان کرتے ہیں اس کو سنو!
اور وہ مثل یہ ہے ان الذین تدعون من دون اللہ
لن یخلقوا ذبابا کہ جس کو پکارنا اور اس سے مراد چاہنا
جائز ہے اس کو قدرت تو ہونی چاہیے اور وہ خالق بھی ہو
اور خدا کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ سب حیوانات میں
کم مرتبہ مکھی ہے اس کو تو بنا ہی نہیں سکتے ولو اجتمعوا لہ
اگر وہ سب بھی جمع ہو کر پیدا کریں تو نہیں کر سکتے پھر دوسری
بات اس سے بھی کم تر ہے اور وہ یہ کہ ان یسلبھم الذباب الخ

اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے اڑے تو اس سے چھین بھی نہیں سکتے پس جب یہ حال ہے تو ضعف الطالب و المطلوب۔

ضحاک کہتے ہیں طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد معبود۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں طالب سے مراد مکھی ہے جو بتوں کی چڑھی ہوئی چیز پر آ بیٹھتی ہے اس کو لیتی ہے اور مطلوب صنم ہے کہ جس سے مکھی طلب کرتی ہے۔ بعض کہتے ہیں علی العکس کہ طالب صنم مطلوب مکھی۔ بہر تقدیر یہ سب ضعیف و کمزور ہیں جو بت اپنے منہ سے مکھی نہ اڑا سکے بھلا اس کو پوجنا کس عقل کا کام ہے؟

ما قدروا اللہ حق قدرہٖ بات یہ ہے کہ لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ چاہیے تھا ان اللہ لقوی عزیز وہ قوی اور ہر بات پر قادر ہے پھر بندوں کو کیا مصیبت ہے جو اس کے سوا اوروں کے پاس جاتے ہیں کیا وہ کافی نہیں یا اور کوئی اس سے زیادہ قادر ہے؟

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا
فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی (جس کو چاہتا ہے) پیغام

وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۷۵﴾
پہنچانے کے لیے منتخب کر لیتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے (اور)

یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مَا خَلۡفَہُمۡ
وہی سب کا اگلا اور پچھلا حال جانتا ہے

وَ اِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۷۶﴾ یٰۤاَیُّہَا
اور اللہ ہی کی طرف سب باتیں رجوع کرتی ہیں ایمان

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡکَعُوۡا وَ اسۡجُدُوۡا وَ
والو! رکوع اور سجدہ کرو اور

اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ وَ افۡعَلُوا الۡخَیۡرَ
اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور بھلائی کیا کرو

لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۷۷﴾ وَ جَاہِدُوۡا
تاکہ تم فلاح پاؤ اور اللہ کی ر

فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ ؕ ہُوَ اجۡتَبٰىکُمۡ
ہیں جیسا کرنا چاہیے جہاد بھی کرو اسی نے تو تم کو انتخاب کیا ہے

وَ مَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ
اور تم پر اس نے دین میں کوئی تنگی بھی

مِنۡ حَرَجٍ ؕ مِلَّۃَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰہِیۡمَ ؕ
نہیں کی ہے تمہارے باپ ابراہیم کا ہی تو دین ہے

ہُوَ سَمّٰىکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۬ۙ مِنۡ
اسی نے تو تمہارا نام پہلے سے مسلمان

قَبۡلُ وَ فِیۡ ہٰذَا لِیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ
رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول

شَہِیۡدًا عَلَیۡکُمۡ وَ تَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ
تم پر گواہ بنے اور تم لوگوں پر

عَلَی النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ
گواہ بنو پس نماز قائم کیا کرو اور

اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰہِ ؕ
زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کو مضبوط ہو کر پکڑ لو

ہُوَ مَوۡلٰىکُمۡ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی
وہی تو تمہارا مولا ہے پھر کیا ہی خوب مولا

وَ نِعۡمَ النَّصِیۡرُ ﴿۷۸﴾
اور کیا ہی خوب مددگار ہے

سجدہ عند الشافعی

ع ۱۰ / ۱۷

بتوں کی حقیقت تو معلوم ہو گئی اب رہے وہ لوگ

کہ جو خدا کے برگزیدہ ہیں ملائکہ و انبیاء جن کو کہ اکثر بت پرست یا مشرکین پوجتے ہیں اور معبود حقیقی کے برابر ان کے درجات تسلیم کرکے ان سے حاجات کا سوال کرتے ہیں جیسا کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اور ہنود اپنے بزرگوں کو اور آج کل کے جہال مسلمان اولیاء کرام اور بزرگان دین کو پوجتے ہیں اور عرب کے مشرکین اور صابئین ملائکہ کو پوجتے تھے پس ان کی نسبت فرماتا ہے اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلا ومن الناس کہ ملائکہ اور لوگوں میں سے جو ممتاز اور رسول ہیں ان کو بھی تو اللہ ہی نے برگزیدہ کیا ہے یعنی ان کے کمالات اپنے گھر کے نہیں ان کی بزرگی اللہ کی عطا کی ہوئی ہے پھر اللہ کو چھوڑ کر اللہ کے بندوں کو پوجنا کیا عقل ہے؟

دوم لفظ رسلا میں اشارہ ہے کہ ملائکہ یا انسانوں میں جس قدر محترم اور معزز ہیں وہ رسول ہیں یعنی رسل ملائکہ یا بنی آدم۔ ان کے بھی اصطفاء اور برگزیدگی کا باعث رسالت ہے پھر جب کہ رسول ہیں اس کے برابر اور اس سے زیادہ کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

سوم جب رسول ہیں تو ضرور یہ اللہ کے پیغام بندوں کے پاس لاتے تھے اور سب سے مؤکد پیغام یہی تھا کہ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بنانا پھر عجب ہے کہ ان کے پیغام کو بالائے طاق رکھ کر انہیں کو خدائی کا شریک سمجھنے لگے۔ اور اسی کلام میں مکہ کے منکروں کا جواب بھی ہے وہ کہتے تھے کہ کیا اللہ نے ہم سب میں سے محمد ہی کو رسالت کے لیے خاص کر لیا ءانزل علیہ الذکر من بیننا کہ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے اللہ فرشتوں میں سے جس فرشتہ کو چاہتا ہے اس کام کے لیے ممتاز کر لیتا ہے اور اسی طرح انسانوں میں سے جس انسان کو چاہتا ہے اس کام کے لیے ممتاز کر لیتا ہے ان اللہ سمیع بصیر وہ ہر ایک کام کی مصلحت سے خوب واقف ہے اور ان بزرگوں کے پوجنے والے جو حجتیں کر کے ان کو الوہیت میں شریک کرتے ہیں وہ ان کی باتیں سن رہا ہے اور جو کچھ افعال عبودیت ان بزرگوں کے لیے کر رہے ہیں ان کو دیکھ رہا ہے یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم اللہ کو اگلی پچھلی ہر بات معلوم ہے والی اللہ ترجع الامور اور ہر بات کی انتہا اللہ ہی کی طرف ہے یعنی ہر بات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اگلے پچھلے سے علم اس سے قدرت کا اثبات مقصود ہے۔

بت پرستی اور شرک کی مذمت اور دنیا میں رسولوں کی بعثت بیان کر کے ایمان داروں کو ان باتوں کی تاکید کرتا ہے جو نجات اور فلاح کا ذریعہ ہیں فقال یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا کہ اے ایمان دارو! خدا تعالیٰ کو رکوع سجود کرو یعنی نماز پڑھا کرو جس میں رکوع اور سجود ہے اور نماز کے علاوہ اور بھی عبادت کیا کرو واعبدوا ربکم تلاوت ذکر روزہ اور وافعلوا الخیر ہر ایک نیکی کرو اس میں صلہ رحمی، خیرات صدقات مکارم اخلاق دنیا کی سب اچھی باتیں آگئیں لعلکم تفلحون تاکہ تمہیں فلاح ہو۔ ابن المبارکؒ و احمدؒ و اسحاقؒ و امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بعد سجدہ کرنا لازم ہے اور سفیان ثوریؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس جگہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ سجدۂ تلاوت واجب ہے امام شافعیؒ سورۂ ص میں سجدہ واجب نہیں جانتے اس کے بدلہ میں اس جگہ کا سجدہ لے کر چودہ پورے کرتے ہیں۔ ہمارے امام کے نزدیک سورۂ ص میں سجدہ ہے یہاں نہیں، واللہ اعلم۔

اس کے بعد ایک اور حکم دیتا ہے وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ جہاد سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک دشمنان دین سے جنگ کرنا ہے اور حق جہاد سے مراد

پورے طور پر اور نہایت سعی و کوشش سے، جس کی تفسیر بعض نے یوں کی ہے کہ خالصاً للہ اور بعض کہتے ہیں جس میں سر اور اللہ کی مخالفت نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں جس میں کسی کی ملامت کا خوف نہ ہو۔ پھر یہ عام ہے خواہ زبان سے ہو خواہ تلوار سے۔ اور اس حکم کا سب کے اخیر میں صادر کرنا اس بات کو جتلاتا ہے کہ نماز و فعل الخیرات سب سے بڑھ کر یہ کام ہے کیوں کہ جب تک شر اعدا سے امن قائم نہ ہوگا تو زمین پر خدا تعالیٰ کے بندے نہ بفراغ قلبی نماز پڑھ سکیں گے نہ کوئی اور نیک کام کر سکیں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں جاھدوا فی اللہ سے عام طور پر ہر دینی بات میں دل سے کوشش کرنا مراد ہے خواہ اعدا دین سے جنگ ہو خواہ علم دین کی ترویج خواہ اور نیکی کی باتیں۔ اس تقدیر پر یہ جملہ گویا کلام سابق کے لیے تاکید ہے۔

بعض اہل عرفان جیسا کہ عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں اس سے مراد مجاہدۂ نفس ہے کہ نفس کو ناجائز خواہشوں سے روکو اور اسی کو جہادِ اکبر کہتے ہیں اور یہی حق الجہاد ہے۔

پھر فرماتا ہے ھو اجتبٰکم کہ اللہ نے تم کو اے امتِ محمدؐ اس خدمت کے لیے ممتاز کر لیا ہے تم کسی کے طعن و تشنیع کی پروا نہ کرو وما جعل علیکم فی الدین من حرج اور جو شریعت دی گئی ہے اس میں کوئی مشکل اور دقت نہیں رکھی گئی ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں کہ جس سے خلاصی اور جس کی معافی توبہ و استغفار یا کفارہ و قصاص سے نہ مقرر کی گئی ہو اور اسی طرح اوقاتِ عبادت کے لحاظ سے بھی سہولت ہے اور اسی طرح اگر غسل و وضو نہ کر سکے تیمم کی اجازت ہے کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے بیٹھ کر پڑھ لے سفر میں قصر ہے۔ بیمار کو افطار کی رخصت ہے یہاں تک کہ جو چیزیں سور مردار وغیرہ حرام ہیں، بوقتِ اضطرار ان کی بھی اجازت ہے۔ یہود کی طرح شریعت اور احکام سخت نہیں نہ ہنود کی طرح کچا مذہب ہے کہ غیر کے ہاتھ لگنے سے دھرم بھرشٹ ہو جائے، اپنے ہاتھ سے چوکا کرے اور ہزاروں پاک چیزیں حرام و ممنوع ان کے ہاں قرار دی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ سفر و حضر موت و حیات معاملات کا دائرہ تنگ کر دیا گیا ہے۔

ملۃ ابیکم ابراھیم یہ تمہارے باپ ابراہیم کی شریعت ہے کوئی نئی شریعت نہیں۔ اس میں عرب کی طرف خطاب ہے جو اکثر ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور تمام امت بھی مراد ہو سکتی ہے کس لیے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت ابراہیمؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد ہونے کی وجہ سے جو مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں سب مسلمانوں کے باپ ہیں۔ قرآن مجید میں حضرتؐ کی بیویوں کو مسلمانوں کی ما کہا ہے وازواجہ امھٰتھم پس آپ باپ ہیں اور آنحضرتؐ کی شریعت کا مادہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت ہے بلحاظ زمانہ اس میں کچھ ترمیم ہوئی ہے اس لیے حضرتؐ کی شریعت کو ملت ابراہیم کہتے ہیں ھو سمّٰکم المسلمین من قبل کہ اسی نے تو تمہارا نام پہلے کو مسلمان یعنی فرمانبردار رکھا ہے جیسا کہ دعا کی تھی ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ وفی ھٰذا اور اس کتاب میں بھی اور اس عہد میں بھی تمہارا نام مسلمان قرار پایا ہے لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس۔ تاکہ رسول قیامت میں تمہارا گواہ بنے اور تم تمام بنی آدم کے لیے گواہ بنو توحید عبادات کا قیام تمہارے سپرد کیا گیا ہے فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ جانی اور مالی عبادات میں سرگرم رہا کرو واعتصموا باللہ اور ہر بات میں اللہ ہی کا بھروسہ رکھو اپنے دشمنوں سے کچھ خوف نہ کرو کیونکہ ھو مولٰکم وہ تمہارا مالک اور کارساز ہے فنعم المولٰی ونعم النصیر۔

الحمد للہ سترہویں ۱۷ پارے کی تفسیر ختم ہوئی



تفسیر حقانی

پارہ ۱۸

قَدْ اَفْلَحَ

سورۂ مومنون

مکیہ ہے اس میں ایک سو اٹھارہ ۱۱۸ آیات اور چھے رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ

بے شک ایمان والے مراد کو پہنچے (یہ) وہ ہیں

هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ②

جو اپنی نماز میں عاجزی کیا کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③

اور وہ جو بے ہودہ باتوں سے الگ رہتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④

اور وہ جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤

اور وہ جو اپنے ستر کو محفوظ رکھتے ہیں

اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ

مگر اپنی بیبیوں یا لونڈیوں پر

اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥

اس لیے کہ ان میں کوئی الزام نہیں

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

پھر جو کوئی اس کے سوائے ڈھونڈے تو وہی

هُمُ الْعٰدُوْنَ ⑦ وَالَّذِيْنَ هُمْ

حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور جو اپنی

لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧

امانتوں اور اپنے عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨

اور جو اپنی نمازوں کی محافظت کیا کرتے ہیں

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ⑩ الَّذِينَ

وہی　وارث　ہیں　جو

يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ⑪

جنت الفردوس کا ورثہ پاویں گے (اور) وہ اس میں سدا رہا کریں گے۔

ترکیب

الذین المؤمنون کی صفت یا بدل والذین اس پر معطوف الا علی ازواجھم فی موضع نصب لان المعنی صانو ہا عن کل فرج الا عن فروج ازواجہم اور حال بھی ہو سکتا ہے لے الا والین علی ازواجہم او قوامین علیہن من قولک کان فلان علی فلانۃ ھم فیہا خالدون جملہ حال مقدرہ ہے فاعل سے یا مفعول سے۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی مکہ میں ہجرت سے پیشتر نازل ہوئی ہے۔ احمد و ترمذی و نسائی نے روایت کی ہے جس کا اخیر جملہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے بعد فرمایا کہ مجھ پر دس آیات (یعنی اس سورۃ کا اول) ایسی نازل ہوئی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔

سورۂ حج کے اخیر میں یہ تھا کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے کہ تم اور لوگوں پر دنیا و آخرت میں نیکی اور بدی کے معاملات میں شہادت ادا کرو۔ جس کام کو بالاتفاق تم اچھا کہو یا جس شخص کو تم بھلا کہو وہی اچھا اور وہی بھلا ہے اور رسولؐ ایسے معاملات میں تم پر شہادت ادا کرنے والا ہے تمہاری اچھائی اور برائی رسول کی شہادت پر موقوف ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ گواہ جب تک عدل یعنی نیک اور معتبر نہ ہو تو اس کی گواہی کیا؟۔ اس لیے اس سورۃ میں اصولِ حسنات کی طرف اس جملہ فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ میں اجمالاً اشارہ تھا اس سورت میں اس کی تشریح فرمائی گئی اور اصولِ حسنات جو موجب فلاح و صلاحِ دارین ہیں بتلائے گئے اور اصولِ حسنات بیان فرمانے سے پہلے ان پر عمل کرنے والے کو بلفظِ قد جس کے معنی تحقیق اور ضرور کے ہیں فلاح کا مژدہ بھی دے دیا کہ اس کی فلاح میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ فقال قد افلح المؤمنون کہ ایمان داروں نے فلاح حاصل کر لی، آگے اس فلاح کی بھی شرح فرمائے گا۔ مگر اس سے پہلے وہ اوصاف ارشاد فرماتا ہے جن پر فلاح مرتب ہے یہ سات صفت ہیں جو تمام مکارم اخلاق کے اصل الاصول ہیں اور جن میں دنیا و آخرت کے متعلق حکمتِ نظری و عملی تہذیبِ اخلاق سے لے کر تدبیر المنزل تک کوئی بات رہ نہیں گئی ہے۔

(۱) المؤمنون اس میں ایمان کا ذکر ہے جو سب نیکیوں کی جڑ ہے اس میں اجمالاً اللہ اور اس کی صفات اور ملائکہ اور انبیاء اور ان کی کتب اور دار آخرت کی تصدیق آگئی یہ تمام حکمتِ نظریہ کا عطر ہے۔

(۲) الذین ھم فی صلاتھم خاشعون یہاں سے حکمتِ عملیہ شروع ہوتی ہے اور نماز سب میں اول بات ہے۔ اس جملہ میں نہ صرف نماز پڑھنے ہی کا حکم ہے بلکہ نماز میں عاجزی کرنے کا بھی۔ خشوع کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو دل کا فعل کہتے ہیں ڈرنا اور دل سے معانی پر لحاظ کر کے خدا تعالیٰ کو حاضر یا اپنے آپ کو اس کے آگے کھڑا سمجھ کر عجز و نیاز کرنا، اور بعض اس کو ہاتھ پاؤں کا عمل کہتے ہیں سکون سے کھڑا رہنا ادھر اُدھر التفات نہ کرنا، کپڑے یا داڑھی یا اور چیز سے کھیل نہ کرنا نماز کے اندر، اور بعض نے دونوں باتوں کو لیا ہے اور یہی قوی ہے۔

اور صحیح حدیثوں میں دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کس لیے کہ جب انسان اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے سامنے سمجھے گا اور اس سے عجز و نیاز کرے گا جو روحِ نماز ہے تو وہ کبھی ادھر ادھر ملتفت نہ ہوگا۔ جب شاہانِ دنیا کے دربار میں ادھر اُدھر ملتفت ہونا سوءِ ادب ہے تو وہاں دربارِ عالی میں کیوں کر ادھر اُدھر ملتفت ہو سکتا ہے ہاں جو رسمی نماز پڑھتے ہیں اور دل سے نہ ان کو حضور ہے نہ نیاز وہ ایسی باتیں کرتے ہیں ان کی نماز ان کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

(۳) والذین ھم عن اللغو معرضون سے وہ جو بے ہودہ باتوں سے کنارہ کرتے ہیں۔ لغو حرام اور مکروہ اور اس مباح فعل کو بھی کہتے ہیں کہ جس کی طرف انسان کو کوئی حاجت یا ضرورت نہ ہو افسوس کہ آج کل مسلمان اس لغو میں کیسے مبتلا ہیں دنیاوی امور میں صدہا مکانات اور بے ضرورت اسباب خرید اور بنا کر محتاج ہو جاتے ہیں بیاہ شادی میں اس لغو کی کچھ انتہا نہیں آتش بازی ناچ رنگ کیا کیا ہوتا ہے اور اسی طرح دینی معاملات میں لغو کا ارتکاب ہوتا ہے اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر کیا کچھ نہیں ہوتا پھر قبروں پر ناچ ہوتا ہے اور دیگر فضول باتیں ہوتی ہیں اور محرم میں تو کچھ انتہا ہی نہیں رہتی ہزارہا روپیہ لگا کر تعزیے بنتے ہیں لوگ ریچھ بندر بنتے ہیں شدے اور علم اور ان کے ساتھ دیگر منہیات پھر کہیں حضرت امام حسینؓ کے گھوڑے کا فرضی نقل نکلتا ہے جس کو نعل صاحب کہتے ہیں۔ سرکاروں سے لاکھوں روپے عاشور خوانوں کے لیے ملتے ہیں کاش یہ روپیہ قوم کی تعلیم میں صرف ہوتا کہاں گئے ہمارے واعظ مجالس میں صرف رُلانا ہی جانتے ہیں ان باتوں کا ذکر تک بھی نہیں کرتے۔

(۴) والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون وہ جو اپنے مال اللہ کے رستہ میں ایک حصہ معین دیا کرتے ہیں اور حصہ معین کو زکوٰۃ کہتے ہیں اس کے لیے فاعلون کا لفظ لانا نہایت فصاحت ہے۔

(۵) والذین ھم لفروجھم وہ جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے سوا اور کسی پر اپنا ستر نہیں کھولتے اس سے لواطت اور سحق اور ہاتھ سے منی نکالنے کی بھی ممانعت ثابت ہوئی اور متعہ کی ممانعت بھی سمجھی گئی کس لیے کہ متاعی عورت حصہ نہ ملنے کی وجہ سے بیوی نہیں اور نہ لونڈی ہے پھر کیوں کر مباح ہو سکتی ہے اور آیت میں بیوی اور لونڈی پر قضاء شہوت کا حصر کر دیا ہے۔

(۶) والذین ھم لامنتھم وعھدھم راعون وہ جو امانت اور عہد کی حفاظت رکھنے والے ہیں امانت میں مال اور آبرو اور بات سب کی حفاظت ضرور ہے اسی طرح عہد میں عہد الٰہی اور باہمی معاہدہ آگیا۔

(۷) والذین ھم علی صلوتھم یحافظون وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ وقت پر شرائط و مستحبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ان ساتوں باتوں کے عمل میں لانے والے کے لیے اس نے اپنے فضل سے جنت میں اونچے درجہ کی اعلیٰ جنت کا وعدہ دیا جس کو جنۃ الفردوس کہتے ہیں اور اس کا ان کو وارث یعنی مالک بھی قرار دیا اور وہاں ہمیشہ رہنے کا مژدہ بھی دیا۔ یہ ہے وہ فلاح۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ
اور البتہ انسان کو ہم نے چھنی ہوئی مٹی سے
مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً
پیدا کیا پھر ہم نے اس کو ایک قرار گاہ (رحم)
فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا
میں نطفہ بنا کر رکھا پھر نطفہ کو

النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

علقہ بنایا پھر علقہ کو مضغہ گوشت بنایا

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا

پھر مضغہ گوشت میں ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں کو

الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ

گوشت پہنایا پھر اس کو ایک دوسری صورت میں بنا دیا

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾

پس تبارک اللہ وہ کیا ہی عمدہ بنانے والا ہے

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾

پھر اس کے بعد تم کو مرنا ہے

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے ۔

مگر اس کے بعد بھی منکرین حشر و نشر یہ کہتے تھے کہ مر کر کون زندہ ہوگا؟ اس لیے اس کے بعد دلائل حشر شروع کیے فقال ولقد خلقنا الانسان من سللۃ الخ کہ ہم نے انسان کو قطرہ منی سے پیدا کیا اور وہ قطرہ مٹی سے بنایا تھا کیوں کہ غذائیں جن سے منی پیدا ہوتی ہے مٹی سے بنتی ہیں پھر اس قطرہ کو خون بنایا پھر گوشت کا لوتھڑا بنا کر اس کے ہاتھ پاؤں بنائے ہڈیاں اور پٹھے بنائے اور اس کو انسان بنا کر ماں کے پیٹ سے باہر لائے اور پھر وہ ایک روز مرتا ہے پھر جس نے ایسا کر دیا کیا وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے کما قال ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون یہ دلیل کا نتیجہ ہے۔

یہاں تک دلائل انفس تھے کہ انسان سب سے پہلے اپنے ہی اندر اس کی قدرت و کمال کے صدہا شواہد موجود ہیں ان میں غور کر کے فی الفور کہہ سکتا ہے کہ وہ قادر باکمال ضرور مرنے کے بعد بار دیگر زندہ کر سکتا ہے۔ ع

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ

اور البتہ ہم نے ہی تمہارے اوپر سات آسمان بنائے

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ

اور ہم بنانے میں بے خبر نہ تھے اور

اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ

ہم نے ایک اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی اتارا پھر اس کو زمین پر

فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ

ٹھہرائے رکھا اور ہم اس کو لے جا بھی سکتے

لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ

ہیں پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے

جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا

لیے کھجور اور انگور کے باغ اگائے جن میں تمہارے

فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾

لیے بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے بھی ہو

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ

اور ہم نے ہی (زیتون کا) وہ درخت بھی پیدا کیا جو (کوہ) طور میں (اکثر) پیدا ہوتا

تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾

ہے جو کھانے والوں کے لیے روغن اور سالن لے کر اگتا ہے

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ

اور تمہارے لیے چارپایوں میں بھی عبرت ہے

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا

کہ تم کو ان کے پیٹ کی چیزوں میں سے (جدا کر کے دودھ) پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان

مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾

میں بہت سے اور بھی فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور ان پر اور کشتیوں پر سوار بھی کیے جاتے ہو

اس کے بعد دلائلِ آفاق یعنی انسان سے باہر جو شواہد ہیں ان کو شروع کرتا ہے اور سب میں بڑے نمونے کا پہلے ذکر کرتا ہے فقال ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق یعنی ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے۔ طرائق جمع طریقہ۔ آسمانوں کو طرائق یا تو اس لیے کہا کہ یہ ملائکہ کے آنے جانے کے رستے ہیں یا سبع سیارہ کی چال کے رستے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ان کو طرائق ان کے تطارق کی وجہ سے کہا ہو جس کے معنی تہ بہ تہ یعنی اوپر تلے ہونے کے ہیں یقال طارق الرجل نعلیہ اذا اطبق نعلا علی نعل وطارق بین ثوبین اذا لبس ثوبا فوق ثوب۔ یہ خلیل اور زجاج اور فرا کا قول ہے (کبیر)۔

پھر فرماتا ہے وما کنا عن الخلق غافلین[1] کہ ہم نے ان آسمانوں کو یا دیگر مخلوق کو بے جوڑ کیف ما اتفق نہیں پیدا کیا بلکہ ہر ایک میں صدہا حکمتیں ملحوظ ہیں ابتدا سے لے کر انتہا تک ان کے مصالح کو مدنظر رکھا ہے۔

(دوسری دلیل) وانزلنا من السماء ماء بقدر الخ کہ ہم آسمانوں سے یعنی اوپر بادلوں سے پانی اتارتے ہیں سو وہ بھی بے اندازہ نہیں کہ یوں ہی بادلوں کے دہانے کھول کر بے موقع دنیا کو غرقاب کر دیا جائے بلکہ ایک اندازۂ خاص سے، پھر اس پانی کو بے ہودہ طور پر صرف نہیں کرتے بلکہ فاسکنہ فی الارض اس کو زمین میں رہنے دیتے ہیں اور انا علی ذھاب بہ لقادرون ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اس پانی کو لے جاویں سکھا دیں لیکن فانشانا لکم بہ جنات الخ تمہارے لیے اس سے باغ اگاتے ہیں اور طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اناج وغیرہ پیدا کرتے ہیں من جملہ ان کے کھجور اور انگور ہے جن کو تر اور خشک گرمی اور سردی میں ہر طرح سے کھاتے ہیں ان کے سوا باغوں میں لکم فیہا فواکہ کثیرۃ ومنہا تاکلون تمہارے لیے اور طرح طرح کے میوے ہیں اور نہ صرف میوے کہ جن سے پیٹ نہ بھرے غذا کا کام نہ چلے بلکہ بعض ان میں سے کھانے کا بھی کام دیتے ہیں۔ صاحب کشاف کہتے ہیں منہا تاکلون کے یہ معنی کہ یہی باغ تمہاری معاش اور روزی کا بھی ذریعہ ہیں جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں پیشہ سے کھاتا ہے۔ وشجرۃ معطوف ہے جنات پر لے انشانا لکم شجرۃ اس درخت سے مراد زیتون کا درخت ہے جو عرب کے لیے بیشتر کوہ طور میں پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے تخرج من طور سیناء صاحب کشاف کہتے ہیں طور یا تو سینا۔ میدان کی طرف مضاف ہے کہ جس کو سینین بھی کہتے ہیں بطور مضاف اور سیناء مضاف الیہ دونوں سے مرکب ہو کر ایک پہاڑ کا نام ہے جیسا کہ امرئ القیس وبعلبک پھر بعض اس کو غیر منصرف کہتے ہیں تعریف وعجمہ کے سبب یا تعریف وتانیث کے سبب کیونکہ یہ بقعہ ہے۔ اور فعلاء کا الف تانیث کے لیے نہیں جیسا کہ حرباء اور بعض الف کو تانیث کے لیے کہتے ہیں جیسا کہ صحراء۔ یہ پہاڑ قلزم کے اس طرف عرب کے گوشۂ شمال ومغرب کے بیابان میں ہے یہیں حضرت موسیٰ کو توریت ملی تھی۔

تنبت بالدھن موضع حال میں اے تنبت وفیہا الدھن کما یقال رکب الامیر بجندہ اے ومعہ الجند۔ یعنی اس درخت میں تیل ہوتا ہے وصبغ للآکلین اور سالن بھی نہ سب کے لیے بلکہ ان کے لیے جو اس میں روٹی لگا کر کھاتے ہیں۔ عرب زیتون کے تیل کو سالن کے کام میں لاتے ہیں۔

---

[1] وما کنا عن الخلق غافلین کی یہ سب دلیل ہے جس میں بعض چیزوں کے چند فوائد بیان ہوئے ہیں اور اس میں طبیعت کے خالق وفاعل ہونے کا رد ہے جس کے دہریے قائل ہیں ۱۲ منہ

الصبغ والصباغ ما یصطبغ بہ ای یصبغ بہ الخبز۔ وصبغ عطف علی الدہن اے ادام۔

تیسری دلیل حیوانات کے متعلق وان لکم فی الانعام لعبرۃ کہ چار پایوں میں بھی تمہارے لیے بہت غور کی جا ہے۔ ان کی پیدائش اور توالد و تناسل اور ان کا شعور و ادراک تو دفتر معرفت ہی ہے مگر تم صرف ان کے ان ہی فائدوں کو ہی دیکھو۔ (۱) نسقیکم کہ تمہیں ان کا دودھ پلاتے ہیں اور پیٹ کی آلائش اور خون میں سے کس حکمت بالغہ سے جدا کیا اور نکالا جاتا ہے۔ (۲) ولکم فیھا منافع کثیرۃ دودھ کے سوا تمہارے لیے ان میں اور بھی فوائد ہیں ان کی اون اور جلد کو کام میں لاتے ہیں (۳) ومنھا تاکلون کہ بعض کو تم کھاتے بھی ہو ان کا گوشت تمہاری عمدہ غذا ہے (۴) وعلیھا وعلی الفلک تحملون کہ ان پر بلکہ کشتیوں پر بھی سوار ہوتے ہو بوجھ لادتے ہو پھر جو قادر باکمال یہ کرتا ہے کیا وہ اپنی حکمت بالغہ سے انسان کو ایک نئی زندگانی نہ دے گا اور اس کی حیات کا سلسلہ اسی چند روزہ حیات پر تمام کر دیگا، ہرگز نہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ

اور البتہ نوح کو ہم نے اس کی قوم کی طرف بھیجا

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

تب انہوں نے کہا اے قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾

سوا اور کوئی معبود نہیں تم پھر کیوں نہیں ڈرتے

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

سو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے (یہ) کہا

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ

کہ یہ ہے کیا مگر تمہارے ہی جیسا ایک آدمی تم پر

اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا

تو فرشتے ہی نہ بھیج دیتا ہم نے اپنے اگلے باپ

فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ

دادا سے یہ بات کبھی سنی بھی نہیں یہ تو بس ایک

اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ

دیوانہ آدمی ہے پس اس کا ایک

حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ

وقت تک انتظار کرو نوح نے کہا اے رب انہوں نے جس بات پر

بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ

مجھے جھٹلایا ہو تو ہی میری مدد کر پھر ہم نے اس کی طرف وحی کی

اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا

کہ ہماری مدد اور حکم سے کشتی تیار کرو

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ

پھر جب ہمارا حکم آوے اور تنور (یعنی زمین) سے پانی ابلنے لگے تو کشتی میں

فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ

ہر ایک حیوان کے (نر و مادہ کے) دو دو جوڑے سوار کر لینا اور

اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ

اپنے کنبے کو بھی مگر ان میں سے جس کے لیے (ڈوبنے کا) حکم

مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ

ہو چکا ہے اور ظالموں کے معاملے میں مجھ سے بات

ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا

بھی نہ کرنا کیونکہ وہ سب ڈوبنے والے ہیں پھر جب

۱؎ یعنی اس کی بات کا جس سے ہم کو ڈراتا ہے ۱۲ منہ

اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى
تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں کشتی پر
الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ
سوار ہولیں تو کہنا حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے
نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَ
ہم کو ظالم قوم سے نجات دی اور
قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا
دعا کرنا کہ اے رب مجھ کو (کشتی سے) برکت کے ساتھ اتاریو
وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ
اور تو بہتر اتارنے والا ہے بے شک اس
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا
قصہ میں بہت سی نشانیاں قدرت کی ہیں اور ہم کو تو
لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ
آزمائش منظور تھی پھر ان کے بعد ہم نے اور
قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ
دوسرا قرن پیدا کیا پھر ان میں بھی ان ہی میں سے
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
ایک رسول بھیجا[1] کہ اللہ کی عبادت کرو
مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ
تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾
پھر تم کیوں نہیں ڈرتے ؟

اب یہاں سے چند انبیاء گزشتہ کے تذکرے بیان کرتا ہے جن کے ذکر سے یہ چند باتیں ظاہر کرنی مقصود ہیں۔ (۱) یہ کہ جس طرح اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج تمہاری قوم تم سے کج بحثیاں اور شبہات رکیکہ کرتی ہے اسی طرح پہلے لوگ انبیاء سابقین کے ساتھ کرتے آئے ہیں۔ (۲) یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان نبیوں کی معرفت بڑے بڑے معجزے دکھا کر آخر کار ان کو ہلاک و برباد کیا ہے ایسا ہی تمہارے مخالفوں کے ساتھ ہونے والا ہے۔ (۳) یہ کہ سب انبیاء خدا پرستی اور توحید کی تعلیم کرتے آئے ہیں یہ جو بت پرستی کو تقلید آباء و اجداد سے ایک امر جائز قرار دیتے ہیں محض غلط بات ہے (۴) خدا تعالیٰ ہر ایک قرن کو غارت کر کے اس کے بعد دوسرا قرن پیدا کرتا آیا ہے پھر کیا مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا ؟

سب سے پہلا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جس میں بڑی بات کلام سابق کے ساتھ موجب ربط یہ ہے کہ وہاں فرمایا تھا ہم آسمان سے ایک اندازہ خاص کے ساتھ تمہارے فائدے کے لیے نازل کرتے ہیں اور جب بندے سرکشی کرتے ہیں اور انبیاء کے مقابلہ سے باز نہیں آتے تو اسی رحمت کو زحمت کر دیتے ہیں جیسا کہ قوم نوح کے لیے ہوا کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کا حکم دیا، شرک سے منع کیا ان کی قوم نے کہا (۱) یہ تم جیسا آدمی ہے اس میں فضیلت کی کیا بات ہے ؟ (۲) اللہ نے اس کو کیوں بھیجا فرشتے کیوں نہ بھیج دیے ؟ (۳) یہ حکم ہم نے باپ دادا سے نہیں سنا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو (۴) اس کی یہ باتیں خلاف عقل ہیں یہ دیوانہ ہے۔ (۵) یہ کہتا ہے کہ عذاب آئے گا دیکھو آتا ہے یا نہیں ؟ چونکہ یہ شبہات بے بنیاد تھے ان کا جواب ذکر نہ کیا۔

ع ۲ ۱۰ ۲

[1] حضرت ہود یا صالح علیہ السلام ۱۲ منہ

آخر کار نوح علیہ السلام نے دعا کی الٰہی میری مدد کر اس پر حکم ہوا کہ کشتی تیار کرو اور اس میں اپنے خاندان کو بجز ان کے کہ جن کی تقدیر میں ازل سے ہلاکت لکھی گئی الا من سبق علیہ القول اور ایمان داروں کو اور ہر چیز کے جوڑے کو سوار کر لو چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اور باقی سب لوگ کہ جن میں ان کا بدبخت بیٹا بھی تھا غرق ہوگئے۔ اس قصہ کی کامل تشریح پہلے ہو چکی ہے اور فار التنور کے معنی بھی ہم بیان کر آئے ہیں قصہ کو تمام کر کے نتائج مذکورۂ بالا کی طرف اشارہ کرتا ہے ان فی ذلک لآیات کہ اس میں بڑی نشانیاں قدرت کی ہیں پھر فرماتا ہے ان کے بعد ہم نے اور قرن پیدا کیا اور اس میں بھی ایک اور رسول بھیجا۔ یہ دوسرا قصہ ہے اس رسول سے مراد حضرت ہود یا صالح علیہما السلام ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کو توحید و خدا پرستی کا حکم دیا تھا اور مر کر زندہ ہونے کا بھی وعدہ کیا تھا۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ
اور ان کی قوم کے منکر سردار جو آخرت کے
كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ وَ
پیش آنے کو جھٹلا چکے تھے اور ہم نے
اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ
ان کو زندگی دنیا میں آسودگی بھی دی تھی (یہ) کہنے لگے
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ
کہ رسول ہے کیا مگر تم ہی جیسا ایک آدمی وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے
مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾
ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیا کرتے ہو
وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ
اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی

اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ
تو بے شک تم خسارہ میں پڑ گئے کیا تم کو وعدہ دیتا ہے
اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّ
کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں
عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ
ہو جاؤ گے تو کیا تم (پھر زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جاؤ گے جس کا تم سے
هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ
وعدہ کیا جاتا ہے بھلا وہ بہت دور ہماری
هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ
تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے مرتے اور
نَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾
جیتے ہیں اور ہم کو تو (مر کر) زندہ ہونا نہیں
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى
بس یہ ایک ایسا شخص ہے کہ جس نے اللہ پر
اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾
جھوٹ بنا لیا ہے اور ہم کو تو اس کا یقین نہیں
قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾
رسول نے دعا کی کہ الٰہی جس بات پر مجھے جھٹلایا ہے اس پر میری مدد فرما
قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾
فرمایا تھوڑی دیر کے بعد یہ خود نادم ہوں گے
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ
پھر تو وعدہ برحق پر ان کو ایک ہیبت ناک آواز نے آ پکڑا
فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ
پھر تو ہم نے ان کو کوڑا کچرا کر دیا پس ظالم لوگوں پر خدا
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ
کی پھٹکار ہو پھر ان کے بعد ہم نے

بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ

اور قرن پیدا کیے کوئی قوم نہ

مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اپنے وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا

پھر لگاتار ہم اپنے رسول بھیجتے رہے جب کوئی

جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا

رسول اپنی قوم کے پاس آتا رہا وہ اس کو جھٹلاتے رہا کئی پھر ہم بھی

بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ ۚ

ایک قوم کو دوسری کے پیچھے ہلاک کرتے گئے اور انہیں ان کے افسانے بنا دیے

فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

پس پھٹکار ہے اس قوم پر جو ایمان نہیں لاتی۔

جس پر ان کی قوم کے سردار جو آخرت کے منکر اور کافر تھے اور اللہ نے ان کو دنیا میں ثروت و دولت بھی دی تھی (کیوں کہ ایسی باتیں بھی دنیا دار دولت مند غرور میں آ کر کیا کرتے ہیں) وہی بے ہودہ شبہات کرنے لگے کہ یہ رسول ہمارے جیسا ہے جس طرح ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی اسی طرح اور وہی چیزیں کھاتا پیتا ہے۔ پھر ایسے شخص کے حکم پر چلنا جو ہم جیسا انسان ہے خرابی میں پڑنا ہے) ان حمقاء نے رسول کو یہ سمجھا تھا کہ وہ نوعِ انسانیت سے علیٰحدہ کوئی اور ہی طرح کا ہونا چاہیے) اور یہ جو کہتا ہے کہ مر کر اور بوسیدہ ہو کر لوگ زندہ ہوں گے تو یہ بہت بعید بات ہے صرف دنیا ہی کی موت اور زندگی ہے یہ جھوٹا آدمی ہے اس کی بات پر ہم کو یقین نہیں آتا۔ تب نبی نے دعا کی کہ میری مدد کر۔ حکم ہوا کہ ابھی یہ اپنے کیے پر نادم ہوں گے چنانچہ ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا کہ ایک ہیبت ناک آواز آئی جس سے وہ مر کر رہ گئے اس کی تشریح بھی چوتھی جلد میں ہو چکی۔ ان کے بعد پیچھے بعد دیگرے خدا نے اور قرن پیدا کیے (قرن زمانہ مگر مراد اہلِ زمانہ ہیں) یہ تیسرا واقعہ ہے یعنی اور بھی قومیں ہوئی ہیں اور ان میں بھی لگاتار ہم رسول بھیجتے گئے مگر ہر ایک قوم کے ہلاک کا ایک وقت مقرر ہے اس سے آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا۔ رسول کی تکذیب سے فوراً ہلاک نہیں ہوئے۔ اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ آپ کے منکروں کی بربادی کا بھی وقت مقرر ہے ان کی تکلیفیں اس وقت تم کو اٹھانی پڑیں گی ان کے کہنے اور جلدی کرنے سے فوراً ہلاک کر دینا ہمارا دستور نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ان قرن والوں کے پاس ان کا رسول آیا یہ بھی تکذیب سے پیش آئے سو ہم نے بھی پیچھے بعد دیگرے ہر ایک قرن کو ہلاک کیا فاتبعنا بعضھم بعضا کے یہ معنی ہیں اور یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلی امت کی طرح دوسری امت کا بھی تکذیب میں وہی دستور رہا وہ پہلوں ہی کی چال چلے

لہ تترا ای متواترین واحدا بعد واحد من الوتر والتاء بدل من الواو کما فی تولج والالف للتانیث باعتبار ان الرسل جماعۃ وقرء بالتنوین علی انہ مصدر بمعنی الفاعل وقع حالا ابو السعود۔ قرا ابن کثیر تتری منونۃ والباقون بغیر تنوین وہو اختیار اکثر اہل اللغۃ لانہا فعلی من المواترۃ وہی المتابعۃ وفعلی لا ینون کالدعوی۔ ک ۱۲ منہ۔ تترا التاء بدل من الواو ولانہ من المواترۃ وہی المتابعۃ ومن ذلک قولہم جاء واعلی وتیرۃ واحدۃ ای طریقۃ واحدۃ وہو نصب علی الحال ای متتابعین وفی الاصل انہ مصدر وقیل ہو صفۃ لمصدر محذوف ای ارسالا متواترا۔ والفہا للالحاق بجعفر ارطی او بدل من التنوین ۱۲ الحقانی۔

لیکن اول معنی ظاہر ہیں ان کو یہاں تک ہلاک کیا کہ ان کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا صرف ان کے قصے اور تذکرے باقی رہ گئے فجعلنٰھم احادیث سو ان پر چٹکارہے۔ اس میں اجمالاً بہت سے انبیاء کا تذکرہ ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ
پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو

بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى
اپنی نشانیاں اور کھلی سند کے ساتھ فرعون اور

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا
اس کے سرداروں کی طرف بھیجا پس انہوں نے تکبر کیا

وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا
اور وہ ایک تھی ہی سرکش قوم پھر انہوں نے کہا

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا
کیا ہم ایسے دو شخصوں پر ایمان لے آویں کہ جن کی قوم

لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا
ہماری غلامی کر رہی ہو آخر ان کو جھٹلا ہی دیا پھر تو وہ

مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا
بھی ہلاک ہی ہو کر رہے اور البتہ ہم نے

مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾
موسیٰ کو کتاب دی تھی تاکہ لوگ (اسی سے) ہدایت پاویں

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّ
اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو (قدرت کا) نشان بنا دیا تھا اور

اٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع ۳ / ۱۹ / ۳
ان کو ایسی بلند زمین پر لے جا کر جگہ دی تھی جو ٹھیرنے کے قابل اور جس میں پانی تھا

ترکیب

ھارون بدل ہے اخاہ سے مثلنا اس کو مفرد لائے تثنیہ نہ لائے حالانکہ یہ تثنیہ و جمع بھی آتا ہے یا تو یہ مصدر ہے جس میں تثنیہ و جمع برابر ہیں یا بشریت میں مماثلت ہے نہ کہ کمیت میں وقومھما جملہ حال ہے اٰیۃ مفعول ثانی ہے جعلنا کا معین یا تو فعیل ہے معن الماء سے یعنی اٰتی او اہ ہوا بمعنی شئی قلیل اور اسی سے ماعون یا مفعول ہے عنتہ اذا ابصرتہ سے ہے اے ماء جار ظاہر تراہ العیون اصلہ معیون۔

تفسیر

یہ چوتھا قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ہے کہ ہم نے ان کو معجزات اور سلطان مبین کے ساتھ فرعون مصر اور اس کی قوم کے پاس بھیجا تھا لیکن وہ سرکش لوگ تھے کہنے لگے جیسے تم آدمی ہو ویسے ہی ہم ہیں اور نیز تمہاری قوم ہماری خدمت کرتی ہے یعنی ذلیل قوم کے ہو پھر تم کو کیوں مانیں، انکار کیا ہلاک ہو گئے۔

سلطان مبین سے مراد یا تو وہی آیات نو معجزے ہیں جیسا کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اور سلطان مبین ان میں سے کوئی خاص معجزہ ہے جیسا کہ عصا اور خاص کا عام پر عطف جائز ہے جیسا کہ ملائکہ کے بعد جبرئیل و میکائیل کا ذکر آیا ہے اور ممکن ہے کہ اٰیات سے مراد نفس معجزات ہوں اور سلطان مبین ان کی کیفیت جو ان کے صدق پر دلالت کرنے سے یا ایک ہیبت و وقار جو ان کو عطا ہوا تھا ان کے ہلاک کے بعد جب کہ

ف مکان مرتفع ۱۲ جلالین۔ ذات قرار اے مستویۃ یستقر علیہا ساکنوہا ۱۲ منہ

کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر شام کو روانہ ہوئے اور بحر قلزم کو عبور کرکے اس میدان میں آئے جس کو تیہ کہتے ہیں تو یہاں ان کو بنی اسرائیل کی ہدایت اور نظام کے لیے ایک کتاب خدا تعالیٰ نے دی جو باتفاق جمہور اہل اسلام توریت تھی۔ پس وہ کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنام توریت تصنیف کی گئی اصلی توریت نہیں[1]۔ ولقد آتینا موسی الکتٰب (ای التوراۃ) جلالین۔ لعلھم یھتدون کے یہی معنی ہیں۔

وجعلنا ابن مریم الخ یہ پانچواں قصہ حضرت مریم اور اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ہے ان کے تمام قصہ کو چھوڑ کر صرف اس جگہ یہی بات بتلائی گئی کہ ہم نے ان دونوں کو آیت یعنی اپنے ہاں کی ایک نشانی بنایا تھا۔ باتفاق جمہور مفسرین حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کا اللہ کی نشانی ہونا اس لحاظ سے تھا کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے حمل رہا اور اس سے پیشتر عبادت خانہ میں ان کے پاس غیب سے بے موسم کے میوے آتے تھے اور حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اور معجزات دکھانے کی وجہ سے نشانی تھے چونکہ دونوں کا نشانی ہونا ایک عجیب و غریب بات تھی اس لیے دونوں کو بلفظ واحد آیۃ ذکر فرمایا آیتین نہ کہا۔ اس آیت سے حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بخوبی ثابت ہو گیا پھر جو تاویل یا انکار کرتے ہیں وہ حق کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلتے ہیں اس نشانی سے چاہیے تھا کہ بنی اسرائیل فائدہ اٹھاتے ایمان لاتے راہ راست پر آتے۔ اس کے برعکس ان کی جان کے دشمن ہو گئے اس لیے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو بحالت صغر سنی مریم کے چچازاد بھائی یوسف نجار ہیرودیس حاکم کے خوف سے مصر کی طرف لے کر چلے گئے تھے[2] اور سال ہا سال وہیں رہے یہاں دریائے نیل کا پانی جاری ہے اور یہ جگہ مرتفع ہے۔ لیکن ابوہریرہؓ نے مقام رملہ[3] بتایا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ
(اور ہم نے کہہ دیا تھا) کہ اے رسولو! پاک چیزیں کھایا کرو

وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اور اچھے کام کرتے رہو جو کچھ تم نیک کام کرتے ہو میں ان کو

عَلِیْمٌ ﴿۵۱﴾ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ
واقف ہوں　　اور البتہ یہ تمہارا　　گروہ ایک ہی

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾
(خدائی) گروہ ہے اور میں ہی تم سب کا رب ہوں پس مجھی سے ڈرا کرو

عہ سب حضرات انبیاء علیہم السلام بلحاظ اصول دین اور خدا پرستی کے ایک ہی گروہ ہیں سب کا ایک ہی خدائے واحد ہے ۱۲ منہ

لہ چنانچہ توریت سفر استثنا کے اکتیسویں باب کے چوبیس ورس میں لکھا ہے قول" اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وے تمام ہوئیں تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق اٹھاتے تھے فرمایا کہ اس شریعت کی کتاب کو لے کے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کی ایک بغل میں رکھو الخ" یہی وہ تورات تھی جو حضرت موسیٰ کو ملی تھی آخر کار یہ کتاب موسیٰ کے بعد سلیمان کے عہد تک کے زمانے میں بنی اسرائیل پر مصائب آنے کی وجہ سے تلف ہو گئی۔ چنانچہ جب سلیمان علیہ السلام نے یہ صندوق کھولا تو اس میں صرف پتھر کی دو لوح برآمد ہوئیں کتاب نہ ملی جیسا کہ کتاب اول سلاطین کے آٹھ باب ۹ ورس میں ہے۔

٢ہ انجیل متی کے دوسرے باب تیرہ ورس میں اس کی تصریح ہے"

٣ہ رملہ مصر کے ملک میں ایک خاص جگہ ہے ۱۲ منہ

فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ زُبُرًا ؕ
پھر لوگوں نے اپنے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳
جو دین جس کے پاس ہے ہر ایک اسی ہی سے خوش ہے

فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِیْنٍ ۝۵۴
(اے نبی) ایک وقت تک ان کو اپنے نشے میں پڑا رہنے دو

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ
کیا وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ان کو مال اور اولاد میں ترقی

وَّ بَنِیْنَ ۝۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ
دے رہے ہیں (گویا) ہم ان کو فائدے پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں

بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝۵۶ اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ
(ہرگز نہیں) بلکہ وہ سمجھتے نہیں بے شک وہ جو

مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝۵۷
اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں

وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ۝۵۸
اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر یقین لاتے ہیں

وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ۝۵۹
اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے

وَ الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ
اور وہ جو کچھ دیتے بن پڑتا ہے دیتے ہیں اور ان کے دلوں کو

وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝۶۰
اس بات کا خوف لگا رہتا ہے کہ ان کو اپنے رب کے پاس جانا ہے

اُولٰٓىِٕكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ
(شاید قبول ہو یا نہ ہو) یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نیک کاموں میں دوڑ پڑتے ہیں

وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝۶۱
اور وہی آگے بھی رہتے ہیں۔

ترکیب

ان کو قراء کوفہ نے بکسر الہمزہ پڑھا ہے تب یہ جملہ مستانفہ ہے ھٰذہٖ اس کا اسم امتکم خبر اور امۃ واحدۃ منصوب ہے حال لازمہ ہونے کی وجہ سے خبر ان سے دیگر قراء نے ان بالفتح پڑھا ہے یا تو لام مقدر مان کر جو اتقون سے متعلق ہوگا اے فاتقون لان ہٰذہ اور موضع ان کا نصب ہے یا جر یا یہ معطوف ہے ماقبل پر۔ زبرا بضمتین جمع زبور لے کتبا مختلفۃ یعنی جعلوا دینہم ادیانا و زبرا قطعا استعیرت من زبر الفضۃ والحدید (کبیر)۔ وتقرء بفتح الباء وھو جمع زبرۃ وھی القطعۃ او الفرقۃ والنصب علی الوجہ الاول علی الحال من امرہم وعلی الوجہ الثانی بحال من الفاعل انما ان مابمعنی الذی وخبر ان نسارع۔

تفسیر

رسولوں کا ذکر فرما کر ان کے اس شبہ کے جواب ہیں کہ ان رسولوں میں ہم سے کیا فوقیت ہے جو ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی وہی کھاتے پیتے ہیں (یعنی ملائکہ یا ان کے مانند کیوں نہیں) فرماتا ہے کہ ہم نے رسولوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ طیب یعنی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ تمہارے ہی لیے یہ نعمتیں ہم نے پیدا کی ہیں ہاں حرام اور گندی چیزیں نہ کھاؤ۔ بزرگی کا مدار پاک اور حلال چیزوں کے ترک کر دینے پر نہیں جیسا کہ بعض سمجھے ہوئے ہیں اور ان نعمتوں کے شکر میں واعملوا صالحا نیک کام کیا کرو میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اور یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ اے رسولو! تم سب کا ایک ہی طریقہ ہے توحید و عبادت اسی طرح تمہاری سب امتیں بھی یا ہم الگ الگ مذاہب کے لوگ نہیں اصول شریعت میں سب ایک ہیں اور تم سب کا رب بھی میں ایک ہوں پس مجھ سے ہی

ڈر کر بری باتوں سے پرہیز کیا کرو لیکن انبیاء کے بعد ان کے پیروؤں نے باہم افراط و تفریط کر کے جدا جدا فرقے بنا لیے پھر ہر فریق اپنے تراشیدہ خیالات پر خوش ہے۔ یہود اپنے ہی آپ کو راہِ راست پر جانتے ہیں نصاریٰ اپنے تئیں، مشرکین و مجوس اپنے مذہب کو موجب نجات خیال کر رہے ہیں۔ حضرتؐ کو فرماتا ہے فذرھم لا ان سے حجت و تکرار نہ کرو ان کو اپنی غفلتوں کے دریا میں ڈوبا رہنے دو ایک وقت تک۔ بعض علماء کہتے ہیں اس وقت سے مراد وہ وقت ہے کہ جب اسلام اپنی پوری شوکت دنیا میں ظاہر کرے گا پھر تہدید کے چابک سے ان کو بیدار و ہوشیار کر دیا جاوے گا۔ بعض کہتے ہیں موت یا عذاب الٰہی کے وقت تک کہ پھر ان کو آپ معلوم ہو جاوے گا۔ وہ دنیا کی ثروت و دولت، کثرتِ اولاد و مال کو اپنے مذہب کے برحق ہونے کی دلیل جانتے تھے بلکہ اب بھی کہا کرتے ہیں ہم نے فلاں دیوی دیوتا کی نذر بھینٹ کی تو اس نے ہم کو مال و اولاد دیا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے ایحسبون انما نمدھم لا کہ کیا وہ اس افزایش مال و اولاد کو ہماری مہربانی سمجھتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ لا یشعرون ان کو شعور نہیں، چارپائے ہیں کیوں کہ دنیا فانی کی آسائش کچھ چیز نہیں حیوانات کو بھی نصیب ہے ہاں جن پر ہماری مہربانی ہے اور ان کے لیے ہم بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو شرک نہیں کرتے اور وہ جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ شاید قبول نہ ہو۔ یہی لوگ نیکی میں دوڑنے اور سبقت کرنے والے ہیں۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ

اور ہم کسی پر بوجھ بھی نہیں ڈالتے مگر اس قدر کہ وہ اٹھا سکے اور

لَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ

ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو سچ سچ کہہ دے گی اور ان پر

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ

کچھ بھی ظلم نہ ہوگا بلکہ ان کے دل اس سے

غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ

بے ہوشی میں پڑے ہوئے ہیں اور اس کے سوا ان کے

مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾

اور بھی کام ہیں کہ جن کو وہ کیا کرتے ہیں

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ

یہاں تک کہ جب ان کے مال داروں کو ہم آفت میں مبتلا کریں گے

اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ

تو وہ فوراً چلا اٹھیں گے۔ (کہا جائے گا) آج نہ چلاؤ

اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ

تمہاری ہمارے ہاں سے کچھ بھی مدد نہ ہوگی البتہ

كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ

تم کو ہماری آیتیں سنائی جایا کرتی تھیں تو تم

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾

الٹے پاؤں بھاگا کرتے تھے

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾

غرور میں آ کر اس کو (قصہ) کہانی سمجھ کر (چھوڑ کر) چلے جایا کرتے تھے

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ

کیا انہوں نے ارشادِ الٰہی یعنی قرآن میں غور نہیں کیا کیا ان کے پاس کوئی ایسی

مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾

(نئی) بات پہنچی تھی کہ جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہ پہنچی تھی

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ

کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تھا جو یہ اس کے

مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ

منکر ہو گئے کیا وہ یہ کہتے تھے کہ اس کو جنون ہے

بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

(ان میں سو کوئی بات بھی نہ تھی) بلکہ رسول ان کے پاس سچی بات لایا تھا اور ان میں سے

كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ

اکثر تو سچ سے نفرت ہی کرتے تھے۔ اور اگر حق ان کی خواہش کے تابع ہوتا

لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ

تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کچھ خراب

فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ

ہو چکتا بلکہ ہم نے تو ان کی نصیحت ان کو پہنچا دی تھی سو وہ

عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ اَمْ

اپنی نصیحت کی بات سے منہ موڑتے رہے۔ (اے نبی) کیا تم

تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ

ان کچھ اجرت مانگتے ہو؟ پھر اجرت تو تمہارے رب کی بہت بہتر ہے

وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّكَ

اور وہی سب سے اچھا روزی دینے والا ہے اور البتہ آپ تو

لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾

ان کو سیدھے رستہ کی طرف بلا رہے ہیں۔

اہل ایمان کے چند اوصاف حمیدہ ذکر کر کے فرمایا تھا کہ یہی لوگ نیکیوں میں سبقت کر رہے ہیں۔ اب مخالفوں کو رغبت دلاتا ہے کہ لا نکلف نفسا الا وسعہا ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے یعنی احکام سخت پر مامور نہیں کرتے آسان اور سہل حکم دیا کرتے ہیں پھر اے کم بخت منکرو! تم کیوں ان نیکیوں میں پیچھے رہے جاتے ہو اور یہ خیال کرنا کہ ان نیکیوں میں سعی کرنا بے فائدہ ہے، ان کو آخرت میں کون یاد رکھے گا؟ غلط خیال ہے کس لیے کہ ولدینا کتب ینطق بالحق وہم لا یظلمون ہمارے پاس ایک کتاب ہے اس میں یہ سب کچھ لکھا جاتا ہے ہر فرد بشر کے اعمال کراما کاتبین لکھا کرتے ہیں یہ کتاب ہر ایک بات ٹھیک ٹھیک بیان کردے گی اور کسی کا کوئی عمل رہ نہ جائے گا ان پر ظلم نہ ہوگا۔ اسی کتاب کا آگے ذکر آچکا ہے ونخرج له یوم القیمة کتبا یلقٰه منشورا مگر اس سے دنیا کی کتابوں کی مانند کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب مراد نہیں بلکہ اور قسم کی کتاب یعنی یادداشت الٰہی، واللہ اعلم۔

یہ باتیں سن کر بھی کفار نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ بل قلوبہم فی غمرة من ھذا الخ بلکہ ان کے دل اس بات سے غفلت میں ہیں اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ ولہم اعمال من دون ذٰلک اس کے سوا ان کے اور اعمال بھی ہیں جن کو وہ عمل میں لا رہے ہیں پھر یہ ستمگار اپنے اعمال بد میں یہاں تک گرفتار ہیں حتّٰی اذا اخذنا مترفیہم بالعذاب الخ کہ جب ہم ان کے دولت مندوں کو جو دولت کے نشہ میں مغرور ہیں عذاب میں مبتلا کریں گے تو یجئرون دہائی دینے لگیں گے

اس عذاب سے مراد موت کے وقت کا عذاب ہے یہ عذاب سب کفار کے لیے ہے مگر دولت مندوں کی تخصیص ان کے غرور و تکبر کی وجہ سے ہوئی۔ ملائکہ اس وقت کہیں گے اب کیوں دہائی دیتے فریاد کرتے ہو آج تم کو مدد الٰہی نہ پہنچے گی قد کانت اٰیٰتی الخ کیوں کہ تمہارے سامنے میری آیتیں پڑھی جایا کرتی تھیں تم تکبر کی راہ سے ان کو چھوڑ کر قصہ کہانیوں میں مشغول ہوتے تھے۔ تسمیر رات کو قصہ گوئی کرنا عرب کی عادت تھی کہ رات کو لوگ مجتمع ہو کر قصہ خوانی کیا کرتے تھے۔ تہجرون ہجر بالکسر بمعنی جدائی۔ ہجر بالفتح ہزیان و بالضم فحش۔ کعبہ کے ارد گرد بیٹھ کر قریش مکہ قصہ خوانی کرتے تھے اور آں حضرت اور قرآن کی

ہجو حقارت بھی کیا کرتے تھے۔

اب فرماتا ہے کہ ان باتوں کا عمل میں لانا یا تو اس لیے تھا کہ قرآن مجید میں کوئی خوبی نہ تھی جو اس سے بھاگتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے افلم یدبروا القول کہ انہوں نے کیا قرآن اور نبی کے ارشاد میں غور نہ کیا تھا یعنی کرنا چاہیے تھا۔ وہ نبی کے آنے کو اور ان کے نصائح کو ایک اوپری بات جانتے تھے سو یہ بھی غلط کیوں کہ ام جاءھم کیا ان کے پاس رسول کوئی نئی بات لائے جو ان کے باپ دادا کے پاس پہلے انبیاء نہ لائے تھے؟ تیسری بات یہ کہ کیا وہ رسول سے واقف نہ تھے بلکہ خوب واقف تھے کہ قبل نبوت آپ کو سچا دیانت دار خدا ترس جانتے تھے پھر بعد نبوت جھوٹ بولنے سے کیا غرض تھی؟ ام لم یعرفوا رسولہم چوتھی بات یہ کہ باوجود اس خدا ترسی اور راست بازی کے سیکڑوں تکلیفیں اٹھاکر دنیاوی فوائد پر لات مار کر قوم کو آنے والی مصیبتوں سے پرحذر کرنا توحید و راست بازی پھیلانا کسی دیوانہ آدمی کا کام نہیں، پھر کیا انہوں نے رسول کو دیوانہ سمجھا تھا ام یقولون بہ جنۃ یہ کچھ نہیں تو یقین کر لینا چاہیے کہ جاءھم بالحق رسول ان کے پاس دین حق لے کر آچکا تھا لیکن اکثرھم للحق کارھون ان میں سے اکثر کو حق سے کراہت و نفرت ہے۔ اپنی کج طبعی اور تیرہ باطنی سے چاہتے ہیں کہ ان کی خواہش کے موافق دنیا میں رسول احکام جاری کیا کریں ولو اتبع الحق اھواءھم لیکن اگر ایسا ہو تو آسمان اور زمین اور ان کے رہنے والے خراب ہو جاویں۔ ریل کا انجن اگر کسی نادان کے سپرد کیا جاوے تو گاڑیاں الٹ جاویں پس ہم ان کو ان کے سمجھنے اور درست ہونے کی چیز ان کو دیتے ہیں پر وہ اس سے اعراض کر رہے ہیں۔

پھر ان کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس وعظ و نصیحت سے رسول کچھ ان سے مزدوری مانگتا ہے؟ کچھ نہیں بلکہ وہ اجر آخرت کا طالب ہے اور اللہ بہتر اجر دینے والا ہے اور اے محمد تم ان کو سیدھے رستہ کی طرف بلا رہے ہو۔ وان الذین لا یؤمنون بالآخرۃ عن الصراط لناکبون اور آخرت پر یقین نہ لانے والے سیدھے رستے سے پھرے جا رہے ہیں افسوس۔

اذا اخذنا مترفیھم بالعذاب میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ ایک یہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے قریش مکہ پر سات برس کا ایسا سخت قحط پڑا کہ جس میں وہ چلا اٹھے کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آگئی، دہائی دینے لگے جس کے جواب میں ان پر عتاب ہوتا ہے کہ اب دہائی دیتے ہو ہمارے رسول پر کیوں ایمان نہ لائے آخر کارھون تک عتاب ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ آنے والے عذاب کی خبر ہے جو بوقت مرگ یا آخرت میں پیش آئے گا اور کفار اس وقت چلائیں گے دہائی دیں گے تب ان کے جواب میں یہ عتاب ہوگا۔ قوی تر یہی ہے کہ آنے والی مصیبت کی خبر دی جاتی ہے وہ قحط شدید اور واقعہ بدر تھا جس میں قریش چیخ اٹھے تھے اور ان کے حال پر یہ جواب با عتاب ناطق تھا اور آیندہ مرنے کے بعد اور پھر قیامت میں بھی عذاب شدید پیش آئے گا جہاں ان کی فریاد اور دہاڑنے پر یہی جواب عتاب دیا جائے گا اس لیے فرماتا ہے اور جو ہم اس مصیبت سے کہ جس میں ان کو مبتلا کیا کرتے ہیں نجات بھی دیں تو پھر اپنی اسی سرکشی میں اڑ جاویں گے۔ عذاب دفع ہونے کے بعد سرکشی کرنا تو ان کے نزدیک معمولی بات ہے۔

وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

اور بے شک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ
وہ راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اور اگر
رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ
ہم ان پر رحم کرکے ان کی تکلیف کو بھی دور
ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾
کر دیں تو بھی وہ اپنی سرکشی سے گمراہی میں پڑے رہیں گے
وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا
اور البتہ ہم نے ان کو عذاب میں مبتلا بھی کیا پھر بھی
اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾
وہ اپنے رب کی طرف نہ جھکے اور نہ عاجزی کرنے والے تھے ۔
حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا
یہاں تک (غفلت میں رہے) کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا
عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ
دروازہ کھول دیا تو فوراً اس میں
مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ ع ۴
نا امید ہو گئے اور وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے لیے
لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ
کان اور آنکھیں اور دل بنا دیے
قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
(مگر پھر بھی) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو اور وہی تو ہے کہ جس نے
ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ
تم کو زمین میں پھیلا دیا اور (قیامت میں) تم اسی کی
تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ
طرف جمع کرکے لائے جاؤ گے اور وہی تو ہے کہ جو زندہ کرتا اور
يُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ
مارتا ہے اور وہی رات اور دن کا بدلنے والا

النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ
ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے بلکہ انہوں نے
قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾
بھی ایسی ہی بات کہہ دی جیسی کہ پہلوں نے کہی تھی
قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ
انہوں نے کہا تھا کہ کیا جب ہم مر جاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں
عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ
ہو گے تو کیا پھر بھی زندہ کیے جاویں گے ؟ اس کا تو ہم سے
وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ
اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی وعدہ ہوتا چلا آیا ہے
اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾
یہ کچھ بھی نہیں مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ۔

ولقد اخذنٰھم بالعذاب الخ ہم نے ان کو اول ایک عذاب میں گرفتار کیا تو اس وقت بھی ما استکانوا لربھم اپنے رب کی طرف نہ جھکے ۔ استکان استفعل من الکون اے انتقل من کون الیٰ کون ۔ ویجوز ان یکون افتعل من السکون اکبرا اور نہ جھکنے والے تھے ۔ حتیٰ اذا فتحنا علیھم یہاں تک کہ اس مصیبت کا دروازہ کھولا تو بھی نہ جھکے بلکہ رب کی رحمت سے نا امید ہو گئے ۔ حالانکہ اللہ وہ منعم حقیقی ہے کہ جس نے تم کو کان اور آنکھیں اور دل عطا کیے پھر اس سے نا امیدی کرنا کیسی بری

ف الکروب النکب العدول والمیل ومنہ النکباء للریح بین ریحین لعدولھا عن المہاب لجوا اللجاج التمادی فی العناد ومنہ اللجۃ بالفتح لتردد الصوت ولجۃ البحر لتردد امواجہ ولجۃ اللیل لتردد ظلامہ مبلسون من الابلاس وہو الیأس التحیر الاساطیر جمع اسطورۃ کالاحادیث جمع احدوثہ ومنہا الاباطیل وقیل جمع اسطار وہی جمع سطر اے الاکاذیب الاولین التی سطروہا فی الکتب ۱۲ منہ

بات ہے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس نے سننے کو
کان، دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو دل عطا کیے پھر خود دلائل الٰہی
میں کیوں غور نہیں تاکہ ان کو خود معلوم ہو جائے کہ رسول جو کچھ
فرماتا ہے سراسر ہمارے فائدے کے لیے اور برحق بات
کہتا ہے۔ اس کے بعد اور بھی اپنی نعمتیں اور اپنی قدرت کی
کامل نشانیاں ذکر فرماتا ہے کہ جن سے صاف معلوم ہو جاوے
کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے وھو الذی
ذرأکم فی الارض یہ نعمت ہے والیہ
تحشرون میں وعدہ ہے کہ جس نے تم کو زمین پر پھیلا دیا
ہے وہی تم کو قیامت میں سمیٹ بھی لے گا اور وھو یحیی
ویمیت میں نعمت بھی ہے اور قدرت کاملہ کی دلیل بھی
ہے۔ اسی طرح اختلاف الیل والنہار بھی نعمت اور
اس کی قدرت کی دلیل ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے افلا تعقلون کہ تم پھر
بھی نہیں سمجھتے بلکہ وہی بے ہودہ بات کہے چلے جاتے جو
پہلے کہتا کہہ چکے ہیں کہ مر کر اور ریزہ ریزہ ہو کر کیونکر بار دیگر
زندہ ہوں گے۔ یہ صرف ایک جھوٹا وعدہ ہے جو ہم سے
اور ہم سے پہلوں سے انبیاء کرتے آئے ہیں اور یہ صرف اگلے
لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ
(اے نبی) ان کو (یہ تو) پوچھو کہ یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ
تم جانتے ہو (تو بتاؤ) وہ جلد کہیں گے اللہ کا
لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ
ہے۔ کہہ دو کہ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔ ان سے پوچھو کہ
مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ
کہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ
عظیم کا رب کون ہے وہ جلد کہیں گے (کہ یہ سب)
لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ
اللہ کا ہے۔ کہہ دو پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ پوچھو (تو سہی)
مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ
کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے
وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ
اور وہ کون ہے جو سب کو قابو رکھتا ہے اور اس پر کوئی قابو نہیں رکھتا اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ
تم جانتے ہو (تو بتاؤ)۔ وہ جلد کہہ دیں گے (یہ سب کچھ)
لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ
اللہ کا ہے۔ ان سے کہہ دو پھر تم کیسے دیوانے ہوئے ہو بلکہ ہم نے تو
اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾
ان کے پاس حق بات پہنچا دی اور یہ بے شک جھوٹے ہیں
مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ
خدا نے کوئی بھی بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے
مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ
ساتھ کوئی معبود ہی ہے ورنہ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی بنائی ہوئی چیز کو
اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰي
(الگ) لے کر پھرتا اور اس پر قابض ہو جاتا اور ایک دوسرے پر

ف یعنی یہ سب باتیں جانتے ہیں پھر عقل پر پتھر پڑے ہیں کہ اس کے سوا
اور کو بوجتے "حاجت روا جانتے" اس کو پکارتے ہیں ۱۲ منہ

ف ہو یجیر الخ یقال اجرت فلانا اذا استغاث بک
فحمیتہ واجرت علیہ اذا حمیت عنہ والمعنی یجیر ولا یجار علیہ
ملکوت بمعنی الملک والتاء للمبالغۃ کما فی الرحموت و
الرہبوت ۱۲ منہ

بِعَضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾

غالب آتا۔ جو جو باتیں یہ بناتے ہیں اللہ ان سب سے پاک ہے۔

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى

وہ غائب اور حاضر سب کا جاننے والا ہے وہ ان کے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع ۵ ۱۵

شریک بنانے سے بری ہے

ترکیب

للّٰہ قراۃ جمہور میں لام سے ہے اور یہ لمن الارض کا جواب ہے اور اخیر دونوں سوالوں کے جواب میں اللہ واقع ہے اور للہ بھی۔ بغیر لام میں لفظ کی رعایت ہے اور لام میں معنی کی لان المعنی فی قولہ رب السموات لمن السموات ملکوت میں ت مبالغہ کے لیے بمعنی ملک اذاً جواب ہے شرط محذوف کا۔ تقدیرہٗ لوکان معہ الٰھۃ۔

تفسیر

مسئلہ حشر اور رسالت کو تمام کرکے پھر مسئلہ توحید شروع ہوتا ہے اور مشرکین کے مسلمات سے ہی ان پر الزام قائم کیا جاتا ہے فقال قل لمن الارض لے نبی ان سے پوچھو کہ زمین اور اس کے رہنے والے کس کے ہیں وہ یہی کہیں گے کہ اللہ کے کس لیے کہ وہ اللہ کے قائل تھے تب کہو کہ تم پھر کیوں نہیں سمجھتے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں یہ سب ہیں اور وہ ان کا خالق ہے تو اور معبودوں کا کیا استحقاقِ عبادت ہے۔ بلکہ وہ بھی مخلوق اور مملوک ہیں۔ پھر فرماتا ہے قل من رب السمٰوٰت الخ کہ ان سے یہ بھی پوچھو کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا کون مالک ہے۔ اس کے جواب میں بھی وہ یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تب ان سے کہہ دو کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے اس کے سوا۔ اور کون ہے کہ جس کو اس کے ساتھ حاجت روا سمجھ کر پوجتے ہو تم کو ڈرنا چاہیے۔ ان جملوں میں اثباتِ حشر بھی ہے کیوں کہ وہ جو ان سب کا مالک ہے وہ مر کر زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ مسائلِ قرآنیہ کا باہم ایسا ارتباط ہے کہ ایک مسئلہ کے دلائل سے دوسرا بھی ثابت ہو جاتا ہے یہ کافی اعجاز ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ آسمان و زمین سے بھی تعبیر کرکے یہ سوال کرو کہ ہر ایک چیز پر کس کا قبضہ ہے اور وہ کون ہے کہ جس کو چاہتا ہے پناہ دے سکتا ہے اور اس کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر تم کو یہ بات معلوم ہے تو بتلاؤ (یقال اجرت فلان علی فلان اذا اغثتہ منہ ومنعتہ) اس کے جواب میں بھی وہ اللہ ہی کہیں گے۔ پھر کہو کہ تم پر کسی نے کیا سحر کر دیا، کیا افسوں پڑھ کر تم کو احمق بنا دیا ہے کہ اس بات کو جان کر بھی اللہ کے سوا اس کی مخلوق کو پوجتے ہو۔ جو دیدہ دانستہ احمق بن جائے تو محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ کسی نے اس کو منتر پڑھ کر دیوانہ بنا دیا، نہ یہ مطلب کہ در اصل اس پر کسی نے سحر کر دیا ہے۔

عرب کے مشرک ہندوؤں کا سا عقیدہ رکھتے تھے جس طرح ہندو یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ایشور (خدا) جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کے برخلاف نہیں کر سکتا مگر با ایں ہمہ سیکڑوں معبود بھی بنا رکھے ہیں کہیں دیوی پجتی ہے کوئی ہنومان کو مانتا ہے کوئی مہادیو کا لنگ پوجتا ہے کوئی بشن کی مورت پر جل چڑھاتا ہے۔ اور پھر ہر ملک میں ہر ایک قوم کا جدا ہی معبود ہے۔ آگ پانی شجر حجر آفتاب ستارے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی کہ جس کو نہ پوجتے ہوں۔ یہی حاجت روا جان کر ان کو پکارنا، ان کی نذر نیاز کرنا ان کی پرستش ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں بھی ایشر کی مایا ہے یہ بھی بڑی قدرت رکھتے ہیں۔ یہی حال عرب کے مشرکوں کا تھا۔ افسوس

ہندوستان کے جاہل مسلمانوں میں بھی ہنود کی صحبت کا اثر آگیا یہ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ اس کے قریب قریب برتاؤ کرنے لگے یہ اس کو توسل کہتے ہیں اور غیر قومیں جو اپنے بزرگوں سے ایسے ہی معاملات کریں تو اس کو شرک قرار دیتے ہیں فعل ایک ہی ہے۔

پھر فرماتا ہے بل اتینٰھم بالحق الخ کہ ہم نے ان کو حق دین دے دیا ہر بات بھی کھول دی پھر یہ جھوٹے منصوبے باندھتے ہیں۔ مشرکین عرب میں سے بعض فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہتے تھے۔ عرب میں عیسائی بھی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے تھے ان کے رد میں فرماتا ہے ما اتخذ اللّٰہ من ولد الخ کہ اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی خدائی میں شریک ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خالق اپنی مخلوق پر قبضہ کرتا اور ایک کا دوسرے کے خلاف ہو کر لامحالہ ایک دوسرے پر غالب ہوتا اور اس جھگڑے میں انتظام عالم بگڑ جاتا۔ اللہ پاک ہے ان کی ان باتوں سے وہ چھپی اور کھلی ہر بات جانتا ہے اور کسی کو یہ بات حاصل نہیں۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾
(اے نبی) یہ دعا کیا کرو کہ اے رب جس عذاب کا ان منکروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اگر تو اس کو مجھے دکھا دے

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾
سو اے میرے رب مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کر لینا

وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ
اور البتہ جس عذاب کا ان کو وعدہ کر رہے ہیں ہم قادر ہیں (کہ وہ آپ کو

لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ
روبرو آجائے)۔ (اے نبی) آپ برائی کا نیکی سے

اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا
جواب دیا کریں ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ کہ وہ

يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ
(آپ کے حق میں) بکا کرتے ہیں۔ اور کہا کرو کہ اے رب میں

بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾
شیطانی خطرات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾
اور مجھے رب تیری پناہ اس سے بھی مانگتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آویں بھی (اور مجھے بہکاویں)

حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
(وہ تو اپنی حالت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آموجود ہوگی تو

قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ
کہنے لگے گا کہ اے رب مجھے (دنیا میں) پھر بھیج دے کہ جو کچھ میں چھوڑ

اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ
آیا ہوں اس میں کوئی نیک کام کروں ہرگز نہیں

اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَ
یہ تو ایک بات ہے جس کو وہ (صرف زبان سے) کہہ رہا ہے اور

مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ
ان کے آگے تو قیامت تک ایک پردہ پڑا ہوا ہے (جس دن وہ

يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ
دنیا میں نہیں آسکتے) پھر جب صور پھونکا جاوے گا

لہ یعنی اگر دنیا میں ان کفار پر عذاب موعود آجائے تو خدایا مجھے ان میں شامل نہ کر لینا۔ کیونکہ قہر کی آگ میں سوکھے گیلے ساتھ جلنے لگتے ہیں۔ ہر چند وہ ایسا نہیں کرتا مگر شان کبریائی سے ڈرنا مقتضائے عبودیت ہے اس لیے دعا کرتے رہنا چاہیے ۱۲ منہ

لہ یعنی اگر آپ سے برائی کریں سخت کلامی یا کچھ اور کریں تو آپ بمقتضائے مکارم اخلاق اس کے جواب میں اچھی بات کہیے اور احسان کیجیے ناصح کا یہ فعل زیادہ مؤثر ہوتا ہے شیطان وعظ و پند کے مواقع میں وسوسہ ڈال کر بھڑکا دیا کرتا ہے۔۔۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّ

تو اُس روز باہم قرابت کا پاس ہو گا　اور

لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔

ترکیب

ما یوعدون۔ جملہ مفعول ہے ترینی کا اما اصل میں ان ماتھا، ما تاکید ان شرطیہ کے لیے آتا ہو فلا تجعلنی اس کا جواب لفظ رب اہتمام شان کے لیے مقدم ہوا علی متعلق ہے لقدرون سے بالتی میں ب الصاق کے لیے اور السیئۃ مفعول ہے ادفع کا ارجعون اصل میں رب ارجعنی تھا اور جمع کا لفظ فائدہ تکریر کے لیے آیا گویا یوں کہا ارجعنی ارجعنی بعض کہتے ہیں رب کی تعظیم کے لیے صیغہ جمع کا لایا۔ اور بعض کہتے ہیں ملائکہ سے کہہ رہا ہے ارجعونی کہ تم مجھے دنیا میں پھر جانے دو۔ ھمزات جمع ہمزۃ و ہو الدفع والتحریک الشدید والمراد وسواسہ۔

تفسیر

کفار کی سرکشی پر جو عذاب آنے کے وعدے ہوتے تھے تو سن کر ہنسا کرتے تھے اور بے ہودہ باتیں بکتے تھے اور سخت کلامی اور ایذا سے پیش آتے تھے اس لیے ان آیات میں اللہ تعالیٰ آں حضرتؐ کو اپنے وعدہ کے وثوق پر یہ حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (۱) قل رب اما ترینی الخ کہ اے رب اگر تو دنیا میں مجھے ان کا وہ عذاب دکھاوے کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو اس عذاب میں مجھے شامل نہ کرنا۔ کیوں کہ جب بدکاروں کی شرارت سے دنیا پر قہر الٰہی آتا ہے تو اس عام بلا میں نیک بھی کبھی آ جاتے ہیں جیسا کہ قحط اور وبا یا دشمن کا غلبہ۔ پھر فرماتا ہے وانا علی ان نریک کہ منکر ہماری اس بات کو غلط نہ سمجھیں اے نبی! اس عذاب کو ہم تمہیں دکھا بھی سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ عذاب آپ کو دکھا دیا ایسا سخت قحط کئی سال کا پڑا کہ جس میں کتوں اور مردار کے کھانے کی نوبت آئی اور سب چلا اٹھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بگریہ وزاری دعا کے خواستگار ہوئے حضرتؐ کی دعا سے وہ بلا دفع ہوئی۔

حجت میں مغلوب ہو کر وہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت کلامی کرنے لگتے تھے اور ایذائیں بھی طرح طرح سے دیتے تھے۔ اس لیے آں حضرتؐ کو بالخصوص اور تبعاً حضرتؐ کے پیروؤں کو بھی جو ہدایت و ارشاد کی گدی پر بیٹھے ہیں یہ حکم دیتا ہے (۲) ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ کہ تم ان کی اس بدکلامی کے عوض بدکلامی نہ کرو، ان کی ایذا کے مقابلہ میں ایذا نہ دو، بلکہ برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرو، بدکلامی کے جواب میں نرم بات کہو ان کی تکلیفیں اٹھا کر دعا کرو۔ حدیث میں آیا ہے صل من قطعک اعط من منعک کہ جو تجھ سے توڑے تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس سے پناہ مانگنا چاہیے ۱۲ منہ　[1] دنیا کا انجام غفلت بیان فرماتا ہے کہ وہ مرنے تک اس میں پڑے رہتے ہیں جب موت آتی ہے اور دوسرے جہان کا راز کھلتا ہے تو بار دگر دنیا میں آنے کی دعا کرتا ہے کہ آ کر نیک کام کرے بھلا یہ کب ہو سکتا ہے۔ یہ دعا اس کے منہ کی ان ہونی بات ہے پڑا کہا کرے مرنے کے بعد اس دنیا میں آنے کے بیچ قدرتی ایک بڑا پردہ پڑا ہوا ہے پھر اس پردہ کو اٹھا کے کوئی ادھر نہیں آ سکتا۔ قیامت تک یہی حال رہتا ہے پھر قیامت میں جب صور پھونکا جائے گا تو نفسی نفسی ہو گی نہ رشتہ داری کا پاس ہو گا نہ کوئی کسی کو پوچھے گا یہ عام حکم ہے حضرات انبیاء و صلحاء اس سے مستثنیٰ ہیں ۱۲ منہ

اس سے بھی محبت کا رشتہ جوڑ اور جو تجھے نہ دے تو اس کو بھی دے۔ کفار کی سخت تکلیفیں اٹھا کر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی دعا کرتے تھے کہ اللّٰھم اھد قومی انھم لا یعلمون کہ الٰہی میری قوم کو ہدایت دے کیوں کہ نادان ہیں۔ کہاں ہیں وہ معترض جو اسلام کی اس معاشرت پر خوں خواری سفاکی بے رحمی کا الزام لگاتے ہیں۔ اسلام نے وہ رحم دلی عفو حلم صلہ رحمی کی تعلیم کی ہے کہ ایسی کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ جمہور محققین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت آیتِ سیف سے منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ وہ اور محل پر ہے یہ اور محل پر۔

پھر فرماتا ہے (۳) وقل رب اعوذ بک کہ شیطان وسوسہ ڈالا کرتا ہے مبادا وسوسۂ شیطانی سے انسان ان بدکرداروں کے ساتھ تو تو میں میں کرنے پر آمادہ ہو جاوے اس لیے چاہیے کہ اللہ سے پناہ مانگے کہ اس کے وسواس دل میں آویں نہ شیاطین پاس آویں جس طرح کسی پر جن بھوت چڑھ کر اس کی بولی بولنے لگتا ہے اسی طرح شیطان جو بدی کا بھوت اور جن ہے آدمی پر بھی مسلط ہو کر برے خیالات دل میں ڈال دیتا ہے لہٰذا پناہ مانگنا ضروری بات ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ تم شیاطین کے پاس آنے سے پناہ مانگا کرو کیوں کہ شیاطین کفار کے پاس موت تک موجود رہتے ہیں پھر جب موت آتی ہے اور اس عالم کا پردہ ان سے اٹھ جاتا ہے اور ملائکہ عذاب اور برے اعمال کی سزائیں سامنے دکھائی دیتی ہیں تو کہنے لگتے ہیں رب ارجعون اے رب مجھے پھر دنیا میں بھیج کہ جا کے اچھے کام کروں۔ اس وقت اس خوابِ غفلت سے بیدار اور مئے لذات و شہوات سے ہوشیار ہوگا اور حسرتوں کا اردگرد ہجوم ہوگا بار بار یہ التجا کرے گا وہاں سے جواب ہوگا کلا ہرگز نہیں یہ ایک

بے فائدہ بات ہے جس کو وہ عبث منہ سے نکالتا ہے ان کے درمیان موت کا حجاب یا پردہ پڑا ہے قیامت تک دنیا میں واپس نہ آئیں گے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

پھر جن کا پلہ بھاری ہوا تو وہی

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ١٠٢ وَمَنْ خَفَّتْ

فلاح پائیں گے اور جن کا پلہ

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

ہلکا ہوگا تو یہی وہ لوگ ہوں گے کہ جنہوں نے خود اپنی

اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ١٠٣

آپ کو برباد کیا تھا وہ سدا جہنم میں رہیں گے۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا

ان کے منہ کو آگ کی لپٹیں جھلستی ہوں گی اور وہاں ان کے

كٰلِحُوْنَ ١٠٤ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ

منہ بگڑے ہوں گے۔ (کہا جائیگا) کیا تم کو ہماری آیتیں

تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا

نہیں سنائی جایا کرتی تھیں پھر تم تو ان کو

تُكَذِّبُوْنَ ١٠٥ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ

جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری

عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا

شامت سوار تھی اور ہم گمراہی میں

ف نیک اعمال کا پلہ بھاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس کے نیک اعمال بدعملوں سے زیادہ ہوئے تو ان کو نجات ہے ورنہ جہنم ۱۲ منہ

ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ
پڑے رہے — اے ہمارے رب ہم کو اس میں سے نکال دے — اگر
عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا
پھر کریں — تو ہم قصوروار ہیں — فرمائے گا دُر رہو اس میں
فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ
پڑے رہو اور ہم سے بات بھی نہ کرو — کیونکہ ہمارے بندوں
فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
میں سے ایک فریق ایسا بھی تھا جو دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے رب
اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ
ہم ایمان لائے تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو
خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ
بہت بڑا رحم کرنے والا ہے — پس تم نے ان سے
سِخْرِیًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِیْ وَ
مسخرہ پن کیا یہاں تک کہ ان کے مشغلہ نے تم کو میری یاد بھی بھلا دی اور
كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّیْ
تم ان سے ہنسی ہی کرتے رہے — آج
جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ
ہم نے ان کے صبر کا بدلہ انہیں دیا
اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
کہ وہ ہی مراد کو پہنچ گئے۔

تفسیر

یہاں سے تناسخ کا صریح ابطال ہوگیا اور یہی مسلک تمام انبیاء کا ہے۔ پھر قیامت کی کیفیت ظاہر فرماتا ہے۔ فاذا نفخ فی الصور کہ جس روز صور پھنکے گا تو اس روز نہ انسان کا نسب کام آوے گا جیسا کہ دنیا میں رشتہ کا لحاظ ہوتا ہے کہ یہ فلاں شخص ہے فلاں کی اولاد ہے فلاں قوم اور قبیلے کا ہے اونچی ذات کا شریف خاندانی ہے یا کم قوم پاجی ہے اور نہ کوئی ان باتوں سے پوچھا جائے گا۔ وہاں تو انسان کے اعمال اور ایمان سے کام پڑے گا فمن ثقلت موازینہ پھر جس کی نیکیوں کا پلہ بدی کے پلہ سے بھاری ہوگا وہ مراد پاوے گا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا جہنم میں جاوے گا۔

پھر آگے جہنم کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔ (موازین) میں چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ عدل و انصاف سے استعارہ ہے (۲) اس سے مراد اعمال حسنہ ہیں۔ پھر جس کے اعمال کی قدر و منزلت ہوئی یعنی پسند الٰہی ہوئے وہ کامیاب ہے ورنہ خرابی میں پڑے گا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں موازین جمع موزون اور یہ اعمال صالحہ کے موزونات ہیں جیسا کہ آیا ہے فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزنا۔ ای قدرا۔ (۳) یہ کہ درحقیقت اعمال کے تولنے کے لیے ترازو قائم ہوگی کہ جس کے دو پلے ہوں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے مگر اس سے بھی مراد دنیا کی ترازو نہیں جس پر اعراض کا تولنا محال خیال کیا جاوے (بلکہ اعمال تولنے کے مناسب جس کی حقیقت وہی خوب جانتا ہے) ان کے مونہوں کو آتش جہنم جھلس دے گی جلا دے گی اور وہاں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔ کلوح کے معنی دونوں ہونٹوں کا پھول کر دانتوں سے جدا ہو جانا ایک نیچے لٹک پڑے دوسرا اوپر چڑھ جاوے پھر ان کے رونے چلانے پر فرشتے کہیں گے الم تکن اٰیٰتی تتلی علیکم کہ دنیا میں کیا تم کو اللہ کی آیتیں نہ سنائی جایا کرتی تھیں؟ کہ جن کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے ہماری بدبختی تھی اور ہم گمراہ تھے اب ہم کو اس آگ سے نکال دو اور دنیا میں بھیج دو پھر اگر ایسا کریں تو ہم ظالم ہیں۔ وہاں کو جواب ملے گا نہیں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور بات نہ کرو

خسأ کتے کو دھت دھت کرنے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ کتے کی طرح بھونکتے رہو۔ یہ ذلت کا کلمہ ہے کیوں کہ دنیا میں میرے بندوں میں سے ایک فریق یعنی ایمان والے دعا کیا کرتے تھے ربنا اٰمنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین تم ان سے ہنسی تمسخر کیا کرتے تھے آج اس کا بدلہ تم کو دیا گیا تم یہاں روؤ دانت پیسو' وہ ایمان والے کامیاب ہیں جنت میں ہیں تم پر ہنستے ہیں۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾

(جہنم میں ان سے فرشتہ پوچھے گا کہ) تم زمین پر گنتی کے کتنے برس رہے ہو؟

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿١١٣﴾

وہ کہیں گے ایک دن یا اس سے بھی کم بلکہ گنتی کرنے والوں (فرشتوں) سے پوچھ لیجئے

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾

فرشتہ کہے گا دنیا میں درحقیقت بہت ہی کم رہے ہو کاش یہ بات تم نے دنیا میں جانی ہوتی

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾

پھر کیا تم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم نے تم کو نکما پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم کو ہمارے پاس پھر کر نہیں آنا ہے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿١١٦﴾

پس اللہ جو بادشاہ برحق ہے (بے کار پیدا کرنے سے) بری ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عزت کے تخت کا مالک ہے

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۚ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾

اور جس نے اللہ کے سوا اور معبود کو پکارا کہ جس کے لیے اس پر کوئی بھی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے بے شک کافروں کو فلاح نہ ہوگی

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١١٨﴾ ع

اور (اے نبی) دعا کرو کہ اے ہمارے رب معاف کر اور رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے

ترکیب

قٰل یقرء علی لفظ الماضی عند اہل الکوفۃ وبلفظ الامر عند اہل الحرمین والبصرۃ والشام۔ کم ظرف ہے لبثتم کا ای کم سنۃ لبثتم فی الدنیا وفی قبورکم عدد بدل ہے کم سے اور سنین اس سے عدد سنین تمیز بھی ہو سکتا ہے۔ عادّین بالتشدید من العدد شمار کرنے والے۔ وبالتخفیف علی معنی العادین ای المتقدمین کقولک ہذہ بئر عادیۃ ای سل من تقدمنا لو کا جواب محذوف ہے ای لما اجبتم بہذہ المدۃ۔ عبثا مصدر فی موضع الحال او مفعول لاجلہ وانکم معطوف ہے انما پر انہ بالکسر علی الاستیناف۔

تفسیر

منکرین قیامت سے بطور توبیخ کے وہاں یہ بھی سوال ہوگا کم لبثتم فی الارض کہ جو تم کہتے تھے مر کر جینا نہیں اور زندگی ہے تو دنیا ہی کی زندگی ہے اور وہاں کی زندگی اور اس کی لذات مال وجاہ پر تم مٹے ہوئے تھے۔ اور اب یہاں اپنے گمان کے برخلاف مر کر زندہ ہونا اور ابدی عذاب میں مبتلا ہونا بھی دیکھ لیا، اب بتلاؤ کہ تم دنیا میں کس قدر ٹھیرے تھے۔ وہاں کے عذاب ابدی کے

مقابلہ میں اور نیز اس وجہ سے بھی کہ گزری ہوئی عمر بوقت مصیبت بہت ہی کم معلوم ہوا کرتی ہے یوں کہیں گے یوما او بعض یوم ایک روز یا اس سے بھی کم دنیا میں رہے تھے فسئل العادین چاہے آپ گنتی کرنے والوں فرشتوں سے دریافت کیجیے فرشتہ کہے گا ایک دن یا نصف دن کہنا تو غلط ہے مگر یہ صحیح ہے کہ تم دنیا میں بہت کم رہے لو انکم کنتم تعلمون بشرطیکہ تم بھی اس کو جانو کہ دارِ آخرت اور حیاتِ جاودانی کے مقابلہ میں یہاں کی زندگی خواہ سو برس کی کیوں نہ ہو بہت ہی کم ہے۔

فسئل العادین کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ قدیمی لوگوں سے پوچھ دیکھو۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ جو پہلے زمانوں میں بڑی عمروں کے لوگ گزرے ہیں وہ بھی حیاتِ دنیا کو اسی قدر قلیل سمجھتے ہیں۔ یہ حیاتِ دنیا کی حقیقت ہے کہ جس کے لیے انسان ایسی تدبیریں کرتا پھرتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ کم لبثتم میں سوال مرنے کے بعد قبر میں رہنے کی مدت سے ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں اس کو بھی بہت ہی قلیل تصور کریں گے، یہ بھی ممکن ہے۔

افحسبتم انما خلقنکم عبثا یہاں سے ایک تہدید آمیز کلام شروع فرماتا ہے اور اس میں قیامت قائم ہونے پر دلائل بھی ذکر فرماتا ہے کہ اگر قیامت قائم نہ ہو تو نیک و بد کو کامل سزا و جزا نہ ملے پھر نہ نیکی مطلوب ہو اور نہ بدی سے نفرت ہو جس سے لازم آوے کہ انسان عبث پیدا کیا گیا ہے اس پر کوئی مطالبۂ الٰہی نہیں، اس لیے فرماتا ہے کہ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم پھر ہمارے پاس نہ آؤ گے فتعلی اللہ الایۃ اس بات سے پاک ہے کہ وہ عبث پیدا کرے

مگر اس سے یہ بھی نہ سمجھ لو کہ وہ ہمارا حاجت مند ہے کیونکہ الملک الحق وہ بادشاہ بے نیاز ہے اس کی بادشاہی ثابت اور قائم ہے کبھی زائل نہ ہوگی لا الٰہ الا ھو وہ اکیلا ہے اور وہ بادشاہ عرش یعنی تختِ کریم ذی عزت کا مالک ہے۔ عرش سے مراد بعض کے نزدیک ساتوں آسمان ہیں بعض کے نزدیک حقیقۃً عرش۔ لا الٰہ کے بعد یہ فرماتا ہے کہ من یدع جس نے اور معبود کو پکارا بغیر دلیل (اور دلیل تو ہے نہیں) تو اس کا حساب خاص ہم لیں گے۔ ابدی عذاب کی سزا دیں گے۔ کافروں کو فلاح نہ ہوگی۔

سورت کی ابتدا قد افلح المؤمنون سے اور خاتمہ انہ لا یفلح الکفرون سے کرنا عجب لطف کلام میں پیدا کرتا ہے۔

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا و ثنا کی تعلیم کر کے کلام کو کس خوبی سے تمام کرتا ہے قل رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

سُوْرَۃُ نُوْرٍ

مدنیہ ہے اس میں چونسٹھ آیات اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا وَفَرَضْنٰھَا وَ

(یہ) سورت ہے کہ جس کو ہم نے ہی نازل کیا اور (اس کے احکام) ہم نے ہی فرض کیے ہیں

اَنْزَلْنَا فِیْھَآ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمْ

اور ہم نے ہی اس میں کھلی کھلی آیتیں نازل کی ہیں تاکہ

تَذَكَّرُوْنَ ۝١ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ
تم سمجھو عورت زنا کرے اور مرد زنا کرے
فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ
تو ان میں سے ہرایک کو سو سو کوڑے
جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ
مارو اور تم کو اللہ کے حکم میں ان پر کچھ بھی
فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ
ترس نہ کرنا چاہیے اگر تم اللہ اور قیامت
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ
کے دن پر یقین رکھتے ہو اور چاہیے کہ
عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢
ان کے عذاب کو مسلمانوں کی ایک جماعت دیکھے
اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ
(اکثر) زنا کرنے والا تو بجز بدکار عورت یا مشرک عورت کے نکاح نہیں کرتا
وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ
اور بدکار عورت سے (اکثر) زانی یا مشرک ہی نکاح کیا
مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٣
کرتے ہیں اور مؤمنوں پر تو یہ (زنا) حرام کر دیا گیا ہے۔

ترکیب

سورۃ مبتدأ محذوف کی خبر اے ہٰذہ انزلنٰھا سورۃ کی صفت فاجلدوا الزانیۃ والزانی کی خبر مائۃ منصوب ہے مفعول مطلق کی صفت ہو کر وکذا ثمانین۔

تفسیر

ابن مردویہ نے بروایت ابن عباسؓ وابن زبیرؓ نقل کیا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔ سورۂ مؤمنون کے خاتمہ میں اس دعا کرنے کا حکم دیا تھا کہ اے رب ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر کیوں کہ تو بڑا رحم والا ہے۔ رحمت الٰہی اس کی مخلوق بالخصوص انسان پر ہمہ وقت سایہ افگن ہے مگر اس رحمت سے محروم کرنے والی یا یوں کہو اس نور کا حجاب دو ہی چیزیں ہیں اول خالق سے سرکشی اس سے غفلت، دوسرے معبودوں کی طرف التفات۔ اس کا تدارک تو سورۂ مؤمنون میں بخوبی کر دیا۔ فلاح کے کام ارشاد فرما دیے۔

دوم حقوق العباد میں ظلم اور کسی کو ناحق ایذا دینا منجملہ ان کے زنا ہے اور اسی طرح کسی پارسا پر زنا کی تہمت لگانا بھی بمنزلہ زنا ہے۔ آبروریزی اور فتنہ وفساد تمدن اور معاشرت کے اصول کے خلاف اور بڑا ہی ظلم اور مردم آزاری ہے اس لیے اس سورت میں اس کا تدارک کرنا بھی ضروری تھا ورنہ نصاب تعلیم میں قصور متصور ہوتا اس لیے اس سورت میں زنا اور تہمت اور زنا کے اسباب عورتوں کی بے حجابی عورتوں کا اپنے محاسن کو دکھانا اور کسی کے گھر میں بے اجازت چلا جانا یا اپنے ہی گھر میں بے دھڑک ننگے کھلوں میں چلا آنا سب کو کس عمدہ پیرایہ سے حرام وممنوع فرمایا ہے۔ اور انسانی تہذیب معاشرت کا دستور العمل بنا دیا گیا ہے۔ اس لیے سب سے اول اس سورت کے فضائل اور اس کے احکام کا وجوب اجمالاً ارشاد فرمایا ہے۔

فقال سورۃ انزلنٰھا کہ یہ سورت ہم نے نازل کی ہے پیغمبر علیہ السلام نے اپنی طرف سے نہیں گھڑی ہے ہم نے فرضنٰھا اس کے احکام فرض واجب کیے ہیں نہ کسی غیر نے وانزلنا فیھا اٰیٰت بیّنٰت اور ہم نے ہی اس سورت میں آیات بیّنات نازل کیے ہیں یعنی احکام مفیدہ جن کے

مفید ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں اس لیے وہ آیات اللہ یعنی اس کی نشانیاں ہیں۔ بشر اور وہ بھی اَن پڑھ اور اُس ملک کا جس میں تہذیب شائستگی مفقود پھر نہ اس کی معین کوئی قانونی جماعت ایسے احکام بیان کرے نبوت کی دلیل ہے اور دلیل بھی کیسی روشن۔ اور آیات بینات کیوں نازل کیں لعلکم تذکرون تاکہ تم سمجھو عقل پکڑو اس تمہید کے بعد احکام شروع ہوتے ہیں۔

(۱) الزانیۃ الخ کہ مرد یا عورت جو کوئی زنا کرے اس کو سو سو درّے مارو لوگوں کے سامنے تاکہ لوگوں کو عبرت و نصیحت ہو اور اس حکم کی تعمیل میں کسی پر رحم نہ کھاؤ شریف و وضیع اپنے و بیگانے کا کچھ لحاظ نہ کرو اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ سخت تاکید و تہدید ہے یعنی اگر اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہارے ایمان میں کلام ہے پھر اس کام کے کرنے والوں کی توہین کی جاتی ہے کہ الزانی لا ینکح کہ یہ بدنصیب اور ناپاک گروہ پاک مردوں اور عورتوں سے نکاح کرنے کے قابل ہی نہیں اکثر اپنی ہی جنس کو ڈھونڈھ لیا کرتے ہیں انہیں سے ان کو رغبت ہوا کرتی ہے لیکن ایمان داروں پر یہ حرام ہے۔

زنا کی تعریف بعض علماء نے یہ کی ہے کہ پیشاب گاہ کو اُس مقام مخصوص میں داخل کرنا (فرج میں) جو طبعًا مرغوب اور قطعًا حرام ہو۔ غالبًا یہ تعریف عرف عام کے دستوروں کو اور شرعی قیود کو ملحوظ رکھ کر کی ہے۔ پیشاب گاہ داخل کرنے کی قید سے یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر کوئی کسی کی فرج میں انگلی یا لکڑی داخل کرے گا اس پر زنا کا اطلاق نہ ہوگا نہ اس کے احکام جاری ہوں گے یہ اور بات ہے کہ یہ فعل بھی حرام و ممنوع ہے اور اس کے لیے تعزیر ہے اسی طرح ایسے مقام مخصوص میں داخل کرنے کی قید سے جو طبعًا مرغوب ہو بعض کے نزدیک دبر یعنی پائخانہ کی جگہ میں داخل کرنے سے خواہ مرد کے خواہ عورت کے زنا کا اطلاق نہ ہوگا نہ اس پر احکام زنا جاری ہوں گے۔ البتہ یہ فعل بھی حرام ہے اور اس کی تعزیر ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ کیوں کہ یہ مقام طبعًا مرغوب نہیں۔ طبائع سلیمہ کا ذکر ہے نہ خبیثہ کا۔ مگر امام شافعیؒ اس کو بھی زنا کہتے ہیں کیوں کہ لذت اور قضاء شہوت دونوں جگہ برابر ہے اور اسی طرح چار پایوں سے کرنے کو بھی زنا نہ کہیں گے گو اس حرام فعل پر اس کو سزا دی جاوے گی اور اسی طرح حرام قطعی کی قید سے یہ بات پیدا ہوئی کہ جو فرج اس کے لیے حلال ہے جیسا کہ اس کی بیوی اور شرعی لونڈی اس کے ساتھ کرنے سے زنا کا اطلاق نہ ہوگا گو حالات حیض و نفاس ہی کیوں نہ ہوں یہ اور بات ہے کہ حالات حیض و نفاس میں بیوی کے ساتھ بھی یہ فعل کرنا شرعًا حرام ہے اور اسی طرح جہاں حرام قطعی نہیں بلکہ شبہ اور اختلاف کی صورت ہو جیسے کہ وطی بالشبہ یا نکاح فاسد وغیرہ۔ اسی طرح عورت کا عورت سے رگڑنا یا ہاتھ سے مرد کا منی نکالنا بھی زنا نہیں گو شرعًا ممنوع اور بد کام ہے۔ یہ بہت سے مسائل ہیں کہ جن کی تفصیل اور ادلہ بڑی کتابوں میں ہیں۔ زنا کی برائی تمام عقلاء کے نزدیک ادلۂ عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور اہلِ ادیان بھی اس کو برا جانتے ہیں۔ ہماری شریعت میں بھی کثرت سے اس کی برائیاں آئی ہیں۔ ایک جگہ قرآن شریف میں آیا ہے لا تقربوا الزنا کہ زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بری نگاہ سے دیکھنا بھی زنا ہے یعنی ویسا ہی گناہ ہے۔ اسی طرح ہاتھ سے چھونا اور شہوت انگیز باتیں کرنا بلکہ دل میں اس کا قصد مصمم کرنا بھی گناہ ہے۔ اس فعلِ بد کی شامت سے دنیا میں بھی انسان پر سیکڑوں بلائیں نازل ہوتی ہیں دشمن کا غلبہ، رزق کی تنگی، عزت و ہیبت کی بربادی، عمر میں بے برکتی، ملک و دولت کی بربادی، وبا اور سیکڑوں بیماریوں کا آنا۔

[redacted]

بالغ مسلم نے نکاح صحیح کر کے ایک بار بھی مباشرت کا حصہ حاصل کر لیا ہو جس کو عرف عام میں بیاہا ہوا کہتے ہیں) اس کو سنگسار کرنا چاہیے یہ سزا بسند صحیح[1] آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہو چکا ہے اس لیے اس حکم کے مؤکد کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ولا تاخذکم بھما رافۃ الخ کہ تم کو یہاں ترس نہ کھانا چاہیے اگر تم کو اللہ اور قیامت پر ایمان ہے۔

(۲) یہ سزا مسلمانوں کی ایک جماعت کے سامنے ہونی چاہیے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور یہ خراب بات جہان سے کم ہو۔

الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک مکرر جملہ نہیں ہے کس لیے کہ زانیہ کو بسا اوقات نیک مرد سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے یہ تیسری سزا زنا کی ہے۔ اگر ان الفاظ کو خبر تسلیم کیا جائے کما ہو الظاہر تو یہ ایک عام اور غالب دستور کا ذکر ہے کہ بدکار کو بدکار یا مشرکہ عورت سے رغبت ہوا کرتی ہے اور اسی طرح ایسی عورتوں کو ایسے مردوں سے رغبت ہوتی ہے اور وہی باہم نکاح یا وطی کرتے ہیں اور ایمان داروں کے لیے یہ رغبت بحیثیت مذکورہ حرام ہے۔ یہ معنی سعید بن جبیر و ابن عباس و عکرمہ کے نزدیک ہیں۔

یا بالخصوص ان کے حق میں ہے کہ جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ نسائی و احمد نے روایت کی ہے کہ ایک عورت جس کا نام امّ مہزول تھا بدکار تھی ایک صحابی نے اس سے نکاح کرنا چاہا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی اس لیے بعض ائمہ کے نزدیک زناکار عورت سے نکاح درست نہیں نہ پارسا عورت کا بدکار مرد سے نکاح درست ہو سکتا ہے مگر صحیح توجیہ وہی ہے جو پہلے بیان ہوئی کہ زناکاروں کو ایسی ہی بدکار عورتوں سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے ورنہ بقصد تعفف زناکار عورت سے نکاح کر لینا شرعاً جائز ہے اور ایسا عہد صحابہ میں ہوا ہے کہ جس نے کسی عورت سے زنا کیا بعد میں اس کے ساتھ نکاح ہوا اس نکاح کو جائز سمجھا گیا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ فاحشہ عورتوں سے نکاح کرنا اچھا نہیں۔ واللہ اعلم۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ

وہ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت (زنا) لگاتے ہیں پھر

لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ

چار گواہ نہیں لاتے تو ان کو

ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ

اسّی کوڑے مارو اور ان کی کبھی

شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

گواہی قبول نہ کرو اور خود یہی لوگ

الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا

بدکار ہیں مگر وہ جو اس کے

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ

بعد توبہ کرلے اور درست ہو جائے تو بے شک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ وَالَّذِيْنَ

اللہ غفور رحیم ہے اور جو اپنی

يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ

بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے لیے بجز

شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

اپنے اور کوئی گواہ نہیں تو ان کی یہی شہادت

[1] چنانچہ بخاری و مسلم نے ماعز کا سنگسار کیا جانا بسند صحیح روایت کیا ہے اور یہ ماجرا حد تواتر کو پہنچ گیا ہے ۱۲ منہ

أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَٰدَٰتٍ بِاللَّهِ ۙ
ہے کہ ہر ایک چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے
إِنَّهُ لَمِنَ الصَّٰدِقِينَ ﴿٦﴾ وَالْخَٰمِسَةُ
کہ بے شک وہ (یعنی میں) سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے
أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ
کہ اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کی لعنت ہو اگر میں
الْكَٰذِبِينَ ﴿٧﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا
جھوٹا ہوں۔ اور (اس کے بعد) عورت کی سزا کو بھی یہ
الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَٰدَٰتٍ
بات دور کرے گی کہ وہ بھی چار بار اللہ کو گواہ کر کے
بِاللَّهِ ۙ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَٰذِبِينَ ﴿٨﴾
یہ کہے کہ بے شک وہ سراسر جھوٹا ہے
وَالْخَٰمِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا
اور پانچویں بار کہے کہ بے شک اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ ہی کا غضب ہے
إِن كَانَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ ﴿٩﴾ وَلَوْ
اگر وہ سچا ہو اور اگر
لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی
وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾
اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے (تو کیا کچھ نہ ہو جاتا)

ترکیب

والذین یرمون مبتدأ فاجلدوھم بالتاویل اس کی خبر واولئک الجملۃ مستانفہ۔ الا الذین ایک جماعت کے نزدیک پہلے جملوں سے استثناء ہے اور ایک جماعت کے نزدیک صرف الفاسقون سے اور موضع اس کا نصب ہے علی الاصل۔ الا انفسھم نعت شھداء کی ہے یا اس سے بدل۔ فشھادۃ احدھم مصدر مضاف فاعل کی طرف مبتدأ والخبر فالواجب شہادۃ احدھم۔ اربع منصوب ہے مصدر ہونے کی وجہ سے لے ان یشھد احدھم اربع الخ باللہ بصریوں کے نزدیک شہادات سے اور کوفیوں کے نزدیک شہادت سے متعلق ہے۔

تفسیر

یہ دوسرا حکم تہمتِ زنا کی بابت ہے۔ جب کہ زنا کی قباحت اور اس کی سزا مقرر ہوئی تو کسی کو اس کے ساتھ متہم کرنے کی بھی ممانعت اور اس کی سزا مقرر ہونی چاہیے تھی۔ والذین یرمون المحصنٰت رمی پھینکنا۔ یہ استعارہ ہے تہمت زنا سے کیوں کہ تہمت لگانے والا گویا پتھر پھینک رہا ہے اور اسی کو قذف کہتے ہیں۔ اس آیت کا صاف حکم یہ ہے کہ جو کوئی کسی پارسا عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور پھر اپنے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کرے تو اس کو اسّی دُرّے مارو اور کبھی اس کی گواہی نہ قبول کرو وہ فاسق ہے مگر جب توبہ کرے اور نیک ہو جاوے تو خیر کیوں کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

یہاں چند باتیں قابل غور ہیں (۱) محصنات سے کیا
ع ۱۰ مراد ہے؟ احصان پاک دامنی کو کہتے ہیں خواہ یہ عورت بیاہی ہو خواہ کنواری۔ اگر پاک دامن ہے تو محصنہ ہے۔ اسی طرح آیت کا عموم چاہتا ہے خواہ کافرہ ہو خواہ مومنہ، خواہ آزاد ہو خواہ لونڈی، غریب ہو یا امیر شریف القوم ہو یا نہ ہو۔ مگر فقہاء نے احادیث یا دیگر مقامات میں غور و فکر کر کے احصان میں چند شرطیں لگائی ہیں۔ اسلام، عقل، بلوغ، حریت، عفت۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کافرہ عورت کو تہمت لگانے سے یہ سزا نہ ہوگی بلکہ تعزیر۔ مگر امام زہری و سعید بن المسیب و ابن ابی لیلیٰ کافرہ کو بھی شامل

کرتے ہیں اس پر تہمت لگانے والے کو بھی یہی سزا دینا فرماتے ہیں۔ اور اسی طرح دیوانی یا نابالغ یا لونڈی یا زناکار عورت کو (خواہ بالفعل وہ زنا سے تائب ہوگئی ہو) تہمت لگانے پر صرف تعزیر کا حکم دیتے ہیں نہ یہ حد۔ گرچہ آیت میں پارسا عورتوں پر تہمت لگانے میں سزا مذکور ہے مگر تمام امت محمدیہ اس بات پر متفق ہے کہ یہی سزا پارسا مرد پر تہمت لگانے میں بھی ہے۔

(۲) والذین یرمون سے کون مراد ہیں؟ آیت کا عموم چاہتا ہے کہ کوئی کیوں نہ ہو خواہ عورت ہو خواہ مرد ہو غلام ہو خواہ آزاد ہو، خواہ کافر ہو خواہ مسلمان ہو جو تہمت لگائے اس کو یہی سزا دی جاوے۔ مگر یہاں بھی علماء نے لڑکے یا دیوانے کو بحکم حدیث رفع القلم عن ثلاث الخ مستثنیٰ کیا ہے کہ ان پر حد نہ قائم ہوگی۔ ہاں اگر حاکم مناسب جانے تو کچھ گوشمالی کردے۔

(۳) جن پر کہ جرم تہمت قائم ہو پھر کیا سب کو یہی سزا ہونی چاہیے؟ آیت کا عموم یہی چاہتا ہے مگر امام شافعیؒ و ابوحنیفہؒ و مالکؒ و ابویوسفؒ و محمدؒ و زفرؒ وغیرہم غلام یا لونڈی پر نصف سزا یعنی چالیس درے مارنے کا حکم دیتے ہیں اس آیت سے فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب کیوں کہ اس آیت میں لونڈیوں کی سزا زنا نصف قرار دی ہے جس میں غلام بھی شامل ہیں۔ پھر جب زنا کی نصف سزا ہے تو تہمت کی بھی نصف ہونی چاہیے۔ امام جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عثمانؓ اور ان کے بعد سب کو میں نے غلام لونڈیوں کو اس جرم میں یہی سزا دیتے دیکھا ہے۔ امام اوزاعیؒ پوری سزا کا حکم لگاتے ہیں اور عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی منقول ہے اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے پوری سزا دی تھی۔ مسئلہ اختلافیہ ہے۔

(۴) الا الذین تابوا الخ کس سے استثناء ہے؟ شعبی کہتے ہیں کہ یہ استثناء سب سے پہلے جملوں کی طرف رجوع کرتا ہے فاجلدوھم اور لا تقبلوا لھم شہادۃ و اولئک الخ یعنی توبہ کرنے کے بعد نہ اس کو اسی درے مارو نہ اس کی گواہی رد کرو نہ وہ فاسق ہے۔ ابن عباسؓ و عمرؓ و سعید بن جبیر و مجاہد و عطاء و امام مالکؒ و شافعیؒ کہتے ہیں صرف پچھلے دونوں جملوں سے استثناء ہے یعنی توبہ کرنے کے بعد اس کی گواہی قبول ہے اور فاسق نہیں توبہ کرنے کے بعد اس کی شہادت قبول ہوگی خواہ اس پر حد قائم ہوئی ہو یا نہیں۔ نخعی و شریح و امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں صرف اولئک ھم الفسقون سے استثناء ہے یعنی توبہ کرنے کے بعد وہ فاسق نہیں رہتا۔ ہاں اس پر حد بھی قائم ہوگی اور ابداً اس کی گواہی بھی مقبول نہ ہوگی جس طرح کہ چوری یا دیگر جرائم میں توبہ کرنے سے عنداللہ اس کا فسق تو دفع ہو جاتا ہے لیکن سزا دینا نہیں اٹھتی اور گواہی قبول نہ کرنا بھی سزا دینا ہے اور یہی بات قرین قیاس بھی ہے۔ باقی ہر ایک کے دلائل ان کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ جس کو شوق ہو وہاں دیکھ لے، واللہ اعلم۔

ف زنا کے ثبوت میں چار گواہوں کا ہونا محض بنظر پردہ پوشی شرط کیا گیا ہے ورنہ دو گواہوں سے قتل ثابت ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ہونا عین حکمت ہے کیوں کہ ہر فعل کے ثبوت میں دو شخصوں کی گواہی ہوتی ہے اور یہ فعل دو کا ہے اس لیے دو گواہ عورت کے لیے دو مرد کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہوئی۔

لعان کا بیان

والذین یرمون ازواجھم الخ تیسرا حکم اپنی

بیوی کی بابت تہمت لگانے کا ہے کہ جو کوئی اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور اس کو چار گواہ نہ ملیں (گرچہ قیاس بھی چاہتا تھا کہ ایسی صورت میں اس پر بھی اسّی درّے مارنے چاہییں مگر عادۃً غیر عورت پر تو تہمت عداوت یا رسوائی کے لیے ایک معمولی بات ہے لیکن اپنی بیوی پر تہمت لگانے میں اس کی بھی بے عزتی ہے اس لیے بغیر سبب قوی اور اپنے معائنہ کے کوئی سلیم الفطرت اپنی بیوی پر ایسا الزام نہیں لگا سکتا اور ایسے موقعوں پر چار گواہوں کا بہم پہنچانا بڑی مشکل بات ہے اس لیے اس بارے میں دونوں کی رعایت رکھ کر یہ حکم جداگانہ دیا گیا)۔ تو خاوند چار بار اللہ کی قسم کھا کر حاکم کے روبرو یہ کہے کہ میں سچا ہوں۔ یہ چار قسمیں بمنزلہ چار گواہوں کے ہیں، اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ پس اس قسم کے بعد مرد پر بالزام تہمت اسّی درّے نہ مارے جاویں گے۔ اب یہی بیوی، اگر اس نے زنا کا اقرار کر لیا تو وہ سنگسار کی جاوے گی۔ اور اگر وہ اس حد سے بری ہونا چاہے تو اس کو بھی چار بار اللہ کا نام لے کر یہ قسم کھانی پڑے گی کہ باللہ یا بخدا یا اللہ کی قسم وہ یعنی شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو جو وہ سچا ہو۔ اس کو شرع میں "لعان" کہتے ہیں۔ لعان کے بعد دونوں میں نکاح باقی نہ رہے گا اور پھر کبھی اس مرد کا اس عورت سے نکاح درست نہ ہوگا اور جو اس حمل سے بچہ پیدا ہوگا وہ اس مرد کا نہ کہلائے گا۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ طلاق نامہ تصور ہوگا۔ اور امام شافعیؒ اس کو فسخ نکاح کہتے ہیں۔ مالکؒ و شافعیؒ وغیرہما کہتے ہیں اس لعان میں حر، عبد، مسلمان، ذمی سب شریک ہیں۔ زہری، اوزاعی، ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ خاص مسلمان حر غیر محدود میں جاری ہو سکتا ہے۔ یعنی جو اہل الشہادت ہو اور عورت کے قاذف پر حد قائم ہو سکتی ہو۔

بخاری و مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ عویمر نے عاصم بن عدی سے کہا تھا کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی کو پاوے تو کیا کرے، مار ڈالے؟ عاصم نے حضرتؐ سے پوچھا، آپؐ نے یہ سوال مکروہ جانا۔ تب عویمر نے کہا خیر میں خود جا کر حضرتؐ سے پوچھوں گا۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں ائمہ کا اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں عویمر کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی بعض کہتے ہیں ہلال بن امیہ کے حق میں۔ بعض کہتے ہیں اول تو ہلال کا معاملہ پیش آیا پھر جبھی عویمر کا بھی دونوں اس میں شریک ہو گئے۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ
جو لوگ طوفان[1] بنا کر لائے ہیں وہ تمہارے ہی میں کا
مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ
تو ایک گروہ ہے اس کو اپنے لیے بُرا نہ سمجھو بلکہ وہ
خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا
تمہارے حق میں بہتر ہے ان میں سے ہر ایک کے لیے
اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ
بقدر عمل گناہ ہے اور ان میں سے جس نے

[1] حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جب کہ وہ اپنا گلوبند تلاش کرتی ہوئی ایک سفر میں پیچھے رہ گئیں اور قافلہ کے اخیر میں صفوان تھے ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے لائے، اس بات کے چند لوگوں نے جو بظاہر مسلمان تھے طوفان باندھ لیا اور زنا کی تہمت لگا کر اس کا عام چرچا کر دیا۔ اس قصہ کی طرف جا بجا اس سورت میں اشارہ ہے ۱۲ منہ

كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾

کہ اس کا بیڑا اٹھایا ہے اس کے لیے تو بڑا عذاب ہے

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ

(مسلمانو!) جب تم نے اس کو سنا تھا تو کس لیے ایمان دار مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا

اور ایمان دار عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہہ دیا

هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ

کہ یہ تو صریح بہتان ہے وہ کس لیے اس

عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ

بہتان پر چار گواہ نہ لائے پھر جب وہ

يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ

گواہ نہ لائے تو اللہ کے نزدیک

هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

وہی جھوٹے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَ

اور اس کی دنیا اور آخرت میں رحمت

الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ

نہ ہوتی تو جس کا تم نے چرچا کیا تھا

فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ

اس میں تم پر کوئی بڑی آفت پڑ گئی ہوتی جب کہ

تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ

تم (بے دھڑک) اس کو اپنی زبانوں سے نکالنے لگے اور

ترکیب

عصبۃ منکم خبر ان منکم اسکی نعت کبرہ بالکسر معظمہ و بالضم، من قولہم الولاء للکبر ای اکبر ولد الرجل۔

اذ تلقونہ کا عامل مسکم بہتان کے متعلق۔

تفسیر

ایک واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو ایک عبرت کا واقعہ ہے۔ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ افک یعنی بہتان کہ جس کا ان آیات میں ذکر ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المؤمنین پر باندھا گیا تھا، جس کی تفصیل میں امام بخاری و مسلم وغیرہما محدثین نے یوں روایت کیا ہے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر جاتے تو جس بیوی کا نام قرعہ میں نکلتا تھا اس کو ساتھ لے جاتے تھے چنانچہ ایک بار ایک جہاد میں چلے اور میرا قرعہ میں نام نکلا تو مجھے ساتھ لے گئے۔ آیتِ حجاب نازل ہو چکی تھی اونٹ پر ہودہ میں پردہ میں بیٹھی چلتی تھی جب اس سفر سے واپس آئے شب کو مدینہ کے قریب قیام ہوا رات سے کوچ پکارا گیا۔ میں اس عرصہ میں قضاء حاجت کو گئی، لوٹ کر آئی تو گلے کا گلوبند نہ پایا اس کو لینے گئی اتنے میں لوگوں نے میرا ہودہ اسی طرح سے اونٹ پر کس دیا اور بوجھ کا تفاوت خیال نہ کیا کیوں کہ اس زمانے میں تنگ دستی کی وجہ سے کھانا کم میسر آتا تھا عورتیں ہلکی پھلکی تھیں وہ سمجھے کہ میں ہودہ میں ہوں۔ قافلہ چل دیا، میں لوٹ کر آئی تو کسی کو نہ پایا، یہ سمجھ کر کہ آخر میری تلاش کرتے ہوئے لوگ یہیں آئیں گے اسی جگہ بیٹھ گئی اس میں نیند آگئی صفوان ابن معطل لشکر کے بعد اس لیے چھوڑا گیا تھا کہ پیچھے سے گری پڑی چیز یا بھولے بھٹکے آدمی کا خیال رکھے۔ جب وہ میرے قریب آیا اور صبح ہو گئی تھی تو اس نے مجھے پہچان کر اناللہ کہا۔ اس کی آواز سے میں بیدار ہو گئی۔ اس نے اتھوں پر کپڑا لپیٹ کر مجھے اپنے اونٹ پر چڑھا لیا اور نہ میں نے اس سے بات کی اور نہ اس نے مجھ سے۔ دوپہر کے

قریب تک مجھے فرودگاہ لشکر میں لے آیا۔ عبداللہ بن ابی منافق نے جو بظاہر مسلمان تھا یہ طوفان اٹھایا اور مجھ پر تہمت لگائی اور حسان بن ثابت اور مسطح و حمنہ بنت جحش اس کی ہاں میں ہاں ملانے والے اور اس بات کو مشہور کرنے والے ہوگئے۔

جب یہ خبر مسطح کی والدہ کے ذریعہ سے مجھے پہنچی تو میری آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے مہینے بھر تک یہی حال رہا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس التفاتِ سابق سے پیش نہ آتے تھے۔ آخر کار میری برات میں یہ آیات نازل ہوئیں اور مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ تھا کہ وہ ضرور میرے معاملہ میں کچھ نازل فرما کر مجھے سچا کرے گا۔

ضحاک کہتے ہیں اس کا بیڑہ حسان و مسطح نے اٹھایا تھا اس لیے ان پر اور ایک قریشی عورت پر حد ماری گئی یعنی حمنہ پر۔ جمہور کے نزدیک بیڑہ اٹھانے والا عبداللہ بن ابی منافق تھا جس کے لیے عذاب عظیم جہنم میں ہوا۔ اور حسان کا ایک بار حضرت عائشہؓ کے روبرو ذکر آیا۔ فرمایا جنتی ہے۔ کسی نے کہا اس نے بیڑہ اٹھایا تھا، فرمایا اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں یہ کہا ہے ؎

فان ابی و والدتی وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

بس دنیا میں سزا پائی کہ اندھا ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس بہتان کو اپنے حق میں بہتر سمجھو، کس لیے کہ اس کے سبب سے قرآن مجید میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی برات اور پاک دامنی قیامت تک کو ثابت ہوگئی۔ آئندہ لوگوں کو بزرگوں کی بیبیوں کی نسبت ایسی باتیں کرنے سے عبرت ہوگئی بعض لوگ اس واقعہ کو سن کر خاموشی اختیار کرتے تھے بعض ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ بعض صریح رد کرتے تھے۔ ان میں صریح رد کرنے والوں کی مدح اور باقی سکوت کرنے والوں پر اور اس بات کو مشہور کرنے والوں پر ناراضی ظاہر فرمائی۔

بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ
اپنے مونہوں سے وہ بات کہنی شروع کردی کہ جس کا تم کو علم بھی نہ تھا اور
تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ
اس کو تم نے ہلکی بات سمجھ لیا تھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک
عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ
بڑی بات ہے اور جب تم نے اس کو سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا
مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ
کہ ہمیں تو اس کا منہ سے نکالنا بھی لائق نہیں
سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾
سبحان اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے
يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا
اے ایمان والو! اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ
اگر تم ایمان رکھتے ہو اور تمہارے لیے اللہ
لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾
آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ خبردار حکمت والا ہے
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ
جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بدکاری کا چرچا ایمان والوں
فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ
میں پھیلے تو ان کو دنیا میں بھی
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
اور آخرت میں بھی عذاب الیم ہے اور اللہ جانتا ہے

وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ

اور تم نہیں جانتے اور اگر تم پر

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللّٰهَ

اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ

رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۰﴾

درگزر کرنے والا مہربان ہے (تو دیکھتے کیا ہوتا)

نصف ع ۱۰ ۸

ترکیب

لولا بمعنی ھلا۔ اذ حین ما یکون لنا بمعنی ما ینبغی لنا سبحٰنک ھٰنا للتعجب ان تعودوا ای کراہۃ ان تعودوا فھو مفعول لہ۔ اور ممکن ہے کہ مفعول بہ ہو یعظکم کا بمعنی ینھٰکم۔ لھم عذاب الیم خبر ان الذین۔ ان تشیع مفعول یحبون فی الدنیا عذاب الیم سے متعلق ہے ورحمتہ معطوف ہے فضل اللہ پر پھر وان اللہ اس پر معطوف جواب لولا محذوف ای لعاجلکم بالعقوبۃ۔

تفسیر

من جملہ ناراضیوں کے ایک یہ جملہ بطور زجر کے ہے و تقولون الخ کہ جس بات کا تم کو علم نہیں اس کو ہلکا جان کر مونہوں سے نکالنے لگے یہاں تک کہ کوئی گھر اور کوئی مجلس نہ تھی کہ جہاں یہ چرچا نہ پھیلا ہو۔ فرماتا ہے یہ بڑی بھاری بات ہے ولولا اذ سمعتموہ الخ بلکہ تمہیں یہ مناسب تھا کہ جب اس کو سنا تھا وہیں کہہ دیتے کہ ہم کو یہ بات منہ پر لانی زیبا نہیں۔ سبحٰنک یہ بہتان عظیم ہے۔

سبحانک عرب میں تعجب اور استبعاد دونوں موقع پر بولا جاتا ہے مگر ہمارے محاورہ میں استبعاد کے موقع پر معاذ اللہ وغیرہ کلمات بولے جاتے ہیں۔ سنتے ہی بہتان عظیم کہہ دینا اس لیے ضرور تھا کہ یہ قصہ پیغمبر علیہ السلام سے تعلق رکھتا تھا عقل سے بھی آدمی کو کام لینا چاہیے باخدا اور اس کے برگزیدہ لوگوں کی شان میں اور نیز ان کی عفت ازواج کے حق میں جو کوئی احمق کچھ بکے تو یہ نہیں کہ سنتے ہی اس پر ایمان لے آئے اور جا بجا ذکر کرتا پھرے جیسا کہ بعض سادہ لوحوں کی عادت ہوتی ہے۔ اول تو ایسے لوگوں پر نیک گمان رکھنا لازم ہے۔ دوم اس بات کے جھوٹے ہونے کی صورت میں بزرگوں کو ایذا پہنچنے پر خدا تعالیٰ کی کس قدر ناراضی ہوگی۔ سوم اگر سچ بھی ہو تو کسی کی پردہ دری کرنے سے پردہ پوشی کرنی بہر حال بہتر ہے۔ چہارم ایسی باتوں کے پھیلانے سے بجز اس کے کہ ایمان داروں میں فحش کا چرچا ہو اور کوئی نتیجہ نہیں۔ اس لیے فرماتا ہے یعظکم اللہ کہ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے آیندہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا اور اللہ تمہارے لیے آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے ادب اور اخلاق حمیدہ اور تہذیب سکھاتا ہے وہ علیم ہے ایسی باتوں میں جو کچھ خرابیاں پیش آتی ہیں باہمی نفاق و رنجش وغیرہ وہی خوب جانتا ہے اور وہ حکیم ہے انہیں حکمتوں کو ملحوظ رکھ کر تم کو ایسی نکوہیدہ باتوں سے منع کرتا ہے۔

مگر بعض بے ہودہ لوگوں کی جبلت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ ایسی گندہ اور ناپاک باتیں مشہور کیا کرتے ہیں۔ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ ان کے دلوں میں بھی ولولہ ہوا کرتا ہے کہ فلاں نے یوں کہا اور فلاں کی جورو نے ایسا کیا اور وہ ایسی اور ایسی سو لھم عذاب الیم ان پر دنیا میں بھی خدا کی طرف سے عذاب دردناک نازل ہوتا ہے حد قذف ماری جاتی ہے مردود الشہادۃ اور لوگوں کی نظروں میں خفیف غیر قابل الاعتبار ہو جاتے ہیں اور نیز طرح طرح کے مصائب میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخرت میں بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ فرماتا ہو

صرف اس کا فضل اور رحمت تھی جس کے سبب دنیا میں ان لوگوں پر سخت قہر الٰہی نہیں اترا ورنہ بات تو بڑی تھی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ
اے ایمان والو! شیطان کے قدم بہ قدم
ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ
نہ چلا کرو اور جو کوئی شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے
فَإِنَّهُۥ يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ۚ
تو یہ تو اس کو بے حیائی کی اور بری باتیں ہی بتاوے گا
وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ
اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی
مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ
تو تم میں سے کوئی بھی کبھی نہ سدھرتا لیکن
ٱللَّهَ يُزَكِّى مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ
اللہ جس کو چاہتا ہے سنوارتا ہے اور اللہ ہی سننے والا
عَلِيمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَأْتَلِ أُو۟لُوا۟ ٱلْفَضْلِ
خبردار ہے اور تم میں سے بزرگی اور مقدور والوں کو ف۱
مِنكُمْ وَٱلسَّعَةِ أَن يُؤْتُوٓا۟ أُو۟لِى
اس بات پر قسم نہ کھانا چاہیے کہ قرابت داروں
ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينَ وَٱلْمُهَٰجِرِينَ
اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے
فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا۟ وَلْيَصْفَحُوٓا۟ ۗ
والوں کو نہ دیا کریں گے ان کو معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے

أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَكُمْ ۗ وَ
کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے اور
ٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ
اللہ ہی (بڑا) معاف کرنے والا مہربان ہے جو لوگ
يَرْمُونَ ٱلْمُحْصَنَٰتِ ٱلْغَٰفِلَٰتِ
پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر
ٱلْمُؤْمِنَٰتِ لُعِنُوا۟ فِى ٱلدُّنْيَا وَ
تہمت لگاتے ہیں ان پر پھٹکار ہے دنیا اور
ٱلْءَاخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾
آخرت میں اور ان کو بڑا عذاب ہے ف۲
يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَ
جس دن کہ ان پر ان کی زبانیں اور
أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾
ان کے ہاتھ پاؤں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اس پر گواہی دیں گے
يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ ٱللَّهُ دِينَهُمُ ٱلْحَقَّ
اس روز اللہ ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا
وَيَعْلَمُونَ أَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ
اور وہ جانیں گے کہ اللہ ہی برحق ہر بات ظاہر
ٱلْمُبِينُ ﴿٢٥﴾ ٱلْخَبِيثَٰتُ لِلْخَبِيثِينَ
کرنے والا ہے ناپاک عورتیں تو ناپاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں
وَٱلْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَٰتِ ۖ وَٱلطَّيِّبَٰتُ
اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں
لِلطَّيِّبِينَ وَٱلطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَٰتِ ۚ
پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہوتے ہیں۔

ف۱ یہاں سے حضرت ابوبکرؓ اور عائشہؓ دونوں کی فضیلت ثابت ہوئی۔

ف۲ حضرت عائشہؓ پر بدگمانی کرنے والا کافر ہے۔

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ
جو کچھ یہ بکتے پھرتے ہیں یہ لوگ اس سے پاک ہیں
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾
ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

ع ۳

ترکیب

ولا یاتل ہو یفتعل من الالیہ بمعنی الحلف کما تقول یاتلی یائلی کانتھی ینتھی اذا احلف ومنہ قولہ تعالیٰ للذین یولون من نسائھم وقیل ہو من الوت فی کذا اذا قصرت فیہ ومنہ قولہ تعالیٰ لا یالونکم خبالا والاول اولیٰ ان یؤتوا ای علیٰ ان لا یؤتوا الجملۃ بیان حلف یومھ عامل ظرف میں بعض استقرار جو لھم میں ہے۔

تفسیر

یاایھا الذین اٰمنوا یہاں پھر صاف صاف مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی باتیں نہ کریں۔ یہ باتیں شیطانی وسواس ہیں۔ فرماتا ہے اس کی پیروی نہ کرو کیوں کہ وہ بے حیائی اور بری باتیں سکھایا کرتا ہے۔ شیطان خون کی طرح انسان کی رگوں میں دوڑتا اور جا کر دل میں گھر کر لیتا ہے۔ پھر بھلا اس موذی کے زہر سے کوئی بچ سکتا ہے؟ مگر فضل الٰہی اور اس کی رحمت ہی ہے کہ جو اس سے پناہ میں رکھ کر راہِ راست کی طرف لاتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ولولا فضل اللہ الخ کہ اس کے فضل نے تم کو ستھرا کر دیا۔ ولا یاتل جس طرح بہتان باندھنے والوں پر عتاب ہوا اسی طرح توبہ کرنے کے بعد ان لوگوں سے تشدد کرنے سے ممانعت فرمائی۔ طبرانی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ مسطح کے ساتھ بھانجا ہونے کی وجہ سے سلوک کیا کرتے تھے۔ اس واقعہ میں قسم کھا بیٹھے تھے کہ آیندہ میں اس کو کچھ نہ دیا کروں گا اس لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ اہلِ وسعت و کرم کو قسم نہ کھانا چاہیے کہ وہ اپنے دستِ کرم کو بند کر لیں لگے ان کو معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے۔ یہ سن کر ابوبکرؓ نے کہا بخدا! میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کرے اس کے بعد پھر اسی طرح سے دینے لینے لگے مسطح ابوبکرؓ کے اہلِ قرابت بھی تھے اور نیز مسکین تھے اور مہاجر بھی تھے اس لیے رحم دلانے کے لیے اولی القربیٰ والمسٰکین والمہاجرین عموم کے صیغوں سے تعبیر کیا۔ اس آیت میں حضرت ابوبکرؓ کو اہلِ کرم میں شمار کیا اور مدح کے ساتھ یاد فرمایا۔

ان الذین یرمون اس کے بعد پھر تہمت لگانے والوں پر تہدید کر کے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاک دامنی مدلل کر کے اس بحث کو تمام کرتا ہے۔ فرماتا ہے جو کوئی پاک دامن بے خبر ایمان دار عورتوں کو تہمت لگاتا ہے اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور قیامت کے روز جب کہ اس کے اعمال پر اس کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے وہ اپنے اعمالِ بد کا پورا بدلہ پائے گا۔

بے خبر یعنی اس بدکام کا کرنا تو درکنار اس بے چاری کو اس کی خبر بھی نہیں وہ اس کو جانتی بھی نہیں یہ پاک دامنی کے لیے کامل مدح ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ الخ یہاں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اور بھی پاک دامنی ثابت کرتا ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے پاس رہتی ہیں اور پاک بازوں کے لیے پاک باز عورتیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون پاک باز ہوگا؟ پس ان کی بیویاں بھی پاک باز ہیں۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت تطہیرِ عائشہؓ کے لیے نصِ قاطع ہے۔ خصوصاً لفظ اولئک مبرءون مما یقولون اور بھی تاکید کر رہا ہے اس لیے جو شخص پیغمبر علیہ السلام کی بیوی خصوصاً حضرت عائشہؓ کی جناب میں اس کے بعد بھی بدگمانی کرے کافر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور کسی گھر میں

غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا

(بے دھڑک) نہ گھس جایا کرو جب تک کہ اجازت نہ مانگ لو اور گھر والوں پر

عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ

سلام نہ کر لیا کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم

تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا

سمجھو پھر اگر وہاں کسی کو

فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ

نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک کہ

يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا

تم کو اجازت نہ دی جائے اور اگر تم کو کہا جاوے کہ لوٹ جاؤ

فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ

تو لوٹ آیا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ

جانتا ہے جو کچھ تم کیا کرتے ہو تم پر کچھ گناہ

جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ

نہیں (کہ بغیر اجازت) کسی ایسے گھروں میں جاؤ کہ جہاں

مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ

کوئی نہیں بستا اس میں تمہارا اسباب ہو

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ تم (دل میں) مخفی رکھتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو۔

ترکیب

غیر بیوتکم استثناء ہے بیوتا سے تستانسوا تستاذنوا من الاستیناس بمعنی الاستعلام۔ آنس الشیٔ ابصرہ وعلمہ و احس بہ (قاموس) کیونکہ مستاذن اس بات کا علم چاہتا ہو کہ اس کو اجازت ملتی ہے کہ نہیں۔ او من الاستیناس الذی ہو خلاف الاستیحاش۔ فانہ مستوحش ان لا یؤذن لہ فاذا اذن لہ استانس۔ (بیضاوی)۔

تفسیر

جب کہ خدا تعالیٰ نے زنا کو بند کیا اور تہمت اور بدگمانی کی بھی سخت ممانعت فرمائی تو جو چیزیں بدگمانی اور زنا کے اسباب ہیں ان کو بھی روکتا ہے۔ من جملہ ان اسباب کے کسی کے گھر میں بغیر اذن و اطلاع کے چلا جانا بھی ہے کیونکہ نہ معلوم گھر میں عورت ننگی ہے یا سوتی ہے پھر وہاں ان سے خلوت اور ہم کلامی کا ہونا اور بھی محل تہمت ہے خصوصاً اس گھر والے کے لیے بڑے رنج کا باعث ہے اس لیے اس بارے میں بھی ادب سکھانے کے لیے یہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا الخ (یہ چوتھا حکم ہے) کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت اور سلام ویسے نہ جایا کرو۔ پہلے دروازے پر جا کر السلام علیکم کہہ کر کہے کہ میں آؤں؟ احادیث سے ثابت ہے کہ تین بار اجازت لے۔ جب تیسری بار بھی آنے کی اجازت نہ ملے یا کچھ جواب نہ آوے تو یہ نہیں کہ وہیں جم جاوے بلکہ اُٹھ چلا آوے جیسا کہ عبداللہ ابن قیس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ اور یہ حکم عام ہے خواہ اس گھر میں زنانہ ہو یا صرف

مردانہ ہو کیوں کہ نہ معلوم کہ مرد کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے اور اسی طرح جس گھر میں اس کی محرم عورتیں ہوں وہاں بھی اطلاع کر کے آنا چاہیے کیوں کہ محرم عورت کا بھی ننگی کھلی دیکھنا درست نہیں۔ بلکہ جس گھر میں خاص اس کی بیوی اور لونڈی رہتی ہوں کہ جن کی برہنگی اس پر ظاہر ہے وہاں بھی بہتر ہے کہ اطلاع کر کے آوے کیوں کہ عورتوں کو بعض باتیں نہانے دھونے میں خاوند کے روبرو کرنی بری معلوم ہوتی ہیں اور اس کے لیے بھی باعث نفرت ہونے کا ہے۔

فرماتا ہے یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے کیوں کہ اس میں سیکڑوں آفات سے نجات ہے اس لیے فرمایا تاکہ تم سمجھو۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اس گھر میں تم کو کوئی نہ ملے یعنی آواز نہ آوے جس سے معلوم کر سکو کہ کوئی نہیں تب بھی اندر نہ جاؤ۔ اور جو اندر سے آواز آوے کہ چلے جاؤ تو بھی چلے آؤ، کیوں کہ دروازے پر ٹھیرا رہنا بھی بعض اوقات کسی رازداری کے سبب ناگوار گزرتا ہے اس لیے فرماتا ہے یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اس کی مصلحت اللہ جانتا ہے اور تمہارے حالات بھی اس کو معلوم ہیں۔ احادیث صحیحہ میں گھر میں جھانکنے کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔

لیس علیکم جناح ان تدخلوا یہ اسی حکم کا تتمہ ہے فرماتا ہے کہ جن گھروں میں کوئی بستا نہ ہو صرف اسباب رکھنے کے مکان ہوں وہاں بغیر اطلاع جانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ بیوتا غیر مسکونۃ کی تفسیر میں علماء کے چند اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں مسافر خانہ۔ بعض کہتے ہیں خرید و فروخت کے مکانات۔ بعض کہتے ہیں حمامات۔ بعض کہتے ہیں غیر آباد مکانات۔ مگر آیت میں حکم عام ہے سب کو شامل ہے۔ لیکن جو مکانات اسباب کے ہوں اور وہاں تجارتی مال ہو وہاں بغیر اجازت کے جانے کے یہ معنی نہیں کہ ہر کوئی چلا جایا کرے کہ اس میں چوری اور بے گانہ ملک میں تصرف کا مظنہ ہے بلکہ جن کو وہاں جانے کی اجازت ہے یا جو مجاز ہیں ان کو وہاں دستک دینے اور اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہاں احتمال نہیں کہ کوئی ننگا کھلا ہوگا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
(اے نبی) ایمانداروں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ
اور اپنی شرم گاہوں کو بھی محفوظ رکھیں یہ ان کے حق میں ستھرائی ہے

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ
بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کیا کرتے ہیں اور

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ
ایماندار عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں

اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ
نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی بھی محافظت رکھیں اور

لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وہ اپنی آرائش (کی جگہ) نہ دکھایا کریں مگر وہ جو بضرورت ظاہر ہوتی ہے

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ
اور اپنے سینوں پر اپنے دوپٹے ڈالے رکھا کریں

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ
اور اپنی آرائش ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے شوہروں پر

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ
یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا

اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ
اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں پر یا

اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ
اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا

أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ

بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے مملوک (لونڈی

أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي

غلاموں) پر یا ان خدمت گاروں پر کہ جن کو عورتوں

الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ

کی حاجت نہیں رہی ہو یا ان لڑکوں پر

الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ

جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے

النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ

واقف نہیں اور اپنے پاؤں ٹھوکر مار کر نہ چلیں

لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۚ وَ

کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہوجائے اور

تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ

اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرتے رہا کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

تاکہ تمہیں فلاح ہو۔

ترکیب

من ابصارھم من ہہنا للتبعیض لانہ لایلزم غض البصر بالکلیۃ وقیل زائدۃ وقیل لبیان الجنس۔ غیر اولی الاربۃ ای الحاجۃ بالجر علی الصفۃ او البدل۔

تفسیر

من جملہ اسباب زنا کے مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا بھی ہے یہ نظر زنا کا بڑا سبب ہے۔ کسی نے کہا ہے ع

برقِ نگاہِ یار میرا کام کر گئی

اس لیے ایمان داروں کو ادب سکھاتا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم الخ یہ پانچواں حکم ہے کہ اے نبی! ایمان داروں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ کو بند رکھیں جس کا دیکھنا انہیں حلال نہیں اس کو نہ دیکھیں اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا اجنبی عورت کا بضرورت منہ اور ہاتھ دیکھنا تو درست ہے اور باقی چیزوں پر نظر کرنا حرام ہے اور بغیر ضرورت اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا بھی درست نہیں۔ خصوصاً جب کہ محل فتنہ ہو اور جو اچانک نظر پڑ جائے تو بار دگر نہ دیکھے۔ اور اجنبیہ اگر اور کی لونڈی ہے تو بعض کہتے ہیں ناف سے گھٹنے تک پر نظر نہ کرے باقی کا مضائقہ نہیں۔ بعض کہتے ہیں سر وغیرہ جو عضو کام میں کھلے رہتے ہیں ان کا دیکھنا ممنوع نہیں، باقی ممنوع ہے۔ اور عورت اگر محرم ہے خواہ نسب سے، خواہ رضاع سے خواہ بیوی کے رشتہ سے تو اس کی ناف سے لے کر گھٹنے تک نظر ممنوع ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف وہی اعضاء دیکھنے درست ہیں جو کام میں کھل جاتے ہیں ہاتھ بازو وغیرہ۔ اور مرد کی بابت بھی یہ حکم ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک نہ دیکھے۔ اسی طرح عورت کو دوسری عورت کا ناف سے گھٹنے تک دیکھنا منع ہے۔

عرفاء کہتے ہیں جس طرح نظر کو محارم کے دیکھنے سے

---

[1] الاربۃ الفعلۃ من الارب کالجلسۃ من الجلوس والارب الحاجۃ والعقل ومنہ الاریب والمراد ہہنا الحاجۃ فی النساء ۱۲ منہ

[2] پاؤں کو زمین پر اس طرح سے نہ مارنا چاہیے جس سے پازیب وغیرہ زیور کی آواز سنائی دے اور اسی طرح اپنی آواز بھی بلند نہ کرے ۱۲ منہ

بند کرے اسی طرح دل کو غیر اللہ کے دیکھنے سے روکے۔

پھر فرماتا ہے ویحفظوا فروجھم کہ اپنے ستر کو محفوظ رکھیں یعنی حرام کاری نہ کریں یہ تمہارے لیے دین و دنیا میں بہتر ہے ان اللہ خبیر بما یصنعون میں تنبیہ ہے کہ اللہ کو غافل نہ سمجھو وہ تمہارے ہر کام سے واقف ہے۔

وقل للمؤمنٰت الخ اسی طرح ایمان دار عورتوں کو بھی نظر بند رکھنے اور حرام سے محفوظ رہنے کا حکم دیا، اور اس کے ساتھ یہ بھی (چھٹا حکم) دیا کہ اپنی زینت کو بجز ان اشخاص مذکورۂ ذیل کے اور کسی کو نہ دکھائیں[1] اور اوڑھنی اوڑھے رہیں جس سے سر اور سینہ اور کان اور گردن نہ دکھائی دے۔

یہ جو کہا اپنی زینت نہ دکھائیں مگر وہ جو ظاہر ہے۔ زینت کہتے ہیں خوبصورتی کو قدرتی ہو یا بناوٹی۔ لباس فاخرہ یا زیور یا مہندی کاجل وغیرہ ان میں سے صرف ظاہر زینت کے ظاہر کرنے کی اجازت دی۔ ظاہر زینت بناوٹی میں سے تو انگوٹھی کپڑا جس کے ظاہر کرنے کی ضرورت پڑے اور خلقی میں سے ہاتھ منہ جو بضرورت ظاہر کرنا پڑے۔ بعض علماء کہتے ہیں زینت سے مراد وہ اعضاء ہیں جن پر زیور پہنا جاتا ہے۔

اور وہ یہ اشخاص ہیں شوہر[1] عورت کا باپ[2] دادا، نانا۔ شوہر کے باپ[3]، دادا، نانا۔ عورتوں کے بیٹے پوتے، نواسے۔ خاوند کی دوسری بیوی سے بیٹے، پوتے، نواسے۔ عورت کے بھائی[4] عینی، علاتی، اخیافی، رضاعی۔ عورت کے بھتیجے[5]، بھائیوں کی اولاد۔ عورت کے بھانجے[6] بہن کی اولاد۔ گھر کی عورتیں[7]۔ عورت کے مملوکہ[8] لونڈی غلام۔ گھر کے وہ خادم[9] جن کو عورتوں کی طرف رغبت نہ ہو بوڑھے اور خواجہ سرا[10] نابالغ لڑکے۔ ان لوگوں کے سامنے اگر عورت اپنی زینت ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں یعنی زینتِ ظاہرہ کے سوا اور زینت، کیوں کہ بضرورت اس کا تو ہر ایک پر ظاہر کرنا درست تھا۔ وہ زینتِ ظاہرہ جس کی بضرورت اظہار کی ہر ایک کے لیے رخصت تھی باتفاقِ علماء چہرہ اور دونوں ہاتھ یا بالائی کپڑے مراد ہیں۔ اور اس جگہ جس زینت کے ظاہر کرنے کی ان مذکورہ اشخاص کے سامنے اجازت ہے وہ بازوؤں، گلے، کانوں، سر کے زیور کی ہے اور ان اعضاء کا کھولنا بھی ان کے سامنے جائز ہے۔ ونسائھن اپنی عورتیں۔ کیوں کہ کافر عورتیں بمنزلہ اجانب کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کافرہ عورتوں کے سامنے ان چیزوں کا کھولنا درست ہے۔

ما ملکت ایمانھن میں غلام لونڈی سب آگئے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں صرف لونڈیاں مراد ہیں کیوں کہ غلام اجنبی ہے اس میں مادہ شہوت بھی موجود ہے آزاد ہو کر اس سے نکاح بھی کر سکتا ہے۔

او التابعین غیر اولی الاربۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں عورت کی بالکل خواہش نہیں۔ بعض کہتے ہیں وہ بے وقوف عنین مراد ہیں جو کھانے میں ساتھ ہو لیتے ہیں ان کا صرف یہی مقصود ہوتا ہے۔ مخنث اور ہیجڑے مراد نہیں۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ
اور جو تم میں مجرد ہوں ان کے نکاح کرا دو اور جو تمہارے غلام
مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ
اور لونڈیاں نیک ہوں ان کے بھی اگر

[1] کیونکہ ان میں سے شوہر کو تو دکھانا مقصود ہی ہے اور باقی اور لوگ گھر میں ملے جلے رہا کرتے ہیں ہر وقت ان سے اخفاء میں حرج تھا اور نیز ان سے برے کام کی توقع بھی عادۃً نہیں ہے کیوں کہ محارم ہیں یا ان کو یہ مادہ ہی نہیں ۱۲ منہ

یکونوا فقراء یغنهم الله من فضله
وہ فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا
والله واسع علیم ﴿۳۲﴾ ولیستعفف
اور اللہ گنجائش والا خبردار ہے اور جن لوگوں کو نکاح کا
الذین لا یجدون نکاحا حتی
مقدور نہیں ان کو چاہیے کہ پارسائی سے رہیں یہاں تک
یغنیهم الله من فضله والذین
کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے اور جو تمہارے
یبتغون الکتب مما ملکت ایمانکم
غلام لونڈیوں میں سے لکھت[1] چاہیں
فکاتبوهم ان علمتم فیهم خیرا
تو ان کو لکھ دو بشرطیکہ ان میں بہتری معلوم ہوتی ہو
واتوهم من مال الله الذی اتکم
اور ان کو اللہ کے اس مال میں سے بھی دیا کرو جو اس نے تم کو دے رکھا ہے
ولا تکرهوا فتیتکم علی البغاء
اور اپنی چھوکریوں[2] کو حرام کاری کے لیے مجبور نہ کیا کرو
ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض
اگر وہ پاک دامنی چاہتی ہوں (ایسا کام اس لیے کرتے ہو) کہ دنیا
الحیوة الدنیا ومن یکرههن
کے فوائد حاصل کرو اور جو ان کو اس کام پر مجبور کرے گا
فان الله من بعد اکراههن
تو ان کی مجبوری کے بعد اللہ
غفور رحیم ﴿۳۳﴾ ولقد انزلنا
غفور رحیم ہے اور البتہ ہم نے تمہارے پاس
الیکم ایت مبینت ومثلا من
آیتیں بھیج دی ہیں جو روشن ہیں اور جن میں تم سے
الذین خلوا من قبلکم و
پہلوں کے حالات ہیں اور
۴ ع ۹ ۱۰ موعظة للمتقین ﴿۳۴﴾
جو پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہیں۔

ترکیب

الایامی جمع ایم وھو العزب ذکرا کان او انثی بکرا کان او ثیبا وایامی مقلوب ایائم کیتامی۔ والصالحین معطوف ہے ایامی پر مفعول انکحوا کا والذین یبتغون مبتدأ فکاتبوهم خبر۔ ان علمتم جملہ شرطیہ الخ جملہ فکاتبوهم وال برجزا

تفسیر

جب کہ ہر طرح سے زنا اور اس کے دواعی کی ممانعت کی تو نکاح کرنے کی بھی رغبت دلائی کس لیے کہ مجرد رہنے میں بڑا خطرہ ہے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنے کی تاکید فرمائی یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء (متفق علیہ) اور فرمایا کہ میرے بعد مردوں کے لیے سخت فتنہ عورتوں سے زیادہ کوئی نہیں

[1] جو غلام یا لونڈی یہ چاہیں کہ اگر ہم اس قدر روپیہ ادا کر دیں تو ہم کو آزادی لکھ دو تو لکھ دیا کرو بشرطیکہ تم کو اس میں بہتری معلوم ہو۔ اس عقد کو شرع میں مکاتبت کہتے ہیں ۱۲ منہ

[2] عرب میں غلام کو فتی اور لونڈی کو فتاۃ کہتے تھے جس کی جمع فتیات ہے ۱۲ منہ

(متفق علیہ) اس لیے جن قوموں میں مجرد رہنا ہنر ہے ان کے ہاں حرام کاری کا بھی کچھ حساب نہیں۔

فرماتا ہے وانکحوا الایامیٰ منکم (یہ ساتواں حکم ہے) کہ اے مسلمانو! جو تم میں مجرد ہیں خواہ عورت ہو خواہ مرد خواہ بیوہ خواہ ناکتخدا ان کے نکاح کر دو۔ لفظ ایامیٰ سب کو شامل ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے وہ شخص کہ جس کے دین اور خلق سے تم خوش ہو نکاح کی درخواست کرے تو نکاح کر دو ورنہ زمین پر بڑا فتنہ اور فساد سخت ہوگا (رواہ النسائی وابن ماجہ) علماء کے نزدیک یہ امر مندوب و استحباب کے لیے ہے۔ بعض کہتے ہیں وجوب کے لیے۔ فیصلہ یہ ہے کہ جہاں زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو اور نکاح کرنے پر قادر بھی ہو تو نکاح کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔

پھر فرماتا ہے والصالحین من عبادکم وامائکم کہ اپنے غلام لونڈیوں میں سے بھی جن کو نیک دیکھو ان کے بھی نکاح کر دو۔ کیونکہ نیک ہی نکاح اور خدمت مولیٰ کو ملحوظ رکھ سکتے ہیں۔ یا صالحین سے مراد وہ کہ جن کو نکاح کی صلاحیت ہو۔ لفظ فانکحوا سے علمائے شافعیہ نے یہ بات نکالی ہے کہ نکاح بغیر ولی کے درست نہیں، وفیہ ما فیہ۔

فرماتا ہے نکاح کرنے میں فقر و فاقہ سے نہ ڈریں، اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ بلاشک جو نیک نیتی سے نکاح کرتے ہیں خدا ان کو فراخی دیتا ہے۔ اور جن کو نکاح کا مقدور نہ ہو تو ان کو پاک دامنی اختیار کرنی چاہیے یہ نہیں کہ اس عذر سے مرتکب فواحش ہو جائے۔

والذین یبتغون چونکہ فراغ دستی اور فضل الٰہی ہونے کا ذکر تھا اس لیے جو غلام خدا کے فضل پر توکل کر کے اپنے مولیٰ سے کتابت چاہیں ان کے لیے بھی حکم دیا کہ اگر ان میں خیر دیکھو کہ یہ بدل کتابت ادا کر سکیں گے اور ان کا رویہ بھی اچھا ہے تو ان کو لکھ دو یعنی مکاتب بنا دو۔

(یہ آٹھواں حکم ہے) اس کو بھی گونہ پارسائی سے تعلق ہے۔ کس لیے کہ جب غلام مولیٰ کی طرف سے خرید فروخت کا مجاز ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ میں روپیہ پیسہ رہتا ہے جس سے حرام کاری کا اندیشہ ہے۔ اس سے کوئی رقم یعنی مقرر کر کے آزادی لکھ دو کر اپنا نکاح کرے گھر آباد کرے۔ اسلام میں بھی یہی دستور باقی رہا اور جاہلیت میں بھی تھا کہ جو کوئی غلام اپنے آقا سے یہ معاملہ کر لیا کرتا تھا کہ میں آپ کو اس قدر روپیہ دیدوں تو آزاد ہو جاؤں۔ آقا اس کو منظور کر لیتا تھا اور لکھ دیتا تھا۔ اس معاملہ کو مکاتبت کہتے تھے۔ وہ غلام آزادانہ خرید و فروخت کر کے وہ مقدار ادا کر دیتا تھا۔ کتب فقہ میں اس مسئلہ کی بڑی تشریح ہے۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ اس بدل کتابت کے ادا کرنے میں مدد کرو خدا کے دیے ہوئے مال میں سے ان کو بھی بمد زکوٰۃ و خیرات یا اس بدل میں سے کچھ حصہ چھوڑ دو۔

ولا تکرھوا (یہ نواں حکم ہے) عرب میں دستور تھا کہ اپنی چھوکریوں سے زنا کرا کے کمواتے تھے۔ چنانچہ مدینہ میں عبداللہ بن ابی منافق بھی ایسا ہی کیا کرتا تھا اسلام نے اس کی بھی ممانعت کر دی۔ ان اردن تحصنا میں ان شرطیہ علی سبیل الغالب واقع ہوا جس کا مفہوم مخالف نہیں۔

(ف) ان آیات میں توبہ کرنے اور مکاتبوں کو دینے کا بھی حکم ہے مگر بظاہر ان کا تعلق حقوق العباد سے کم تھا اس لیے ان کا عدد ہم نے شمار میں نہیں لیا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور

نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ

کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی طاق میں چراغ ہو

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ
(اور) چراغ شیشہ (کی قندیل) میں (اور) شیشہ
كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ
گویا کہ چمکتا ہوا تارا ہو روشن کیا گیا ہو
مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ
روغن زیتون سے جو بابرکت درخت ہے نہ شرقی ہو
وَّلَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ
اور نہ غربی ہو کہ جس کا تیل خود بخود روشن ہونے کو ہو
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ
اور گو اس کو ابھی آگ نہ لگی ہو نور پر نور
یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ
اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور
یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ
اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳۵﴾
اور اللہ ہر شے سے واقف ہے۔

ترکیب

اللہ مبتدأ نور السمٰوٰت الخ خبر۔ مثل نورہ (الی قولہ) نور مبتدأ کمشکوٰۃ موصوف فیہا مصباح صفت سب محذوف سے متعلق ہو کر خبر ہوئی تمام جملہ بیان ہوا نور السمٰوٰت کا المصباح مبتدأ فی زجاجۃ خبر، قس علیٰ ہٰذا۔ دری منسوب الی الدر وفعیل کمریق من الدرء۔ یوقد صفت ہے مصباح کی۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ اللہ نے تمہارے لیے آیات بینات نازل کیں تم کو جہل کی اندھیریوں سے نکال کر علم کی روشنی میں لایا۔ اب یہاں اپنے اوصاف نورانی اور نور ہدایت کی تمثیل بیان فرماتا ہے کہ وہ اللہ جس نے تم کو جہل کی ظلمات سے نکالا آسمانوں اور زمین کا نور ہے پھر اپنے نور کی اس شمع سے تشبیہ دے کر جو شیشہ کی قندیل میں ہو یہ فرماتا ہے اللہ اپنے اس نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

بحث اوّل

اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض نور عرف میں روشنی کو کہتے ہیں۔ وہ ایک عرض قائم بالغیر ہے جو اجسام کو عارض ہوتا ہے جیسا کہ آفتاب و ستارے اور آگ اس معنی سے اس لفظ کا اطلاق اللہ پر حقیقۃً جائز نہیں کس لیے کہ نور بمعنی مذکور ایک عرض ہے وہ حادث اور قابل تقسیم اور قائم بالغیر ہونے کی وجہ سے الٰہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے فرقہ مانویہ کا بھی قول رد ہو گیا جو نور اعظم کو اللہ کہتے ہیں۔ اس لیے علماء اسلام اس جگہ تاویل کرتے ہیں کہ نور بمعنی منور ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو آفتاب و مہتاب و کواکب اور انبیاء و صلحاء و ملائکہ سے منور کر دیا اور یہ قول ابی بن کعب و حسن و ابو العالیہ کا ہے۔ بعض کہتے ہیں بمعنی مدبر السماوات والارض ہے۔ جیسا کہ با خبر رئیس کو کہتے ہیں کہ وہ شہر کا نور ہے یعنی مدبر بہ تدبیر حسن جیسا کہ جریر شاعر کہتا ہے ع وانت لنا نور وغیث و عصمۃ۔ یہ زجاج اور اصم کا قول ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں نور بمعنی ہادی ہے کیوں کہ نور سبب ہدایت ہے کہ وہ آسمان اور زمین والوں کا ہادی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نور کا اطلاق اس پر مبالغۃً ہو جیسا کہ عادل کو عدل کہہ دیا کرتے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "مشکوٰۃ الانوار" رکھا ہے

اس میں امام صاحب نے ثابت کردیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس پر اس لفظ کا اطلاق حقیقۃً ہے نہ مجازاً۔ بہت سے مقدمات بیان فرماکر یہ کہا ہے کہ ادراکِ عقلی ادراکِ بصری سے اشرف ہے اور دونوں کا مقتضیٰ ظہور ہے اور خواص نور میں سے ظہور ہی اشرف ہو اس لیے ادراکِ عقلی ادراکِ بصری سے بدرجہ اولیٰ انور ہے۔ پھر انوارِ عقلیہ کی دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو سلامۃ الاحوال کے وقت واجبۃ الحصول ہیں یعنی تعقلاتِ فطریہ۔ دوسرے مکتسبہ اور قسمِ ثانی میں کبھی غلطی بھی واقع ہوجاتی ہے۔ اس لیے اس کے واسطے ہادی و مرشد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس امر میں کلام الٰہی اور کلام انبیاء سے زیادہ اور کوئی ہادی و مرشد نہیں اس لیے یہ بھی نور ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن اور نبی کو بھی نور کہا گیا ہے اور اسی طرح ملائکہ بھی نور ہیں۔ پھر ملائکہ بھی درجہ میں متفاوت ہیں۔ یہاں تک کہ سب سے بڑھ کر نورِ اعظم وہ روح جو سب ارواح سے اعلیٰ ہے معدنِ نور ہے پھر یہ سب انوارِ حسیہ ہوں خواہ سفلیہ جیسا کہ آگ کا نور یا علویہ جیسا کہ آفتاب و ماہتاب و کواکب کے انوار۔ یا انوارِ عقلیہ سفلیہ ہوں جیسا کہ ارواحِ انبیاء و اولیاء۔ یا علویہ ہوں جیسا کہ ملائکہ یہ سب کے سب فی حد ذاتہا ممکن ہیں اور ممکن فی حد ذاتہٖ معدوم ہیں ان کو وجود غیر کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور وجود نور اور عدم ظلمت ہے۔ پس کل ممکنات اپنی ذات میں مظلم ہیں نور فی حد ذاتہٖ وہی ہے جس کا وجود ذاتی ہے ممکنات کا وجود اور ان کی صفات اور ان کے سب معارف اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ اب ظاہر ہوگیا کہ نورِ مطلق وہ اللہ سبحانہٗ ہی ہے اور غیر پر جو اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے تو مجازاً کیونکہ اس کے سوا جو کچھ ہے من حیث ہو ہو ظلمت محضہ ہے۔ کس لیے کہ وہ من حیث ہو عدم محض ہے بلکہ یہ انوار بھی من حیث ہی ہی ظلمت ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہی نورِ حقیقی ہے اور جس قدر انوار ہیں اسی کے نور کے پرتوے ہیں، واللہ اعلم۔

بحث دوم

نور کو السمٰوٰت والارض کی طرف کیوں مضاف کیا؟ اس لیے کہ سب آسمان اور زمین انوار مجردہ اور مادیہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ انوار مادیہ جیسا کہ چاند اور سورج اور ستاروں کی روشنی یہ سب آسمانوں میں ہیں اور زمین پر بھی یہی انوار منعکس ہوتے ہیں کہ جس سے الوانِ مختلفہ دکھائی دیتے ہیں اور انوارِ مجردہ سے عالمِ بالا[1] پر ہے اور وہ انوارِ مجردہ ملائکہ ہیں۔ عالمِ سفلی میں بھی انوارِ عقلیہ بہت سے ہیں اور وہ قویٰ نباتیہ اور حیوانیہ اور انسانیہ ہیں اور نورِ انسانی سے جس کے سبب یہ خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا گیا عالمِ اسفل کا نظام ہو رہا ہے جیسا کہ نورِ ملکی سے عالمِ علوی کا نظام قائم ہے اور یہ جملہ انوار بایکدیگر مرتبط و مسلسل ہیں اور سب کا انتہیٰ نور الانوار کی طرف ہے اور وہ اللہ سبحانہ ہے اس لیے اللہ کو نور السمٰوٰت والارض کہا۔

بحث سوم

مثل نورہٖ کمشکوٰۃ[2] الخ اپنے نور کو ایسے چراغ کو تشبیہ دی جو شیشہ میں ہو اور شیشہ کسی طاق میں ہو اور

---

[1] عالم بالا آسمانوں سے بھی اوپر ہے وہ عالم حسیات نہیں بلکہ عالم مجردات ۱۲ منہ

[2] کعب احبار کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ سے مراد ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک اور زجاجہ قلب اور اس میں مصباح جو ہے وہ نبوت ہے وہ شجرۂ مبارک سے روشن کیا گیا ہے یعنی شجرۂ ابراہیمیہ سے کہ جو نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ سب کے لیے (باقی بر صفحہ آئندہ)

چراغ زیتون کے تیل سے روشن کیا گیا ہو اور وہ ایسا صاف ہو کہ جو آگ دکھاتے ہی جل اٹھے اور زیتون بھی ایسا ہو کہ نہ شرقی ہو کہ صبح ہی کے وقت اس پر آفتاب کی شعاع پڑتی ہوں پھر نہ پڑیں اور نہ غربی ہو کہ شام کے وقت ہی اس پر دھوپ پڑتی ہو کیوں کہ ایسا درخت کچا ہوتا ہے اس کا تیل بھی عمدہ نہیں۔ بخلاف اس کے کہ جو نہ شرقی ہو نہ غربی بلکہ میدان میں یا پہاڑ کی بلندی پر ہو وہ خوب تناور اور پختہ ہوتا ہے اس کا تیل بھی عمدہ ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی وہ تو یہ چیزیں ہیں بحیثیت مجموعی اور جس کو تشبیہ دی گئی وہ اللہ کا نور ہے۔ مگر کلام اس میں ہے کہ اللہ کے نور سے کیا مراد ہے؟ جمہور متکلمین کے نزدیک ہدایت مراد ہے۔ یہ معنی کہ اللہ کی ہدایت ظہور میں ایسی ہے کہ جیسے کوئی چراغ ہو جس کی یہ صفت ہو کہ جس کی ہر صفت روشنی چراغ کو ترقی دیتی ہے۔

سوال۔ آفتاب کے ساتھ کیوں تشبیہ نہ دی؟

جواب۔ مقصد اس روشنی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے جو اندھیریوں میں سے ظاہر ہو۔ البتہ ہدایت کی ایک ایسی روشنی ہے جو شبہات کی اندھیریوں میں سے ظاہر ہوتی ہے سو یہ بات چراغ کے ساتھ تشبیہ دینے سے حاصل ہوتی ہے کہ جس کے ہر طرف اندھیری محیط ہوتی ہے۔ برخلاف آفتاب کے کہ وہ جب جلوہ گر ہوتا ہے تو تمام عالم اس کے نور سے بھر جاتا ہے ظلمت باقی نہیں رہتی۔

بعض کہتے ہیں کہ نور سے مراد قرآن ہے جیسا کہ فرمایا ہے قد جاءکم من اللہ نور۔ یہ حسن و سفیان بن عیینہ و زید بن اسلم کا قول ہے۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی صفت میں سراجاً منیراً آیا ہے۔ یہ عطاء کا قول ہے۔

بعض کہتے ہیں اس نور سے مراد وہ نور ہے کہ جو مؤمن کے دل میں ایمان و معرفت کا نور ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نور اور کفر کو ظلمت سے تعبیر کیا ہے یہ اُبیؓ و ابن عباسؓ کا قول ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں انسان کے قویٰ مدرکہ پانچ ہیں۔ قوتِ حسیہ جو حواسِ خمسہ کو شامل ہے۔ قوتِ خیالیہ۔ قوتِ عقلیہ جو حقائقِ کلیہ کا ادراک کرتی ہے۔ قوتِ فکریہ جو معارفِ عقلیہ میں ترکیب دے کر نامعلوم بات کو دریافت کرتی ہے۔ قوتِ قدسیہ جو انبیاء و اولیاء کو حاصل ہے جس سے اسرارِ غیب و لوائح ملکوت ظاہر ہوتے ہیں۔ جس کی نسبت اللہ فرماتا ہے ولکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا۔ یہ پانچوں نور ہیں ہر ایک کو ان پانچوں میں سے ایک ایک کے ساتھ تشبیہ ہے۔ روح حساس کو مشکوٰۃ سے الخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس کا فیضانِ نبوت برابر ہے۔ گو آپ مونہوں سے کچھ اظہار نہ کریں، مگر وہ نورِ نبوت خود بخود کہے دیتا ہے۔ صدہا لوگ آپؐ کو دیکھتے ہی کہہ دیتے تھے کہ آپؐ نبی برحق ہیں جیسا کہ زیتون کے تیل صافی میں شعلہ اٹھنے کا مادہ تیار ہے۔ نور پر نور ہے۔ ایک نور ابراہیمی جو ان کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی (سفر استثنیٰ باب ۱۸) کے مطابق پشت در پشت چلا آتا تھا۔ دوسرا خود حضرت کا نور محمدی جو تمام انوار حسیہ و عقلیہ کا منتہیٰ اور مظہر اول اور منبع ہے ۱۲ ابو محمد عبدالحق۔

ع۔ مشکوٰۃ۔ سراج وغیرہ ۱۲ منہ

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ

ان گھروں میں کہ جن کی تعظیم کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہو اور ان میں اس کا

فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ

نام یاد کیا جاتا ہے اس میں صبح اور شام اس کی تسبیح و تقدیس

وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ

کی جاتی ہے۔ ایسے لوگ تسبیح کیا کرتے ہیں کہ جن کو نہ تجارت

تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

اور بیچنا ذکر الٰہی سے روکتا ہے اور

اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ

نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے۔

یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ

وہ اس دن کو ڈرتے رہتے ہیں کہ جس میں دل اور آنکھیں

وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ

اُلٹ جاویں گی تاکہ اللہ ان کو ان کے عمل کا

مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَ

اچھا بدلہ دے اور ان کو اپنے فضل سے اور بھی دے یعنی توقع سے بھی زیادہ امید بھی نہ کھتے ہوں۔

اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

ترکیب

فی بیوت یا تو صفت ہے زجاجہ کی المصباح فی زجاجۃ فی بیوت یا یوقد سے متعلق ہے لے توقد فی المساجد یا یسبح سے متعلق ہے وہوالاقویٰ۔ رجال یسبح کا فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ لا تلہیہم رجال کی صفت یخافون صفت ثانیہ لیجزیہم یسبح سے متعلق۔

تفسیر

فی بیوت کو جمہور مفسرین نے کلام سابق کا تتمہ قرار دے کر تشبیہ میں شامل کیا ہے یعنی وہ چراغ جو آئینہ میں ہو اور صاف تیل سے روشن کیا ہو کسی گندہ اور ناپاک مکان میں نہ ہو کہ جس کی روشنی صاف باطنوں کی آنکھوں میں بے قدر معلوم ہوتی ہو بلکہ ان مکانوں میں ہو کہ جن کے بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا یعنی مساجد، خانہ کعبہ، مسجد نبوی، بیت المقدس، مسجد قبا، یا عام مساجد اور ان کے بلند کرنے سے مراد یا حقیقۃً بلند کرنا ہے یا تعظیم کرنا۔ ان مقامات خصوصًا بیت المقدس کی قندیلوں کی روشنی جو زیتون کے عمدہ تیل سے روشن ہوتی تھیں ضرب المثل تھی۔ پھر ان گھروں کی صفت میں فرماتا ہے کہ ان میں ایسے لوگ صبح و شام خدا کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں اور اس کا نام لیا کرتے ہیں (یہ عام ہے خواہ نماز فرائض و نوافل کے ذریعہ سے ہو خواہ بغیر اس کے صرف ذکر و تسبیح ہو) کہ جن کو ذکر الٰہی اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت روک سکتی ہے نہ بیع کرنا۔ تجارت عام ہے خرید اور فروخت دونوں کو شامل ہے مگر فروخت میں نقد حاصل کیا جاتا ہے اس میں اور بھی لالچ ہے جو انسان کو ذکر الٰہی سے روک دیتا ہے اس لیے اس کو جداگانہ بھی بیان کیا کہ ان کو فروخت بھی نہیں روک سکتی۔ اور باوجود اس قدر یاد الٰہی میں مشغول ہونے اور زکوٰۃ و خیرات دینے کے وہ لوگ اپنی عبادت پر نازاں نہیں بلکہ قیامت کے دن سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس دن دل اور آنکھوں کا عجب حال ہوگا دل صدمات کے مارے ہوا ہوگا اور آنکھیں اوپر کو ٹکٹکی باندھے ہوئے ہوں گی کہ کیا حکم آتا ہے؟ یہ سب باتیں ان کی اس بات کا سبب ہیں کہ اللہ ان کے عمدہ اعمال کا عمدہ بدلہ دے گا اور نہ صرف بدلہ بلکہ اعمال کے سوا اپنے فضل سے اور بڑھتی بھی عطا کرے گا کیوں کہ وہ بے نیاز بے پرواہ ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں فی بیوت یسبح سے متعلق ہے اور یہ ایک جداگانہ کلام ہے جس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ نور کہ جس کو تشبیہ دی گئی ہے کہاں اور کس جگہ پایا جاتا ہے؟ پھر آپ ہی بتلاتا ہے کہ ایسے گھروں میں پایا جاتا ہے کہ جن کے بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور جن میں اس کی یاد کی جاتی ہے اور وہاں ایسے پاک باز لوگ اس کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں کہ جن کو کوئی شغلِ دنیاوی ان کے کار سے نہیں روکتا دست بکار دل بہ یار ان کا شیوۂ خاص اور انہیں کے دلوں اور سینوں میں نورِ الٰہی کا وہ چراغ روشن ہے کہ جس سے ان کو اللہ نے اس راہِ راست اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے، واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

رجال کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مساجد میں حاضر ہونا مردوں کے لیے ہے جمعہ اور جماعت انہیں پر ہے نہ عورتوں پر۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ دراصل رجال یعنی مرد ایسے ہی لوگ ہیں کیوں کہ دنیا مردار کے طالب کتے ہیں، اور مولیٰ کے طالب مرد ہیں۔ بڑی مردانگی یہی ہے، نہ کہ کھانا، سونا، جماع کرنا، کسی کو مار ڈالنا۔ نفس کا مار ڈالنا اور نفسانی خواہشوں کو اس چراغِ ہدایت سے جلا دینا بڑی مردانگی ہے۔ اس کلامِ پاک کی شرح کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ
اور وہ جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں کہ جیسے جنگل میں
بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى
چمکتی ہوئی ریت جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ
اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَـيْـــًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ
جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اللہ ہی کو اپنے پاس
عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ
پایا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا اور اللہ نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ جلد

الْحِسَابِ ۝۳۹ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ
حساب لینے والا ہے یا ایسی مثال ہو کہ جیسے موج زن دریا میں اندھیریاں
لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
ہوتی ہیں کہ جس کو ایک موج پر دوسری
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ
موج نے اور اس پر بادل نے ڈھانک رکھا ہو اندھیریاں ہیں
بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ
ایک کے اوپر ایک (انسان ان) جب اپنا ہاتھ نکالے
لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ
تو اس کو کچھ بھی دیکھ نہ سکے اور جس کو اللہ ہی نے نور
ع ٥ ١١ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝۴۰
نہ دیا ہو تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔

ترکیب

بقیعۃ موضع جر میں سراب کی صفت یحسب بھی سراب کی صفت تیعۃ جمع قاع اے فی فلاۃ والیاء فی قیعۃ بدل من واو لسکونہا وانکسار ماقبلہا لانہم قالوا فی قاع اقواع۔ او کظلمات معطوف ہے سراب پر تقدیرہ او کاعمال ذی ظلمات فیقدر ذی لیعود الضمیر من قولہ اذا اخرج یدہ الیہ ویمکن ان یقال لاحذف فیہ والمعنی انہ شبہ اعمال الکفار بالظلمۃ فی حیلولتہا بین القلب وبین ما یہتدی الیہ۔ فی بحر صفت ظلمت۔ لجی نسبۃ الی اللج اے ذی لجۃ۔ یغشہ صفت اخریٰ۔ من فوقہ صفۃ لموج والموج الثانی مرفوع بالظرف لانہ قد اعتمد و یجوز ان یکون مبتدأ والظرف خبرہ من فوقہ سحاب نعت للموج الثانی۔ ظلمت بالرفع خبر مبتدأ محذوف اے ہذہ ظلمات۔

تفسیر

اُس نور اور نورانی لوگوں کے بعد ظلمت اور ظلمانی لوگوں کا حال بھی تشبیہ میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

فقال والذین کفروا الخ کہ کافروں کے اعمال جن کو وہ نیک اور وسیلۂ آخرت سمجھا کرتے ہیں سراب کی مانند ہیں جس کو جنگل میں دوپہر کے وقت پیاسا دور سے پانی سمجھ کر بڑی بے قراری سے اس کے پاس آتا ہے اور وہاں جا کر کچھ بھی نہیں پاتا۔ یہی حال ان کا ہے کہ بوقتِ مرگ جن اعمال پر ان کو سہارا تھا ان کو کچھ بھی نہ پاویں گے اور اللہ ہی سے ان کو وہاں معاملہ پڑے گا۔ سو وہ ان کا حساب پورا کر دے گا۔

ازہری کہتے ہیں سراب وہ ہے جو ٹھیک دوپہر میں دور سے پانی سا موجیں مارتا ہوا دکھائی دیا کرتا ہے یعنی پانی چلتا ہوا دکھائی دیا کرتا ہے یقال سرب الماء یسرب سروبا اذا جرے فہو سارب۔ قولہ تعالٰے ووجد اللہ عندہ ای وجد عقاب اللہ الذی یوعد بہ الکافر عند ذلک۔ یہ ان کے بقیہ احوال کا بیان ہے جو اس کے بعد ان پر عارض ہوگا بطور تکملہ کے۔ تاکہ یہ نہ سمجھا جاوے کہ ان کے حال کا اسی پر حصر ہے بلکہ اس کے بعد اور بھی برا حال ہوگا۔ پس یہ لم یجدہ شیئًا پر معطوف نہیں (ابوالسعود)۔

اوکظلمت یہ دوسری مثال ہے کفار کے حال کی۔ پہلی مثال میں یہ بتلایا گیا کہ ان کے اعمال اگر اچھے بھی ہیں تو عقائدِ صحیحہ نہ ہونے کی وجہ سے سراب کی مانند ہیں۔ آخرت میں ان سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ اور اگر برے ہیں تو وہ ظلمات ہیں۔ یا یوں کہو کہ پہلی مثال میں ان کے اعمال کا بیان تھا کہ وہ کچھ بھی فائدہ مند نہیں اور دوسری مثال میں ان کے عقائد کا بیان ہے کہ وہ ظلمات سے مشابہ ہیں جیسا کہ فرمایا یخرجہم من الظلمٰت الی النور ای من الکفر الی الایمان۔ اگلا جملہ ومن لم یجعل اللہ لہٗ نورًا فمالہٗ من نور اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دریا لجّی والے ذو اللجۃ التی ہی معظم الماء الغمر البعید القعر یعنی بڑے گہرے اور بہت عمیق کے قعر میں اندھیرا ہوتا ہے۔ پھر جب اس پر امواج کا تلاطم ہوتا ہے تو اور بھی اندھیرا زیادہ ہو جاتا ہے اور جب کہ امواج پر بادل اور گھٹا گھنگھور ہوتی ہے تو انتہا درجہ کی اندھیری ہو جاتی ہے تو ایسی حالت میں ہاتھ بھی نہیں دکھائی دیتا حالانکہ پاس کی چیزوں میں سے جو دکھائی دیا کرتے ہیں عادۃً ہاتھ ہی بہت قریب سمجھا جایا کرتا ہے۔ اسی طرح کافر تین اندھیریوں میں مبتلا ہیں اوّل اعتقادِ بد کی ظلمت جو بحرِ عمیق کے مشابہ ہے اور عقائد کا محل دل ہے جس کو مختلف موجیں مارنے میں اور خطرات و شہوات کے تلاطم میں بڑی مناسبت اور کامل تشبیہ ہے۔ دوم قولِ بد کی ظلمت جو اس کی زبان سے نکل کر دریا کی طرح موجیں مارتی ہے۔ سوم عملِ بد کی ظلمت جو بادل کی طرح محیط ہے۔ یا اس کے قلب اور سمع و بصر کی اندھیریاں مراد ہیں۔ یا اپنے کفر پر جو اس کو اصرار ہے اس کی ظلماتِ متراکمہ کو دریا اور امواج اور سحاب کی ظلماتِ متراکمہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس وہ کافر ان اندھیریوں میں مبتلا ہے۔ اب اگر اس کو اللہ ہی اندھیریوں سے نہ نکالے اور نور میں نہ لائے تو کون نکال سکتا ہے اور نور میں لا سکتا ہے اس لیے فرمایا ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فمالہ من نور۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ

پرندے جو پر پھیلائے اُڑتے ہیں (وہ) سب اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ

ہر ایک نے اپنی اپنی نماز اور تسبیح معلوم کر رکھی ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ

اور اللہ ہی خوب جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں اور آسمانوں

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى

اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کو سزاوار ہے اور اللہ ہی کے

اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

پاس پھر کر جانا بھی ہے کیا (اے مخاطب) تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ

يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ

ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر وہی ان کے ٹکڑے ملاتا ہے پھر

يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ

ان کو گھنگھور گھٹا بناتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ ان میں سے

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ

مینہ برساتا ہے اور وہی آسمانی پہاڑوں سے جو

مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ

بادلوں میں ہیں اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ

چاہتا ہے گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا

يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ

ہے اس کی بجلی کی چمک ہے کہ آنکھوں (کے نور) کو

بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ

اُچکائے لیے جا رہی ہے۔ (اور) اللہ ہی رات اور دن کو

وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً

بدلتا رہتا ہے بے شک اس میں آنکھوں والوں کیلئے

لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ

ایک بڑی عبرت ہے اور اللہ ہی نے تمام

كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ

زمین پر چلنے والے جانوروں کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر بعض تو ان میں وہ ہیں

يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ

جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ہیں کہ اپنے دو پاؤں

عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ

سے چلتے ہیں اور بعض ہیں کہ چار پاؤں

عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ

سے چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾

اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ

البتہ ہم نے کھلی کھلی آیتیں نازل کر دی ہیں[۱] اور

اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ

اللہ ہی جس کو چاہتا ہے سیدھے رستہ کی طرف

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾

ہدایت کرتا ہے۔

ترکیب

الطیر معطوف علی من۔ جمع طائر صافات حال من الطیر اے باسطات اجنحتھن۔ علم کی ضمیر راجع ہے کل کی طرف وہو الاقوٰی لان القراءۃ برفع کل علی الابتداء۔ یزجی یسوق برفق۔ بینہ انما جاز دخول بین علی المفرد لان المعنی بین اجزاء السحاب۔ رکاما متراکما بعضہ فوق بعض الودق المطر من خلالہ اے مخارجہ جمع خلل کجبال فی جبل۔ من السماء من لابتداء الغایۃ من جبال کا من یا زائدہ ہو

[۱] جن سے ہماری قدرت اور کمال واضح ہوتا ہے ۱۲ منہ

اور ممکن ہے کہ پہلے من سے بدل ہو علی اعادۃ الجار والتقدیر و ینزل من جبال السماء لے من جبال فی السماء ۔ من برد بیان للجبال والمفعول محذوف لے ینزل مبتداء من جبال فیہا من برد بردًا ۔

تفسیر

انوار قلوب المؤمنین وظلمات قلوب الکافرین کے بعد وہ چند دلائل توحید بیان کرتا ہے جن میں نظر کرنے سے حق سبحانہ اور اس کی توحید کا نور متجلی ہو کر نور پر نور کی کیفیت حاصل ہو جاوے۔

فقال الم تر ان اللہ یسبح لہ الخ یہ اول دلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان ہی پر کیا موقوف ہے۔ جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے ملائکہ اور روحانیات، اور جو کچھ کہ زمین پر ہے انسان اور حیوان حجر اور شجر بلکہ جو ان کے درمیان ہے پرند جو ہوا میں پر کھولے معلق اڑتے پھرتے ہیں سب اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں۔ الم تر سے مراد الم تعلم ہے۔ کیوں کہ ان چیزوں کی تسبیح آنکھوں سے نہیں دیکھتی ہاں دل کی آنکھوں سے دکھلاتی دیتی ہے یعنی عقل سے معلوم ہو سکتی ہے۔

تسبیح کرنے سے متکلمین کے نزدیک ان چیزوں کا اس پر دلالت کرنا مراد ہے کہ ان کا خالق صفاتِ نقصان سے منزہ اور بری اور صفاتِ کمال اور نعوتِ جلال سے موصوف ہے یعنی تسبیح بدلالۃ الحال ہے نہ بالمقال بعض کہتے ہیں بعض چیزیں زبان سے بھی تسبیح کرتی ہیں عقلاء انسان ملائک جن وغیرہ اور بعض بدلالۃ الحال۔ بعض کہتے ہیں ہر چیز اپنی ایک خاص زبان سے جو اس کو عطا کی گئی ہے اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ جمادات اپنی زبانِ جمادی سے کرتے ہیں۔ کبھی جمادات کی تسبیح بعض روشن ضمیروں کو بھی سنائی دے جاتی ہے۔ چنانچہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کنکریوں کی تسبیح سنائی دی۔ اور نیز عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وہو یؤکل (رواہ البخاری) کہ ہم کھاتے میں کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ اور نباتات اپنی زبانِ نباتی سے تسبیح کرتے ہیں۔ چنانچہ مسجد نبوی میں کھجور کا ٹھنڈ جو مسجد کا ستون تھا جس پر آپ سہارا لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے حضرت کے فراق میں رویا اور اس کا رونا سب کو سنائی دیا (رواہ البخاری) رہے حیوانات پرند اور غیر پرند سو ان کے عجائب افعال اس بات کی صریح دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ایک قسم کی گویائی اور ادراک عطا کیا ہے اور وہ اللہ کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں اور اللہ نے ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح فطری طور پر تعلیم فرمائی ہے کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ۔ اور اسی لیے بعد میں فرمایا واللہ علیم بما یفعلون۔

اس کے بعد مبدأ و معاد کا مسئلہ ظاہر کرتا ہے وللہ ملک السموٰت والارض کہ ہر چیز کا وجود اسی کی طرف سے ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے اسی لیے اس کو تسبیح و تقدیس کا استحقاق ہے والی اللہ المصیر اور پھر اسی کے پاس جانا بھی ہے اس لیے اس کی تسبیح و تقدیس ضرور ہے آخر اسی سے کام پڑے گا۔ حاصل یہ کہ یہ سب عالم مسخر ہے صغریٰ بدیہی الثبوت ہے اس لیے اس کو الم تر سے تعبیر کیا۔ اور جو چیز مسخر اور منقاد ہے وہ خدا نہیں۔ ثابت ہوا کہ عالم میں سے کوئی چیز بھی قابلِ پرستش نہیں۔ پھر جو ان کو پوجتے ہیں وہ ظلمات متراکمہ ہیں جو ان کے تخیلات باطلہ میں گرفتار ہیں۔

الم تر ان اللہ یزجی سحابًا۔ یہ دوسری دلیل ہے کہ اللہ بادل پیدا کرتا ہے پھر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جمع کر کے ان کو گھنگھور گھٹا بناتا ہے اور ان بادلوں میں سے کس لطف کے ساتھ مینہ برساتا ہے۔ یہ نہیں ہونے دیتا کہ

مشک کا دہانہ کھلنے سے جس طرح بے تحاشا پانی گر پڑتا ہے اس طرح گرے۔ یہ بھی حکیم و قدیر کی عجب قدرت ہے۔ پھر اس پر اور حکمت دیکھو وینزل من السماء من جبال فیھا من برد کہ انہیں بادلوں میں سے جو پہاڑ کی مانند ہیں جس طرح مینہ برساتا ہے اسی طرح جسم جامد اولے بھی برسا دیتا ہے جن کو پتھر کہنا بمناسبت من جبال نہایت مناسب ہے۔ اس پر اور بھی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ قابلِ غور ہے یکاد سنا برقہ یذھب بالابصار کہ اس سرد اور تر جگہ سے کہ جہاں سے اولے اور مینہ برستا ہے بجلی بھی ظاہر کرتا ہے جو سخت آتش بلکہ آتش کی روح ہے پھر وہ اس طرح سے کوندتی ہے کہ دیکھنے والے بھی آنکھ بند کر لیتے ہیں آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لاتیں۔ پھر عاقل بصیر ان سب چیزوں سے اس قادر حکیم کا جلوہ دیکھ سکتا ہے کہ جس سے عقل کی آنکھیں نہیں چندھیاتیں بلکہ اور بھی اس نورِ عقلی سے روشن ہو جاتی ہیں۔ کلام میں بلاغت بھی کس درجہ کی ہے کہ مینہ کا سارا سماں باندھ دیا۔

یقلب اللہ الیل والنھار یہ تیسری دلیل ہے کہ اللہ ہی رات دن کو بدلتا ہے رات کے بعد دن دن کے بعد رات لاتا ہے اور پھر ہر ایک کو چھوٹا بڑا بھی کرتا گو یہ آفتاب یا زمین کی حرکت سے ہو مگر ان کی حرکت بھی تو اسی کے ید قدرت میں ہے۔ تمام اسباب کا سلسلہ انجام کار اسی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے ان فی ذٰلک لعبرۃ لاولی الابصار کہ ان میں انہیں کے لیے عبرت ہے جو چشمِ بصیرت رکھتے ہیں وہی ان دلائل سے بانیٔ عالم کا وجودِ باکمال سمجھ سکتے ہیں اور اس کی صفاتِ کاملہ سمجھنے کے بعد یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا میں جس قدر نعمتیں ہیں اس کے ہاں سے آتی ہیں وہی مینہ برسا کر دنیا کو آباد کرتا ہے اور سب کے اسباب وہی مہیا کر دیتا ہے۔ اور نیز یہ کہ رحمت ناشکری کے وقت زحمت ہو جاتی ہے۔ بادلوں میں سے پانی بھی برساتا ہے مگر وہیں بجلی اور اولے بربادی کے بھی سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ اور نیز دولت کے بعد افلاس اور زوال کے بعد اقبال، علت کے بعد تندرستی یہ سب باتیں رات دن کی الٹا پلٹی کی طرح وہی الٹتا پلٹتا ہے۔ اگر عقل ہے تو پھر غیر کی پرستش کبھی نہ کرے۔

واللہ خلق کل دابۃ من ماء الخ یہ چوتھی دلیل ہے کہ اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا پھر کسی کو پیٹ کے بل کسی کو دو پاؤں پر کسی کو چار پاؤں پر چلایا یہ اختلاف اور یہ پیدائش بھی اسی صانع حکیم کا فعل ہے نہ طبیعت کا نہ مادہ کا نہ کسی اور کا۔

سوال۔ بہت سے جاندار پانی سے نہیں پیدا ہوئے۔ جن آگ سے ملائکہ نور سے، آدم خاک سے اور اور نیز موادِ ارضیہ سے بھی حیوانات کو پیدا ہوتے دیکھا ہے۔

جواب۔ من ماء صلہ کل دابۃ کا ہے نہ خلق کا۔ یعنی جو جانور پانی سے بنتے ہیں ان کو اللہ نے ایسا بنایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل جمیع مخلوقات کی پانی ہے پھر اس پانی سے اور عناصر پیدا ہوئے جیسا کہ جلدِ ثانی میں ہم نے بیان کیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دابۃ سے مراد زمین پر چلنے والے جانور ہیں جن کی پیدائش پانی سے ہے پس جن اور ملائکہ ان میں داخل نہیں۔ من ماء کو نکرہ لا کر یہ بتا دیا کہ ہر نوع دابۃ کو اس پانی سے پیدا کیا جس کے ساتھ وہ مخصوص ہے۔ بعض جانور پیٹ کے بل چلتے ہیں سانپ وغیرہ۔ بعض دو پاؤں سے انسان وغیرہ۔ بعض چار سے گائے بھینس گھوڑا وغیرہ اور بھی عجائب مخلوقات میں یا کسی کے چار سے زیادہ پاؤں ہیں کھنکھجورا وغیرہ تو ان سب کی طرف یخلق اللہ ما یشاء ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر میں اشارہ کر دیا۔

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَ

اور (اے رسول) منافق یہ تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور

أَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن

فرمانبردار بھی ہو گئے (مگر) اس کے بعد بھی ان میں سے ایک فریق

بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾

پھر جاتا ہے اور وہ تو سرے سے ایمان ہی نہیں لائے تھے

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ

اور جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف باہم فیصلہ کے لیے

بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾

بلائے جاتے ہیں تو جبھی ایک فریق ان میں سے منہ موڑ لیتا ہے

وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ

اور اگر ان کے لیے حق پہنچتا ہو تو رسول کے پاس گردن

مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ

جھکائے چلے آتے ہیں کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے

أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ

یا شک میں پڑے ہیں یا اس سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول

عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ

ان کی حق تلفی کر دے گا (وہ تو ایسا نہیں کریں گے) بلکہ وہ

الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ ع ۱۰ ۱۲

خود ہی ظالم ہیں مومنوں کی بات تو

الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَ

یہی تھی کہ جب ان کو اللہ اس کے رسول کی طرف

رَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا

اس لیے بلایا گیا تھا کہ ان میں فیصلہ کر دیا جاتا (تو یہی) کہتے کہ ہم نے

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

(حکم) سن لیا اور مان لیا اور وہی لوگ

الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَ

فلاح پانے والے بھی ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول

رَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ

کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی کو عذر کرتا ہو

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ وَ

سو وہی کامیاب ہوتا ہے اور

أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن

وہ اللہ کی پکی پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آپ

أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُل لَّا تُقْسِمُوا ۖ

حکم دیں تو ہم اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل پڑیں کہہ دو قسمیں تو نہ کھاؤ

طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ

دستور کے موافق حکم برداری چاہیے بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ

بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ

اس کو (خوب) جانتا ہے کہو اللہ اور اس کے

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

رسول کی فرماں برداری کرتے رہو پھر اگر اس پر بھی پھر جاویں تو پیغمبر پر

عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ

تو وہی ہے جس کا وہ ذمہ دار ہے اور تم پر وہ ہے جو تمہارے ذمہ لازم کیا گیا ہے

وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى

(کہہ دو) اور اگر اس کا کہا مانو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول پر تو بجز

الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾

اس کے اور کچھ نہیں کہ کھول کر (صاف صاف) پہنچا دیوے ۵

تفسیر

ان دلائل کے بعد جو انسان کے دل میں نور ابدی
اور سرور سرمدی پیدا کرتے ہیں چند گمراہ ازلیوں کا تذکرہ کرتا ہے

جو ظلمات میں مبتلا ہیں اور ان ظلمات کے سبب ذرا ذرا سی باتوں میں بھی رسولِ کریم کے اتباع کرنے سے دل چرا جاتے اور حیلہ بہانہ بناتے ہیں۔ یہ چند منافق جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے انہیں کی طرف ان آیات میں روئے سخن ہے کہ یہ لوگ منہ سے تو ایمان و فرماں برداری کا اقرار کرتے ہیں اور موقع پر اگر منہ موڑ جاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ مومن نہیں اور جب کسی باہمی فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تو انکار کر جاتے ہیں اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا تو رسول کے پاس دوڑے چلے آتے ہیں پھر کیا ان کے دل میں مرضِ نفاق ہے یا شک میں پڑے ہوئے ہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟ بلکہ وہی ظالم ہیں جو ایسی بدگمانی رسول اور اللہ کی طرف جائز رکھتے ہیں۔ ایمان داروں کی یہ شان نہیں بلکہ ان کی یہ شان ہے کہ جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاوے یعنی کوئی حکم دیا جاوے تو سمعنا و اطعنا کے سوا اور کچھ نہ کہیں یعنی یہی کہیں کہ ہم نے حکم ادا کیا۔ اس سرزنش کے بعد وہ منافق قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اگر آپ ہمیں وطن سے نکل جانے کا بھی حکم دیں گے تو ہم تعمیل کریں گے یعنی ہم دل سے مطیع ہیں۔ فرمایا کہہ دو کیوں جھوٹی قسمیں کھاتے ہو۔ وطن سے نکلنے کا کوئی حکم نہیں دیتا دستور کے موافق طاعت کا اللہ اور رسول حکم دیتا ہے اسی پر قائم رہو اور اس پر بھی قائم نہ رہو گے تو رسول پر کچھ نہیں وہ پہنچا چکا اس کا بار تمہیں پر ہے۔

اب اس میں مختلف روایات ہیں کہ ان آیات میں کون منافق مراد ہیں اور کس خاص معاملہ کی طرف اشارہ ہے؟ مقاتل کہتے ہیں بشر منافق مراد ہے اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا جس میں وہ حق پر نہ تھا اس لیے کہتا تھا کہ اس کا فیصلہ کعب بن اشرف سردار یہود کرے گا۔ یہودی جانتا تھا وہ دغاباز ہے اس لیے وہ کہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی طرف چلو۔

ضحاک کہتے ہیں مغیرہ بن وائل منافق اور حضرت علی بن ابی طالب رضی میں ایک زمین کی بابت نزاع تھی علی ؓ نے کہا آں حضرت ؐ سے فیصلہ کراؤ اس نے انکار کیا، واللہ اعلم۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ
اللہ نے تم میں سے ایمان داروں اور اچھے کام کرنے والوں
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي
کے لیے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کو ضرور ملک کی خلافت (حکومت)
الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا
مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
کی تھی اور جس دین کو ان کے لیے
دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ
اس نے پسند کیا ہے ان کے لیے اس کو ضرور مستحکم کردے گا اور
لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا
البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا
يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ
وہ (باطمینان) میری عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں گے اور
مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
جو کوئی اس کے بعد بھی ناشکری کرے سو وہی
الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
فاسق ہیں اور نماز پڑھا کرو
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ
اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ

تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے نبیؐ خیال بھی نہ کرنا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ

کہ منکر ملک میں (اپنی تدابیر سے) ہم کو ہرا دیں گے

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۷ ۱۳

اور ان کا ٹھکانا تو آگ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

ترکیب

لیستخلفنھم ہو جواب قسم مضمر اے وعدھم و اقسم لیستخلفنھم۔ یعبدوننی حال من الذین او استیناف۔ لا یشرکون حال من الواو لے یعبدوننی غیر مشرکین۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں وہی فلاح پاویں گے وہی کامیاب ہوں گے۔ آخرت کی کامیابی تو متعدد مقامات پر بیان ہو چکی تھی۔ اب یہاں دنیا کی کامیابی کا بیان فرماتا ہے بقولہ وعد اللہ الخ اور اس وعدہ کے بعد پھر ان مسلمانوں کو کہ جن کے لیے خلافت و امامت اور زمین پر حکومت و شوکت کا وعدہ کیا ہے و اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ الخ کا حکم دیتا ہے کہ زمین پر اقتدار پا کر اور سلطنت و شوکت حاصل کر کے بنی اسرائیل کی طرح خدا اور اس کے رسول سے برگشتہ نہ ہو جانا بلکہ نماز روزہ اور جمیع امور میں اس کے احکام کی پابندی کرنا جن کی طرف واطیعوا الرسول میں اجمالاً اشارہ ہے تاکہ تم پر رحم کیا جاوے ورنہ قہر الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے شوکت و سلطنت چھین لی جائے گی اور جو دنیا میں اقتدار پا کر خدا سے سرتابی کرتے ہیں اور تکبر میں آکر دین کی پروا نہیں کرتے ان کو یہ نہ سمجھو کہ وہ خدا کے قبضے میں نہیں رہے دنیا میں بھی وہ رسوا ہوں گے اور آخرت میں بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور نیز اس فقرہ لا تحسبن الخ میں مسلمانوں کو تسلی دیتا اور اپنے وعدۂ خلافت کا وثوق ظاہر کرتا ہے کہ اے مسلمانو! آج جو تم کفار سے دبے ہوتے ہو اور تمہارے مقابلہ میں روم و ایران وغیرہ بڑی بڑی سلطنتیں ہیں یہ سب ہمارے بس میں ہیں، ان کو ہم مغلوب و مقہور کرنے پر قادر ہیں۔

حاکم نے بسند صحیح نیز طبرانی نے ابی بن کعبؓ سے (اس آیت کے شان نزول میں) یوں روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو تمام جزیرۂ عرب دشمن ہو گیا مسلمان ہر وقت خوف کی حالت میں ہتیار بند رہا کرتے تھے، اور آرزو کیا کرتے تھے کہ کبھی ایسے بھی دن آئیں گے کہ ہم بھی امن سے رات کو سویا کریں گے کہ بجز خوف خدا اور کسی کا خوف نہ ہوگا ایسی حالت میں ان کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ خصوصاً جنگ احزاب میں تو مسلمانوں پر از حد تکلیف اور سخت خوف و ہراس تھا۔ ابو العالیہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے بھی ایسا ہی کچھ نقل کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اُس وقت کے مسلمانوں سے جو نیک تھے بطور "پیشین گوئی" یہ وعدہ کرتا ہے کہ ہم ان کو زمین پر اس طرح سے خلیفہ کریں گے یعنی سلطنت و حکومت دیں گے کہ جس طرح تم سے پہلوں کو دی تھی حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام وغیرہما کو، اور ان کے حق پسند دین پر ان کو قادر کر دیں گے کہ آزادی سے وہ اپنے مذہب کی پابندی کریں گے کسی کی روک ٹوک نہ ہوگی ہر طرح سے اس مذہب کے پھیلانے پر قادر ہونگے اور خوف جو ان کو دشمنوں کا رہتا ہے اس کو دور کر کے اس کے بدلے میں امن دیں گے کسی سے نہ ڈریں گے کہ

دین کو مخفی کریں۔

یعبدونني میری عبادت کیا کریں گے اور میرا کسی کو شریک نہ کریں گے یعنی بے کھٹکے عبادت توحید کو بجا لائینگے اور نیک ہوں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا وہ فاسق ہے اس پر حمایتِ الٰہی کا ہاتھ نہ رہے گا۔ صدق اللہ العلی العظیم۔

اس نے یہ وعدہ پورا کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگِ احزاب کے بعد غلبہ دیا اور پھر آپؐ کے بعد حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے عہدِ خلافت میں تنہا عرب بلکہ روم و ایران وغیرہ سرسبز سلطنتیں بھی ان کے ہاتھ میں دیں اور نہایت امن کے ساتھ ان کے زمانوں میں دینِ اسلام کی اشاعت و ترقی ہوئی۔ اس آیت سے خلفاء اربعہ کی خلافت کا برحق ہونا صاف صاف ثابت ہوتا ہے۔ خوارج کا قول باطل ہے جو وہ حضرت عثمانؓ و علیؓ کو خارج کرتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ کا قول بھی غلط ہے جو وہ خلفاء ثلثہ کو خارج سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ فتوحاتِ اسلام تو انہیں حضرات کے عہد میں ظہور میں آئیں، اور حضرت علیؓ ان کے عقیدہ کے موافق تقیہ کرتے تھے ان کو امن حاصل نہ ہوا وہ اس آیت کے مصداق ہو نہیں سکتے اور اسی طرح باقی ائمۂ اطہار کو تو سرے حکومت ہی نہیں ملی اور وہ بھی خوف سے تقیہ کرتے رہے ان کے مہدی تو آج تک ڈر کے مارے کسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔ افسوس بعد میں مسلمانوں نے فسق و فجور اختیار کیا وہ شوکت و قوت بھی ان کی نہ رہی اور اب بھی باز نہیں آتے۔ مسلمانوں کی ترقی اور قومی شوکت کا یہی سبب ہے جس سے آج کل کے ریفارمر غافل ہو کر اور اسباب ترقی تلاش کر رہے ہیں۔ اللّٰھم ارحم المسلمین واھد سروسائھم۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ
ایمان والو! تمہارے غلام اور تمہارے وہ

الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ
لڑکے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے تم سے ان

لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ
تینوں وقتوں میں اجازت لے کر آیا جایا کریں،

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ
صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت

تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ
جب کہ تم اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو

وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ
اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت

عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ
تمہاری بے پردگی کے ہیں ان (وقتوں) کے بعد نہ تم پر کچھ گناہ

لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ
ہے نہ اُن پر کہ آپس میں

عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ
ایک دوسرے کے پاس آیا جایا کرے اللہ اپنے

یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ
احکام اس طرح کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ

عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝۵۸ وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ
خبردار حکمت والا ہے اور جب تمہارے لڑکے حدِ

مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا
بلوغ کو پہنچ جاویں تو ان کو بھی اجازت لے کر آنا چاہیے جیسا کہ

[illegible]

لہ وحین معطوف علی موضع من قبل ۱۲ تبیان

اَسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

ان سے پہلے (یعنی بڑی عمر کے) اجازت لے کر آتے ہیں

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ

اللہ اس طرح کھول کر تمہارے لیے احکام بیان کرتا ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ

اور اللہ علیم حکیم ہے　اور وہ بڑی

مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا

بوڑھی عورتیں　جو نکاح کی رغبت نہیں رکھتیں

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ

ان پر بھی کچھ گناہ نہیں کہ وہ (اپنے گھروں میں)

ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ

کپڑے اُتار دیا کریں (بشرطیکہ) زینت کی جگہ نہ کھول دیا کریں

وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ

اور اگر اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہت بہتر ہے اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

(سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

ترکیب

ثلث مرات فی الاصل مصدر وقد استعملت ظرفا فعلی ہذا نصبہا علی الظرفیۃ والعامل لیستاذنکم و القواعد جمع قاعد عن النکاح وامن القعود فقاعدۃ۔

تفسیر

من جملہ اطاعتِ اللہ اور اس کے رسول کے ایک استیذان و اجازت کا مسئلہ بھی ہے۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو ادب سکھاتا ہے جو تدبیر المنزل کے متعلق ایک بڑا اہم مسئلہ تھا جس سے آج تک تمام کتب الہامیہ خالی تھیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری لڑکے کو حضرت عمرؓ کے بلانے کو بھیجا، دوپہر کا وقت تھا عمرؓ سوتے تھے گھر میں گھس گیا اور عمرؓ کو بیدار کیا۔ عمرؓ کا کپڑا کچھ کھل گیا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ ان کے آنے جانے کی بابت بھی کاش خدا تعالیٰ کوئی حکم نازل کرے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آتے ہی حضرتؐ نے یہ آیت سنائی۔ شاید اس آیت کے سنانے کے لیے بلایا ہو۔

مقاتل کہتے ہیں اسماء بنت مرثد کا ایک بڑا لڑکا تھا وہ گھر میں ایک بار ایسے وقت آیا جو ان کو ناگوار معلوم ہوا اس نے آں حضرتؐ سے ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی (معالم)۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مرد اور اجانب جوان یا بالغوں کو تو اجازت لے کر آنے کا پہلے حکم ہو چکا تھا بقولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا الآیۃ اب رہے تھے لڑکے بالے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے جن سے عادۃً پردہ نہیں کیا جاتا وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانے اور اسی طرح اپنے غلام اور لونڈی سے بھی آنے جانے میں پردہ نہیں ہوا کرتا یہ خادم ہیں ہر وقت آقا کے پاس آتے جاتے ہیں۔ اس بارے میں کوئی حکم نہیں آیا تھا لیکن مسلمانوں کو بے وقت آنا

؎ یعنی بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کے قابل نہ رہی ہوں اپنے گھروں میں اپنے بالائی کپڑے اتار کر بیٹھا کریں۔
بشرطیکہ زینت یعنی وہ اعضاء جو عورتوں کی زینت ہیں سینہ اور رانیں نہ کھول دیا کریں تو کچھ مضائقہ نہیں۔
۱۲ منہ۔

ان کا بھی ناگوار معلوم ہوتا تھا اور ہونا بھی چاہیے۔ بھلا کس کا دل چاہتا ہے کہ سونے کے وقت جب کہ کپڑے اتار دیے ہوں کوئی ہوشیار لڑکا گو بالغ نہ ہوا ہو خواہ وہ اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہو یا اپنا غلام ہو بے محابا چلا آئے؟ اس لیے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے غلام اور نابالغ لڑکے تین وقتوں میں تم سے اجازت لے کر آیا کریں صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب کہ کپڑے اتار دیے جاتے ہیں (یہ گرمی میں گرم ملکوں میں عام عادت ہے) اور نماز عشاء کے بعد۔ ان اوقات کے بعد پھر اور وقتوں میں بے اجازت اور بے اطلاع آنے جانے کی کچھ ممانعت نہیں، اور وہ لڑکے جب بالغ ہو جاویں تب ان کو ہمہ وقت اسی طرح سے اذن لے کر آنا چاہیے کہ جس طرح ان کو بڑے اور بالغ لوگ اذن لے کر آیا کرتے ہیں کما استاذن الذین من قبلھم سے یہی مراد ہیں نہ کہ پہلی امتوں کے لوگ۔ ان خاص وقتوں کے علاوہ جب کہ بے اذن و بے اطلاع آنے کی غلاموں اور لڑکوں کو اجازت دی گئی تو اس کے ساتھ گھر میں عورتوں کو کس حال میں رہنا چاہیے؟ اس کی بھی تشریح کر دی۔ یہ نہیں کہ جوان عورت گھر میں ننگ دھڑنگ رہا کرے یا ستر غلیظ ڈھانکنے کے لیے کوئی کپڑا باندھ کر باقی برہنہ رہا کرے جیسا کہ بعض قوموں میں دستور ہے۔ بلکہ گھر میں بھی ستر پردہ کے کپڑے پہنے رہے والقواعد من النساء الخ ہاں بڑی بوڑھی عورتوں کو اوڑھنا یا چادر اتار دینا کچھ مضائقہ نہیں اس طرح پر کہ چھپانے کے اعضاء نہ کھلیں اور اگر یہ بھی گھر میں سر کی اوڑھنی وغیرہ نہ اتارا کریں تو بہتر ہے۔ عواقب امور کو اللہ جانتا ہے۔ یہ پہلے حکم کا تکملہ ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ

نہ تو اندھے ہی پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر

حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

اور نہ بیمار پر اور نہ خود

اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ

تم پر اس بات میں کہ تم اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ

اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ

یا اپنے باپ کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ

یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں کو

اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ

یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ

یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے۔ یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ

یا ان گھروں سے کہ جن کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہوں یا اپنے دوست کے گھروں کو

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ مل کر

جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۭ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا

کھاؤ یا الگ الگ پھر جب گھروں میں داخل ہوا جاؤ

فَسَلِّمُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ

تو اپنے لوگوں پر سلام کر لیا کرو جو مبارک اور

عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ

عمدہ دعا اللہ کی طرف سے ہے اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

اللہ کھول کھول کر تمہارے احکام فرماتا ہے تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ؁ ۶۱

سمجھو

ع ۸ ۱۳

ترکیب

تحیۃ مصدر من معنے سلموا لان سلم وحیا بمعنی ۔ من عنداللہ ظرف مستقر صفۃ التحیۃ ۔

تفسیر

اجازت اور گھروں میں جانے کا ذکر آیا تھا اس لیے اس کے بعد باہم مواکلت اور مشاربت کے مسئلہ کو بھی طے فرمادیا بقولہ العظیم لیس علے الاعمیٰ حرج الخ عبدالرزاق نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں میں یہ دستور تھا کہ کسی اندھے یا لنگڑے یا بیمار کو کھانا کھلانے کے لیے اپنے باپ وغیرہ اقارب مذکورہ فی الآیت کے گھر لے جاکر کھانا کھلادیا کرتے تھے۔ مگر وہ لوگ اپنے تقویٰ و دیانت سے اس میں تردد کرتے تھے کہ ہم کو بیگانہ گھروں میں لے جاکر کھانا کھلاتے ہیں یہ آیت نازل ہوئی کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی درست ہے۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ لوگ اندھے اور بیمار اور لنگڑے کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں تامل کرتے تھے اور نیز ان گھروں سے کھانے میں تامل تھا۔ پھر اس کی چند وجوہ بیان کی ہیں۔ اندھے کے ساتھ اس لیے کہ اس کو کھانے میں امتیاز نہیں رہتا۔ اور لنگڑے کے ساتھ اس لیے کہ مجلس طعام میں اس کی نشست حرج انداز خیال کی جاتی تھی، اور بیمار سے تو تنافر طبعی ہوا ہی کرتا ہے بس خدائے تعالیٰ نے رخصت دی۔ صاف معنی یہ ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ الخ تو تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے لوگوں کو یہ بات پیدا ہوگئی کہ اپنے ہی گھروں سے کھانا کھانا درست جانتے تھے رشتہ داروں دوستوں کے گھر سے کھانا ان کا ناحق مال کھانا سمجھتے تھے اور اسی احتیاط سے اندھے کے ساتھ اور بیمار اور لنگڑے کے ساتھ مشترک کر کے نہ کھاتے تھے کہ اندھے کو اچھا لقمہ نہ سوجھے اور میں کھا جاؤں اور بیمار اپنا پورا حصہ نہ کھا سکے گا اور لنگڑے کے آنے میں دیر ہونا معمولی بات ہے مبادا اس سے پیشتر کھایا جاوے اور نیز وہ اچھی طرح بیٹھ بھی نہیں سکتا کہ پورا حصہ برابر کھاوے اور نیز چند آدمی باہم مل کر اسی خیال سے نہ کھاتے تھے کہ مبادا حصہ سے زیادہ کھایا جاوے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ حرج و دقت کی بات ہے شرع نے تم کو تنگ نہیں کیا ہے اس لیے اندھے اور بیمار اور لنگڑے کو اور خود تم کو اجازت ہے کہ حسب دستور قوم اپنے گھروں سے اور اپنے رشتہ داروں کے گھروں سے اور اپنے دوستوں کے گھروں سے اور نیز اس کے گھر سے کہ جس نے تم کو اپنی کنجیاں دے کر مختار کردیا ہے باہم مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔ کس لیے کہ عرب میں عادت اور دستور ہے کہ وہ اپنے عزیزوں دوستوں کے کھانے سے خوش ہوا کرتے ہیں سو یہ اجازت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جہاں دستور نہ ہو یا یہ معلوم ہو کہ ہمارے کھانے سے یہ ناخوش ہوگا تو ہرگز جائز نہیں کہ اس کی اجازت بغیر اس کے گھر سے کھائے ان تاکلوا من بیوتکم اپنے گھروں سے کھانے کی جو اجازت دی حالانکہ اجازت کی کوئی بھی ضرورت نہیں تو اس لیے کہ اپنے گھروں سے مراد اپنی بیویوں کے گھر ہیں یا اپنی اولاد کے گھر۔ اور اس لیے بیویوں اور اولاد کے گھروں کا ذکر آیت میں نہیں آیا۔

فاذا دخلتم بیوتا الخ پھر جب تم ان گھروں میں کھانا کھانے جاؤ تو اول سلام کہہ لیا کرو گویا یہ اجازت مانگنا ہے۔ علی انفسکم سے مراد اپنے لوگ ہیں کیونکہ احباب رشتہ دار بمنزلہ ایک جان کے ہیں اور جو وہاں کوئی نہو تو خود اپنے اوپر سلام کہو السلام علینا من قبل ربنا کیونکہ فرشتے جواب دیتے ہیں اور یہ سلام کہنا جس میں سلامتی کی

طرف اشارہ ہے اور نیز یہ اللہ کا نام ہے اور مذہب اسلام سے بھی خبر دیتا ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے مبارک دعا اور سلام ہے نہ کہ بندگی و کورنش وغیرہ۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا
مؤمن تو وہی ہیں کہ جو اللہ اور اس کے
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ
رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب وہ رسول کے ساتھ
عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ
کسی ایسے کام میں ہوتے ہیں کہ جس میں جمع ہونے کی ضرورت ہے تو جب تک رسول سے اجازت
يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ
نہیں لیتے تو اٹھ کر نہیں چلتے (اے رسول) جو لوگ تم سے اجازت لیتے ہیں
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وہی تو دراصل اللہ اور اس کے رسول پر ایمان
وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ
رکھتے ہیں (اے نبی) پھر جو وہ اپنے کسی کام کے لیے اجازت
شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ
مانگیں تو ان میں سے جس کو آپ چاہیں اجازت بھی دے دیا کریں
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا بھی کریں بے شک اللہ بخشنے والا
رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ
مہربان ہے (مسلمانو!) رسول کے بلانے کو
بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ
آپس کے ایک دوسرے کے بلانے جیسا نہ سمجھو
قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ
اللہ ان کو بھی جانتا ہے کہ جو موقع پا کر
مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ
سٹک جاتے ہیں پس جو لوگ رسول کے حکم
يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ
کی مخالفت کیا کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت
فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾
آ جائے یا ان پر اور کوئی عذاب دردناک نازل ہو جائے
أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ
دیکھو اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے
قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ
البتہ اللہ خوب جانتا ہے جس حال پر کہ تم ہو اور جس دن کہ
يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا
وہ لوگ اس کے پاس پھر لائے جائیں گے تو وہ ان کو بتلائے گا کہ وہ کیا کیا
ع ۹ ۱۵ عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾
کرتے تھے اور اللہ کو ہر بات معلوم ہے

ترکیب

دعاء الرسول المصدر مضاف الی المفعول ای دعائکم الرسول۔ لواذا مصدر فی موضع الحال ویجوز ان یکون منصوبا بیتسللون۔

تفسیر

یہاں سے رسول کی اطاعت کے بارے میں مدینہ کے منافقوں کی مذمت کا بیان ہے جو وہ اس سے پہلے بھی کرتے تھے اس مناسبت کے لیے سورت کا تمام اسی قسم کے آداب پر کرنا ان کے دل میں کیفیت نورانی کا پیدا کر دینا ہے اور ان سب امور کے مصالح اور حکمتوں کی طرف واللہ بکل شیء علیم میں اشارہ کر دیا۔ اور علم چونکہ

نور ہے اس لیے کلام کو اس کے ساتھ ختم کیا۔

ابن اسحاق اور بیہقی نے دلائل میں عروہ و محمد بن کعب قرظی وغیرہما سے روایت کی ہے کہ غزوۂ احزاب کے ایام میں ابوسفیان قریش کو لے کر چڑھ آیا اور دومۃ الجندل کنوئیں کے پاس آ اترا۔ اُدھر قبیلہ غطفان نے آ کر اُحد پہاڑ کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر پاکر مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا، خود بہ نفس نفیس اور مسلمان بھی اس میں شریک ہوئے۔ مگر منافقوں نے پہلوتہی کی ذرا سی بات کا بہانہ کر کے بغیر اجازت و اذن رسول کریم کے چلے جایا کرتے تھے اور جو کسی مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو آپ سے اجازت لے کر جاتا اور کام سے فارغ ہو کر پھر شریک ہو جاتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنین کی مدح میں آیت نازل فرمائی انما المؤمنون الذین الخ اور ضمناً اس میں منافقوں کی مذمت ہے کہ وہ جو اس کا خلاف کرتے ہیں حقیقی مؤمن نہیں ہیں۔ ان اللہ غفور رحیم میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا کہ ان کو ضروری کام میں اذن لے کر جانا گو جائز ہے مگر تب بھی معافی مانگنا چاہیے۔

امر جامع یعنی وہ کام جو اجتماع کو واجب کرے امر کو جامع علیٰ سبیل المجاز کہا گیا۔ پھر اس امر جامع کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ ایسا کام جس میں مسلمانوں کا مجمع ضروری سمجھا جاوے جیسا کہ مخالفین سے لڑائی۔ یا کوئی تعمیر و عمل کے متعلق ایسا کام کہ جس میں عام منفعت ہو یا کوئی مشورہ، اس میں جمعہ اور عیدین بھی شامل ہیں۔ جب امر جامع میں سردار کی اطاعت کا حکم دیا اور مخالفت سے منع کیا تو سردار کے متعلق آداب کا بیان کرنا بھی مناسب ہوا کیوں کہ سردار کی عظمت بغیر کسی امر جامع کا انتظام نہ ہوگا فقال لا تجعلوا دعاء الرسول الخ یہ گیارہواں حکم ہے۔ اس آیت کے معنی میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ رسول جو تم کو پکارے بلائے تو ان کے بلانے کو آپس کے ایک دوسرے کے بلانے کی طرح سرسری نہ سمجھا کرو بلکہ فی الفور حاضر ہوا کرو اور تعمیل حکم کیا کرو۔

دوئم یہ کہ رسول کی دعا کو آپس کی دعاؤں کی طرح نہ سمجھا کرو۔ رسول جس کام کے صلہ میں دعا دیں تو وہ دعا مستجاب ہے اور جس کو بددعا دیں تو وہ بھی مقبول ہے۔ برخلاف عام لوگوں کی دعاؤں و بددعاؤں کے۔

سوئم وہ معنی ہیں جن کو ابو نعیم نے ابن عباسؓ سے بطریق ضحاک نقل کیا ہے کہ لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد، یا ابوالقاسم نام لے کر پکارا کرتے تھے کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو اس کا نام لے کر پکارا کرتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس طرح نہ پکارو بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کے پکارو اور اسی طرح اور بزرگان دین کے ساتھ بھی ادب ملحوظ رکھنا لازم ہے۔

قد یعلم اللہ الخ یہاں تعلیم ادب و مؤمنوں کی مدح کے بعد منافقوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ آنکھ بچا کر نکل جانے والے ہم سے مخفی نہیں رہ سکتے، رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ دنیا میں ان پر کوئی بلا نہ آ پڑے۔ بیماری، تنگدستی، دشمن سے مقہور ہونا، مرگ ناگہانی، زلزلہ وغیرہ اور آخرت میں دردناک عذاب میں نہ مبتلا ہو جاویں اللہ کو تمہارا سب حال معلوم ہے۔ ما انتم علیہ اس کے قبضۂ قدرت میں آسمان و زمین ہے عذاب بھیجنے پر بھی قادر ہے۔ اب تم زبان سے جو چاہو لاف زنی کرو مگر جس روز مر کر اس کے پاس جاؤ گے وہ تم کو تمہارے سب کرتوت بتلا دے گا واللہ بکل شیء علیم۔

سورۂ فرقان

مکیہ ہے اس میں ستتر آیات اور
چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى
اس کی بڑی برکت ذات ہے کہ جس نے اپنے بندہ پر قرآن

عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ①
نازل کیا تاکہ تمام جہان کو ڈر سنایا کرے

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
وہ ذات کہ جو آسمانوں اور زمین کا

الْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ
مالک ہے اور اس نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ کوئی

لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ
اس کی سلطنت میں اس کا شریک رہا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا

شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ② وَاتَّخَذُوْا
کر کے ایک اندازہ پر قائم کر دیا اور لوگوں نے تو اس کے

مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا
سوا اور معبود مقرر کر لیے ہیں کہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ
حالانکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ اور وہ نہ خود اپنی ذات کے لیے

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّ
ضرر کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ نفع کا اور

لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً
نہ موت کا نہ زندگی کا

وَّلَا نُشُوْرًا ③
اور نہ مر کر زندہ ہونے کا

ترکیب

لیکون کا اسم ضمیر جو عبد کی طرف راجع ہے یا فرقان کی طرف یا اللہ کی طرف پھرتی ہو لیکون کا لام نزل سے متعلق ہے الذی یا تو اول الذی سے بدل ہے یا خبر ہے مبتدأ محذوف کی ولم یتخذ جملہ کلام سابق پر معطوف واتخذوا جملہ مستانفہ۔

تفسیر

یہ سورت مکہ میں ہجرت سے پہلے اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ مشرکین مکہ کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم تھا اور وہ حضرت کی رسالت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے اور بت پرستی کے دریا میں غرق تھے اور خدا تعالیٰ کو اور اس کی صفات کو غلط طور پر اپنے اوہام باطلہ کے موافق سمجھ رکھا تھا اس سورت میں ان سب باتوں کا جواب ہے۔

سورۂ نور کے اخیر میں یہ جملہ تھا قد یعلم ما انتم علیہ الخ کہ اللہ کو معلوم ہے کہ جس حال میں تم ہو جس دن تم دنیا سے لوٹ کر اس کے پاس آؤ گے تو وہ تمہیں بتلائے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔ اس کلام میں اول تو عرب کے ان اعمال فاسدہ کی طرف تنبیہ تھی جن میں وہ شب و روز غرق تھے اور ظلمات میں مبتلا تھے۔ اس کا تدارک تو اس سورت کے آخر میں بیان فرمایا۔ اور نیز سورۂ نور میں حکمت عملیہ کے متعلق بہت کچھ ارشاد ہو چکا تھا مگر ان کاموں میں سے ہر ایک سے بت پرستی

تھی۔ دوم اس جہاں میں مر کر خدا کے پاس جانے اور نیک و بد کی جزاء و سزا پانے کا اشارہ تھا مگر یہ دو باتیں عرب کے مشرکوں کے بالکل خلاف تھیں پھر جو ان باتوں کو رد کرنے والی چیز تھی تو وہ نبوت تھی کہ دنیا میں ایک شخص دعویٰ کر کے یہ کہے کہ میں خدا کی طرف سے تمہیں ان باتوں سے منع کرنے کو آیا ہوں۔ یہ اور بھی ان کے نزدیک حیرت انگیز بات تھی۔ اس لیے ان تینوں مسائل کا جو اصولِ مذہب ہیں اس سورت کے اول میں ثابت کرنا ضروری ہوا سب سے اول مسئلہ نبوت شروع کیا کس لیے کہ اسی پر زیادہ توحید و معاد کے مسئلہ کی بنیاد ہے۔

مشرکین کے مسئلہ نبوت میں یہ شبہات تھے۔ اول شبہ ان کا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو کیا غرض ہے جو اس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی؟ دوم اگر نازل ہی کرنا تھا تو اپنے کسی اس بابرکت شخص پر نازل کرنا تھا جس کو اس نے اپنی سلطنت کے اختیارات دے رکھے ہیں جیسا کہ ہمارے معبود لات منات یا ملائکہ وغیرہ۔ سوم پھر اس قرآن سے کیا فائدہ ہے؟ پس ان سب باتوں کا جواب ان آیات میں کس لطف و خوبی کے ساتھ دیا جاتا ہے فقال تبارک الذی الخ یہ اول شبہ کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا برکت والا ہے (قال الزجاج تبارک تفاعل من البرکۃ والبرکۃ کثرۃ الخیر و زیادۃ) بندوں کو خیر اور بھلائی پہنچانا اسی کا کام ہے پس اس نے بندوں کو بھلائی پہنچانے اور سعادت دارین تک لے جانے کے لیے اپنے ایک بندے پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب کیسی کتاب فرقان یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی نازل کی، اس میں ضرورت نزولِ قرآن کی طرف بھی اجمالی اشارہ کیا گیا کہ لوگوں کے عقائد اور افعال سلیمہ و غیر سلیمہ میں توہمات باطلہ سے امتیاز نہیں رہا تھا یہی کتاب ہے جو ان میں فرق کرتی ہے۔

لیکون للعٰلمین نذیرا میں تیسرے شبہ کا تفصیلاً جواب ہے کہ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ عالمین یعنی سب جہان کے لوگوں کو متنبہ کر دے کہ تمہارے ان عقائد اور ان افعال پر دنیا و آخرت میں یہ سب مصائب پیش آنے والے ہیں ان سے پرہیز کرو۔ اُس عہد میں عرب ہند روم شام سب ملکوں میں کفر و شرک و فسق کا دریا طغیانی پہ تھا، اس لیے سب کا نذیر آں حضرتؐ کو قرار دیا گیا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ آں حضرتؐ کل عالم کے نبی ہیں انسانوں کے علاوہ جنوں کے بھی۔

الذی لہ ملک السمٰوٰت الخ میں دوسرے شبہ کا جواب اور ان کے عقائد باطلہ کا رد ہے کہ اس کے قبضہ میں آسمان و زمین ہیں، اس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ اس کی سلطنت میں کسی کا کچھ حصہ ہے بلکہ ہر ایک شے اسی کے ایک خاص اندازہ سے پیدا ہوئی ہے سب مخلوق کو اس سے رشتہ عبودیت کے سوا اور کوئی رشتہ نہیں پھر کیا وجہ کہ وہ اپنے ایک بندہ پر اپنا کلام نازل نہ کرے اس میں ضمناً مسئلہ توحید کی طرف بھی اشارہ ہے۔

واتخذوا الخ یہاں سے مسئلہ توحید شروع ہوتا ہے کہ لوگوں نے غلط توہمات سے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں کہ جو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور خدا کے لیے یہ بات ضرور ہے کہ وہ پیدا کرتا ہو اس کو کسی نے پیدا نہ کیا ہو۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ خاص اپنے نفع نقصان کا بھی تو انہیں اختیار نہیں اور نہ کسی کو مار سکتے ہیں نہ جلا سکتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ قرآن کچھ نہیں مگر
اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ
جھوٹ کہ جس کو خود گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی مدد

اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ④

کی ہے پس وہ منکر تو بڑے ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا

اور کہنے لگے کہ (قرآن) اگلوں کی کہانیاں ہیں کہ جن کو اس نے کسی سے لکھوا لیا ہے

فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ⑤

سو یہی اس پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي

(سو اے نبی آپ) کہہ دو کہ اس کو تو اس نے نازل کیا ہے کہ جو آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ

زمین کی مخفی باتیں جانتا ہے بے شک وہ بخشنے والا

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑥ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا

مہربان ہے (جو تو استہزا نہیں بتا) اور (منکر یہ بھی) کہتے ہیں اس رسول کو

الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ

کیا ہوا جو کھانا کھاتا اور بازاروں

فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

میں پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں

مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ⑦ اَوْ

بھیج دیا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی ڈر سنایا کرتا یا

يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ

اس کے پاس کوئی خزانہ آ پڑتا یا اس کے لیے کوئی

جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ

باغ ہوتا کہ جس میں سے وہ کھایا کرتا اور ظالموں نے (یہ بھی) کہہ دیا

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ⑧

کہ تم تو بس ایک ایسے شخص کے تابع ہو گئے ہو کہ جس پر جادو کیا گیا ہے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ

(اے نبی) دیکھو تو تمہارے لیے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں

فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ⑨

پس وہ تو ایسے گمراہ ہوئے کہ رستہ بھی نہیں پا سکتے

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَاۗءَ جَعَلَ لَكَ

اس کی بڑی بابرکت ذات ہے اگر چاہے تو (دنیا میں) آپ کے لیے

خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

اس سے بھی بہتر ایسے باغ پیدا کر دے کہ جن میں بڑی نہریں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ⑩

بہا کریں اور آپ کے لیے محل بھی تیار کر دے۔

ترکیب

افتریٰ کا فاعل ضمیر جو عبد کی طرف راجع و ضمیر فرقان کی طرف راجع اعانہ کی عبد کی طرف علیہ کی ضمیر افتریٰ کی طرف قوم اٰخرون اعان کا فاعل ظلما وزورا مفعول جاءو کا یا مصدر موضع حال میں ان شاء شرط جعل جواب و ہو لکونہ ماضیا یجوز ان یکون فی محل الرفع والجزم فما عطف علیہ یجوز ان یکون مرفوعا او مجزوما کما قرء الجمہور۔

تفسیر

ان آیات میں ان کے اور چند شبہات کا جواب ہے جو رسالت کی بابت تھے کہ محمدؐ نے قرآن کو از خود بنا لیا ہو اور دیگر لوگ (جس سے ان کا اشارہ اہل کتاب کی طرف تھا) اس کے اس کام میں مددگار بن گئے ہیں وہی لوگ انبیاء سابقین کے حالات اور ان کی شریعتوں کے احکام اس کو بتاتے ہیں یہ اپنی فصیح عبارت میں جمع کر لیتے ہیں۔

آج کل بھی متعصب لوگ یہی کہا کرتے ہیں اس شبہ کو قال الذین کفروا سے شروع کیا الذین کفروا میں اشارہ کر دیا کہ ایسی بے ہودہ باتیں کافر ہی بنایا کرتے ہیں

یت انبیاء کی نسبت بھی اس سے بڑھ بڑھ کر شبہات کیا کرتے تھے۔ چونکہ یہ شبہ محض لچر و بوچ ایک بدگمانی پر مبنی تھا اس لیے اس کے جواب میں یہی کہہ دینا کافی تھا کہ فقد جاءو ظلما و زورا ۔ کہ یہ بڑی بے انصافی اور مکروہ بات ہے کون سا ایسی کتاب ہے جو آپ کو تعلیم کرتا ہے؟ اور آپ قبل نبوت بھی عرب میں صداقت و راستی سے موصوف تھے۔ دنیا کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہ بولا بھلا خدا کے معاملہ میں جھوٹ بول کر دنیا کو دشمن بناتے؟

وقالوا اساطیر الاولین الخ یہ ایک دوسرا شبہ ہے جو فی الحقیقت پہلے شبہ کا تتمہ ہے کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ موسیٰ، فرعون عاد و ثمود وغیرہم لوگوں کے تذکروں کی طرف ان کا اشارہ ہے جو قرآن مجید میں نصیحت و عبرت کے لیے ذکر ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا ہے قل انزله الذی الخ کہ اس کو اس نے نازل کیا ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کے اسرار اور مخفی باتوں سے واقف ہے۔

یعنی جب کہ محمدؐ نہ پڑھے لکھے ہیں نہ کسی کے شاگرد ہیں نہ کہیں باہر کے ملکوں میں پھر کر آئے ہیں پھر پہلے لوگوں کے حالات صحیح طور پر کہ جن کو اہل کتاب اور اہل تاریخ بھی اس کیفیت سے نہیں بیان کر سکتے کہاں سے معلوم ہو گئے اور تم کو معلوم نہ ہوئے۔ نہیں بلکہ اسی عالم الغیب نے حضرتؐ کو بتلائے ہیں۔ وہ غفور رحیم ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ غفور رحیم ہے ورنہ اس انکار کا مزہ دنیا ہی میں معلوم کرا دیتا۔

(۳) شبہ یہ تھا کہ رسول فرشتہ خصال ہونا چاہیے کہ جو نہ کھاتے نہ دنیا کے کاروبار کے لیے بازاروں میں آتے جاتے یا شاہ مرفہ الحال سا ہو کہ جو ہمارے جیسا کھانا نہ کھاوے بلکہ اس کے پاس کوئی آسمانی خزانہ ہونا چاہیے او یلقی الیہ کنز کہ جس کی وجہ سے عمدہ کھانا کھاتے اور اس کے نوکر چاکر بازاروں میں سودا خرید و فروخت کیا کریں یا اس کے پاس کوئی ایسا باغ ہو کہ طرح طرح کے میوے اس کو کھایا کرے یہ شبہ وقالوا مال ھذا الرسول سے یاکل منہا تک ہے۔ ولولا انزل الیہ ملک الخ اسی شبہ کی تائید میں ایک تیسرا شبہ تھا کہ اس کی تصدیق کے لیے کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی پیغام پہنچاتا تاکہ لوگوں کو یقین آجاتا۔

وقال الظالمون الخ یہ ان کا ایک اور طعن تھا کہ جب اس کے پاس خزانہ نہیں ہے نہ باغ تو دیوانہ ہے اس پر کسی نے سحر کر دیا۔ اس جادو کے باعث مجنے دیوانہ کے لوگ تابع ہو گئے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ حضرتؐ کی تسلی کرتا ہے کہ انظر کیف ضربوا دیکھیے یہ بخت آپ کو کیا کیا کہتے ہیں گمراہ ہیں اور راست نہیں پا سکتے۔ یعنی بیہودہ بکتے ہیں آپ کچھ خیال نہ کریں۔

تبارک الذی ان شاء الخ وہ بڑی برکت والا ہے۔ اگر چاہے تو اے نبی دنیا میں تمہارے لیے اس سے بھی بہتر باغ بنا دے کہ جس کے نیچے نہریں چلا کریں اور آپ کے لیے عمدہ محل رہنے کے لیے تیار کر دے مگر دنیا چند روزہ ہے۔

بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۚ وَأَعْتَدْنَا

بلکہ انہوں نے تو قیامت کو جھوٹ سمجھ لیا ہے اور ہم نے بھی قیامت

لِمَن كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ﴿١١﴾

کے جھٹلانے والے کے لیے دوزخ ہی تیار کر رکھی ہے۔

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ

جب وہ ان منکروں کو دور سے دیکھے گی (تو جوش میں آئے گی)

سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿١٢﴾

یہ اس کے جوش و خروش کی آواز سنیں گے

وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا

اور جب کہ وہ اس کے کسی تنگ مکان میں (ہاتھ پاؤں) جکڑ کر

مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿١٣﴾

ڈال دیے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ

(کہا جاوے گا) ایک موت کو نہ پکارو (بلکہ)

ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ

بہت سی موتوں کو پکارو (اے نبی ان سے) پوچھو کیا یہ

خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ

بہتر ہے یا وہ جنت کہ جس کا پرہیزگاروں کے لیے

الْمُتَّقُوْنَ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ

وعدہ کیا گیا ہے جو ان کا بدلہ اور ٹھکانا

مَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ

ہوگی ؟ وہاں ان کو جو چاہیں گے ملے گا

خٰلِدِيْنَ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا

وہ اس میں سدا رہیں گے (اے نبی) اس کا تمہارے رب نے ایسا وعدہ کیا ہے جو

مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ

پوچھا جا سکتا ہے اور جس دن کہ اللہ ان کو اور ان کے

مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ

معبودوں کو جمع کرے گا کہ جن کو وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے تو ان کو فرمائیگا

ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ

کہ کیا تمہی نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا

اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا

یا وہ خود راہ بھول گئے تھے ؟ (تو ان کے معبود) کہیں گے

سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ

تو پاک ذات ہے ہمیں یہ کب لائق تھا کہ تیرے سوا اور

نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ

کسی کو کارساز بناتے ۱؎

لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى

لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا میں) یہاں تک آسودگی دی تھی

نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾

کہ وہ (تجھے) یاد کرنا بھول گئے تھے اور وہ تھی بھی غارت ہونے والی قوم

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ فَمَا

(اللہ فرمائیگا) سو تمہارے معبودوں نے تمہیں جھٹلا دیا پس

تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ

(اب تم پر سزا ثابت ہو چکی جس کو نہ تم) ٹال سکتے ہو اور نہ کسی سے مدد لے سکتے ہو

وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا

اور جس نے تم میں سے ایسا ظلم کیا ہوگا اسکو ہم بڑا عذاب

كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ

چکھائیں گے (اور اے نبی) تم سے پہلے ہم نے ایک کوئی

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ

بھی رسول نہیں بھیجا کہ جو کھانا نہ

الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ

کھاتے ہوں اور بازاروں میں نہ پھرتے ہوں

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ

اور ہم نے تم میں سے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش بنا دیا ہے

ع ۲ ۱۱ ۱۴ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾

مسلمانو! کیا اب بھی صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب تو دیکھ ہی رہا ہے۔

۱؎ جب ہم نے تیرے سوا اور کو کارساز نہ بنایا تو ہم اوروں کے کیونکر کارساز بنتے ۱۲ منہ

مصنف میں ابن ابی شیبہ نے اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے نقل کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا اگر آپ کی خوشی ہو تو آپ کے ہاتھ میں زمین بھر کے خزانوں کی کنجیاں دی جاویں اور اس سے آخرت میں آپ کا کچھ بھی نقصان نہ ہو اور مرضی ہو تو یہ سب کچھ آخرت میں دیا جائے۔ آپ نے فرمایا آخرت ہی میں چاہتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بہت جگہ اسی قسم کا مضمون احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ چوں کہ آپ کی نظر آخرت پر تھی اور ہونی بھی چاہیے اور کفار آخرت کے منکر تھے۔ ان کے نزدیک جو کچھ انعام و افضال ہوں یہیں ہوں تو ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بل کذبوا بالساعۃ کہ وہ آخرت کے منکر ہیں پھر و اعتدنا لمن کذب بالساعۃ سعیراً سے لے کر عذاباً کبیراً تک مسئلہ معاد اور وہاں کی سزا و جزا کا بیان ہے اور ان کے معبودوں کا ان بت پرستوں سے الگ ہونا بھی ظاہر کرتا ہے کہ جن کو وہاں کا ذریعہ سمجھ کر ان کی عبادت کیا کرتے ہیں۔

وما ارسلنا قبلک من المرسلین یہاں سے ان کے شبہ کا جواب شافی دیتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پیشتر جس قدر دنیا میں رسول آئے ابراہیمؑ و اسحاقؑ و موسیٰؑ و عیسیٰ علیہم السلام کسی کے پاس بھی نہ خزانہ تھا نہ ایسا باغ نہ ان کی تصدیق کے لیے ان کے ہمراہ فرشتہ رہتا تھا۔ وہ دنیا میں کھانا بھی کھاتے تھے، بازاروں میں خرید و فروخت کے لیے بھی جاتے تھے یعنی بشر اور غریب لوگ تھے۔ یہ دنیا کے تجملات اور امارت سو یہ ایک فتنہ ہے یعنی آزمائش کہ دیکھیں کہ امیر دولت مند شکر کرتا ہے یا کفران نعمت اور غریب مفلس دنیا کے مصائب پر برداشت کرتا ہے کہ نہیں۔ لہٰذا کسی کو کچھ دیا کسی کو کچھ عطا کیا۔ اس لیے مسلمانوں سے فرماتا ہے اتصبرون کیا صبر کرتے ہو؟ یعنی صبر کرنا چاہیے اور تمہارا رب دیکھ رہا ہے اور آخرت میں جزا دے گا۔

تفسیر حقانی

پارہ ۱۹

وَقَالَ الَّذِيْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا
اور ان لوگوں نے جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہدیا (یہی)

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ
کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہ بھیجے گئے

اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا
یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیتے (تب یقین آتا) البتہ انہوں نے تو اپنے آپ کو

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾
بہت بڑا سمجھ لیا اور بہت ہی بڑی سرکشی کی ہے

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى
جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے تو اس دن مجرموں

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ
کے لیے کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى
دور دور اور جو کچھ عمل انہوں

مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً
نے کیا ہوگا ہم اس کی طرف توجہ کریں گے تو اس کو خاک دھول

مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ
کر ڈالیں گے جنت والوں کا ہی اس روز

خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾
ٹھکانا بہتر ہوگا اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ
اور جس روز کہ بادلوں سے آسمان کھل جاویں گے اور جوق

الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ
جوق فرشتے اُترنے لگیں گے تو اُس دن

عہ یہ قیامت برپا ہونے کے بعد حشر کے دربار عدالت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اس کے بعد کی آیتیں یہی کہہ رہی ہیں تو اس وقت آسمان نہ پھٹے گا کیونکہ اس سے پہلے پھٹ چکے گا اور نیا آسمان نئی زمین قائم ہوگی لیکن ہنوز اس پہلے حادثہ کے (باقی بر صفحہ آئندہ)

يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ

(حقیقی) سلطنت رحمٰن ہی کی ہوگی اور وہ دن

يَوْمًا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۲۶ وَ

کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا اور

يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰي يَدَيْهِ

اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ

(اور) کہے گا اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ

سَبِيْلًا ۲۷ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ

راہ چلا ہوتا ہائے میری خرابی کاش میں نے فلاں کو

فُلَانًا خَلِيْلًا ۲۸ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ

دوست نہ بنایا ہوتا اس نے تو نصیحت کے

الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاۗءَنِيْ ۭ وَكَانَ

آئے بعد بھی مجھے بہکا دیا اور شیطان

الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۲۹

تو انسان کو رسوا کرنے والا ہی تھا

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي

اور رسول کہے گا اے میرے رب البتہ میری قوم نے

اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۳۰

تو اس قرآن کو ذلیل سمجھ رکھا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) آثار میں سے دھواں اور بادل محیط ہوں گے۔ یوم تشقق السماء بالغمام باد ل اور بخارات آسمان سے دور کیے جائیں گے اور ملائکہ جوق جوق اترنے شروع ہوں گے کیونکہ حساب کتاب کے لیے درباری اور کارکن جماعت آنے لگے گی۔ تشقق بمعنی باعد او بمعنی انکشف بالغمام ای عن الغمام واللہ اعلم ۱۲ منہ

ترکیب

لولا انزل الخ مقولہ ہے قال الذین کا مستقرا تمیز خیر الحق الملک کی صفت یوم کا نصب اذکر محذوف سے ہے۔

تفسیر

منکروں کا یہ ایک اور بھی شبہ تھا جس کو وقال الذین لا یرجون لقاءنا سے شروع کرتا ہے کہ جن کو ہم سے ملنے کی امید نہیں یہ نہیں سمجھتے کہ مرکر اللہ کے سامنے جانا ہے۔ وہ کہتے ہیں (کیونکہ ایسی باتیں وہی کہا کرتے ہیں ایمان داروں کی تو کیا مجال) کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہ آئے محمدؐ کے پاس کیوں آتے ہیں؟ یا ایسا ہوتا کہ ہم خدا کو دیکھ لیتے پھر اس سے آپ پوچھ لیتے کہ یہ تیرا بھیجا ہوا نبی ہے کہ نہیں؟

اس کے جواب میں فرماتا ہے لقد استکبروا فی انفسھم الخ کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس لائق سمجھ لیا ہے کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا دنیا میں خدا تعالیٰ کو دیکھیں۔ یعنی یہ بڑے تکبر اور سرکشی کی بات ہے۔ ملائکہ مخصوص لوگوں کے پاس آتے ہیں جن کی روحانیت ان کے قریب پہنچی ہوتی ہے سو وہ انبیاء ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ لطیف الخبیر کو دنیا میں ہر ایک کب دیکھ سکتا ہے۔ خفاش کو تاب ہے کہ آفتاب کو دیکھے؟ ہاں قیامت میں سب لوگ ملائکہ کو دیکھیں گے پھر اس روز کہ وہ ملائکہ کو دیکھیں گے ان کے لیے کوئی خوشی نہ ہوگی، عذاب کے فرشتے سامنے آویں گے جن کو دیکھ کر الحذر مانگیں گے۔ وقدمنا الی ما عملوا من عمل سے اخیر تک اسی مناسبت کے سبب قیامت کا حال اور ان منکروں کا وبال و نکال کا بیان شروع کر دیا جو ملائکہ کے دیکھنے کی

خواہش کرتے ہیں اور وہ بھی تکبر کی راہ سے کہ رسول کا کہنا ہم نہیں مانتے ہمارے پاس خود فرشتے آنے چاہییں۔

قدمنا الیٰ ما عملوا الخ یعنی وہ جو دنیا میں بہ ارادہ ثواب یہ کفار کچھ عمل بھی کرتے ہیں ایمان و اعتقاد صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اس دن ھباءً منثوراً یعنی نیست و نابود ہو جاویں گے کچھ کام نہ آویں گے۔ ہاں ایمان دار نیکوکار اُس روز اچھے مقام میں ہوں گے۔

اس کے بعد اُس دن کے چند اور حالات ہیبت ناک بیان فرماتا ہے (۱) یوم تشقق السماء بالغمام ایک جگہ اور آیا ہے، ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام ابرِ سفید۔ اس ابر سے کیا مراد ہے؟ غالباً ملائکہ اور دیگر روحانیات کے انوار ہوں جو بصورت ابرِ سفید دکھائی دیں گے۔ آسمان کھل کر اس ابر میں سے قیامت کو ملائکہ نمودار ہوں گے۔ (۲) الملک یومئذ اُس روز حقیقی بادشاہت اللہ کی ہوگی۔ گرچہ آج بھی اسی کی حقیقی بادشاہت ہے مگر دنیا میں مجازی بادشاہتیں بھی ہیں اُس روز کسی کی نہ ہوگی اس لیے ظہورِ کامل اُسی روز ہوگا۔

(۳) یوم یعض الظالم الخ قرینۂ عبارت تعمیم پر دلالت کرتا ہے یعنی ہر ظالم اُس روز ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا افسوس کرے گا کہ اے کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا۔ اس سے مراد اس کی وہ شخص ہوگا جس نے اس کو دنیا میں ہدایت پانے کے بعد ہدایت سے دوستی کے پیرایہ میں باز رکھا تھا اور ایسا بہت ہوتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا

اور ہم یوں ہی مجرموں کو ہر ایک نبی کا دشمن

مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا

بناتے رہے ہیں اور لوگوں کی راہ نمائی کرنے کو اختیار اور

وَّنَصِيْرًا ۝٣١ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔ اور کافروں نے (یہ بھی) کہہ دیا کہ

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ

اس پر یکبارگی قرآن کیوں نہ نازل کیا گیا

كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ

یوں ہی نازل ہونا چاہیے تھا تاکہ اس سے تمہارے دل کو ہم تسکین دیتے رہیں (اے نبی) ہم نے

تَرْتِيْلًا ۝٣٢ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا

ٹھیر ٹھیر کر پڑھ سنایا　اور (اے نبی) جو سوال یہ لوگ آپ سے پیش

جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝٣٣

کریں گے ہم بھی تم کو اس کا بہت ٹھیک جواب بہت عمدہ توجیہ بتا دیں گے

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ

یہ وہ لوگ ہیں جو منہ کے بل گھسیٹوا کر جہنم میں ڈال

اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ

دیے جاویں گے یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا بہت ہی برا مقام ہو

اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝٣٤

اور وہ بہت ہی بڑے گمراہ ہیں۔

ع ۳ / ۱۴

ترکیب

جملۃ واحدۃ حال من القرآن ای مجتمعاً۔ کذلک ای انزل کذلک فالکاف فی موضع نصب علی الحال۔ لنثبت اللام تتعلق بالفعل المحذوف۔

تفسیر

لیکن بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان عام الفاظ میں کسی شخص خاص کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ ہو سکتا ہے۔

ـــــــــــــــ

لہ یعنی رسول پر ۱۲ منہ

پھر اس شخص خاص سے مراد وہ کہتے ہیں عقبہ بن ابی معیط ہے کہ جب وہ سفر سے آتا تھا تو دعوت دیا کرتا تھا چنانچہ ایک بار اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا آپ نے اس کے کفر کی وجہ سے انکار کیا۔ اس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا تب آپ تشریف لے گئے۔ اس کی خبر ابی بن خلف کو بھی ہوئی وہ اس کا بڑا دوست تھا اس نے اس کو بڑی ملامت کر کے اسلام سے برگشتہ کرا دیا، اور حضرتؐ کی گستاخی پر آمادہ کیا۔ (اس قصہ کو معالم التنزیل وجلالین وغیرہ کتابوں میں نقل کیا ہے اور ابن جریر نے بھی ابن عباسؓ سے ایسا ہی نقل کیا ہے) اس تقدیر پر ظالم سے مراد عقبہ اور فلاں سے مراد ابی بن خلف کافر ہے۔

وقال الرسول الخ جب کفار نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح سے ستایا تو آپ نے بد دعا تو نہ کی کیوں کہ رحمۃ للعالمین تھے مگر خدا تعالیٰ سے شکایت کی جس کو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نقل کرتا ہے۔

ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں یہاں قال بمعنی یقول ہے۔ یعنی قیامت میں آں حضرتؐ ان لوگوں کی یوں شکایت کریں گے جیسا کہ آیا ہے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علیٰ ھؤلاء شہیدا۔ مھجوراً بمعنی متروک اور ہجر بمعنی ہذیان بھی ہو سکتا ہے کہ اس قرآن کی بابت انہوں نے بے ہودہ اور لغو باتیں بنائیں کبھی وہ اس کو سحر کہتے تھے کبھی از خود بنایا ہوا کبھی اگلے لوگوں کی کہانیاں۔ وکذٰلک جعلنا الخ اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرتؐ کو آپ کی شکایت پر تسلی دیتا ہے اور صبر اور برداشت پر آمادہ کرتا ہے کہ یہ کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ سے ہر ایک نبی کے کافر سخت دشمن ہوتے آئے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں اللہ آپ کی مدد کرنے کے لیے اور آپ کی قوم کو ہدایت کرنے کو کافی ہے۔ وکفیٰ بربک ھادیا و نصیرا۔

وقال الذین کفروا الخ یہ ان کا قرآن مجید پر ایک اور شبہ تھا کہ یہ تھوڑا تھوڑا اور وقتاً فوقتاً کیوں نازل ہوتا ہے ایک ہی بار مجتمع ہو کر کیوں نہ نازل ہوا؟ پس معلوم ہوا کہ محمدؐ از خود سوچ سوچ کر تصنیف کرتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے کذٰلک لنثبت بہ فؤادک ورتلنٰہ ترتیلا کہ اس کے اس طرح نازل کرنے میں چند حکمتیں ہیں جن کی طرف اجمالاً اس جملہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر صحابہؓ لکھے پڑھے نہ تھے۔ اگر یک بارگی اتنی بڑی کتاب نازل ہوتی تو حفظ نہ رہتی اُس لکھے پر اعتماد رہتا۔ سو اگلی کتابوں کی طرح سے اس میں بھی تبدیل و تحریف ہوتی یا کسی حادثہ میں معدوم ہو جاتی۔ پھر جب تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تو دلوں میں جمتا گیا لوح حافظہ پر ثابت ہوتا گیا۔ لنثبت بہ فؤادک کے یہی معنی ہیں اس لیے اس میں ایک نقطہ کا بھی فرق نہ آیا۔

(۲) دوم یہ کہ تمام احکام جو یک بارگی نازل ہوتے قوم کو ان پر ثابت و قائم رہنا شاق ہو جاتا۔

(۳) وقتاً فوقتاً نئے نئے حوادث پیش آتے تھے اور جاہل قوم کی تربیت و تعلیم میں ایسی باتیں پیش آیا بھی کرتی ہیں پس ہر حادثہ میں جبرئیل کا کلام الٰہی لے کر آنا آپؐ کے لیے تقویت قلبی کا باعث تھا۔

(۴) یک بارگی قرآن نازل ہوتا تو کفار مقابلہ میں کہہ سکتے تھے کہ اتنی بڑی کتاب ہم کیوں کر لا سکتے ہیں لیکن جب تھوڑا تھوڑا نازل ہوا اور کسی ٹکڑے کا بھی جواب نہ بن سکا تو حضرتؐ کا دل قوی ہو گیا ان کا عذر جاتا رہا۔

(۵) حالتِ الہامی ایک عجیب حالت ہے،

تھوڑے نازل ہونے میں اخیر عمر تک حضرتؐ کو حاصل رہی جو قلبی تقویت کا باعث ہوا۔

ولا یاتونک بمثل الخ سب اعتراضات کے جواب کے بعد خاتمہ کے طور پر فرماتا ہے کہ آپ کے پاس وہ جو کوئی مثل لاتے ہیں یعنی اعتراض کرتے ہیں تو ہم اس کے جواب میں آپ کو حق بات کھلی ہوئی بتلا دیتے ہیں۔

الذین یحشرون الخ فرماتا ہے ایسے لوگ اوندھے منہ ہنکا کر جہنم میں ڈالے جاویں گے یہ لوگ بڑے شریر و گمراہ ہیں۔ یہ ان کے اوندھے اعتراضات کا نتیجہ ہے جس کی سزا جہنم میں اوندھا گرنا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَ

اور البتہ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی اور

جَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ﴿٣٥﴾

ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو بھی وزیر بنا کر بھیجا تھا

فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ

سو ان کو کہہ دیا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ کہ جنہوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا ﴿٣٦﴾

ہماری آیتیں جھٹلائی ہیں (وہ گئے انہوں نے نہ مانا) تو ہم نے بھی ان کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا

وَقَوْمَ نُوحٍ لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

اور قوم نوحؑ کو بھی (ہلاک کیا) جب کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا

أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ

تو ہم نے ان کو بھی غرق کر دیا اور ان کو لوگوں کے لیے عبرت کی نشانی بنا دیا

وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣٧﴾

اور ہم نے ظالموں کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے

وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَ

اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کو بھی (ہلاک کیا) اور

قُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا

بہت قرنوں کو بھی جو اس کے درمیان تھے اور ان میں سے ہر ایک کو ستایا

لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴿٣٩﴾

ئے ئے کر سمجھا دیا تھا (آخر) ہر ایک کو ہم نے ہلاک کر دیا

وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ

اور (کفار مکہ) بے شک اس بستی پر کو بھی گزرتے ہیں کہ جس پر بری طرح سے

مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ

(پتھر) برسائے گئے تھے پھر کیا انہوں نے اس کو دیکھا نہ ہوگا

بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿٤٠﴾ وَ

بلکہ وہ مر کر زندہ ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے تھے (اس لیے ایمان نہیں لاتے) اور

إِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا

(اے نبی) یہ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے تمسخر ہی

هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ

کرتے ہیں کہ کیا یہ وہی ہے کہ جس کو اللہ نے رسول

رَسُولًا ﴿٤١﴾ إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ

بنا کر بھیجا ہے اس نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے منحرف

آلِهَتِنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ

کر ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے نہ رہتے

وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ

اور ان کو جب کہ یہ عذاب دیکھیں گے تو آپ معلوم ہو جائے گا

الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾

کہ کون راہ راست سے دور تھا۔

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ ۚ

(اے نبی) تم نے اس کو بھی دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہو

أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾

پھر کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ

(اے نبی) کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے

أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ

یا سمجھتے ہوں گے وہ کچھ بھی نہیں (سمجھتے) مگر جیسے کہ چارپائے

بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ ع ١٠

بلکہ وہ (تو ان سے بھی زیادہ) راہ بھولے ہوئے ہیں۔

ترکیب

ھارون بدل من اخاہ۔ وزیرا مفعول ثان لجعلنا۔ وقوم۔ یجوز ان یکون معطوفا علی دمرنا۔ یا مفعول اذکر محذوف۔ علیٰ ہذا القیاس عادًا وثمودًا الخ

تفسیر

جب کہ توحید و نفی انداد و اثباتِ نبوت میں کلام ہو چکا اور منکرین کے شبہات رد کر دیے گئے، اور قیامت کا حال اور منکرین کا وبال بھی بیان ہو چکا تو مجملاً انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ان کے دشمنوں پر آخر کار کیا کیا بلائیں نازل ہوئیں کیونکہ آپ کی تسلی کے لیے پہلے فرمایا تھا وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوًا اور قرآن کا یہی طریقہ ہے کہ ایسے موقعوں پر قصصِ انبیاء بیان ہوتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ ان کے تذکرے بار بار آتے ہیں۔ فقال ولقد اٰتینا موسیٰ الکتٰب سب سے پہلے موسیٰ کا ذکر کیا کیوں کہ ان کی نبوت اور کتاب اہلِ کتاب میں بہت مشہور تھی کہ دیکھو موسیٰ کے ساتھ لوگوں نے کیا کیا تھا اور ان کو کس قدر معجزات دیے گئے اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام ان کے وزیر بھی تھے۔ آخر فرعونیوں نے نہ مانا ہلاک ہوئے۔ اور ان سے پیشتر قوم نوح کو دیکھو کہ انہوں نے نہ صرف نوح کی تکذیب کی تھی بلکہ عموماً رسولوں کے منکر تھے آخر غرق ہوئے۔ پھر قوم عاد و ثمود کو دیکھو کہ حضرت ہود و صالح کے انکار اور مقابلہ سے ان پر کیا ماجرا گزرا؟ پھر اصحاب الرس کو غور کرو۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں رس کنوئیں کو کہتے ہیں۔ رس کے معنی لغت میں دفن کے ہیں یقال رس المیت اذا دفن (کبیر)۔

ابو مسلم کہتے ہیں ایک ملک کا نام ہے۔ اصحاب الرس اس ملک یا وادی کے رہنے والے۔ یا کنوئیں والے اس وادی میں کنواں ہونا ان کے لیے اس عہد میں اس نام کے ساتھ منسوب ہونے کا سبب ہو گیا۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ کس نبی کی امت تھی؟ اکثر یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک بت پرست قوم تھی جن کے بہت سے کنوئیں تھے ان سے زراعت کرتے اور مواشی کو پانی پلایا کرتے تھے ان کی ہدایت کو حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے انہوں نے ان سے بہت سرکشی کی اور ایذائیں دیں آخر قہرِ آسمانی سے ہلاک ہوئے۔ اس تقدیر پر یہ جگہ عرب کے شمال مغرب میں شام سے ملحق ہے اور دیگر روایات بھی ہیں واللہ اعلم عنداللہ۔ اس کے درمیان بہت سے قرن یعنی زمانے گزر گئے ہیں جن میں انبیاء آئے اور لوگوں نے انکار کیا بلا میں مبتلا ہوئے

پھر فرماتا ہے ولقد اتوا کہ یہ قریش مکہ اس گاؤں پر سفرِ شام میں گزر چکے ہیں کہ جس پر پتھر برسے تھے، یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں بحیل مردار کے کنارے جو الٹی پڑی ہیں جن کو سفرِ شام میں آتے جاتے یہ لوگ دیکھتے ہیں اور عبرت نہیں کرتے۔ جب کفار ان باتوں سے عاجز آ جاتے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر اور ٹھٹھا کرتے تھے کہ کیا اسی کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے یعنی کسی سردار دولت مند کو بنانا تھا اس نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے روک ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے نہ رہتے فرماتا ہے ان کو عذاب الٰہی کے وقت معلوم ہو جاوے گا

کہ وہ گمراہ تھے یا راہ پر۔

پھر فرماتا ہے ان کم بختوں نے اپنی خواہشوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے جو خواہش کہتی ہے اسی پر چلتے ہیں پھر ان کے آپ ذمہ دار نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سنتے سمجھتے ہیں؟ گو ظاہر میں یہ ہے مگر حسِ باطن نہیں یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں کیوں کہ وہ مکلف نہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ

(اے مخاطب) کیا تو نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا کہ وہ کیونکر سایہ کو بڑھاتا ہے ؎

وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا

اور اگر چاہتا تو اس کو ٹھیرا رکھتا پھر ہم نے اس کے لئے

الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ

آفتاب کو رہبر بنا دیا پھر

قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾ وَ

ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹتے ہیں اور

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا

اسی نے تو تمہارے لیے رات کو لباس

وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ

اور نیند کو راحت بنا دیا اور دن چلنے پھرنے

نُشُورًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ

کے لیے (بنایا) اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت

الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ

(بارش) سے پیشتر خوشخبری لانے والی ہوائیں چلایا کرتا ہے

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿٤٨﴾

اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اُتارا

لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا

تاکہ اس سے مرے ہوئے (خشک) شہر کو زندگی دیں اور اس کو اپنی پیدا

خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿٤٩﴾

کی ہوئی چیزوں چارپایوں اور بہت سے آدمیوں کو پلائیں

وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا

اور ہم نے اس کو ان میں بانٹ دیا تاکہ سمجھیں

فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٥٠﴾

پس بہت سے آدمی تو ناشکری کیے بغیر نہ رہے

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ

اور اگر ہم چاہتے تو ہر گاؤں میں ایک ڈر سنانے والا

نَذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَ

کھڑا کر دیتے پس (اے نبی) کافروں کا کہا نہ مانو اور

جَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٥٢﴾

(قرآن سے) ان کا مقابلہ بڑے زور سے کرتے رہو۔

ترکیب

اناسی اصلہ اناسین جمع انسان کسرحان وسراحین فابدلت النون فیہ یاء و ادغمت و قیل ہو جمع انسی علی القیاس۔ صرفناہ الضمیر للمطر

؎ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ ظل سے مراد سایۂ الٰہی ہو وہ کسی قوم اور کسی شخص کے لیے خدا نے کیسا دراز کیا ہے؟ مگر بقا اسی کو ہے اس کو ٹھیرا نہیں رکھتا بعد و پھر ڈھلنے لگتا ہے اور آفتاب اقبال و عنایت اس کی دلیل ہوتا ہے۔ انسان کی عمر بھی ایک سایہ ہے باوجود درازی کے کس طرح سے ڈھلتی ہے اور یہ بے خبر غافل ہے ۱۲ منہ

تفسیر

ان کے شبہات رد کر کے اور اس کج روی کا نتیجہ امم گزشتہ کے حالات میں بیان فرما کر اب یہ چند دلائل توحید اور کمال قدرت پر بیان فرماتا ہے فقال الم تر الیٰ ربک کیف مد الظل الخ یہ (۱) دلیل ہے کہ اپنے خدا کی قدرت دیکھو کہ اس نے اس عالم حسی میں نورانی اجسام پیدا کیے چاند سورج ستارے آگ وغیرہ جن کی روشنی دوسری اشیاء مظلمہ پر پڑ کر ان کو بھی روشن کر دیتی ہے یہ ایک بات ہوئی جس میں قدرت کا کامل نمونہ ہے کس لیے کہ اگر صانع عالم کوئی قادر مختار نہیں اور طبائع یا مادہ ہی سب کچھ کرتا ہے تو پھر یہ ترجیح بلا مرجح کیسی کہ بعض اجسام منور اور منور بھی ایسے کہ جن کے نور کا انعکاس دوسرے اجسام پر پڑتا ہے اور یہ ان کا ظل ہے اور بعض غیر منور۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کفار مکہ یا دیگر حساد نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کلام کرتے ہیں کہ ان میں کیا خصوصیت تھی جو ان کو نبی بنایا گیا اور پھر باغ یا دولت ثروت یا ملائکہ ساتھ رہنے کی ظاہری خصوصیت بھی نہیں دکھائی گئی۔ ان کا یہ اعتراض بے جا ہے جب اجسام میں اس نے ایسی ایسی خصوصیات ممیزہ پیدا کر دی ہیں تو نفوس بشریہ میں نورانی وظلمانی خصوصیات پیدا کرنے سے اس کو کون مانع ہے اور کون پوچھنے والا ہے۔ پھر اس ظل کو بھی ایک حالت پر نہیں رہنے دیا کما قال ولو شاء لجعلہ ساکنا بلکہ اول تو ظل اس کو پھیلاتا دراز کرتا ہو یہ دوسری بات ہوئی۔ ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا اگرچہ اور چیزوں کے بھی سائے اور ظل ہیں کیوں کہ اس عالم میں اور بھی نورانی نیرات وجواہر ہیں مگر آفتاب سے سب کم ہیں۔ سایہ کے بڑھنے گھٹنے کا نمونہ آفتاب ہے اس کے ظل میں یہ بات سب سے نمایاں ہے یہ تیسری بات ہوئی یہ بھی اس کی قدرت کمال کا پورا نمونہ اور بڑی علامت ہے۔

ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا پھر انبساط کے بعد جہاں تک اس کا بسط مقدر کر رکھا تھا اس ظل کو ہم تھوڑا تھوڑا کر کے نیست و نابود کر دیتے ہیں یا اس کو اس کی حد مقرر تک جو انتہا کی حد ہے پہنچا دیتے ہیں جس طرح ہر شے کے وجود کا انبساط اس کی طرف سے ہے اسی طرح انتہیٰ اور زوال کا بھی وہی مرجع ہے اس بات کے بتلانے کے لیے قبضناہ الینا فرمایا یہ چوتھی بات بھی بڑی نشانی اس کے کمال و قدرت کی ہے جو عالم کے حدوث اور زوال پر دال ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تمام اشیاء کے وجود اور ان کے حقائق یہ سب اس کے وجود حقیقی کے ظل یعنی پرتو ہیں پھر ان کا دراز کرنا عالم عدم سے فضاء وجود خارجی میں لانا ہے سو یہ اسی کا فعل ہے اگر وہ چاہتا تو ٹھیرا دیتا فضاء وجود خارجی میں نہ آنے دیتا یا آنے کے بعد ترقی اور کمال تک نہ پہنچنے دیتا۔ اس بات پر ہم نے آفتاب عقل کو دلیل بنا دیا ہے وہی کہتی ہے کہ یہ اس کے اظلال ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ ہر ایک کو فنا کرتے ہیں اور وہ دراصل معدوم محض نہیں ہوتے بلکہ سایہ کی طرح سمٹ کر ہمارے پاس آتے ہیں جس طرح کہ سایہ سمٹ کر جس کا سایہ ہوتا ہے اس کے پاس آجاتا ہے۔ لیکن اس مشاہدۂ ذات میں دو مرتبے ہیں عارفین مقام مشاہدۂ نور عقل سے چل کر مشاہدۂ صفت کی طرف آتے ہیں پھر وہاں سے مشاہدۂ نور ذات کرتے ہیں۔ یہ ایک مرتبہ ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اول ہی مرتبہ میں مشاہدہ نور ذات کا حاصل ہو پھر اس کے بعد صفات کا پھر فعل کا مشاہدہ اس امت کے نفع کے لیے کیا جاوے سو یہ مرتبہ خاص خاتم النبیین کا ہے اس لیے حضرت کو الم تر الیٰ ربک

میں مشاہدۂ ذات کی طرف پھر کیف مد الظل سے
مشاہدۂ افعال کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ وھو الذی جعل
لکم الیل (۲) خدا نے تمہاری راحت کے لیے رات اور
کام کاج کے لیے دن بنایا و السبات الراحۃ و منہ یوم
السبت ای یوم الراحۃ لفراغ فیہ من الاشغال۔ صاحب
کشاف کہتے ہیں السبات الموت والمسبوت المیت۔
رات آتی ہے تو گویا قیامت آگئی سب سو جاتے ہیں گویا
مر جاتے ہیں کوچہ و بازاروں میں سناٹا ہوتا ہے پھر صبح
ہوتی ہے تو گویا حشر کا دن برپا ہو جاتا ہے بستروں سے
کیا اٹھتے ہیں گویا قبروں سے اٹھتے ہیں اس لیے جعل
النہار نشورا فرمایا۔

(۳) وھو الذی ارسل الریاح بشرا جمع بشیر
رحمت سے مراد بارش یعنی اللہ وہ قدیر و مدبر ہے کہ
بارش آنے سے پہلے ایک ایسی ہوا چلاتا ہے جو بارش
کی خوشخبری دیا کرتی ہے وہ بادلوں کے اٹھنے کا سبب
ہوتی ہے پھر بادلوں سے پاک اور ستھرا پانی ہم اتارتے
ہیں جس سے خشک زمین کو جو بمنزلہ مردہ کے ہوتی ہے
شادابی سے حیات بخشتے ہیں اور اس پانی کو چارپائے
اور انسان پیتے ہیں یہ بھی ہمارا ہی فعل ہے ورنہ یہ بت یا
از خود تو ہو نہیں سکتیں اور کوئی کر نہیں سکتا۔ ولقد
صرفناہ بینھم پھر اس پانی کو تم میں تقسیم کرتے ہیں
ایک کے قبضہ میں نہیں رکھتے تاکہ تم سمجھو لیکن اکثر لوگ
ناشکری کیے بغیر نہیں رہتے۔

ولو شئنا الخ یعنی جس طرح ہم نے باران رحمت کو
عام کر دیا ہر جگہ برساتے ہیں اسی طرح نبوت کو بھی جو
بارش روحانی ہے عام کر سکتے تھے ہمارے ان کچھ
بات نہ تھی ' ہر گاؤں میں رسول بھیج دیتے جیسا کہ
منکرین نبوت اس کی استدعا کرتے ہیں مگر حکمت
الٰہی کے خلاف تھا۔ انتظام عالم میں خلل آجاتا۔ پس

اے نبی ان کے کہنے پر التفات نہ کرو وجاھدھم بہ
جھادًا کبیرًا جہاں تک ہو سکے ان کے سمجھانے میں
کوشش کرو۔

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا
اور وہی تو ہے کہ جس نے دو دریاؤں کو باہم ملا دیا یہ ایک تو (الا میٹھا)
عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ
شیریں خوشگوار ہے اور یہ ایک کھاری
أُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَ
کڑوا اور ان دونوں میں ایک پردہ اور مستحکم آڑ بنا دی
حِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي
جو باہم ملنے نہیں دیتی اور اسی نے انسان کو
خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا
پانی (منی) سے پیدا کیا پھر اس کے لیے رشتہ
وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾
نسب دامادی قائم کیا اور آپ کا رب تو ہر چیز پر قادر ہے
وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا
اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان معبودوں کو پوجتے ہیں کہ جو
لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَ
ان کو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ضرر اور
كَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾
کافر تو اپنے رب کے مقابلہ میں کمر باندھے ہوئے ہیں
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾
اور (اے نبی) آپ کو تو ہم نے محض خوشخبری اور ڈر سنانے کے لیے بھیجا ہے
قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ
(ان سے) کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی اجرت تو نہیں مانگتا

اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ
مگر ہاں جو چاہے اپنے رب کی طرف کا رستہ
سَبِیْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ
اختیار کیجئے　اور (اے نبی) تم اپنے اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھو
الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِہٖ
کہ جس کو کبھی موت نہیں اور اس کی ستائش کے ساتھ تسبیح کرتے رہو
وَکَفٰی بِہٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًا ﴿۵۸﴾
اور اس کا اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہونا بس کرتا ہے
الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ
وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ
ان میں ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا پھر
اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ
تخت (حکومت) پر قائم ہوا وہ رحمن ہے
فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِیْلَ
پس اس کی شان تو کسی خبردار سے پوچھیے　اور جب ان (مشرکوں)
لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا
سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کیا ہے
الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا
رحمن　کیا تو جس کو کہے گا اس کو ہم سجدہ کریں گے
وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾
اور یہ نام تو ان کو اور بھی بدکاتا ہے۔

سجدہ ۱۹ ع ۵

ترکیب

بینهما ظرف جعل علٰی ربہ متعلق ظہیرا او ظہیرا خبر کان۔ الا من شاء استثناء من غیر الجنس الرحمٰن مبتدأ فسئل بہ خبر۔

تفسیر

وھو الذی مرج البحرین الخ یہ (۳) دلیل ہے کہ اس نے دو قسم کے دریا رواں کیے۔ یا یوں کہو دو دریا کو باہم ملایا ایک ان میں سے نہایت شیریں خوشگوار اور دوسرا کھاری اور تلخ اور باہم ملنے نہیں پاتے ان میں قدرتی حد فاصل رکھی ہوئی ہے۔ زمین کے دریا رواں جب سمندر میں گرتے ہیں اور یہ دریا شیریں ہوتے ہیں تو دور تک دونوں کی دو دھاریں نظر آتی ہیں باہم اختلاط پر امتیاز معلوم ہوتا ہے ان میں سمندر کی دھار کھاری اور زمین کے دریائے رواں کی دھار شیریں ہوتی ہے۔ سمندر میں پڑنے سے دونوں سمندر ہو گئے۔ اور سمندر کو عرب میں بحر کہتے ہیں اصل المرج الارسال والخلط ومنہ قولہ تعالیٰ فهم فی امر مریج ان دونوں دریا سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ انسان مجمع البحرین ہے اس کے اندر دو دریا آملے ہیں ایک قوائے ملکوتیہ کا دریا جو درحقیقت نہایت شیریں اور خوش گوار ہے اور دوسرا قوائے حیوانیہ کا دریا جو تلخ ہے ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل عقلِ کامل ہے۔

ؔ بعض کہتے ہیں کفار نہیں جانتے تھے کہ رحمن اللہ کا نام ہے۔ مگر یہ ٹھیک نہیں کیونکہ لفظ عربی ہے بلکہ تکبر خدا سے انکار کرتے تھے اور اس کے لیے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے تھے کیونکہ بت پرستی کی عادت تھی ۱۲ منہ اس مقام پر سجدہ واجب ہے۔

ؔ ضحاک کہتے ہیں اس موقع پر آں حضرتؐ اور خلفاء اربعہؓ و عثمان بن مظعون و عمرو بن عنبسہ نے جو سجدہ کیا تو مشرکین مسجد کے کنارے جا کر ہنسنے لگے پس زادہم نفورا سے یہ مراد ہے (ک) ۱۲ منہ

(۵) وھو الذی خلق من الماء بشرا کہ اس نے ایک پانی سے یعنی منی سے بشر پیدا کر دیا۔ وہی مرد کی ایک منی ہے کہ اُسی سے مرد پیدا کرتا ہے اور اسی سے عورتیں اور رب قادر ہے۔ نسبا ای ذونسب والمراد الذکور ینسب الیھم فیقال فلان بن فلان وذوات صھر ای اناثا یصاھر ھن۔ یا یوں کہو انسان کو بنا کر اس کی قرابت و مودت کے دو طریقے رکھے۔ ایک نسب دوسرا صہر یعنی دامادی۔ فجعلہ لہ فجعل لہ نسبا وصہرا۔

ویعبدون من دون اللہ الخ دلائلِ توحید کے بعد کفار کے اس طریقہ کی مذمت کرتا ہے جو بت پرستی کے لیے ان میں جاری تھا کہ ایسی نکمی چیزوں کو پوجتے ہیں کہ جو ان کو نہ کچھ نفع دے سکتی ہیں نہ ضرر اور کافر (جس سے مراد اکثر کے نزدیک ابوجہل ہے) اپنے رب سے پیٹھ پھیرے ہوئے ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے۔ ابو مسلم کہتے ہیں ظہیرا اس جگہ ان کے اس قول سے ماخوذ ہے ظہر فلان بحاجتی اذا نبذہا وراء ظہرہ۔ ومن قولہ تعالے و اتخذ تموہ وراءکم ظھریا یعنی اس کے معنی پیٹھ پیچھے ڈالنے اور پیٹھ پھیرنے کے ہیں۔ مگر چہ ظہیر بمعنی معاون بھی ہو سکتا ہے جس کے یہ معنی ہوں گے کہ کافر اپنے اُس رب کا جس کو وہ خدا کے سوا پوجتا ہے مددگار ہے خود اس کو گھڑ کر ہاتھ سے یا خیالات سے بناتا ہے ایسا خدا بھی کوئی خدا ہے جس کا مددگار اس کا عابد ہو۔

پھر فرماتا ہے وما ارسلنٰک الخ یعنی اے نبی اگر یہ ہدایت پر نہ آویں تو آپ کا کچھ بھی ذمہ نہیں کیونکہ آپ کا کام خوش خبری اور خوف دلانا ہے سو آپ کر چکے۔

پھر فرماتا ہے کہ ان حمقاء سے کہہ دو کہ میں تم سے اس بات میں کچھ مانگتا تو نہیں یہی چاہتا ہوں کہ تم کو راہِ راست نصیب ہو یعنی بے غرض خیر خواہ ہوں پھر ایسے شخص سے سرتابی کرنا کس عقل کا مقتضیٰ ہے؟ اس لیے آپ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ خدائے حی ولا یزال پر توکل کریں اور اس کی ثنا، وصفت کیا کریں وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے واقف ہے آپ سمجھ لے گا وہ کہ جس نے چھ روز میں آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو بنا دیا پھر تختِ حکومت پر قائم ہوا یعنی مخلوقات کو پیدا کر کے ان پر حکمرانی شروع کی اور وہ کون ہے؟ رحمٰن۔ خبیر یعنی بڑے خبردار سے پوچھو، یا یوں کہو رحمٰن خبردار ہے اس سے پوچھو ان جملوں میں خدا تعالےٰ کی صفات اس طرز پر ثابت کیے کہ جس سے ضمناً ان کے بتوں کی خدائی بھی باطل ہو گئی کہ وہ نہ حی ہیں نہ موت سے بری ہیں نہ وہ بندوں کے گناہوں سے واقف ہیں نہ انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے۔

اور چھ روز سے یہ بھی بتلا دیا کہ آپ جلدی نہ کریں خدا نے باوجود قدرت کے چھ روز میں مخلوق پیدا کی، آپ کا دین بھی بتدریج جاری ہوگا۔ واذا قیل لھم یعنی آپ سے کیا برگشتہ ہیں وہ رحمٰن سے بھی برگشتہ ہیں جو سجدہ نہیں کرتے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۗءِ بُرُوْجًا

اس کی ذات بڑی بابرکت ہے کہ جس نے آسمان میں برج بنائے

وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾

اور ان میں چراغ (آفتاب) اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اور وہی تو ہے کہ جس نے رات اور دن بنائے جو ایک دوسرے کے

خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ

پیچھے لگا ہوا ہے ایسا اس کے لیے جو آیات میں غور کرے سمجھنا چاہے

اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ

یا شکر کرنے کا ارادہ کرے اور رحمٰن کے (خاص) بندے

الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا
تو وہی ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں

وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُونَ قَالُوا
اور جب ان سے جاہل منہ بھیڑ ہو جاتے ہیں تو سلام کہتے ہوئے

سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ
الگ ہو جاتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام

سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ
ہی میں رات گزارتے ہیں اور وہ دعا کرتے رہتے ہیں

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ
کہ اے ہمارے رب ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھیو

إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا
کیونکہ دوزخ کا عذاب بڑی سخت آفت ہے وہ تو

سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَ
بہت ہی برا ٹھکانا اور بہت برا مقام ہے اور

الَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَ
وہ جو جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور

لَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾
نہ تنگ دلی اور ان کا خرچ کرنا اعتدال پر ہوتا ہے

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا
اور وہ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں

آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ
پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں کہ جس کو اللہ نے حرام

اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ
کر دیا ہے مگر حق سے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ
ایسا کرتا بھی ہے تو سزا کا مستحق ٹھیرتا ہے اس کے لیے

لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ
قیامت میں دوچند عذاب ہوگا اور اس میں سدا خوار

مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَ
ہوکر پڑا رہے گا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور

عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ
اچھے کام بھی کرے سو اللہ ان کی برائیوں کو

اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ
نیکیوں سے بدل دیا کرتا ہے اور اللہ

غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَ
غفور الرحیم ہے اور جس نے توبہ کر لی اور

عَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ
نیک کام بھی کرنے لگا تو وہ (دراصل) اللہ کی طرف رجوع

مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ
کرتا ہے اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں

الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا
دیتے اور وہ جو کبھی بیہودہ جگہ پر گزر ہو جائے تو منہ پھیر کر

كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا
گزر جاتے ہیں اور وہ جب ان کو ان کے رب کی

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا
آیات سے سمجھایا جاتا ہے تو ان پر بہرے اندھے بن کر نہیں گر پڑتے

وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ
(بلکہ غور کرتے ہیں) اور وہ جو دعا کیا کرتے ہیں کہ

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا
اے ہمارے رب ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے

قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ
آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا

إِمَامًا ﴿٧٤﴾ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ

بنادے — یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو ان کے صبر کی وجہ سے جنت کے بالا خانے دیے

بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَ

جائیں گے — اور ان کا وہاں دعا و سلام کے ساتھ استقبال

سَلَامًا ﴿٧٥﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ

کیا جاوے گا — وہ وہاں سدا رہا کریں گے (جنت بھی) وہ بہت عمدہ

مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَأُ

ٹھیرنے کی جگہ — اور خوب ہی مقام ہے۔ (اے نبی) کہدے میرے رب کو بھی

بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ

تمہاری کچھ پروا نہیں — اگر تم اس کو نہ پکارو — البتہ تم

كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

جھٹلا تو چکے ہو (پھر دیکھو) ابھی سزا ہوتی ہے۔

تفسیر

تبارک الذی الخ یہ جواب ہے ان کے اس قول کا وما الرحمٰن کہ کیا ہے رحمٰن ؟ وہ بابرکت ہے کہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں سراج یعنی آفتاب بنایا ہے جو تمام دنیا کا چراغ ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اندھیر ہو جاتا اور رات کے لیے بھی اس نے چاند چمکتا بنایا ہے۔ مطلب یہ کہ رحمٰن وہ ہے کہ جس نے دنیا کا گھر بنایا اور اس گھر میں آفتاب و ماہتاب کی قندیلیں روشن کیں اور اس گھر میں تمہارے لیے ہر ایک قسم کا سامان معیشت بہم پہنچایا پھر کہتے ہو کہ رحمٰن کون ہے اور اس کے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے ہو ؟ اور اس پر بس نہ کیا بلکہ اس نے رات دن بنائے جو ایک کے بعد دوسرا آتا ہے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات۔ یا یوں کہو ایک دوسرے کے مخالف ہے یہ

مجاہد و قتادہ و کسائی کا قول ہے: یقال لکل شیئین اختلفا ھما خلفان فقی لہ خلفة ای مختلفین وھذا اسود وھذا ابیض وھذا طویل وھذا قصیر اگر ہمیشہ رات یا دن ہوتا تو نظام عالم نہ رہتا۔ فرماتا ہے یہ شکر کرنے والوں اور سمجھنے والوں کے لیے ہے جعل فی السماء بروجًا آسمان میں تاروں کے اجتماع سے مختلف صورتیں پیدا ہو گئیں کہیں شیر کی کہیں ترازو کی کہیں بیل کی کہیں مچھلی کی وغیرہ۔ اور آسمان کو حکماء نے بارہ حصوں میں خیالی طور پر اس طرح سے تقسیم کیا ہے کہ جس طرح خربوزہ کی قاشیں اور ہر ایک حصہ کا نام بُرج رکھا ہے۔ اور جس برج میں صور مذکورہ میں سے جو کسی کی صورت آگئی ہے اس کو اسی کے نام سے نامزد کر دیا ہے۔ جس میں شیر کی صورت ہے اس کو برج اسد کہتے ہیں جس میں مچھلی کی اس کو برج حوت علیٰ ھٰذا القیاس۔ اور یہ بات عرب میں ہمیشہ سے مسلّم چلی آتی تھی۔

ع ٦ ١٥ ٤

وعباد الرحمٰن الخ یہاں سے ان پر تعریض کرتا ہے کہ تم رحمٰن کو کیا جانتے ہو تم تو شیطان کے بندے بنے ہوئے ہو دیکھو رحمٰن کے بندے یہ لوگ ہیں جن میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ یہاں سے پھر احکام اور قوت عملیہ کی تکمیل کا مسئلہ اس خوبی اور مناسبت سے شروع کرتا ہے۔

عباد الرحمٰن کے چند اوصاف حمیدہ ذکر کرتا ہے جس سے عام مسلمانوں کو بھی ان اوصاف کے حاصل کرنے کی ترغیب دلانی مقصود ہے کہ خالی باتیں بنانے سے رحمٰن کا بندہ خالص نہیں بنتا جب تک کہ ان باتوں کو اپنے میں پیدا نہ کرے۔ اور یوں تو رحمٰن کے سبھی بندے ہیں مگر مراد خالص اور اچھے اور مقبول بندے ہیں۔

(۱) صفت اول الذین یمشون الخ کر جو زمین پر

اکڑتے اور اتراتے ہوئے نہیں چلتے بلکہ تواضع اور فروتنی سے۔

(۲) واذا خاطبھم الجاھلون جب جاہلوں سے ہم کلامی کا اتفاق پڑتا ہے تو سلام کہتے ہیں یعنی تسلیم اختیار کرتے ہیں۔ یا یہ کہ سلامتی اور سکوت طلب کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں معاف کیجیے ان سے اُلجھتے جھگڑتے نہیں کس لیے کہ سفہاء کی باتوں سے درگزر کرنا عقلاً و شرعاً بہتر ہے اور اس میں سلامتی اور حفظ آبرو بھی ہے۔ یا یہ کہ سلام تودیع کہتے ہیں یعنی سلام کر کے رخصت اور الگ ہو جاتے ہیں۔ سب سے مطلب یہ ہے کہ جہل و فساد کے مقابلہ میں حلم اختیار کرتے ہیں۔

(۳) یہ کہ یہ تو ان کا دن کا اور باہمی تمدن کا برتاؤ تھا، اب خدا سے معاملہ اور شب کی کیفیت یہ ہے یبیتون لربھم الخ کہ تمام رات یا اس کا بڑا حصہ خدا کی یاد میں صرف کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں جس میں سجدہ اور قیام بھی ہے۔ حسن کہتے ہیں اللہ کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور نیاز کے ساتھ اس کے آگے سر رکھ دیتے ہیں آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔ یہ نماز تہجد کی طرف اشارہ ہے جو اسلام کا شیوۂ خاص ہے۔

(۴) والذین یقولون ربنا اصرف الخ یعنی اس عبادت پر اُن کو غرور نہیں بلکہ عذاب جہنم سے ڈرتے اور یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے عذاب جہنم کو دور رکھیو کیونکہ وہ دردناک عذاب ہے اور جہنم بری جگہ ہے۔

(۵) والذین اذا انفقوا الخ کہ خرچ کرنے میں میانہ روی کرتے ہیں نہ اسراف ہے نہ اقتار[1]۔ کھانے پینے لباس مکان سب میں میانہ روی مستحسن ہے۔ بعض کہتے ہیں گناہ کے کام میں صرف کرنا اسراف ہے اور حق اللہ میں دست کشی کرنا اقتار یعنی تنگ دلی ہے۔

(۶) والذین لا یدعون الخ کہ وہ ہر حال میں شرک سے بچتے ہیں خدا کا کسی کو شریک نہیں سمجھتے اور کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کرتے۔ جن مواقع میں قتل کی رخصت ہے جیسا کہ خون کے بدلے میں خونی کا خون کرنا یا عین جنگ میں دشمن کا قتل کرنا وہاں تو وہ ہاتھ نہیں روکتے۔ باقی دیگر مواضع میں جن کا خدا نے حکم نہیں دیا اور جان کا مارنا حرام کیا ہے وہاں سے ہاتھ روکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ آپس کی خانہ جنگیوں میں یا رہ زنی اور چوری وغیرہ امور میں مار ڈالتے ہوں۔ رحم اور عدل دونوں کی رعایت رکھتے ہیں اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے ومن یفعل ذٰلک یلق اثاما کہ جو ایسے کام کرے گا وہ اس کا برا بدلہ بھی پاوے گا۔ ان الاثام والاثم واحد والمراد ہہنا جزاء الاثام۔ یضعف لہ العذاب یوم القیٰمۃ ان کو قیامت میں دو چند عذاب دیا جاوے گا ایک شرک کا دوسرا ان گناہوں کا ویخلد فیہ مھانا اور اس عذاب میں ہمیشہ خوار و ذلیل ہو کر رہے گا۔

بخاری و مسلم نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا گناہ بڑھ کر ہے؟ فرمایا کہ تو کسی کو اللہ کا شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ میں نے کہا پھر کون سا ہے؟ فرمایا پھر یہ کہ تو اپنے لڑکے کو اس خوف سے مار ڈالے کہ تجھے اس کو اپنے ساتھ کھلانا پڑے گا (عرب میں ایسا بھی ہوتا تھا) پھر عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔ اس کی تصدیق میں خدائے تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا

[1] اقتار و قتور تنگ دلی کنجوسی ۱۲ منہ

اخر الآیۃ یعنی یہ آیات حدیث کی تائید کرتی ہیں، اور مواقع تائید میں آیات کا پیش کرنا متقدمین میں نزول سے تعبیر ہوتا ہے۔

بخاری وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے بعد مشرکین نے کہا ہم نے تو اور معبودوں کو بھی پوجا اور ناحق قتل بھی کیا اور حرام کاری بھی کی ہے پس ہمارے لیے مغفرت کا کیا طریق؟ تب یہ آیت نازل ہوئی الا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً کہ جس نے توبہ کی اور ایمان لا کر عمل صالح کیے فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات اللہ ان کے گناہان سابقہ کو مٹا کر یہ نیک کام ان کے نامۂ اعمال میں لکھ دے گا اور ممکن ہے کہ اپنے فضل سے ان کی حقیقت بدل دے ؎

ہر کہ در سایۂ حمایت اوست
گنہش طاعت ست دشمن دوست

(۷) والذین لا یشھدون الزور زور کے معنی ہیں جھوٹی گواہی یعنی جھوٹی گواہی کے پاس بھی نہیں جاتے اور مواضع کذب بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ہر ناروا مجلس بھی مراد ہو سکتی ہے جو خلاف شرع شریف ہو۔ جیسا کہ ناچ رنگ کی مجلسیں اور کھیل اور تماشوں کے مجامع۔ اسی طرح کفار و مشرکین مبتدعین کے میلے اور تہوار۔ ان سب سے اجتناب کرنا عباد الرحمن کی شان ہے واذا مروا باللغو مروا کراما اور جو کہیں ایسے بیہودہ مواقع کے پاس سے گزرنے کا اتفاق بھی ہو تو اعراض کر کے گزر جاتے ہیں۔ منہ ڈھانک کر آنکھ بند کر کے گزرنا ان کی طرف متوجہ نہ ہونا بزرگانہ گزرنا ہے۔

(۸) والذین اذا ذکروا الخ کہ جب ان کو آیات الٰہی سنائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے جیسا کہ منافقین دکھانے کے لیے ایسا کرتے ہیں بلکہ بصیرت اور سمجھنے اور سننے کی حالت میں ان پر گر پڑتے ہیں ان سے اعراض نہیں کرتے۔

(۹) والذین یقولون الخ کہ اپنی اولاد اور ازواج کے لیے بھی دعا کیا کرتے ہیں کہ ان کو صلاح و دینداری میں ایسا کر کہ ان سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہو دیں اور اپنے خاندان اور کنبے کے ہم بزرگ رہبر بن جاویں۔ یہ بڑی نعمت ہے کہ انسان کے زن و فرزند اس کے موافق ہوں اور دین میں معین۔ یا یہ معنی کہ مر کر یہ ہم سے ملیں اور ہماری آنکھیں دار آخرت میں ان سے ٹھنڈی ہوں۔

اب عباد الرحمن کی جزا فرماتا ہے اولئک یجزون الغرفۃ الخ کہ یہ لوگ جنت میں بلند محلوں کی کھڑکیوں میں بیٹھیں گے اور ہمیشہ اس میں رہا کریں گے۔

قل ما یعبؤا بکم ربی الخ وہ جو رحمن کے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے ہیں ان سے عتاب کیا جاتا ہے کہ کہہ دو میرے رب کو بھی تمہاری کچھ پروا نہیں جو تم اس کو نہیں پکارتے تم تو جھٹلا چکے عن قریب تم پر عذاب آتا ہے۔

سورۂ شعراء

مکیۃ ہے اس کی دو سو ستائیس ۲۲۷ آیات اور گیارہ رکوع ہیں۔

المنزل الخامس ۵ ع ۹ / ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ
یہ آیتیں روشن

الْمُبِيْنِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ
کتاب کی ہیں شاید (اے نبی) آپ اپنی جان کو گھونٹ کر

اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③ اِنْ نَّشَاْ
ماردیں گے اس پر کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اگر ہم چاہیں تو

نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً
آسمان سے ان پر ایک ایسی نشانی نازل کردیں کہ

فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④
اس کے آگے ان کی گردنیں جھک پڑیں

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ
اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی

الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ
نئی بات نصیحت کی ایسی نہیں آئی کہ وہ اس سے

مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا
منہ نہ موڑ لیتے ہوں سو یہ تو جھٹلا چکے

فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ
اب ان کو اس کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی کہ جس سے

يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى
وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے بھلا کیا انہوں نے زمین کو

الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ
نہیں دیکھا کہ اس میں کس قدر ہم نے قسم قسم کی

زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
عمدہ چیزیں اگائی ہیں البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧
اور ان میں سے بہت تو مانتے ہی نہیں

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨ ع
اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) رحم کرنے والا ہے (جو ان کو کفر پر جلد سزا نہیں دیتا)

ترکیب

ان لا یکونوا مفعول لہ ای لئلا۔ خاضعین و القیاس خاضعات انما جاء بجمع المذکر لان المراد اصحاب الاعناق ولیس المراد الرقاب۔ کم انبتنا فی موضع نصب بانبتنا۔ من ذکر ای قرآن من الرحمٰن صفۃ ذکر محدث صفۃ اخرے۔

تفسیر

یہ سورت بھی مکہ میں اسی وقت نازل ہوئی ہے جب کہ کافروں کا حضرتؐ پر اور مسلمانوں پر ہر طرف سے سخت ہجوم تھا اور اسلام کی روح افزا باتیں ان کو عجیب و غریب معلوم ہوتی تھیں۔ حضرتؐ کی نبوت پر وہ طرح طرح سے لغو شبہات وارد کیا کرتے تھے اور جب جواب سے عاجز آجاتے تھے تو اپنی خواہش کے موافق ہر شخص ایک عجیب و غریب معجزے کا طالب ہوتا تھا کوئی کہتا تھا اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹا دو تو جانوں، کوئی کہتا تھا کہ اس خشک اور پہاڑی جگہ میں نہر جاری کر دو تو مانوں، علیٰ ہذا القیاس حضرتؐ کے دل میں قوم کی خراب حالت کی اصلاح کا جوش تھا، دردمندی حد سے بڑھی ہوئی تھی ان کے نہ ماننے اور کج بحثیاں کرنے سے نہایت رنج ہوتا تھا۔ اس سورت میں آپ کو تسلی دی گئی کہ اگر یہ ایمان نہ لائیں گے تو کیا آپ غم میں گھٹ کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔ اور پھر اس کے بعد چند انبیاء اولوالعزم اور ان کی سرکش امتوں کا

تذکرہ کرکے یہ جتلادیا کہ پہلے لوگ بھی اپنے انبیاء کے ساتھ ایسا ہی کرتے آئے ہیں اور چونکہ عرب میں شاعری کا بڑا زور شور تھا اور عاجز ہو کر قرآن کو شعر کہہ دیا کرتے تھے اس لیے اخیر سورت میں شعراء کی حقیقت بھی بیان کردی کہ وہ واہی تباہی باتیں اشعار میں جمع کیا کرتے ہیں ہر وادی سخن میں حیران و پریشان پھرا کرتے ہیں برخلاف قرآن مجید کے کہ جس میں سراسر راستی اور مکارم اخلاق اور توحید وغیرہ کے مضامین عالیہ ہیں، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ شعراء ہوا۔ اور نیز ان کو روحانی بلاغت کا اس میں ایک جداگانہ لطف دکھا کر ان پر کوڑا سا مار دیا۔ سورۂ فرقان کے اخیر میں یہ جملہ تھا کہ تم جھٹلا چکے اب دیکھو کیسی سزا ملتی ہے۔ ہرچند ان کی تکذیب کے مقابلہ میں بہت سے مواقع پر شہادتیں پیش کی گئی تھیں کہ ان میں غور کرنے کے بعد عاقل کو تکذیب کی گنجائش نہیں رہتی مگر اس کے بعد دلائل اثباتِ نبوت بیان کرنا اور ساتھ ہی گزشتہ انبیاء اور ان کی نافرمان اور سرکش قوموں کے واقعات بیان کرنا اتمام حجت اور اپنے محبوب رسول ﷺ کے دل کی تشفی اور دفع ملال مقصود تھا جو آپ کو اس بدنصیب قوم کی بے نصیبی اور آنے والی مصیبت سے تھا اس لیے سورۂ فرقان کے بعد اس سورت کا آنا مناسب ہوا۔ طسم۔ الم کی تفسیر میں حروفِ مقطعات کی بابت ہم بہت کچھ کہہ آئے ہیں۔ یہاں ط سے مراد طرب اور س سے سرورِ دائمی اور میم سے محمد ہے۔ یعنی محمد کو طرب و سرورِ ابدی مبارک ہو۔ یہ غم چند روزہ ہے واللہ اعلم۔

تلک اٰیٰت الکتٰب المبین۔ یہ آیتیں جو اے لوگو تم کو سنائی جاتی ہیں روشن اور کھلی ہوئی کتاب یعنی قرآن کی ہیں جن میں عقلِ سلیم کو کچھ بھی تردد نہیں ہاں جو کور ازلی اور بدنصیب اصلی ہیں ان کو ان پر طرح طرح کے شکوک پیدا ہوتے ہیں یہ مضمونِ الہامی ان کے دل میں نہیں اترتا۔ اس لیے وہ ایمان نہیں لاتے۔ پھر جب وہ ایسے کور باطن ہیں تو اے نبی آپ کو ان کے ایمان نہ لانے سے کچھ رنج نہ کرنا چاہیے۔ پھر آپ کیوں جی میں گھٹتے ہیں لعلک باخع نفسک الخ۔

اب رہا ان کا یہ عذر کہ ہمارے سوال کے مطابق حضرتؐ کیوں کوئی نشانی نہیں دکھاتے سو یہ بھی غلط ہے ان کو اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا ورنہ ہم قادر ہیں ان نشان نزل علیھم من السماء اٰیۃ الخ کہ آسمان سے ان پر کوئی ایسی نشانی اتاریں جس کے آگے ان کی گردنیں جھک جاویں۔ مگر ان کا تو یہ حال ہے کہ وما یاتیھم من ذکر من الرحمٰن الخ کہ جب کوئی نئی بات نصیحت کی ان کے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے تو اس سے انکار ہی کرتے ہیں۔ فقد کذبوا الخ یہ جھٹلا چکے نہ مانے ہیں نہ مانیں گے اب عنقریب اس کی حقیقت ان کو معلوم ہو جاوے گی۔ اور نشانی دیکھتے ہیں تو ہر وقت دیکھ سکتے ہیں زمین کی جڑی بوٹیوں کو دیکھیں کہ کس صناع نے کس حکمت سے پیدا کی ہیں۔ اس جڑی بوٹیوں کے اگانے میں چند نمونہ قدرت ہیں اول یہ کہ جس طرح ہر سال جڑی بوٹیاں برسات میں پیدا ہو جاتی ہیں اور موسم خزاں میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا دوسرے سال پھر وہی اسی طور سے برآمد ہوتی ہیں۔ اس میں حشر اور اور قیامت اور انسانی بقا کا پورا نمونہ ہے۔ دوم جب عالم حسی میں اس کا ایک بار نہیں بلکہ بار بار یہ فضل ہے کہ وہ آسمانی پانی سے حیوانات بالخصوص انسان کے لیے کیا کیا مفید چیزیں پیدا کرتا ہے تو پھر وہ رحیم و کریم اس کی دوسری حیات کے لیے ابرِ رحمت یعنی نبوت کے فیض سے کیوں محروم کرتا مگر اکثر جاہل ان باتوں پر ایمان نہیں لانے والے۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ
اور جب کہ آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تم ظالم قوم
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ
کے پاس جاؤ فرعون کی قوم کے پاس
اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ
ڈرتے وہ کیوں نہیں موسیٰ نے عرض کیا اے رب میں
اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَيَضِيْقُ
ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں اور میرا سینہ
صَدْرِىْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ فَاَرْسِلْ
تنگ ہو جائے اور میری زبان نہ چلے پس ہارون کو
اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَىَّ ذَنْۢبٌ
پیغام دے اور مجھ پر ان کا ایک گناہ بھی ہے
فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ
سو مجھے ڈر ہے کہ مار نہ ڈالیں فرمایا
كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ
ایسا ہرگز نہ ہوگا پس تم دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ
مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ
سننے والے ہیں تم دونوں فرعون کے پاس جاکر
فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾
کہو کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں
اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾
کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے
قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ
فرعون نے کہا کیا تجھ کو ہم نے اپنے گھر میں بچہ سا نہیں پالا تھا اور تو نے
فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ
ہم میں اپنی عمر برسوں ہمیں گزاری ہے اور

فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِىْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ
تو اپنی وہ حرکت کر جو تو نے کی تھی کر چکا ہے حالانکہ تو
مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا
انکاریوں میں سے ہے۔ موسیٰ نے کہا جب کہ میں نے وہ کام کیا تھا
وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ
تو میں بے خبر تھا پس میں تم سے
مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِىْ رَبِّىْ
تمہارے ڈر کے مارے بھاگ نکلا تب مجھ کو میرے رب نے دانائی
حُكْمًا وَّجَعَلَنِىْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾
عطا کی اور مجھ کو رسول بنایا
وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَىَّ اَنْ عَبَّدْتَّ
اور کیا یہ بھی کوئی احسان ہے کہ جس کو تو مجھ پر جتلاتا ہے کہ تو نے بنی
بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَ
اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے فرعون نے کہا
مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ
رب العالمین کیا چیز ہے موسیٰ نے کہا وہ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ
آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی سب چیزوں کا رب ہے
اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ
اگر تم کو یقین آوے فرعون نے اُن (درباریوں)
حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ
سے جو اس کے اردگرد تھے کہا کہ تم (موسیٰ کی باتیں) سنتے ہو؟ موسیٰ نے کہا
رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾
وہ تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے
قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِىْٓ اُرْسِلَ
فرعون نے کہا بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہارے پاس بھیجا گیا

اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ

ہے ضرور دیوانہ ہے موسیٰ نے کہا مشرق و

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ

مغرب کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَئِنِ

اگر تم عقل رکھتے ہو فرعون نے کہا اگر

اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ

تو نے میرے سوا اور کوئی معبود قرار دیا تو تجھے

مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ

قید ہی کیا تو ڈال دوں گا موسیٰ نے کہا اور جو تیرے

جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ

پاس کھلی ہوئی بات لایا ہوں (تو بھی ؟) فرعون نے کہا

بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾

اگر تو سچا ہے تو اس کو پیش کر

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ

پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ فوراً ایک بڑا اژدہا

مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ

بن کر ظاہر ہوگیا اور اپنا ہاتھ نکالا تو فوراً وہ

بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾

ناظرین کو چمکتا ہوا دکھائی دینے لگا۔

تفسیر

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى الخ اب یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے تذکرے عبرت انگیز شروع ہوتے ہیں۔ (۱) یہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے جس میں ان کا فرعون کے پاس جانا اور خدا کا پیغام پہنچانا اور طرح طرح کے معجزات دکھانا اور اس کا نہ ماننا اور انجام کار دریاء قلزم میں مع لشکر غرق ہونا مذکور ہے۔

ولا ینطلق لسانی۔ فرعون کے گھر جب موسیٰ تھے اور اس کے فرزندوں کی طرح پرورش پاتے تھے ایک بار فرعون کی داڑھی پکڑ لی جس پر خفا ہو کر اس نے قتل کا حکم دیا۔ اس کی بیوی نے سفارش کی کہ نادان بچہ ہے اس کے نزدیک آگ اور جواہرات برابر ہیں دونوں لاکر سامنے رکھے گئے تو آگ منہ میں ڈال لی تھی جب سے لکنت زبان پر تھی۔ بعض کہتے ہیں یوں ہی قدرتی طور پر لکنت تھی۔ بعض کہتے ہیں اس جملہ سے لکنت ثابت کرنا بے فائدہ ہے کس لیے کہ مراد یہ ہے کہ میں گویا نہیں ہوں مزاج میں غصہ زیادہ تھا عذر کر دیا کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے میرا سینہ تنگ ہوگا زبان نہ چلے گی۔

ولهم علی ذنب یہ گناہ قبطی کو مکہ مار کر مار ڈالنا ہے۔ الم نربك فینا کیا تو ہم میں لڑکپن سے ایک عمر تک نہیں پلتا رہا؟ وفعلت فعلتك اور تو نے وہ کام کیا جو کیا یعنی قبطی کو جو ہماری قوم کا تھا مار ڈالا۔ یہ فرعون نے بطور طعن کے کہا تھا۔ موسیٰ نے اقرار کر لیا کہ بے شک ایسا کام ناوانستگی سے سرزد ہوگیا وانا من الضالین کے یہی معنی ہیں کہ مجھے طریقہ فہمائش اس وقت نہ معلوم تھا نہ یہ کہ میں در اصل گمراہ بت پرست تھا۔ موسیٰ نے فرعون سے کہا تھا انا رسول رب العلمین کہ ہم دونوں بھائی رب العالمین کے رسول ہیں۔ مصر کے لوگ اور فرعون بھی بت پرست تھے ستاروں اور دیگر علویات کے بت بنا کر پوجا کرتے تھے اور نیز وہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو رب یعنی لوگوں کا پرورش کرنے والا سمجھتا تھا جیسا کہ ہندو راجہ کو ان داتا یعنی رزق دہندہ کہا کرتے ہیں اس لفظ سے چونکا جیسا کہ مشرکین رحمٰن کے لفظ سے چونکے تھے۔ اس لیے پوچھا ما رب العلمین

ع ۲ ۶

کہ کیا ہے رب العالمین ؟ موسیٰ نے کہا آسمانوں اور زمین
اور ان کے اندر جو کچھ ہے سب کا رب۔ فرعون نے تعجب
سے درباریوں سے کہا سنتے ہو یہ کیا کہتا ہے یعنی ایک شخص
ایسا ہو سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کا رب ہو؟ وہ اللہ
تعالیٰ کا منکر تھا۔ موسیٰ نے کہا بلکہ تمہارے اگلے باپ دادا کا
بھی رب۔ اس پر اس کو تاب نہ رہی کہہ دیا یہ دیوانہ ہے
اس پر موسیٰ نے اور ترقی کی کہ مشرق اور مغرب کے لوگوں کا
رب، تمہارے باپ دادا کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر
تمہیں عقل ہے سمجھو۔ یعنی میں دیوانہ نہیں ہوں تم احمق ہو۔
اس پر فرعون نے کہہ دیا کہ اگر تو نے کسی اور کو رب بنایا
تو مقرر تجھے قیدخانہ میں ڈال دوں گا۔ فرعون کا قیدخانہ بھی
معاذ اللہ برا قیدخانہ تھا کسی کوئیں میں قیدیوں کو ڈال دیا
کرتے تھے اور پھر سے منہ بند کر دیتے تھے جیسا کہ ہندو
راجاؤں کے عہد میں دستور تھا۔ موسیٰ نے کہا اگر میں تجھے
کوئی نشانی اپنی صداقت کی دکھاؤں تب بھی تو مجھے
قید میں ڈالے گا؟ اس نے کہا وہ نشانی دکھا۔ موسیٰ نے
ہاتھ کو بغل میں سے نکالا تو آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نکلا ید بیضاء
پھر عصا یعنی اپنے ہاتھ کی لکڑی کو ڈالا تو اسی کے دربار
میں سانپ بن کر لہرانے لگا۔ فرعون اور درباری ڈر کے
مارے بھاگ اٹھے اُس کی خدائی کی قلعی تو وہیں کھل گئی۔
موسیٰ نے اس کو پکڑ لیا پھر وہی لکڑی ہو گئی۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ
فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے پاس تھے کہا کہ بے شک یہ بڑا ماہر
عَلِيْمٌ (۳۴) يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ
جادوگر ہے تم کو اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے
اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (۳۵)
نکال دینا چاہتا ہے پھر تم کیا رائے دیتے ہو؟

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي
وہ بولے اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں
الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ (۳۶) يَاْتُوْكَ
ہر کارے بھیج دیجئے کہ آپ کے پاس بڑے
بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ○ فَجُمِعَ
بڑے ماہر جادوگروں کو حاضر کریں پس سب
السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۳۸)
جادوگر ایک دن معین پر جمع کیے گئے
وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ (۳۹)
اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم بھی اکٹھے ہوتے ہو؟
لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ
شاید کہ ہم جادوگروں کے متبع ہو جاویں اگر وہی
الْغٰلِبِيْنَ (۴۰) فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ
غالب رہے پھر جب جادوگر آئے
قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ
تو فرعون سے کہا بھلا ہم کو کچھ انعام بھی ہے اگر
كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ (۴۱) قَالَ نَعَمْ
ہم ہی غالب آجاویں اس نے کہا ہاں
وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۴۲)
بے شک جب تو تم مقربوں میں داخل ہو جاؤ گے

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ
ان سے موسیٰ نے کہا ڈالو کیا
مُّلْقُوْنَ (۴۳) فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ
ڈالتے ہو پھر انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈال دیں
وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ (۴۴)
اور کہنے لگے فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب رہیں گے۔

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ
پھر موسیٰ نے بھی اپنا عصا ڈال دیا پھر تو وہ فوراً ان کے ان شعبدوں کو جو بنا
تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ
رہے تھے) لقمہ کرنے لگا پھر جادوگر سجدے
سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾
میں گر پڑے کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لائے
رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ
موسیٰ اور ہارون کے رب پر فرعون نے کہا
اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ
کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی ایمان لے آئے؟
اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ
بے شک یہ تمہارا استاد ہے کہ جس نے تم کو جادو
السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۚ
سکھایا ہے سو تم کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے
لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ
کہ میں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں
مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾
کٹوائے ڈالتا ہوں اور تم سب کو سولی پر چڑھائے دیتا ہوں
قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا
وہ بولے کچھ مضائقہ نہیں ہم کو تو اپنے رب کے پاس
مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ
لوٹ کر جانا ہے ہم کو امید ہے کہ
يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ
ہمارا رب ہمارے گناہوں کو معاف کردے گا اس سبب سے کہ ہم
اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾
سب سے پہلے ایمان لائے۔

تفسیر

بدنصیب یہ معجزے دیکھ کر ایمان تو نہ لایا یہ کہہ دیا کہ یہ بڑا جادوگر ہے اس کے زور سے تمہارا ملک لینا چاہتا ہے۔

فرعونیوں کے عہد میں جادو اور طلسم کا بڑا زور تھا چنانچہ اس عہد کے یادگار مسلمانوں کے ابتداء عہد تک موجود تھے جن کو اہل اسلام کے مورخین نے نقل کیا ہے' دیکھو تاریخ مصر۔ درباریوں نے صلاح دی کہ آپ بھی اپنے ملک میں سے نامور جادوگر ایک روز معین میں جمع کر کے اس کو عاجز کر دیجئے اور عید یا کوئی فرعونیوں کا میلہ ہوتا تھا جس میں سب لوگ شریک ہوتے تھے وہ روز قرار پایا تاکہ سب لوگ موسیٰ کا عجز ملاحظہ کریں چنانچہ اس روز وہ سب جادوگر اور طلسم کار آئے اور ایک میدان میں فرعون اور اس کے امراء اور عام لوگ جمع ہوئے وہاں موسیٰ و ہارون بھی تشریف لائے مقابلہ کی ٹھیری۔ موسیٰ نے کہا ڈالو کیا ڈالتے ہو یعنی پہلے تم کچھ دکھاؤ انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں زمین پر ڈالیں۔ لوگوں کو سانپ بن کر پھرتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ پھر موسیٰ نے عصا ڈالا وہ اژدہا بن گیا سب کو کھا گیا۔ فرعون کے جادوگروں کو معلوم ہو گیا کہ یہ کام سحر کی طاقت سے باہر ہے یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے فوراً ایمان لے آئے اور وہیں سجدہ میں گر پڑے۔ فرعون بڑا خفا ہوا اور کہا میرے حکم سے پیشتر تم کیوں ایمان لائے یہ موسیٰ تمہارا استاد معلوم ہوتا ہے تمہارے باہم سازش پائی جاتی ہے تم کو اب سزا دیتا ہوں کہ ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں کٹوا کر دار پر چڑھاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں' دنیا کی تکلیف چند ساعت کی ہے گزر جاوے گی آخر ہم اپنے اللہ کے پاس جاویں گے ہم کو امید ہے کہ وہ ہمیں بخش دے گا۔ کس لیے کہ سب سے پہلے ہم موسیٰ پر اور اس کے رب پر ایمان لائے چنانچہ

ع ۳ (۱۹)

فرعون نے ایسا ہی کیا۔

رب العالمین کے بعد رب موسیٰ وھارون اس لیے کہا کہ فرعون بھی اپنے آپ کو رب سمجھتا تھا۔

لعلنا نتبع السحرۃ اس وقت تک فرعونی جادوگروں کو بھی مذہبی امور میں قابل اتباع نہ جانتے تھے اگر وہ غالب آگئے تو ہمیشہ ان کے کہنے پر چلا کریں گے۔

سحرۃ سے موسیٰ اور ہارون مراد نہیں ہو سکتے۔ اول تو سحرہ جمع ساحر ہے جس سے مراد بہت سے ہیں۔ دوئم لفظ لعل یہ آرزو کرنا ان کی حالت کے خلاف ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ

اور موسیٰ کو ہم نے حکم بھیجا کہ میرے بندوں کو راتوں رات

بِعِبَادِي إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿٥٢﴾

لے کر نکل جاؤ کیونکہ تمہارا تعاقب کیا جاوے گا (سو وہ

فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ

نکلے) پھر فرعون نے بھی شہروں میں ہرکارے

حَاشِرِينَ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ

دوڑا دیے کہ یہ ایک تھوڑی سی

قَلِيلُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ ﴿٥٥﴾

جماعت ہے اور یہ ہمارے بڑے دشمن ہیں

وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَاذِرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَخْرَجْنَاهُم

اور ہم سب ان سے خطرہ رکھتے ہیں پس ہم نے

مِّن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٧﴾ وَكُنُوزٍ

فرعونیوں کو باغوں اور چشموں اور خزانوں اور

وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٥٨﴾ كَذَٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا

عمدہ مقام سے نکال باہر کر دیا یوں کیا اور ان چیزوں کا

بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾ فَأَتْبَعُوهُم

بنی اسرائیل کو وارث کر دیا پھر فرعونیوں نے ان کو

مُّشْرِقِينَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ

دن نکلتے ہی آلیا پھر جب دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں

قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ﴿٦١﴾

تو موسیٰ کے لوگ کہنے لگے ہم تو پکڑ لیے گئے

قَالَ كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٦٢﴾

موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں بےشک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے ابھی راہ بتلائے دیتا ہے

فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب

پھر ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو

بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ

دریا پر مار (موسیٰ نے عصا مارا) سو دریا پھٹ گیا اور

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ﴿٦٣﴾

پانی کا ہر ایک ٹکڑا ایسا ہو گیا جیسا کہ اونچا ٹیلہ

وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ ﴿٦٤﴾ وَ

اور اس مقام پر ہم دوسروں (فرعونیوں) کو لے آئے اور لا کر ڈبو دیا اور

ؒ ان چیزوں کا یعنی باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عمدہ مکانوں کا شام میں لاکر بنی اسرائیل کو مالک کر دیا۔ ان چیزوں کے مالک کر دینے سے یہ مراد نہیں کہ انہیں فرعونیوں کے باغوں کا مالک بنا دیا کس لیے کہ بنی اسرائیل کے بعد بھی فرعونیوں کی سلطنت ملک مصر پر قائم رہی ہے کوئی بنی اسرائیل مصر کا بادشاہ نہیں ہوا خصوصاً وہ اسرائیلی جو موسیٰ کے ساتھ تھے وہ تو چالیس برس تیہ میں ٹکراتے پھرے ہیں جہاں من وسلویٰ اترا اور کیا کیا احکام فرض ہوئے اور کیا کیا واقعات گزرے جس نے خاص وہی فرعونی باغ سمجھ کر قرآن پر دروغ بیانی اور تاریخی واقعات کے خلاف ہونے کا الزام لگایا ہے یہ اس کی غلط فہمی ہے اور جو کوئی ہمارا مفسر اس طرف گیا ہے تو یہ اس کی ناواقفیت ہے ۱۲ حقانی

اَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۶۵﴾

ہم نے موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو بچا لیا

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِیْ

اور ان دوسروں کو غرق کر دیا البتہ اس

ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

میں ایک (بڑی) نشانی ہے اور ان میں سے اکثر تو مانتے

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

بھی نہ تھے اور البتہ آپ کا رب تو

الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶۸﴾

زبردست[1] رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر

واوحینا الیٰ موسیٰ باقی تمام قصہ کو حذف کر کے جو موسیٰ کی سرگزشتِ مصر سے تعلق رکھتا تھا صرف بنی اسرائیل کے مصر سے جانے کا تذکرہ شروع فرمایا کیونکہ نشانی قدرتِ کاملہ اور ان کے کفر و انکار کا نتیجہ ظاہر کرنا مقصودِ مقام تھا۔

موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے بندوں کو یعنی بنی اسرائیل کو رات میں لے نکل۔ چنانچہ وہ بنی اسرائیل کو مع زن و فرزند کسی عید کے بہانہ سے باجازتِ فرعون لے نکلے اور اسرائیلیوں نے فرعونیوں سے عید کے بہانہ سے زیورات بھی مستعار لیے تھے۔ جب یہ سب نکل گئے تو فرعون کو خبر ملی کہ وہ نکل کر ملک شام میں جاتے ہیں فرعون نے جابجا ہرکارے بھیج دیے کہ لوگ کمک کو آویں اور کچھ خوف نہ کریں کیونکہ ان ھٰؤلاء لشرذمة قلیلون یہ تھوڑے لوگ ہیں اور انہوں نے ہم کو ناخوش کیا ہے۔ ایک تو ہماری حکومت سے نکلے جاتے ہیں دوسرے ہمارے زیورات لے گئے محض بہ نظر احتیاط تم کو کہلا بھیجا ہے کہ مدد کو آؤ وانا لجمیع حٰذرون کہ ہم کو ان سے خطرہ ہے۔

ع ۱۷ ۴ ۸

پس فرعون اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ ان کے تعاقب میں نکلے اور صبح دن نکلتے ہوئے اسرائیلیوں کو دریائے قلزم کے قریب آلیا۔ بنی اسرائیل ان کو دیکھ کر ڈر گئے۔ موسیٰ نے تسلی دی کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ دریا پر اپنا عصا مار۔ اس کے مارنے سے دریا پھٹ گیا اور پانی کی باڑ پہاڑ کی طرح دونوں طرف کھڑی ہو گئی۔ بنی اسرائیل خشک زمین پر سے سلامت نکل گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے اسی راستہ سے جب وہ یہاں آئے تو دریا باہم مل گیا وہ سب ڈوب کر مر گئے۔ یہ ایک اللہ کی طرف کی بڑی نشانی ہے لیکن وہ اکثر نہیں مانتے۔

کذٰلك واورثنٰها بنی اسراءیل اس مقام پر اکثر لوگوں کو دھوکہ ہو گیا ہے کہ اورثنٰها بنی اسراءیل ہا کی ضمیر کو فرعونیوں کے خاص جنات و عیون و کنوز و مقام کریم کی طرف پھرایا ہے اور اس کی تفسیر میں کہہ دیا ہے کہ فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد ان کے باغوں اور عمدہ مقامات کے

---

[1] زبردست ایسا کہ فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ رحیم ایسا کہ بے چارے بنی اسرائیل کو بچا لیا۔ یا یہ کہ زبردست ہے۔ سزا دینے پر آئے تو کوئی بچ نہیں سکتا۔ مگر رحیم بھی ہے کہ فی الفور سزا نہیں دیتا درگزر کر جاتا ہے۔ ۱۲ منہ

بنی اسرائیل پھر لوٹ کر آکر مالک ہو گئے تھے۔ حالاں کہ یہ بات نہیں ہوئی کس لیے کہ تمام اہل تاریخ اس پر متفق ہیں کہ دریائے قلزم کو عبور کر کے بنی اسرائیل چالیس برس تک تیہ میں ٹکراتے پھرے مصر میں واپس نہ آئے اور نیز اس فرعون کے بعد دوسرا فرعون تخت مصر پر بیٹھا ہے۔ ان کی سلطنت کا خاتمہ بابل کے بادشاہ کے ہاتھ سے سیکڑوں برس بعد ہوا۔ صحیح توجیہ جیسا کہ بیضاوی فرماتے ہیں یہ ہے او مثل ذٰلك المقام الذی کان لھم علٰی انہ صفۃ مقام۔ اس تقدیر پر معنی صاف ہو گئے کہ ایسے مقامات کا ہم نے بنی اسرائیل کو وارث یعنی مالک کر دیا۔ یعنی ملک شام اور فلسطین میں ان کو بھی ہم نے ویسے ہی عمدہ مقامات اور باغ اور چشمے اور خزانے عطا کیے جیسا کہ فرعونیوں کے پاس تھے اور ان سے نکال کر ہم نے ان کو دریائے قلزم میں غرق کیا۔

خلاصہ یہ کہ ان عمدہ مقامات سے ان کو نکالا اور ایسے عمدہ مقامات بنی اسرائیل کو عطا کیے۔ اور سورۂ دخان میں بھی ایسا ہی آیا ہے کم ترکوا من جنّٰت وعیون و زروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیھا فٰکھین کذٰلك واورثنٰھا قومًا اٰخرین۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِیْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ

اور ان کو ابراہیم کا حال بھی پڑھ سناؤ جب کہ

قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾

انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کو پوجا کرتے ہو؟

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا

انہوں نے کہا بتوں کو پوجتے ہیں سو انہیں کے گرد

عٰكِفِیْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ

دم بھرتے ہیں ابراہیم نے کہا کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں

اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ

جب کہ تم پکارتے ہو یا تم کو کچھ نفع

اَوْ یَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ

یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا (کچھ نہیں) بلکہ ہم نے اپنے

اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ

باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے ابراہیم نے کہا

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾

تم کو خبر (کچھ) بھی ہے کہ تم اور تمہارے اگلے

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾

باپ دادا جس کو پوجتے تھے

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٧٧﴾

وہ تو سب میرے دشمن ہیں۔ مگر رب العالمین (کہ وہ بڑا

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿٧٨﴾ وَ

زبردست ہے) وہ کہ جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر مجھ کو وہ رہنمائی کیا کرتا ہے اور

الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿٧٩﴾

وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿٨٠﴾ وَ

اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے اور

الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِیْٓ

وہ جو مجھے موت دے گا پھر زندہ کرے گا اور وہ کہ جس سے

اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ

مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف

الدِّیْنِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ

کرے گا اے رب مجھے حکمت عطا کر اور

اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ

مجھے شائستہ لوگوں میں ملا دے اور آئندہ

لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾ وَ
آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھیو اور

اجْعَلْنِي مِن وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾
مجھ کو جنۃ النعیم کے وارثوں میں سے کر دے

وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ
اور میرے باپ کو بھی بخش دے کیونکہ وہ گمراہوں میں سے

الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ
تھا اور مجھ کو بھی اٹھنے کے دن

يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَّ
رسوا نہ کرنا جس دن کہ نہ مال کام آئے گا

لَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ
نہ اولاد مگر اس کو کہ جو اللہ کے پاس پاک دل

سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾
لے کر آیا اور اس دن پرہیزگاروں کے لیے جنت قریب لائی جائے گی

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ وَقِيلَ
اور جہنم سرکشوں کے لیے ظاہر کی جائے گی اور ان سے کہا

لَهُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِن
جاوے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پوجا کرتے

دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ أَوْ
تھے (اب) کیا وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں یا

يَنتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا
بدلہ لے سکتے ہیں پھر وہ بھی ؎ اور گمراہ لوگ بھی

هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ
اور سب شیطانی لشکر جہنم میں اوندھے منہ

أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا
ڈال دیے جائیں گے وہ وہاں باہم جھگڑتے ہوئے

يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾ تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي
کہیں گے کہ اللہ کی قسم ضرور ہم صریح

ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُم
گمراہی میں تھے جب کہ (اے جھوٹے معبودو) تم کو ہم

بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا
رب العالمین کے برابر کیا کرتے تھے اور ہم کو کسی نے گمراہ نہیں کیا تھا مگر

الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾
ان بدکاروں نے پھر نہ ہمارا کوئی شفاعت کرنے والا ہے

وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا
اور نہ کوئی دوست وغم گسار ہے کاش ایک بار پھر

كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾
ہمیں دنیا میں جانا ملے تو ہم ضرور ایمان والوں میں شامل ہو جاویں

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ
البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے اور ان میں سے

أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ
اکثر تو ماننے والے نہیں اور بے شک

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾
آپ کا رب زبردست (اور) رحم کرنے والا ہے ۔

ع ۵ ۹

ترکیب

کذلک منصوب بہ یفعلون ۔ فانھم عدو لی
انما افرد والقیاس اعداء لان العدو جنس یطلق علی الواحد

؎ یعنی معبود اور ان کے پوجنے والے گمراہ لوگ اور ان کو بہکانے والے شیاطین سب کے سب جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیے جاویں گے ۱۲ منہ

والکثیر۔ اوالمراد ذو عداوۃ۔ الا رب العالمین استثناء جنس اور غیر جنس دونوں سے ہو سکتا ہے۔ الذی مبتدأ فھو مبتدأ ثان یھدین اس کی خبر اور جملہ الذی کی خبر اور بعد کے الذی پہلے کی صفات ہیں اور صفات میں وَ کا داخل کرنا جائز ہے یوم لا ینفع بدل ہے اول یوم سے الا من استثناء متصل اور غیر متصل بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر

واتل علیھم نبا ابراھیم الخ (۲) قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس میں حضرت کو کامل تسلی دی گئی ہے کہ ابراہیم کا باپ اور ان کی تمام قوم بھی گمراہی میں مبتلا تھی بت پرست تھے۔ پھر ابراہیم کو اپنے باپ کے جہنمی ہونے کا کیا کچھ غم نہ تھا مگر بجز دعا کرنے کے اور کچھ نہ کر سکے پھر آپ کیوں لئے بی اس قدر غم کرتے ہیں؟ اور جب ابراہیم کے ساتھ ان بت پرستوں نے نہ صرف مقابلہ ہی کیا بلکہ آگ میں ڈالا اور وہاں سے سلامت آنے پر بھی دیس چھوڑنا پڑا۔ پس آپ پر یہ مصائب کوئی نئی بات نہیں۔ حضرت ابراہیم نے اپنی دعا میں جنۃ النعیم میں جانا اور قیامت کی رسوائی سے پناہ میں رہنا ذکر کیا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ اور مرنے کے بعد دوسری زندگانی کے لئے قریش کہ تمہارے جد امجد ابراہیم بھی معتقد تھے اس میں میں نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد اس مناسبت سے مسئلہ معاد یعنی حشر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ اس روز جہنم بدکاروں کے، جنت ابرار کے سامنے لائی جائے گی اس دن مال اور زر اور اولاد کام نہ آئے گی مگر ان کے کہ جو خدا کے پاس کفر و معصیت حب شہوات سے پاک دل لے کر آیا ہوگا اس کی اولاد نیک کے اعمال صالحہ جو اس کی ہدایت کا نتیجہ ہیں۔ اور اسی طرح جو مال کہ اس نے اللہ کی راہ میں صرف کیا ہے اس کے کام آئے گا اور اس روز بت پرستوں سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کیا کرتے تھے پھر کیا آج وہ تمہارے معبود کچھ تم کو نفع یا نقصان دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بھی اور ان کے وہ معبودِ خبیث بھی ارواح خبیثہ و شیاطین سب کے سب جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔

اور جہنم میں آپس میں لڑیں گے اور مشرکین کہیں گے ہم بڑے سخت گمراہ تھے جو تم کو رب العالمین کا شریک ٹھیرایا کرتے تھے ہائے آج ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے نہ حمایتی کاش دوبارہ دنیا میں جانے کی اجازت ملے تو ہم بھی ایمان لائیں۔ ایمان کے نتائج کا مشاہدہ ہو گیا۔

اذ قال لابیہ وقومہ ما تعبدون گو حضرت ابراہیم جانتے تھے کہ یہ بتوں کو پوجتے ہیں لیکن سوال اس غرض سے کیا تھا کہ ان کے بتوں کی کمزوری ثابت کریں تاکہ ان کو شرمندگی حاصل ہو اور پھر یہ ان کی پرستش چھوڑ دیں۔ مگر وہ تو ایسے پختہ تھے کہ نعبد اصناما کہنے پر بس نہ کیا بلکہ فنظل لھا عٰکفین بھی کہہ دیا کہ ہم نہ صرف ان کی پرستش ہی کیا کرتے ہیں بلکہ ہم دن بھر ان کے گرد رہا کرتے ہیں (والعکوف الاقامۃ علی الشئ وانما قالوا نظل لانھم کانوا یعبدونھا بالنھار دون اللیل (کبیر) ان کو بت پرستی پر تفاخر تھا اور اس کی وہ مسرت ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ (اللہ رے گمراہی)۔

ابراہیم علیہ السلام کی قوم بابل اور اس کے اطراف میں تھی وہ لوگ مذہب صابی رکھتے تھے جو ستاروں اور دیگر نورانی اور آسمانی چیزوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ پھر ان معبودوں کے نام سے طرح طرح کی مورتیں بنا رکھی تھیں۔

تخمیناً پچاس سال ہوئے ہوں گے کہ شہر نینوی کے بعض تودوں کو فرانس کی ایک جماعت نے بحکم حضرت

سلطان عجائب قدیمہ دریافت کرنے کی غرض سے کھدوایا تو بہت نیچے سے سنگِ مرمر کا ایک عجیب و غریب مکان برآمد ہوا جس کی دیواروں پر ہر طرف عجائب مورتیں ترشی ہوئی تھیں اور پھر اس کے صدر مقام میں ایک بہت بلند بُت سنگِ مرمر کا تھا جس کے پاؤں ہاتھی کے اور بازوؤں پر عقاب کے سے پر اور اس کی صورت انسان کی تھی وہ قدِ آدم اونچا تھا جس کو اُکھاڑ کر فرانس کے عجائب خانہ میں رکھا گیا اور دیواروں پر کچھ کتبہ بھی تھا جو آج تک کسی سے پڑھا نہیں گیا۔ غالباً یہ ابراہیم کی قوم کا بت تھا۔

حضرت ابراہیم نے پھر ان سے دریافت کیا ھل یسمعونکم اذ تدعون او ینفعونکم او یضرون کہ بھلا جب تم ان کو پکارتے ہو کچھ تمہاری بات بھی سنتے ہیں یا تم کو کچھ نفع یا نقصان بھی دیتے ہیں؟ اس کا وہ کیا جواب دیتے بجز اس کہنے کے کہ بل وجدنا اٰباءنا کذٰلک یفعلون ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے ان کی تقلید ہم کرتے ہیں۔ ایسی تقلید حرام ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ افرأیتم ما کنتم تعبدون انتم واٰباؤکم الاقدمون اب تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ تم اور تمہارے باپ دادا کس بے حقیقت چیز کی عبادت کیا کرتے تھے۔ فانہم عدو لی الا رب العٰلمین یہ سب میرے دشمن ہیں یعنی مجھے ان سے نفرت و عداوت ہے مگر رب العالمین سے نہیں۔ اس کے بعد رب العالمین کے چند اوصاف ذکر کرتے ہیں جن سے ان کو اس کی طرف رغبت پیدا ہو پس فرمایا الذی خلقنی فھو یھدین وہ کہ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی مجھ کو راہِ راست کی طرف رہنمائی کیا کرتا ہے والذی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین کہ صرف یہی نہیں کہ پیدا کر کے ہی اس نے چھوڑ دیا پھر اس سے کچھ کام نہیں پڑتا بلکہ جس طرح ابتداء میں اس کی طرف حاجت تھی حال میں بھی ادنیٰ اور اعلیٰ حاجت اسی سے وابستہ ہے یطعمنی ویسقین سے چھوٹی باتوں کی طرف واذا مرضت فھو یشفین سے امورِ عظام کی طرف ایماء کیا گیا۔

والذی یمیتنی ثم یحیین والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین زندگی دنیا کے بعد بھی اس سے تعلق ہے وہی موت دے گا پھر قیامت کو دوبارہ وہی زندہ کرے گا اسی سے مجھے گناہوں کی معافی کی امید ہے (ہر چند حضرت ابراہیم گنہ گار نہ تھے مگر خاصانِ خدا بمقام عبدیت اپنی ذرا ذرا سی فروگزاشت کو بھی بہت بڑا گناہ سمجھا کرتے ہیں) یعنی تمہارے بت بے کار اور میرا معبود یہ یہ کیا کرتا ہے اب دیکھو کون قابلِ پرستش ہے۔ یہ سب ان پر تعریض ہے۔

اس کے بعد جو دارِ آخرت اور دنیا کی بہبودی کے لیے حضرت ابراہیم نے اپنے رب سے دعا کی اس کو نقل کرتا ہے رب ھب لی حکما والحقنی بالصٰلحین حکم سے مراد کمال قوت مدرکہ کا کہ جس سے ادراکِ حق حاصل ہو والحقنی بالصٰلحین سے مراد کمال قوتِ عملیہ کا کہ جس سے خیر کو عمل میں لاوے۔

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین اور مرنے کے بعد دنیا میں میرا سچائی اور ذکر خیر کے ساتھ تذکرہ باقی رہے یعنی توحید کا طریقہ جو مجھے نصیب ہوا ہے میرے بعد میں بھی رہے کہ وہ اس سبب سے مجھے ذکر خیر سے یاد کیا کریں جو اوروں کے لیے توحید کی طرف رغبت کا باعث ہو۔ واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم اور مجھ کو جنت نعیم کا وارث کیجو۔ یہ سعادتِ آخرت کی دعا تھی۔ جب سعادتِ دنیا و آخرت کے سوال سے فارغ ہوئے تو باپ کے لیے

لہ حضرت ابراہیم کی سب دعائیں قبول ہوئیں مگر باپ کے حق میں نہ قبول ہوئی عبرت کا مقام ہے خدا کی بے نیازی سے ڈرنا چاہیے ۱۲ منہ

بھی دعا کی کیوں کہ وعدہ کر چکے تھے اور نیز لئے حق داروں کو نعمت میں شریک کرنا عالی حوصلوں کا کام ہے ولا تخزنی یوم یبعثون کہ قیامت کے روز مجھ سے کوئی باز پرس بھی نہ کرنا۔

پھر اس کے بعد قیامت کا حال شروع کر دیا کہ اُس روز نہ مال کام آوے گا نہ اولاد نفع دے گی مگر قلب سلیم کہ جس میں توحید و اخلاص ہو

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾
نوح کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا

النصف

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا
جب کہ ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم

تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ
(خدا سے) نہیں ڈرتے؟ میں تو تمہارے لیے امانت دار

أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾
رسول ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ
اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت بھی تو نہیں مانگتا میری

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾
مزدوری تو اللہ ہی پر ہے جو تمام جہان کا رب ہے

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾ قَالُوا
پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو قوم نے کہا

أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾
کیا ہم تجھے مانیں اور تیرے تابع تو کمینے لوگ ہو گئے ہیں

ع ۶ / ۱۰

قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾
نوح نے کہا اور مجھے کیا خبر کہ وہ کیا کرتے تھے

إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ
ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے اے کاش

تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ
تمہیں اس کا شعور ہوتا اور میں تو ایمان داروں کو اپنے

الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ
پاس سے کھدیڑنے کا نہیں میں تو بس کھول کر ڈر

مُبِينٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ
سنانے والا ہوں انہوں نے کہا اے نوح! اگر تو باز نہ آیا

لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾ قَالَ
تو ضرور سنگسار کیا جائے گا نوح نے دعا کی

رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾
اے رب میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا

فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي
پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ ہی کر دے اور مجھ کو

وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾
اور میرے ساتھ جو ایمان دار ہیں ان کو نجات دے۔

فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ
پھر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں کو بھی جو بھری کشتی

الْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ
میں تھے بچا لیا پھر بعد میں اور باقی لوگوں کو

الْبَاقِينَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَ
غرق کر دیا البتہ اس میں ایک (بڑی) نشانی ہے اور

مَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾ وَ
ان میں سے اکثر ماننے والے ہی نہ تھے اور

إِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٢﴾
البتہ آپ کا رب زبردست مہربان ہے

ترکیب

اتبعك جملہ حال ہے ضمیر نؤ من سے ارذلون جمع ارذل بمعنی ذلیل ما علمی ظاہر میں ما استفہامیہ ہے محل رفع میں بسبب مبتدا ہونے کے اور علمی اس کی خبر۔ اور ممکن ہے کہ نافیہ ہو بما کی ب دونوں تقدیر پر علمی سے متعلق ہے دوسری تقدیر پر خبر کو مضمر ماننا پڑے گا بعلما ے بعد انجامہم۔

تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا عبرتناک قصہ بیان فرماتا ہے۔ اگرچہ سورۂ اعراف و سورۂ ہود میں یہ قصہ مشرحاً بیان ہوچکا ہے لیکن چونکہ اسلوب قرآن مؤرخانہ نہیں کہ جن کے نزدیک مکرر بیان کرنا عیب ہے بلکہ واعظانہ کہ جن کے نزدیک عبرتناک قصوں کو بمقتضائے مقام و حالات قوم مکرر بیان فرمانا عین حکمت ہے۔ خصوصاً نئے نئے اسلوب سے اس لیے اس کا پھر سے اعادہ کیا۔ حضرت نوح کا ساڑھے نو سو برس تک ان میں وعظ و پند فرمانا اور پھر ان کا ہدایت پر نہ آنا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کامل تسلی اور ان کے اخیر نتیجہ غرق ہونے سے حضرتؐ کے ہم وطنوں سرکش قریش کو کامل تہدید ہے۔

کذبت قوم نوح المرسلین گرچہ قوم نوح کے صرف نوح رسول تھے مگر جب کہ ان کو جھٹلایا تو سب نبیوں کو جھٹلایا کیونکہ دین کی باتوں میں سب ایک شان تھے ایک کی تکذیب سب کی تکذیب اس لیے المرسلین جمع کا صیغہ آیا کہ ان کے فعل بد کی پوری شناعت اور کامل قباحت ظاہر ہو جائے اور اس لیے بعد کے قصوں میں یہی صیغہ استعمال ہوا ہے۔

اخوهم نوح نوح ان کے بھائی تھے کیونکہ ایک قوم کے تھے۔ نوح نے اول یہی فرمایا الا تتقون کہ کیوں نہیں خدا سے ڈرتے جو بت پرستی کرتے ہو۔ قوم نوح میں بھی بت پرستی کا رواج تھا۔ یہ تو ان کا وصف تھا۔ اب اپنی حالت کا ذکر کرتے ہیں انی لکم رسول کہ میں تمہارے لیے خدا کی طرف سے پیغام لے کر آیا ہوں، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور میں امانت دار بھی ہوں یعنی اس پیغام رسانی میں کچھ کمی زیادتی نہیں کرتا ہوں جب یہ ہے تو فاتقوا اللہ واطیعون اللہ سے ڈرو کہ اس کے احکام کی مخالفت نہ کرو اور میرا کہا مانو۔

وما اسئلکم علیہ من اجر میں تم سے اس پر کچھ مانگتا نہیں، یعنی بے غرض ہوں کیونکہ غرض مندی کی بات میں دغدغہ ہوتا ہے۔ البتہ مزدوری تو میری ہے مگر تم پر نہیں رب العلمین پر ہے۔ پھر اسی کلمہ کا اعادہ کیا تاکید کے لیے فاتقوا اللہ واطیعون ان سب باتوں کے بعد ان بدبختوں نے یہ عذر کیا انؤمن لك الخ کہ ہم تجھ پر کیونکر ایمان لائیں تجھ پر تو پاجی لوگ ایمان لائے ہیں، جو احمق اور بدعقل ہوتے ہیں اور کوئی دنیاوی لالچ ان کا مقصود ہوتا ہے یعنی دل سے نہیں۔

نوح علیہ السلام پر غریب غربا لوگ ایمان لے آئے تھے اور ہمیشہ ہر کار میں یہی پیش قدمی کیا کرتے ہیں کیونکہ راہ حق میں مانع جاہ و حشم دنیاوی ہے سو یہ ان کے ہاں نہیں ہوتا۔ اس لیے نوح نے فرمایا وما علمی الخ کہ ان کی حقیقت حال سے اللہ آگاہ ہے مجھے ان کے باطن سے کیا کام بظاہر مومن ہیں مومنوں کو دور نہ کروں گا آخر کار نہ مانا غرق ہوئے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِيْنَ ۝١٢٣ اِذْ
(اسی طرح) قوم عاد نے (بھی) رسولوں کو جھٹلایا تھا جب کہ

قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝١٢٤
ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کہ تم (اللہ سے) کیوں نہیں ڈرتے؟

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝١٢٥ فَاتَّقُوا
البتہ میں تمہارے لیے امانت دار رسول (ہو کر آیا) ہوں پس اللہ

اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝١٢٦ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ
سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور میں تم سے اس پر کچھ

عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى
مزدوری بھی تو نہیں مانگتا میری مزدوری تو رب

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝١٢٧ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ
العالمین پر ہے کیا تم ہر ایک ٹیلہ پر کھیلنے کے لیے

رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ۝١٢٨ وَتَتَّخِذُوْنَ
بلند عمارت بناتے ہو اور صنعت کے محل

مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝١٢٩ وَ
تیار کرتے ہو اس خیال سے کہ گویا تم ہمیشہ رہو گے اور

اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ۝١٣٠
جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو جبار بن کر پنجہ مارتے ہو

ع ۱۸ / ۱۱ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝١٣١ وَاتَّقُوا
سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور اس خدا!

الَّذِیْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝١٣٢
سے ڈرو کہ جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی ہے کہ جن کو تم بھی جانتے ہو

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِیْنَ ۝١٣٣ وَ
تمہاری چار پایوں اور اولاد اور باغوں اور

جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝١٣٤ اِنِّیْٓ اَخَافُ
چشموں سے مدد کی ہے میں تم پر ایک بڑے سخت

عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝١٣٥
روز کے عذاب (آجانے) کا اندیشہ کر رہا ہوں

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ
انہوں نے کہا تو نصیحت کر یا نہ کرے ہم کو

لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ۝١٣٦ اِنْ
تو سب برابر ہے یہ تو

هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ۝١٣٧ وَمَا
کچھ بھی نہیں مگر اگلوں کی عادت ہے اور ہم کو

نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝١٣٨ فَكَذَّبُوْهُ
تو عذاب ہوگا نہیں سو وہ (ہود کو) جھٹلاتے رہے

فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً
پھر تو ہم نے بھی ان کو ہلاک ہی کر دیا بیشک اس میں بڑی نشانی ہے

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝١٣٩
اور ان میں سے بہت سے تو ایمان لانے والے بھی نہ تھے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝١٤٠
اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے۔

تفسیر

یہ حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ ہے اس کے شروع میں بھی وہی الفاظ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام

؎ الریع بالکسر والفتح المرتفع من الارض (قاموس) مصانع المصنعۃ کالحوض یجمع فیہ ماء المطر والمصانع ایضاً القری والمبانی من القصور والحصون۔ (قاموس) ۱۲

؎ خَلْق افتراء، خُلُق عادت ۱۲ منہ

کے قصے کی ابتدا میں تھے اس لیے ان کی تفسیر کی بار دیگر ہم کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ صرف ان کلمات کی تفسیر کی جاتی ہے جو حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے دعوت میں فرمائے تھے اور پھر قوم نے ان کو کیا جواب دیا تھا؟

(۱) اتبنون بکل ریع اٰیۃ تعبثون۔ ریع بلند جگہ۔ اٰیۃ نشان۔ قوم عاد عرب میں ایک بڑی مال دار قوم تھی، ان میں سلطنت بھی تھی۔ ایک زمانہ تو ان کی سلطنت و شوکت کا ایسا گزرا ہے کہ مصر سے لے کر ترکستان اور ہند تک ایشیا کے اکثر ملکوں میں انہیں کا پھریرا ہوا میں اڑتا تھا جب مال و اقبال حد کو پہنچا تو اس کے ساتھ حرام کاری وغیرہ افعالِ زشت بھی حد کو پہنچے جس لیے خدا نے ان میں ہود علیہ السلام مبعوث کیے۔ من جملہ ان بے فائدہ اور نکمی باتوں کے ایک بات یہ بھی تھی کہ ان کو نام آوری اور اپنی یادگار چھوڑ کر مرنے کا از حد شوق تھا جیسا کہ مال داروں کو ہوا کرتا ہے اس لیے وہ ہر ایک بلند پہاڑی یا ٹیلے پر اپنی یادگار کے لیے بلند مینارے بناتے تھے جو ان کے مقبرے خیال کیے جاتے تھے چنانچہ مصر کے بلند مینار اب تک ان کے میناروں کی نظیر دنیا میں باقی ہیں۔ چوں کہ یہ عبث کام ہے اس سے دین دنیا کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے سب سے اول ہود علیہ السلام نے اسی پر اعتراض کیا کہ کیا تم ایسا کرتے ہو؟ یعنی ایسا کرنا نہ چاہیے۔ مفسرین نے گرچہ اس کی تفسیر میں اور اور توجیہیں بھی لکھی ہیں مگر سیاق و سباق اور تاریخ سے بھی یہ توجیہ موافق ہے۔

(۲) وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون مصانع، پانی کے حوض اور بلند محل۔ جب مقبروں کی تعمیر میں ان کا یہ حال تھا تو مکانات کی تعمیر میں کیا کچھ اسراف نہ ہوگا؟ چنانچہ وہ عجائب غرائب بلند اور مضبوط محل بنواتے تھے اور ان کی تعمیر میں بے شمار روپیہ صرف کرتے تھے اس کو بھی بے جا خرچ اور دنیائے فانی کو مقام جاودانی سمجھنے کے خیال سے منع فرمایا۔ یعنی تم جو ایسے استحکام کرتے ہو کیا یہاں ہمیشہ رہوگے؟ دنیائے چند روزہ کے لیے بقدرِ ضرورت مکان کافی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا یہ پہلا کام ہے کہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا ثبوت دکھاویں۔

(۳) واذا بطشتم بطشتم جبارین۔ یعنی باوجود اس حبِ دنیا اور حبِ جاہ اور علو کے غیروں سے تمہارا جابرانہ معاملہ ہے عدل و انصاف کا نہیں جیسا کہ جبار قوم کی عادت ہوتی ہے جس کو چاہا بیگار میں پکڑ لیا ذرا سا انکار کیا پیٹ ڈالا مار ڈالا۔ کسی کا کچھ دینا ہوا دھمکا دیا یا مار کر نکال دیا۔ کسی کی عورت یا عمدہ چیز کو زبردستی چھین لیا۔ یہ باتیں بھی بربادی کا سبب ہوتی ہیں اس لیے فرمایا فاتقوا اللّٰہ واطیعون اللہ سے ڈرو میرا کہنا مانو پھر ان کو خوابِ غفلت سے مجملاً و تفصیلاً بیدار کر کے عذابِ الٰہی سے ڈرایا۔

مجملاً واتقوا الذی امدکم بما تعلمون میں، پھر اس کی تفصیل کی امدکم بانعام الخ مگر وہ کب مانتے تھے صاف کہہ دیا کہ آپ وعظ کریں یا نہ کریں ہم پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ یہ پہلوں کی عادت ہے۔ وہ ہمیشہ یوں ہی وعظ کرتے آئے ہیں۔ پس تکذیب کی تو تمام قوم عذاب الٰہی سے غارت ہوئی۔

ؔ چنانچہ قصر غمدان جو حضرت عثمانؓ کی خلافت میں گرایا گیا اور دیگر آثار باقیہ اب تک ملک یمن میں اسی قوم کی یادگار ہیں ۱۲ منہ۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾
(اسی طرح) قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا
جب کہ ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کہ کیا تم اللہ سے

تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ
نہیں ڈرتے ؟ میں تمہارے لیے امانتدار رسول

أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾
ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ
اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت تو نہیں مانگتا ہوں

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾
میری مزدوری تو رب العالمین پر ہے

أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾
کیا تم یہاں کی نعمتوں میں امن سے چھوڑ دیے جاؤ گے ؟

فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَزُرُوعٍ
باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتیوں میں

وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ
اور ایسی کھجوروں میں کہ جن کے خوشے (بوجھ کے مارے) ٹوٹے پڑتے ہیں اور تم پہاڑوں

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿١٤٩﴾
میں کیا خوشی خوشی سے گھر تراشا کرتے ہو

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾ وَ
پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور

لَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾
ان بیہودہ لوگوں کی بات پر نہ چلو

الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَ ع ۸ ۱۹ ۱۲
وہ جو ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور

لَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوا إِنَّمَا
اصلاح نہیں کرتے وہ بولے تُو تو

أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا
جادو کا مارا ہوا ہے تُو

أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ
ہے کیا مگر ہم سا ہی ایک آدمی پس کوئی

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٥٤﴾
نشانی تو لے آ اگر تو سچا ہے

قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَ
صالح نے کہا یہ اونٹنی ہے اس کے پینے کا ایک دن ہے اور

لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾
ایک دن معین تمہارے پینے کے لیے ہے ۔

وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ
اور اس کو برائی سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ تم کو بڑے

عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا
دن کی آفت آپکڑے گی سو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں

فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ
پھر تو وہ بھی پشیمان ہو کر رہ گئے پس ان کو ایک

الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً
آفت نے آلیا البتہ اس میں (بڑی) نشانی ہے

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ
اور ان میں سے اکثر تو ماننے والے

مُؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ
بھی نہ تھے اور البتہ آپ کا رب تو

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾
بڑا زبردست (اور) مہربان ہے ۔

ترکیب

اٰمنین حال من ضمیر تترکون فی جنّٰت الخ بدل من فی ما ھھنا باعادۃ الجار ھضیم لطیف فارہین تنحتون نحت تراشیدن فرہین حال۔

تفسیر

یہ پانچواں قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔ یہ قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی کنارے میں تھی۔ ان کے ہاں باغ اور کھیتی اور پانی کے جاری چشمے اور عمدہ کھجوریں پیدا ہوتی تھیں۔ یہ ملک نہایت سرسبز اور شاداب تھا۔ اس قوم کو بڑی فراغ بالی حاصل تھی باغوں اور کھیتوں میں عیش کیا کرتے تھے مگر بدبخت بت پرست تھے، رہ زنی اور غارت گری اور چوری اور دیگر فواحش میں سخت مبتلا تھے۔ قیامت اور روزِ جزا کے منکر اور ان بیہودہ لوگ ان کے پیرو تھے جن کی نسبت فرماتا ہے: الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون انہیں کے کہنے پر چلتے تھے۔ اس قوم میں خدا تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضرت نے فاتقوا اللّٰہ واطیعون کا ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈرو میں تمہارا رسول ہوں میرے کہنے پر چلو۔ آخر مرنا ہے خدا سے کام پڑے گا اس لیے فرماتے ہیں:-

(۱) اتترکون فی ما ھھنا اٰمنین الخ کہ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ یہاں کی ان نعمتوں باغوں کھیتیوں چشموں کھجوروں میں بحالتِ امن رہنے پاؤ گے ہمیشہ یہیں رہو گے، امن سے مزے اڑاتے رہو گے؟ آدمی جب لذاتِ دنیا میں مستغرق ہو جاتا ہے گو وہ زبان سے نہ کہے کہ میں سدا یہاں رہوں گا، مگر اس کا برتاوا اور زبانِ حال یہی کہا کرتی ہے جس لیے حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو اس کام کے ساتھ مخاطب فرمایا۔

(۲) وتنحتون من الجبال بیوتا فارہین کہ تم کس امنگ کے ساتھ پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو گویا ہمیشہ یہیں رہنے کا سامان کر لیا ہے۔ اس سے مراد دنیا سے نفرت اور دار القرار کی طرف رغبت دلانا تھا کس لیے کہ تمام گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔

(۳) فاتقوا اللّٰہ واطیعون اللہ سے ڈرو بری باتوں کو چھوڑو جو میں تم کو ارشاد کروں اس پر عمل کرو، نہ کہ بدمعاشوں مفسدوں کے کہنے پر چلو۔ قوم نے جواب میں تین باتیں کہیں:-

(۱) انما انت من المسحرین کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے یعنی تو دیوانہ ہے۔ بھلا دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا اور ایک موہوم گھر کی طرف منہ موڑنا کس عاقل کا کام ہے؟-

(۲) اگر یہی خدا کا حکم ہے تو تجھے کس طرح سے معلوم اگر تو نبی ہے تو تجھ میں اور ہم میں کیا فرق ہے جیسے ہم ویسا تو۔

(۳) اگر تو سچا ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔ چنانچہ حضرت کی دعا سے معجزہ کے طور پر ایک ناقہ یعنی اونٹنی پیدا ہوئی جس کے لیے پانی پینے کا ایک دن مقرر ہوا اور کہہ دیا کہ اس پر قصدِ بد بھی نہ کرنا۔ آخر ایک نے اس کو زخمی کر دیا اور ذبح کر ڈالا۔ تب ان پر آثارِ عذاب نمودار ہوئے ندامت کرنے لگے مگر اس وقت کی ندامت سے کیا فائدہ تھا سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

(اسی طرح) قوم لوط نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا،

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا
جب کہ ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کیا
تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ
تم اللہ سے نہیں ڈرتے میں تمہارے لیے امانت دار رسول
أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾
ہوں سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو
وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ
اور میں تم سے اس پر کچھ مزدوری نہیں مانگتا ہوں (اس لیے
أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾
کہ) میری مزدوری تو رب العلمین ہی پر ہے
أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ ع ۹ ۱۴
کیا تم دنیا میں لڑکوں ہی پر پلے پڑتے ہو؟
وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ
اور وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے تمہاری بیویاں
مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ
پیدا کی ہیں ان کو چھوڑے دیتے ہو بلکہ تم حد سے گزرنے والے
عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ
لوگ ہو انہوں نے کہا اے لوط اگر تو ان باتوں
يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾
سے باز نہ آیا تو ضرور تو نکال دیا جاوے گا
قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾
لوط نے کہا میں تو تمہارے کام سے سخت بیزار ہوں (اور دعا کی)
رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾
اے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو جو کچھ کیا کرتے ہیں اس کے وبال سے نجات دیجو
فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾
پھر ہم نے اس کو اور سب اس کے کنبہ کو بچا لیا

إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ
مگر ایک بڑھیا کہ جو پیچھے رہ گئی تھی پھر
دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٧٢﴾ وَأَمْطَرْنَا
ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا اور ان پر پتھروں کا
عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ
مینہ برسا دیا سو کیا ہی بری بارش تھی جو خوف دلائے
الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ
گیوں پر برسی البتہ اس میں بڑی نشانی ہے
وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾
اور ان میں سے اکثر تو ماننے والے ہی نہ تھے
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾
اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے
ف كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧٦﴾
بن والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا
إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾
جب کہ ان سے شعیب نے کہا تھا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟
إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٧٨﴾
میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٧٩﴾ وَمَا
پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں

ف ایکہ بن یا درختوں کا جھنڈ جو پانی اور نرم زمین پر ہوتا ہے۔ اس سے وہ بن یا درختوں کے جھنڈ مراد ہیں جو مدین کے پاس تھے اور وہاں ایک بستی تھی جن کے رسول شعیب علیہ السلام تھے ۱۲ منہ

أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

تم سے اس کی کچھ اجرت تو نہیں مانگتا میری

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٠﴾

اجرت تو رب العالمین پر ہے

أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ

پیمانہ بھر کر دیا کرو اور کسی کو نقصان نہ

الْمُخْسِرِينَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ

پہنچایا کرو اور پوری ڈنڈی سے

الْمُسْتَقِيمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا

تولا کرو اور لوگوں کو ان کی

النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي

چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور نہ ملک میں

الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا

فساد مچاتے پھرو اور اس سے ڈرو

الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٨٤﴾

کہ جس نے تم کو اور اگلی خلقت کو بنایا (در جواب کے کہا)

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٨٥﴾ وَ

انہوں نے کہا تو تو جادو کے مارے ہوؤں میں سے ہے اور

مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ

تو ہے کیا مگر ہم جیسا ایک آدمی اور ہم تو تجھ کو

لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿١٨٦﴾ فَأَسْقِطْ

جھوٹوں میں سے خیال کرتے ہیں پھر تو ہم پر

عَلَيْنَا كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ إِنْ

آسمان سے سلیں برسا دے اگر

كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ

تو سچا ہے رسول نے کہا

رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨٨﴾

میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ

سو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا پس ان کو سایہ کے دن

يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ

کے عذاب نے آلیا بے شک وہ بڑے سخت

يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٩﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

دن کا عذاب تھا بے شک اس میں ایک بڑی

لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

نشانی ہے اور وہ تو اکثر ماننے

مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٠﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ

والے نہیں تھے اور البتہ آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٩١﴾ ۱۰ ع ۱۰ ۱۴

زبردست (اور) مہربان ہے

تفسیر

چھٹا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور ان کے حکم سے اس سرزمین پر بھیجے گئے تھے جو شام کے جنوب مشرق میں ہے بحیل مردار کے قریب سدوم عمورہ وغیرہ چند شہر تھے وہاں کے لوگ علاوہ بت پرست ہونے کے لونڈے باز بھی تھے عورتوں سے رغبت نہ رکھتے تھے، لڑکوں پر مرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اس فعل بد سے منع کیا۔ اس کے جواب میں کہنے لگے کہ اگر تو اس وعظ سے باز نہ آئے گا تو بستیوں سے نکال دیا جائے گا

ع یوم الظلہ اسی ابر کے نمودار ہونے کے دن کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

حضرت نے فرمایا میں تو منع ہی کروں گا کس لیے کہ میں اس ناپاک کام سے بیزار ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور میرے گھر کے لوگوں کو اس کی شامت سے بچائیو۔ مراد یہ کہ اس بستی پر عذاب آنے والا ہے میں اس سے پناہ مانگتا ہوں۔ پس ایک روز ان پر عذاب آیا۔ حضرت لوط اور ان کے گھر والوں کو حکم ہوا کہ بڑے تڑکے سے تم شہر چھوڑ کر چل دو پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا صبح کو یہ غارت ہوں گے۔ حضرت لوط کی بیوی انہیں لوگوں میں کی تھی، اس کو اہل وطن سے تعلق تھا پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بھی ہلاک ہوئی۔ تمام شہر پر پتھر برسے اُلٹ دیے گئے جن کے آثار حضرت نبی آخر الزمان علیہ السلام کے عہد تک باقی تھے۔ اب بھی کچھ کچھ سیاحوں کو معلوم ہوتے ہیں۔

کذب اصحٰب لئیکۃ الخ یہ ساتواں قصہ بن والوں کا ہے۔ مدین کے قریب کچھ کنوئیں آبپاشی کے لیے تھے وہاں درخت تھے۔ وہاں کے لوگوں کو اصحاب الایکہ کہتے ہیں۔ ان کے نبی بھی حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ یہ کم بخت بت پرست تھے، اس پر کم تولتے تھے لین دین میں فریب کرتے تھے۔ راہ زن ڈاکو چور بدکار بھی تھے۔ حضرت نے ان سب باتوں سے منع کیا نہ مانا بلکہ کہنے لگے ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا گرا دے یا یہ معنی کہ سلیں برسا دے اگر تو سچا ہے۔ چنانچہ انجام کار ایسا ہی ہوا اور آسمان سے ایک سخت دھوئیں کا بادل سایہ کی طرح نمودار ہوا اور پہاڑ نے آتش فشانی کی جس کے صدمہ سے سب مر کر رہ گئے یہ ابر اس پہاڑ کا آتشیں دھواں تھا، واللہ اعلم۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾
اور یہ قرآن تو رب العالمین کا اتارا ہوا ہے

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى
اس کو روح الامین صاف عربی زبان میں
قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾
آپ کے دل پر لے کر آئے ہیں آپ
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ
بھی ڈر سنایا کریں اور البتہ اس کی
لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ
خبر تو پہلی کتابوں میں بھی ہے کیا ان کے لیے یہ نشانی
لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ
کافی نہیں کہ اس (قرآن کی حقانیت) کو علماء بنی اسرائیل
اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى
بھی جانتے ہیں اور اگر ہم اس کو کسی
بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ
عجمی پر نازل کرتے پھر وہ اس کو ان کے سامنے
مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ
پڑھتا تو اس پر بھی کبھی ایمان نہ لاتے اس طرح ہم نے
سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾
یہ انکار گناہ گاروں کے دل میں بٹھا دیا تھا کہ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
وہ اس پر عذاب الیم دیکھے بغیر ایمان

ع العجم بالضم والتحریک خلاف العرب ۱۲ (قاموس) العجمین جمع العجمی علی التخفیف ولذلک جمع جمع السلامۃ ۱۲ (بیضاوی) لے لیس جمع اعجم لانہ علی وزن افعل وافعل اذا کان مؤنثہ فعلاء کعجماء یکون من الصفات لایجمع جمع السلامۃ ۱۲

ابو محمد عبدالحق

الْأَلِيمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَ

نہ لاویں گے پھر وہ ان پر دفعۃً آجائے گا اور

هُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُولُوا

ان کو خبر بھی نہ ہو تو اس وقت کہنے لگیں گے

هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿٢٠٣﴾ أَفَبِعَذَابِنَا

بھلا ہم کو کچھ مہلت بھی مل سکتی ہے ؟ پھر کیا وہ ہمارے عذاب کی

يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٠٤﴾ أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ

جلدی کر رہے ہیں دیکھو تو سہی اگر ہم ان کو چند برس (دنیا کے) فائدے

سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا

اٹھانے بھی دیں پھر ان کے پاس وہ عذاب آجائے کہ جس کا

يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا

ان کو خوف دلایا جاتا ہے تو جو کچھ انہوں نے فائدے اٹھائے ہیں

كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا

ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور ہم نے ایسی کوئی بھی

مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ ﴿٢٠٨﴾

بستی ہلاک نہیں کی کہ جس کے لیے آگاہی دینے والے نہ آئے ہوں

ذِكْرَىٰ ۛ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٠٩﴾

یہ (قرآن) نصیحت ہے یاد دلانے کیلیے۔ اور ہم نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔

ترکیب

بلسان، نزل سے متعلق اور منذرین سے بھی ہو سکتا ہے۔ لو یکن کان تامہ ہے تو فاعل آیۃ اَن یعلمہ بدل اور ناقصہ ہے تو آیۃ خبر مقدم ان یعلمہ لہٗ اسم

تفسیر

ان ساتوں قصوں کے بعد چند باتیں ثبوتِ نبوت ورد منکرین کے لیے ذکر فرماتا ہے۔

(۱) وانہ لتنزیل رب العٰلمین کہ یہ قرآن رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے۔ لفظ ربّ العالمین دو باتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لیے فرمایا۔ اوّل یہ کہ جس طرح ہم تمہاری جسمانی پرورش کرتے ہیں رزق روزی دیتے ہیں اسی طرح روحانی تربیت بھی ہمارا کام ہے۔ اور روحانی تربیت کا ذریعہ وحی اور پیغمبر پر کتاب نازل کرنا ہے۔ دوم یہ کہ تم جو اس نعمتِ آسمانی کا مقابلہ کرتے ہو اور پھر اب تک تم عذاب سے بچے ہوئے ہو یہی سبب ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جس کا شیوہ رحمتِ عام ہے۔ ورنہ دیکھئے کیا ہوتا اور اس لیے قصصِ مذکورہ میں ہر ایک کا مقطع وان ربک لھو العزیز الرحیم پر کیا۔ جس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبوں کو یہ جتلایا جاتا ہے کہ ہم زبردست ہیں دم بھر میں ہلاک کر سکتے ہیں لیکن رحیم بھی ہیں اور رب ہیں پرورش کرنے والے تم پر ترس کھانے والے۔

(۲) نزل بہ الروح الامین الٰی عربی مبین۔ وہ جو فرمایا تھا کہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اس پر یہ شبہ باقی رہتا تھا کہ ربّ العالمین نے اس کو کس طرح سے نازل کیا ہے۔ کیا لکھی لکھائی کتاب آسمان سے فرشتہ لے کر آیا ہے۔ کیا حضرتؐ کو غیب سے آواز آتی ہے۔ یا آپ سے ہر وقت خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے کیا صورت ہے؟ اس کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ اس کو روح الامین یعنی جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر لے کر آیا ہے صاف عربی زبان میں۔ انکشافِ غیبی انسان کے دل پر ہوا کرتے ہیں۔ اور جبرئیل چونکہ روح ہیں ان کی سرایت دل تک بخوبی ہوتی ہے اور ایسی روحانی اور لطیف چیزیں اپنے الفاظ سے جو

مضمون چاہتے ہیں بشر کے دل پر القا کر دیتے ہیں۔ جن لوگوں پر جن یا کسی روح ناپاک کا گزر ہوتا ہے باوجودیکہ وہ جس زبان سے واقف بھی نہیں ہوتے اس زبان میں ان کو وہ دور دراز کی باتیں اور دیگر مطالب القا کر جاتے ہیں جس کا لوگوں کو بارہا مشاہدہ ہوا ہے چہ جائیکہ روحانیت مقدسہ اور ان میں سے خاص حضرت جبریل امین جس کے اوپر القا کریں۔ حواریوں پر بعد مسیحؑ کے روح القدس اترا تھا جس سے وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے (کتاب اعمال)۔ معلوم ہوا کہ حضرت روح الامین نہ صرف معانی بلکہ الفاظ کے ساتھ قرآن کا القا حضرتؐ کے دل پر کرتے تھے پھر اس کو حضرتؐ جمع کرا دیتے تھے۔ یہ ہے نزول قرآن کی کیفیت۔

(۳) وانہ لفی زبر الاولین نیز اس قرآن اور نبی علیہ السلام کا پہلوں کی کتاب میں بھی ذکر ہے۔ یہ بھی بڑی دلیل حقانیت کی ہے۔ گو کہ کتب سابقہ بالفعل بعینہا موجود نہیں ان میں بہت کچھ تحریف و تبدیل ہو گئی اور ہوتی ہے مگر تاہم جس قدر پیشین گوئیاں آں حضرتؐ کی بابت ان میں اب تک پائی جاتی ہیں اور کسی کے لیے اتنی نہیں پائی جاتیں۔

(۴) اولم یکن لھم آیۃ ان یعلمہ الخ علماء بنی اسرائیل میں بہت سے دین داروں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی تصدیق کی اور اقرار کیا کہ ہماری کتب میں ان کا ذکر ہے اور وہ آپؐ کے منتظر تھے۔ یہ بھی ایک بڑی علامت حق ہونے کی ہے۔ عبداللہ بن سلام وغیرہ علماء یہود نے اقرار کیا۔

(۵) ولو نزلنٰہ الخ قرآن مجید پر ان کا یہ بھی شبہ تھا کہ یہ تو ہماری زبان میں ہے جس کو محمدؐ بخوبی جانتے ہیں اگر کسی اور زبان میں بنا کے لاتے تو جانتے۔

اس کا جواب دیتا ہے اگر غیر عربی زبان میں آتا تو تم ہرگز نہ مانتے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾

اور قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اترے

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾

اور نہ یہ ان کا کام ہے اور نہ وہ اس کو کر سکتے ہیں

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾

وہ تو سننے کی جگہ سے بھی دور کر دیے گئے ہیں

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ

پس (اے نبی) اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو نہ پکارنا ورنہ آپ

مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ

بھی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اپنے نزدیکی قرابت داروں کو

الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

بھی ڈراؤ اور جو ایمان والے آپ کے تابع ہیں

لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾

ان کے لیے اپنا بازو جھکائے رکھو (یعنی بہ تواضع پیش آیا کرو)

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ

پھر مشرک نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے افعال سے

مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى

بری الذمہ ہوں (اے نبی) خدائے زبردست

الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ

مہربان پر بھروسہ رکھو جو آپ کو نماز کے وقت

حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي

اٹھتے دیکھا کرتا ہے اور آپ کا نمازیوں (کی صف) میں پھرنا

السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

بھی (دیکھتا ہے) بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ

(کہہ دو اے پیغمبر) میں تم کو بتلاؤں کہ کس پر شیاطین اترا

الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ

کرتے ہیں   وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اترا

اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ

کرتے ہیں   جن پر کہ شیاطین بے اصل باتیں لا کر ڈالا کرتے ہیں

وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَ

اور بہت تو ان میں سے جھوٹے ہی ہوا کرتے ہیں   اور

الشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾

شاعروں کی بات پر تو بدراہ لوگ چلا کرتے ہیں (اے مخاطب)

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر میدان (سخن) میں بھٹکتے پھرا

يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا

کرتے ہیں   اور وہ ایسی (باتیں) کہا کرتے ہیں جو

لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کرتے نہیں   مگر وہ شاعر جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ

اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے اور (اپنے کلام میں) انہوں نے اللہ کو

كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا

بہت ذکر کیا اور اپنے اوپر زیادتی ہونے کا بدلہ لیا کرتے ہیں[۱] تو

ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

وہ مستثنیٰ ہیں) اور ظالموں کو تو ابھی معلوم ہو جائے گا

اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

کہ وہ کس کروٹ پر پڑتے ہیں[۲]

ترکیب

یھیمون۔ خبر اَنَّ کی اور حال بھی ہو سکتا ہے تب خبر فی کل واد ہوگی۔ منقلب صفت ہے مصدر محذوف کی والعامل ینقلبون اے ینقلبون انقلابا اے منقلب۔

تفسیر

مگر اس پر بھی وہ یہ شبہ کرتے تھے کہ جبرئیل نہیں بلکہ شیاطین آں حضرتؐ پر القا کرتے ہیں اور ہر مخالف کہہ سکتا ہے کہ یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ وہ القاء کرنے والے جبرئیل امین ہیں کوئی شیطان نہیں؟ اس کا کیا ہی تسلی بخش جواب عطا کرتا ہے وماتنزلت بہ الشیٰطین کہ شیاطین نے تو اس کو نازل نہیں کیا ہے کیوں کہ ومایَنبغی لھم ان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے کس لیے کہ شیاطین اور ارواحِ خبیثہ کو مضامینِ خبیثہ سے دلی رغبت ہے ناپاک باتیں ان کی خوراک ہیں روحانی مضامین اور توحید و معرفت اور ترکِ حبِ دنیا اور آخرت سے محبت اور خدا تعالیٰ سے دلی رغبت اور شہواتِ و لذاتِ فانیہ سے نفرت وغیرہ مضامین عالیہ قرآن مجید میں ہیں ان سے ان کو دلی نفرت ہے۔ پھر یہ مطلب شیاطین کو اول تو معلوم ہی نہیں ان کو تو وہی شہوات و لذات کی باتیں معلوم ہیں جن سے نفس خوش ہوتا اور روح پر تاریکی آتی ہے اور جو معلوم بھی ہوں تو وہ کاہے کو ایسی باتیں تعلیم و القا کرنے لگے جن سے ان کو دلی نفرت ہو بلکہ ومایستطیعون ان کو

ع ۱۱ ۲۰ ۱۵

[۱] یعنی جب ان کی کسی نے ہجو کر کے ستایا تب وہ کسی کو ستاتے ہجو کرتے بدلہ لیتے ہیں ابتدا نہیں کرتے جیسا کہ حسان بن ثابت انصاریؓ ۱۲ منہ

[۲] یعنی ان کا کیا انجام ہوتا ہے ۱۲ منہ

اس کی قدرت بھی نہیں کہ وہ کسی مقدس اور پاک بازوں کے دل تک پہنچیں اور پھر ایسی باتیں القا کریں۔ گُو کے کیڑے کو پھول تک کہاں رسائی؟ خفاش کو آفتاب تک کہاں دسترس! اور بالفرض وہاں تک دسترس ہو تو پھر ملأ اعلیٰ اور حظیرۃ القدس تک کہاں رسائی کہ جہاں سے یہ مضامین عالیہ آتے ہیں؟ اس لیے فرماتا ہے انھم عن السمع لمعزولون۔ ترمذی نے سورۂ جن کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ پہلے جن آسمان تک چڑھ جایا کرتے تھے وہاں سے کوئی بات سُن آتے تھے تو ساحروں کاہنوں کو اس میں سو جھوٹ ملا کر کہہ دیا کرتے تھے۔ مگر جب سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی کیے گئے ان کو وہاں تک جانے سے روک دیا گیا۔

جب ان کے تمام شبہات کا پورا پورا جواب دے دیا گیا اور قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا ثابت کر دیا گیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ان بت پرستوں کو شرک سے منع کرتا اور توحید کا حکم دیتا ہے۔ فقال فلا تدع مع اللہ الٰھا اٰخر کہ اللہ کے ساتھ اور کسی کو خدا بنا کر نہ پکارنا اور جو ایسا کرے گا تو عذاب دیا جائے گا۔ قوم عرب بلکہ اُس عہد کے تمام بنی آدم ہند و روم ایران و ترکستان والے عیسائی یہودی اسی بلا میں مبتلا تھے اس لیے اس اصلی مقصد کا بیان کرنا مقدم ٹھیرا اور اس کے بعد خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ------ (ملاحظہ ہو ص[illegible])

حاشیہ متعلق بہ آیت

وانہ لفی زبر الاولین

انہ کی ضمیر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی پھرتی ہے اور قرآن مجید کی طرف بھی۔ شق ثانی کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ قرآن یعنی اس کے مطالب بہیہ انوکھے نہیں۔ اوّلین کی کتب کے موافق ہیں ان میں بھی پائے جاتے ہیں باستثناء ان مواضع کے جہاں کتب اولین میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ اگر اس مطابقت کے لیے میں نظائر پیش کروں تو یہ تمام کتاب بھی بس نہ کرے۔ جو شخص قرآن مجید اور کتب سابقہ کو دیکھے گا اس بات کی پوری تصدیق کرے گا۔

عجب مشکل بات ہے مخالف کے ہاتھ سے نجات نہیں۔ اگر قرآن مجید کتب سابقہ کے مطابق ظاہر کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں اُن سے لیا گیا ہے۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ آں حضرتؐ اُمّی تھے اور ان کے ہاں عرب میں کوئی کتب خانہ سابقہ کا نہ تھا۔ پھر کس نے وہاں سے نقل کیا اور کب کیا اور کس کی معرفت کیا؟ اسی شبہ کی بنیاد پر ایک پادری صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ اور جو اُن باتوں کو دکھایا جاتا ہے کہ جہاں قرآن مجید نے ان کی غلط باتوں کو چھوڑ کر صحیح بات ذکر کی ہے تو کہتے ہیں کہ لو صاحب قرآن کتب سابقہ کا خلاف کر رہا ہے۔

اوّل شق پر بھی معنی صاف ہیں کیوں کہ اب کتب سابقہ بلا تحریف میسر نہیں آتیں۔ ان کے اہل مذاہب نے اپنی خود غرضیوں سے بھی ان میں ایسی تحریف و تبدیل کی ہے کہ کچھ کا کچھ کر دکھایا۔ اس بات کو علماء اسلام نے کتب مناظرات میں بڑی خوبی کے ساتھ ثابت کر دیا ہے۔ مگر تاہم اُن میں اب بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین متین کی بابت اس قدر بشارتیں پائی جاتی ہیں کہ اتنی اور کسی کے لیے نہیں پائی جاتیں۔ اس مقام پر بطور نظیر کے چند بشارات مختصراً نقل کرتا ہوں مفصلاً کتب مناظرات میں ہیں وہاں دیکھو۔

(۱) توریت سفر استثنا کے اٹھارویں باب میں

۱۸ اور بس یہ ہے" میں ان کے لیے (بنی اسرائیل کے لیے) ان کے بھائیوں میں سے (بنی اسماعیل میں سے کیوں کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائی ہیں) (اے موسیٰ) تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، انتہیٰ۔ اس خبر کا مصداق نہ تو حضرت یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ کے جانشین ہیں جیسا کہ علماء یہود کہتے ہیں کیوں کہ وہ خود موسیٰ کے تابع تھے کتاب و شریعتِ جدید ان کے پاس نہ تھی، نہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے کیوں کہ باعتقادِ نصاریٰ حضرت عیسیٰ خدا کبھی خدا کے بیٹے کبھی خدا کے ٹکڑے بحکم تثلیث تھے اور حضرت موسیٰ انسان تھے خدا اور انسان میں کوئی بھی مماثلت نہیں اور نیز عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے تھے موسیٰ باپ سے پیدا ہوئے تھے، نہ عیسیٰ کی شریعت کے مانند ہے نہ ان کا طرزِ نبوت اُن کے طرزِ نبوت سے ملتا ہے۔ موسیٰ کی نبوت حکومت و شوکت کے ساتھ تھی برخلاف عیسیٰ کے۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ اور یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے عہد تک اس بشارت کے بموجب لوگوں کو اس نبی کا انتظار تھا اور یہ نبی موعود ان میں نہایت مشہور تھا۔ چنانچہ انجیل یوحنا کے اول باب میں ہے کہ لوگوں نے یحییٰ سے پوچھا کیا تو الیاس ہے کیا تو مسیح ہے یا وہ نبی ہے۔ وہ نبی سے اشارہ ان کا اِسی نبی موعود کی طرف تھا جس کو مسیح اور الیاس کے غیر سمجھتے تھے۔ رہی یہ بات کہ بعض حواریوں نے یہود کے مقابلہ میں اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ کو قرار دیا ہے جیسا کہ کتاب اعمال سے پایا جاتا ہے تو یہ استدلال ہم پر کوئی حجت نہیں۔ البتہ آں حضرت اور موسیٰ کی مماثلت خود کہے دیتی ہے کہ اس کے مصداق آں حضرتؐ ہیں۔ آں حضرتؐ والدین سے پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے رہا کیا آں حضرتؐ نے عرب کو غیر قوموں کی حکومت سے ابدتک رہائی دی۔ جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد یوشع ایک غیر شخص ان کا جانشین ہوا اسی طرح حضرتؐ کے بعد ابو بکر صدیقؓ جانشین ہوئے۔ جس طرح موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں سردار ہوئے اسی طرح آں حضرتؐ کے بعد خلفاء ہوئے۔ حضرت موسیٰ کی شریعت میں طہارت نجاست حلّت و حرمت قصاص وغیرہ کے متعلق احکام تھے اسی طرح آں حضرتؐ کی شریعت میں بھی ہیں اور بہت سی باتیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا اس لیے آں حضرتؐ کی نبوت کے آں حضرتؐ کے معاصر علماء یہود بھی قائل تھے۔ ہاں الفتِ جاہ و مال سے بعض نے دینِ اسلام قبول نہ کیا بعض نے کیا من جملہ ان کے مخیریق تھا جو جنگِ احد میں شریک ہوا اور عبداللہ بن سلام وغیرہ اولم یکن لھم اٰیۃ ان یعلمہ علمٰؤا بنی اسرائیل۔

(۲) یشعیا نبی علیہ السلام کی کتاب میں جو اب تک اہلِ کتاب کے نزدیک کلام الٰہی مانی جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا نہایت صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔ چنانچہ اس کے ساٹھویں باب کے یہ جملے ہیں: اُٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ہے کہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا۔ و قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔ یہ طلوعِ خداوندی اس پیشین گوئی کے بعد بجز قوم عرب کے اور کسی پر اب تک نہیں ہوا۔ اور اسی طلوعِ خداوندی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہوا تھا جیسا کہ توریت کے سفر استثنا کے تینتیسویں باب میں ہے جس کے یہ

جملے ہیں :-

"اور اس نے کہا کہ خداوند سینا[1] سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی"۔ کوہِ سینا سے خدا تعالیٰ کا آنا حضرت موسیٰ پر تجلی فرمانا اور توریت عطا کرنا مراد ہے۔

اب رہا کوہِ شعیر اور کوہِ فاران سے آنا جو عرب کے پہاڑوں کے نام ہیں اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آنا یہ بجز اسی طلوع خداوندی کے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے عرب پر ہوا اور فتح مکہ میں دس ہزار پاکباز تھے۔ اور یوں بھی بدر وغیرہ میں ملائکہ کے لشکر مدد کو آئے اور ملائکہ قدوسی ہیں یہ بات اور کسی پر صادق نہیں آتی۔ اشعیاہ کے کلام میں تصریح ہے کہ اس وقت تمام قوموں پر ظلمت ہوگی اور دیگر قومیں اس باخدا جماعت کی روشنی میں آئیں گی اور شاہان اس کی تجلی میں آویں گے یہ بات بھی بجز آں حضرتؐ کی بعثت کے اور کسی پر صادق نہیں آسکتی۔ آں حضرتؐ کی بعثت سے پہلے تمام عالم پر تاریکی چھائی ہوئی تھی غیر قومیں آپ کی روشنی میں آئیں شاہان مطیع اسلام ہوئے۔ پھر آگے اور بھی تصریح ہے۔ "کثرت سے اونٹ آکے تجھے چھپالیں گے (یہ شہر یروشلم کی طرف خطاب ہے جس کو حضرت عمرؓ کی خلافت میں اہل اسلام نے اونٹوں پر سوار ہو کر ہر طرف سے محاصرہ کر لیا تھا) مدیان اور عیفہ کے جوان اونٹ وہ جو سب سبا کے ہیں آویں گے (سبا سے قبائل یمن مراد ہیں بنو حمیر وغیرہ اس غزوہ میں وہی بیشتر شریک تھے) وے سونا اور لبان لاویں گے اور خداوند کی تعریف کی بشارتیں سناویں گے، قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی، نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے اور وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاویں گے"۔

قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے جس کی نسل سے آں حضرتؐ اور بہت سے قبائل عرب ہیں۔ ان سب کا جمع ہونا اور خدا کی منظوری کے لیے مذبح پر چڑھایا جانا یعنی شہید ہونا بتلاتے ہیں بجز آں حضرتؐ کے اور کس پر صادق آتا ہے؟ پھر آگے چل کر اس شہر اور ہیکل کا تعمیر کرنا اور بیت المقدس کی خدمت کرتے رہنا مذکور ہے۔ اب وہ کون سی قوم ہے جس نے طیطس کے ڈھائے ہوئے ہیکل اور یروشلم کی تعمیر کی اور اس کے بادشاہوں نے اس کی خدمت گزاری کی اور وہاں امن قائم کیا؟ یہ بجز اسلامیوں کے اور کس پر صادق آتا ہے حضرت عمرؓ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی، پھر بعد میں شاہان اسلام اس کے اب تک خدمت گزار رہے وہاں جب سے یہود کو امن ہوگیا۔

پھر ۶۱ باب میں یہ ہے تب وے پرانے اجاڑ مکانوں کی تعمیر کریں گے الخ اور انہیں دائمی شادمانی ہوگی الخ اور ان کے ساتھ ایک ابدی عہد باندھوں گا اور ان کی نسل قوموں کے درمیان نامور ہوگی اور ان کی اولاد امتوں کے درمیان سب جو انہیں دیکھیں گے اقرار کریں گے کہ یہ وہ نسل ہے جسے خداوند نے مبارک کیا ہے

[1] بعد اس پیشین گوئی کے عرب کے ان پہاڑوں سے خدا کے آنے اور جلوہ گر ہونے کی بجز اس کے کہ آں حضرتؐ کا ظہور مراد لیا جاوے اور کوئی معنی قائم نہیں ہوسکتے۔ کوہِ شعیر مدینہ سے ملا ہوا پہاڑ ہے اور فاران مکہ کے پہاڑوں کا نام ہے جس کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے ۱۲ منہ

عہد ابدی مسلمانوں سے باندھا گیا، اب تک یروشلم کے قابض ہیں اور شام کی سرزمین کے ہیں۔ پھر ۶۲ باب میں یروشلم کا نئے نام سے نام زد ہونا اور اس کی تعمیر کرنے والی قوم کا اس کو محترم جاننا مذکور ہے۔ اُجڑے ہوئے یروشلم کو محترم جان کر بجز مسلمانوں کے اور کس نے تعمیر کیا ہے؟ اور انہیں کے عہد میں اس کا نیا نام بیت المقدس مشہور ہوا۔ پھر ۶۵ باب میں مسلمانوں کا یروشلم پر قبضہ پانا اور ان کا خدا کے نزدیک مبارک ہونا صراحۃً مذکور ہے کیونکہ اس میں نئی قوم سے ابدی عہد باندھنا منظور ہے۔ پھر ۶۶ باب میں اُن لڑائیوں کا ذکر ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں میں بیت المقدس کی بابت ہوئیں اور انجام کار مسلمانوں کو کامیاب کیا قولہٗ خداوند کی بات سُنو اے تم جو اس کے کلام کے سبب کانپتے ہو (یعنی مسلمان جن کی نسبت آیا ہے تقشعر منہ جلود) تمہارے بھائی جو تم سے کینہ رکھتے (عیسائی لوگ جو بہ نسبت اور قوموں کے مسلمانوں کے بھائی ہیں کینہ بھی رکھتے تھے[2]) اور میرے نام کے واسطے تمہیں خارج کر دیتے ہیں کہتے ہیں خداوند کی تمجید کی جائے گی (عیسائی مسلمانوں سے دین کی لڑائی سمجھ کر لڑتے تھے کہ یہ بُرے لوگ خانۂ خدا کے کیوں مالک ہو گئے؟ آخر ایک بار[1] غالب آکر مسلمانوں کو وہاں سے خارج کر دیا ستر برس کے قریب تک مسلمان خارج رہے)۔

پر وہ (اللہ) تمہاری خوشی کے لیے دکھائی دے گا اور (وہ) پشیمان ہوں گے۔ شہر کی طرف سے غلغلے کی آواز اور ہیکل کی طرف سے بھی آواز یہ خداوند کی آواز ہے جو اپنے دشمنوں کو بدلہ دیتا ہے (پھر ایک جرار لشکر کے ساتھ صلاح الدین یوسف شاہ مصر نے بیت المقدس پر چاروں طرف سے حملہ کیا اور ہر طرف سے تکبیروں کے نعرے بلند تھے جس سے خدا کے دشمن مغلوب ہو کر نکلے اور بھاگ گئے شہر فتح ہوا جھنڈا کھڑا کیا گیا ہزاروں دشمن خدا مارے گئے)۔

پھر ۱۴ ورس سے اخیر تک اور بھی تصریح ہے اس کے سوا کتاب دانیال اور زبور حضرت داؤد میں اور انجیل میں اور ان کی دیگر کتب مسلّمہ میں کہیں بالاجمال کہیں بالتفصیل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت بشارتیں موجود ہیں جن کو غور کر کے بہت سے خدا ترس اہل کتاب حضرتؐ پر ایمان لائے اور لاتے ہیں اور جن کے دلوں پر خدا تعالیٰ نے مہر کر دی ہے وہ کبھی نہیں مانتے سیکڑوں حجتیں پیش کیے جاتے ہیں، واللہ الہادی ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

یہ حکم دیا وانذر عشیرتک الاقربین (۱) کہ اپنے قرابت داروں کو ڈرا کہ تمہارے اِن برے افعال پر یہ آفت آنے والی ہے۔

امام بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبل صفا پر چڑھ کر پکارے اور بعید کے قبائل سے شروع کیا "اے بنی عدی" یہاں تک کہ قریش کے تمام قبائل کا نام لیا اور وہ سب جمع ہوئے اور جو کوئی خود نہ آسکا تو اس نے اپنے کسی آدمی کو بھیج دیا۔ پس قریش کے لوگ اور ابولہب سب آئے، آپؐ نے فرمایا اگر میں تم کو خبر دوں کہ کسی وادی میں تم پر چھاپہ مارنے کو کوئی

[1] خصوصاً صاحب صلیب کے وقت کہ کئی سو برس تک فرنگستان کے عیسائی حملہ کر کے مسلمانوں پر آئے ۱۲ منہ

[2] یہاں سے معلوم ہوا کہ عیسائی مذہب دشمن خدا کا ہے ۱۲ منہ

لشکر جمع ہو رہا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ بے شک کس لیے کہ ہم نے بارہا تجربہ کر لیا ہے کہ آپ نے کبھی کوئی بات جھوٹی نہیں کہی۔ تب آپؐ نے فرمایا میں تمہیں مطلع کرتا ہوں کہ ایک سخت عذاب آنے والا ہے۔ تب ابولہب نے کہا تیرے ہاتھ ٹوٹیں[1] کیا اس لیے ہم کو جمع کیا تھا؟۔

بخاریؒ نے ابوہریرہؓ سے اسی امر میں یہ بھی روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اے قریش تم اپنا بندوبست آپ کر لو میں تمہارے اوپر سے خدا کا عذاب دور نہیں کر سکوں گا۔ اے عبد مناف! میں خدا کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں تیرے لیے اللہ کے مقابلے میں کچھ کارآمد نہ ہوں گا۔ اے صفیہ! (رسول اللہؐ کی پھوپی) میں تیرے لیے اللہ کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ بنت محمدؐ! تو جو چاہے میرے پاس سے مال مانگ لے لیکن خدا کے مقابلہ میں میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا (افسوس آج ہم کو خاندانوں پر ناز ہے اسی کو آخرت کا سرمایہ سمجھ بیٹھے ہیں)۔

جس طرح نافرمان اقارب کو ڈرسنانے کا حکم ہوا اسی طرح اس کے مقابلہ میں ایمان داروں کے آگے جھکنے اور تواضع مدارات کرنے کا حکم دیا بقولہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین یہ دوسرا حکم تھا۔ ایمان واطاعت رسول کا مرتبہ کہاں تک بلند ہے کہ اپنے رسول پاک کو ان کی تواضع کا حکم دیا۔ اسی لیے ایمان داروں سے آپؐ بہ تواضع پیش آتے تھے

پھر فرماتا ہے اگر ڈر سنانے پر بھی اے نبی آپ کا حکم نہ مانیں تو کہہ دو کہ میں تم سے بری ہوں فان عصوک فقل

اور ان کی اس مخالفت سے کچھ خوف نہ کیجیے بلکہ توکل علی العزیز الرحیم اللہ زبردست مہربان پر توکل کرو، وہ زبردست ہے اس کے آگے ان کا زور نہ چلے گا اور مہربان بھی ہے اپنی مہربانی سے ہر وقت محفوظ رکھے گا الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی السجدین وہ اللہ جو آپ کو دیکھتا ہے جب کہ آپ نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور نیز نمازیوں میں آپ کا پھرنا بھی دیکھتا ہے کہ صفیں قائم کرتے ہو۔ تقلب اٹھنا بیٹھنا بھی ہے کہ کبھی رکوع کرتے ہو کبھی قیام کبھی سجود سب کو خدا دیکھتا ہے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ حین تقوم سے مراد تنہا نماز کے لیے اٹھنا اور تقلب سے مراد جماعت میں نماز پڑھنا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں ساجدین سے مراد مصلین ہے۔ مجاہد کہتے ہیں تقلبک سے مراد آں حضرتؐ کا نماز میں پیچھے سے نمازیوں کو دیکھنا ہے تقلب بصرک فی المصلین۔ کیونکہ مؤطا میں امام مالک نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں پیچھے سے بھی دیکھا کرتا ہوں مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع مخفی نہیں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ شیعہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ آں حضرتؐ کے آبا مومنین تھے کیونکہ تقلبک فی السجدین سے مراد یہ ہے کہ ہم نے حضرتؐ کی روح پاک کو ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف نقل کیا۔ اس بات کو امام صاحب نے رد کر دیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپؐ کے ان افعال حمیدہ کو وہ دیکھتا ہے کہ جو تم پر مہربانی اور محافظت الٰہی کا سبب ہیں۔ یعنی آپ نیکوکار ہیں اور نیکوں کی حفاظت ہم ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں، واللہ اعلم

پھر ان کے شبہ کا رد کرتا ہے بقولہ ھل انبئکم علیٰ من تنزل الشیٰطین کفار کہتے تھے کیا عجب ہے

---

[1] ... تب کا محاورہ ہے بددعا کے لیے۔ کہتے ہیں تبت یداک یعنی تو خراب ہو جائے۔ اسی لیے قرآن مجید میں ابولہب کو بھی وہی جواب ملا جو اس نے حضرتؐ سے کہا تھا تبت یدا ابی لہب وتب ۱۲ منہ

کہ محمد پر شیاطین نازل ہو کر اس کو قرآن کی تعلیم کرتے ہوں جیسا کہ کاہنوں کو غیب کی باتیں بتایا کرتے ہیں اور شاعروں کو شعر کا مضمون القا کرتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ دونوں میں فرق بتلاتا ہے کہ کاہنوں اور شاعروں کی اور حالت ہے، پیغمبر کی اور۔ پہلے کاہنوں کا حال بیان کرتا ہے بقولہ تعالیٰ تنزل علی کل افاک اثیم کہ شیاطین تو بڑے جھوٹے بدکاروں پر نازل ہوا کرتے ہیں اور وہ کاہن ہیں جو یلقون السمع جن پر شیاطین کوئی بات لا ڈالتے ہیں واکثرھم کاذبون اور اکثر جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ سفلی عملیات کے عامل اکثر ناپاک اور گندے رہا کرتے ہیں تاکہ شیاطین ان کے پاس خوشی خوشی آویں۔

اب رہے شاعر ان کا یہ حال ہے والشعراء الخ کہ ان کے پیچھے تو بدراہوں کی جماعت ہوا کرتی ہے یہ کوئی مضمون نظم کرتے ہیں وہ اس کو نقل کرتے پھرتے ہیں۔ مگر اس سے مراد وہ شاعر ہیں کہ جو آں حضرتؐ کی ہجو کیا کرتے تھے جیسا کہ ہبیرہ بن وہب وامیہ بن ابی الصلت اور لوگوں کو جمع کر کے سناتے تھے اور وہ لوگوں سے بیان کرتے پھرتے تھے۔

الم تر الخ یہ ان کی بدراہی کی دلیل ہے کہ ہر میدان سخن میں ٹکراتے پھرتے ہیں کیا کیا جھوٹی او مبالغہ آمیز بندشیں باندھتے ہیں۔

وانھم یقولون الخ منہ سے کہتے ہیں کرتے نہیں۔ ہجر و وصال معشوق سب فرضی جھگڑے ہوتے ہیں مطلب یہ کہ اشعار اور مضامین قرآن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت مگر جو ان میں دین دار و ایمان دار ہیں و ذکروا اللہ کثیرا اور اللہ کو اپنے اشعار میں یا خارج ابہت یاد کرتے ہیں۔

وانتصروا من بعد ما ظلموا اور جو کسی کی ہجو بھی کرتے ہیں تو ان پر ظلم ہو چکنے کے بعد کرتے ہیں وہ ایسے نہیں ان جملوں میں حسان بن ثابتؓ کی طرف اشارہ ہے کہ کفار کی ہجو جب کی کہ وہ پہلے آں حضرتؐ اور مومنین کی ہجو کر چکے تھے۔ مگر یہ بھی اچھی ہجو۔

خلاصہ یہ کہ جو شعر برا وہ برا ہے۔ اور جو اچھا مضمون ہے خدا و رسول کی مدح میں، قوم و ملک کی اصلاح میں تو اچھا ہے۔

وسیعلم الخ ظالموں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ مر کر کہاں جاتے ہیں اور کس کروٹ پڑتے ہیں۔

سورۂ نمل

مکیّہ ہے اس کی ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓ تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ
یہ آیتیں ہیں قرآن اور

كِتَابٍ مُّبِیْنٍ ① هُدًى وَّبُشْرٰى
کھلی کتاب کی جو ایمان داروں کے لیے ہدایت

لِلْمُؤْمِنِیْنَ ② الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ
اور بشارت بھی ہے (اور) ان کے لیے جو نماز ادا

الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ
کرتے اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور

هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ③
وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
البتہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے
زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ
ہم نے ان کے اعمال ان کے لیے بھلے کر دکھائے پس وہ
يَعْمَهُونَ ④ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
سرگرداں پھرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو
لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي
برا عذاب ہونا ہے اور وہ
الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ⑤
آخرت میں بڑے ہی خسارے میں ہوں گے
وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ
اور البتہ آپ کو قرآن خدائے دانا اور حکیم کی طرف
حَكِيمٍ عَلِيمٍ ⑥ الثلثین
سے دیا جاتا ہے لہ

ترکیب

وکتاب معطوف ہے قرآن مجرور مضاف الیہ پر ھدی وبشریٰ دونوں محل حال میں ہیں آیت یا کتاب سے اور مبتدأ محذوف کی خبر بھی ہو سکتے ہیں الذین یقیمون صفت ہے المؤمنین کی وھم بالآخرۃ الخ تتمہ صلہ کا ہے تو حال یا عطف کے لیے اور عطف کی صورت میں جملہ فعلیہ سے اسمیہ کی طرف تغیر کرنا ان کے ثبات اور ایمان پر استمرار ثابت کرنے کے لیے ہے۔

تفسیر

یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے اس میں بھی توحید اور اثبات نبوت کے مباحث اور چند انبیاء علیہم السلام کے تذکرے ہیں اور ان پر جو کچھ انعامات ہوئے ہیں وہ بھی بیان ہوئے ہیں جو ان کی خدا پرستی کا نتیجہ تھا۔

فرماتا ہے طٰسٓ ان دو حرفوں سے کسی خاص بات کی طرف اشارہ ہے جس کو وہی خوب جانتا ہے۔ تلک یہ یعنی یہ آیتیں جو اس سورت میں ہیں قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں کسی شاعر کا کلام نہیں۔ کتاب مبین سے مراد بھی قرآن ہے مگر کتاب مبین کہنے سے یہ بات جتلانی مقصود ہے کہ قرآن مجید میں کوئی بات بعید از عقل نہیں سب باتیں اس کی صاف اور ظاہر ہیں جن کو ہر ایک صاحب عقل سلیم تسلیم کرنے میں ذرا بھی تردد نہیں کر سکتا مگر وہی کہ جس کے دل کی آنکھیں روشن ہیں ورنہ ہیئے کے اندھوں اور جنم کے کور باطنوں کج طبعوں کو اس میں ہزار ہا قیل وقال ہیں اس لیے فرماتا ہے ھدی وبشریٰ للمؤمنین کہ یہ قرآن ہدایت ہے سب کے لیے مگر نفع اس سے وہی اٹھاتے ہیں جن میں راستی کا مادہ رکھا ہوا ہے اس لیے بشریٰ کو مؤمنین کے ساتھ مخصوص کیا۔ پھر آگے یہ بھی کھول دیا کہ زبان سے مومن کہنا کافی نہیں جب تک کہ اس میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں۔

(۱) الذین یقیمون الصلوٰۃ کہ وہ جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی اہتمام سے اور اس کی ساری شرطوں اور قاعدوں سے نماز ادا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو نماز ادا نہ کرے وہ پورا اور کامل مومن نہیں۔ حیف ہے ان لوگوں پر

لہ یعنی اے نبی اگر یہ قرآن حکیم وعلیم کا دیا ہوا نہ ہوتا تو یہ احکام اور اگلے انبیاء کے صحیح صحیح حال تمہیں کیوں کر معلوم ہوتے نہ آپ کے پاس کوئی تاریخ کی کتاب ہے نہ آپ نے فلسفہ اور حکمت پڑھی ہے ۱۲ منہ

جو خدا پرستی اور دین کی حمایت کا تو دعویٰ کرتے ہیں مگر نماز سے بے فکر ہیں۔

(۲) ویؤتون الزکوٰۃ اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ شرع میں مال میں سے چالیسواں حصہ خدا کے نام دینا اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیرات کو بھی زکوٰۃ کہتے ہیں۔ مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کو شامل کر لیا۔ مگر سب کے ساتھ ایک بڑی قید بھی ہے۔ وہ کیا؟ وھم بالاٰخرۃ ھم یوقنون کہ وہ آخرت پر یقین بھی رکھتے ہوں۔ اس میں ایمان یعنی جملہ اعتقادیات کی طرف ایک اہم جزء کے ذکر کرنے سے اشارہ کر دیا۔ کیوں کہ مکہ کے لوگ برائے نام خدائے تعالیٰ کے اور کچھ کچھ صفات باری تعالیٰ کے معتقد تھے مگر آخرت کے بالکل منکر تھے اور نہ صرف وہ بلکہ اُس عہد میں باستثناء بعض سب مذاہب آخرت کے منکر تھے۔ اس لیے اس کی تصریح کی تاکہ قوتِ عملیہ اور نظریہ کی تکمیل ہو جائے۔

اس کے بعد ان الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ الخ میں آخرت کے منکروں کا بد نتیجہ بھی بیان فرما دیا کہ لھم سوٓء العذاب وھم فی الاٰخرۃ ھم الاخسرون کہ ان کو بہت ہی برا عذاب ہے اور آخرت میں وہی زیادہ نقصان اٹھائیں گے کیوں کہ یہ جب اس کے منکر ہیں تو اُس دن کے لیے کوئی توشہ کیوں جمع کرنے لگے؟ یہی خسارہ ہے۔ اور آخرت کے انکار کی وجہ بھی بیان کر دی کہ زینا لھم اعمالھم فھم یعمھون کہ وہ کام جو لذات و شہوات و فراہمی مال و زر اور دنیا کے استحکام کے لیے کرتے ہیں وہ ان کو بھلے معلوم ہوتے ہیں قضاء و قدر نے ان کی نظروں میں زیبا کر دیے ہیں۔ اس میں حیران و سرگرداں ہیں۔ آخرت اور مرنے کا تصور بھی برا جانتے ہیں۔ جو دنیا میں اس طرح غرق ہو گویا آخرت کا منکر ہے۔

یہاں تک قرآن کا مبین ہونا ثابت کر کے یعنی دعوے کی دلیل پیش فرما کر پھر اس دعوے کو بطور نتیجہ کے پیش کیا جاتا ہے وانک لتلقی القراٰن من لدن حکیم علیم یعنی اے نبی تم قرآن کو حکیم و علیم کی طرف سے پا رہے ہو۔ وہی حکیم و علیم جس کی کوئی بات حکمت و علم سے خالی نہیں۔ قرآن وہی وقتاً فوقتاً تم پر نازل کر رہا ہے اس لیے اس جملہ کو اِنّ اور لام تاکید سے صادر کیا اور نیز یہ جملہ اگلے بیان کے لیے تمہید بھی ہے۔ اس کی حکمت کا ثبوت احکام سے جن میں تکمیل قوتِ نظریہ و عملیہ (جس کو ہندی میں گیان و کرم کہتے ہیں) جس پر نجات و مکش کا مدار ہے جس میں کوئی بات نہیں چھوڑی بخوبی ثابت ہے اور علم کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کے گزشتہ واقعات سے جو ابھی بیان ہوتے ہیں اچھی طرح ہو جائے گا، کس خوبی کے ساتھ توحید کے مسئلہ کو نبوت کے مسئلہ سے اور نبوت کے مسئلہ کو معاد کے مسئلہ سے اور پھر ان سب سے احکام کی پابندی نیک روی کو ثابت کیا ہے اور خلاف ورزی اور شہوات و لذات کی پیروی کے قصص انبیاء سے کیا برے نتائج دکھائے ہیں۔ یہ ہے وہ قرآن کا اعجاز جس کا معارضہ ناممکن ہے، نہ صرف مقفّٰی و مسجّع عبارت۔ اب قصص انبیاء علیہم السلام شروع ہوتے ہیں فقال:-

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ

(یاد کرو) جب کہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے ایک آگ

نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ

دیکھی ہے ابھی میں تمہارے پاس اس کی خبر لاتا ہوں یا کوئی

بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ⑦

انگارا سلگا کر لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ

پھر جب موسیٰ اس کے پاس آئے تو آواز آئی کہ جو آگ میں

مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ

اور اس کے پاس ہے وہ بابرکت ہے اور

سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑧

پاک ہے اللہ جو تمام جہان کا رب ہے

يٰمُوْسٰى اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ

اے موسیٰ میں جو ہوں تو اللہ زبردست (اور) حکمت

الْحَكِيْمُ ⑨ وَاَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا

والا ہوں اور اپنی لاٹھی ڈال دو پھر جب

رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى ع ۱۴ ۱۶

اس کو دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح لہرا رہی ہے تو موسیٰ پیٹھ پھیر کر

مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰى

بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (ہم نے کہا) اے موسیٰ

لَا تَخَفْ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ

ڈرو مت کیونکہ میرے حضور میں رسول ڈرا

الْمُرْسَلُوْنَ ⑩ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ

نہیں کرتے لیکن جس نے ظلم کیا ہو پھر

بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ

برائی کے بعد اس نے اس کو نیکی سے بدل دیا ہو تو میں

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑪ وَاَدْخِلْ يَدَكَ

غفور رحیم ہوں اور اپنا ہاتھ اپنے

فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ

گریبان میں ڈالو (پھر نکالو تو) وہ سفید نکلے گا بے

سُوْٓءٍ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ

عیب یہ ایک نشانی ہے منجملہ اور نشانیوں کے جو فرعون

وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ⑫

اور اسکی قوم کے پاس بھیجی جاتی ہیں کیونکہ وہ ایک بدکار قوم ہے

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا

پھر جب ان کے پاس آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں آئیں تو کہنے لگے

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑬ وَجَحَدُوْا

یہ تو صاف جادو ہے اور ان نشانیوں کا

بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا

ظلم و تکبر سے انکار کر دیا حالانکہ دل میں مان

وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

چکے تھے پھر دیکھو مفسدوں کا کیا برا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ⑭

انجام ہوا

ترکیب

اذ کا عامل اذکر محذوف اور علیم سے بھی متعلق ہوسکتا ہے نودی کا مفعول مالم یسم فاعلہ یا تو ضمیر ہے جو موسیٰ کی طرف راجع ہے یا ان بورک علی الاول ان بمعنی ای تفسیر کے لیے مَن مرفوع ہے بورک سے انہ ضمیر شان انا مبتدا اللہ خبر تہتز حال ہے راٰها مفعول سے کانها حال ہے ضمیر تہتز سے الا من ظلم استثنا منقطع موضع نصب میں اور ممکن ہے کہ محل رفع میں ہو فاعل سے بدل ہو کر بیضاء من غیر سوء و فی تسع تینوں حال ہیں الی محذوف سے متعلق تقدیرہ مرسلا الی فرعون۔ مبصرۃ حال ہے۔ مَبصرۃ بھی پڑھا ہے تب یہ مفعول لہ ہے۔ ظلما و علوا حال ہیں ضمیر جحدوا سے مفعول لہ بھی ہوسکتے ہیں۔

تفسیر

اذ قال موسیٰ یہ حضرت موسیٰ کا وہاں سے قصہ ہے کہ جب وہ اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر میں سے دس برس کے بعد اپنی بیوی کو لے کر پھر مصر میں جا رہے تھے۔ سردی کا موسم تھا، رات کو رستہ میں دور سے

آگ کی چمک نظر آئی بیوی سے کہا تم ٹھیرو میں جا کر تمہارے تاپنے کے لیے آگ لاتا ہوں ورنہ وہاں جو کوئی ہوگا اس سے رستہ کی خبر تو پوچھوں گا کیوں کہ رستہ بھی بھول گئے تھے پھر جب وہاں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سبز درخت آگ کا شعلہ ہو رہا ہے یعنی منور ہے۔ وہ تجلی حق کی روشنی تھی جس کو حکیمانہ خیال کے لوگ گیاس کہتے ہیں کہ وہ ایک مادہ ہے جو رات کو چمکتا ہوا نظر آیا کرتا ہے وہ گھاس میں بھی ہوتا ہے جانوروں میں بھی ہوتا ہے۔ کرم شب تاب جس کو جگنو یا پٹ بیجنا کہتے ہیں اسی مادہ سے چمکتا ہے۔ سمندر میں بھی رات کو آگ کی چنگاریاں نظر آیا کرتی ہیں یہ کیا ضرور ہے کہ ہر جگہ وہی مادہ مان لیا جائے بغیر اس کے تجلی حق کی روشنی کیا محال بات ہے؟ الغرض اس کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ تب وہاں سے آواز آئی کہ حیرت نہ کر کہ اس آگ میں جو ہیں یعنی فرشتے اور جو اس کے ارد گرد ہیں (وہ بھی فرشتے) بابرکت ہیں اللہ کا یہ نور ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا سبحٰن اللّٰہ رب العٰلمین کہ اللہ جو رب العالمین ہے جس کے تربیت یافتوں میں سے یہ نورانی ملائکہ بھی ہیں۔ وہ آگ میں نظر آنے سے پاک ہے یعنی اس آگ یا روشنی کو اور اس کے آس پاس والوں کو اللہ نہ سمجھ لینا بلکہ یہ مقام اللہ کی تجلی گاہ ہے اور یہ ملائک اس کے جلو میں ہیں خدا نہیں

یموسیٰ انہ انا اللہ الخ خدا جو ہوں تو میں زبردست حکمت والا ہوں۔ پھر موسیٰ سے خدائے تعالیٰ کا کلام شروع ہوا یہ آواز کچھ معمولی آواز نہ تھی جس کے لیے حروف اور جہت تجویز کرنی پڑے بلکہ یہ ایک روحانی نداتھی جس کی حقیقت ہم نہیں جان سکتے اور وہی اس کی ذات پاک کے لائق ہے واللہ اعلم۔

پھر خدا نے فرمایا اپنا عصا زمین پر ڈال دو موسیٰ نے ڈال دیا تو وہ سانپ بن کر لہرانے لگا۔ موسیٰ ڈر کر بھاگے۔

فرمایا ڈر و مت میرے حضور میں انبیاء ڈرا نہیں کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ان کے ہاتھ سے قبطی کے مارے جانے سے گناہ کا کھٹکا بھی تھا اس کی صفائی کے لیے یہ بھی اطمینان دلایا کہ الا من ظلم الخ لیکن جو کوئی گناہ کے بعد نیکوکاری کرتا ہے میں اس کے لیے غفور رحیم بھی ہوں۔ یہ ایک معجزہ دیا۔ دوسرے کے لیے فرمایا وادخل یدک کہ اپنی بغل میں ہاتھ دبا کر باہر نکالو وہ بغیر اس کے کہ اس میں کوئی برص کی سفیدی پیدا ہو چمکتا ہوا نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر فرمایا کہ من جملہ نو نشانیوں یعنی معجزات کے یہ دو نشانیاں ہیں ان کو لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف جاؤ وہ بدکردار لوگ ہیں حسب الحکم حضرت موسیٰ ان کے پاس گئے معجزات دکھائے وہ دل میں تو قائل ہو گئے مگر اپنی سرکشی اور غرور سے انکار کیا۔ پھر دیکھو ان کا کیا انجام ہوا غرق ہوئے قصہ کو یہاں مختصر کر دیا۔ یہاں اسی قدر کافی تھا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا

اور البتہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا تھا

وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا

اور ان دونوں نے (خوش ہو کر) کہا سب تعریف اس اللہ ہی کو ہے کہ جس نے ہم کو

عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۵

اپنے بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت عطا کی۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا

اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور کہنے لگے کہ

النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا

لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے اور ہم کو ہر ایک

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ

قسم کے ساز و سامان عطا کیے گئے ہیں بے شک یہ اس کا صریح فضل

الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ
ہے · اور سلیمان کے لیے اس کا لشکر لا حاضر کیے

مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ
گئے، جتنا کیا گیا جن اور آدمیوں اور پرندوں کے لشکر صف بستہ

يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى
(با ترتیب لا کھڑے کیے جاتے تھے) یہاں تک کہ جب (لشکر) چیونٹیوں کے جنگل

وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ
میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو!

ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ
اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ تم کو

سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا
سلیمان اور اس کا لشکر روند ڈالے اور ان کو

يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا
خبر بھی نہ ہو پھر سلیمان چیونٹی کی بات سے

مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ
مسکرا کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے رب مجھے توفیق دے کہ

اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ
میں تیری ان نعمتوں کا شکر کیا کروں کہ جو تو نے مجھے اور

عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ
میرے باپ کو عطا کی تھیں اور ایسا اچھا کام

صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ
کروں کہ جس کو تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھ کو

فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾
اپنے نیک بندوں میں داخل کر دے۔

ترکیب

ضاحکا، حال مؤکدۃ وقیل مقدرۃ لان التبسم مبدا الضحک وللتقدیر ضحکا علی انہ مصدر والعامل فیہ تبسم لانہ بمعنی ضحک حشر کا مفعول مالم یسم فاعلہ جنودہ۔

تفسیر

یہ دوسرا قصہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ہے جو اس تفصیل سے یہود و نصاریٰ کو بھی معلوم نہ تھا اسی حکیم و علیم نے حضرت کو بتلایا ہے۔ فرماتا ہے ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا۔ ان کا علم اور دانش مشہور اور ضرب المثل ہے جس کے شکریہ میں وہ الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المؤمنین کہتے تھے۔ یہ مجمل تھا۔ پھر اس علم کی آگے تفصیل فرماتا ہے بقولہ وورث سلیمان داؤد اس وراثت میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ کوئی علم و دانش و نبوت کی وراثت کہتا ہے۔ یہ چیزیں ورثہ میں نہیں آتیں مبدء غیب سے عطا ہوا کرتی ہیں۔ پھر سلیمان کے وارث ہونے کے یہ معنی کہ جو کمالات ان کے باپ کو عطا ہوئے تھے وہی اس فرزند رشید کو بھی۔ یعنی سلیمان کے کمالات نئے نہیں کہ انہیں کو عطا ہوئے ہوں بلکہ خاندانی ہیں۔ خاندانی اہل کمال کی نسبت ان کے کمالات کا اپنے بزرگوں سے ورثہ پانا محاورہ میں آتا ہے اور یہی قول جمہور کو پسند ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ملک و سلطنت کا ورثہ ہے وفیہ ما فیہ۔ وقال یٰایھا الناس، یہ اس علم اور ورثہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے کہ سلیمان نے کہا کہ ہم کو جانوروں کی بولی بھی خدا تعالیٰ نے سکھائی اور ہم کو ہر ایک نعمت عطا کی ہے پھر ہر ایک نعمت کے مجموعہ میں سے بعض بعض خاص نعمتوں کا خدا تعالیٰ ذکر کرتا ہے۔

(۱) وحشر لسلیمان لشکر سلیمان کے پاس تین قسم کا لشکر جمع تھا۔ جنوں کا، آدمیوں کا، پرندوں کا،

جو تخت سلیمان کے اوپر سایہ کرتے تھے۔ یہ کبوتر وغیرہ ہوں گے جو خطوط اور فرامین پہنچانے کا کام دیتے ہوں گے جیسا کہ آگے ہدہد کا ذکر ہوتا ہے کہ وہ حضرت سلیمان کا خط لے کر بلقیس شاہزادی کے پاس گیا تھا۔

(۲) حتی اذا اتوا ایک بار سلیمان کا لشکر کسی ایسے مقام سے گزرا کہ جہاں چیونٹیوں کے بلے تھے اور وہ زمین پر چل رہی تھیں ان میں سے ایک چیونٹی نے کہا کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں بے خبری میں ان کی روندن میں نہ آجاؤ۔ یہ بات حضرت سلیمان کو معلوم ہو گئی۔ کیوں کہ خدا نے ان کو بہت سے علوم عطا کیے تھے۔ اس پر آپ ہنسے اس لیے کہ چیونٹی سلیمان کو بے خبری کا الزام لگاتی ہے۔ دوم اس لیے کہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت کو کیا کیا علم دیے گئے ہیں۔ سوم خدا تعالیٰ کی عنایت اور رحمت پر خیال کر کے کہ اس نے مجھے ایسا بلند مرتبہ کیا، اس لیے اس کے بعد سلیمان نے خدا سے دعا کی کہ مجھے شکرگزاری کی توفیق دے اور اس جاہ و حشم پر مغرور و متکبر نہ کرنا بلکہ اس بلند اقبالی پر اچھے کام کیا کروں اور جماعت صالحین سے باہر نہ ہوں۔ یہ قصہ گو بائبل میں نہیں، مگر اس کی تصدیق کرنے والی باتیں اول کتاب السلاطین کی چوتھے باب میں بہت کچھ ہیں جن میں سے بعض جملے یہ ہیں۔ (۲۹) اور خدا نے سلیمان کو دانش اور خرد نہایت دی تھی اور دل کی وسعت بھی عنایت کی ایسی جیسے سمندر کے کنارے کی ریت (۳۰) اور سلیمان کی دانش اہل مشرق اور اہل مصر کی دانش سے کہیں زیادہ تھی الخ (۳۳) اور اس نے درختوں کی کیفیت بیان کی سرو کے درخت سے لے کر جو لبنان میں تھا اس زوفہ تک جو دیواروں پر اگتا ہے

اور چارپایوں اور پرندوں اور رینگنے والوں اور مچھلیوں کا حال بیان کیا۔

منطق الطیر۔ بیضاوی کہتے ہیں نطق کے معنے عرف میں اُن الفاظ کا استعمال کرنا جو دل کی بات کو ظاہر کر دیں خواہ وہ مفرد ہوں خواہ مرکب اور نطق کا مجازاً اطلاق کبھی اُس حالت پر بھی ہوتا ہے کہ جس سے کوئی بات ظاہر کی جاوے حیوانات کا نطق اسی طرح کا ہے کہ ان کی آوازیں ان کے تخیلات کے تابع ہیں جو بمنزلۂ عبارات کے ہوتی ہیں اور شاید سلیمان علیہ السلام قوت قدسیہ سے ہر حیوان کا وہ خیال دریافت کر لیتے تھے کہ جس خیال سے اس نے وہ آواز نکالی ہے، انتہیٰ ملخصاً۔ اب حکیمانہ خیال کی بھی کوئی توجیہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ یہ بات ان کے نزدیک ناممکن نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت کو چیونٹی کا خیال معلوم ہو گیا ہوگا، جو وہ اپنی جماعت کے آگے ظاہر کر رہی تھی۔ خدا نے حیوانات کو بھی علم اور ادراک دیا ہے ان کے باہم ہم کلامی اور اطلاع دینے کے ذرائع پیدا کیے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہم نہیں جانتے۔ اس تقدیر پر کیا ضرورت ہے کہ نملہ کسی قبیلہ کا نام رکھا جائے اور جن سے قوم عمالیق مراد لی جائے۔ ایسی توجیہیں دُور از کار ہیں، واللہ اعلم۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ أَرَى

اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہا کہ کیا بات ہے جو میں

الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ

ہدہد کو نہیں دیکھتا ہوں　کیا　وہ　غیر حاضر

الْغَآئِبِينَ ۞ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا

ہے　؟　(اگر ایسا ہے تو) میں اس کو سخت سزا

لہ جیسا کہ چیونٹی وغیرہ جو زمین پر چلتے ہیں۔

شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ

دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس کوئی صاف

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ السجدة

وجہ (غیر حاضری کی) بیان کرے پھر تھوڑی دیر کے بعد (ہد ہد)

بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ

حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضور کے پاس وہ خبر لایا ہوں جو حضور کو معلوم نہیں

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾

اور سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں (یعنی) میں نے

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ

ایک عورت کو دیکھا کہ ان پر حکمرانی کر رہی ہے

وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا

اور اس کو ہر قسم کے ساز و سامان بھی دیے گئے ہیں اور اس کے پاس

عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا

ایک بڑا تخت بھی ہے میں نے اس کو اور اس کی قوم کو

يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اللہ کے سوا آفتاب کو سجدہ کرتے ہوئے پایا

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے آراستہ کر دکھایا ہے

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا

اور ان کو راہ راست سے روک دیا ہے پھر ان کو یہ

يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ ع ٢ ١٧

بھی نہیں سوجھتا کہ اللہ ہی کو کیوں نہ سجدہ کریں

الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ

کہ جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو

وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا

آشکارا کیا کرتا ہے اور جو کچھ تم مخفی رکھتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو

تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

سب کو جانتا ہے اس اللہ کو کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾ قَالَ

وہ بڑے تخت کا مالک ہے (سلیمان نے) کہا

سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ

ہم ابھی دیکھتے ہیں تو سچ کہتا ہے یا تو

مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ

جھوٹا ہے؟ جا

بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ

میرے اس خط کو لے جا کر ان پر ڈال دے پھر

تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾

ان سے الگ ہٹ جا پھر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں (اس کو

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ

پڑھ کر بلقیس نے) کہا کہ اے دربار والو یہ میری طرف ایک

كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ

فرمان محترم ڈالا گیا ہے اور وہ سلیمان کی

سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

طرف سے ہے اور وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن

الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَ

الرحیم میرے سامنے تکبر نہ کرو اور

اْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾

میرے پاس مطیع ہو کر چلی آؤ۔

ترکیب

غیر بعید لے مکانا غیر بعید او وقتا غیر بعید او مکثا الا یسجدوا والا لیست بزائدة و موضع الکلام نصب

بدلامن اعمالہم والتحقیق دخل حرف التنبیہ علی الفعل من غیر تقدیر حذف ۔ الخبأ مصدر بمعنی المخبو من المطر والنبات انہ من سلیمان بالکسر علی الاستیناف وبالفتح بدلامن کتاب او مرفوع بکریم الا تعلوا موضعہ رفع بدلامن کتاب ۔

تفسیر

(۳) وتفقد الطیر کہ پرندوں کی حاضری لی تو ان میں ہدہد کو نہ پایا فرمایا کہ اس کو سزا دوں گا ورنہ کوئی عذر معقول بیان کرے ۔ تھوڑی دیر کے بعد ہدہد بھی آحاضر ہوا اور اس نے سبا[1] کی شہزادی بلقیس کا حال بیان کیا کہ اس کو سب ساز و سامان سلطنت حاصل ہیں اور ایک بڑا عمدہ تخت بھی ہے کہ جس پر وہ جلوس کرتی ہے مگر بااین ہمہ آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں (وہ لوگ آفتاب پرست تھے یا تو صابی ہوں گے یا کوئی اور مذہب مروج ہوگا جو شیطانی مذہب تھا) اور اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے ۔ آسمانوں کی چھپی ہوئی ستارے آفتاب ماہتاب چھپ جاتے ہیں پھر ان کو اللہ ہی ظاہر کرتا ہے پھر ان کو کیا سجدہ کرنا چاہیے ؟ اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اور اناج وغیرہ اس میں ہدہد نے اپنی خورش بھی ظاہر کر دی ۔ اور وہ اللہ جو دل کی مخفی اور ظاہر باتوں کو جانتا ہے' وہ اللہ جو بڑے تخت کا مالک ہے یعنی اس کے تخت کے آگے ان کے تخت کی کیا حقیقت ہے ؟ ۔ یہاں تک ہدہد کی گفتگو تھی جو تمام ہوئی ۔

اب سلیمان علیہ السلام اس کے جواب میں فرماتے ہیں سننظر اصدقت الآ کہ ہم دیکھتے ہیں تو جھوٹا ہے کہ سچا ہے ؟ جا تُو میرا یہ نامہ لیجا اور جاکر او پر سے ڈال دینا ۔ پھر چُھپ کر دیکھنا کہ وہ آپس میں کیا کہتے ہیں ۔

سلیمان علیہ السلام نے نامہ لکھا جس کا یہ عنوان تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الا تعلوا علی واتونی مسلمین ۔ اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے ۔ اس کے بعد واضح ہو کہ تم میرے پاس مطیع ہو کر حاضر ہو جاؤ اور تکبر نہ کرو ۔ اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ سلیمان نے بعینہ یہی لکھا ہو بلکہ ممکن ہے کچھ اور ہو ۔ جس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا ۔ لیکن سرنامہ پر بسم اللہ لکھی تھی ۔ یہ نامہ عبرانی زبان میں تھا ۔ ہدہد نامہ لے کر گیا اور ان پر جاکر ڈال دیا ۔ یعنی بلقیس کے تخت پر ۔ اس نے پڑھا اور اپنے ارکان دولت سے ذکر کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے ؟ سلیمان کے

[1] سبا یشجب کا بیٹا اور وہ یعرب کا اور وہ قحطان کا جو تمام قبائل یمن کا باپ تھا ۔ پھر سبا کی بہت سی اولاد تھی پھر اسی کے نام سے یمن میں ایک شہر سبا بسا ۔ جو صنعاء سے تین دن کے فاصلہ پر ہے ۔ سبا سے مراد اگر قبیلہ ہے تو غیر منصرف ہے ورنہ منصرف (ک ۔ بلقیس الہدہد کی بیٹی وہ شرحبیل کا بیٹا وہ ذی الاذعار کا وہ افریقس کا وہ ذی المنار کا جس کو ابرہہ بھی کہتے تھے وہ صعب کا جس کو ذوالقرنین کہتے تھے وہ حارث الرائش کا جس کو تبع اول کہتے تھے ۔ کئی پشت آگے چل کر اس کا نسب نامہ حمیر سے ملتا ہے جو سبا مذکور کا بیٹا تھا ۔ اسی سبا نے مارب کی زمین پر ایک پختہ بند بندھوا کر تالاب کے طور پر پانی جمع کیا تھا جس سے چھوٹی چھوٹی نہروں کے ذریعہ سے ملک میں بڑی سرسبزی تھی ۔ آخر لوگوں کی ناشکری سے وہ بند ٹوٹا اور ملک برباد ہوا جیسا کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے بشداد بن عاد بن الملطاط بن سبا بھی سبا کی نسل میں سے تھا ۔ بلقیس اس ہی کے تخت پر بیٹھی تھی اس قوم کی بڑی شان و شوکت کی سلطنت ہو چکی ہے ان کے آثار اب تک ملک یمن میں پائے جاتے ہیں ۔ از تاریخ ابوالفدا ناقلا عن ابی سعید المغربی ۱۲ منہ

پاس جاؤں یا نہ جاؤں ؟

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ

(بلقیس) کہنے لگی کہ اے سردارو! میرے معاملہ میں

اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا

رائے دو میں کوئی بات تمہارے حاضر ہوئے بغیر

حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ

طے نہیں کرتی انہوں نے کہا ہم لوگ

اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ

زور آور اور بڑے (سخت) لڑنے والے ہیں

وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا

اور (آگے) سرکار کو اختیار ہے جو کچھ حکم دیں اس کو

تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ

غور کرلیں (بلقیس نے) کہا جب کسی شہر میں بادشاہ

اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ

(بزور) داخل ہوا کرتے ہیں تو اس کو اجاڑ کر دیتے ہیں اور

جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ

وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں اور

كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّيْ

یوں ہی کیا بھی کرتے ہیں اور میں (ان کو)

مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ

ان کے پاس کوئی تحفہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں

بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا

کہ ایلچی کیا جواب لے کر آتے ہیں پس جب

جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ

(ایلچی) سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کہ کیا تم میری مال سے مدد کرنا چاہتے ہو؟

فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ

سو جو کچھ مجھ کو اللہ نے دے رکھا ہے اس سے بہت بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے

بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾

بلکہ تم ہی کچھ اپنے تحفہ سے خوش ہوتے ہوگے

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ

ان کی طرف واپس جاؤ ہم ان پر ایک ایسا لشکر بھیجتے ہیں

لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ

کہ جس کا وہ مقابلہ نہ کرسکیں گے اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل

اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ

(و خوار) کرکے نکال دیں گے (سلیمان نے) کہا

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ

اے سردارو! تم میں ایسا کوئی ہے کہ اس کے حاضر

بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ

ہونے سے پہلے میرے پاس اس کا تخت لا حاضر

مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ

کرے ۔ ایک زور آور جن بول اٹھا کہ آپ کے

الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ

دربار سے اٹھنے سے پہلے ہی میں اس کو لا حاضر

مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ

کرتا ہوں اور میں اس پر قوی بھی ہوں (اور)

اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ

امانت دار بھی۔ اس شخص نے کہ جس کے پاس کتاب کا

؎ عفریت التاء زائدۃ لانہ من العفر یقال عفریت و عفریۃ ہو القوی الشدید او خبیث مارد۔

مِنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ

علم تھا (یہ) عرض کیا کہ میں اس کو حضور کی آنکھ

اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ

جھپکنے سے پہلے لا حاضر کرتا ہوں پھر جب اس

مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ

تخت کو سلیمان نے اپنے پاس دھرا پایا تو کہنے لگے کہ یہ میرے رب

فَضْلِ رَبِّيْ ڗ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ

کی عنایت سے ہے تاکہ مجھے آزماوے کہ میں شکر کرتا ہوں

اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ

یا ناشکری اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ

بھلے کو اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بھی

غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝۴۰

بے پروا عزت والا ہے

تفسیر

انہوں نے کہا ہم بڑے قوی اور بڑے لڑنے والے لوگ ہیں سلیمان سے کچھ خوف نہیں مگر تاہم جو آپ کی رائے ہو وہی ٹھیک۔ بلقیس بڑی عقل مند عورت تھی سوچا کہ لڑائی کا انجام برا ہے اگر غالب آگیا تو آکر الٹ پلٹ دے گا عزت داروں کو ذلیل کر دے گا اور بادشاہوں کا یہی دستور ہے صلح کر لینی بہتر ہے۔ اول مرتبہ اس کے پاس جانا تو مصلحت نہیں تحفہ تحائف دے کر ایلچیوں کو بھیجنا چاہیے اس سے سلیمان کی پوری کیفیت معلوم ہو جاوے گی۔ یہ بات سب کو پسند آئی۔ بڑے بڑے بیش قیمت ہدیے دے کر ایلچیوں کو بھیجا تاکہ سلیمان اس مال کو دیکھ کر نرم ہو جاوے۔ مگر سلیمان علیہ السلام کا مقصد اس بت پرست بادشاہزادی کو اسلام میں لانا اور برائی سے بچانا تھا اس لیے ان تحفوں کو کچھ بھی خاطر میں نہ لاکر یہ فرمایا کہ اللہ کا دیا میرے پاس بہت کچھ ہے۔ ایسے ہدیوں سے تمہیں خوش ہو۔ جاؤ جاکر کہہ دو کہ حاضر ہوں ورنہ میں ایسا بھاری لشکر بھیجتا ہوں کہ جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا اور میں ان کو وہاں سے ذلیل و خوار کر کے نکال دوں گا۔

ایلچی تو ادھر روانہ ہوئے ادھر حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے کہا کوئی ہے کہ اس کے آنے سے پیشتر میرے پاس اس کا تخت اٹھا لائے؟ ایک بڑے قوی جن نے کہا میں اس کو حضور کے پاس آپ کے دربار کے برخاست ہونے سے پہلے لے آتا ہوں۔ میں قوی بھی ہوں امانت دار بھی ہوں اس میں کچھ خیانت نہ کروں گا۔ مگر اس شخص نے کہ جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا، اسم اعظم جانتا تھا یہ کہا کہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لاکر سلیمان کے سامنے اس کو کھڑا کر دیا۔ سلیمان نے اس پر خدا کی عنایت کا بڑا شکر ادا کیا۔ ومن شکر فانما الخ بھی کہہ دیا کہ جو کوئی خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے تو اپنے لیے یعنی اللہ کو اس کا کچھ فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ بندے کو پہنچتا ہے کہ وہ اور بھی نعمتیں اس کو عطا کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو اللہ کو کچھ بھی پروا نہیں۔ (یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو دولت و حکومت کا کچھ بھی نشہ نہیں چڑھتا)۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ

سلیمان نے حکم دیا کہ اس کے تخت کو متغیر کر دو (اس کے امتحان کے لیے تاکہ) ہم

اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ

دیکھیں کہ وہ راہ پر آتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو

لہ ءاشکر ام اکفر جملۃ فی موضع نصب اے لیبلو شکری وکفری ۱۲ منہ

لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ

راہ نہیں پاتے　پھر جب وہ آئی تو

قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ

کہا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ ملکہ نے کہا

كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ

گویا یہ (ہو بہو) وہی ہے　اور ہم کو تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا

مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾

(کہ آپ برگزیدہ نبی ہیں) اور　ہم تو فرماں بردار ہو چکے ہیں

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ

اور اس نے خدا کے سوا جو غیر معبودوں کو پوجا کرتی تھی

دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ

اس کو اس کو باز رکھا　کیوں کہ وہ کافروں میں کی

كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ

تھی　ملکہ سے کہا گیا کہ محل میں چلیے

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ

پھر جب اس نے اس کو دیکھا تو اس کے صحن بلوری کو پانی سمجھی اور (اپنی) دونوں

عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ

پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا　سلیمان نے کہا کہ یہ تو ایک محل ہے شیشوں

مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ

سے بنا ہوا　وہ بولی کہ اے میرے رب میں نے

ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ

اپنے نفس پر ظلم کیا تھا　اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ

ع ۳ ۱۳ ۱۸ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

کی حکم بردار ہوئی جو جہان کا رب ہے۔

ترکیب

تنتظر بالجزم علی الجواب وبالرفع علی الاستیناف وصدھا الفاعل اما الضمیر الراجع الی اللہ تعالیٰ او الی سلیمان اے وصدھا ما کانت الخ عبادتہا الشمس عن التقدم الی الاسلام انہا بالکسر علی الاستیناف وبالفتح علی البدل من ما یکون ما علی انہا مصدریۃ الصرح القصر وقیل عرصۃ الدار[1]

تفسیر

قال نکروا لہا الخ یہاں سے پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ ایسا تغیر و تبدل کر دو کہ اس کی پہلی صورت بدل جاوے تاکہ میں جب بلقیس آوے اس کی عقل کا امتحان کروں کہ دنیاوی چیزوں کی پہچان میں جب یہ حال ہے تو خدا کی ذات و صفات کے پہچاننے میں تم نے کتنی غلطی نہ کی ہوگی؟ چنانچہ وہ آئی اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا ایسا ہی تخت ہے؟ اُس کو پہچان نہ سکی دھوکے میں آگئی کہا ایسا ہی میرا بھی تخت ہے۔ اس کو اس کے مشابہ بتلایا یہ نہیں کہا کہ یہ وہی ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد بلقیس کو معلوم کرایا گیا کہ وہی تخت ہے اس پر اس نے بطور معذرت کے کہا واوتینا العلم الخ کہ حضور ہم کو کیا آزماتے ہیں ہم کو تو اس حالت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ بڑے طاقت ور ہیں[2] خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں وکنا

[1] قال ابن قتیبۃ الصرح بلاط اتخذ لہا من قوارير وجعل تحتہ ماء وسمکا واصلہ من التصریح وہو الکشف۔

لجۃ ہی معظم الماء ممرد اے مسقف مسطح المرد المحکوک المملس ومنہ الامرد لملابسۃ وجہ والشجرۃ المرداء التی لا ورق لہا ۱۲ منہ

[2] کیونکہ تخت منگایا اسی لیے ہم مطیع ہو کر آئے ہیں ۱۲ منہ

مسلمین اور ہم یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی آپ کے فرماں بردار ہو چکے ہیں جس لیے حاضر ہوئے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان کا کلام ہے کہ ہم کو پہلے ہی معلوم تھا کہ تو نہ بتلا سکے گی اور ہم ہمیشہ سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اور بلقیس کو ایمان لانے سے آفتاب پرستی نے روک رکھا تھا اور یہ اس لیے کہ وہ بھی کافر قوم میں کی تھی۔ وصدھا کے یہ معنی ہیں۔ یا یہ کہ سلیمان نے اس کو عبادتِ غیر اللہ سے روک دیا۔

پھر دوسرا امتحان اور کیا گیا قیل لها ادخلی الصرح صرح قصر کو بھی کہتے ہیں یعنی محل اور اس کے صحن کو بھی کہتے ہیں۔ حضرت سلیمان نے ایک ایسا محل بنایا تھا کہ جس کا صحن پانی کا حوض تھا جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تھیں مگر اس کو اوپر سے صاف بلور یا سفید شیشے سے پاٹ دیا تھا اس کے اوپر سے آتے جاتے تھے۔ جب بلقیس کو دربار میں بلایا تو اس محل کے صدر میں تخت بچھوا کر اس پر بیٹھے اور بلقیس کو آنے کا حکم دیا جس کا راستہ اسی حوض پر سے تھا بشیشہ و بلور میں پانی لہرانا اور مچھلیوں کا پھرنا دیکھ کر یہ سمجھی کہ حوض ہے اس لیے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا وہ سمجھ گئی تھی کہ گھٹنے سے کم ہی کم پانی ہے۔ کپڑا اٹھاتا تھا کہ سلیمان نے فرمایا انہ صرح ممرد من قواریر یہ حوض پانی کا شیشوں سے پٹا ہوا ہے کپڑا اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

وہ عورت تھی اور اس پر بادشاہ ملک کے عین دربار میں اس کی بے عقلی اور گنوار پن ثابت ہو جانے سے اس کو سخت ندامت ہوئی اور سمجھ گئی کہ میری عقل خاک بھی نہیں۔ سلیمان علیہ السلام کے روبرو صاف کہہ دیا رب انی ظلمت نفسی الخ کہ اے رب اس وقت تک میں بڑی خطاوار تھی اب سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لائی۔ سلیمان کے ساتھ سے یہ مراد کہ سلیمان کی ہدایت اور رہنمائی سے یا یہ کہ جس طرح سلیمان لائے ہیں اسی طرح میں بھی کیوں کہ رب العالمین کے پہچاننے میں پہلے سے قاصر تھی۔

قصہ تمام ہوا اب قرآن میں اس بات کا کچھ ذکر نہیں کہ سلیمان کے ساتھ اس نے شادی کی اور وہیں رہ گئی یا پھر یمن میں چلی گئی۔ نہ یہ کہ اس وقت تک اس کی شادی ہو چکی تھی کہ نہیں اور پھر شادی یمن میں کس کے ساتھ ہوئی؟ ان باتوں کا ثبوت تواریخ سے ہو تو ہو ہم کو ان سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ بلقیس پر سلیمان غائبانہ عاشق تھے اور بلقیس کسی پری یا جنیہ کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی اس لیے مشہور تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں اس بات کے دریافت کرنے کو سلیمان نے یہ تدبیر کی تھی۔ یہ سب افسانے ہیں جو اپنے خیالات کے مطابق لوگوں نے قرآن و احادیث میں شامل کر دیے ہیں واللہ اعلم۔

فوائد

(۱) قرآن مجید سے صرف یہ ثابت ہوا کہ ہدہد نے حضرت سلیمان سے بلقیس کی مفصل کیفیت بیان کی۔ اور حضرت سلیمان نے ہدہد کو نامہ دے کر بھیجا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ مطیع ہو کر یہاں آ جاوے۔ بلقیس کے آنے سے پیشتر سلیمان نے اس کا تخت منگا لیا جس کے لانے کی بابت عفریت جن نے یہ کہا تھا کہ میں آپ کے اٹھنے سے پیشتر اس کو لا سکتا ہوں مگر ایک شخص نے کہ اس کو کتاب کا علم تھا نہ اس کا قرآن میں نام بتلایا ہے نہ یہ کہ کون سی کتاب کا اس کو علم تھا نہ یہ کہ کتاب کے علم سے کیا مراد ہے؟ ہاں مفسروں نے اس کا نام آصف ابن برخیا بتلایا ہے اور اس کو سلیمان کا وزیر کہا ہے

۳۰

اور علم کتاب سے مراد اسم اعظم کا علم بتلایا ہے) اس کو لاموجود کیا۔ بلقیس آئی اور اسلام لائی۔

(۲) ان باتوں پر عقلی قاعدہ سے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، مگر تاہم مخالفوں نے دو قسم کے اعتراضات کیے ہیں اول اہل کتاب نے کہ یہ قصہ ہماری کتابوں میں نہیں اس لیے غلط ہے۔

اس کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں کہ بہت سی کتابوں کے بائبل میں حوالے ہیں اور اب وہ کتابیں مفقود ہیں۔ تو پھر اہل کتاب کیوں کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ ان میں نہ ہوگا (ملاحظہ ہو اول سلاطین کا باب ۲۲) پھر سلیمان کے جملہ حالات کا حصر صرف کتاب السلاطین وغیرہ کتب بائبل پر کیوں کر سمجھ لیا؟ دوسرا اعتراض فلسفیانہ خیالات کا ہے۔

(۱) یہ کہ اگر ہدہد جانور ہے تو اول اس کی رفتار میں ایسی سرعت کہاں کہ تھوڑی سی دیر میں شام کے ملک سے اڑ کر یمن میں پہنچ جائے اور وہاں سے لوٹ کر آجائے دوم اس جانور کو خدا پرستی اور آفتاب پرستی میں کیا فرق؟ اور پھر اس نے اس قدر لمبی چوڑی گفتگو سلیمان سے کیوں کر کی؟ یہ باتیں بعید از قیاس ہیں۔

(۲) سلیمان شام کے بادشاہ تھے کیا ان کو بلقیس کا حال معلوم نہ ہوا ہوگا؟ جو وہ بھی ایک بڑی سلطنت کی مالک تھی۔ باوجودے کہ تم کہتے ہو جن و شیاطین ان کے تابع تھے، پھر صرف ہدہد وغیرہ نے خبر دی؟

(۳) سیکڑوں کوسوں کے فاصلہ سے بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے سلیمان کے پاس کیوں کر آگیا اور علم بالکتاب سے یہ قدرت کب حاصل ہوسکتی ہے کیا اب ایسے لوگ نہیں کہ ایک کتاب تو کیا سیکڑوں کتابوں کو دھوئے بیٹھے ہیں وہ تو دو کوس سے بھی اتنی جلدی تخت تو کیا کوئی تختہ بھی نہیں لاسکتے۔ یہ باتیں پرانے افسانے ہیں۔

ان کے جواب معتزلہ اور ان کے پیروان و مریدان نے بذریعہ تاویل کے یوں دیے ہیں کہ الطیر جمع طائر پرند کو بھی کہتے ہیں اور تیز گھوڑے کے سوار کو بھی جیسا کہ کسی[1] حدیث میں آیا ہے کہ بہتر وہ شخص ہے کہ جو گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں تھامے ہوئے تیار ہو۔ یطیر جہاں کھٹکا پائے اُڑ جائے۔ الغرض کلام عرب میں طائر تیز گھوڑے کے سوار کو بھی کہتے ہیں۔

تفقد الطیر۔ جمع طائر یعنی سواروں کی فوج کو دیکھا ان میں ہدہد کو نہ پایا جو اُن کا سپہ سالار تھا اور ہدہد کا سپہ سالار ہونا کتاب[2] السلاطین سے ثابت ہے وہ نمک حلال سلطنت تھا، بغیر اطلاع یمن کی طرف بلقیس کے حالات دریافت کرنے چلا گیا اور سلیمان کو آکر خبر دی۔

فمکث غیر بعید کے یہ معنی نہیں کہ اُسی وقت آموجود ہوا بلکہ بہت زمانہ نہیں گزرا معمولی زمانۂ سفر سے بہت جلد آگیا۔ لوگوں نے ہدہد کو بیچ کا ہدہد جانور سمجھ لیا اور تفصیل خبر سلیمان کو معلوم نہ تھی اور یہ ممکن ہے

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خیر معاش الناس لہم رجل ممسک عنان فرسہ فی سبیل اللہ یطیر علی متنہ کلما سمع ھیعۃ او فزعۃ طار علیہ الخ رواہ مسلم

[2] اول کتاب السلاطین کے دسویں باب میں اور ۲ کتاب التواریخ کے ۹ باب میں سلیمان کے پاس سبا کی ملکہ کا حاضر ہونا لکھا ہے۔ اول کتاب التواریخ کے خاتمہ میں داؤد کے دیگر حالات کا حوالہ سموئیل غیب بین کی تاریخ اور ناتن نبی اور جاد غیب بین کی تاریخ کا دیا ہے جو آج مفقود ہیں ۱۲ منہ

کیوں کہ اس عہد میں تار اور ریل نہ ہونے کی وجہ سے غیر ملکتوں کے حال تفصیل سے بمشکل معلوم ہوتے تھے۔ اب رہا تخت کا طرفۃ العین میں حاضر ہونا سو یہ قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ جو ثابت ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب سلیمان نے اس کو اپنے روبرو دیکھا تو شکر کیا کہ ایک بادشاہ کا تخت میرے روبرو خدا کی عنایت سے موجود ہے۔ ہاں ایک عفریت یعنی قوی جن یعنی عمالیقی آدمی نے یہ کہا تھا۔ اور قوی اور سخت آدمیوں کو جن سے تعبیر کیا کرتے ہیں جس طرح نیک کو فرشتہ سے اور خوبصورت کو پری سے۔ اور ایک اہل علم نے بھی کہا تھا کہ میں طرفۃ العین میں لا حاضر کرتا ہوں۔ اب یا تو وہ ان کی زیادہ گوئی تھی یا ایک محاورہ کی بات ہے جلدی کام کرنے کو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ کام طرفۃ العین میں یا پلک جھپکنے میں ہو گیا یا کر دوں گا لیکن خدا تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ پلک جھپکنے میں تخت آگیا یہاں تک کہ اس کے لانے والے کا نام بھی نہیں بتلایا بلکہ یہ کہا ہے فلما راٰہ مستقرا عندہ ممکن ہے یہ اہل علم کسی حکمتِ عملیہ سے تخت کو لایا ہو اور جلد لایا ہو۔

منکروں کے اعتراضات کا جواب

صحیح جواب یہ ہے کہ جانوروں کا خط لے جانا کچھ مشکل بات نہیں۔ طوطے اور مینا کی گفتگو اور مالک کو باتوں پر مطلع کر دینا بارہا مشاہدہ میں آیا ہے پھر ہدہد نے ایسا کیا ہو تو کیا محال بات ہے؟ اور جب ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جن ایک جداگانہ مخلوق ہے اس کے افعال و قویٰ انسانی افعال و قویٰ سے کہیں زیادہ قوی ہیں۔ تو پھر اس سے ایسی بات کیا بعید ہے۔ اسی طرح اسماء الٰہی اور روحانیات کی طاقتیں حد سے باہر ہیں جو اس زمانہ میں مفقود ہیں۔ پھر سلیمان علیہ السلام کے پاس اگر کوئی ایسا شخص ہو تو کیا بعید ہے۔ انسان کی عادت ہے جس بات کو آنکھ سے نہیں دیکھتا اور وہ اس کے نزدیک محال معلوم ہوتی ہے تو انکار کر دیتا ہے۔ تار برقی اور ریل کے جاری ہونے سے پیشتر جو کوئی ان کے حالات بیان کرتا تو مجنون شمار کیا جاتا۔ تمام عالم خدا کے عجائب اسرار کا مجموعہ ہے۔

اس وقت کے تعلیم یافتوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہم نے سب کا احاطہ کر لیا ہے۔ حالانکہ اسرار روحانیات اور ان کی تاثیرات اور نفوس قدسیہ کی قوتیں جو کرامت یا معجزہ کہلاتی ہیں ابھی تک ان کے ذہن بلید تک بھی نہیں پہنچیں ان فنون سے ناآشنائے محض ہیں اس لیے انکار کرتے ہیں تمسخر سے پیش آتے ہیں واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ
اور البتہ قوم ثمود کی طرف بھی ہم نے ان کے بھائی
صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ
صالح کو بھیجا (یہ حکم دے کر) کہ اللہ کی بندگی کیا کرو پھر تو وہ
فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ
دو فریق ہو کر باہم جھگڑنے لگے صالح نے کہا کہ اے قوم
لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ
تم کس لیے نیکی سے پہلے برائی کے لیے جلدی
الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ
کرتے ہو تم اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا
تاکہ تم پر رحم کیا جاوے انہوں نے کہا ہم کو تو تجھ سے
بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ
اور تیرے ساتھ والوں سے نحوست معلوم ہوئی صالح نے کہا تمہاری نحوست

عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾
خدا کی طرف سے ہے بلکہ تم ایک ایسی قوم ہو کہ جو آزمائش میں ڈالی گئی ہے

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ
اور اس شہر میں نو شخص ایسے تھے کہ

يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا
جو زمین میں فساد مچاتے پھرتے تھے اور

يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ
صلاح نہ کرتے تھے انہوں نے کہا باہم اللہ کی قسم کھاؤ

لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ
کہ صالح اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں پھر اس کے وارث سے

لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ
کہہ دیں گے کہ ہم تو اس کے کنبہ کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا
اور ہم بے شک سچے ہیں اور انہوں نے ایک

مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ
داؤ کیا تھا اور ہم نے بھی ایسا داؤ کیا کہ ان کو

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ
خبر بھی نہ ہوئی پھر دیکھو ان کے

كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا
مکر کا کیسا انجام ہوا کہ ہم نے

دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾
ان کو اور ان کی تمام قوم کو غارت کر دیا

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا
پھر یہ ان کے گھر ہیں کہ خالی پڑے ہوئے ہیں ان کے ظلم کے سبب

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع ۴
البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے ان کے لیے جو جانتے ہیں

وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا
اور جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کیا کرتے تھے ان کو

يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ
بچا لیا اور ہم نے لوط کو بھی (بھیجا تھا) جب لوط

لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ
نے اپنی قوم سے کہا کہ تم دیکھ بھال کر بھی بے حیائی کے

اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ
کام کرتے ہو کیا تم عورتوں کو

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ
چھوڑ کر مردوں پر خواہش کرکے

دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
آتے ہو؟ (کچھ نہیں)، بلکہ تم جاہل

تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ
قوم ہو پھر اس کی قوم کا اور کوئی جواب

قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا
نہ تھا بجز اس کے کہ یہ کہہ دیا لوط کے گھرانے کو

اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ
اپنی بستی سے نکال دو کیونکہ

اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ
یہ لوگ بڑے ستھرے ہیں پھر ہم نے لوط اور اس کے

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا
گھرانے کو تو بچا لیا مگر اس کی بیوی کو (کیونکہ) ہم اس کو پیچھے

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ
رہ جانے والوں میں سے ٹھیرا چکے تھے اور (ان پر آسمان سے) پتھر (کا) مینہ

مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۧ
برسا دیا پھر ڈرائی ہوئی قوم کا کیا ہی برا مینہ تھا۔

۱۹

تفسیر

ولقد ارسلنا الی ثمود اخاھم صالحا یہ تیسرا قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے اس کی شرح ہو چکی مگر اس جگہ عبارت کا حل کرنا ضروری ہے۔

فاذاھم الخ جب صالح علیہ السلام نے وعظ و دعوت اسلام شروع کی تو دو فریق ہو گئے ایک اہل توحید کا دوسرا وہی گمراہوں کا اور باہم جھگڑنے لگے لم تستعجلون حضرت صالح نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہ مانو گے تو عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ وہ کہنے لگے عذاب کیوں نہیں آتا؟ اس پر صالح نے فرمایا خدا سے بدی کیوں مانگتے ہو بھلائی خیر و برکت مانگو ایمان لاؤ استغفار کرو۔

قالوا اطیرنا حضرت صالح کی دعوت کے بعد ان پر کچھ خشک سالی نمودار ہوئی تھی اس پر وہ صالح سے کہنے لگے یہ تو تجھ سے اور تیرے ساتھ والوں سے نحوست آئی ہے۔ صالح نے فرمایا یہ تمہارے اعمال کی نحوست خدا کے ہاں مقدر تھی اور تم کو اس سے آزمایا جاتا ہے، بل انتم قوم تفتنون۔

شہر میں نو شخص بڑے بدمعاش تھے باہم قسم کھائی کہ رات کو گھر میں گھس کر صالح اور اس کے کنبے کو قتل کر ڈالو اور پھر اس کے وارثوں سے کہہ دینا کہ ہم وہاں موجود نہ تھے۔ آخر خدا نے صالح علیہ السلام کو محفوظ رکھا اور وہ تمام قوم آسمانی بلا سے ہلاک ہوئی اور ان کے گھر خالی ہو گئے ان کا داؤ غلط ہوا خدا کی تدبیر صادق ہوئی ان کے مکر اور فریب کی پاداش کو مکر و فریب سے تعبیر کرنا ایک محاورہ ہے ع

بدی را بدی سہل باشد جزا

حالانکہ بدی کی جزا بد نہیں مگر چونکہ دونوں فعل ایک قسم کے ہوتے ہیں اس لیے علی سبیل المشاکلۃ اس پر بھی وہی لفظ بولا جاتا ہے جو لوگ ایسے محاورات نہیں سمجھتے وہ قرآن پر الزام لگاتے ہیں کہ اس میں خدائے قدوس کو بری صفات سے متصف بنایا گیا۔

ولوطا الخ یہ چوتھا قصہ حضرت لوط کا ہے وانتم تبصرون یعنی تم جانتے ہو کہ یہ بے حیائی کا کام ہے پھر اس کو کیے جاتے ہو اس بات کا ان کی طرف سے یہی جواب تھا کہ لوط کو اپنے شہر سے نکال دو یہ بڑی پاکیزگی ظاہر کرتے ہیں ائنکم لتاتون استفہام انکاری ہے یعنی تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے یعنی لڑکوں سے شہوت رانی کرو قدرنٰہا من الغٰبرین حضرت لوط کو حکم ہوا تھا کہ بڑی رات سے شہر چھوڑ کر چلے جانا جو پیچھے رہے گا ہلاک ہوگا۔ بیوی پیچھے رہ گئی تو وہ ہلاک ہوئی۔ فرماتا ہے کہ ازل میں ٹھہر گیا تھا کہ وہ پیچھے رہے گی۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ

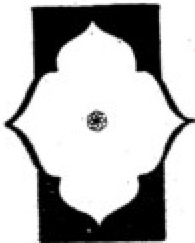
کہو سب تعریف اللہ کو ہے اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر

اصْطَفٰى ۗ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

ہے بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ کہ جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرما کر اور مخالفوں پر ہلاکت کا آنا ظاہر کر کے اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کرتا ہے کہ قل الحمد للہ وسلم علی عبادہ الذین اصطفٰی کہہ دو کہ سب تعریف اللہ کو ہے کہ جس نے اپنے پاک باز بندوں کو بچالیا اور سرکشوں کو ہلاک کیا اور ان تمام برگزیدوں پر سلام و صلوٰۃ کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں مخالفوں کے کیسے کیسے جور و جفا اٹھائے۔ یہ کلام گویا قصص سابقہ کا خاتمہ ہے۔ پر کس خوبی کا خاتمہ کہ جس کا بیان نہیں اور نیز یہ کلام آئندہ باتوں کے لیے تمہید بھی ہے کہ اللہ کی تعریف اور برگزیدوں پر سلام کر کے کوئی نصیحت یا عمدہ کام شروع کرنا چاہیے۔ اس کے بعد مشرکین کو اپنے عجائب قدرت ملاحظہ کرایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ بتلاؤ اللہ کے سوا یہ کس کے کام ہیں؟ اول تو مجملاً یہ فرما دیا کہ تمہارے معبود بہتر ہیں یا اللہ؟

الحمد للہ کہ انیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔



تفسیر حقانی

پارہ ۲۰

اَمَّنْ خَلَقَ

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ

بھلا کس نے آسمان و زمین بنائے اور (کس نے)

اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا

تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا ہے؟ پھر ہم نے ہی

بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ

اس سے تروتازہ باغ اُگائے تمہیں کیا مقدور

لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ

تھا کہ تم ان کے درخت اُگاتے کیا اللہ کے ساتھ

مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۞ ۶۰

کوئی اور بھی معبود ہے؟ بلکہ یہ وہ ہی لوگ کج روی کر رہے ہیں

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ

بھلا وہ کون ہے کہ جس نے زمین کو ٹھیرنے کی جگہ بنایا اور اس میں

خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ

ندیاں جاری کیں اور زمین کے لیے لنگر بنائے (پہاڑ)

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ

اور دو دریاؤں میں پردہ رکھا کیا اللہ کے

مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ ۶۱

ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ بلکہ وہ اکثر بے علم ہیں

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ

بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کیا کرتا ہے

وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ

اور برائی کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین کا

خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ

خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی خدا ہے؟

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۞ ۶۲ اَمَّنْ

تم بہت ہی کم سمجھتے ہو ۔ وہ کون ہے

يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

جو تم کو جنگل اور دریا کی اندھیریوں میں رستہ بتلایا کرتا ہے

وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ

اور کون خوش خبری کی ہوائیں چلایا کرتا ہے

رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ

اپنی رحمت سے آگے۔ کیا کوئی اور بھی معبود اللہ کے ساتھ ہے؟ اللہ ان کے شرک

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ

کرنے سے بالاتر ہے۔ بھلا وہ کون ہے جو ابتداءً مخلوقات کو پیدا کرتا ہو

ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

پھر اس کو دوبارہ بنا دے گا اور کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین کی روزی

وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ

دیا کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ کہو

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾

اپنی سند تو لاؤ اگر تم سچے ہو

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

کہو اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کا کوئی

الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا

بھی رہنے والا غیب کی بات نہیں جانتا اور ان کو

يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ

بھی ان کو کیا خبر کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ

ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ

آخرت کے باب میں تو ان کی سمجھ گئی گزری ہے بلکہ

هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ

وہ تو اس سے شک ہی میں ہیں بلکہ وہ تو

مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع ۵

اس سے اندھے ہی ہیں۔

لہ بارش ۱۲ منہ

تفسیر

پھر اس کے بعد یہ چند دلائل اللہ کے بہتر اور قادرِ مطلق وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے پر بیان فرماتا ہے:۔

(۱) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا پھر اوپر سے پانی برسا کر اس سے عمدہ عمدہ اور کارآمد باغ اور درخت اُگانا یعنی اس نے تمہارے لیے آسمان و زمین کا گھر بنایا اور اس میں تمہارے لیے روزی بھی پیدا کی۔

(۲) زمین کو ٹھیرنے کے لیے بنایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں جو انسان کی راحت کے سامان ہیں دو دریاؤں میں پردہ رکھا۔

(۳) بے قراری کے وقت انسان کی فریاد رسی وہی کرتا ہے نہ کہ اور۔ تم کو زمین کا خلیفہ بناتا ہے ایک کے بعد دوسرا وارث و مالک ہوتا آتا ہے یعنی اس کا احسان تم پر پشت در پشت ہے۔

(۴) تم کو جنگل اور دریا کی اندھیریوں میں رستہ وہی بتاتا ہے۔ جنگل میں درختوں کی اندھیری پھر رات کی پھر ابر کی اسی طرح سمندر کے سفر میں جب رستہ بھول جاتے ہیں وہاں وہی رہنمائی کرتا ہے۔

(۵) بارش کے آنے سے پیشتر خوش آیند ہوائیں وہی چلاتا ہے۔

(۶) وہی ابتداءً پیدا کرتا ہے وہی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا۔ مبدأ و معاد کی طرف بھی معاش کے بعد اشارہ کر دیا۔

(۷) آسمان سے پانی کے ذریعہ سے اور زمین سے نباتات کے واسطے سے ہم ہی تم کو روزی دیا کرتے ہیں یہ سب کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے یا کوئی اور۔ یعنی اور کوئی معبود نہیں تمہارے بتوں کے معبود ہونے پر کیا دلیل ہے؟ آسمانوں اور زمین کی مخفی بات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا پھر وہ خدا کے

شریک کس بات سے ہو گئے؟ بلکہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مر کر کب زندہ ہوں گے۔

بل ادّارک علمھم اے انتہی وتکامل یعنی باوجود یکہ مشرکین کو معلوم کرا دیا گیا کہ آخرت برحق ہے مگر پھر اس سے شک میں ہیں۔ یا یہ معنی کہ ادارک بمعنی انتہی وفنی من قولک ادرکت الثمرۃ لان تلک غایتھا التی عندھا تعدم (ک)، کہ ان کا علم آخرت کے بارے میں نیست ہو گیا جس لیے وہ شک میں ہیں بلکہ اس سے اندھے ہیں۔ ان میں باتوں کے لیے تین اضراب ہوئے کہ ان کو حشر کا وقت معلوم نہیں[1]، بلکہ اس کو جان بھی نہیں سکتے بلکہ اس سے شک میں ہیں بلکہ اس سے اندھے ہیں، واللہ اعلم۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَإِذَا كُنَّا

اور منکروں نے کہہ دیا کہ کیا جب ہم اور

تُرَابًا وَآبَاؤُنَا أَئِنَّا لَمُخْرَجُونَ ﴿۶۷﴾

ہمارے باپ دادا مر کر مٹی ہو گئے تو کیا ہم پھر زمین سے نکالے جائیں گے

لَقَدْ وُعِدْنَا هَٰذَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِن

اس کا تو ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی وعدہ ہوتا چلا

قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۶۸﴾

آیا ہے یہ تو صرف پہلوں کی کہانیاں ہیں

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا

(اے رسول) کہو تم زمین پر پھر چل کر دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۶۹﴾

کہ کیا انجام ہوا گنہگاروں کا

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُن فِي ضَيْقٍ

اور اے نبی! تم ان پر کچھ غم نہ کھاؤ اور نہ ان کے مکر کرنے سے

مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُولُونَ

دل تنگ ہوا کرو اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ

مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۷۱﴾

اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ وہ وعدہ کب پورا ہوگا

قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ رَدِفَ لَكُم

کہہ دو شاید بعض وہ چیزیں کہ جن کی تم جلدی مچا

بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿۷۲﴾ وَإِنَّ

رہے ہو تمہاری پیٹھ کے پیچھے آ لگی ہوں اور البتہ

رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ

آپ کا رب تو لوگوں پر فضل کرتا ہے لیکن

أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۷۳﴾ وَإِنَّ

ان میں سے اکثر شکر بھی نہیں کرتے اور البتہ

رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ

آپ کا رب جانتا ہے جو کچھ کہ ان کے دلوں میں مخفی ہے

وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ

اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اور آسمان و زمین میں ایسی کوئی بھی

فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۷۵﴾

مخفی بات نہیں کہ جو کتاب مبین میں درج نہ ہو

ترکیب

اذا کا عامل لمخرجون کا مدلول وھو نخرج نہ نفس لمخرجون کس لیے کہ ہمزہ وانّ ولام اس کے عمل کرنے سے مانع ہیں۔ ہمزہ کا مکرر آنا انکار کی تاکید کے لیے ہے۔ ردف لکم تبعکم ولحقکم لام تاکید کے لیے زیادہ کیا گیا۔ بعض الذی ظرف کا فاعل غائبۃ صفات غالبہ سے ہے تۃ مبالغہ کے لیے جیسا کہ راوی کو مبالغۃ راویۃ کہتے ہیں یا اسم ہے۔ تۃ

[1] یہاں سے اضرابات کا مضمون شروع ہوتا ہے ۱۲ منہ

ایسی ہے جیسے کہ عاقبت میں۔

تفسیر

اب ان کے قصورِ علم اور اندھے ہونے کا بیان کیا جاتا ہے اور اس مناسبت سے مبدأ میں کلام کر کے معاد میں کلام واقع ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قیامت میں شک دو ہی بات پر مبنی ہے ایک یہ کہ خدائے تعالیٰ کو اس بات پر قادر نہ سمجھا جائے۔ دوسرے یہ کہ ممکنات اور ان کے حالات کے علم اور یادداشت سے اس کو عاری سمجھا جاوے کہ مرنے کے بعد ہر ایک جان دار کے اجزا کو اُسی کے بدن میں جمع کرنا دشوار سمجھا جاوے انہیں بناؤں پر وہ حشر کے برپا ہونے میں کلام کرتے تھے۔ اپنا کمالِ قدرت تو آیاتِ گزشتہ میں ثابت کر دیا تھا کہ ہم نے آسمان و زمین اور سب چیزیں بنائیں اور تمہارے رزق کے کیسے کیسے سامان کیے اس کے بعد اس کی قدرت میں شک کرنا کمالِ حماقت تھا اس لیے ان کے احمقانہ شبہ کو اس کے بعد نقل کرتا ہے۔ وقال الذین کفروا الخ یہ شبہ انہیں دونوں باتوں پر مبنی ہے کہ آیا جب ہم مر گئے اور ریزے ریزے ہو گئے پھر ان کو کیوں کر جمع کیا جائے گا؟ گویا اس کی قدرت کا بھی انکار کیا اور علم کا بھی کہ ہر ایک بدن کے اجزا اس کو کیوں کر معلوم ہوں گے؟ یہ تو اصلی شبہ تھا ولقد وعدنا ھٰذا اس پر ان کی فضول گفتگو کہ یہ ناممکن اور غلط بات ہے۔ نہ صرف ہم سے بلکہ ہمارے باپ دادا سے بھی پہلے انبیاء اور ان کے نائب ایسی باتیں کہتے چلے آئے ہیں۔ یہ کہانیاں اور افسانے ہیں۔

اس کے بعد قل سیروا سے اس انکار کا دنیاوی بدنتیجہ بتلاتا ہے کہ ملک میں پھر کر دیکھو ایسے منکروں کا کیا انجام ہوا اُلٹی ہوئی بستیاں اوندھے گرے ہوئے قصورِ عالیہ ان کے حالِ زار پر کیا کیا اشکِ حسرت بہا رہے ہیں۔ اس آنے والی مصیبت پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کا رنج و ملال ہونا ضروری تھا۔ آپ سراسر رحمتِ الٰہی تھے، اس پر آپ کو تسلی دی جاتی ہے ولا تحزن علیھم کہ آپ ان ازلی بدنصیبوں پر کچھ رنج نہ کیجیے ولا تکن فی ضیق مما یمکرون اور نہ ان کے مکر و فریب سے جو آپ کے ساتھ کرتے ہیں تنگ دل ہوں اس چشمۂ الٰہی کو اپنی تدابیر کی ریتلی مٹی سے یہ بند نہ کر سکیں گے بلکہ اس سے تو وہ اور بھی چاروں طرف پھوٹ نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد وہ بدنصیب بجائے خوف کرنے اور ایمان لانے کے دلیرانہ یہ پوچھا کرتے تھے متیٰ ھٰذا الوعد الخ اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ قیامت یا عذاب ہم پر کب آئے گا؟ اس کا جواب دیتا ہے قل عسیٰ الخ کہ ان سے کہہ دو جس کی تم بہت جلدی کر رہے ہو شاید تمہارے بہت ہی قریب آ لگا ہو۔ چنانچہ قحط اور بدر کا واقعہ بہت جلد پیش آیا اور اول موت تو سر پر ہی کھڑی ہے جو قیامت کا دروازہ ہے مگر خدا کا فضل و کرم ہے جو جلدی سزا نہیں دیتا اس پر شکر کرنا چاہیے نہ کہ دلیر ہونا مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

قدرت کی بابت تو پہلے کلام ہو چکا گو وہاں سے علم کامل بھی سمجھا جاتا تھا لیکن وہ لوگ بلید الذہن تھے اس لیے علم کا اثبات صراحۃً کرنا پڑا۔ بقولہ وان ربک لیعلم ما تکن صدورھم وما یعلنون کہ خدا ہی ان کی دل کی باتوں کو جانتا ہے۔ یعنی جن کا وجود ذہنی ہے وہ باتیں بھی تو اس سے مخفی نہیں چھپ جائے کہ جن کا وجود خارج میں ہو اور ان کے جمیع افعال و حرکات و حالات سے واقف ہے یعنی اعراض کہ جو غیر قار ہیں ادھر موجود ہوئے ادھر مٹ گئے، چہ جائے کہ وہ چیزیں جو عرصہ تک قائم رہتی ہیں۔ پھر تعمیم کرتا ہے وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتٰب مبین کہ ان پر کیا موقوف ہے جو چیزیں آسمان

لہ صفحہ آئندہ پر

وزمین میں مخفی ہیں ابھی تک میدان ظہور میں نہیں آئی ہیں وہ سب کتاب مبین یعنی علم الٰہی میں ہیں جس کو کسی خاص اعتبار سے کتٰب مبین اور کبھی لوح محفوظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں ان کے مکر اور مخفی تدابیر پر بھی تہدید ہے۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ

بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر وہ باتیں

إِسْرَآءِيْلَ أَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

سناتا ہے کہ جن میں وہ اختلاف

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَإِنَّهٗ لَهُدًى وَّ

کرتے ہیں اور البتہ یہ قرآن ہدایت

رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ إِنَّ

اور رحمت ہے ایمان داروں کے لیے بے شک

رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ وَهُوَ

آپ کا رب (اللہ) اپنے حکم سے آپ فیصلہ کر دے گا اور وہ

الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى

زبردست (اور) خبردار ہے (اے نبی) پس اللہ پر توکل

اللّٰهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾

کیے رہو کیوں کہ تم صریح حق پر ہو

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ

البتہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو

الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾

آواز سنا سکتے ہو (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں

وَمَآ أَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ

اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی دور کر کے ہدایت کر سکتے ہیں

إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا

آپ تو اُن ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر

فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَإِذَا وَقَعَ

ایمان لاتے ہیں سو وہی مان بھی لیتے ہیں۔ اور جب ان پر وعدہ

الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً

پورا ہوگا تو ان کے لیے ہم زمین سے

مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ

ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا (اس لیے) کہ لوگ

ع ۱۹ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

ہماری آیتوں پر یقین نہیں لاتے تھے۔

ترکیب

اکثر یقص کا مفعول ہادی العمی علی الاضافۃ بالتنوین والنصب علی اعمال اسم الفاعل عن ضلالتہم ہادی سے متعلق اور ممکن ہے العمی سے متعلق ہو بمعنی ان العمی صدر عن ضلالتہم تکلمہم من الکلام او من الکلم اذا قرئ تکلمہم ان الناس بالفتح اے تکلم بان الناس و بالکسر علے الاستیناف۔

تفسیر

مبدأ و معاد میں کلام کر کے پھر نبوت میں کلام شروع ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بڑی کامل اور روشن دلیل قرآن مجید ہے۔ اس لیے سب سے پیشتر قرآن مجید کے ان کمالات کا ذکر کرتا ہے جو اس کے الہامی اور کلام الٰہی ہونے کے صاف شواہد ہیں۔ از انجملہ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؎ اگرچہ یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ ان چیزوں کو جانتا ہے مگر جب کہ اس کا خالق ہونا تسلیم کر لیا گیا ہے تو خالق کو مخلوق کا علم ہونا ضروری ہے ۱۲ منہ

ان هٰذا القرآن یقص علیٰ بنی اسرائیل اکثر الذی هم فیه یختلفون کہ اہلِ کتاب کو شرائع وحالاتِ انبیاء ودیگر امورِ دینی کے جاننے کا بڑا دعویٰ تھا اور اب بھی ان کے بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو کچھ عمدہ مطالب ہیں ہمارے ہاں سے لیے گئے ہیں اور عرب کے لوگ بھی ان کو علوم کا سرچشمہ جانتے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودے کہ علوم رسمیہ نہیں جانتے تھے لکھے پڑھے نہ تھے پھر حضرت پر وہ قرآن مجید نازل ہوا جو یقص علیٰ بنی اسرائیل بنی اسرائیل کو بھی ان مواقع میں (کہ جہاں وہ خود بھی اب اختلاف ہی میں غوطے کھا رہے ہیں اور تردداتِ گوناگوں اور شکوک وشبہات بوقلموں میں گرفتار ہیں) رہ نمائی کرتا ہے اور جو ٹھیک اور صحیح بات ہے وہی پکی کی بتلا رہا ہے اس کے الہامی ہونے کی صاف دلیل ہے. اب دیکھنا چاہیے کہ جو قوم علوم کا سرچشمہ خیال کی جاتی تھی جب قرآن ان کو صحیح بات بتلاتا ہے تو اب بجز اس کے اور کیا خیال ہو سکتا ہے کہ قرآن اس کا کلام ہے کہ جو تمام جاننے والوں سے زیادہ اور صحیح بات جاننے والا ہے اور وہ بجز اس کے اور کون ہے پس قرآن اسی کا کلام ہے.

اب بطور نظیر کے میں چند وہ مقامات بتلاتا ہوں کہ جہاں قرآن مجید نے علماء بنی اسرائیل اور ان کی کتبِ محرفہ توراۃ وانجیل کو ان کی اغلاط فاحشہ پر تنبیہ کیا ہے.

(۱) خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کے باب میں بہت سی غلطیاں تھیں ان میں، جن کی قرآن مجید نے اصلاح کی :-

اول یہ کہ توراتِ موجودہ میں ہے کہ خدا نے چھ[1] روز میں آسمان وزمین کو بنایا اور ساتویں روز آرام کیا. حالاں کہ یہ بات غلط ہے کیوں کہ خدا تھکتا نہیں جو آرام کرے اس لیے قرآن میں فرماتا ہے وما مسنا من لغوب کہ ہم کو آسمانوں اور زمین کے بنانے میں تکان نہیں ہوا.

دوم یہ کہ توریت سفر پیدائش اول باب کے ۲۶ ورس میں ہے تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں حالانکہ خدا کا کوئی مانند نہیں اور نہ اس کی کوئی صورت وشکل ہے. یہ باتیں جسمانی چیزوں کے لیے ہوتی ہیں. اس لیے قرآن نے اصلاح دی لیس کمثلہ شیٔ کہ اس کے مشابہ اور اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے.

سوم حضرت آدم کے قصہ میں عجیب خلط ملط کیا ہے سفر پیدائش کے ۲ باب میں لکھا ہے کہ خداوند نے عدن کے پورب طرف ایک باغ لگایا اور آدم کو وہاں رکھا. اور اس باغ کے بیچ میں ایک درخت لگایا جو حیات کا اور نیک وبد کی پہچان کا درخت تھا اور آدم کو اس درخت کے کھانے سے منع کر دیا (اس خیال سے کہ باعث برہنہ ہو جائے) اور آدم نے پھر اس کو کھایا تو اسی رشک وحسد میں آ کر باغ سے نکال دیا. جیسا کہ اسی سفر کے ۳ باب کے ۲۲ جملہ میں ہے اور خداوند خدا نے کہا دیکھو کہ انسان نیک وبد کی پہچان میں سے ایک کی مانند[1] ہو گیا اور اب ایسا نہ ہو کہ ہاتھ بڑھاوے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ کھاوے اور ہمیشہ جیتا رہے اس لیے خداوند نے اس کو باغ عدن سے باہر کر دیا.

اس قصہ کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں کس خوبی کے ساتھ صحیح بیان کیا ہے کہ بیان سے باہر ہے.

پھر اسی سفر کے باب ۶ ورس ۶ میں ہے تب خداوند زمین پر انسان پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت

۱؎ معلوم ہوا کہ کئی خدا تھے ۱۲ منہ

دل گیر ہوا معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو کیا نا عاقبت اندیش اور جاہل سمجھا۔

پھر کتاب خروج کے باب ۱۶ اور باب ۱۹ اور کتاب احبار کے باب ۹ و دیگر مقامات میں ہے کہ خدا تعالیٰ بدلی میں اُترا اور خیمہ کے دروازے پر کھڑا رہا اور اس کے منہ سے آگ اور نتھنوں سے دھواں نکلا اور وہ ایک کروبی پر سوار ہو کر اُڑا اور اسرائیل کے ستر لوگوں نے موسیٰ اور ہارون کے ساتھ میں خدا کو کرسی پر بیٹھے دیکھا اور کھایا پیا۔ اور اس کا لباس برف سا سفید اور اس کے سر کے بال صاف اور ستھرے اون کی مانند تھے۔ اور نیز کتاب خروج کے باب ۲۰ ورس ۵ اور باب ۳۴ ورس ۷ اور کتاب یرمیاہ کے باب ۳۲ ورس ۱۸ میں تصریح ہے کہ خدا تعالیٰ باپ دادوں کے گناہ کی سزا ان کی تیسری چوتھی پشت کو دیتا ہے۔ اس کا بھی خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فیصلہ کر دیا ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ کہ کوئی شخص کسی کا گناہ نہیں اٹھاتا لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت اس کی نیکی بدی اسی کے لیے ہے۔

(۲) ملائکہ کی بابت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی بابت زناکاری بت پرستی شراب خوری دغابازی قتل وغیرہ کی سیکڑوں تہمتیں ان کی توریت وانجیل میں ہیں۔ چنانچہ انجیل میں مسیح علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ مجھ سے پہلے جس قدر انبیاء آئے تھے چور اور قزاق تھے[۲]۔ ان سب باتوں سے قرآن مجید میں انبیاء کو پاک اور مبرا بتلایا وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔

(۳) تاریخی واقعات میں سیکڑوں غلطیاں ہیں اور طرز بیان میں بدعنوانیاں ہیں کہ جن کو حسب موقع قرآن مجید نے درست کیا اور ٹھیک بات کو بتلا دیا۔

(۴) خود یہودیوں میں صدوقی اور فریسی وغیرہ کئی فرقے تھے۔ اس سبب سے کہ جب بارِ دیگر توریت بنائی گئی تو اس میں آخرت کا کچھ حال نہ لکھا گیا۔ صدوقی فرقہ آخرت کا منکر ہو گیا اور باہم بڑی قیل وقال جوتی پیزار ہوا کرتی تھی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بہت صاف صاف بیان فرما دیا۔

(۵) باہم عیسائیوں کے فرقوں میں سخت اختلافات تھے۔ یعقوب حواری کہتے تھے کہ بغیر عمل کیے ایمان معتبر نہیں، جیسا کہ ان کے خط میں مذکور ہے۔ برخلاف اس کے پولس شریعت کی پابندی کو لعنت اور خدا کی ناراضی کا سبب بتلاتا تھا جیسا کہ اس کے نامجات میں متعدد جگہ مذکور ہے۔ اور اسی قسم کے صدہا اختلافات ہیں کہ جن کی قرآن نے اصلاح کی۔ اگر ہر ایک کو مفصل بیان کروں تو ایک دفتر کی حاجت پڑے۔ ان شاء اللہ اگر فرصت ملی تو اسی ایک آیت کی تفسیر ایک ضخیم کتاب میں لکھوں گا۔

ازاں جملہ یہ کہ قرآن ھدی ورحمۃ للمؤمنین کہ قرآن ایمان داروں کے لیے ہدایت ہے۔ مبدأ ومعاد علم اخلاق واحکام قتل وقصاص ونماز وروزہ وغیرہا میں سے کوئی بات اس نے باقی نہیں چھوڑی۔ اور دوسرا لطف یہ ہے کہ یہ رحمت بھی ہے یعنی احکام میں جو سختیاں پہلے تھیں وہ سب دور کر دی گئیں، سہولت کے لباس سے شریعت کو ملبوس کر دیا گیا۔ پھر ایسی کتاب دنیا میں کسی نبی کے بھی ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوئی چہ جائے کہ امی کے ہاتھ پر ظاہر ہو پھر اس کے الہامی اور اس کے خاتم النبیین ہونے میں کون شک ہے؟

پھر اس پہلی بات کی طرف رجوع کرتا ہے کہ ان ربک یقضی بینھم بحکمہ وھو العزیز العلیم

---

[۱] ان سب باتوں کو آیات تنزیہات رد کرتی ہیں ۱۲ منہ

[۲] انجیل یوحنا باب ۱۰ ۱۲ منہ

کہ ان کے باہمی اختلاف میں تیرا رب اپنے حکم سے فیصلہ کرتا ہے نہ ان کی خواہش اور رائے سے، کیونکہ وہ زبردست ہے کسی سے نہیں دبتا اور خبردار ہے ہر ایک بات اس کو ٹھیک معلوم ہے۔ اے نبی فتوکل علی اللہ اللہ پر بھروسہ رکھو جو فریق فیصلۂ الٰہی سے ناخوش ہوگا تو آپ کا کیا کرے گا؟ انك على الحق المبين آپ تو صاف حق پر ہیں اور حق کا حامی اللہ ہے۔

ان دلائل کے بعد عرب کے ہٹ دھرم کفار کی نسبت فرماتا ہے انك لا تسمع الموتى الآیہ کہ یہ تو بوجہ نہ ہونے حسِ باطنی کے مردہ ہیں اور آپ مُردوں اور بہروں کے سُنانے کے لیے نہیں آئے ہو نہ تم ازلی اندھوں کو ہدایت کرنے آئے ہو، آپ تو انہیں کو سُنانے اور ہدایت کرنے آئے ہو کہ جن میں ایمان لانے کا مادہ اور صلاحیت بھی ہے الا من یؤمن بآیٰتنا سے یہی مراد ہے۔ اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ مردے زندوں کی بات سُن سکتے ہیں تکلف ہے۔ اس کو اس مسئلہ سے کچھ بھی علاقہ نہیں کیونکہ موتیٰ سے مراد یہاں کفار ہیں۔

واذا وقع القول علیھم یہ قرآن مجید کے لیے ایک اور دلیل ہے جس میں قریبِ قیامت ایک دابہ یعنی جانور کے نکلنے اور کفار سے کلام کرنے کا ذکر ہے۔ اور نیز اب یہاں سے پھر قیامت کا حال شروع کرتا ہے اور قیامت سے پیشتر اس کی بڑی علامت بیان فرماتا ہے کہ واذا وقع القول علیھم جب بات پوری ہو جاوے گی یعنی ان کے گناہوں کا اخیر الزام قائم ہونے کا وقت آئے گا تو اس سے پہلے ہم لوگوں کے لیے زمین سے ایک ایسا جانور یا چارپایہ نکالیں گے کہ جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے سو اب دیکھو خدا کی عجیب وغریب نشانی ظاہر ہوئی مگر اب کیا ہوتا ہے۔ یا یہ معنی کہ لوگوں سے وہ دابہ یہ کہے گا کہ یہ لوگ ہماری یعنی اللہ کی آیتوں پر یقین نہیں لاتے تھے یعنی ان پر الزام قائم کرے گا۔

دابۃ الارض

مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے قیامت کی اول نشانیوں میں سے آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا، اور دابۃ الارض کا لوگوں پر دن چڑھے ظاہر ہونا ہے اور ان میں سے جو کوئی پہلے ہو تو دوسری علامت اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوگی۔ اور بھی احادیثِ صحیحہ میں اس کا ذکر آیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے صرف قریب قیامت کے ایک دابہ کا نکلنا ثابت ہوتا ہے جو لوگوں سے کلام کرے گا اور قدرتِ الٰہی کا نمونہ ہوگا۔ اب قرآن میں یہ نہیں کہ وہ دابۃ الارض کس شکل کا ہوگا، کوئی چارپایہ ہوگا یا دو پاؤں کا ہوگا۔ انسان کی صورت ہوگی یا کسی اور چیز کی؟ یہ باتیں علماء نے ثابت کی ہیں۔ معالم التنزیل میں حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ ایسا جانور نہ ہوگا کہ جس کی دم ہو بلکہ ڈاڑھی ہوگی۔ مراد آپ کی یہ کہ وہ ایک انسان ہوگا۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ جانور ہوگا کہ جو کوہِ صفا کے زلزلہ آنے کے بعد اس کی کسی کھوہ میں سے نکلے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا اور اس کا عام چرچا ہوگا۔

دابۃ الارض کی حقیقت بوجہ اختلاف اقوال علماء اسلام معلوم نہیں مگر قرب قیامت میں کوئی زمین پر چلنے والی چیز ایسی نمودار ہوگی کہ جو قدرتِ الٰہی کا نمونہ ہوگی۔ اب خواہ وہ کوئی انسان ہو جو ملک میں دورہ کرکے قدرت کے آثار دکھائے۔ یا کوئی عجیب وغریب جانور ہو، جو لوگوں سے باتیں کرے اور مشرکین اور منکرین کو الزام دے، واعلم عند اللہ آمنا باللہ۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا
اور اس دن کو یاد دلاؤ جس دن کہ ہر جماعت میں کو ان لوگوں کو جمع کریں گے کہ
مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۸۳﴾
جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے وہ سب صف بستہ کھڑے کئے جائیں گے
حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ
یہانتک جب سب حاضر ہو چکیں گے تو اللہ فرمائیگا کیا تم نے میری آیتوں کو
بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا
جھٹلایا تھا حالانکہ تم ان کو سمجھے بھی نہ تھے یا
كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ
کیا کیا کرتے تھے اور ان کے ظلم سے ان پر
عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿۸۵﴾
الزام قائم ہو جائیں گے پھر وہ بات بھی نہ کر سکیں گے
أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا
کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے سکون کے لیے رات کو
فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
اور دیکھنے کے لیے دن کو بنایا ہے البتہ اس میں بڑی نشانیاں
لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ
ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں اور جس روز
يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي
کہ صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمان میں ہے اور جو
السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا
کوئی زمین میں ہے تو سب ہی تو گھبرا اٹھیں گے مگر
مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿۸۷﴾
وہ کہ جس کو اللہ چاہے اور سب اس کے پاس سرنگوں ہو کر چلے آویں گے
وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَ
اور اے مخاطب تو جو پہاڑوں کو جمے ہوئے دیکھ رہا ہے

هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ
یہ تو بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اس اللہ کی کاریگری
الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ
ہے کہ جس نے ہر شے کو ٹھیک کر دیا بے شک وہ جانتا ہے
بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ
جو کچھ تم کرتے ہو جو کوئی نیکی لاوے گا
فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۚ وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ
سو اس کو اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ لوگ اُس دن کی گھبراہٹ
يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَاءَ
سے بھی امن میں ہوں گے اور جو بدی لے کر
بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ
آئیں گے سو وہ منہ کے بل آگ میں
فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ
ڈالے جائیں گے (کہا جائے گا) تم کو وہی بدلہ مل رہا ہے جو تم
تَعْمَلُونَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ
کیا کرتے تھے۔ (اے نبی کہدو) مجھ کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ)
رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا
کے اُس رب کی عبادت کیا کروں کہ جس نے اس کو محترم کیا ہے
وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ
اور سب کچھ اسی کا ہے اور مجھے یہ بھی حکم ہوا کہ
أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۹۱﴾ وَأَنْ
میں فرماں بردار ہو کر رہوں اور یہ
أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا
بھی کہ قرآن سنایا کروں پھر جو کوئی راہ پر آگیا تو وہ
يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ
اپنے بھلے کو راہ پر آتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو کہہ دو

إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ

کہ بس میں بھی ڈرانے والوں میں سے ہوں اور کہو

الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا

الحمد للہ وہ تم کو عن قریب اپنی نشانیاں دکھائیگا تم ان کو پہچان لوگے

ع ۱۱ ۲ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾

اور آپ کا رب ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔

ترکیب

یوم منصوب ہے اذکر محذوف سے من کل امۃ تبعیض کے لیے ممن یکذب بیان ہے فوجا مفعول نحشر کا ولم تحیطوا جملہ حال کے لیے اسے اکذبتم بہا بادیٔ الرأی غیر ناظرین فیہا نظرا تعمق اماذا ام اے شئی کنتم تعملون تحسبہا جملہ حال ہے جبال سے یا ضمیر تری سے وھی تمر حال ہے ضمیر منصوب سے جو تحسبہا میں ہے اے تمر مرا مثل مر السحاب صنع اللہ مصدر موکد لنفسہ وہو مضمون الجملۃ المتقدمۃ کقولہ تعالیٰ وعد اللہ۔ وان اتلوا معطوف ہے ان اکون پر۔

تفسیر

علامت قیامت کے بعد حشر کی کیفیت بیان فرماتا ہے ویوم نحشر من کل امۃ فوجا کہ قیامت کے روز ہم ان لوگوں میں سے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے ہر ایک جماعت کو جمع کرکے پوچھیں گے کہ تم نے بے سمجھے بوجھے میری آیتوں کو کیوں جھٹلایا؟ ان کو وہاں کچھ جواب نہ آئے گا۔ اولم یروا الآیہ منکرین کے لیے الزام دیا جاتا ہے کہ دنیا میں ہم نے اپنی قدرت وکمال کے بہت سے نشان دکھائے تھے من جملہ ان کے رات اور دن تھے جو کسی سے بھی مخفی نہ تھے ان میں ہماری قدرت اور یکتائی کے بہت سے نمونے تھے۔ اوّل یہ کہ زمانہ یعنی رات دن بھی کسی کے قبضۂ قدرت میں تھے جن میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ زمانہ کا اور چیزوں پر اثر ہے۔ بڑھاپا جوانی زمانے کے آثار ہیں مگر زمانہ اُسی کے بس میں ہے۔ برخلاف ان کے معبودوں کے کہ وہ زمانہ کے بس میں ہیں دوم یہ کہ دن اور رات قیامت اور فنا کا نمونہ ہے رات کو سناٹا ہوتا ہے دوست دشمن سب دوسرے عالم بے خودی میں ہوتے ہیں پھر صبح ہوتے ہی بیدار اور شور و غل برپا ہوجاتا ہے۔ سوم یہ کہ رات میں ظلمت دن میں نور ہے جس میں اشارہ ہے کہ یہ دنیا ظلمت کدہ ہے۔ شہوات کی اندھیریاں محیط ہیں نیک و بد کچھ نہیں معلوم ہوتا صبح قیامت میں سب روشن ہوجائے گا اور اگر کچھ بھی نہ سمجھا تھا تو ادنیٰ بات یہ تو جانتے تھے کہ رات میں آرام اور دن میں کام ہوتا ہے یہ کس کی طرف سے نشان ہیں۔

ویوم ینفخ فی الصور الخ یہاں سے پھر حشر اور اس کی ابتدا تفصیل کے ساتھ ذکر فرماتا ہے کیونکہ اجمال کے بعد تفصیل خوب دل میں جم جاتی ہے۔ صور پھونکنے کا آلہ ترئی یا بگل کی مانند ہے۔ قیامت کی ابتدا یہیں سے ہوگی کہ اسرافیل فرشتہ اس کو منہ سے لگا کر بجاوے گا۔ اس کی آواز اس شدت کی ہوگی کہ اول حیوانات مرجائیں گے پھر نباتات فنا ہوں گے پھر جمادات۔ اور اس کی ہیبت ناک آواز سے آسمان و زمین کے سب لوگ گھبرا اٹھیں گے۔ مگر جن کو اللہ چاہیگا نہ گھبرائیں گے۔ وہ کون لوگ ہوں گے؟ بعض کہتے ہیں ملائکہ، حوران جنت بعض کہتے ہیں اہل اللہ انبیاء، اولیاء و شہداء۔ حدیث میں آیا ہے کہ موسیٰ بھی انہی میں ہوں گے۔

وکل اتوہ داخرین اور سب اللہ کے پاس عاجز ہوکر چلے آئیں گے۔ یہ جب ہوگا کہ

مرکر زندہ کرنے کے لیے دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ اس لیے علماء یہی فرماتے ہیں کہ ویوم ینفخ فی الصور سے دوسری بار کا صور مراد ہے۔ اور پہلے صور کا اثر ظاہر کرنے کے لیے یہ جملہ ہے و تری الجبال الخ کہ یہ پہاڑ جو تم کو جمے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں بادلوں کی طرح اُڑتے پھریں گے۔ اس پر جو وہم ہو کہ یہ کیوں کر ہوگا؟ تو فرماتا ہے صنع اللہ الخ کہ یہ کام اسی اللہ کا ہوگا کہ جس نے ہر شے کو مستحکم کیا ہے۔ پس جو مستحکم کرنا جانتا ہے وہ اس کو اُکھیڑنا بھی جانتا ہے۔ اس کو تمہارے سب کام معلوم ہیں۔ یہ تمہید ہے میدانِ حشر کے بیان کی۔ اس لیے فرماتا ہے کہ اُس روز اِس قانون پر عمل ہوگا من جاء بالحسنۃ الخ کہ جو کوئی نیکی لے کر آوے گا (ایمان و عمل نیک) وہ اس کا اس سے بہتر بدلہ پاوے گا اور اُس دن کی گھبراہٹ سے بھی امن میں رہے گا۔ اور جو بُرائی لے کر آوے گا (کفر و شرک) تو جہنم میں ڈال دیا جاوے گا۔ فرشتے کہیں گے یہ تمہارے عملِ بد کی سزا ہے اور کچھ نہیں۔

انما امرت ان اعبد رب ھٰذہ البلدۃ الخ مبدأ و معاد و نبوت میں کلام کر کے سورت کو کس عمدہ خاتمہ پر تمام کرتا ہے جو تمام اگلے مضمون کا خلاصہ ہے۔

اوّل یہ کہ لوگوں کو کہہ دو کہ مجھ کو صرف اِس شہر کے رب کی عبادت کا حکم ہوا ہے یعنی مکہ کے رب کی۔ صرف اللہ کی عبادت پر مامور ہوں توحیدِ خالص میرا وظیفہ ہے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ نہ صرف مکہ کا رب ہے بلکہ تمام شہروں کا اور کل مخلوقات کا لیکن ھٰذہ البلدۃ کہنے سے قریش کو انفعال دِلانا مقصود تھا کہ وہ رب کہ جس نے تمہارے اس شہر کو متبرک کیا حرمت دی جس کی بدولت تم عرب کی مار دھاڑ سے امن میں ہو۔ اور اسی پر کیا منحصر ہے ولہٗ کل شئ اس کی اور بہت خوبیاں ہیں اور ہر شے اس کے قبضہ میں ہے پس وہی پرستش کے قابل ہے۔

دوم امرت ان اکون من المسلمین کہ توحید کے بعد خدا تعالیٰ کی فرماں برداری نیک باتوں کا بجالانا، بُری باتوں سے بچنا بھی میرا فرض ہے۔

سوم وان اتلوا القرآن کہ تم کو قرآن سُناؤں تبلیغِ احکام کروں پھر جو ہدایت پر آوے گا اپنا بھلا کرے گا نہ مانے گا اپنا بُرا کرے گا۔ اس ترتیب میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تبلیغ اُسی کا کام ہے جو خود توحید اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ ہو۔ اُسی کی بات اثر بھی کرتی ہے۔ پھر اس خاتمہ کو کس عمدہ جملہ سے تمام کرتا ہے قل الحمد للہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں وہ تم کو اپنی وہ نشانیاں ابھی دکھاتا ہے جس کی تم کو جلدی ہے سو ان کو پہچان لو گے۔ چنانچہ بدر اور قحط کا دُخان دیکھ لیا۔ وما ربک بغافل عما تعملون اور اللہ تمہارے کام سے غافل نہیں ہر ایک عمل کا بدلہ دے گا۔ وللہ الحمد اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ المصطفین الاخیار خصوصاً علیٰ محمد سید الابرار وآلہ الاطہار و اصحابہ الاخیار۔

سُوْرَةُ قَصَص — مکیہ ہے اس میں اٹھاسی آیات اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمٓ ۞ ۱ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ
یہ آیتیں ہیں روشن
الْمُبِیْنِ ۞ ۲ نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ
کتاب کی ہم آپ کو ایمان داروں کے
مُوْسٰی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ
فائدے کے لیے موسیٰ اور فرعون کا کچھ صحیح
یُّؤْمِنُوْنَ ۞ ۳ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی
حال سناتے ہیں البتہ فرعون زمین پر
الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا
سرکش ہوگیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر ڈالے تھے
یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ
ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا کہ ان کے لڑکوں کو
اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ
مروا ڈالتا تھا اور لڑکیوں کو جیتا رکھتا تھا البتہ
كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۞ ۴ وَنُرِیْدُ
وہ مفسدوں کا مفسد تھا اور ہم یہ چاہتے تھے
اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا
کہ جو ملک میں کمزور کیے گئے تھے ان پر
فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ
احسان کریں اور ان کو سردار بنا دیں اور
نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۞ ۵ وَنُمَكِّنَ
ان کو وارث کریں (ملک شام کا) اور ان کو
لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ
ملک پر قابض کریں اور فرعون اور
وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا
ہامان اور ان کی فوج کو وہ چیز دکھا دیں کہ
كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ۞ ۶
جس کا وہ خطرہ کرتے تھے۔

ترکیب

نتلوا کا مفعول محذوف اے شیئا من نبا اس کی صفت جو اس پر دال ہے۔ اخفش کے نزدیک من زائد ہے۔ یہ نبا موسیٰ مفعول ہے بالحق حال ہے نبا سے۔ نتلو کے فاعل سے بھی حال ہو سکتا ہے اے نتلوا ملتبسا بالحق لقوم لام نتلوا سے متعلق ونری معطوف ہے نمکن پر اور وہ اور نجعل لمن پر ان کے نیچے فرعون ہامان وجنودھما کا اول مفعول ما کانوا یحذرون مفعول دوم منھم نری سے متعلق اور بعض کہتے ہیں یحذرون سے وفیہ مافیہ لان الصلۃ لاتتقدم علی الموصول۔

تفسیر

اس سے پہلی سورت نمل کے خاتمہ میں یہ تھا وان اتلوا القرآن کہ مجھے قرآن سنانے کا حکم ہوا ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اس لیے اس سورت کی ابتدا طسم حروف مقطعات سے کر کے احسن میں ط سے طور اور س سے موسیٰ اور م سے محمد کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح کوہ طور پر ہم نے موسیٰ پر کتاب لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجی اسی طرح مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر (ا) تلک آیت الکتب المبین سے کلام شروع کیا

کہ قرآن کتاب واضح ہے اس کی یہ آیتیں ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ کتاب اپنی صداقت پر آپ گواہی دے رہی ہے جیسا کہ آفتاب اپنے وجود کی آپ دلیل ہے۔ مبین یعنی ظاہر ہونے کے سبب۔

نتلوا علیک من نبا موسٰی وفرعون الخ سے اسی مناسبت سے موسٰی اور فرعون کا حال شروع کیا کہ فرعون نے اپنی دولت و سلطنت کے غرور میں بنی اسرائیل کو پریشان کر رکھا تھا شیعًا[1] فرقًا یشیعونہ علی ما یرید و یطیعونہ وجعلھم اصنافا فی استخدامہ فسن بان وحارث (نیشا پوری) یعنی مصر کے لوگوں کے مختلف گروہ کر دیئے تھے اپنی قوم قبط کو تو معزز خدمات پر مامور کر رکھا تھا اور بنی اسرائیل کو محنت و ذلت میں ڈال دیا تھا، پھر ان میں بھی مختلف گروہ تھے کوئی معماری پر کوئی کھیتی پر مامور تھا۔

یستضعف طائفۃ منھم۔ شیعًا کی تفصیل ہے۔ اور ان کے جدا جدا گروہ کر دینے اور باہم پھوٹ ڈالنے کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ تاکہ باہمی پھوٹ اور نفاق سے ان کا زور جاتا رہے اور ہمیشہ غلامی میں رہیں۔

یذبح۔ اس کی تفصیل ہے کہ ان کے لڑکوں کو قتل کرواتا تھا تاکہ ان کی نسل نہ بڑھے۔ یا اس خوف سے کہ کسی نجومی نے ان میں موسٰی کے پیدا ہونے اور مبعوث ہونے کی خبر دی تھی۔ لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا کہ ان سے کچھ خوف نہیں اور تاکہ ان کی عورتوں کو اپنے کام میں لائیں جس سے ان کی اور بھی ذلت تھی۔

انہ کان من المفسدین۔ یعنی وہ بڑا شریر تھا۔ ونرید اور ہم کو یہ مقصود تھا کہ ان غریبوں پر احسان کریں اور ان کو ائمۃ یعنی سردار بناویں بادشاہ یا بادی دین اور وارث یعنی ملکِ شام کا مالک اور قابض بنادیں اور فرعون اور اس کے وزیر ہامان کو ان کے داؤ کو غلط کر دکھایا اور جس بات سے وہ ڈرتے تھے (کہ یہ لوگ کہیں آزاد ہو کر ترقی نہ کر جائیں) وہی ان کے سامنے لاویں۔ اس کلام سے یہ مطلب ہے کہ جس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو مصیبت سے رہا کرنے کو موسٰی کو بھیجا تھا اسی طرح اے لوگو تمہاری بہتری[2] کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دے کر بھیجا اور جس طرح کبر سے فرعون نے نہ مانا ہلاک ہوا خدا کے ارادہ کو نہ روک سکا اسی طرح تم سے پیش آئے گا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ

اور ہم نے موسٰی کی ماں کو حکم بھیجا کہ اس کو دودھ پلا

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ

پھر جب تجھے اس کا خوف ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا

وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ

اور کچھ خوف اور غم نہ کرنا کیونکہ ہم اس کو تیرے پاس پہنچا

اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾

دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے ایک رسول بنائیں گے

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ

پھر اس کو فرعون کے خاندان والوں نے دریا سے اٹھا لیا کہ انجام کار وہ ان کا

[1] یعنی یستضعف کی ۱۲ منہ

[2] عرب نہ صرف جہالت و گمراہی کے ظلمات میں مبتلا تھا بلکہ قوموں کی نظروں میں ذلیل بھی تھا۔ قیصر و کسریٰ کے دبدبہ میں دبا ہوا تھا پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کو ورطۂ ضلالت سے بچایا بلکہ ملکوں کا بادشاہ اور قوموں کا سردار بھی کر دیا اور ابوجہل فرعون مکہ کا کچھ داؤ نہ چلا۔ اس کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ انسان کو لازم ہے کہ مشیت الٰہی کا خلاف نہ کرے اور ارادۂ آسمانی کا مخالف نہ بنے ورنہ ہلاک ہوگا۔ کیونکہ اللہ اپنی مخلوق پر ہمیشہ سے رحم کرتا آیا ہے۔ ۱۲ منہ

عَدُوًّا وَّحَزَنًا ط اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ
دشمن اور رنج دینے والا بنے   بے شک فرعون اور ہامان

وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ﴿٨﴾ وَ
اور ان کے لشکر خطاکار تھے اور

قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ
فرعون کی بیوی نے کہا (یہ لڑکا) میری اور تیری

ع ۱۲
لِّيْ وَلَكَ ط لَا تَقْتُلُوْهُ ق عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ
آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرو شاید کہ وہ نفع دے

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩﴾
یا اس کو ہم بیٹا بنالیویں اور انہیں انجام کی خبر نہ تھی (کہ بڑا ہو کر کیا کریگا)

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ط
اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ
اس راز کو ظاہر ہی کر دیا ہوتا اگر ہم اس کے

رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ
دل کو صبر نہ دیتے تاکہ اس کو ہمارے وعدہ کا

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠﴾ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ
یقین رہے اور اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ

قُصِّيْهِ ز فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ
اس کے پیچھے چلی جا سو وہ اس کو اجنبی بن کر دیکھتی رہی اور

هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١١﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ
فرعونیوں کو خبر نہ تھی اور ہم نے پہلے سے موسیٰ پر

الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ
دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا سو اس کی بہن بولی کہو تو میں

اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ
ایک ایسا گھرانہ بتاؤں کہ جو اس کی پرورش کرے

لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿١٢﴾
اور وہ اس کے دردمند بھی ہوں۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا
پس ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
اور وہ آزردہ خاطر نہ ہے اور وہ معلوم کرلے کہ اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣﴾
سچا ہے لیکن بہت لوگ جانتے ہی نہیں۔

ترکیب

ان ارضعیہ اگر آن مصدریہ ہے تو یہ اوحینا کا مفعول اور اگر بمعنی اے تفسیر کے لیے تو یہ اوحینا کی تفسیر ہوگی۔ لیکون اللام للصیرورۃ لا للغرض فارغا اے خالیا من الصبر او الخوف او مما سواہ یہ اصبح کی خبر فؤاد ام موسیٰ اسم۔ ان کادت ان مخففہ ہے ثقیلہ سے و اسمہا محذوف اے انہا وقیل بمعنی ما جواب لولا محذوف دل علیہ ان کادت۔ لتکون لام متعلقہ بربطنا عن جنب من مکان بعید اختلاسا ہو فی موضع الحال من الفاعل فی بصرت۔ والمراضع جمع مرضعۃ ویکین ان یکون جمع (مرضع) بمعنی مصدر۔

تفسیر

واوحینا یہاں سے حضرت موسیٰ کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ موسیٰ کی ماں کو ہم نے وحی کی یعنی اس کے دل میں القا کیا (کس لیے کہ یہاں وحی سے مراد وحی انبیاء نہیں) کہ تو بے کھٹکے موسیٰ کو دودھ پلائے جا۔ جب فرعونی تلاش کرنے آویں جیسا کہ ان کا قانون اور دستور تھا کہ لڑکے کی خبر پا کر اس محلہ کے لوگ آتے اور اس کو وہیں یا اور جگہ لے جا کر قتل

کر ڈالتے تھے تو اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ صندوق میں رکھ کر اور اس بات سے کچھ خوف نہ کرنا کیونکہ ہم اس کو پھر تیرے پاس پہنچا دیں گے (یہ بات فرشتے نے ان کی ماں سے کہی یا ان کے دل میں القا کیا) آخر ڈال دیا اور وہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس آیا۔ انہوں نے اٹھایا تو ایک حسین بچہ زندہ معلوم ہوا۔ خدا نے فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کی تدبیر کو کس طرح غلط کیا کہ اس بچہ کو اپنے گھر میں فرزند بنا کر پرورش کرنے لگے کہ انجام کار یہی بچہ ان کے خاندان کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ مگر موسیٰ کی ماں نے اپنی بیٹی سے کہہ دیا تھا کہ تو اجنبی بن کر اس صندوق کے ساتھ ساتھ دیکھتی جانا کہ کدھر جاتا ہے اور تجھ کو کوئی نہ پہچانے۔ پھر جب فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ پہنچ گئے اور دودھ پلانے کے لیے اَنّائیں بلائی گئیں تو حضرت موسیٰ نے کسی کا بھی دودھ نہیں پیا۔ حضرت پر ان کے دودھ حرام کر دیے تھے تب ان کی بہن نے کہا کہو تو میں تم کو ایک اَنّا بتاؤں جو اس کو اچھی طرح سے دودھ پلائے اور دل سے پرورش کرے انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اس نے اپنی ماں کو بلایا انہوں نے دودھ پلایا تو حضرت موسیٰ پینے لگے۔ آخر کار پھر حضرت موسیٰ اپنی ماں کے پاس آگئے۔ خدا نے اس کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں رنج دور کر دیا اور بتلا دیا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اگر جانتے تو اس کے عذاب سے ڈرتے اور رزق وغیرہ کی بابت جو اس نے وعدہ کیا ہے اس پر توکل کرتے دربدر مارے مارے نہ پھرتے دنیا کے لیے عقبیٰ برباد نہ کرتے۔

موسیٰ کی ماں نے جب ان کو دریا میں ڈالا تو بیٹے کی محبت میں دل بے اختیار ہو گیا قریب تھا کہ چیخیں مار مار کر روتی۔ مگر اللہ نے اس کے دل کو صبر اور مضبوطی عطا کی۔

فالتقطہ۔ التقاط بر داشتن اٹھانا، راہ وان سے لے جانا، اُچک لینا۔ اسی لیے پڑی ہوئی چیز کہ جس کو لوگ اٹھا لیتے ہیں لقطۃ کہتے ہیں۔ اور پڑے ہوئے لڑکے کو جو اٹھا لیتے ہیں یعنی لاوارث کو لقیط۔

لیکون لھم یہ لام عربی میں لام عاقبت کہلاتا ہے نہ لام غرض۔ یعنی موسیٰ کے اٹھا لینے سے ان کی غرض اپنا دشمن پالنا اور رنج مول لینا نہ تھا لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ کانوا خٰطئین ان کی یہ تدبیر غلط تھی۔

وقالت امرأت فرعون یہ محل کے اندر کی گفتگو ہے جب کہ بعض قیافہ والوں نے یہ کہا کہ یہ بچہ کوئی بنی اسرائیل میں سے ہونہار معلوم ہوتا ہے کہیں یہ وہی نہ ہو جس کی نجومیوں نے خبر دی ہے اس کو مار ڈالو تب فرعون کی بیوی نے کہا نہ مارو۔ اس کے دل میں اللہ نے موسیٰ کی بے حد محبت ڈال دی تھی۔ فرعون کے کوئی لڑکا نہ تھا کہا یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے کسی شریف کا بچہ ہے نفع پہنچاوے گا یا ہم اسی کو بیٹا بنا لیں گے۔ اگر بیٹا نہ بنائیں گے تو بھی اس سے بھلائی کی توقع ہے۔ اگرچہ اس صندوق کو فرعون کی بیٹی نے اٹھوا منگایا تھا مگر سفارش بیوی نے کی اس لیے اس میں دونوں شریک تھے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ

اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچا اور مستحکم ہوا تو ہم نے اس کو

حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى

حکمت اور علم دیا اور ہم نیک بندوں کو اسی طرح

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ

سے بدلہ دیا کرتے ہیں اور موسیٰ شہر میں لوگوں

عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ

کی بے خبری کے وقت داخل ہوا پھر اس نے

فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۖ هٰذَا مِنْ

وہاں دو شخصوں کو باہم لڑتے ہوئے پایا کہ یہ ایک اس کی

شِيعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ

جماعت کا تھا اور یہ دوسرا مخالفوں میں سے تھا پھر اس نے جو موسیٰ

الَّذِي مِنْ شِيعَتِهٖ عَلَى الَّذِي مِنْ

کے گروہ کا تھا اپنے دشمن پر موسیٰ سے مدد

عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوسٰى فَقَضٰى

چاہی تب موسیٰ نے مخالف کے مکا مارا تو اس کا کام تمام

عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۖ

کر دیا موسیٰ کہنے لگے یہ تو شیطانی حرکت سرزد ہو گئی

إِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ

بے شک شیطان صریح دشمن گمراہ کرنے والا ہے موسیٰ نے دعا کی

رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي

اے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا سو مجھے بخش دے

فَغَفَرَ لَهٗ ۚ إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶﴾

چنانچہ بخش دیا البتہ وہ جو ہے تو بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے

قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ

موسیٰ نے کہا اے رب جیسا کہ آپ نے مجھ پر کرم کیا ہے تو آئندہ

أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ﴿۱۷﴾ فَأَصْبَحَ

میں بھی کسی شریر آدمی کا مددگار نہ ہوں گا پھر موسیٰ نے شہر

فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا

میں ڈرتے انتظار کرتے ہوئے صبح کی (پھر کیا دیکھتے ہیں کہ)

الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۚ ع ۶ ۵

وہی شخص کہ جس نے کل موسیٰ سے فریاد کی تھی اس کو پھر پکار رہا ہے

قَالَ لَهٗ مُوسٰى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۸﴾

موسیٰ نے اس سے کہا بے شک تو صریح کج رو ہے

فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ

پھر جب موسیٰ نے قصد کیا کہ اپنے اور اس کے دشمن پر

عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوسٰى أَتُرِيدُ

ہاتھ دراز کرے تو یہ کہنے لگا اے موسیٰ تو مجھے بھی

أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا

قتل کیا چاہتا ہے جیسا کہ کل ایک کو قتل

بِالْأَمْسِ ۖ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ

کر چکا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ ملک میں

جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ

زبردستی کرتا پھرے اور تو یہ نہیں چاہتا کہ

تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۹﴾ وَجَاءَ

اصلاح کرنے والوں میں سے ہو کر رہے اور ایک

رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعٰى ۫

شخص نے جو شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا تھا

قَالَ يٰمُوسٰى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ

یہ کہا اے موسیٰ دربار والے تیرے لئے مشورہ کر رہے ہیں

بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ

کہ تجھے قتل کریں سو تو نکل جا البتہ میں

مِنَ النّٰصِحِينَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا

تیرا خیر خواہ ہوں پھر موسیٰ شہر سے ڈرتے

خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي

انتظار کرتے ہوئے نکلے کہا اے رب مجھے

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴿۲۱﴾

ظالم قوم سے بچا لے۔

ترکیب

اتینہ جواب لما علیٰ حین غفلۃ حال من المدینۃ و یجوز ان یکون حالا من الفاعل ای مختلسا ۔ ھذا من

الجملتان فی موضع نصب صفۃ لرجلین بما انعمت الباء للقسم والجواب محذوف ودل علیہ فلن اکون. ویمکن ان یکون للمعنی بحق انعامک علی اعصمنی خائفاً حال من فاعل اصبح یترقب بدل منہا او تاکید لہا. یسعیٰ صفۃ اخرے لرجل او حال الائتمار التشاور لان کل واحد من المتشاورین یامر صاحبہ بشیٔ او یشیر علیہ بامر۔

تفسیر

الغرض موسیٰ جب بھرپور جوان ہوگئے تو خدا نے ان کو حکم یعنی دانائی اور حکمت دی اور علم عطا کیا نیک و صالح اور باخدا تھے لیکن ہنوز نبوت نہیں عطا ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں اشد اور استویٰ کے ایک ہی معنی ہیں اور قوی یہی ہے کہ دونوں لفظوں کے جدا جدا معنی ہیں۔ اشد بلوغ اور استویٰ جہاں تک بڑھنے کی حد ہو بڑھ چکنا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اشد کا اٹھارہ برس سے تیس برس تک کا زمانہ ہے اور استویٰ تیس سے لے کر چالیس تک کا (نیشاپوری)۔

دخل المدینۃ علی حین غفلۃ[1] مدینہ سے کون سا شہر مراد ہے کہ جہاں لوگوں کو غافل پاکر حضرت موسیٰ چلے گئے تھے اور غافل پاکر جانے کا کیا سبب تھا؟ اس بارے میں علماء مفسرین نے کئی قول لکھے ہیں۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ شہر مصر سے دو فرسخ کے فاصلہ پر فرعون نے اپنے رہنے کو ایک جدا بستی آباد کی تھی وہاں موسیٰ کے آنے کی ممانعت تھی۔ کس لیے کہ اپنے عالمانہ اور حکیمانہ خیالات سے حضرت موسیٰ فرعونیوں کے طریقے پر معترض ہوا کرتے تھے۔ نگہبانوں کی آنکھ بچا کر ایک روز آپ وہاں چلے گئے پھر وہاں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مصری اور ایک اسرائیلی کو باہم لڑتے دیکھا۔ مصری اپنی قومی شوکت کے گھمنڈ پر زیادتی کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے موسیٰ سے فریاد کی، آپ نے چھڑانے کی غرض سے مصری کے سینہ پر ایک ہاتھ مار کر دھکا دیا، شہ زور آدمی تھے اس کے دل پر کوئی صدمہ پہنچا مر گیا۔ اگرچہ یہ موت ناگہانی تھی اس میں موسیٰ کا کوئی قصور نہ تھا مگر تاہم ایک آدمی ان کے ہاتھ سے ضائع ہوا اس لیے افسوس کیا اور اس کو شیطانی کام کہا اور خدا سے استغفار کیا۔ اس واقعہ سے حضرت موسیٰ پر طعن کرنا اور عصمتِ انبیاء میں کلام کرنا بے فائدہ بات ہے۔ موسیٰ کا اس میں دراصل گناہ ہی کیا تھا۔ دوسرے اس وقت تک آپ نبی ہی کہاں ہوئے تھے۔ نبوت تو مدین سے واپس آتے وقت ملی۔ جیسا کہ قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے فعلتھا اذا وانا من الضالین ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربی حکما (شعراء)۔ پس موسیٰ نے قسم کھائی کہ آئندہ مجرموں کی کبھی مدد نہ کروں گا۔ مدد تو اسرائیلی کی کی تھی وہ مظلوم تھا مجرم نہ تھا، پھر کیا فرمایا کہ آئندہ مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔ پہلے کب مجرموں کی مدد کی تھی اور اگر وہ اسرائیلی مجرم تھا اور موسیٰ نے حمیت قومی سے اس کی مدد کی تھی تو پھر موسیٰ کے گناہ میں کیا کلام باقی رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

---

[1] ضحاک کہتے ہیں بین الشمس مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں مصر مراد ہے۔ حین غفلۃ سے بعض کہتے ہیں شام کا وقت بعض کہتے ہیں دوپہر کا وقت۔ اس کا سبب بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ لڑکپن میں جب موسیٰ نے فرعون کی داڑھی پکڑ لی اور لکڑی کھیلتے ہوئے سر میں ماردی تو فرعون نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ ہمارے محل میں نہ آئے نہ خاص شہر میں۔ یہ ممکن ہے کہ ایسا ہو۔ مگر صاف بات یہ ہے کہ موسیٰ شاہزادوں کی طرح پرورش پاتے تھے ادھر ادھر جانے کا حکم تھا لوگوں کو غافل پا کر نکل آئے ہوں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

ولما توجه تلقاء مدين قال عسى
اور جب موسیٰ نے مدین کا رُخ کیا تو کہا امید ہے
ربي أن يهديني سواء السبيل ۲۲
کہ اللہ مجھے سیدھا رستہ بتا دے گا
ولما ورد ماء مدين وجد عليه
اور جب کہ مدین کے پانی پر پہنچے تو لوگوں کا
أمة من الناس يسقون ووجد
مجمع پایا جو پانی پلا رہے تھے اور ان سے
من دونهم امرأتين تذودان
الگ دو عورتیں دیکھیں جو اپنے چارپایوں کو روکے ہوئے تھیں
قال ما خطبكما قالتا لا نسقي
موسیٰ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے وہ بولیں جب تک چرواہے
حتى يصدر الرعاء سكتة وأبونا شيخ
پلا کر نہیں ہٹ چلتے ہم اپنی بکریوں کو نہیں پلاتے اور ہمارا باپ بڈھا
كبير ۲۳ فسقى لهما ثم تولى
بڑی عمر کا ہے پھر موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پلا دیا اور پلا کر چھاؤں کی
إلى الظل فقال رب إني لما أنزلت
طرف ہٹ آئے پھر کہنے لگے اے رب تو جو کچھ خیر میرے
إلي من خير فقير ۲۴ فجاءته إحداهما
پاس بھیجے تو میں محتاج ہوں پھر ان دونوں میں سے ایک عورت
تمشي على استحياء قالت إن أبي
موسیٰ پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی کہنے لگی میرے باپ نے
يدعوك ليجزيك أجر ما سقيت
تم کو بلایا ہے کہ تم کو پلائی کی اجرت
ع ۳ لنا فلما جاءه وقص عليه
دے پھر جب موسیٰ ان کے پاس آئے اور سب قصہ

القصص قال لا تخف نجوت
بیان کیا انہوں نے کہا خوف نہ کرو تم قوم
من القوم الظالمين ۲۵ قالت
ظالم سے بچ آئے ان میں سے
إحداهما يأبت استأجره إن
ایک نے کہا اے باپ اس کو نوکر رکھ لو البتہ
خير من استأجرت القوي الأمين ۲۶
جس کو آپ نوکر رکھیں تو قوی امانتدار ہونا بہتر ہے
قال إني أريد أن أنكحك إحدى
ان کے باپ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا
ابنتي هاتين على أن تأجرني ثماني
تمہارے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ برس تک میری
حجج فإن أتممت عشرا فمن
نوکری کرو پھر اگر تم دس پورے کر دو تو تمہاری طرف
عندك وما أريد أن أشق
سے احسان ہے اور میں تم پر مشقت ڈالنا
عليك ستجدني إن شاء الله
نہیں چاہتا تم مجھے ان شاء اللہ اچھے ہی
من الصالحين ۲۷ قال ذلك
لوگوں میں سے پاؤ گے موسیٰ نے کہا یہ میرے
بيني وبينك أيما الأجلين
اور آپ کے درمیان عہد ہے ان دونوں مدتوں میں سے جون سی
قضيت فلا عدوان علي والله
بھی پوری کر دوں تو مجھ پر زیادتی نہ ہو اور اللہ
على ما نقول وكيل ۲۸
ہمارے قول و قرار پر گواہ ہے۔

اسی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کو سورۃ قصص کہتے ہیں۔

ترکیب

علی استحیاء حال ماسقیت ما مصدریۃ ان تاجرنی فی موضع الحال ثمانی ظرف۔ فمن عندک یجوز ان یکون خبر مبتدأ محذوف ای فالتمام الی عاء جمع راع تذودان تمنعان اغنامھما عن الماء، الذیاد المنع۔

تفسیر

ہرچند اسرائیلی مجرم نہ تھا زیادتی مصری کی تھی مگر مشہور ہے ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی بہرحال بازاروں میں لپاڈگی ہونا صالحین کی سیرت نہیں۔ ان کو جو کوئی برا بھلا بھی کہتا ہے تو صبر ہی کر جاتے ہیں آمادۂ جنگ نہیں ہوتے۔ اس لیے اس اسرائیلی کو اگلے روز آپ نے انک لغوی مبین کہا۔ اس لحاظ سے حضرت موسیٰؑ نے اس کو بھی مجرم ہی قرار دیا اور قصد کیا کہ آیندہ سے ایسے جھگڑوں میں نہ پڑوں گا مگر خدا کی قدرت اگلے روز اسی اسرائیلی کا کسی اور شخص سے بازار میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ موسیٰ کو دیکھ کر پھر اس نے فریاد کی۔ آپ نے خفا ہو کر اس کو فرمایا کہ تو بڑا بے ہودہ ہے ہر روز لوگوں سے لڑا کرتا ہے ان کو چھڑانا اور ہاتھ بڑھا کر الگ کر دینا چاہا تو اس بے ہودہ اسرائیلی نے اس پہلی خفگی کی بات سے یہ سمجھا کہ میرے مارنے کو ہاتھ بڑھایا ہے اس لیے موسیٰ کو کہا جس طرح آپ نے کل ایک آدمی کو مار ڈالا آج مجھے بھی مارنا چاہتے ہیں۔ اس کے اس کہنے سے رازِ قتل افشا ہو گیا۔ یہ خبر فرعون کے دربار تک پہنچی۔ ان کے اعتراضات اور تنفر کی وجہ سے وہ پہلے ہی ان سے ناراض اور باغی سمجھتے تھے اب تو اور بھی غضب ناک ہو گئے اور انتقام میں موسیٰ کو قتل کرنے کی تدبیر کرنے لگے۔ فرعونیوں میں سے ایک نیک مرد موسیٰ کا خیرخواہ بھی تھا وہ دوڑا ہوا آیا اور موسیٰ کو خبر دی اور کہا آپ یہاں سے بھاگ جائیے۔ حضرت موسیٰؑ اسی حالت میں نکل پڑے اور مدین کی طرف رُخ کیا۔ یہ ایک بستی قلزم کے پار فرعون کی عمل داری سے باہر عرب میں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے لوگوں کی تھی حضرت شعیبؑ ایک پیرمرد اسی بستی میں رہتے تھے ان کی صرف دو لڑکیاں تھیں بکریوں پر گزر اوقات تھی، کنوئیں سے ڈول کھینچ کر جب لوگ پانی پلا چکتے تو بچا ہوا یہ بھی پلاتیں اور اتنی دیر اپنی بکریوں کو روکے کھڑی رہتی تھیں۔ اتفاقاً حضرت موسیٰؑ کئی دن کا سفر طے کر کے مدین آئے اور اسی کنوئیں پر پہنچے۔ سایہ دار درخت کے تلے بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے لڑکیوں سے پوچھا تم کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا ہم سے ڈول نہیں کھنچ سکتا اور ہمارا باپ بڑھا ہے۔ ان کو رحم آیا قوی مرد تھے تنہا چرس کھینچ کر ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ گھر جا کر انہوں نے باپ سے کہا ایک نووارد مسافر آیا ہوا ہے اور بڑا نیک اور قوی ہے آپ اس کو نوکر رکھ لیجیے۔ باپ نے کہا اس کو بلا لاؤ، ایک آئی مگر شرم و حیا کے ساتھ۔ آ کر کہا کہ میرے باپ آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ کی اجرت دیں۔ حضرت موسیٰؑ گئے اور سب قصہ بیان کیا۔ شعیبؑ نے فرمایا خوف نہ کرو خدا نے تم کو نجات دی۔ پھر کہا میں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں، اس شرط پر کہ آپ آٹھ برس تک میرے ہاں کام کاج کریں اور دس پورے کر دیں تو آپ کی مہربانی اور میں آپ کو تکلیف نہ دوں گا۔ آخر نکاح ہوا اور باہمی قول و قرار بعد اللہ کو ضامن کر کے حضرت موسیٰؑ وہاں رہنے لگے۔ یہ آٹھ برس کی نوکری گویا حضرت کا مہر تھا۔ اُس وقت بجائے مال کے خدمات بھی مہر قرار پاتی تھیں۔ بعض علماء نے اس سے اور نیز بعض احادیث سے کہ جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھانا مہر قرار دیا ہے، آج کل بھی اس قسم کا مہر مقرر کرنا جائز قرار دیا ہے جیسا کہ ظاہریہ کہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ مال ہی کو مہر قرار دیتے ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ
ابتغوا باموالکم الآیۃ۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ
غرض جب موسیٰ اپنی مدت پوری کر چکے اور اپنے گھر کے
بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ
لوگوں کو لے کر چلے تو راستہ میں کوہ طور کی طرف سے ایک روشنی دیکھی
قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ
گھر والوں سے کہا تم یہیں ٹھیرو مجھے ایک روشنی دکھائی
نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ
دی ہے شاید کہ وہاں سے تم کو رستہ کی خبر لا کر دوں یا
جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾
آگ کا انگارا لاؤں تاکہ تم تاپو
فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ
پھر جب موسیٰ اس کے پاس آئے تو اس مقدس وادی کے دائیں جانب
الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ
ایک درخت میں سے یہ آواز
مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ
آئی کہ اے موسیٰ تمام جہان کا پرورش
رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ
کرنے والا اللہ میں ہوں اور یہ بھی کہ تم اپنا عصا ڈال دو

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى
پھر جب موسیٰ نے اس کو دیکھا کہ سانپ کی طرح لہرا رہا ہے تو منہ پھیر کر
مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ
الٹے بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا ہم نے کہا اے موسیٰ سامنے آ
وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾
اور ڈرو نہیں تو (ہر طرح) امن میں ہے
اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ
اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈالو کہ وہ بغیر کسی
بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ
عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف سے اپنے
جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ
دونوں بازو اپنی طرف ملا لو (یعنی اطمینان رکھو) پس یہ دو
بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ
سندیں ہیں آپ کے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کے
مَلَا۟ىِٕهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾
پاس چلنے کے لیے بے شک وہ بدکار قوم تھی
قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا
موسیٰ نے کہا اے رب میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے
فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ
سو خوف ہے کہ (ان کے پاس جانے میں) کہیں مجھ کو نہ مار ڈالیں۔ اور میرا بھائی

ل ذکر جار اللہ لمعنیین احدہما حقیقۃ وہو انہ لما قلب اللہ العصا حیۃ فزع واضطرب فاتقاہا بیدہ کما یفعل الخائف من الشیء فقیل لہ ان اتقاءک بیدک فیہ نقصان تدرک عند الاعداء فان القیتہا فکما تنقلب حیۃ فادخل یدک تحت عضدک مکان اتقاءک بہا ثم اخرجہا بیضاء لیحصل الامران اجتناب النقص واظہار معجزۃ اخرٰے ، و ثانیہما مجاز وہو ان یراد بضم الجناح التجلد وضبط النفس حتے لا یضطرب فیکون استعارۃ من فعل الطائر لانہ اذا خاف ارخی جناحیہ والا ضمہما ومعنی الرہب من اجل الخوف (نیشاپوری)۔

وَهٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا

اور ہارون وہ مجھ سے فصیح اللسان ہے

فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ

اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے

اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ

کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلادیں گے فرمایا

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ

ہم تمہارے بھائی سے تمہارا بازو قوی کیے دیتے ہیں اور تم کو

لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ

غلبہ دیں گے پھر وہ تم تک پہنچ بھی نہ سکیں گے

بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا

ہماری نشانیوں کے سبب تم اور تمہارے پیرو

الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى

غالب رہیں گے پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری

بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا

نشانیاں لے کر آئے تو لوگ بولے یہ ہے کیا؟ مگر

سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ

جادو بنایا ہوا اور ہم نے تو اس کو اپنے اگلے باپ

اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى

دادا میں سنا بھی نہ تھا اور موسیٰ نے کہا کہ

رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى

میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے

مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ

اور اس کو بھی خوب جانتا ہے کہ جس کے لیے دارِ آخرت کی خوبیاں

الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

ہوں گی البتہ ستمگار فلاح نہیں پاتے

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ

اور فرعون نے کہا اے سردارو! میں نہیں جانتا

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ

کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے پھر اے ہامان تو میرے

يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ

لیے گارا پکوا (یعنی پزاوا) پھر میرے لیے ایک بلند

صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى

محل چنوا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو جھانکوں

وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور میں تو اس کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

ترکیب

شاطیٔ الوادی جانبہ ومن الاولیٰ والثانیۃ کلتاہما لابتداء الغایۃ ای اتاہ النداء من شاطیٔ الوادی من قبل الشجرۃ فالثانیۃ بدل الاولیٰ بدل الاشتمال لان الشجرۃ کانت نابتۃ علی الشاطیٔ۔

تفسیر

جب موسیٰ وہ میعاد پوری کر چکے تو بیوی کو لے کر وطن (مصر) کی طرف روانہ ہوئے۔ سردی کا موسم تھا رستہ بھی رات میں بھول گئے تھے گھر کے لوگوں سے کہا کہ وہ جو دور سے جنگل میں آگ چمک رہی ہے تم یہیں ٹھیرو میں وہاں جا کر دریافت کرتا ہوں یعنی رستہ کے لیے کہ اس آگ کے پاس کوئی ہوگا اور جو آگ زیادہ ہوئی تو اس میں سے ایک انگارا بھی تمہارے تاپنے کو لادوں گا۔ جب موسیٰ وہاں آئے تو رستہ کے داہنی جانب ایک جنگل کی پاک جگہ میں ایک درخت سے یہ آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہوں اللہ رب العٰلمین۔

یہ وادی کہ جہاں درخت میں سے دور سے رات کو موسیٰ کو آگ دکھائی دی تھی کوہ طور کی وادی ہے قلزم کے قریب اس کی دونوں شاخوں کے درمیان مدین سے ایک دو روز کے فاصلہ پر مصر جاتے ہوئے یہ وادی ملتی ہے۔

الغرض موسیٰ نے جو دور سے آگ کا شعلہ دیکھا تھا در اصل وہ آگ نہ تھی تجلی الٰہی کی روشنی تھی، چنانچہ جب وہاں آئے تو خدا سے ہم کلام ہوئے۔ آگ لینے آئے تھے نبوت مل گئی۔ وہیں عصا اور ید بیضا کے دو معجزے ملے اور حکم ہوا کہ فرعون کو جاکر سمجھاؤ، دعا کی کہ میری زبان میں لکنت ہے میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو بھی مددگار کر دے۔ چنانچہ آئے اور فرعون سے ملے اور معجزے دکھائے وہ کب مانتا تھا آخر وہ اور اس کا تمام لشکر قلزم میں غرق ہوا۔ یہ قصہ اور سورتوں میں مفصل ہے یہاں اختصار کر دیا گیا۔ کیوں کہ جس غرض سے بیان ہوا وہ اسی قدر میں حاصل ہوگئی، اب کلام اس میں ہے کہ درخت میں سے جو آواز آئی اور موسیٰ کو سنائی دی وہ کس کی آواز تھی؟ فرشتہ کی یا خود خدا تعالیٰ کی۔ اگر فرشتہ کی آواز تھی تو اس نے کیوں کر کہہ دیا کہ اللہ میں ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ کی تھی تو اس کا کلام آواز اور حروف سے پاک ہے جیسا کہ محققین کا مذہب ہے۔ کیوں کہ یہ باتیں جسمانی چیزوں کے کلام میں ہوتی ہیں۔ اس کے جواب میں معتزلہ نے تو یہی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کسی جسمانی چیز کے ذریعہ سے کلام کر سکتا ہے یعنی اپنا کلام اس میں پیدا کر کے سنوا دیتا ہے۔ پتھر کی طرف توجہ کی تو پتھر اس کی طرف سے زبان بن کر کلام کرنے لگا، درخت کی طرف کی تو وہ بولنے لگا۔ ماوراء النہر کے علماء اہل السنۃ والجماعۃ کہتے ہیں کہ وہ کلام قدیم جو اللہ کی ذات سے قائم ہے سنا نہیں جا سکتا اور جو درخت میں سے سنا گیا وہ ایک آواز اور حروف تھے جو اس کے کلام پر دلالت کرتے تھے۔ اشعری فرماتے ہیں کہ وہ کلام کہ جو نہ آواز کے ذریعہ سے ہو نہ حروف کے وہ بھی ممکن ہے کہ سنائی دے جاوے جیسا کہ ذات الٰہی جو نہ جسم ہے نہ عرض ہے ممکن ہے کہ دکھائی دے جاوے (نیشاپوری)۔

خلاصہ جواب یہ کہ فرشتہ کی آواز نہ تھی۔

بات یہ تھی کہ اس درخت پر خدا کی تجلی ہوئی اور موسیٰ ؑ وہاں پہنچے تو وہاں ان کی روح کو انکشاف ہوا روحانی طور پر خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ پس اس ندا کو آواز اور حروف ظاہری کی حاجت نہیں ایسی باتوں کی پوری کیفیت حیطۂ بیان سے بھی باہر ہے۔

بعض فلسفیانہ خیالات کے مسلمان اس روشنی کو فاسفورس کے سبب سے بیان کرتے ہیں اور اس آواز کی اور پھر دونوں معجزوں کی بھی عجب عجب بے سر و پا توجیہیں کرتے ہیں جو محض بے فائدہ بات ہے۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ
اور فرعون اور اس کے لشکروں نے ناحق کا ملک میں سر
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا
اٹھایا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ ہماری طرف لوٹ کر نہ
يُرْجَعُونَ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ
لائے جائیں گے پھر ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا
فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ
پھر ان کو دریا میں پھینک دیا سو دیکھیے ستمگاروں کا
كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ
کیا انجام ہوا اور ہم نے ان کو پیشوا
أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ
بنایا تھا (گمراہی میں) وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلایا کرتے تھے اور قیامت
الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ ﴿٤١﴾ وَأَتْبَعْنَاهُمْ
کے دن ان کو مدد نہ پہنچے گی
اور ہم نے اس

فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ

دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن

هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَلَقَدْ

تو ان کی بہت بری گت ہوگی اور ہم نے

اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ

موسیٰ کو کتاب دی (توراۃ) بعد اس کے کہ

مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ

ہم پہلے قرنوں کو ہلاک کر چکے تھے وہ کتاب

لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ

لوگوں کے لیے بینائی اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ لوگ

یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ

سمجھیں (اور نصیحت پکڑیں) اور (اے محمدؐ) جب کہ ہم نے موسیٰ کے لیے

الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰى مُوْسَى

نبوت کا حکم دیا تھا تو نہ آپ (کوہ طور کے) غربی جانب موجود

الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾

تھے اور نہ آپ ان کو دیکھ رہے تھے

وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ

ولیکن ہم نے بہت سے ان کے بعد قرن پیدا کیے جن پر مدتیں دراز

عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِیًا

گزر گئیں اور نہ تو آپ مدین کے

فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ

لوگوں میں ہی رہا کرتے تھے جو ان کو ہماری آیتیں سنایا

اٰیٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ

کرتے تھے لیکن ہم رسول بھیجتے رہے (اسی طرح آپ کو بھیجا اور الہام سے یہ واقعات آپ کو معلوم ہوئے)

مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا

اور نہ تم اس وقت موجود تھے جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی

وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ

لیکن آپ کے رب کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو

قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ

نبی بنا کر بھیجا تاکہ آپ اس قوم کو تنبیہ کریں کہ جن کے پاس

قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

ع ۱۴

تفسیر

ویوم القیمۃ ھم من المقبوحین تک فرعون اور موسیٰ کا قصہ تھا۔ اس کو تمام کر کے ولقد اٰتینا موسی الکتٰب الخ سے اس قصہ کے نتائج کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب پہلے قرن یعنی زمانے والے ہلاک ہو چکے تو خلق کی رہنمائی کے لیے ہم نے موسیٰ کو مبعوث کیا اس کو یہ یہ باتیں پیش آئیں۔ جنگل میں کلام کیا۔ معجزات دیے اور کتاب یعنی توراۃ عطا کی جو بصارت اور ہدایت اور رحمت تھی سمجھداروں کے لیے۔ اسی طرح موسیٰ کے بعد جب گمراہی کا ایک زمانہ دراز گزر گیا خلق کی ہدایت کے لیے اے محمدؐ تجھ کو مبعوث کیا اور تجھ پر قرآن نازل کیا جس میں گزشتہ انبیاء کے صحیح صحیح واقعات تجھ پر ظاہر کیے ورنہ اے محمدؐ نہ تو آپ جانب غربی میں تھے یعنی اس مکان میں

ع قرن سینگ کو بھی کہتے ہیں اور زمانہ کو بھی، یہاں اخیر معنی مراد ہیں۔ قرن میں اختلاف ہے۔ کوئی بارہ برس کے زمانے کو قرن کہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے اس سے زیادہ کو کہتے ہیں۔ اس کا ہندی میں ٹھیٹھ ترجمہ جگ ہے۔ کہتے ہیں کئی جگ بیت گئے یعنی کئی زمانے گزر گئے۔ چونکہ آج کل خود قرن کا لفظ مستعمل ہے اس لیے ہم نے اسی کو رہنے دیا اور جہاں کہ آیا ہے ہم نے بہت سے قرن ہلاک کیے وہاں مراد یہ ہے کہ بہت سے قرنوں کے لوگ ہلاک کیے ۱۲ منہ

جو غربی رخ تھا جہاں کہ ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی' اس سے مراد کوہ طور کی وادی ہے جو عرب میں غربی سمت پر واقع ہے یا اسی وادی کی غربی جانب مراد ہے۔ وما کنت من الشٰھدین اور نہ تو اس معاملہ کا دیکھنے والا تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں یہ معنی ہوئے کہ نہ تو آپ اس جگہ موجود تھے اور جو موجود بھی ہوتے تو ان وقائع کو نہ دیکھتے۔ ولکنا انشانا قرونا لیکن موسیٰ کے عہد سے لے کر تیرے زمانے تک بہت سے قرن پیدا کیے فتطاول علیھم العمر پس بُعدِ زمانہ کی وجہ سے علوم اور شرائع معدوم ہو گئے تھے تو ہم پر رسول بھیجنا ضرور ہوا۔ پھر تفصیل کرتا ہے وما کنت ثاویا فی اھل مدین کہ نہ تو مدین میں رہا کرتا تھا جو تتلوا علیھم اٰیٰتنا تو ان مکہ والوں کو ان کے حالات بتا رہا ہے (مقاتل) اور ضحاک کہتے ہیں تو مدین والوں کا رسول نہ تھا بلکہ ان کا اور رسول تھا شعیبؑ' تو اور رسول ہے جو سب کے بعد آیا وما کنت بجانب الطور اذ نادینا اور نہ تو کوہ طور کے پاس تھا جب کہ ہم نے موسیٰ کو پکارا۔ یہ موسیٰ کے کسی دوسرے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ ستر آدمیوں کو لے کر گئے تھے ولکن رحمۃ من ربک مگر تیرے رب نے اپنے فضل سے تجھ پر وحی کی اور یہ باتیں بتائیں اور تجھے رسول بنایا لتنذر قوما کہ تو ان لوگوں کو متنبہ کرے کہ جن کے پاس رسول نہیں آیا وہ تیرے زمانے کے لوگ ہیں لعلھم یتذکرون تاکہ وہ سمجھیں اور ہدایت پر آویں۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا
اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے اپنے ہی اعمال بد کے سبب سے
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا
ان پر مصیبت نازل ہو جائے (اس وقت) کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار

لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا
ہمارے پاس تو نے کس لیے رسول نہیں بھیجا
فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ
کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے (حکموں کو مانتے) اور ایمان لانے والوں
الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷ فَلَمَّا جَآءَهُمُ
میں سے ہوتے پھر جب کہ ان کے پاس ہماری
الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ
طرف سے دینِ حق آ گیا تو یہ کہنے لگے کہ رسول کو ویسا معجزہ
مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا
کیوں نہ دیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا۔ کیا جو معجزے موسیٰ کو دیے گئے تھے
بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا
لوگوں نے ان کا پہلے انکار نہیں کیا تھا کہہ دیا تھا کہ
سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ
دونوں جادوگر (اور ایک دوسرے کے) مددگار ہیں اور (صاف صاف) کہتے تھے کہ ہم
كٰفِرُوْنَ ۝۴۸ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ
کسی کو بھی نہیں مانتے (اے رسول) آپ ان کو کہہ دیں کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ
تو خدا کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے
اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۹
ہدایت میں بڑھ کر ہو کہ میں اس پر چلوں
فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا
پھر اگر آپ کا کہنا نہ کریں (نہ مانیں) تو جان لو کہ وہ
يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ
صرف اپنی خواہشوں کے تابع ہیں اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا
مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى
کہ جو خدا کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر

مِّنَ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی

چلتا ہو بے شک اللہ (ایسے) ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾

(توفیق قبولِ ہدایت کی نہیں دیتا)۔

ترکیب

لولا کلمۂ شرط ان تصیبھم ان مصدریہ بما تصیبھم سے متعلق ہے لولا اصابۃ المصیبۃ علیھم بسبب ما ہے اعمال سیئۃ قدمت والعائد محذوف ہے اکمال کسبوا فیقولوا ف تفریع یا تعقیب کے لیے پورے جملہ مقدمہ سے یعنی لو وقع علیھم المصیبۃ باعمالھم لقالوا ربنا الخ یہ سب جملہ حیز شرط میں ہے جواب محذوف ما ارسلناک الیھم رسولا. قالوا سحران جملہ بیان ہے اولم یکفروا کلا ساحران بالالف اے موسیٰ وہارون وقیل موسیٰ ومحمد وبغیر الالف سحران، القرآن والتوراۃ۔

تفسیر

لولا ان تصیبھم مصیبۃ یہاں سے پھر اسی رسولوں کے بھیجنے کے مسئلہ کو مدلل کرتا ہے کہ ہم اس لیے بھی رسول بھیجا کرتے ہیں کہ لوگ جب ان پر ان کے اعمال بد کی شامت سے عذاب آوے یہ نہ کہنے لگیں کہ اگر اللہ ہمارے پاس رسول بھیجتا تو ہم آیات الٰہی پر چلتے ایمان دار ہو جاتے اس مصیبت کو نہ دیکھتے کس لیے کہ پھر بُرے کام ہی نہ کرتے۔ اس الزام کو دفع کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیاء بھیجے تاکہ پھر کسی کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ لیکن فلما جاءھم الحق الخ جب ان کے پاس دین حق آیا تو اس میں شبہات کرنے لگے کہ لولا اوتی مثل ما اوتی موسیٰ اس رسول کو ایسے معجزے کیوں نہ دیے گئے جو موسیٰ کو دیے گئے تھے

عصا کا سانپ بن جانا، ید بیضا وغیرہ۔ خدا تعالیٰ ان کے اس شبہ کا جواب دیتا ہے اولم یکفروا بما اوتی موسیٰ من
ع ۹ قبل قالوا سحران تظاھرا کہ کیا اگلے لوگوں نے موسےٰ کا پہلے انکار نہیں کر دیا ہے کہ اور کہدیا کہ دونوں بھائی جادوگر ہیں، ایک دوسرے کا مددگار بن گیا ہے۔ قریش نے یہود مدینہ کے کہنے سے یہ کہا تھا کہ موسیٰ کے مانند معجزات دکھاؤ فرمایا کہ موسیٰ کو کب لوگوں نے مانا تھا اور یہ قریش اب بھی موسیٰ کو کب مانتے ہیں دونوں بھائیوں کو ساحر کہتے ہیں۔ جس نے ساحران پڑھا ہے تب تو معنی ظاہر اور جس نے سحران پڑھا ہے تب یہ مبالغہ پر محمول ہوگا۔ جیسا کہ زید عدل، یا سحران بمعنی ذو سحران۔ بعض مفسرین کہتے ہیں سحران تظاھرا سے ان کی مراد توریت و قرآن ہے جو اپنے مضامین کی مطابقت کی وجہ سے ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے اور یہی تظاہر یعنی باہم مدد کرنا ہے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ وقالوا انا بکل کافرون یہ بھی کہہ دیا کہ ہم سب کے منکر ہیں نہ توریت کو مانتے ہیں نہ قرآن کو نہ موسےٰ و ہارونؑ کو نہ محمدؐ کو۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے یہ تو تم بھی مانتے ہو کہ اللہ اپنے بندوں پر لطف و کرم کرتا ہے ان کی سخت ضرورتوں کو دفع کرتا ہے ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی بچے کے لیے دودھ تیار کر دیتا ہے وقت پر مینہ برساتا ہے طیور کو پر اور درندوں کو دانت اور چنگل عطا کرتا ہے۔ پھر انسان کی اس سے بڑھ کر اور کیا ضرورت ہے کہ اختلاف عقول و عادات کے وقت دار آخرت اور راہ راست بتانے کے لیے اس کے پاس کوئی اس کا بھی دستور العمل آنا چاہیے کہ جس پر چلے قل فاتوا بکتٰب من عند اللہ ھو اھدٰی منھما اتبعہ ان کنتم صٰدقین اب تم کوئی کتاب الٰہی توریت اور قرآن سے بہتر بتلاؤ کہ میں بھی اس پر چلوں اگر تم سچے ہو فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھواءھم پس

اگر وہ کوئی ایسی کتاب نہ لا سکیں تو ظاہر ہو جائے گا کہ وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیرو ہیں جھوٹی حجتیں کرتے ہیں ومن اضل الخ اور جو ایسا کرتا ہے اس سے زیادہ کون گمراہ ہے ؟ یہ ہٹ دھرم بے انصاف ہیں اور ہٹ دھرم بے انصافوں کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ غرض یہ کہ رسول نہ آتا تو یوں عذر کرتے اور وہ بھی جب کہ ان پر عذاب آتا نہ کہ اپنے کفر پر آخرت میں آپ نادم ہوتے (اہل بے تمہارا کفر) اور جو رسول آیا تو یوں کہنے لگے۔ پھر ایسوں کو ہدایت کہاں ؟ ازلی بدنصیب ہیں۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ
اور البتہ ہم ان کے پاس ہدایت بھیجتے رہے تاکہ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
وہ سمجھیں (وہ جو منصف ہیں) جن لوگوں کو ہم نے اس
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ
(قرآن) سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر
يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ
ایمان لاتے ہیں اور جب ان کو (یہ کلام الٰہی) سنایا جاتا ہے تو
قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا
ہم اس پر ایمان لائے یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو
كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾ اُولٰٓئِكَ
اس کو پہلے ہی سے مانتے ہیں یہی وہ لوگ کہ
يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا
جن کو دوگنا بدلہ ملے گا ان کے صبر کی وجہ سے
وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ
اور یہ نیکی کے ساتھ بدی کو دفع کرتے ہیں اور
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِذَا
ہمارے دیے میں سے کچھ دیتے ہیں اور جب
سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا
بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں
لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ
ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال (دور ہی سے) تم کو
عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾
سلام ہے ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔
اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ
(اے رسول) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے
لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ
لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے
وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾
اور وہی راہ پر آنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

ترکیب

لهم وصلنا سے متعلق لے بیّنا القول القرآن مفعول وصلنا کا من قبلہ اے من قبل القرآن پس یہ اٰتینا سے متعلق ہے۔

تفسیر

اہل مکہ کا ایک یہ بھی شبہ تھا کہ حضرت موسیٰ کی طرح ایک ہی بار تمام کتاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیوں نہ دی گئی ؟ تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوتا ہے ؟ اور نیز کیا موسیٰ کی کتاب کافی نہ تھی ؟ پھر نئی کتاب کیوں نازل کی گئی ؟ (آج کل کے بعض ناواقف پادریوں نے بھی یہی شبہ کیا ہے) اس کا جواب دیتا ہے ولقد وصّلنا لهم القول لعلهم

لے قرآن ۱۲ منہ

یعنی یکے بعد دیگرے ہم جو پے درپے قول یعنی ہدایت کی بات قرآن مجید اور اس کی آیات یکے بعد دیگرے اس لیے بھیجتے رہے کہ وہ سمجھیں۔ ہر روز ایک نئے فائدے اور نئی حکمت سے فیض اٹھانا اور تدریجاً یاد کرنا اور ہر ایک وقت اور زمانہ کی ضرورت کے موافق حکمت نوامیسیہ اور اسرار شریعت سے واقف ہونا زیادہ تر مؤثر ہے جیسا کہ مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہے۔

الذین اٰتینٰھم الکتٰب من قبلہ ھم بہ یؤمنون تمہارے اس شبہ کی کچھ بنیاد نہیں وہ لوگ کہ جن کو اس سے پہلے کتابیں دی گئی ہیں توریت زبور و دیگر صحف انبیاء وانا جیل وہ قرآن مجید کے مضامین عالیہ پر نظر کر کے اس پر ایمان لاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مصلحتوں کے لحاظ سے ہر وقت میں یکے بعد دیگرے خدا تعالیٰ انبیاء پر الہام کرتا آیا ہے۔ توریت کے بعد زبور اور پھر اور بہت سے نبیوں کی کتابیں اور ان کے بعد انجیل مقدس نازل ہوئی ایک کتاب کافی نہ سمجھی گئی۔ اور یہ بھی نہیں ہوا کہ ان کتابوں کو ایک ہی بار نازل کر دیا ہو۔ اور نہ وہ صرف ایمان ہی لاتے ہیں بلکہ اذا یتلیٰ علیہم الخ وہ اس کے برحق ہونے کی بھی گواہی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو اس پر پہلے ہی سے ایمان لائے ہوئے ہیں کیونکہ پہلی کتابوں میں انہوں نے اس کی بابت پیشین گوئیاں دیکھی تھیں۔ پس اعتبار ان اہل علم کی شہادت کا ہے جو کلام الٰہی کے پہچاننے کا ملکہ رکھتے ہیں نہ کہ تم جاہلوں کا، کہ تم کلام الٰہی کے اسلوب ہی سے واقف نہیں پھر تمہارے شبہ کی کیا وقعت ہے؟ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی نسبت ہو کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے شریعت سابقہ پر عمل کرتے تھے پھر جب آں حضرت مبعوث ہوئے تو آپ پر بھی ایمان لائے من جملہ ان کے سلمان اور عبداللہ بن سلام ہیں۔ مقاتل کہتے ہیں چالیس عیسائیوں کی طرف اشارہ ہے، کہ جن میں سے بتیس[۳۲] آدمی تو وہ ہیں کہ جو جعفرؓ کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر حبشہ سے آئے تھے اور آٹھ شام سے آئے تھے۔ اور رفاعہ بن قرظہ کہتے ہیں کہ دس آدمیوں کے بارے میں ہے کہ جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔ مگر ان کی خصوصیت نہیں جس کسی میں یہ صفات پائی جاویں (نیشاپوری)۔

خدا تعالیٰ ان لوگوں کے حق میں خوشخبری دیتا ہے اور ان کے چند اوصاف بھی ذکر فرماتا ہے۔ خوش خبری یہ ہے اولٰئک یؤتون اجرھم مرتین کہ ان کو دوگنا ثواب ملے گا اور دو چند بدلہ دیا جائے گا۔ پہلی شریعت پر عمل کرنے کا بھی اور اس شریعت پر عمل کرنے کا بھی۔ یا ان کے ایمان لانے کا اور پھر شہادت دینے کا کیونکہ ان کو بڑی بڑی سختیاں پیش آئی ہیں جب پر انہوں نے صبر کیا۔ بما صبروا یہ اول وصف تھا۔ ویدرءون بالحسنۃ السیئۃ یہ دوسرا وصف ہے کہ جو کوئی ان سے برائی کرتا ہے وہ اس کے جواب میں اس سے بھلائی سے پیش آتے ہیں۔ گالی کے بدلے دعا دیتے ہیں۔ ومما رزقنٰھم ینفقون کہ اللہ کے دیے میں سے دیتے ہیں خیرات و صدقات بھی کرتے ہیں صرف زبانی جمع خرچ نہیں، یہ تیسرا وصف تھا۔ واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ اور جب جاہلوں کج بحثوں کی بے ہودہ باتیں اور رکیک بحثیں اور بدزبانیاں سنتے ہیں تو کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں اچھا بھئی تمہارے اعمال تمہارے

ف اہل کتاب کے علماء کی طرف اشارہ ہے وہ اپنی کتابوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دیکھ کر حضرت کے ظاہر ہونے سے پہلے اسلام کی طرف مائل تھے ۱۲ منہ

لیے اور ہمارے اعمال ہمارے لیے۔ ہم تم سے لڑنا جھگڑا کرنا نہیں چاہتے۔ یہ چوتھا وصف ہے۔ فرماتا ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ دور کے ان اجنبیوں کو کیوں ہدایت ہو گئی اور ان لوگوں کو کیوں نہ ہوئی کہ جن کی ہدایت کی تجھے بڑی کوشش ہے کس لیے کہ انک لا تھدی من احببت لہ ہدایت تیرے قبضہ میں نہیں اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔

زجاج کہتے ہیں تمام اہل اسلام متفق ہیں کہ یہ آیت ابی طالب کے بارے میں ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کچھ چاہا کہ ایمان لاویں پر وہ ایمان نہ لائے۔ اس آیت اور اُس آیت میں کچھ منافات نہیں وانک لتھدی الی صراط مستقیم کیوں کہ نفی جو ہے تو ایصال الی المقصود کی ہے اور اثبات جو ہے تو ارائۃ الطریق کا یعنی آپ رستہ بتاتے ہیں مگر اس پر چلنا اور مقصد تک پہنچنا اللہ کے بس میں ہے۔

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ
اور (کفار مکہ) کہتے ہیں اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت پر چلیں تو اپنے ملک
مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ
سے اُچک لیے جائیں کیا ہم نے ان کو حرم میں امن سے
حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ
جگہ نہیں دے رکھی ہے کہ جس کی طرف ہر قسم کے میوے کھنچے چلے
شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
آتے ہیں جو ہماری طرف سے روزی ہے لیکن ان میں سے اکثر
لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٥٧ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ
نہیں جانتے اور ہم نے بہت سی ایسی بستیاں ہلاک
قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ
کر ڈالیں کہ جو معیشت میں حد سے بڑھ کر اترا گئی تھیں سو (دیکھو) یہ ان کے
مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ
یہ گھر (اجڑے) پڑے ہیں کہ جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد
اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝٥٨
ہوئے ہیں اور آخر کار ہم ہی (ان کے) وارث بنے۔
وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى
اور آپ کا رب ایسا بھی نہ تھا کہ بستیوں کو بغیر اس کے کہ ان کی
حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا
بڑی بستی میں سے بھیجے جو ان کو ہماری آیتیں سنائے (رسول کو)
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي
غارت کر دے اور ہم بستیوں کو بغیر اس کے
الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝٥٩ وَ
کہ وہاں کے لوگ نافرمان ہوں ہلاک نہیں کیا کرتے اور
مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ
تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے سو وہ دنیا ہی کی زندگی کا

لہ بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب ابی طالب کا وقت وفات قریب پہنچا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا اے چچا! کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ لے میں اس سے تیرے لیے اللہ کے ہاں سند پکڑوں گا۔ ان دونوں نے کہا اے ابوطالب! کیا تو ملت عبدالمطلب سے پھرتا ہے؟ حضرتؐ بار بار وہی بات فرماتے تھے اور وہ بھی اپنی وہی کہتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ابی طالب نے یہی کہہ دیا کہ میں تو عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں اور کلمہ طیب نہ کہا۔ حضرتؐ کو رنج ہوا جس پر یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ

الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

واسباب اور اس کی آرائش ہے اور جو کچھ (نعمتیں) اللہ کے پاس ہیں وہ تو

خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ٦٠

وہ ان سے بہتر اور باقی رہنے والی ہیں پھر کیا تمہیں (اتنی بھی) عقل نہیں ۔ ف

ترکیب

معک متعلق نتبع سے متعلق۔ نتخطف جواب شرط۔ خطف ربودن اچکنا۔ نمکن بمعنی نجعل اس لیے حرما کی طرف بنفسہٖ متعدی ہوا۔ اٰمنا بمعنی مومن او ذا امن صفت ہے حرما کی۔ یجبیٰ جملہ صفت ثانیہ۔ رزقا یجبیٰ کے معنی سے مفعول مطلق وقیل حال وکم فی موضع نصب باھلکنا۔ معیشتہا کا نصب بطرت ہے جس کا فاعل ضمیر قریۃ لان المعنی کفرت نعمتہا او جاوزت الحد۔ لم تسکن حال والعامل فیہ الاشارۃ الا قلیلا اے زمانا قلیلا۔ فمتاع الحیٰوۃ اے فالموتی متاع۔

تفسیر

مشرکین مکہ کا ایک اور شبہ تھا جس کو بعد وضوح دلائل کے پیش کیا کرتے تھے اس کو خدا تعالیٰ یہاں نقل فرماتا ہے وقالوا ان نتبع الھدٰی معک کہ اگر ہم تیرے ساتھ ہدایت پر آجائیں تو لوگ ہم کو اس جگہ سے مار کر نکال دیں۔

ع ۱۵

روایت ہے کہ حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم جانتے ہیں جو کچھ آپ کہتے ہیں حق ہے لیکن کیا کریں ہم کو خوف ہے کہ ہم کو عرب جلدی نکال دیں گے ہمارے لیے جنگ پر یک بیک سب آمادہ ہو جائیں گے اور مکہ سے نکال دیں گے۔ اور اکثر اہل دنیا حق معلوم ہو جانے پر بھی ایسے ایسے اغراض دنیاویہ پر نظر کر کے دین حق قبول نہیں کیا کرتے۔ اس کا جواب دیتا ہے اولم نمکن لھم حرما اٰمنا کہ کیا ہم نے ان کو حرم مکہ میں امن سے نہیں بسایا ہے؟ عرب کی باہم مار دھاڑ ہوتی تھی مگر حرم کے رہنے والوں کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا۔ دوسرا باوجودیکہ خشک پہاڑوں میں واقع ہے مگر یجبیٰ الیہ ثمرات کل شیء۔ ہر قسم کے پھل اور میوے وہاں باہر سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ پھر جب کہ وہ مکہ میں بت پرستی کر رہے ہیں اس پر بھی ہم نے اس جگہ کی بزرگی سے ان کو وہاں امن اور رزق دے رکھا ہے تو خدا پرستی میں یہ بات ان سے ہم کیوں دور کریں گے؟ اور جو خدا پرستی میں کوئی مصیبت آوے اس کو برداشت کر کے دار آخرت کی نعمتیں حاصل کرنا ابدی جہنم میں جانے سے بہتر ہے۔ مگر عرب کے جاہلوں کو اول ان کے مسلمات ہی سے ساکت کیا۔ یہ جواب بعد میں دیا بقولہ وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتہا کہ تم ناز و نعمت کے بھروسہ پر بھی نہ رہنا کیوں کہ ہم نے بہت سے ایسے شہر ان کے کفر اور بدکاری کی وجہ سے ہلاک کر دیے ہیں کہ جن کے سامان عیش

ف حیف ہے ان لوگوں کی عقل پر جو دنیائے فانی کے لالچ میں آکر دین چھوڑ دیتے ہیں یا کسی گناہ اور بدکاری کو اختیار کر لیتے ہیں۔ ہائے! کے دن اور کے سال اس کو کھائیں پئیں گے؟ نہیں دیکھتے کہ ان کے روبرو کیسے کیسے ناز و نعم والے بادشاہ اور والیان ملک خاک میں مل گئے۔ نہ آج ان کے وہ رنگ محل ہیں نہ ہاتھی گھوڑے نہ وہ زر و نقد نہ وہ عیش کے سامان نہ وہ حکومت و شوکت نہ وہ شراب اور اس کے طلائی گلاس نہ وہ مہ رویان تبہ کار، فقط ایک خاک کا ڈھیر ہے اور اس کے ارد گرد حسرتوں کا انبار اور جہنم کی نار ہے، عبرت عبرت۔ ۱۲ منہ

حد سے زیادہ تھے اور وہ اس کی شکر گزاری نہ کرتے تھے
پھر ہلاک بھی ایسا کیا فتلک مسٰکنھم لم تسکن من
بعدھم الا قلیلا وکنا نحن الوارثین کہ ان کے مکانات
خالی پڑے رہ گئے پھر ان کے بعد ان میں کوئی آکر نہ بسا،
مگر کم مسافر یا کوئی وارد وصادر عارضی طور پر۔ بابل اور
نینویٰ کے خرابات کسریٰ کی عمارات صور وصیدا کے کھنڈر
یمن میں عاد کے بلند محل عبرت کی نشانیاں ہیں وہ سب
مر گئے آخر ہم ہی مالک رہے کیوں کہ فناء خلق کے بعد ہم ہی
باقی رہتے ہیں۔

شبہ ہوتا تھا کہ اگر خدا کو یوں ہی شہروں کو غارت
کر دینا تھا تو نبی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ دوم بہت
سے ایسے شہر ہیں اور تھے کہ جو ہر طرح کی بدکاری میں مبتلا
تھے باوجودیکہ غارت نہ ہوئے اس کا جواب دیتا ہے
وماکان مھلک القریٰ حتّٰی یبعث فی امھا رسولا
یتلوا علیھم اٰیٰتنا کہ ہماری شان یہ نہیں کہ کسی شہر
یا گاؤں کو یوں ہی ہلاک و برباد کر دیں بغیر اس کے کہ ان
کے پاس ہمارا رسول آکر ان کو ہماری آیتیں سنائے یعنی
حجت تمام کیے بغیر ہلاک نہیں کرتے۔ رسول بھیج کر اپنے
احکام سے مطلع کر دیتے ہیں اس پر بھی جب وہ نہیں مانتے
تب غارت ہوتے ہیں تاکہ بے خبری کا عذر باقی نہ رہے
اس لیے رسول بھیجے اور جہاں جب تک رسول نہیں آئے
وہ لوگ غارت نہیں کیے گئے اور ہم ناحق کسی کو برباد
نہیں کرتے وما کنا مھلکی القریٰ الا واھلھا ظٰلمون
ہم جب ہی کسی بستی کو غارت کرتے ہیں کہ جب وہاں کے
لوگ ظلم پر کمر باندھتے ہیں۔ اس لیے حجت تمام کرنے کے
لیے اے اہل مکہ تم میں رسول بھیجا۔ یہاں سے ثابت ہوا
کہ نیک شہر برباد نہیں ہوتے اور وہ بربادی جب ہوتی
ہے کہ جب رسول یا اس کا نائب احکام پہنچا دیتا ہے پھر
وہ نہیں مانتے۔

پھر تیسرا جواب اور دیتا ہے وما اوتیتم من شیء
فمتاع الحیٰوۃ الدنیا کہ گو کہ جس دنیا اور اس کے لذائذ
کے لیے تم دین قبول نہیں کرتے وہ بے حقیقت اور فانی ہو
ہاں وہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر اور باقی ہے۔ سرور جاودانی
اسی عالم میں نصیب ہے۔ پھر جو کوئی بے بنیاد چیز کے لیے
دائمی نعمت کو چھوڑے اس سے زیادہ کون بے عقل ہے؟
اس لیے اخیر میں فرمایا افلا تعقلون کہ تم کیوں عقل نہیں
پکڑتے۔ بس عاقل وہی ہیں کہ دنیا کی بے ثبات لذتوں
سے منہ پھیر کر دار آخرت اور یاد الٰہی کی طرف متوجہ
ہیں۔ متاع برتنے کی ضروری چیزیں کھانا کپڑا مکان بیوی
اور زینت آرائش اور تکلفات۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ
پھر کیا وہ شخص کہ جس کو ہم نے (جنت کا) وعدہ دیا ہو سو وہ اس کو
لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ
پانے والا بھی ہو اس کے برابر ہو سکتا ہے کہ جس کو ہم نے دنیا کی چند روزہ
الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ
زندگی کے اسباب بہرہ مند کیا پھر وہ قیامت کے دن پکڑا ہوا
الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ
اور جس روز ان کو پکار کر آوے
فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ
کہے گا کہاں ہیں ہمارے وہ شریک کہ جن کا
كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ
تمہیں گھمنڈ تھا وہ لوگ کہ جن پر الزام
حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ
قائم ہو چکے گا کہیں گے اے ہمارے رب یہی ہیں وہ کہ
الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا
جن کو ہم نے بہکایا تھا (اور) ان کو ہم نے گمراہ کیا تھا جیسا کہ

غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوا إِيَّانَا

ہم خود گمراہ ہوئے تھے ان کی ذمہ داری سے آپ کے حضور میں دست برداری کرتے ہیں یہ ہم کو نہیں

يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ

پوجا کرتے تھے اور مشرکوں سے کہا جائے گا

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَ

تم اپنے معبودوں کو پکارو (اگر تمہاری مدد کریں) سو وہ ان کو پکاریں گے پھر وہ ان کو

رَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا

جواب بھی نہ دیں گے اور عذاب دیکھیں گے آرزو کریں گے اے کاش یہ لوگ

يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ

ہدایت پر ہوتے اور جب ان کو پکار کر پوچھے گا کہ

مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ

تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا پھر اُس روز

عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا

ان کو کوئی بات بھی نہ سوجھے گی پھر وہ باہم بھی

يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ

پوچھ کچھ نہ کرسکیں گے پھر جس شخص (دنیا میں) توبہ کی ہوگی اور ایمان بھی لایا ہو

وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ

اور نیک عمل بھی کیا ہوگا پس امید ہے کہ وہ شخص

الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا

فلاح کو پہنچے اور (اے رسول) آپ کا رب جیسا چاہتا پیدا

يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ

کرتا ہے اور جس کو چاہتا منتخب کرلیتا ہے ان کو (اس میں) کچھ اختیار نہیں

سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾

اللہ پاک اور برتر ہے ان کے شریک کرنے سے

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ

اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں مخفی ہے

وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾

اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔

ترکیب

هٰؤلاء مبتدأ موصوف الذين صلہ موصول صفت اغويناهم خبر كما غوينا صفت ويمكن هٰؤلاء مبتدأ الذين الاخبر اغويناهم جملہ مستانفہ لو انهم کلمہ تحسر۔ اگر شرط ہو تو بارادہ جواب محذوف۔

تفسیر

پھر دنیا کی نعمت اور آخرت کی مصیبت والے کا اس سے مقابلہ کرکے دکھاتا ہے کہ جس کے لیے حیاتِ جاودانی اور سرورِ ابدی تیار رکھا ہے اس کے جانے ہی کی دیر ہے بقولہ افمن وعدنٰہ وعدا حسنا فھو لاقیہ الخ کہ کیا یہ دونوں شخص برابر ہوگئے ؟ ہرگز نہیں۔ بھلا کہاں وہ کہ اس کے لیے اس عالم میں بے شمار نعمتیں تیار کر رکھی ہوں اور وہ اس کو ملنے والی ہیں اُس کے برابر ہے کہ جس کو دنیا کی زندگانی کا اسباب عطا ہوا لیکن قیامت کے روز اس کے لیے عذاب تیار ہے ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی جہل کے بارے میں ہے اور دوسرے طریق سے منقول ہے کہ اس میں حمزہؓ اور ابوجہل کی طرف اشارہ ہے افمن وعدنٰہ سے حمزہ کمن متعنٰہ سے ابوجہل۔ چوں کہ تمثیل کے طور پر آخرت کا ذکر آیا تھا اس لیے مسئلہ نبوت کو تمام کرکے مسئلۂ آخرت ذکر فرمایا کہ وہاں مشرکوں سے یوں سوال ہوگا۔ من المفلحین تک ویوم ینادیھم اب یہاں سے وہ قیامت کی بازپرس شروع کرتا ہے کہ ان سے کہا جائے گا بتاؤ کہاں ہیں وہ کہ جن کو تم نے میرا شریک سمجھ رکھا تھا ؟ اس کا جواب ان سے کچھ نہ بن آئے گا۔ مگر وہ لوگ کہ جن کے گمراہ کرنے سے یہ بہکے تھے اور اُس

عدالت میں ان پر جرم ثابت ہو کر سزا جہنم کا حکم ہو چکے گا اپنی برأت کے لیے یوں کہیں گے یہ لوگ ان کو ہم نے گمراہ کیا ہم نے ان پر کوئی جبر نہیں کیا تھا جس طرح باتوں باتوں میں پہلوں نے ہم کو بہکایا تھا اسی طرح ویسی ہی باتیں ان سے ہم نے بھی کہیں یہ آپ بہک گئے ہم ان سے بری ہیں یہ لوگ ہرگز ہم کو نہیں پوجتے تھے قال الذین حق علیہم القول سے لے کر ما کانوا ایانا یعبدون تک کے یہی معنی ہیں۔ غرض یہ کہ جن کی تقلید کر کے آج یہ ان کو پوجتے ہیں، کل میدان قیامت میں ان کا ساتھ دینا تو درکنار ان کو بیزاری ظاہر کریں گے۔

وقیل ادعوا شرکاءکم الخ یہاں سے ایک دوسرے عتاب کا بیان ہے کہ ان سے کہا جاوے گا اپنے معبودوں کو بلاؤ کہ وہ تمہاری فریاد رسی کریں پھر وہ ان کے معبود انہیں کچھ جواب نہ دیں گے لقولہ تعالیٰ وقیل ادعوا شرکاءکم فدعوھم فلم یستجیبوا لھم یہ اس لیے کہ ان کو اپنے معبودوں کی بے قدرتی اور بیزاری ثابت ہو کہ جن کو یہ آج پوج رہے ہیں یعنی بُرے وقت وہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ وہ مصیبت دیکھیں گے ورأوا العذاب پھر حسرت کریں گے لو انھم کانوا یھتدون کہ کاش ہدایت پر ہوتے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں لو شرطیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ ضحاک و مقاتل کہتے ہیں۔ یعنی المتبوع والتابع یرون العذاب ولو انھم یہتدون فی الدنیا لما ابصروہ فی الآخرۃ یہ تو ان پر توحید اختیار نہ کرنے سے الزام قائم ہوگا کہ جس کو رسولوں بغیر عقل سلیم بھی منواتی تھی۔ باقی دیگر احکام حلال و حرام جو رسولوں کے ذریعہ سے پہنچتے ہیں ان پر عمل نہ کرنے پر خاص رسولوں کی بابت سوال ہوگا کہ تم نے ان کو کیا جواب دیا تھا ویوم ینادیھم الخ یعنی ہمارے ایلچیوں کو کیوں نہیں مانا فعمیت علیھم الانباء تو ان کو کچھ بھی جواب نہ آئے گا فھم لا یتساءلون کہ آپس میں پوچھ بھی نہ سکیں گے کہ پوچھ کر بتادیں سخت ہیبت اور دہشت ہوگی۔ فاما من تاب الخ یہاں سے حشر کا فیصلہ بیان فرماتا ہے کہ جس نے کفر و شرک اور بدکاری سے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے ان کو فلاح اور نجات ہوگی۔ کلمہ عسیٰ امید دلانے کے لیے ہے حشر کا حال بیان کر کے مناسب ہوا کہ کفار کے اس شبہ کا بھی جواب دے دیا کہ جو ان کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں تھا اس لیے کہ ابھی حشر میں انبیاء کے ماننے کی بابت سوال ہونے کا ذکر تھا جس کا یہ مطلب کہ آج تم نبوت میں یہ شبہ کرتے ہو کل میدان حشر میں تمہارا نبوت کے نہ ماننے پر یہ حال ہوگا۔ شبہ یہ تھا کہ یہ قرآن کسی بڑے سردار پر کیوں نہ اترا ایسے غریب آدمی کو کیوں نبی کیا لولا نزل ھذا القرآن علیٰ رجل من القریتین عظیم اس کا جواب دیتا ہے وربک یخلق ما یشاء ویختار کہ اللہ کو اختیار ہے کہ جو چاہے پیدا کرے جس کو چاہے برگزیدہ کرے ان کا کچھ اختیار نہیں اور نہ ان کے معبودوں کا کہ جن کو وہ خدائی میں شریک کرتے ہیں اللہ ان کے شریک کرنے سے پاک ہے وہ سب کچھ جانتا ہے ظاہر کی باتیں بھی دل کے خیالات بھی۔ جب وہ علام الغیوب ہے تو اس مصلحت کو بھی وہی جانتا ہے کہ فلاں کو کیوں نبی کیا؟[1]

[1] اور ممکن ہے کہ یہ جملہ وربک یخلق الخ ایک جدا دلیل ہو رد شرک کے لیے کہ تیرا رب قادر و عالم و متصرف ہے برخلاف ان کے معبودوں کے کہ وہ نہ اختیار رکھتے ہیں نہ قدرت نہ علم حشر میں خود عاجز ہوں گے اور کیا بھلا کر سکیں گے۔ اور وربک یہ تو یعنی بھی ہے کہ تیرا رب ایسا ہے برخلاف ان کے معبودوں کے اور اس وہم کے دفع کی طرف بھی اشارہ ہے کہ خدا نے کسی کو نبی کسی کو کافر کسی کو جنتی کسی کو دوزخی کیوں بنایا۔ حشر کے ذکر پر یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا اس کا جواب دیا کہ وہ قادر و خالق و علیم ہے ۱۲ منہ

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ

اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اسی کی تعریف ہے

فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ

دنیا اور آخرت میں اور اسی کے لیے فرمان روائی ہے

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑦ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

اور اسی کے پاس تم کو پھر کر جانا ہوگا کہو بھلا دیکھو تو

اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ

اگر اللہ تم پر رات کو قیامت

سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ

تک دراز کردے تو کوئی اللہ کے

غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاۗءٍ ۭ اَفَلَا

سوا اور معبود ہے جو تم کو روشنی میں لائے پھر کیا

تَسْمَعُوْنَ ⑦ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

تم سنتے بھی نہیں کہو دیکھو تو (سہی) اگر

جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا

تم پر اللہ قیامت تک دن کو

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

دراز کردے تو کون معبود ہے اللہ کے سوا

يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ

جو تم کو رات میں لا دے جس میں تم آرام پاؤ

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ⑦ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ

پھر کیا تم (اس قدرت کو) دیکھتے بھی نہیں اور اپنی رحمت ہی سے

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا

اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس میں

فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

آرام پاؤ اور اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ

تَشْكُرُوْنَ ⑦ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ

تم شکر کرو اور جس دن ان سے پکار کر پوچھے گا

اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ

کہ جن کو تم میرا شریک جانتے تھے وہ

تَزْعُمُوْنَ ⑦ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ

کہاں ہیں ؟ اور ہر گروہ میں سے ہم گواہی دینے

اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

والا الگ کر لیں گے پھر ہم کہیں گے تم اپنی دلیل لاؤ

فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ

تب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ حق اللہ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ وہ ڈھکوسلے بنایا

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑦

کرتے تھے گھڑے سے ہو جائیں گے۔

ع ۱۵ ۱۰

ترکیب

سرمداً یجوز ان یکون حالاً من الیل وان یکون مفعولاً ثانیاً لجعل و الیٰ یتعلق بسرمداً۔ من الٰہ الخ جواب ہے ان جعل اللہ کا۔

تفسیر

وربک یخلق مایشاء سے مبدأ میں گفتگو شروع ہو گئی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں اس لیے وھو اللہ لا الٰہ الا ھو سے اس کی تکمیل کی جاتی ہے گویا یہ بیانِ سابق کا تتمہ ہے اور قرآن مجید کی عادت ہے کہ کبھی مبدأ میں گفتگو کرتا ہے کبھی معاد میں کبھی نبوات و شرائع میں اور یہی باتیں مقصود بالذات بھی تھیں۔ فرمایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں دنیا و آخرت میں اپنی نعمتوں کے سبب وہی ستائش کا مستحق ہے اور فرمان روائی اسی کے لیے ہے

اور اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ اور کون ہے کہ جس میں یہ اوصاف ہیں؟ مشرکین گرچہ دوسرے خدا کے قائل نہ تھے مگر جن کو اور چیزوں کو بھی خدائی میں شریک جانتے تھے اور نافع وضار سمجھ کر ان کو پکارتے تھے اور نذر و نیاز کرتے تھے اس لیے ان سے یہ کلام کیا گیا کہ خدا کی جو باتیں ہیں وہ تو اللہ ہی میں ہیں ذکی کے لیے تو اسی قدر بس تھا۔ مگر وہ پشت در پشت ایسے ناپاک اور ظلمانی خیالات کے زنگ میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اتنی بات سے کب سمجھتے ہیں اس لیے ان کے معبودوں سے قدرت و اختیار نفع وضرر پہنچانے کی نفی کی گئی۔ اور سب سے پہلے ایک ایسی بات میں عاجزی ثابت کی کہ جس کی طرف انسان کو اشد ضرورت ہے اور بغیر اس کے کسی طرح چارہ نہیں۔ وہ کیا، رات دن کا اپنے اندازۂ خاص پر ہونا اور ان سے آرام اٹھانا، پس فرماتا ہے قل ارءیتم ان جعل اللہ علیکم الیل سرمدا الی یوم القیٰمۃ الخ کہ ان سے پوچھو اگر خدا تم پر رات کو اس قدر دراز کر دے کہ قیامت تک صبح نہ ہو تو پھر تمہارے معبودوں میں سے کوئی ایسا ہے کہ صبح کر دے؟ اسی طرح اگر دن کو اس قدر بڑا کر دے کہ قیامت تک شام نہ ہو تو پھر تمہارے معبودوں میں سے وہ کون سا ہے جو تمہارے آرام کے لیے رات پیدا کرے؟ رات میں آرام پانا سکونِ طبع ہونا ایک طبعی بات ہے۔ رات کی درازی میں تو افلا تسمعون فرمایا تھا کیونکہ رات میں اندھیرا ہوتا ہے دکھائی کم دیتا ہے کانوں سے کام لیا جاتا ہوا اندھیرے میں آدمی سن سکتا ہے دیکھ نہیں سکتا اور دن میں دیکھنا ہو سکتا ہے اور روشنی میں آنکھ زیادہ کام دیتی ہے اس لیے یہاں افلا تبصرون فرمایا۔

ومن رحمتہ جعل لکم الیل والنھار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون۔ فرماتا ہے اسی کی عنایت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنایا لتسکنوا تاکہ آرام پاؤ، سکون ملے یہ رات کا فائدہ ہے۔ ولتبتغوا من فضلہ کہ اس کے فضل یعنی روزی کی تلاش کرو تجارت و زراعت وغیرہ اسباب معاش میں مصروف ہو یہ دن کا فائدہ ہے کیونکہ دن میں انسان کاروبار کرتا ہے، ولعلکم تشکرون دونوں سے متعلق ہے۔ یہ چیزیں اس لیے بنائیں کہ تم شکر کرو۔ اب روزمرہ کی نعمت کی بے قدری اور ناشکری کو دیکھیے۔

اس برہان کے بعد حشر کے دن کا عجز بیان کرتا ہے ویوم ینادیھم الخ کہ ان سے پکار کر کہا جاوے گا تاکہ ہر کوئی سنے اور ان کی رسوائی سب پر ظاہر ہو کہ وہ تمہارے معبود کہاں ہیں؟ اور اس عدالت میں ہم ہر ایک امت میں سے گواہی دینے والا نبی یا اس کا نائب بلائیں گے جو گواہی دے گا کہ میں نے ان کو حکم پہنچا دیا تھا۔ پھر خدا تعالیٰ ان مجرموں سے کہے گا کہ اب کوئی دلیل یا سند پیش کرو کیا خاک پیش کریں گے۔ پس ان پر ظاہر ہو جاوے گا کہ اللہ کا فرمانا برحق ہے اور ہمارے جھوٹے ڈھکوسلے تھے کہ فلاں دیوی قیامت میں یا یہ کرے گی دیوتاؤں کا کام آوے گا۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى

بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا

فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ

پھر وہ ان سے اکڑنے لگا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے تھے

مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ

کہ اس کی کنجیاں چند زور آور مرد بمشکل

اُولِي الْقُوَّةِ ۤ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ

اٹھاتے تھے (قارون کے اکڑنے پر) جب اس کو اس کی قوم نے کہا

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿٧٦﴾
کہ اترا مت کیونکہ اللہ کو اترانے والے نہیں بھاتے ۔
وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ
اور جو کچھ تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر
وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ
اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول اور
اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا
بھلائی کر جس طرح اللہ نے تجھ سے بھلائی کی اور
تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ
ملک میں خرابی ڈالنا نہ پھر کس لیے کہ اللہ کو
لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٧٧﴾ قَالَ اِنَّمَآ
مفسد لوگ پسند نہیں آتے اس نے کہا مجھے تو
اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ اَوَلَمْ
یہ ایک ہنر سے ملا ہے جو مجھے حاصل ہے کیا اس نے
يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ
معلوم نہیں کیا کہ اللہ نے اس سے پہلے ایسے قرن
قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ
ہلاک کر دیے ہیں جو قوت اور مال
مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا
میں اس سے بھی زیادہ تھے اور
يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٧٨﴾
گنہگاروں کے گناہوں سے پرسش نہیں کی جاتی ہے
فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ
پھر (ایک دن) اپنی قوم کے سامنے اپنی تیاری سے نکلا
قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ
تو دنیا کی زندگی کے طالب

الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ
کہنے لگے کہ کاش ہم کو بھی ویسا ہی ہوتا جیسا کہ قارون کو
قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٧٩﴾ وَ
دیا گیا ہے وہ تو بڑا نصیبے والا ہے ۔ اور
قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ
علم والوں نے کہا کم بختو! اللہ کا ثواب
خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَ
بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور نیک کام کیا اور
لَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا
یہ نہیں ملتا مگر صبر کرنے والوں کو پھر ہم نے
بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ
قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اس کی ایسی کوئی بھی
مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
جماعت نہ تھی جو اس کو (عذاب) اللہ سے بچا لیتی
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾ وَاَصْبَحَ
اور نہ وہ خود بچ سکا اور وہ
الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ
لوگ جو کل اس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے آج
يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ
صبح کو کہنے لگے کہ ہائے رے اللہ اپنے بندوں میں سے
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ
جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے
وَيَقْدِرُ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا
تنگ کرتا ہے اگر خدا کی ہم پر مہربانی نہ ہوتی تو
لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٢﴾
(ہم کو بھی) زمین میں دھنسا دیا ہوتا ہائے کافروں کو فلاح نہیں ہوتی ۔

ع ٨ ١١

۱ حاشیہ —— بر صفحہ آئندہ ۔

ترکیب

ما ان مفاتحہ۔ ما بمعنی الذی فی موضع نصب باتیناہ و ان واسمہا وخبرہا صلۃ الذی ولذا کسرت ان لتنوء الخ لے تشتغل ما بہا۔ التعدیۃ وقد یقال اناءہ ونوءت بہ وقیل ہو علی القلب اے لتنوء بہ العصبۃ ومن الکنوز تتعلق باتینا واذ قال ظرف لاتینٰہ والاوجہ ان یقال اذکر اذ قال لہ قومہ۔ فیما اتاک ما مصدریۃ او بمعنی الذی وہی فی موضع الحال اے واطلب متقلبا فیما اتاک اشرا اجر الآخرۃ ویجوز ان یکون ظرفا لابتغ۔ علی علم فی موضع الحال وعندی صفۃ لعلم من قبلہ ظرف اہلک من ہو مفعول۔

تفسیر

کلام اس میں آگیا تھا کہ ما اوتیتم من شیء فمتاع الحیٰوۃ الدنیا وزینتہا وما عند اللہ خیر و ابقٰی کہ دنیا کے ناز ونعم بے ثبات ہیں فنا۔ باقیہ دار آخرت کی ہیں پھر اس کے سبب دار آخرت کو چھوڑنا بڑی بدنصیبی اور بے عقلی ہے۔ اس کے بعد اسی کے متعلق کلام رہا۔ اب اس کی توضیح وتمثیل کے لیے ایک بڑے مالدار کا قصہ بیان کرتا ہے کہ جس نے مال کے غرور میں دار آخرت کی محرومی حاصل کی اور نبی سے سرکش ہوگیا جس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ پھر یہ دولت دنیا ہی میں جاتی رہتی ہے اور بلاء آسمانی نازل ہو جاتی ہے یعنی دار آخرت کا عذاب تو جو کچھ ہوگا سو ہوگا مگر جس دولت پر پھولا ہوا ہے وہ بھی دنیا میں سدا اس کے پاس نہیں رہتی۔

قارون کا قصہ ف

اور وہ مال دار ایک شخص بنی اسرائیل میں کا تھا جس کا نام قارون تھا فقال ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغی علیہم الخ۔ فبغی علیہم سو اس نے موسیٰ اور ہارون اور بنی اسرائیل کے فرماں بردار سرداروں سے سرکشی اور مقابلہ کیا اور حالانکہ اس کو خدا نے اس قدر خزانے دیے تھے کہ ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ اس کی کنجیوں کے اٹھانے سے چند زور آور آدمی تھک جاتے تھے۔ والمفاتح جمع مفتح بکسر المیم وہو ما یفتح بہ الباب یعنی مفتح کنجی۔ مفاتح اس کی جمع کنجیاں۔ او جمع مفتح بالفتح وہو الخزانۃ۔ مفتح بالفتح خزانہ اگر مفاتح اس کی جمع ہوگی تو اس کے معنی بہت سے خزانے۔ نیشاپوری اور بعض مفسرین پہلے معنی پر طعن کر کے دوسرے ہی کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قدر مال ہو نہیں سکتا کہ جس کی کنجیوں کے بوجھ سے ایک جماعت تھک جاوے۔ اور اگر ہم ایک شہر چاندی سے بھرا ہوا بھی فرض کر لیں تو اس کے لیے بھی ایک کنجی کافی ہے۔ اسی لیے ابو رزین کہتے ہیں کہ تمام کوفہ کو ایک کنجی کافی ہے۔ اور نیز کنوز دفینہ کو کہتے ہیں اس کے لیے کنجیوں کی کیا ضرورت ہے؟ پس معنی یہ ہوئے کہ اس کے پاس اس قدر خزانے تھے کہ جن کے اٹھانے سے چند قوی آدمی تھک جاتے تھے اور یہ ممکن ہے۔ لیکن جو لوگ مفاتح کو کنجیاں سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں وہ زمانہ اور طور کا تھا آج کل کے عمدہ قفلوں اور باریک اور نازک کنجیوں پر قیاس نہ کرنا چاہیے موٹی موٹی بھاری کنجیاں ہوں گی جیسا کہ اب بھی بنیوں کی دکانوں کی ہوتی ہیں

ت (حاشیہ صفحہ گزشتہ) ویکان۔ ویک عند الکوفیین بمعنی ویلک وجوز جار اللہ ان یکون الکاف کاف الخطاب مضمومۃ الی وی ۱۲ منہ

ف —— گو یہ قصہ توریت میں بھی ہے مگر قرآن مجید نے کن لفظوں میں ادا کیا اور کس خوبی کے ساتھ جو عبرت لاتا اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے ۱۲ منہ

خصوصاً دیہات میں اور پھر اس کنجوس نے ہر ہر چیز کو ایک
صندوق میں منتقل کر رکھا تھا کسی میں کپڑے کسی میں برتن کسی
میں کچھ کسی میں کچھ اسی طرح کئی سو صندوق ہوں تو پھر ایسی
کنجیوں کے اٹھانے کے لیے ضرور کئی آدمیوں کی ضرورت
پڑتی ہوگی۔ اور کئی خچروں پر لدتے ہوں گے۔ پس یہ ممکن
ہے اور اسی کو ابن عباسؓ اور حسنؒ نے اختیار کیا ہے۔ ابو
مسلم کہتے ہیں مفاتح سے مراد علم کے مفاتح ہیں جن کا احاطہ
جماعت ذی قوت پر دشوار ہے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے
وعندہ مفاتح الغیب یہ توجیہ بالکل غلط ہے ابو مسلم کو
شاید کتب اہل کتاب کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔
اذ قال لہ قومہ لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین
کہ اترا نہیں خدا کو اترانا نہیں بھاتا وابتغ فیما اتاک اللہ
الدار الاخرۃ کہ جو کچھ اللہ نے تجھ کو دیا ہے مال عزت
اس سے دار آخرت حاصل کر ولا تنس نصیبک من
الدنیا اور جو کچھ دنیا میں تیرا حصہ ہے کھانے پینے میں
اس کو فراموش نہ کر یعنی دولت دنیا سے نفع اٹھا کیونکہ
وہ بڑا بخیل تھا، یہ اس لیے کہا مطلب یہ کہ اللہ کی راہ میں
دے اور خود بھی کھا پی اور تکبر اور سرکشی نہ کر قال انما
اوتیتہ علیٰ علم عندی کہ میں نے یہ جو کچھ حاصل
کیا ہے تو اپنی دانائی اور ہوشیاری سے حاصل کیا ہے۔
جیسا کہ آج کل نئی روشنی والے جب کامیاب ہو جاتے ہیں
تو اس کو اللہ کا فضل نہیں سمجھتے اپنی ہی لیاقت اور دانائی
کا نتیجہ قرار دیتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر استعداد
اور علم کے لوگ کیسے نامراد پھرتے ہیں۔

اولم یعلم میں اللہ تعالیٰ اس کی ناشکری پر تہدید
ظاہر فرماتا ہے کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ نے اس سے پہلے
کیسے کیسے مال داروں زور آوروں کو غارت کر دیا ہے
اور پھر جب وقت آجاتا ہے تو مجرموں سے کچھ نہیں پوچھا
جاتا یعنی ان کا کوئی عذر نہیں سنا جاتا۔

فخرج علیٰ قومہ فی زینتہ ایک روز بڑی آرائش
سے قوم کے سامنے آیا؛ اور ممکن ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں
کہ اپنی زینت میں قوم سے مقابل و مخالف ہو بولتے ہیں
خرج علیٰ فلان لے بنی علیہ) جس کو دنیا داروں نے دیکھ کر
بڑی حسرت کی۔ آخر وہ مال کے ساتھ زمین میں غرق کر دیا گیا۔
اس پر لوگوں کو متنبہ کیا۔

یہ قصہ توریت کے سفر عدد کے سولھویں باب میں
بالتصریح مذکور ہے جس کے مختصر جملے یہ ہیں :-

"اور قارح (یعنی قارون) بن اظہار بن قہات بن
لاوی نے لوگ لیے" الخ۔ اڑھائی سو شخص جو سرگروہ اور نامی
اور جماعت کے لیڈر مشہور تھے موسیٰ کے مقابلہ میں اٹھے
اور وے موسیٰ اور ہارون کی مخالفت پر جمع ہوئے اور انہیں
کہا الخ۔ تم کیوں آپ کو خداوند کی جماعت سے بڑا جانتے ہو الخ
پھر موسیٰ نے قارح کو کہا اے بنی لاوی سن رکھو الخ۔ اب تم
کہانت (امامت) کو بھی چاہتے ہو سو تو اور سب تیرے
گروہ خداوند کی مخالفت پر اکٹھے ہوئے اور ہارون کون ہے
جو تم اس کی شکایت کرتے ہو"۔ (قارون چاہتا تھا کہ موسے
اور ہارون کے برخلاف لوگوں کو اکسا کر سرداری آپ لے
اور خصوصاً کہانت کے عہدہ کا اس کو بڑا رشک تھا کہ یہ اپنے
بھائی ہارون کو کیوں دیا مجھے کیوں نہ دیا)۔ تب موسیٰ کا غصہ
بھڑکا اور خداوند سے یوں بولا ان کے ہدیہ کی طرف توجہ
مت کر۔ میں نے ان سے ایک گدھا بھی نہیں لیا نہ ان میں
سے کسی کو دکھ دیا۔ پھر موسیٰ نے قارح کو کہا کہ تو اپنے سارے
گروہ سمیت تو اور وے اور ہارون بھی خداوند کے حضور
کل کے دن حاضر ہوں اور ہر ایک شخص اپنا اپنا عود سوز
لیوے اور اس میں بخور ڈالے الخ۔ سو ہر ایک آدمی نے اپنا
اپنا عود سوز لیا اور اس میں آگ بھری اور اس پر بخور ڈالا
اور جماعت کے خیمے کے دروازے پر موسیٰ اور ہارون
سمیت آکھڑے ہوئے اور قارح نے اس سارے گروہ کو

ان کی مخالفت پر جماعت کے خیمے کے دروازے پر جمع کیا (فخرج علی قومہ فی زینتہ کے یہی معنی ہیں) تب خداوند کا جلال اس سارے گروہ کے سامنے ظاہر ہوا اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا تم آپ کو اس گروہ میں سے جدا کرو تاکہ میں انہیں ایک پل میں ہلاک کروں الخ۔ تب موسیٰ نے کہا تم اس سے جانیو کہ خداوند نے مجھے بھیجا ہے الخ۔ اگر یہ آدمی اس موت سے مریں جس موت سو سب مرتے ہیں یا ان پر کوئی حادثہ ایسا ہوئے جو سب پر ہوتا ہے تو میں خداوند کا بھیجا ہوا نہیں۔ پر اگر خداوند کوئی نئی بات پیدا کرے اور زمین اپنا منہ پھیلاوے اور ان کو اس سب سمیت جو ان کا ہے نگل جاوے اور جیتے جی گور میں جاویں تو تم جانیو کہ ان لوگوں نے خداوند کی اہانت کی۔ اور یوں ہوا کہ جوں ہی موسیٰ یہ سب باتیں کہہ چکا تو زمین جو ان کے نیچے تھی پھٹی اور زمین نے اپنا منہ کھولا اور انہیں اور ان کے گھروں اور ان سب آدمیوں کو جو قارح کے تھے اور ان کے سب مال کو نگل گئی سو وہ اور سب جو ان کے تھے جیتے جی گور میں گئے اور زمین نے انہیں چھپا لیا اور جماعت کے درمیان سے فنا ہو گئے۔ (فخسفنا بہ وبدارہ الارض فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان من المنتصرین کے یہی معنی ہیں) اور سارے بنی اسرائیل جو ان کے پاس تھے ان کا چلانا سن کے بھاگے کہ انہوں نے کہا ایسا نہ ہو کہ زمین ہم کو بھی نگل جاوے (انتہیٰ ملخصاً۔

ویکان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر (دنیا کی مالداری کچھ مقبولیت کی دلیل نہیں)

لولا ان من اللہ علینا لخسف بنا ویکانہ لا یفلح الکفرون کے یہی معنی ہیں۔ یعنی اس کی دولت دیکھ کر جو ہم حسرت کرتے تھے اور اس کو بڑا شخص جانتے تھے اگر اور لوگوں کی طرح ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو ہلاک ہو جاتے۔ کافروں یعنی پیغمبروں سے مقابلہ کرنے والوں کو فلاح نہیں ہوتی۔

قارون کی دولت کا توریت میں کچھ ذکر نہیں، مگر قرآن سے اس کا مالدار ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنی قوم میں بڑا مالدار تھا۔ یہ مال اس نے مصر میں تجارت یا فرعون کی نوکری سے حاصل کیا تھا۔ باقی اس کی کیمیاگری اور فسون سازی کے جو افسانے لوگوں نے لکھے ہیں بے سند باتیں معلوم ہوتی ہیں قصہ گو تھوڑی سی بات کو بڑا کر لیتے ہیں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ

(دنیا تو عام ہو گی) یہ آخرت کا گھر ہم خاص ان کو ہی دیتے ہیں جو

لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا

نہ زمین میں گردن کشی کرنا چاہتے ہیں اور نہ

فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ

فساد اور انجام تو پرہیزگاروں کا ہی اچھا ہے جو کوئی

جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ

نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے گا اور جو کوئی

جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ

بدی لائے گا سو بدی کرنے والوں کو

عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

اسی قدر سزا دی جائے گی جو وہ کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

(اے نبی) جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے

لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ

وہ ضرور آپ کو معاد کی طرف پھیر لے گا (اے نبی) کہہ دو میرا رب خوب جانتا ہے

مَنْ جَاۗءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ

کہ کون دین حق لے کر آیا ہے اور کون صریح

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا کُنْتَ تَرْجُوْٓا
گمراہی میں پڑا ہوا ہے اور آپ کو توقع بھی نہ تھی کہ
اَنْ یُّلْقٰٓی اِلَیْکَ الْکِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً
آپ پر کتاب اُتاری جائے گی مگر آپکے رب کی آپ پر
مِّنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ ظَهِیْرًا
مہربانی ہوئی (جو کتاب اُتاری) پھر آپ کافروں کی طرف داری
لِّلْکٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا یَصُدُّنَّکَ عَنْ
نہ کرنا اور ایسا نہ ہو کہ اللہ کی آیتیں نازل
اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْکَ
ہو چکنے کے بعد آپ کو ان سے کوئی باز رکھے
وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ
اور آپ لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلاتے چلے جائیو اور ہرگز مشرکین میں
الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ
شامل نہ ہونا اور اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو
اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کُلُّ شَیْءٍ
نہ پکارنا اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز مٹ جانے
هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُکْمُ وَاِلَیْهِ
والی ہے مگر اس کی ذات اسی کی بادشاہی ہے اسی کے پاس
تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾
تم کو پھر کر جانا ہے ۔

ترکیب

تلک مبتدأ والدار نعت ونجعلها خبر من موضع نصب میں ہے اعلم الآ سے ومن یہ معطوف ہے من اول پر الا رحمة اسے ولکن القی رحمة الا وجهه استثناء من الجنس اسے الا ایاہ ۔

تفسیر

قارون کی بربادی کا حال بیان فرما کر اور یہ بات ثابت کر کے کہ دار آخرت کی نعماء باقی اور بہتر ہیں یہ بات بتلاتا ہے کہ اس دار آخرت کا کون مستحق ہے اور کن کن باتوں سے حاصل ہوتا ہے ۔

فقال تلک الدار الاخرة نجعلها للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا کہ یہ دار آخرت ہم اُس کو دیں گے کہ جو دنیا میں سرکشی اور فساد کرنے کا قصد بھی نہ کرے گا۔ علو گردن کشی تکبر۔ اس کی ضد اسلام گردن نہادن یعنی جو اللہ اور اس کے رسول کے آگے گردن جھکائے ان کی سب باتوں کو ماننے۔ اس میں تمام عقائد آگئے یعنی قوت نظریہ کی تکمیل اور فساد کی ضد اصلاح ہے اس میں اعمال صالحہ آگئے یعنی نیک کام کرے۔ اب یہ خیال کرنا کہ دار آخرت کے لیے ایمان اور عمل صالح کی کوئی شرط نہیں تکبر اور فساد نہ کرنا ہی کافی ہے محض غلط خیال ہے ۔ ان اعتقادیات اور عملیات کو ترک تکبر اور فساد کے الفاظ سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ فرعون اور قارون کہ جن کا اس سورت میں ذکر ہے وہ کم بخت اسی تکبر اور فساد سے ہلاک ہوئے ہیں والعاقبة للمتقین میں اس کی تصریح ہے کہ ترک تکبر اور ترک فساد سے ایمان اور عمل صالح مراد ہیں کیوں کہ بغیر اس کے متقی نہیں ہوتے اور عاقبت یعنی آخرت اور اس کی خوبیاں متقیوں کے لیے ہیں۔ یہ جملہ کلام سابق کی تفسیر یا تاکید ہے۔ من جاء بالحسنة میں اور بھی تصریح و تفصیل ہے کہ جو کوئی نیکی کرے گا اس سے بھی بہتر بدلا پاوے گا اور جو بدی کرے گا اسی کی سزا پاوے گا۔ یہ دار آخرت کا قانون ہے۔ کفار اور بت پرست دار آخرت کا ذکر سُن کر کہتے تھے کہ در اصل ہم ہی دار آخرت کے مستحق ہیں جو کام ہم کر رہے ہیں وہی ہدایت اور

ع ۹ ۲۰ ۱۲

سعادت کے کام اور دارِ آخرت کے وسائل ہیں) اور تمام
مذاہبِ باطلہ کو یہی خبط ہے کہ وہ اپنے اعتقادِ بد اور عملِ فاسد
کو موجبِ نجات جانتے ہیں دوسرے کو محروم) اور اسی لیے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ تجھے دارِ آخرت
نصیب نہیں اور نہ تو ہدایت پر ہے۔ اس کے جواب میں
فرماتا ہے ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی
معاد کہ جس نے تجھ پر قرآن کا پڑھنا اور لوگوں کو سنانا
فرض کیا جو راہِ راست اور ہدایت کا سرچشمہ ہے ضرور
تجھے معاد یعنی دارِ آخرت میں پہنچا دے گا یعنی وہاں کی
خوبیاں نصیب کرے گا۔ معاد جائے بازگشت۔ اس
میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ
کفار جو تجھے مکہ سے نکالتے ہیں ہم پھر تجھے یہاں لاویں گے
چنانچہ بعد ہجرت کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں
تشریف لائے اور یہاں کے قابض ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے
اس پیشین گوئی کو صادق کر دیا اور حضرتؐ کا اعجاز پورا
ہوا۔ ابن ابی حاتم نے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ
جب آپ مکہ سے نکلے اور جحفہ تک پہنچے تو مکہ کا شوق
ہوا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ بخاری نے ابن عباسؓ
سے روایت کیا ہے کہ معاد سے مکہ مراد ہے۔

اور ان سے کہہ دے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہدایت پر
کون ہے اور گمراہی صریح میں کون پڑا ہوا ہے۔ پھر آنحضرتؐ
کو تسکین دیتا ہے وما کنت ترجوا الخ کہ اس وحی کی تجھے تو
امید بھی نہ تھی پھر خود ہم نے اپنی رحمت سے قرآن نازل
کیا، پھر تو خاموشی اختیار کر کے کافروں کا مددگار نہ بن
اور ان کے شبہات سے اللہ کی آیتوں سے نہ رک۔
تو شوق سے اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلا اور مشرکوں
میں شامل نہ ہو اور اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پکار کیوں کہ اس کے
سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا جو کوئی ہے تو فنا ہونے والا
ہے دنیا[لہ] سے یا ممکن الوجود ہے مگر وہ۔ وجہہ سے اس
کی ذات تعبیر کی گئی ہے اور اسی کی بادشاہی ہے اور سب
اسی کے پاس پھر کر آنا ہے۔ یہ تین علامتیں معبودِ برحق کی
ہیں باقی اور ابدی ہونا، بادشاہی ہونا، اس کے پاس سب کو
پھر کر آنا۔ یہ باتیں اور کسی میں نہیں پس وہ معبود بھی نہیں۔
اس لیے ان کے پکارنے سے منع کیا۔

حاصل یہ کہ تو راہِ راست پر ہے اور لوگوں کو توحید کی
تعلیم کر ان کے کہنے کا کچھ بھی خیال نہ کر۔ سبحان اللہ سورت کو
کن عمدہ مقاصد پر کس لطف کے ساتھ تمام کیا ہے۔

سورۂ عنکبوت

مکیہ ہے اس میں انہتر (۶۹) آیات اور سات (۷) رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ
ف کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم آمنا

يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا
کہہ کر چھوٹ جاویں گے اور ان کی

يُفْتَنُوْنَ ② وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ
آزمائش نہ کی جاوے گی اور بے شک ہم نے ان سے پہلوں کو بھی

لہ اس قید سے وہ تعارض اٹھ گیا جو خلودِ جنت کے لیے دائمی اور باقی رہنے والا فرمایا ہے کس لیے کہ اس نظر اور ہلاک سے مراد فنا اس عالم کا ہے اور
ہالک کے معنی ممکن الوجود کے لیے ہیں اس کے نزدیک تو سرے سے تعارض ہی نہیں ۱۲ منہ ف یہ حروفِ مقطعات مخاطبؐ (باقی بر صفحہ آئندہ)

مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

آزمایا ہے پھر اللہ ضرور معلوم کرکے رہے گا کہ

صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ③

کون سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ

کیا بری کرنے والوں نے (یہ) سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بھاگ کر

اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ④

آگے نکل جائیں گے وہ بہت ہی بری تجویز کیا کرتے ہیں

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ

جس کسی کو (مرکر) اللہ سے ملنے کی توقع ہو (تو اس کو ضرور تیاری کرنی چاہیے)

اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑤

کیونکہ اللہ کی مقرر کردہ اجل ضرور آنے والی ہے اور وہ ہر کچھ سنتا جانتا ہے

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ

اور جو کوئی کوشش کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ⑥

البتہ اللہ تو تمام جہان سے بے نیاز ہے

ترکیب

ان یترکوا آن وما عملت فیہ سد مسد المفعولین۔ ان یقولوا اے بان یقولوا ویجوز ان یکون بدلا من ان یترکوا۔ من کان شرط والجواب فان اجل اللہ والتقدیر لاتیہ۔

تفسیر

پہلی سورت کے خاتمہ میں فرمایا تھا ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد اور معاد دارِ آخرت کی طرف کامیابی کے ساتھ جانا آسان بات نہیں اس میں بڑی بڑی جاں فشانیاں کرنی پڑتی ہیں اور بڑی سختیوں کی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے اس سورت میں الٓمٓ سے ایک خاص مطلب کی طرف اشارہ کرکے یہ فرمادیا احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا اور صرف ایمان لاکے جیتے رہنا کافی ہے اور ان کی کوئی آزمایش نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی۔ کس لیے کہ ان سے پہلے بھی ایمان داروں نے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں آزمائے گئے ہیں گھر بار لوٹے گئے ہیں مارے پڑے ہیں دیس سے نکالے گئے ہیں اس سے اہلِ اسلام کو مضبوط کیا جاتا ہے کہ اسلام میں تکالیف دیکھ کر

(بقیہ ف صفحہ گزشتہ) تنبیہ کرنے کے لیے شروع کلام میں آتے ہیں جیسا کہ شنو دیکھو، تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس کے بعد کوئی بڑی بات کہی جائے گی اسی لیے بجز تین صورتوں کے اس کے بعد کتب یا تنزیل یا قرآن کا ذکر آیا ہے جو بڑی بھاری بات ہے مگر ان تین سورتوں میں بھی اور دوسری بھاری بات بیان ہوئی ہے کٓھٰیٰعٓصٓ۔ الٓمٓ غلبت الروم۔ الٓمٓ احسب الناس۔ سو یہ بھی ایک بڑی بات تھی کہ لوگ زبان سے اٰمنا کہنا کافی سمجھتے تھے۔ اور ان حروف میں اور بھی اشارات ہوتے ہیں جیسا کہ یہاں الف سے اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ ہی نے سب کو بنایا اور وہی باقی رہے گا۔ علم مبدء آگیا۔ ل سے رسل کہ اس نے دنیا کی رہنمائی کو رسول بھیجے۔ علم بالواسطہ آگیا۔ م سے معاد یعنی دارِ آخرت اور وہاں کی خوبیاں اس میں علم معاد آگیا۔ اور لطف یہ ہے کہ پہلے اللہ کا حرفِ اول لیا بیچ میں رسول کا حرفِ اخیر پھر معاد کا حرفِ اول تاکہ معلوم رہے کہ رسولوں کا بھیجنا ہدایت کا ذریعہ ہے اور مقصود مبدأ و معاد ہے۔ اور رسول کا اخیر حرف لینا یہ بھی بتلاتا ہے کہ اب رسولوں کا بھیجنا آخر ہوا ۱۲ منہ

نہ گھبرائیں ایسی ہی آزمائشوں میں سچے جھوٹے کا امتیاز ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خصوصاً ہجرت سے پیشتر ایمان داروں کو بڑی بڑی مصیبتوں کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ کافروں سے مار کھانا، جلاوطن ہونا، مارا جانا، جورو بچے چھٹنا، مال و اسباب سے دست بردار ہونا وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی دیوار سے تکیہ لگائے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض صحابہؓ نے مشرکین کے ظلم و ستم کی شکایت کی کہ ہم یوں یوں ستائے جا رہے ہیں آپ دعا نہیں کرتے خفا ہو کر فرمایا تم سے پہلے دین دار آرے سے چیرے گئے ہیں پر وہ دین سے نہ ہٹے لوہے کے کنگھے ان کے سر میں کیے گئے کہ گوشت چیر کر ہڈی تک پہنچ گئے پر وہ تب بھی اپنے دین سے نہ ہٹے۔ اور قسم ہے اللہ کی یہ دین تو پھیلے گا یہاں تک کہ صنعاء سے لے کر حضر موت تک سوار امن سے جائے گا لیکن تم جلدی کر رہے ہو۔ رواہ البخاری۔

مفسرین متفق ہیں کہ یہ آیت اہل اسلام کی شان میں نازل ہوا ہے کہ جن کو کفار سے تکلیفیں پہنچ رہی تھیں جیسا کہ عمار بن یاسر اور ولید بن الولید و سلمہ بن ہشام۔ فتنہ جان اور مال اور آبرو پر مصیبت آنا۔ الغرض مسلمانوں کو تسلی اور ثابت قدمی دی گئی کہ راہ حق میں جو تکالیف پیش آویں ان کی برداشت کرو زبانی دعویٰ کافی نہیں یہ آزمائش ہے۔ جو ثابت قدم رہا صادقوں میں لکھا گیا ورنہ کاذب قرار دیا گیا۔ اور یہ کچھ نئی بات نہیں تم سے پہلے بھی دینداروں کو بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب ان کے حواری یا ان کے مرید روم میں پہنچے تو روم کے بادشاہوں نے کسی کو لوہے کے ستونوں سے گرم کر کے بندھوا دیا، کسی کو آگ میں ڈلوا دیا، کسی کو درندوں کو پھڑوا دیا مگر وہ ثابت قدم رہے۔

اس کے بعد ان تکلیف دینے والوں کو بھی آگاہ کرتا ہے بقولہ ام حسب الذین یعملون السیآت الخ یہ برائی کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم سے بڑھ جاویں گے یعنی ہمارے قابو میں نہ آویں گے۔ اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ہم بہت جلد اپنے نبی کی مدد کریں گے سرکشوں کے سر توڑ ڈالیں گے چنانچہ چند روز کے بعد ایسا ہی ہوا۔ پھر دین داروں کی طرف روئے سخن کر کے فرماتا ہے کہ من کان یرجوا لقاء اللہ الخ کہ جو کوئی دار آخرت کا طالب اور اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے کہ اس کے پاس جاؤں اور حیات ابدی پاؤں تو اللہ کا وعدہ آنے والا ہے یعنی موت چلی آ رہی ہے اس کے بعد اس کو وہ کچھ ملے گا کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ دل میں گزرا۔ پس اس کو چاہیے کہ سرگرمی سے ایمان اور نیکوکاری میں مصروف رہے وھو السمیع العلیم اور تمہاری یہ کوشش ایسی نہیں کہ جو اس کو معلوم نہ ہو کیونکہ وہ سمیع ہے منہ کی بات سنتا ہے علیم ہے دل کے بھید جانتا ہے۔

ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ الخ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو کوئی نیکی میں کوشش اور سرگرمی کرتا ہے تو اپنے فائدہ کے لیے کیونکہ اللہ کو کسی کی کچھ بھی حاجت نہیں۔

اصول دین تین ہیں مبدأ کا پہچاننا اسی کی طرف آمنا میں اشارہ کیا۔ اور وسط کا جاننا وہ رسولوں کا بھیجنا اور شریعت کا قائم کرنا اسی کی طرف وھم لا یفتنون میں اشارہ کیا۔ معاد سے واقف ہونا اسی کی طرف من کان یرجوا میں اشارہ کیا۔ اس میں یہ بھی بتلا دیا کہ مرنے کے بعد روح جاتی رہتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے

لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
تو ضرور ہم ان سے ان کی برائیاں مٹا ڈالیں گے اور ہم ان کو ان کے
اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۷
کام کا بہت ہی اچھا بدلہ بھی دیں گے۔
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۚ
اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے نیکی کرے
وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ
اور (ماں) اگر وہ اس پر اصرار کریں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک کرے کہ جس کو
لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
تو جانتا بھی نہ ہو تو پھر ان کا کہنا نہ مان تم سب کو پھر کر میرے ہی پاس آنا ہو
فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸
تب میں تم کو بتلا دوں گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل بھی کیے
لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹ وَ
ان کو ہم ضرور نیک بختوں میں داخل کریں گے اور
مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو زبان سے کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے
فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ
پھر جب ان کو اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی تکلیف کو
النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ
اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر آپ کے رب
نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا
کے پاس سے مدد آ جائے تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی
مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا
ساتھ تھے اور کیا خدا دنیا جہان کے

۳ فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰
دلوں کی باتیں نہیں جانتا؟

ترکیب

حُسناً منصوب بوصّینا وقیل محمول علی المعنی والتقدیر الزمناہ حسناً۔ والذین اٰمنوا مبتدأ لندخلنھم خبر من یقول مبتدأ من الناس خبر۔

تفسیر

ان اللہ لغنی عن العٰلمین میں فی الجملہ ایک تہدید سی تھی جس سے کم سمجھ لوگوں کے دل پر شبہ ہوتا تھا کہ پھر نیک کام کیا ہے؟ اس لیے اس خیال کو رد کر کے فرمایا والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔

ہم بارہا بیان کر آئے ہیں کہ "ایمان" شرع میں جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے اس کو سچا جاننا اور ماننا ہے جن میں سے اللہ کی ذات پاک اور اس کی صفات اور ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لانا یعنی تصدیق کرنا از حد ضروری ہے۔ اور "عمل صالح" وہ کام ہے کہ جس کی رغبت اللہ اور اس کے رسول نے دلائی۔ اور عمل فاسد وہ کہ جس سے منع کیا۔ عمل ایک عرض غیر قار ہے باقی نہیں رہتا مگر نیت اور خلوص سے۔ ان دونوں کے انعام میں دو چیزیں عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔ لنکفرن ایمان کے بدلے میں کہ ہم ان کی پہلی برائیاں مٹا دیں گے ولنجزینھم کہ ان کے اعمال خیر کا عمدہ بدلہ دیں گے جنت اور وہاں کی نعماء۔ اور نیز دنیا میں بھی کبھی بدلہ مل جاتا ہے۔

چوں کہ اعمال صالحہ کا ذکر تھا اس لیے ان میں سے بعض ان عملوں کا ذکر کرتا ہے کہ جن کے صالح ہونے میں کسی کو بھی

کلام نہیں اور اس کی کس لطف کے ساتھ فوضیت ثابت کرتا ہے بقولہ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا کہ ہم نے انسان کو حکم دے دیا ہے (اس کو بلفظِ وصیت تاکید کے لیے فرمایا) کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کیا کرے کیوں کہ یہ اس کے بڑے محسن ہیں لڑکپن میں جب کہ یہ کچھ بھی کھا نہیں سکتا تھا اس کو پالا پرورش کیا علم و تہذیب سکھائی مگر وان جاھداک لتشرک بی الخ وہ اس بات کی اگر کوشش کریں کہ تو میرا کسی کو شریک کرے تو ان کا کہنا اس بات میں نہ ماننا کس لیے کہ سب سے زیادہ میں محسن ہوں ماں باپ سے بھی زیادہ میرے احسانات ہیں اس لیے میری بے ادبی نہ کرنا کہ کسی کو میرا شریک ٹھہرانے لگے وہ پڑے جھگڑا کریں تو مانیو ہی نہیں تم سب میرے پاس آؤ گے میں تم کو وہاں بتادوں گا کہ تم کیا کرتے تھے ۔ یعنی اس بارے میں تیرے ماں باپ کے اور تیرے جھگڑے کا میں فیصلہ کر دوں گا ۔ اور ممکن ہے کہ یہ جملہ فانبئکم بما کنتم تعملون خلوصِ نیت کے لیے تاکید ہو۔

ما لیس لک بہ علم کہ جس کو تو جانتا نہیں اس کو بھی میرا شریک نہ کرنا اور جس کو تو جانتا ہے اس کو تو بدرجہ اولیٰ نہ کرنا کس لیے کہ جب تجھے خود معلوم ہے کہ فلاں شے مخلوق اور حادث ہے اس کو کیا شریک کرے گا ہاں جس کو جانتا بھی نہیں وہاں وسوسہ ہو سکتا تھا کہ شاید یہ شخص خدائی میں شریک ہونے کی قابلیت رکھتا ہے پس اس لیے ما لیس لک بہ علم کی قید لگائی۔

والذین امنوا وعملوا الصلحت لندخلنھم فی الصلحین پہلے کلام کی تاکید ہے کہ جو اچھے کام کریگا ہم اس کو صالحین کے زمرہ میں داخل کر دیں گے ۔ وہ کہ جن کے لیے کون و فساد نہیں ۔ اس میں علویات بھی آگئے ۔ یہ حکما کا قول ہے۔

پھر اسی پہلی بات کی طرف دوسرے عنوان سے رجوع کرتا ہے فقال ومن الناس من یقول امنا باللہ کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ زبان سے تو کہتے ہیں امنا کہ ہم ایمان لائے مگر فاذا اوذی فی اللہ جعل فتنۃ الناس کعذاب اللہ جب اس کو اللہ کی راہ میں کوئی ایذا پہنچتی ہے تو اس کے ڈر سے دین سے اس طرح رک جاتا ہے کہ جس طرح اللہ کے عذاب کے ڈر سے لوگ گناہوں سے رکتے ہیں اور اس تکلیف کی وہ کچھ بھی برداشت نہیں کرتا اور لطف یہ کہ ان جاء نصر من ربک کہ اللہ کی طرف سے کوئی فتح نصیب ہو جاوے تو کہنے لگیں انا معکم کہ ہم تو پہلے سے تمہارے ساتھ تھے ۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے اولیس اللہ باعلم کہ کیا خدا لوگوں کے دلوں کی بات نہیں جانتا ؟ پس ہم ان کے دلی راز سے واقف ہیں یعنی ان کا یہ جھوٹ ہم سے نہیں چل سکتا ۔

مسائل :۔ ماں باپ کی اطاعت فرض ہے مگر گناہ کے کام میں نہیں۔

انسان کو کسی تکلیف سے یا کسی کے خوف سے دین یا اس کی کسی بات کو ترک کرنا حرام ہے ۔ دین پر سختی اور نرمی میں ثابت قدم رہنا فرض ہے ۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ

اور البتہ اللہ ایمان داروں کو جانچ لے گا اور

الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿١١﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

منافقوں کو بھی اور کافر ایمان داروں

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَ

سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے طریق پر چلو اور

لْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ

ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں

مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٢﴾

سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں وہ بالکل جھوٹے ہیں

وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ

اور (ہاں) البتہ وہ اپنے بار گناہ اٹھاویں گے اور بار بھی اپنے بوجھوں کے

أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ساتھ اٹھاویں گے اور قیامت کے دن ان کی افترا پردازیوں

عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ

سے ضرور پوچھا جائے گا اور البتہ

أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا پھر وہ

فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا

ان میں پچاس کم ہزار (ساڑھے نو سو) برس تک رہے تو

فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٤﴾

پھر ان لوگوں کو طوفان نے آلیا حالانکہ وہ بدکاری میں مصروف تھے

فَأَنجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَ

پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو بچالیا اور

جَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾

کشتی کو دنیا کے لیے نشانی بنادیا۔

ترکیب

الذین اٰمنوا یعلمن کا مفعول اتبعوا لام مقولہ ہے قال الذین کفروا کا ولنحمل عطف علی اتبعوا وارادوا

لیجمع ہذان الامران فی الحصول ان تتبعوا طریقتنا ولنحمل خطیکم نظیرہٗ لیکن منک العطاء ولیکن منی الدعاء انہم لکذبون فی اخبار حمل الخطایا وان صدر ذلک بلفظ الامر. وعندی اذا کان الوعد من غیر صمیم القلب یسمی ہذا فی العرف بالکذب فعلی ہذا الخبر الکذب فی الاخبار بل قد یکون فی الانشاء. وھم ظلمون حال من ضمیر ہم فی اخذھم.

ع ۱ ۱۴ ۱۴

تفسیر

ولیعلمن اللّٰہ الذین اٰمنوا ولیعلمن المنٰفقین

یہ کلام سابق کا تتمہ ہے کہ وہ جو ایسی باتیں بناتے ہیں۔ اللہ پر کوئی بات مخفی نہیں وہ دلوں کے راز جانتا ہے اور آئندہ مومن اور منافق کا پورا امتیاز ہو جاوے گا۔

اللہ کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے۔ پھر یہ جو قرآن میں آیا کرتا ہے تاکہ اللہ جان جاوے، اور اللہ جان جاوے گا، وغیرہ تو اس سے علم تفصیلی مراد ہے۔ ایک حادثہ اور تجربہ کے بعد اس شخص کو بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ جس کا یہ معاملہ ہے اور لوگ بھی جان لیتے ہیں کہ اس کے الزام کے لیے اس پر حجت ہوا کرتا ہے۔

..یہاں یہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور مکہ میں یا کافر تھے یا مومن، منافق کہاں تھے؟ منافق یعنی دل میں کافر ظاہر میں مومن یا کسی لالچ پر ہوتے ہیں یا کسی خوف سے اور مکہ میں نہ تو اہل اسلام کی طرف سے کوئی توقع نفع کی تھی اور

ف توریت سفر الخلیقہ کے پانچویں اور چھٹے باب میں یوں لکھا ہے کہ آدم کی عمر ایک سو تیس برس کی ہوئی تو اس کے ہاں سیت (شیث) پیدا ہوا۔ آدم کی کل عمر نو سو تیس برس کی ہوئی۔ اور سیت کے ایک سو پانچ برس کی عمر میں انوس پیدا ہوا اور اس کی کل عمر نو سو بارہ برس کی ہوئی اور انوس کی جب نوے برس کی عمر ہوئی تو اس سے قینان پیدا ہوا اور انوس کی کل عمر نو سو پانچ برس کی ہوئی اور قینان کی ستر برس کی عمر میں محلل ایل پیدا ہوا اور قینان کی کل عمر نو سو دس برس کی ہوئی۔ اور محلل ایل کی پینسٹھ برس کی عمر میں اس سے یارد پیدا ہوا۔ اور محلل ایل کی کل عمر آٹھ سو پچانوے برس کی ہوئی اور یارد کی ایک سو باسٹھ برس کی عمر میں اس سے حنوک پیدا ہوا۔ اور یارد کی کل عمر نو سو باسٹھ برس کی ہوئی اور حنوک کی پینسٹھ برس کی عمر میں (باقی بر صفحۂ آئندہ)

نہ کچھ خوف تھا کیوں کہ خود مسلمان مصیبت میں تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کسی شخص کا واقعہ نہیں بلکہ ایک تمثیل ہے کہ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ زبان سے ایمان ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں کی تکلیف سے ایسا ڈرتے ہیں کہ جیسا اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور راحت کے وقت ایمانداروں کے ساتھ رہنا بیان کرتے ہیں۔

یا یوں کہو کہ یہ پیشین گوئی ہے کہ ایسے لوگ بھی اسلام میں آویں گے چنانچہ مدینہ میں آخر یہ بات پیش آئی۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اسلام میں فتوحات پیش آویں گی حال کی مصیبت سے نہ ڈرو۔

وقال الذین کفروا اس میں ظالم کافروں کی ایک اور ڈھٹائی بیان فرماتا ہے۔ وہ کم بخت کافر بے کس مسلمانوں کو از حد ستاتے تھے اس پر ان سے یہ کہتے تھے کہ تم یہ تکالیف کس لیے اٹھاتے ہو کس لیے اسلام نہیں چھوڑ دیتے؟ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے اس گناہ سے ڈرتے ہیں آخرت کا خوف ہے۔ اس کے جواب میں وہ کہتے تھے اجی تم چھوڑ دو دنیا کے مزے اڑاؤ تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے (چنانچہ آج کل فساق ایک دوسرے کو یہی کہہ کر گناہ پر آمادہ کیا کرتے ہیں کہ میری قسم! شراب کی پیالی پی لو تمہارا گناہ ہمارے سر پر، تمہارے عوض ہم عذاب اٹھالیں گے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وماھم بحاملین من خطیٰھم من شئ کہ وہ ان کا کوئی گناہ بھی نہ اٹھا سکیں گے وہ اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اول تو دارِ آخرت کی تکلیف، پھر کوئی اپنی تکلیف کا متحمل نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ دوسرے کی تکلیف۔ اور خدا تعالیٰ کا عدل کب مقتضی ہے کہ کسی کے گناہوں پر کسی اور سے مطالبہ کرے البتہ ولیحملن اثقالھم اپنے گناہوں کا بار اٹھاویں گے و اثقالا مع اثقالھم اور اس کے ساتھ اپنی اس دلیری اور ان کے بہکانے کا بھی بار گناہ اٹھاویں گے اور ان کی اس افترا پردازی سے قیامت کو باز پرس ہوگی کہ تم کس جرأت اور بے باکی سے ایسی باتیں بناتے تھے۔

اول سورت میں فرمایا تھا کہ تم سے پہلے لوگ بھی دینداری کے سبب بہت کچھ ستائے گئے ہیں۔ اب اس کی تصدیق کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کا حال بیان فرماتا ہو فقال ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ۔ الخ کہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا پھر وہ اس میں ساڑھے نو سو برس تک رہا۔ بہت کچھ وعظ و پند کیا مگر نہ مانا اور نوح کو اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس سے متوسلح پیدا ہوا اور حنوک کی کل عمر تین سو پینسٹھ برس کی تھی کہ اس کو خدا نے لیا اور غائب ہو گیا اور وہ خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور متوسلح ایک سو ستاسی برس کا ہوا تو اس سے لمک پیدا ہوا اور متوسلح کی کل عمر نو سو انہتر برس کی ہوئی اور لمک ایک سو بیاسی برس کا تھا کہ اس سے نوح پیدا ہوا اور لمک کی کل عمر سات سو ستتر برس کی ہوئی۔ اور نوحؑ پانسو برس کا تھا کہ اس سے سام، حام، یافث پیدا ہوئے۔ نوح کی عمر جب چھ سو برس کی ہوئی تب طوفان آیا اور طوفان کے بعد نوح ساڑھے تین سو برس جیتا رہا۔ اور نوح کی ساری عمر نو سو پچاس برس کی ہوئی۔ لبث فیھم کی ضمیر خاص اس کافر قوم کی طرف راجع نہیں جو طوفان سے ہلاک ہوئے بلکہ ان کی طرف اور ان کے بعد والوں کی طرف یعنی قوم کی طرف راجع ہے اور لبث کے معنی یہ ہوں گے کہ ان میں ساڑھے نو سو برس کی عمر تک جیتے رہے ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا) ؎ جعل فتنۃ الناس کعذاب اللہ کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جب اس کو دنیا میں اسلام پر کوئی تکلیف پہنچتی ہے کسی ظالم کی طرف سے تو اس کو اللہ کی طرف کا عذاب سمجھ کر اسلام سے پھر جاتا ہے یعنی اسلام کو نامبارک سمجھتا ہے ۱۲ منہ

ان کے ساتھ چند ایمان داروں کو وہ وہ تکلیفیں دیں کہ جو بیان سے باہر ہیں۔ آخرکار فاخذهم الطوفان ان کو طوفان نے آلیا اور وہ اس وقت تک ویسے ہی بدکار تھے اور ہم نے نوح کو اور اس کے ساتھ جو کشتی میں تھے بیوی بیٹے اور چند دین داروں کو بچا لیا اور قرنوں تک اس کشتی کو اپنی قدرت کا نمونہ دکھانے کے لیے باقی رہنے دیا کہ دیکھ کر لوگ عبرت پکڑیں اور اس عہد کو یاد کریں اور اپنی سرکشی سے باز آویں۔ اس میں کفار مکہ کی طرف روئے سخن ہے کہ غرہ نہ ہونا جس طرح قوم نوح کو ہلاک کیا تم بھی ایک روز گرداب بلا میں آجاؤ گے۔

وَإِبْرٰهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا

اور ابراہیم (کے حالات بھی بیان کرو) جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ ہی کی عبادت

اللّٰهَ وَاتَّقُوهُ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

کیا کرو اور اسی سے ڈرا کرو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۶﴾ إِنَّمَا

اگر خبر رکھتے ہو تم اللہ کے

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْثَانًا وَ

سوا بتوں کو پوجتے اور جھوٹی

تَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ

باتیں بناتے ہو جن کو تم اللہ کے سوا

مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ

پوجتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک

رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ

نہیں پس تم روزی بھی اللہ ہی سے مانگو اور

اعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ إِلَيْهِ

اسی کی عبادت بھی کیا کرو اور اس کا شکر بھی کیا کرو اسی کے پاس

تُرْجَعُونَ ﴿۱۷﴾ وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ

لوٹائے جاؤ گے اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے

كَذَّبَ أُمَمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ وَمَا

پیشتر بہت سے لوگ (رسولوں کو) جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے

عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ ﴿۱۸﴾

تو یہی ہے کہ کھول کر پہنچا دے

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ

یہ کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ اول بار کیوں کر پیدا کرتا

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى

ہے پھر اس کو بار دگر لوٹاتا ہے بے شک یہ کام اللہ پر

اللّٰهِ يَسِيرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ

آسان ہے کہہ دو زمین پر (چل) پھر کر

فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ

دیکھو کہ اللہ نے کس طرح سے ابتداءً پیدا کیا پھر

اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ

اللہ آخرت کا بھی اٹھنا بھی پیدا کرے گا بے شک

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ

اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے جس کو

مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَ

چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور

إِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَا أَنْتُمْ

اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے اور تم نہ زمین

بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۖ

میں (چھپ کر) ہرا سکتے ہو اور نہ آسمان میں (اڑ کر)

لہ حکایۃ کلام اللہ تعالیٰ لابراہیم او محمد علیہما السلام ۱۲ بیضاوی۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
اور نہ تمہارا اللہ کے سوا کوئی
وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾
حمایتی ہے اور نہ مددگار ۔

ع ۲ ۱۴

ترکیب

وابراهیم معطوف علی المفعول فی انجیناه او علی تقدیر واذکر اوعلیٰ ارسلنا ۔ النشاة الاٰخرة بالمد القصر نعتان اوثانا مفعول لتعبدون جمع وثن ای صنم وتخلقون معطوف علی تعبدون ای تقولون ۔ افکا ای کذبا ۔ تمیز من ضمیر تخلقون او مفعول مطلق الذی اسم ان الذین تعبدون من دون الله صلة والعائد محذوف لایملکون خبر کیف هوالجملة مفعول اولم یروا کیف بمعنی الکیف ای کیفیة ابداء الخلق یبدء بضم اوله وقری بفتحه من بدأ وابدء بمعنی واحد ای یخلقهم ابتداء فی الارض متعلق معجزین والمفعول ربکم ۔

تفسیر

وابراهیم یہ دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے ۔ یہ حضرت نوح کے بیٹے سام کی نسل سے ہیں ۔ ان کے اور نوح کے بیچ میں آٹھ پشت ہوتی ہیں ۔ طوفان کے بعد حضرت نوح کی اولاد ایشیا کو چک سے پورب رُخ عراق عرب میں آ رہی تھی اور اس جگہ انہوں نے شہر بابل اور ایک بلند برج آیندہ طوفان سے بچنے کے لیے بنایا تھا ۔ پھر نوح کی اولاد میں سے تمام دنیا میں پھیلی گویا سب کا قدیم وطن یہی دیس ہے جیسا کہ توریت سفر الخلیقہ کے گیارہویں باب سے ثابت ہے ۔

حضرت ابراہیم کے عہد تک جو حضرت نوح سے سیکڑوں برس کا فاصلہ ہے لوگوں میں بت پرستی ازحد ہو گئی تھی ۔ یہ لوگ صابی مذہب کے تھے عناصر اور کواکب اور دیگر روحانیات کی مورتیں بنا کر ان کو پوجتے تھے اور ان کو اپنے رزق اور دنیا کی راحت کا مالک جانتے تھے اور دار آخرت کے قائل نہ تھے ۔ حضرت ابراہیم اس قوم کی طرف مبعوث کیے گئے ۔ انہوں نے وعظ کیا کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے ۔ اور جن کو تم پوجتے ہو ان کو تمہاری روزی کا کچھ بھی اختیار نہیں ۔ یہ جھوٹے خیالات ہیں کہ وہ روزی دیتے ہیں ۔ روزی اللہ دیتا ہے اسی سے طلب کرو اسی کی عبادت کرو اسی کا شکریہ کرو ۔ تم کو اسی کے پاس پھر کر جانا ہے الیہ ترجعون ۔ وان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم الخ اور اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو کوئی جدید بات نہیں ۔ تم سے پہلے بہت سے گروہ اور فرقے پہلے انبیاء کو جھٹلا چکے ہیں ۔ نوح اور شیث اور ادریس علیہم السلام کو ان کے لوگوں نے جھٹلایا تھا ۔ رسول کا کام صاف صاف حکم پہنچا دینا ہے اب تم مانو یا نہ مانو ۔

چونکہ وہ لوگ بھی اللہ کے قائل تھے اور بتوں کو اس کے مختار عہدہ دار جان کر پوجتے تھے اس لیے توحید کے حکم پر حضرت ابراہیم کو چنداں دلائل لانے کی ضرورت نہ پڑی اور حشر کے تو وہ بالکل منکر تھے اس لیے اس مسئلہ کو دو دلیلوں سے مدلل کیا :-

فقال اولم یروا کیف یبدئ اللہ الخلق کہ کیا وہ عقلی برہان سے نہیں دیکھتے جو قائم مقام آنکھوں کے دیکھنے کے ہے کہ اللہ نئے سرے کیونکر پیدا کرتا ہے ہر شجر و حجر و حیوانات کو دیکھو کہ پہلے کب تھے از خود تو بنے نہیں کیونکہ کوئی شے جو حادث ہو از خود نہیں اگر از خود ہوتی ہو تو پہلے سے کیوں نہ تھی کسی نے تو اس کو روک رکھا تھا پھر جس نے روک رکھا تھا وہی تو اس کا خالق ہے وہ اللہ ہے جو تم کو

جس سے محسوس نہیں ہوتا۔ اور جو ابتداءً پیدا کرتا ہے (اور اس کو تو تم بھی مانتے ہو اس لیے استفہام کے طور پر اولم یروا فرمایا) اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ اس کو قیاس عقل چاہتا ہو اور اسی لیے آیت کو ان ذٰلک علی اللہ یسیر پر ختم کیا۔

اس کے بعد دوسری دلیل ذکر فرماتا ہے قل سیروا فی الارض الخ اگر تم کو علم یقینی اور حدس مذکور حاصل نہ ہو تو اقطار ارض میں یعنی ملکوں میں پھر کر دیکھو اور موالید ثلاثہ معادن، نباتات، حیوان کے پیدا ہونے کی کیفیت ملاحظہ کرو کہ ان کو کس طرح سے پیدا کیا ہے تاکہ یہ فکر مشاہدہ تک پہنچائے۔ اور اسی لیے اس جگہ کیف بدأ ثم اللہ الخلق بلفظ ماضی ذکر کیا تاکہ اگر آئندہ اول بار پیدا کرنے اور بار دگر پیدا کرنے میں شک ہو تو پیدا کی ہوئی چیزوں کو دیکھو انسان کو ایک قطرہ منی سے بنایا، درختوں کو ایک ذرا سے تخم سے بلند و بالا کیا پھر اس سے سمجھ لو کہ وہ بار دگر یعنی مرنے کے بعد پھر دوبارہ تم کو پیدا کرے گا۔ پس دونوں جملوں میں ایک کا دوسرے جملہ پر معنی کے لحاظ سے عطف ہے پھر ثم اللہ ینشیٔ میں بجائے ضمیر کے لفظ اللہ کے لانے میں یہ نکتہ ہے کہ یہ تمہارے معبودوں کا کام نہیں۔

دلائل الانفس والآفاق کے بعد نتیجہ ثابت کرتا ہے ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر کہ وہ اول بھی پیدا کر سکتا ہے پھر مثل اس کو بار دگر بھی بنا سکتا ہے دار آخرت قائم کرے۔

یعذب من یشاء ویرحم من یشاء جس کو چاہے گا سزا دے گا جس پر چاہے گا مہربانی کرے گا۔

اسی طرح دنیا میں بھی تم کہیں مرو کہیں دفن ہو۔ یا جلائے جاؤ الیہ تقلبون سب اسی کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔ ہم سے نہ زمین میں کہیں بھاگ کر جا سکتے ہو

نہ آسمان میں چڑھ سکتے ہو وما انتم بمعجزین فی الارض ولا فی السماء اور نہ کسی معبود کی مدد سے سامنے ہو کر مقابلہ کر سکتے ہو کس لیے کہ ما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر اس کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے نہ مددگار۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ
اور جو اللہ کی آیتوں اور اس کے ملنے کے

لِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ
منکر ہوئے وہی میری رحمت سے بھی ناامید ہو گئے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾
اور انہیں کے لیے عذاب الیم ہے

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
پھر اس کی قوم کے پاس بجز اس کے اور کچھ جواب ہی نہ تھا کہ

قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ
کہنے لگے کہ اس کو یا تو مار ڈالو یا جلا دو پھر ابراہیم کو اللہ نے

مِنَ النَّارِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
آگ سے بچا لیا البتہ اس میں بھی ایمان لانے والی قوم کے لیے

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا
(بڑی بڑی) نشانیاں ہیں اور ابراہیم نے (اپنی قوم سے) کہا

اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا
تم نے جو اللہ کے سوا بت بنا رکھے ہیں

مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
تو آپس کی محبت کے لیے جو دنیا کی زندگی میں ہے

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ
پھر قیامت کے دن تو ایک دوسرے کا

بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ز
انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا

وَمَأْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور اس وقت تمہارا ٹھکانا آگ ہوگا اور تمہارے لیے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ

پس ابراہیم کو لوط نے مانا　اور کہا میں اپنے رب کی طرف وطن

اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾

چھوڑ کر جاتا ہوں　بے شک وہ　زبردست　حکمت والا ہے

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق　اور یعقوب عطا کیا　اور

جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ

اس کی نسل میں　نبوت　اور کتاب

الْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ

قائم کی　اور ہم نے دنیا میں بھی اس کا بدلہ اس کو دیا

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور وہ آخرت میں بھی نیک بختوں میں سے ہوں گے۔

ترکیب

قال جار اللہ الزمخشری مودۃ بالنصب اما باضافۃ اوبغیر اضافۃ فعلی الاول لتعلیل تحدوا بینکم وعلی الثانی یکون مفعولاً ثانیاً علی حذف المضاف او علی ان المصدر بمعنی المفعول اے اتخذتم الاوثان بسبب المودۃ بینکم او اتخذتموہا مودودۃ بینکم وقرئ بالرفع ایضاً باضافۃ فعلی الوجہین یکون خبرالان علی ان ماموصولۃ والتقدیر ان التی اتخذتموہا اوثاناً ہی بسبب مودۃ بینکم الی مودۃ بینکم۔

تفسیر

پھر جب مجبوراً ہمارے دربارِ عدالت میں لائے جاؤ گے تو والذین کفروا بآیٰت اللہ ولقائہ وہ جو اللہ کی آیتوں اور اس کے پاس جانے کے منکر ہوگئے ہیں اولٰئک یئسوا من رحمتی وہ درحقیقت میری رحمت سے ناامید ہوگئے ہیں پس اولٰئک لہم عذاب الیم ان کو سخت سزا ملے گی یہ آخرت کا فیصلہ ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وان تکذبوا سے لے کر اولٰئک لہم عذاب الیم تک بقرینہ قولہ تعالیٰ قل سیروا فی الارض حضرت ابراہیم کے قصہ میں جملہ معترضہ ہے جس میں قریشِ مکہ سے کلام ہے اس لیے کہ عرب کی حالتِ کفر و شرک و انکارِ حشر میں بعینہ قوم ابراہیم کی حالت تھی۔ فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ فانجٰہ اللہ من النار سے پھر ابراہیم کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ اس کی قوم کو بجز اس کے اور کچھ جواب نہ آیا کہ جل کر یہ کہہ دیا کہ ابراہیم کو قتل کر ڈالو یا آگ میں جلا دو چنانچہ آگ میں ڈال دیا، اللہ نے حضرت کو سلامت وہاں سے نکالا ان فی ذٰلک لاٰیٰت[1] لقوم یؤمنون اس میں ایمان داروں کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ کہ اللہ ایسا قادر ہے کہ آگ میں ڈال کر سلامت نکال لیتا ہے من جملہ ان کے ایک یہ کہ دین داروں پر ہمیشہ ان کی عنایت رہتی ہے۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ امتِ محمدیہ

[1] نوح کی کشتی کے لیے آیۃ للعالمین آیا ہے اور یہاں آیات لقوم یؤمنون آیا۔ اس سبب سے کہ وہ کشتی صرف ایک ہی نشانی تھی اور جہان کے لیے تھی کس لیے کہ قرنوں وہ باقی رہی۔ ہر ایک شخص کافر و مومن اس کو دیکھتا تھا، برخلاف ابراہیم کے آگ سے نکلنے کے۔ اس کو تو دین کے سبب ایمان والے ہی مانتے ہیں اور اس میں چند نشانیاں ہیں جیسا کہ بیان ہوا ۱۲ منہ

ملت ابراہیمیہ کی پابند ہے جس طرح ان کو آگ سے نجات
دی اس کے پیرووں کو جہنم کی آگ سے بھی نجات دے گا۔
پھر حضرت ابراہیم نے وعظ شروع کیا کہ آج دنیا میں
تم نے باہمی محبت سے بت پرستی اختیار کر رکھی ہے باپ
دادا کی محبت سے ان کے غلط طریق پر چلتے ہو اور برادری
کی محبت سے ان کے غلط بات کو ترک نہیں کرتے قیامت
میں وہ محبت بھی جاتی رہے گی وہی تم پر لعنت کریں گے
اور تم جہنم میں جاؤ گے کوئی نہ بچاوے گا فآمن له لوط
پس اس قوم میں سے حضرت کا بھتیجا لوط ایمان لایا اور
وہ وطن چھوڑ کر چلے حران اطراف کوفہ میں آئے پھر وہاں
سے ملک شام گئے مهاجر الی ربی یعنی رب کے
حکم سے ہجرت کرتا ہوں جہاں وہ لے جاتا ہے جاتا ہوں۔
ووهبنا له اسحٰق و یعقوب بیان ہے حضرت
ابراہیم پر جو کچھ انعام الٰہی ہوا اس کو بیان فرماتا ہے کہ ہم نے
اس کو ایسا بلند اقبال بیٹا اسحٰق اور پوتا یعقوب عطا کیا اور
اس کی نسل میں نبوت اور کتاب قائم کی گئی توریت زبور
انجیل قرآن اسی کی اولاد کو ملی اور دنیا میں بھی اس کو بدلہ
دیا مال و اسباب و اولاد و عزت اور آخرت میں بھی
وہ کاملین میں رہیں۔

السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ
کرتے ہو اور اپنی مجلس میں برا کام
الْمُنكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ
کرتے ہو پھر اس کی قوم کے پاس بجز اس کے
إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ
کچھ جواب نہ تھا کہ تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ
إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۲۹
اگر تو سچا ہے
قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ
لوط نے کہا کہ اے رب (ان) بدمعاش لوگوں پر مجھے
۳ ع ۸ ۱۵ الْمُفْسِدِينَ ۳۰ وَلَمَّا جَاءَتْ
غالب کر اور جب کہ ہمارے بھیجے ہوئے
رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا
فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے تو کہنے لگے
إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ
کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو غارت کرنا چاہتے ہیں
إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ۳۱
یہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں
قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا نَحْنُ
ابراہیم نے کہا اس بستی میں تو لوط بھی ہے وہ بولے ہم خوب
أَعْلَمُ بِمَن فِيهَا لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ
جانتے ہیں جو اس میں ہے ہم لوط کو اور اس کے کنبہ کو بچالیں گے
إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۳۲
مگر اس کی بیوی کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی
وَلَمَّا أَن جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا
اور جب کہ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس آئے

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ
اور (یاد کرو) لوط کا حال جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم تو وہ
لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم
بے حیائی کرتے ہو کہ جو تم سے پہلے
بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ۲۸
دنیا میں کسی نے بھی نہیں کی
أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ
کیا تم لڑکوں کے پاس جاتے ہو اور رہ زنی

سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ

تو لوطؑ کو ان کا آنا برا معلوم ہوا اور ان سے دل میں بھنچے اور

قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ

ان کو فرشتوں نے کہا آپ کچھ خوف کیجئے اور نہ غم کھائیے بے شک ہم آپ کو اور

وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ

آپ کی بیوی کے سوا گھر والوں کو بچالیں گے کیونکہ وہ تو پیچھے رہ جانے

الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ

والوں میں قرار پاچکی ہم اس بستی والوں پر آسمان سے

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا

ایک آفت اتارنے والے ہیں اس سبب سے کہ

كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا

وہ بدکاری کرتے ہیں اور البتہ اس بستی کے کچھ

مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٣٥﴾

کھلے ہوئے نشان تو ہم نے عقل مندوں کے لیے باقی رکھ چھوڑے ہیں۔

ترکیب

ولوطاً معطوف علیٰ نوح وابراہیم۔ المنکر مفعولِ تاتون۔ منجوك واهلك الکاف فی موضع جر عند سیبویہ۔ من الغٰبرین الباقین فی العذاب او من الماضین ذکرہم او من مضی زمانہ ولیفنی۔ سیئ بھم حزن بسببہم وضاق بھم ذرعا صدراً او ضاق بشانہم وتدبیر امرہم ذرعہ اے طاقتہ ان جارت ان صلۃ لتاکید الفعلین۔

تفسیر

یہ تیسرا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے جو اُن کے ساتھ بابل سے ہجرت کرکے آئے تھے شام میں پہنچ کر یہ قرار پایا کہ دونوں صاحب جدا جدا رہیں کیوں کہ دونوں کے چار پائے اور مویشی بکثرت تھے۔ ابراہیمؑ تو کنعان میں رہے اور لوطؑ نے دریائے یردن کی ساری ترائی اپنے لیے پسند کی اور شہر سدوم کے پاس آکر مقام کیا یہ شہر اس شور جھیل کے کنارے پر آباد تھا کہ جس کو بحر المیت کہتے ہیں کنعان سے پورب اور جنوب میں۔ یہاں کے لوگ بڑے بدکار اور فاسق تھے مردوں سے بدفعلی کرتے تھے اور راہ گیر کو بھی پکڑ کر اس سے ایسی بدفعلی کرتے تھے اس لیے اس طرف کا رستہ بند ہوگیا تھا اور رہ زنی بھی کرتے تھے اور مجلس میں بیٹھ کر بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ لوطؑ نے منع کیا وہ کب مانتے تھے تمسخر کے طور پر کہنے لگے کہ اللہ کے عذاب کو لے آ اگر سچا ہے۔ لوطؑ نے دعا کی کہ مجھے ان بدمعاشوں پر فتح یاب کر یعنی ان کو سزا دے۔

حضرت ابراہیمؑ دوپہر کے وقت بلوطوں میں اپنے خیمے میں بیٹھے تھے کہ ان کو تین شخص نظر آئے ابراہیمؑ نے ان کی ضیافت کے لیے کچھ روٹیاں اور تلا ہوا بچھڑا تیار کرایا انہوں نے کھانے سے ہاتھ روکا۔ ابراہیمؑ ڈر گئے کیوں کہ اُس وقت جو کوئی کسی کے پاس بدارادہ سے جاتا تھا تو اس کے ہاں کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ فرشتوں نے کہا خوف نہ کر ہم تجھ کو بشارت دینے آئے ہیں کہ تیری بیوی سارہ کے ہاں فرزند پیدا ہوگا اور جب چلنے لگے تو کہا ہم سدوم کو غارت کرنے جاتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا وہاں تو لوط بھی ہے انہوں نے کہا ہم کو معلوم ہے اس کو اور اس کے کنبے کو بچالیں گے مگر اس کی بیوی نہ بچے گی کیوں کہ وہ پیچھے اس بستی کو مڑ کر دیکھے گی ان کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوگی۔ شام کو وہ لوگ سدوم آئے اور لوطؑ سدوم کے دروازہ پر بیٹھے تھے ان کو مسافر سمجھ کر اپنے گھر لے گئے مگر دل میں ناخوش ہوئے اور بہت تنگ ہوئے اس لیے کہ وہ

اَمرد لڑکوں کی صورت میں تھے۔ شہر کی حالت معلوم تھی مگر مہمان نوازی ضرور تھی یہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ان کو گھر میں نہ لاتے خاطر مدارات نہ کرتے۔ ابھی وہ سونے کے لیے نہ لیٹے تھے کہ شہر کے مَردوں نے جوان سے لے کر بوڑھے تک نے ان کا گھر آگھیرا اور کہنے لگے اِن مہمانوں کو ہمارے حوالے کر کہ ان سے بدفعلی کریں۔ لوط کواڑ کھول کر باہر ان کے پاس گئے اور بہت سمجھایا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ وہ بولے پرے ہٹ، کیا تو یہاں گزر کرنے آیا ہے یا حکومت کرنے۔ تب وہ کواڑ توڑ کر اندر کو لپکے۔ فرشتوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کے لوط کو تو اندر کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان کو اندھا کر دیا کہ وہ دروازہ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھک گئے تب ان مہمانوں نے لوط سے کہا سنو جی ہم فرشتے ہیں آپ کچھ خوف و غم نہ کیجیے ہم اس شہر کو غارت کرنے آئے ہیں۔ آپ صبح ہونے سے پیشتر اپنے لوگوں کو لے کر باہر نکل جائیے۔ چنانچہ لوط باہر نکلے اور سورج کے نکلنے کے وقت خدا تعالیٰ نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ برسائی۔ بیوی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا وہ نمک کا کھمبا بن گئی اور اس شہر کے کچھ نشان عبرت کے لیے باقی رہ گئے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ
اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تب اس نے کہا
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ
اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور قیامت کی توقع
الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۳۶
رکھو اور ملک میں فساد مچاتے نہ پھرو
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
سو انہوں نے اس کو جھٹلایا تب تو ان کو زلزلہ نے آلیا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۳۷ وَ
پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے اور
عَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ
ہم نے عاد اور ثمود کو (غارت کیا) اور البتہ تم کو ان کے کچھ مکانات
مَّسٰكِنِهِمْ ۣ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
بھی دکھائی دیتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال (بد) پر ان کو
اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ
ریجھا دیا تھا پھر ان کو رستہ سے روک دیا تھا
كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۳۸ وَقَارُوْنَ وَ
حالانکہ وہ سمجھ بوجھ بھی رکھتے تھے اور قارون اور
فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۣ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ
فرعون اور ہامان کو بھی (ہلاک کیا) اور البتہ ان کے پاس موسیٰ
مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي
نشانیاں بھی لے کر آئے تھے (باوجود اس کے) پھر انہوں نے زمین میں
۳۹ الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۳۹
سرکشی کی اور وہ بھاگ کر نہ جا سکے۔
فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ
پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑ لیا پھر کسی پر تو
مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ
ان میں سے ہم نے سخت آندھی بھیجی اور ان میں سے
مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ
کسی کو کڑک نے آلیا اور کسی کو ان میں
مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ
سے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے
مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
کسی کو غرق کر دیا اور اللہ تو ان پر کیوں ظلم

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

کرنے لگا تھا لیکن خود وہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے ۔

ترکیب

شعیبًا مفعول لارسلنا بدل من اخاہم مفسدین حال مؤکدۃ لعاملہا من عثی بکسر المثلثۃ افسد ۔ الرجفۃ الزلزلۃ الشدیدۃ ۔ جثمین بارکین علی الرکب میتین وعادًا وثمودًا لے اہلکنا ثمود بصرف ثمود وترکہ بمعنی الحی والقبیلۃ مستبصرین ذوی بصائر وقارونَ لے اہلکنا فکلا منصوب باخذنا ۔

تفسیر

والیٰ مدین اخاھم شعیبا ۔ یہ چوتھا قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے ۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے ۔ مدیان حضرت ابراہیم کا بیٹا قتورہ کے شکم سے تھا ۔ عرب کے شمال وغرب میں قلزم کے اس پار آرہے تھے انہیں کے نام سے اس بستی کو مدین کہنے لگے انہیں کی اولاد وہاں بستی تھی اور حضرت شعیبؑ بھی انہیں میں سے تھے جو اس گروہ کے نبی کرکے بھیجے گئے تھے ۔ یہ لوگ بُت پرست تھے اور قیامت کے منکر اور لُوٹ مار ان کا پیشہ تھا ۔ حضرت شعیب نے تینوں باتوں کی نصیحت کی فقال یقوم اعبدوا اللہ کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو نہ پوجو ۔ یہ توحید کی تعلیم تھی ۔ وارجوا الیوم الاٰخر اور قیامت پر ایمان لاؤ ۔ یہ ایمان بالبعث کی تعلیم تھی ۔ ولا تعثوا فی الارض مفسدین اور ملک میں فساد مچاتے نہ پھرو ۔ یہ اصلاح معاش کی بابت تعلیم تھی ۔ مگر فکذبوہ وہ کب ماننے والے تھے آخر نہ مانا پھر ان پر بلاء آسمانی نازل ہوئی زلزلہ نے آلیا ، سب مرکر وہیں پڑے رہ گئے ۔

وعادا وثمود الخ پانچواں قصہ مجملاً عاد وثمود کا ہے ۔ قوم عاد عرب کے جنوبی حصہ یعنی یمن میں رہتی تھی اور قوم ثمود ان کے بعد اٹھی جو عرب کے شمالی حصہ میں آباد تھی ۔ ان قوموں کی بڑی سلطنت اور حشمت ہو چکی ہے ۔ ان کا حال کئی جگہ ہم مفصل بیان کر آئے ہیں ۔ ان کے غارت ہونے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک ان کے مکانات کے آثارِ قدیمہ باقی تھے جن کو سفر میں آتے جاتے اہلِ مکہ دیکھا کرتے تھے ۔ اس لیے فرماتا ہے وقد تبین لکم من مسٰکنھم ان کا حال کیا تھا وزین لھم الشیطٰن اعمالھم کہ ان کے برے کام ان کو عمدہ معلوم ہوتے تھے اس لیے راہِ راست سے رُک گئے باوجودے کہ کانوا مستبصرین سمجھ بُوجھ رکھتے تھے ۔ دنیا کے کاموں میں بڑے ہوشیار تھے ۔ معاذ اللہ جب انسان اپنی برائی کو بھلائی اور برے کام کو اچھا سمجھنے لگتا ہے تو اس مرضِ لادوا کا کوئی علاج ہی نہیں بجز موتِ روحانی کے ۔

وقارون وفرعون وھامٰن چھٹا تذکرہ موسیٰؑ کے ہم زمانہ تین سرکش لوگوں کا ہے ۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا ۔ ہامان اس کا وزیر ۔ قارون موسیٰ کی برادری میں سے تھا بڑا مالدار ۔ تینوں کے رسول موسیٰؑ تھے معجزات بھی دکھائے لیکن فاستکبروا فی الارض زمین میں تکبر اور سرکشی اور غرور نے ان کو مطیع نہ ہونے دیا ۔ پھر اللہ سے کہاں جا سکتے تھے ؟ وما کانوا سابقین ۔

بعض معترضین کہا کرتے ہیں کہ ہامان تو اخسویرس شاہِ ایران کا وزیر تھا نہ کہ فرعون کا ۔ یہ ان کا اعتراض بے جا ہے کس لیے کہ ایک نام کے کیا دو شخص نہیں ہوتے ؟ فرعون کے وزیر کا نام بھی ہامان تھا ۔

فکلا اخذنا بذنبہ عاد اور ثمود ، قارون و فرعون و ہامان کا ذکر کرکے سب کی ایک جملہ میں سزا بیان فرماتا ہے

پہلے تو اجمالاً یہی کہہ دیا کہ ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے سبب پکڑ لیا پھر تفصیل کرتا ہے فمنهم من ارسلنا عليه حاصبا کہ ان میں سے بعض پر سخت آندھی بھیجی کہ جس میں کنکریاں تھیں (حاصبا ریحا عاصفا فیہا حصباء۔ جلالین) اس سے قوم عاد مراد ہے ان پر بھی عذاب آیا تھا ومنهم من اخذته الصيحة جیسا کہ قوم ثمود ومنهم من خسفنا به الارض جیسا کہ قارون۔ ومنهم من اغرقنا جیسا کہ فرعون وہامان۔ زجر کے طور پر یہ آیت بلاغت و فصاحت میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔

پھر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اللہ نے اپنی مخلوق پر ظلم کیا۔ اس لیے بعد میں فرمایا وما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا انفسهم يظلمون کہ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا نہ یہ اس کی شان ہے۔ ہاں وہی خود اپنے اوپر ظلم کرکے برباد ہوئے بری بات کا برا نتیجہ بھگتا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
ان لوگوں کی مثال کہ جنہوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنا

اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ
رکھے ہیں مکڑی کی سی مثال ہے

اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ
کہ جس نے گھر بنایا اور البتہ سب

الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ
گھروں سے بودا گھر مکڑی کا ہے

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ
کاش وہ جانتے البتہ اللہ جانتا ہے

مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ
جس کو کہ وہ اس کے سوا پکارتے ہیں

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ
اور وہ زبردست حکمت والا ہے اور یہ

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا
مثالیں ہیں کہ جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان کو

يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ
وہی سمجھتے ہیں جو علم والے ہیں اللہ نے

اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ
آسمانوں اور زمینوں کو درستی سے بنایا ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۴ ۱۴ ۱۶
البتہ اس میں ایمان داروں کے لیے بڑی نشانی ہے

ترکیب

مثل الذین صلہ وموصول مبتدا کمثل العنکبوت خبر اتخذت بیتا جملہ مستانفہ یا وصف والعنکبوت تقع علی الواحد والجمع والمذکر والمؤنث والتاء فیہ زائدۃ کتاء طاغوت ویجمع علی عناکیب وعناکب وعکاب وعکبۃ واعکب (بیضاوی) ما یدعون من دونہ من شیء ما استفہامیۃ منصوبۃ بیدعون بالتاء والیاء ویعلم معلقۃ عنہا لان من خواص افعال القلوب التعلیق ای ابطال العمل لفظاً فقط) ومن للتبیین او نافیۃ ومن مزیدۃ وشیء مفعول یدعون او موصولۃ مفعول لیعلم ومفعول یدعون محذوف وہو العائد والخبر الامثال ونضربہا حال عنہا ویجوز ان یکون خبرا والامثال نعت بالحق حال من خلق اللہ۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا ولکن کانوا انفسہم یظلمون اب یہاں ان کے اس ظلم کی جو وہ اپنی جانوں پر کرتے تھے تشریح فرماتا ہے مثل الذین اتخذوا من دون اللہ

اولیاء کہ اس سے بڑھ کر اپنی جان پر اور کیا ظلم ہوگا خدا نے تو ان کو بزرگی دی علم و ہنر ہوش و ادراک عطا کیا لیکن انہوں نے اس عزت خداداد کو کیسا غارت کیا کہ اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بتوں کو سجدہ کرنے لگے جو نہایت مبتذل چیز ہے جس کو نہ حس و حرکت نہ عقل و شعور۔ ان کا یہ کام کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً مکڑی کے جالے کی طرح بے بنیاد ہے۔ سب چیزوں کے گھروں کو دیکھیے ان سب میں بے بنیاد مکڑی کا گھر ہے جس سے نہ دھوپ کا آرام نہ بارش سے امن ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت ہاں وہ مکڑی اس میں مچھر مکھی کا شکار کر لیتی ہے اسی طرح جو ان بت پرستوں کو کوئی دنیوی فائدہ پہنچ جاتا ہے تو وہ بھی ایسا ہی بے بنیاد ہے۔ اسی طرح ان کو اس مذہب سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا لوکانوا یعلمون اگر وہ جانتے تو ایسا نہ کرتے۔ یا یہ معنی کاش ان کو علم ہوتا۔ اس مثل پر شاید چالاک بت پرست یہ گفتگو کرتے ہوں گے جیسا کہ آج کل کیا کرتے ہیں کہ ہم ان بتوں کو نہیں پوجتے بلکہ ان کو کہ جن کے یہ بت ہیں اور وہ دیوتا اوتار ملائک روحانیات اولیاء کرام انبیاء علیہم السلام ہیں جو اس کی بارگاہ کے مختار اور داروغہ ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نیز ان سے جو ہم مانگتے ہیں پاتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ من شیء کہ جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں ہم کو معلوم ہیں یہ کلام بطور تہدید کے ہے یعنی وہ بھی پرستش کے قابل نہیں ہمارے گھر کا کوئی مالک مختار نہیں سب ہمارے دست نگر ہیں وھو العزیز ہم سب پر غالب ہیں اور نیز ہم کو کسی داروغہ یا اہل کار کی حاجت کیا ہے کیونکہ الحکیم ہم حکیم ہیں ہر شے کی تدبیر و تصرف آپ کیا کرتے ہیں۔ اس میں اس دوسری بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم جو ان سے مانگتے ہیں پاتے ہیں یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ دینا دلانا زبردست کا کام ہے سو زبردست تو ہم ہیں جو تم کو دنیاوی فوائد حاصل کرتے ہیں وہ سب اپنی حکمت سے ہم تم کو دیتے ہیں تم سمجھتے ہو کہ فلاں دیوی دیوتا نے ہم کو اولاد دی مال دیا۔ اور نیز اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بھی اسی کی حکمت ہے کہ مانگتے غیروں سے ہو دیتے ہیں ہم۔ غصہ دنیا میں ظاہر نہیں کرتے کہ تمہارے کاربند کر دیں نظام عالم میں خلل آوے۔ جو ازلی جہنمی ہے اس کے گمراہ ہونے کے یہ اسباب اسی کی حکمت بالغہ کا اثر ہے۔ اور نیز ھو العزیز الحکیم میں یہ بھی اشارہ ہے کہ قابل پرستش وہ ہو جو غالب اور حکیم ہو سو یہ دونوں وصف ہم کو حاصل ہیں نہ اور کو یہ معنی اس تقدیر پر ہیں کہ جب ما یدعون کے ما کو موصولہ مانا جاوے اور اگر اس کو نافیہ یا استفہامیہ سمجھا جاوے تو یہ معنی ہوں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کچھ بھی نہیں یا وہ کیا چیز ہیں؟

اور بعض جہال اس مثال پر یہ بھی طعن کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مکڑی کا کیوں ذکر کیا وہ تو ایک ذلیل چیز ہے کوئی اور ہی مثال دینی تھی اس کے جواب میں فرماتا ہے تلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون کہ ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سمجھانے کے لیے ذکر کرتے ہیں پر سمجھتے وہی ہیں جو ذی علم ہیں وہ جان جاتے ہیں کہ مکڑی خواہ کیسی ہی ذلیل چیز ہو مگر غرض تو مشرکوں کے مذہب کو اس ذلیل چیز کے ذلیل گھر سے تشبیہ دینا ہے سو وہ بخوبی حاصل ہے اگرچہ ھو العزیز الحکیم سے ان کے معبودوں کی قلعی کھول دی تھی مگر اس بات کو پھر ایک بڑی بھاری دلیل سے ثابت فرماتا ہے خلق اللہ السموٰت والارض بالحق کہ اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو نہایت درستی سے بنایا ہے کوئی ان میں بے کار نہیں نہ کوئی کارآمد بات رہ گئی ہے پھر بتلاؤ تمہارے معبودوں نے کیا بنایا ہے خواہ وہ بت ہوں یا وہ کہ جن کے یہ بت ہیں ان فی ذلک لآیۃ للمؤمنین اس میں ایمانداروں کے لیے بڑی نشانی اور کامل حجت اور پوری اطمینان دینے والی سند ہے کہ وہی پرستش کے قابل ہے کہ جس نے آسمان زمین بنائے باقی کسی کا کیا حق ہے۔

ف لات منات عرب میں کوئی باخدا شخص تھے جن کی مورت پوجا کرتے تھے اسی طرح حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی مورتیں خانہ کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں ۱۲

تفسیر حقّانی

پارہ ۲۱

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ
(اے رسول) وہ جو آپ کی طرف کتاب وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى
اور نماز کو (سرگرمی سے) ادا کرتے رہو البتہ نماز بے حیائی
عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ
اور بری بات سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد
اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿٤٥﴾
سب سے بڑھ کر ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو
وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا
اور (اے مسلمانو) اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر
بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ڰ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
اسی طریقے سے کہ جو عمدہ ہو مگر ان میں کے جو ظالم ہیں (ان سے
مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ
پورا مقابلہ کرو) اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف
اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰـهُنَا وَ
نازل کیا گیا اور (اس پر بھی جو) تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا خدا اور
اِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٤٦﴾
تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ
اور اسی طرح کی ہم نے آپ کی طرف بھی کتاب نازل کی ہے
فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ
پھر جن کو کہ ہم نے کتاب دی تھی وہ تو اس پر ایمان
بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَ
رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی کچھ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور

مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

ہماری آیتوں کا کافر ہی انکار کیا کرتے ہیں

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ

اور اس سے پہلے آپ نہ پڑھتے تھے کوئی کتاب

كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا

پڑھتے تھے اور نہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ اب

لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ

یہ بدکیش شبہ میں پڑ گئے بلکہ (یہ) قرآن

اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ

کھلی ہوئی آیتیں ہیں ان کے دلوں میں کہ جن کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ

علم دیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کا (کوئی) انکار نہیں کرتے

اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

مگر ظالم ۔

ترکیب

الا بالتی اے المجادلۃ التی ھی احسن کالدعاء الی اللہ بآیاتہ التنبیہ علی حججہ الا الذین ظلموا ہو استثناء من الجنس وفی المعنی وجہان احدہما الا الذین ظلموا فلا تجادلوہم بالحسنیٰ بل بالغلظۃ والثانی لا تجادلوہم البتۃ ۔

تفسیر

ان فی ذٰلک لاٰیۃ للمؤمنین تک انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور شرک کی برائی اور مشرکین کے ساتھ مناظرہ اور ان کی بت پرستی کی تحقیر تھی اور یہ ایک خاص مقصد تبلیغ رسالت سے متعلق تھا جس میں روح پر تکان آنا اور طبیعت کا سُست ہو جانا ایک جبلی بات ہے اس لیے اس کے بعد

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت قرآن اور نماز اور ذکرِ الٰہی کا حکم دے کر پھر تازہ دم کیا جاتا ہے فقال اتل ما اوحی الیک من الکتٰب الخ کہ اگر یہ جاہل و سرکش نہ مانیں تو آپ کتاب الٰہی کی جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے یعنی قرآن مجید تلاوت کیجیے کیوں کہ اس میں نوح و ابراہیم ولوط و موسیٰ کی امتوں کا پورا بیان ہے آپ کے دل کو تسکین ہو جائے گی کہ پہلے بھی کافر اور بت پرستوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ یہ کچھ کیا تھا جس پر برباد ہوئے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اور اسی لیے اتل فرمایا اتل علیھم نہیں فرمایا اور نیز قرآن میں دنیا کی بے ثباتی دارِ آخرت کی ترغیب ہے اس کے پڑھنے سے خواہ مخواہ دل کو تسلی اور روح کو روشنی حاصل ہو جاتی ہے اور دنیا کو بے ثبات سمجھنے لگتا ہے پھر کوئی رنج رنج نہیں معلوم ہوتا ہے اور اب تک قرآن مجید کی تلاوت میں یہی برکت رکھی ہوئی ہے۔ اور تلاوت کا پہلے اس لیے حکم دیا گیا کہ اس کو سننے والا بھی مستفیض ہوتا ہے اور اسی لیے اوسط درجہ کا جہر اولیٰ قرار دیا گیا پس اگر اس سے بھی ان کو فیض نصیب نہ ہو تو اقم الصلوٰۃ نماز پڑھ کیوں کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر نماز برے اور بے حیائی کے کاموں سے روک دیتی ہے۔ اول تو اس میں ہر رکعت میں سورۃ الحمد پڑھی جاتی ہے جس کا ہر ہر جملہ انسان کی روحانی قوتوں کو ابھارنے والا ہے پھر اس کا کھڑا ہونا حمد و ثنا کرنا اس کے آگے سر رکھ کر اس کی حمد و ثنا کرنا روح کو تازہ کرتا ہے اور جب روح پر تازگی آتی ہے تو نفسانی قوتیں گھٹ جاتی ہیں جو بے حیائی اور برے کاموں کی محرک تھیں اور ذکر الٰہی نماز کے باہر بھی کر کیوں کہ ولذکر اللّٰہ اکبر خواہ ذکر قلبی ہو خواہ لسانی جہری ہو خواہ سری، یہ بڑی چیز ہے، اس میں اللہ جل شانہ سے نزدیکی ہوتی ہے اور اس کی صحبت سب سے بڑھ کر ہے۔

یہ تین قسم کی عبادت ہے تلاوت، نماز، ذکر۔

اگرچہ نماز میں تینوں کیا پاکیزہ حرف ہیں مگر جداگانہ بھی ہر ایک جدا اثر رکھتی ہے اس لیے ہر ایک کو جداگانہ ذکر کیا اور اس ترتیب میں ایک نکتہ ہے۔

واللہ یعلم ما تصنعون میں اشارہ ہے کہ خلوص سے یہ کام کرو، وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ یہ تعلیم باطنی تھی کہ تم ایسے ہو جاؤ تمہارے نورِ باطن سے لوگ خود بخود ہدایت پر آویں گے۔ اس لیے اس کے بعد اہلِ کتاب کے مناظرے اور جھگڑے سے بھی روک دیا جو وہ بسا اوقات مسلمانوں سے اُلجھا کرتے تھے۔ فقال ولا تجادلوا اهل الكتب الا بالتي هي احسن اہلِ کتاب سے مجادلہ نہ کرو مگر عمدہ طور سے ہو تو مضائقہ نہیں جس میں نرم کلامی اور اظہارِ حق مدِ نظر ہو۔

الا الذين ظلموا منهم مگر جو ان میں ہٹ دھرم ہیں۔ بعض سخن پرور ضدی متعصب زبان دراز ہو تو ان سے مناظرہ نہ کرو ان کو اُس وقت کے لیے چھوڑ دو کہ آسمانی سلطنت کا بادشاہ اپنی تلوار اپنی ران پر لٹکائے اور اس کا دایاں ہاتھ مہیب کام دکھائے۔

اس کے بعد اہلِ کتاب کے لیے کیا ساکت کرنے والا کلام فرماتا ہے وقولوا آمنا الخ کہ بھائیو! الہام اور نبوت کا دروازہ بند نہیں ہو گیا ہم جو ہمارے نبی پر الہام ہوا اس کو بھی مانتے ہیں اور جو تمہاری طرف انبیاء سابقین پر الہام ہوا ہے کہ جن کو تم بھی جانتے ہو اس کو بھی ہم مانتے ہیں توریت و زبور انجیل سب پر ہمارا ایمان ہے اور ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے۔ پھر جس نے پہلے کتابیں اور نبی بھیجے اُسی نے یہ نبی اور کتاب بھیجی۔

وكذلك انزلنا اليك الكتب پھر اب تم کو ہمارے اہلِ حق ہونے میں کیا کلام باقی ہے صاف بات ہے ہم پر نبی یا کتاب نہ ماننے کا الزام عائد نہیں ہو سکتا ہاں تم پر ہے اس لیے خدا ترس اہلِ کتاب جیسا کہ عبداللہ بن سلام اور ۳

عرب کے بھی با انصاف لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ فالذين آتيناهم الكتب يؤمنون به الخ پھر جو اس کا منکر ہے تو وہی ہے جو ازلی کافر ہے وما يجحد بآيتنا الا الكفرون۔

اس کے بعد ایک اور دلیل تسلی بخش ذکر کر کے فرماتا ہے وما كنت تتلوا من قبله من كتب ولا تخطه بيمينك اذا لارتاب المبطلون کہ اس دن سے پہلے آپ نہ کبھی کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے یعنی ظاہری علم نہیں تھا اگر اگلی کتابیں لکھے پڑھے ہوتے تو ان کے لیے شک کرنے کی گنجائش تھی کہ ان میں سے دیکھ کر کتاب لکھ لی ہوگی۔ پھر جب یہ نہیں تو بجز الہامِ الٰہی کے اور کوئی وجہ نہیں پھر یہ مبطل جھوٹا کرنے والے یا تباہ کار کس لیے شک کرتے ہیں بلکہ بل هو آيت بينت في صدور الذين اوتوا العلم یہ قرآن کھلی کھلی آیتیں ہیں جو حفاظ کے سینوں میں لکھی ہوئی ہیں نہ کہ کاغذوں پر محمدؐ نے لکھ کر دی ہیں اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات روشن ہیں یعنی ان کے مطالب ایسے ہیں اہلِ علم کے دلوں میں پیوست ہیں وہ اہلِ علم دل سے تصدیق کرتے ہیں یعنی کچھ اسی معجزہ پر بس نہیں کہ ایک اُمّی سے ایسی کتاب ظاہر ہوئی بلکہ نفسِ مضامین قرآن اپنے لیے آفتاب کی طرح اہلِ علم کے نزدیک آپ دلیل ہیں۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ قرآن عالمِ بالا کے اہلِ علم ملائکہ کے دلوں میں لکھا ہوا ہے وہاں سے دنیا میں آیا ہے نہ کہ محمدؐ نے فرمایا ہے پھر جو کوئی ایسی آیتوں کا انکار کرے تو بڑا بے انصاف ہے۔ وما يجحد بآيتنا الا الظلمون۔ یہاں تک اہلِ کتاب کے ساتھ احسن طریق پر مناظرہ تھا۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ

اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ نازل

لہ رسول پر ۱۲

رَبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ
کی گئیں کہدو نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں
وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ
اور میں جو ہوں تو کھول کر ڈر سنانے والا ہوں کیا ان کو یہ
يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی
يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً
جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے البتہ اس میں رحمت
وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ
اور نصیحت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں کہدیجے
كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ
میرے اور تمہارے درمیان گواہی کو اللہ کافی ہے
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وہ جانتا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین کے اندر ہے
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا
اور وہ جو جھوٹ پر ایمان لائے اور اللہ سے منکر
بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ
ہوئے وہی زیاں کار ہیں اور
يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ
وہ آپ سے جلدی عذاب مانگ رہے ہیں اور اگر
اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ
وقت مقرر نہ ہوچکا ہوتا تو پھر ان پر عذاب آچکتا
وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا
اور البتہ وہ ان پر دفعۃً آئے گا کہ ان کو خبر
يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ
بھی نہ ہوگی آپ سے جلدی کر رہے عذاب کے لیے
وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾
اور البتہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے
يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ
جس دن کہ عذاب ان پر چھا جائے گا ان کے اوپر سے
وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ
اور ان کے پاؤں کے نیچے سے اور کہے گا
ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾
چکھو جو کچھ کہ تم کیا کرتے تھے

ع ۱

ترکیب

انا انزلنا جملہ یکفہم کا فاعل یتلیٰ علیہم کتاب کی صفت کفیٰ کا فاعل اللہ اور ب زائد ہے شہیداً مفعول لہٗ کفیٰ سے یا تمیز اور ممکن ہے کہ حال بھی ہوجائے یوم یغشٰہم ظرف ہے اس کا عامل محیطۃ اے یحیط بہم یوم کذا۔

تفسیر

وقالوا لولا انزل علیہ اٰیٰت من ربہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دلائل سے ثابت کی گئی اور یہ بتلایا گیا کہ جس طرح پہلے نبیوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اسی طرح آپ پر بھی اللہ نے نازل کی ہے ان پر کفار قریش نے از خود یا بعض اہل کتاب کے سکھانے سے یہ شبہ کیا کہ اس کو یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ معجزات کیوں نہ دیے گئے جو ان کو دیے گئے تھے نافع و ابن عامر اور بصریوں اور حفص کی قرات میں آیات جمع کا لفظ ہے اور یہی ارجح ہے۔

اس کے جواب میں فرماتا ہے قل انما الاٰیٰت عند اللہ وانما انا نذیر مبین کہ معجزات تو اللہ کے اختیار میں ہیں جب چاہے منکروں کے الزام کے واسطے ظاہر کرے۔ اور

میں رسول ہوں رسول کے لیے مخالفین کی خواہش کے موافق معجزات کا دیا جانا کوئی شرطِ رسالت نہیں۔ رسول کے بھیجنے سے غرض لوگوں کا تنبیہ کر دینا ہے۔ سو میں کھلم کھلا تم کو متنبہ کرنے والا ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ نے بھی یہودیوں نے صلیب پر چڑھاتے وقت معجزات طلب کیے۔ مگر جب دیکھا گیا کہ نہ مانیں گے نہ دکھائے گئے۔ اور اگر تم کو کوئی معجزہ تصدیق کے لیے درکار ہے تو قرآن سے زیادہ اور کون سا معجزہ ہے جو تم کو سنایا جاتا ہے کیوں کہ امی شخص سے ایسی کتاب کا ظاہر ہونا کہ جس کی دس آیتوں کے برابر بھی کسی سے نہیں بن سکتیں، بڑا معجزہ ہے اور نیز قرآن صرف معجزہ ہی نہیں بلکہ نصیحت اور رحمت ہے ایمان داروں کے لیے۔ فقال اولم یکفھم الی قولہ یؤمنون۔

دوسری دلیل نبوت کی اللہ کی شہادت ہے جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے اس کی شہادت بس ہے فقال قل کفیٰ باللہ الخ پس جو غلط باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور اللہ کے منکر ہیں وہ نہیں مانتے نہ مانیں وہ خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں والذین اٰمنوا بالباطل الخ۔

اس پر بھی کفار کو بس نہ تھی کہتے تھے کہ جب عذاب کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر سچا ہے تو ابھی اس کو لا۔ و یستعجلونک بالعذاب۔ فرماتا ہے اس کے لیے ایک خاص وقت مصلحتِ الٰہیہ کی وجہ سے مقرر نہ ہوا ہوتا تو ابھی آتا اور وہاں وہ یکایک اُن پر آوے گا۔

بدر کا واقعہ اور ایک قحطِ عظیم چنانچہ آیا۔ پھر تعجب کے طور پر اسی کلمہ کا اعادہ کرتا ہے یستعجلونک بالعذاب کہ کیا جلدی کرتے ہو؟ جہنم کے گھیرے میں تو پڑے گئے ہو۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ

اے میرے ایمان دار بندو! بے شک میری زمین

وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

فراخ ہے پھر میری ہی عبادت کرو (اور غیر کے آگے نہ جھکو)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۣ قف

ہر شخص موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے

ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ

پھر ہمارے ہی پاس پھر کر آؤ گے اور جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام بھی کیے البتہ ہم ان کو جنت کے

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بالاخانوں میں جگہ دیں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ

ہوں گی وہ وہاں ہمیشہ رہا کریں گے کیا خوب بدلہ ہے

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ ۙ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ

عمل کرنے والوں کا ان کا کہ جنہوں نے صبر کیا اور

عَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ

اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور

كَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ

بہت سے ایسے جانور ہیں کہ جو اپنی روزی نہیں اٹھاتے ہیں

اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ

اللہ ان کو بھی روزی دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہ

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ

سنتا جانتا ہے اور (اے رسول) اگر آپ ان سے پوچھیں

مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ

کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

(کس نے) سورج اور چاند کو محکوم کر دیا۔ تو کہیں گے اللہ نے

فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

پھر کہاں بہکے چلے جاتے ہو اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ

کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَ

اللہ ہر شے سے خبردار ہے اور

لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے کس نے پانی

مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ

اتارا کہ جس سے خشک ہو جانے کے بعد زمین کو

مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ

سرسبز کیا تو کہیں گے اللہ، کہو الحمد

لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع

للہ بلکہ اکثر ان میں سے نہیں سمجھتے۔

تفسیر

جب کہ کفار و مشرکین مکہ اور نیز اہلِ کتاب کا حال اور ان کے نامحمود طریقے کی برائی اور آخرت کا وبال صاف صاف بیان ہوا تو شدہ شدہ کفارِ مکہ کو نہایت جوش و تعصب ہوا کہ دین داروں کو نہایت تکلیفیں دینی شروع کریں جن کی مسلمان نہایت استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرتے رہے مگر جب اوامر ارکانِ دینی سے بھی سخت مانع آئے تو وطن چھوڑ کر باہر جانے کی اجازت ہی نہ دی بلکہ رغبت دلائی گئی اس لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ہجرت کی ترغیب ہے جس سے مسلمان ملک حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرکے جانے لگے فقال یٰعبادی الذین اٰمنوا کہ اے میرے ایمان دار بندو! میری زمین فراخ اور کشادہ ہے کس لیے یہاں پڑے ہو باہر جاؤ اور اطمینان سے میری عبادت کرو۔ وطن چھوڑنا یوں بھی ایک آسان بات نہیں اس پر مسلمانوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور اپنے دینی بھائیوں کا فراق شاق گزرتا تھا اور تنگ دستی اور سفر کی غربت کا بھی خیال گزرتا تھا۔ ان دونوں باتوں سے تسکین و اطمینان کامل دلاتا ہے۔

اول بات کا اطمینان اس آیت میں دلاتا ہے کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون کہ ہر ایک شخص کو ایک روز موت کا مزہ چکھنا ہے پھر بہتر یہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مرے اور مرکر سب ہمارے پاس آجاویں گے پھر وہاں جدائی نہیں۔ دنیا میں چند روزہ جدائی ہوئی تو کیا اور نیز اگر ہجرت نہ کی تو بھی مرنا ہے جدائی تو پھر بھی تمہارے خیال کے مطابق ہے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ تکلیف جو ہے چند روزہ ہے اور تمہارے مخالفوں کا زور شور بھی چندوں کے لیے ہے۔

دوسری بات کے اطمینان کے لیے یہ آیت ہے والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لنبوئنھم من الجنۃ غرفا تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا کہ ہم ایمان داروں نیک کام کرنے والوں کو جنت کی کھڑکیوں اور جھروکوں میں جگہ دیں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ وہاں ہمیشہ رہا کریں گے یعنی تمہارے اس ایمان اور وطن چھوڑنے کے بدلے میں ہم تم کو ایسا عمدہ وطن دیں گے۔ لنبوئنھم ای لننزلنھم من الجنۃ علالی و انتصاب غرفا جمع الغرفۃ اما بنزع الخافض ای فی غرف فحذف فی واما بکونہ مفعولا ثانیا البوئ الاقامۃ)۔

اور عملوا الصّٰلحٰت میں کی دو عمدہ نیکیوں کو بیان فرماتا ہے الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون کہ وہ جو سفر کرتے ہیں اور ہجرت کی تکلیف گوارا کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ مگر یہ بھی تو بغیر مدد الٰہی کے کچھ کام نہیں چلتا پھر سفر میں بھی وہی انہیں سے ان کے

رزق کا اطمینان دلاتا ہے وکاین من دابۃ الخ کہ بہت سے زمین پر جانور ہیں کہ اپنی روزی کا آپ بندوبست نہیں کر سکتے۔ ہوا کے پرندوں اور زمین کے سوراخوں میں بسنے والوں کو وہی روزی دیتا ہے پھر کیا تم کو نہ دے گا یا تم کو بھول جاوے گا نہیں ہرگز نہیں ھو السمیع العلیم وہ سننے جاننے والا ہے۔ پھر اس توکل کو ان تین آیتوں میں اور بھی مستحکم کرتا ہے اور اس ضمن میں مشرکوں پر تعریض بھی کرتا ہے اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ آفتاب و ماہتاب بارش وغیرہ انقلاب دہر اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ لے مہاجروں تم کو زبر اور مخالفوں کو زیر کر دے گا۔

اول آیت ولئن سالتھم الخ کہ ان سے پوچھے گا تو اقرار کریں گے کہ آسمان و زمین چاند اور سورج اللہ نے بنائے ہیں پھر کیا وہ تمہاری روزی کے اسباب پیدا نہ کرے گا؟ اس میں مشرکوں پر طعن بھی ہے کہ پھر غیر کو کیوں پوجتے ہو؟

دوسری آیت اللہ یبسط الرزق الخ کہ تنگ دستی فراخ دستی اللہ کے ہاتھ ہے۔

تیسری آیت ولئن سالتھم من نزل الخ کہ وہی مینہ برسا کر اس سے زمین کو ہرا بھرا کرتا ہے ان آیتوں میں مہاجروں کے اطمینان اور مشرکوں پر تعریض اور اللہ تعالیٰ کے خالق و قادر ہونے کا ثبوت و حشر بالاجساد و بالارواح کا بیان ہے۔

ف اب بھی جہاں فرائض دینی ادا کرنے سے کوئی مانع ہو تو ہجرت واجب ہے اور اس جگہ کی کہ جہاں ہجرت کر کے جاوے کوئی خصوصیت نہیں مکہ معظمہ ہو یا مدینہ منورہ یا کوئی دوسری جگہ کہ جہاں آزادی سے ارکان اسلام ادا کر سکے اس وقت صحابہ حبشہ بھی ہجرت کر کے گئے تھے اور مدینہ تو دار الہجرت ہی تھا۔ فتح مکہ سے پیشتر ہجرت ضروری بات تھی پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ہجرت کرنا ضرور نہیں مگر جہاں کہیں مسلمانوں کی وہی حالت ہو جاوے جو ابتدائے اسلام میں مکہ میں تھی تو پھر ہجرت کا وہی حکم ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ

اور کیا ہے اس دنیا کی زندگی مگر کھیل

وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ

اور کود اور البتہ دار آخرت ہی زندگی

الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۶۴

جگہ ہے کاش وہ جانتے۔

ترکیب

الحیوان مصدر حیی بہ ذو الحیوۃ واصلہ حییان فقلبت الیاء الثانیۃ واوا لئلا تلتبس بالتثنیۃ ولم تقلب الفا لئلا یحذف احد الالفین والحیوۃ ایضا مصدر لکن الحیوان ابلغ لان من بناء فعلان من معنی الحرکۃ والاضطراب اللازم للحیوۃ (بیضاوی وغیرہ)

تفسیر

ان آیتوں کے بعد کہ جن میں توکل کی ترغیب تھی اور جن میں اپنی قدرت کاملہ کے آثار ظاہر فرماتے تھے کہ ہم نے آسمان و زمین کو پیدا کیا پھر آسمان سے مینہ برسا کر روزی رزق پیدا کرتے ہیں ہم ہی بے بس جانوروں کو روزی دیتے ہیں ہم ہی تنگی و فراخ دستی دیتے ہیں تاکہ بندہ اسی پر توکل کرے اور دین کی حفاظت میں جو کچھ مصیبت آوے اس سے نہ ڈرے ایک ایسا جملہ ارشاد فرماتا ہے کہ جس سے دنیا سے دل سرد ہو جاوے اور یہاں کا عیش و آرام اور دکھ درد سب گرد ہو جاوے۔ فقال وما ہذہ الحیوۃ الدنیا

الا لھو ولعب وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون اس آیت میں تین باتیں ارشاد فرمائیں :۔

اوّل یہ کہ دنیا کی زندگی محض کھیل کود ہے یعنی اس چیز کے مانند بے حقیقت ہے کہ جس سے لڑکے تھوڑی دیر تک مل کر کھیل کود لیتے ہیں پھر تھک کر الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم وجود میں لوگ آتے ہیں دنیا کی چیزوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اپنے اصلی رستہ کو کہ جہاں جانا ہے اور اپنے اصلی کام کو کہ جو یہاں کرنا تھا بھول جاتے ہیں الجھے ہیں جام عمر لبریز ہوا دنیا سے بڑی تلخ کامی کے ساتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ایسے گئے کہ پھر کسی نے اِدھر آکر بھی نہ جھانکا۔ غرض یہ کہ جس طرح کھیل کود بے بنیاد ہے اسی طرح دنیا کی زندگی ہے۔ کیا خوب کہا ہے عارف جامی نے ؎

دلا تا کے دریں کاخ مجازی
کنی مانند طفلاں خاک بازی
بیفشاں بال و پر زامیزش خاک
بپر تا کنگرۂ ایوان افلاک

مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے کن کٹے مردار بچے کے پاس سے ہو کر نکلے لوگوں سے فرمایا اس کو کوئی ایک درہم میں خریدنا چاہتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم تو اس کو مفت بھی نہیں لیتے۔ فرمایا بخدا! اللہ کے نزدیک تمہارے لیے دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار دنیا ملعون ہے جو کچھ اس میں ہے سب پر لعنت ہے مگر اللہ کا ذکر اور اس کے پسندیدہ کام اور عالم اور طالب العلم، رواہ الترمذی و ابن ماجہ۔

سہیل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر اللہ کے نزدیک دنیا مچھر کے برابر بھی ہوتی تو کسی منکر کو پانی بھی نہ پینے دیتا، رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں فرماتے تھے کہ شراب گناہ کا گھر ہے اور عورت شیطان کی رسی ہے (اس سے باندھ لیتا ہے) اور دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے۔ مشکوٰۃ ؎

ایام بقا چو باد صحرا بگذشت
تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

لہو و لعب سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں لہو و لعب کرنا چاہیے۔ بعض کہتے ہیں لہو اور لعب کے ایک ہی معنی ہیں دوسرا لفظ پہلے کی تاکید کے لیے آیا کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں لعب لڑکپن کے زمانے میں کھیلنے کو کہتے ہیں اور لہو جوانی میں کھیلنا۔ کھیل کود اس کا ترجمہ ہے۔

دوسری بات وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان کہ آخرت کا گھر ہی زندگی کی جگہ ہے یعنی فنا نہیں حیات ابدی ہے۔ پھر جس جگہ ہر وقت کوچ کا نقارہ بج رہا ہو عاقل کو وہاں دل لگانے مکان بنانے قصے قضیے کرنے سے کیا کام اور اس رواروی میں اسباب عیش سے کیا آرام ؎

مرا در منزل جاناں چہ امن عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

اقارب و احباب کی موت، بدن کے تغیرات، زمانے کا انقلاب اس غافل کے کوچ اور سفر کے لیے گھنٹیاں ہیں ؎

مصحفی کس زندگانی پر بھلا میں شاد ہوں
یاد ہے موت قتیل و مُردن انشا مجھے

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں ؎
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

تیسری بات لو کانوا یعلمون اگر لوگ جانتے تو دنیا پر نہ مرتے۔ یا یہ معنی کاش ان کو اس بات کا علم ہوتا۔ اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور اپنی موت کا سب کو علم ہے مگر جب کہ اس علم پر عمل نہیں تو وہ بمنزلہ جہل کے ہے۔ اس لیے یہ

کلمہ فرمایا۔ اور یہ بھی ہے کہ اس جاننے پر دنیا اور اس کے اسباب تفاخر میں یہ محویت ہے کہ مرنا بھی بھول گئے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ
پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ
خاص اسی کے لیے نیاز کر کے پھر جب ان کو خشکی کی
اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا
طرف بچا کر لے جاتا ہے تو جبھی شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ ہماری دی
بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ
ہوئی نعمتوں کا انکار کریں اور برت لیں پھر جلد معلوم
يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا
کر لیں گے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو
حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ
امن کی جگہ بنا دیا اور لوگ ہیں کہ ان کے آس پاس سے
حَوْلِهِمْ ۚ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ
اُچکے جاتے ہیں پھر کیا جھوٹ پر ایمان رکھتے ہیں اور
بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ
اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اور اس سے کون بڑھ کر
اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے
اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ
یا حق کو جھٹلائے جب کہ اس کے پاس آوے
اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾
کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ؟

ترکیب

اذا رکبوا شرط دعوا جواب مخلصین کا الدین مفعول اور فاعل اس کا ضمیر۔ یہ جملہ حال ہے فاعل دعوا سے حرما موصوف آمنا الٰہ من القتل اولسبی صفت مجموعہ جعلنا کا مفعول ثانی اول بلدہم محذوف اور کل جملہ لم یروا کا مفعول۔ ویتخطف الخ جملہ حال مفعول جعلنا سے یا مستانفۃ الخطف ربودن لے جانا۔

تفسیر

فاذا رکبوا فی الفلک یہاں پھر اس حیات دنیا کے ایک بڑے اثر کو بیان فرماتا ہے کہ جب یہ مشرکین جو حیات دنیا میں محو ہو رہے ہیں کشتی پر سوار ہو کر دریا کا سفر کرتے ہیں اور وہاں پہاڑ جیسے دریا کی موجیں اٹھتی اور کشتی کو تہ و بالا کرتی ہیں تو اس حیات دنیا کا نشہ اتر جاتا ہے اور موت سامنے دکھائی دیتی ہے ان کی فطری حالت عود کر آتی ہے تو پھر خاص اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں۔

مخلصین لہ الدین۔ الدین بمعنی الطاعۃ اے مخلصین الطاعۃ لا لغیرہ ویمکن ان یکون بمعنی الملۃ فالمعنی کائنین فی صورۃ من اخلص دینہ من المؤمنین حیث لا یذکرون الا اللہ تعالٰی و لا یدعون سواہ۔

فلما نجٰہم الی البر اذا ہم یشرکون پھر جب ان کو وہ خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اپنی اسی حالت پر آجاتے ہیں اپنے انہیں معبودوں کی طرف دنیاوی طمع سے جن کو وہ ان کی طرف سے سمجھتے ہیں ان کو اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگتے ہیں۔

لیکفروا بما آتیناہم تاکہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کریں ۔ واللام لام کی اے یشرکون لیکونوا کافرین بشرکہم نعمۃ النجاۃ او لام الامر علی التہدید (بیضاوی) یعنی ان کو اس نعمت کا شکر کرنا چاہیے تھا مگر حیات دنیا کے نشہ میں اس کے بدلے وہ ناشکری کرتے ہیں غیروں کی طرف

طمع میں آکر جھک جاتے ہیں ولیتمتعوا اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے ہم دنیا میں شاد بامراد رہیں گے، پھلے پھولیں گے دنیا کو برتیں گے اگر ایسا نہ کریں تو یہ معبود ہم کو برتنے نہ دیں گے۔ چنانچہ اب بھی مشرکوں کا اپنے بتوں کی بابت یہی خیال ہے کہ اگر ہم ان کو نہ پوجیں نذر نیاز نہ کریں تو بیمار ہو جاویں مفلسی آجاوے اولاد مر جاوے۔ دوسری تقدیر پر یعنی جب کہ لام امر کا لیا جاوے گا تو یہ معنی ہوں گے اچھا برت لیں فسوف یعلمون پھر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ نعمتیں کس نے دی تھیں اور اب اس کی ناشکری میں کون سزا دے رہا ہے؟ یہ بات مرنے کے بعد بخوبی معلوم ہوگی۔

اولم یروا انا جعلنا حرما آمنا الخ اب بیان سے یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ سب نعمتیں ہماری دی ہوئی ہیں اس میں ان کے معبودوں کا کچھ بھی دخل نہیں ان نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ جس کو وہ بھی خاص اللہ ہی کی طرف سے سمجھتے تھے۔ وہ کیا؟ حرم مکہ کا امن کی جگہ ہونا۔ عرب کے تمام قبائل حرم مکہ کی تعظیم ہمیشہ سے کیا کرتے تھے۔ حرم مکہ میں یعنی اس کے پاس ایک خاص مدت تک (جس کو ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں) نہ کسی کو مارتے تھے نہ لوٹتے تھے اس لیے مکہ کے لوگ امن و عافیت سے زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے ارد گرد حرم کی حد سے باہر لوگ اچک لیے جاتے تھے۔ یعنی جس طرح شکاری پرند چیل، باز وغیرہ زمین پر سے اچک لیتے ہیں یعنی اٹھا کر لے بھاگتے ہیں اسی طرح لوگوں کا حال تھا۔

افبالباطل یؤمنون وبنعمۃ اللہ یکفرون فرماتا ہے کہ پھر کیا غلط اور جھوٹی باتوں پر ایمان لاتے ہیں کہ فلاں بت نے اولاد دی فلاں نے فلاں کام کر دیا اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اس کو نہیں مانتے اس پر ایمان نہیں لاتے۔

کفار و مشرکین اس حیات دنیا کے نشے میں دو کام کرتے تھے۔ ایک تو یہ کہ بتوں کے لیے افسانے اور قصے گھڑ رکھے تھے کہ اس نے فلاں کو یہ نعمت دی تھی اور فلاں نے جو نذر و نیاز نہ کی تھی اس کو برباد کر دیا تھا اللہ نے ان کو اپنے گھر کا مختار کیا ہے۔

دوسرا یہ کہ سچی باتوں کو جو رسول لے کر آیا تھا جھٹلاتے تھے۔ اور درحقیقت یہ دونوں باتیں عقلاء کے نزدیک انتہا درجہ کی بری اور صریح ظلم ہیں اس لیے فرماتا ہے ومن اظلم الخ کہ ان لوگوں سے بھی بڑھ کر کوئی ظالم اور بے انصاف ہے کہ جو اللہ پر جھوٹی باتیں بنائیں اور سچی بات کو نہ مانیں! پھر کیا ان کافروں کا جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا؟ یعنی ان کا جہنم میں گھر ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۶۹

اور جنہوں نے ہمارے معاملہ میں محنت کی البتہ ان کو ہم اپنے رستے بتا دیں گے اور البتہ اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

ترکیب

والذین موصول جاھدوا فینا جملہ صلہ مجموعہ مبتدا لنھدینھم مفعول اول نہدی کا سبلنا مفعول ثانی جملہ خبر مع مضاف المحسنین مضاف الیہ خبر ان۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا الیس فی جھنم مثوی للکافرین کہ کیا جہنم میں کافروں کا مقام نہیں؟ یعنی جس رستہ پر یہ چلے جا رہے ہیں یہی رستہ جہنم کا ہے کیونکہ جب رستہ تمام ہو جاتا ہے تو وہی مقام ملتا ہے کہ جس کا یہ رستہ ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں ایک دوسری سیدھی سڑک کی طرف اشارہ کرتا ہے جو خاص اس کی بارگاہ کبریائی تک پہنچی ہے۔ فقال

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کہ وہ جو ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے پاس پہنچنے کے رستے بتلا دیں گے اور جب وہ ان رستوں پر چل پڑیں گے تو پھر کچھ غم کسی رستہ میں پیش آنے والی مصیبت کا نہیں کیونکہ وان اللہ لمع المحسنین اللہ نیک بختوں کے ساتھ ہے پھر جب ہم ساتھ ہیں تو کیا غم ہے نعم الطریق ونعم الرفیق۔

فوائد

(۱) جاھدوا فینا لے فی حقنا ومن اجل رضانا خالصاً یعنی ہمارے در بار فیض آثار کا در بند نہیں جو کوئی قصد کرے اور قصد بھی جھوٹا قصد نہ ہو بلکہ جہاد یعنی پوری کوشش اور خوب جد و جہد ہو تو ہم خود ہی اس کو رستوں پر چراغ لے کر آملتے ہیں۔ وہ جو پہلے فرمایا تھا وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان اب اس دار خلد کا آپ ہادی بن گیا مطلب یہ کہ بندہ کا کام صرف کوشش کرنا ہے پھر منزل مقصود تک تو ہم آپ پہنچا دیتے ہیں۔

(۲) یہ ایک ایسا کثیر المعنی جملہ ہے کہ جس کی تفسیر کے لیے ایک اتنی ہی بڑی اور تفسیر لکھی جاوے تو بس نہ ہو۔ اس میں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ مقاصد کی طرف اشارہ ہے اگر کوئی نیک کام کرنا چاہے کہ ہم مدرسہ یا مسجد بناویں یا مسافروں یتیموں کے لیے کوئی آرام گاہ تیار کریں یا کوئی دینی تصنیف کریں یا گمراہوں کو وعظ و پند سنا کر راستی پر لاویں یا دنیا میں شریر اور سرکشوں کو زیر کر کے راست بازوں کے لیے امن قائم کریں جیسا کہ جہاد میں ہوتا ہے تو سب کاموں میں جو یہ کوشش ہوگی تو اللہ ہی کے لیے ہوگی ان سب کاموں میں اللہ اس کی مدد کر کے اس کو کامیاب کرے گا اور یہ سب نیک رستے اس کے پاس پہنچنے کی سڑکیں ہیں ان میں سے ہر ایک رستے کی وہی رہ نمائی کر کے اپنے دربار تک پہنچاوے گا جو دار الخلد ہے۔ اسی لیے ان سب طریقوں کے لحاظ سے سبلنا جمع کا صیغہ آیا کیونکہ سبیل کی جمع سُبُل ہے اور اسی لیے پھر سبل کو نا کی طرف مضاف کر کے سب کو اپنا رستہ کہہ دیا۔

اسی طرح جو کوئی معرفت و حقیقت کے لیے کوشش کرے گا ذکر و فکر و مراقبہ وغیرہ رستوں سے اللہ اس کو اپنے تک پہنچاوے گا۔ بندہ کوشش تو کرے پھر تو اس کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اس میں جہاد اصغر اور جہاد اکبر دونوں کی طرف اشارہ ہے۔ بندے کی کوشش کی دیر ہے۔ در فیض تو ہر وقت کھلا ہوا ہے جہاں اس نے اُدھر کے لیے کوشش کی فوراً مبدأ فیاض سے اس پر تجلی پڑی۔ اے رے غفلت یار خود بلا رہا ہے رستہ دکھا رہا ہے ہم ہیں کہ دنیا کے مال و اسباب جمع کرنے میں محو ہو رہے ہیں جن کو تھوڑی دیر کے بعد چھوڑ دینا پڑے گا۔ الٰہی اس کوشش کی ہم کو بھی توفیق عطا کر۔ آمین۔

(۳) سورت کے خاتمہ میں تین فرقوں کی طرف اشارہ فرماتا ہے فرقہ ناقصین کی طرف ومن اظلم میں کہ یہ بدبخت اپنی استعداد کو نکمی باتوں میں صرف کر کے جہاں کہیں جانا چاہے وہاں جانا چاہتے ہیں یعنی جہنم میں۔ فرقہ متوسطین کی طرف والذین جاھدوا فینا میں یہ لوگ سیدھے رستے کے لیے محنت کرتے ہیں ان کی جد و جہد پر توفیق الٰہی ان کی رہ نما ہوتی ہے۔ اور فرقہ کاملین کی طرف وان اللہ لمع المحسنین میں کہ یہ لوگ طبقہ علیا کے ہیں پیدا ہوتے ہی اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اول فرقہ کے لوگ کفار و بت پرست جن کو اصحٰب الشمال کہتے ہیں اور دوسرے فرقہ کے صالحین و مؤمنین جن کو اصحٰب الیمین کہتے ہیں۔ تیسرے فرقہ کے اولیاء کرام و انبیاء علیہم السلام جن کو السابقون الاولون کہتے ہیں۔

سورۂ روم

مکیہ اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ۔

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ

روم والے قریب کے ملک میں

اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

مغلوب ہوگئے اور وہ چند سال میں

سَيَغْلِبُوْنَ ③ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۣ

مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوں گے

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ

فتح و شکست کا اختیار اس سے پہلے بھی اللہ ہی کو تھا اور اس کے بعد بھی

وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④

اور اس روز (جس روز رومی غالب ہوں گے) مسلمان بھی اللہ کی فتح

بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَ

سے خوش ہو جائیں گے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور

هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ

وہ زبردست رحم کرنے والا ہے اللہ کا وعدہ ہو چکا

لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ

اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥

اکثر آدمی جانتے ہی نہیں

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ

کچھ دنیا کی زندگی کی ظاہر باتیں جانتے ہیں

وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

اور آخرت سے تو وہ غافل ہی ہیں

ترکیب

فی ادنی الارض، غلبت سے متعلق هم مبتدا سیغلبون خبر من بعد غلبهم اس سے متعلق غلبهم میں اول قرارت یعنی غلبت کو مجہول مانا جاوے تو مصدر مفعول کی طرف اور دوسری تقدیر میں مصدر فاعل کی طرف مضاف ہے۔ فی بضع متعلق ہے سیغلبون سے بنصر اللہ متعلق ہے یفرح المؤمنون سے وعد اللہ مصدر مؤکد لہ وعد اللہ وعدا ودل ماتقدم علی الفعل المحذوف لانہ وعد وعدہٗ مفعول لایخلف ۔

تفسیر

اگلی سورت میں اہلِ کتاب کو مشرکین پر ترجیح دی تھی بقولہ ولا تجادلوا اهل الكتٰب الی قولہ والٰهنا والٰهكم واحد کہ اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر نرمی سے اور یہ کہ کہہ دو جو کچھ تمہارے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا ہے ہم اس کو مانتے ہیں اور ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہ نسبت مشرکوں کے اہلِ اسلام کو اہلِ کتاب سے ایک خاص برادرانہ تعلق ہے ان کی اُن کی صدہا باتیں ملتی ہیں۔ اس پر مشرکوں کو اہلِ کتاب سے بھی نفرت ہوگئی اب ان کے پاس آنا جانا بھی چھوڑ دیا اس عرصہ میں شاہِ ایران خسرو اور شاہِ روم ہرکلیوس کی لڑائی ہوئی اور ہمیشہ ان دونوں سلطنتوں میں لڑائیاں ہوا کرتی تھیں، خدا کی قدرت اب کے بادشاہِ روم جو اہلِ کتاب یعنی عیسائی تھا شاہِ ایران سے مغلوب ہوگیا اور شاہِ ایران کے ہاں بت پرستی کے اصول کو زندہ کرنے والی آتش پرستی مروج تھی اس لیے مشرکین کو اس سے جانب داری اور شاہِ

روم سے منافرت تھی اس موقع پر مشرکین نے بڑی خوشی منائی اور مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تو تمہارے بھائی جو اہل کتاب ہیں اور ان کا اور تمہارا خدا ایک ہے مغلوب ہو گئے تمہارے خدا سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ اس پر یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی مسلمانوں کی تسلی کے لیے جس میں شاہ روم کے پھر غالب ہونے کی اور نیز مسلمانوں کو فتح نصیب ہونے کی بشارت ہے۔

الٓمٓ۔ ہم بار ہا بیان کر آئے ہیں کہ اوائل سور میں یہ حروف مفردات آیندہ مضمون کے مہتم بالشان ہونے پر دلالت کرنے کے لیے آیا کرتے ہیں اور ان میں مخاطب کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد کوئی بڑی بات بیان ہوگی تاکہ متوجہ ہو کر سنے اور نیز ان میں کسی خاص امر کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اس جگہ الف سے اسلام کی طرف اور لٓ سے اہل کتاب کی طرف مٓ سے مغلوب ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ گو اہل کتاب ایرانیوں پر غالب ہوں گے مگر اخیر میں اہل اسلام سے مغلوب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس کو وہ قرأت بھی مؤید ہے کہ جس میں غلبت کو معروف اور سیغلبون کو مجہول پڑھا ہے کہ اہل کتاب یعنی رومی غالب آئے مگر اس غالب آنے کے بعد پھر مغلوب ہوں گے۔ اور اگر حرف سیغلبون کو بھی مجہول کا صیغہ لیا جاوے تو بھی یہی مقصد حاصل ہوتا ہے کہ رومی اب دب گئے مگر من بعد غلبھم اپنے غلبہ پانے کے بعد پھر مغلوب ہوں گے۔ اس میں ایک بار ان کے غالب ہونے کی بشارت ہے پھر مغلوب ہونے کی بھی پیشین گوئی ہے چنانچہ دونوں باتیں وقوع میں آئیں اور رومی ایرانیوں پر فتح بدر کے روز غالب آئے۔ پھر چند برس کے بعد خلافت ابوبکرؓ و عمرؓ میں مغلوب ہو گئے، واللہ اعلم عنداللہ تعالیٰ۔

غلبت الروم فی ادنی الارض کہ بالفعل رومی لوگ[1] ہرکلیوس کہ جس کو اہل اسلام ہرقل کہتے ہیں قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے ہیں۔ ادنی الارض کے معنی ہیں قریب کی زمین۔ اس کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ عرب کے قریب کی زمین اطراف شام اذرعات[2] و بصریٰ اور یہیں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو کر روم مغلوب ہوا تھا اور یہی جگہ شام کے ملک سے باعتبار عرب کے قریب ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اردن اور فلسطین مراد ہے۔ مجاہد کہتے ہیں ارض جزیرہ مراد ہے اور یہی ملک روم کی سرحد میں ہے

---

[1] کسریٰ شاہ فارس اور ہرقل شاہ روم کی عرب سے قریب کے ملک یعنی عراق میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں فتح مکہ سے پہلے لڑائی ہوئی تھی جس میں رومی مغلوب ہو گئے تھے، قریش کہ عناصر پرستی وغیرہ کے رشتے سے ایرانیوں سے خوش اور اہل کتاب ہونے کے سبب رومیوں سے ناخوش تھے اور ان کو مسلمانوں سے منسوب کرتے تھے اس آیت میں رومیوں کے غالب ہونے کی پیش خبری ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے چند سال کے بعد پھر لڑائی ہوئی اور رومی غالب آگئے اور اسی روز بدر کی لڑائی میں قریش مکہ پر مسلمانوں نے بھی بڑی فتح پائی اور بڑی خوشی ہوئی، حقانی۔

ف روم تو دراصل اٹالیہ کو شہر رومہ کے سبب سے کہتے ہیں مگر ایشیائے کوچک سے لے کر قسطنطنیہ تک اور اس کے آگے تک بہت سے ملکوں کو عرب روم ہی کہتے تھے جو ان ملکوں میں رہتا ہے اور جو وہاں کا بادشاہ سب کو روم یا رومی کہتے ہیں جس طرح کہ ایشیائے کوچک کے جنوبی ملکوں کو شام کہتے ہیں۔ ہرکلیوس عیسائی مذہب کا بادشاہ تھا ۱۲ منہ

[2] اذرعات۔ یہ صوبۂ دمشق کا شہر ہے جو عمان اور بلقاء کے مابین واقع ہے۔ اور بصریٰ ضلع حوران کا مرکزی شہر تھا شام میں۔

فارس کے قریب ہے۔

فقیر کہتا ہے ہجرت سے تخمیناً چھ برس پہلے روم کے بادشاہ ہرقلیوس اور شاہ ایران خسرو میں جنگ شروع ہوئی اور طرفین سے سخت لڑائیاں ہوئیں ایرانی لشکر بصرہ کی طرف سے بڑھا اور رومیوں کو دباتا ہوا چلا شام کے ملک میں پہنچا اور خاص بیت المقدس کو بھی فتح کر لیا۔ ایشیائے کوچک کے تمام علاقے دبا لیے آخر قسطنطنیہ کے محاصرہ تک نوبت پہنچی تھی ہزاروں رومی اس جنگ میں مارے گئے بڑی شکست فاش ہوئی (اب سب کے قول ٹھیک ہوگئے) جب یہ خبریں مکہ میں پہنچیں تو مشرکین بڑے خوش ہوئے اور مسلمانوں کو طعنہ دینے لگے۔ تب مسلمانوں کی تسلی کے لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں، ان میں تین پیشین گوئیاں ہیں۔ ایک باوجود ان کے مغلوب ہونے کے رومیوں کا ایرانیوں پر غالب آنا۔ دوم پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے مغلوب ہونا۔ سوم اس پر مسلمانوں کا فتح پانا۔ بحمد اللہ یہ تینوں باتیں بہت جلد چند سال کے بعد واقع ہوئیں۔ فقال اللہ تعالیٰ و هم من بعد غلبهم سيغلبون اور وہ رومی ایرانیوں کے غلبہ کے بعد ان پر غالب آویں گے فی بضع سنین چند برس میں اور ان کی شکستہ حالی پر کوئی نہ جائے کیوں کہ للہ الامر من قبل ومن بعد اللہ ہی کے ہاتھ میں زمام حکومت ہے آگے بھی اور پیچھے بھی۔ دوسری قرات پر یہ معنی ہونگے کہ وہ رومی اپنے اس غلبہ کے بعد جو چند برس میں ہونے والا ہے عن قریب مسلمانوں کے ہاتھوں سے مغلوب ہونگے چنانچہ اس شکست کے سات برس بعد ہجرت کے دوسرے سال روم نے پھر اپنا ساز و سامان تیار کر کے ایرانیوں سے جنگ شروع کی اور اب کے ان کو اس پیشین گوئی کے مطابق ایرانیوں پر وہ غلبہ ہوا کہ اپنا تمام ملک مقبوضہ ان کے ہاتھ سے چھڑا کر ان کے ملک میں بھی گھس آئے یہاں تک کہ مدائن تک پہنچ گئے اور وہاں اپنی فتح کی یادگاری میں ایک عمارت بنوائی جس کو رومیہ کہتے ہیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو بھی ایک (تیسری) پیشین گوئی سناتا ہے۔

ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ کہ اس روز مسلمان بھی اللہ کی فتح دینے سے خوش ہوں گے۔ چنانچہ ادھر رومیوں کی فتح کی خبر آئی اسی دن بدر کی لڑائی میں جو کفار قریش سے تھی مسلمانوں کو بڑی فتح نصیب ہوئی بضع کے معنی چند کے ہیں جو تین سے لے کر نو تک کے عدد کو شامل ہے۔ اس آیت پر کفار قریش نے بڑا تمسخر کیا اور ابوبکرؓ سے کہا کہ تعداد قائم کرو کہ یہ بات کے برس میں واقع ہوگی؟ کیوں کہ لفظ بضع میں ابہام تھا اس پر ابوبکر صدیق رضؓ اور ابی بن خلف کا قریں بحث ہو کر ایک شرط ٹھیری کہ ابوبکرؓ نے فرمایا نو برس کے اندر اگر روم غالب آگیا تو میں تجھ سے سو اونٹ لے لوں گا ورنہ تجھ کو سو اونٹ دوں گا۔ جب یہ پیشین گوئی پوری ہوئی ابی بن خلف مر چکا تھا، ابوبکرؓ نے اس کے وارثوں سے سو اونٹ لیے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو لائے۔ آپ نے فرمایا ان کو بشر دے دو انہوں نے دیدیے (نیشاپوری)۔ اس عہد تک شاید اس قسم کی شرط جائز ہوگی۔ پھر جب قمار کی حرمت آئی تو ایسی شرطیں بھی قمار میں شامل ہو کر ممنوع ہوگئیں۔ ہاں اگر ایک طرف سے شرط ہو تو مضائقہ نہیں۔

۱ اور نیز بضع کے لفظ میں مخالف کی غلط افواہ کی بھی روک ہے اگر ایک معین سال کا نام لیا جاتا تو تکذیب کرنے کے لیے اس سے پہلے ہی مخالف فتح یابی کی افواہ اڑا دیتے ۱۲ منہ

حنفیہ اس واقعہ سے اس بات پر دلیل لاتے ہیں کہ دار الحرب میں اگر مسلمان کفار سے اس قسم کے معاملات[1] قائم کریں تو جائز ہے۔ (بیضاوی)

پیشین گوئیاں

یہ پیشین گوئیاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے دلیل واضح ہیں۔ اب بضع کے لفظ پر شبہ کرنا عبث ہے کس لیے کہ اکثر پیشین گوئیوں کی مدتوں میں قدرے ابہام ہوا کرتا ہے۔ کتاب انبیاں وغیرہ ملاحظہ کرو۔ اور دراصل ابہام بھی جاتا رہا جب کہ صدیق اکبرؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے مدت معین کر دی۔

پھر بضع کا لفظ ایک محاورہ کے لیے آیا اور یہ شبہ بھی بعید از عقل ہے کہ کچھ قرائن دیکھ کر یہ پیشین گوئی کر دی ہوگی کس لیے کہ اس وقت ہرکلیوس کی فتح کا کوئی بھی قرینہ باقی نہ رہا تھا، نہ مسلمانوں کی فتح بدر کا قرینہ تھا، نہ اہل کتاب پر فتح یابی کا کوئی قرینہ تھا بلکہ اُس وقت یہ پیشین گوئیاں ایسی خلاف قیاس معلوم ہوتی تھیں کہ جن پر کفار قریش مضحکہ کرتے تھے جن کے جواب میں خدا تعالیٰ نے بھی قدرت اور اسباب ظاہر پر تکیہ کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

فقال ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم کہ وہ جس کو چاہے فتح دے زبردست ہے رحمت کرنے والا ہے جس پر چاہے رحم کر کے غالب کر دے۔ وعد اللہ لا یخلف اللہ اللہ کا وعدہ ہو چکا وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون لیکن اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں۔ یعلمون ظاھرا من الحیوۃ الدنیا وہ دنیا کی زندگی کے ظاہری اسباب کو جانتے ہیں اور انہیں پر ان کو تکیہ ہے وھم عن الاٰخرۃ ھم غافلون پیچھے آنے والی بات سے کہ جس کو وہ ظاہر نہیں دیکھتے غافل ہیں۔ پیچھے آنے والی بات میں یہ پیشین گوئیاں اور دیگر امور اور قوموں کے ادبار و اقبال اور ان کی موت اور عالم آخرت حشر و نشر جنت دوزخ سب آگئے۔ ہرقل کی فتح کے سولہویں[2] برس حضرت عمرؓ نے رومیوں کو مغلوب کیا بیت المقدس کو لیا۔

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ

کیا وہ اپنے دل میں (یہ بھی) خیال نہیں کرتے کہ اللہ نے

اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ

آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے

اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ

عمدگی سے اور وقت مقرر تک کے لیے بنایا ہے اور البتہ

كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ

بہت سے لوگ تو اپنے رب سے ملنے کے

لَكٰفِرُوْنَ ۝۸ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

منکر ہی ہیں　کیا انہوں نے زمین پر پھر کر نہیں

فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ

دیکھ لیا کہ ان سے پہلوں کا کیسا

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

انجام ہوا　وہ ان سے بھی بڑھ کر قوت والے تھے

وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ

اور انہوں نے زمین کو جوتا تھا　اور ان سے بہت زیادہ

[1] لے عقود فاسدہ۔　[2] ے چڑھائی تو نویں برس میں ہوئی مگر سولہویں میں بہت کچھ روم مغلوب ہو گئے ۱۲ منہ

مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

آباد کیا اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

لے کر بھی آئے تھے پھر اللہ تو ان پر کاہے کو ظلم کرنے لگا تھا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٩﴾

پر وہی اپنے اوپر آپ ظلم ڈھاتے تھے

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗاٰۤى

پھر برا کرنے والوں کا انجام بھی برا ہی ہوا

اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا

اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کی

بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٠﴾ ع ١٠

ہنسی اڑاتے رہے۔

ترکیب

ما خلق ما نافیۃ و فی التقدیر وجہان احدہما ہو مستانف لا موضع لہ والکلام تام قبلہ والثانی موضعہ نصب بیتفکروا والنفی لا یمنع ذلک کما لم یمنع فی قولہ وظنوا ما لہم من محیص۔ عاقبۃ من رفعہ جعلہ اسم کان وفی الخبر وجہان احدہما السوأی وان کذبوا فی موضع نصب مفعولا لہ لان کذبوا او بان کذبوا والثانی ان کذبوا و السوأی علی ہذا صفۃ مصدر ومن نصب جعلہا خبر کان والاسم وجہان السوأی وان کذبوا والسوأی تانیث الاسوء وہو الاقبح۔

تفسیر

ان لوگوں کو کہ جو ظاہر دنیا پر فریفتہ ہیں اور آخرت سے غافل ہیں ان آیات میں اپنی قدرت اور جبروت کا مشاہدہ کراتا ہے۔ فقال اولم یتفکروا الخ کہ وہ اپنے دل میں نہیں سوچتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے اندر جو کچھ چیزیں ہیں سب کو کس عمدگی کے ساتھ بنایا ہے کوئی بات نکمی نہیں اور ہر ایک کی ایک عمر مقرر کر دی ہے۔ نباتات، حیوان، انسان کی چونکہ تھوڑی عمر ہے اس لیے اس کے فانی ہونے میں تو کسی کو شبہ نہیں مگر پتھر اور عناصر اور آسمان اور کواکب کی عمریں بہت ہیں اس لیے بہت سے کم عقلوں کو گمان ہو گیا ہے کہ یہ چیزیں فنا نہیں ہوں گی ہمیشہ رہیں گی اور جب ہمیشہ کا رہنا مان لیا تو لاچار ہو کر یہ بھی کہنا پڑا کہ ان کی ابتدا بھی نہیں یعنی ہمیشہ سے ہیں پھر جب یہ ہوا تو حشر کا خواہ مخواہ انکار کرنا پڑا جیسا کہ حکماء کے بعض فرق اور ہنود کے بعض گروہ قائل ہیں مگر یہ نہ سوچا کہ جو چیز ازلی اور ابدی ہے وہ اللہ کی ذات ہے اور کوئی نہیں مگر عرب کے مشرک اس بات کے قائل تھے کہ ان سب چیزوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس لیے ان پر تو حجت جلد قائم ہو گئی کہ جس کی ابتدا ہے اس کی انتہا بھی ضرور ہو گی اس لیے اللہ نے خلق اللّٰہ السمٰوٰت والارض وما بینہما میں ان چیزوں کا حادث اور مخلوق ہونا بیان فرما دیا اور الا بالحق میں یہ کہ اس نے ان کو اضطراراً نہیں بنایا ہے جیسا کہ بعض حکماء کہتے ہیں بلکہ قصداً۔ اور ان میں سے ہر ایک میں مصلحت رکھی ہے۔ بے اختیاری بنانے میں یہ کب ہوتا ہے؟

واجل مسمّٰی میں یہ بیان کر دیا کہ ان کی انتہا بھی ہے۔ پھر جب یہ ہے تو حشر اور قیامت اور خدا کے پاس جانے میں کیا شبہ باقی رہا؟

وان کثیرا من الناس بلقاء ربہم لکٰفرون

ف پھر انہوں نے نہ مانا اور آخر اپنے کیے کی سزا کو پہنچے ہلاک ہوئے ۱۲ منہ

اَللّٰہُ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ ثُمَّ
اللہ ہی مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا پھر
اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ⑪ وَ یَوۡمَ تَقُوۡمُ
اسی کے پاس لوٹ کر آؤ گے   اور جس دن   قیامت
السَّاعَۃُ یُبۡلِسُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ⑫ وَ
برپا ہوگی   گناہگار نا امید ہو جائیں گے   اور
لَمۡ یَکُنۡ لَّہُمۡ مِّنۡ شُرَکَآئِہِمۡ
ان کے معبودوں میں سے کوئی   ان کا   سفارشی
شُفَعٰٓؤُا وَ کَانُوۡا بِشُرَکَآئِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ ⑬
نہ ہوگا   اور یہ بھی اپنے معبودوں سے منکر ہو جاویں گے
وَ یَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ یَوۡمَئِذٍ
اور جس دن   قیامت   قائم ہوگی   اس روز لوگ جدا
یَّتَفَرَّقُوۡنَ ⑭ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
جدا ہو جاویں گے   پھر جو   ایمان   لائے
وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَہُمۡ فِیۡ رَوۡضَۃٍ
اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے   سو وہ بہشت   میں
یُّحۡبَرُوۡنَ ⑮ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا
چین کریں گے   اور وہ   جو   منکر ہوئے
وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآیِٔ الۡاٰخِرَۃِ
اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا
فَاُولٰٓئِکَ فِی الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ⑯
سو وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آئیں گے

ترکیب

یبلس المجرمون یسکتون متحیرین آئسین یقال ناظرتہ فابلس اذا سکت وائس من ان یحتج وکانوا

بہت سے لوگ خدا کے پاس جانے کا انکار کرتے ہیں اور یہ انکار ان کا چوں کہ غفلت اور دنیا کے غرور اور محبت سے تھا اس لیے ان سے پہلوں کا حال بیان فرمایا کہ وہ سب جو تم سے زیادہ قوی اور مال دار اور زمین میں بسنے والے تھے اسی سبب سے برباد ہوئے۔ ذرا دنیا میں پھر کر دیکھو ان کے آثار قدیمہ تمہیں دکھائی دیں گے۔ فقال اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم کہ کیا انہوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھ لیا ہے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا؟

کانوا اشد منھم قوۃ واثاروا الارض وعمروھا اکثر مما عمروھا وجاءتھم رسلھم بالبینٰت وہ ان سے بھی زیادہ قوی تھے اور زمین کو جوتتے تھے اور آباد کرتے تھے ان سے زیادہ اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر گئے تھے۔

فما کان اللہ لیظلمھم پھر ان پر اللہ کا عذاب آیا لیکن اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ خود اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے جو رسولوں سے بمقابلہ پیش آئے۔

ثم کان عاقبۃ پھر ان کا برا انجام ہوا اس سبب سے کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان سے تمسخر کرتے تھے۔

ان آیات میں اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرما کر یہ بھی بتلا دیا کہ ہم نے جو فتح کی خبر دی ہے وہ بھی سچ ہے ہماری قدرت سے بعید نہیں اور آخرت سے جو ان کی آنکھوں پہ پردہ پڑا تھا اس کو بھی اٹھا دیا کہ ہر چیز کی ایک مدت مقرر ہے یہ عالم فنا ہوگا تم کو اس کے پاس جانا ہے اور یہ بھی بتلا دیا کہ پہلے لوگوں نے دنیا کے غرور میں ان باتوں کو نہیں مانا وہ ہلاک ہوئے۔ دیکھو دنیا فانی ہے، وہ کہاں گئے؟

بشر کا تھم کفرین لے یکفرون بآلہتہم حین یئسوا منہم ، و
قیل کانوا فی الدنیا کافرین بسببہم یوم کا ناصب یبلس ۔
شفعاء جمع شفیع اسم ولم یکن لہم خبر مقدم ۔ من
شرکائہم بیان لشفعاء ۔ یوم یقوم کا عامل یتفرقون ۔
یومئذ یوم کی تاکید ولقاء الآخرۃ مصدر مضاف ہے
مفعول کی طرف یہ آیتنا پر معطوف تحت میں باجار کی
مفعول ہے کذبوا کا ۔

تفسیر

اللہ یبدؤا الخلق ثم یعیدہ ثم الیہ ترجعون
بیان سے معاد یعنی حشر شروع ہوتا ہے اور اس
بات کو مدلل کرکے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ مخلوق کو شروع
سے پیدا کرتا ہے یہ بات نہیں کہ پیدا کرکے فارغ ہوگیا۔
اگرچہ بھاری بھاری چیزیں اس عالم کی تو پیدا کردیں
جیسا کہ آسمان و زمین و آب و عناصر ۔ اب ان کے
علاوہ انسان نباتات حیوان ہر روز لاکھوں چیزیں
پیدا کیا کرتا ہے کہ ان کا اول میں کچھ نام و نشان بھی نہیں
ہوتا ہے پھر جو نئے سرے سے پیدا کرتا ہے وہ اس بات
پر بھی قادر ہے بلکہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ اس عالم کے فنا
ہونے کے بعد ہر چیز کو بارِ دگر پیدا کرے گا اور پھر لوگ
عدالت کے دربار میں خدا تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونگے۔
ویوم تقوم الساعۃ یبلس المجرمون یہاں سے
اس روز کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جس دن قیامت
برپا ہوگی نافرمان و مجرم ناامید ہو جاویں گے ۔ مجرم کون
ہیں کافر و مشرک اور اہل اسلام میں سے فاسق و بدکار
مگر آیت میں کافر و مشرک مراد ہیں ۔ ان کے وہ دلی منصوبے
سب جاتے رہیں گے ۔ بعض کہا کرتے تھے کہ ہم کو گنگا مائی
بچالے گی ۔ بعض کہتے تھے کہ گائے کی دُم پکڑ کے ہم عذاب
سے پار ہو جاویں گے اور برہمن نے اس مسئلہ کو اپنے
معتقدوں کے دل میں خوب جما رکھا تھا اس لیے دھرماتما
گائے دان کیا کرتے تھے ۔ بعض مہاراجہ یہ سمجھتے تھے کہ
بیل پر سوار ہو کر پار ہو جاویں گے ۔ بعض کہتے تھے ہنومان جی
بچالیں گے ۔ بعض کہتے تھے حضرت عیسیٰ مسیح تو ہمارے
تمام گناہ خواہ وہ کیسے ہی ہوں اپنے اوپر اٹھا کے لے گئے
اب کیا ہے جس نے بپتسمہ یعنی اصطباغ پایا مرتے ہی خدا
تعالیٰ کے دائیں طرف تخت رب العالمین کا کنارہ دبا کر
بیٹھ جاویں گے ۔ اسی طرح مکہ بلکہ عرب کے بت پرست
کہیں لات منات پر تکیہ کیے ہوئے تھے کہیں ملائکہ عناصر
اور آفتاب کو قاضی الحاجات دافع المشکلات جانتے تھے
جیسا کہ آج کل جہال مسلمان تعزیہ اور اسپ حضرت حسینؓ کے

لہ عیسائیوں کے ہاں جب کوئی ان کے دین میں داخل ہوتا یا نیا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو ایک حوض میں غوطہ دیتے ہیں
بعض صرف پانی کے چھینٹے ہی دیتے ہیں ۔ بعض رنگ کے چھینٹے دیا کرتے تھے ۔ اس کو اصطباغ یا بپتسمہ کہتے ہیں ۔ ان کا اعتقاد
ہے کہ اصطباغ لینے میں سب گناہوں سے پاک ہوگیا ۔ جیسا کہ ہندو گنگا میں نہا سب گناہوں کا معاف ہونا جانتے
ہیں ۔ پھر جس طرح ہندو برہما، بشن، مہیش تینوں کو خدا سمجھتے ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک ایشر یعنی خدا ہے
اسی طرح عیسائی باپ، بیٹا، روح القدس کو خدا سمجھتے ہیں پر تینوں کو کہتے ہیں ایک خدا ہے۔
مذہب کا اسی عقیدہ پر مدار ہے ۔ پھر اس کو روحانی تعلیم بھی کہتے ہیں ۔ ۱۲ منہ

زمین کو لعل کر کہیں کسی جھنڈے اور تھان کو حاجت روا سمجھتے
ہیں وہاں دیکھیں گے تو کچھ بھی نہیں ولم یکن لھم من
شرکائھم شفعاؤ کہ ان کے معبودوں میں سے کوئی ان کا
سفارشی کھڑا نہ ہوگا بلکہ وکانوا بشرکائھم کفرین اپنے
ان معبودوں سے منکر ہو کہنے لگیں گے کہ ہم تو ان کو نہیں
پوجتے تھے کما قال اللہ تعالیٰ سیکفرون بعبادتھم۔

ہاں حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید المرسلین
اور ان کے پیرو ان کاملین ان ایمان داروں کے لیے ضرور
سفارش کریں گے کہ جن سے بمقتضائے بشریت کوئی
خطا دنیا میں ہوگئی ہے کیوں کہ وہ درگاہ کبریائی کے باغی نہ
تھے کہ جو اس کے سوا انہوں نے کسی کو معبود بنا لیا ہو اور
آیت میں صاف اشارہ ہے کہ جو کوئی ان انبیاء علیہم
السلام کو معبود بنائے گا اس کی وہ سفارش نہ کریں گے
پھر انجام کار وہاں کیا ہوگا؟ اس کی تفصیل فرماتا ہے ویوم
تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون کہ اس روز قیامت
برپا ہوگی خدا تعالیٰ کے مجرموں کو فرماں برداروں سے
الگ کر دیا جائے گا۔

فاما الذین اٰمنوا الخ پھر جو ایمان لائے اور انہوں
نے نیک کام کیے وہ بہشتوں میں چین کریں گے۔ مدار
نجات کا ایمان اور نیک کام کرنے پر رکھا ہے خواہ
اس میں کوئی غریب ہو یا امیر وضیع ہو یا شریف۔

واما الذین کفروا الخ اور جس نے کفر اختیار کیا
اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور قیامت کے منکر ہوئے اس
میں شرک اور ہر قسم کے گناہ اور بدکاری بھی آگئی جن کو
کذبوا باٰیٰتنا ولقاء الاٰخرۃ میں اجمالاً بیان کر دیا
کس لیے کہ کفار جو شرک کرتے ہیں وہ آیات توحید کی
تکذیب کرتے ہیں اور معصیت کو حلال جان کر کرتے
ہیں اس میں تکذیب آیات قیامت ہے فاولٰئک
فی العذاب محضرون۔ پس وہ عذاب میں پکڑے

ہوئے لائے جاویں گے۔ یحبرون یسرون بانواع
المسار لحظۃ لحظۃ سحبوا اذا سرو (نیشاپوری)۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ
پھر اللہ کی تسبیح کیا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب کہ
تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ
تم صبح کرو اور اسی کی ستائش ہے آسمانوں میں
وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾
اور زمین میں اور پچھلے پہر کو اور دن ڈھلے کو
یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ
زندہ کو مردہ سے پیدا کر کے نکالتا ہے اور مردہ کو
الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ
زندہ سے نکالتا ہے اور زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے
ع ۲ ۹ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾
مرنے کے بعد اور اسی طرح سے تم بھی زندہ کیے جاؤ گے
وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ
اور اس کی قدرت کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ تم کو خاک سے پیدا کیا
ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ
پھر تو تم انسان بن کر پھیل رہے ہو اور
مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
اسکی قدرت کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں
اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ
پیدا کیں کہ ان کے پاس تم کو قرار آوے اور تم میں
بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ
باہم محبت و مہربانی پیدا کی البتہ یہ
ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾
بڑی نشانیاں ہیں غور کرنے والوں کے لیے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ
اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا

الْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ
پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور

وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
رنگتوں کا مختلف ہونا بھی ہے البتہ اس میں علم والوں کے

لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ
لیے نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات

بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ
اور دن میں سونا اور اس کے فضل (روزی) کا تلاش

فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
کرنا بھی ہے البتہ اس میں سننے والوں کے لیے بڑی

يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ ع
نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں کو یہ بھی ہے کہ تم کو

الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ
خوف اور امید لانے کو بجلی دکھاتا ہے اور اوپر سے

السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
پانی برساتا ہے پھر اس سے خشک ہو جانے کے بعد زمین کو

مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
تر و تازہ کرتا ہے البتہ اس میں عقل مندوں کے لیے بڑی

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ
بڑی نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ
آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں

ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ
پھر جب تم کو زمین میں سے یک بارگی بلاوے گا

اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي
تو تم نکل آؤ گے اور اسی کا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ
آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُس کے آگے

قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا
گردن جھکائے ہوئے ہیں اور وہی ابتداءً

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ
پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے بہت

عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي
آسان ہے اور اس کی شان بلند ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ
آسمانوں اور زمین میں لہ اور وہ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾
(بڑا) زبردست حکمت والا ہے۔

ترکیب

فسبحٰن اللہ الخ قد مر وجہ الاعراب فی سورۃ الاسراء۔ حین تمسون الجمہور علی الاضافۃ والعامل فیہ سبحان وقرئ منونا علی ان یجعل تمسون صفۃ لہ والعائد محذوف ای تمسون فیہ وعشیا معطوف علی حین فکلاھما داخل التسبیح ولہ الحمد معترض وفی السمٰوٰت حال من الحمد ویمکن ان یکون عشیا معطوفا علی فی السمٰوٰت۔

تفسیر

لہ لے الصفۃ العلیا وھی انہ لا الٰہ الا ھو ۱۲ منہ (جلالین)۔

ٹہ لے ای حین تمسون وحین تصبحون ۱۲ منہ

وعظ و وعید کے بعد یہ بتلانا مناسب تھا کہ وہ کون سی باتیں ہیں کہ جن سے وعدۂ انعام کا مستحق ٹھیرے اور کون سی باتیں ہیں کہ جن سے وعید جہنم سے بچے؟ اس لیے فرمایا فسبحٰن اللّٰہ حین تمسون الخ کہ ان اوقاتِ مذکورہ میں اس کی تسبیح و تحمید کرنا۔ گو بظاہر یہ جملہ خبریہ ہے پر معناً امر ہے کہ ایسا کرو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اول آیات میں قیامت اور وہاں کے وعدو وعید بیان فرمائے تھے جس سے کسی کوتاہ فہم کو خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ "خدا تعالیٰ اپنی فرماں برداری کرانے کا محتاج ہے جیسا کہ دنیا میں بادشاہوں کو اطاعت و تن دہیٔ رعیت کی حاجت پڑتی ہے پھر جب کوئی اطاعت نہیں کرتا سزا پاتا ہے اطاعت پر انعام کا مستحق ہوتا ہے۔" اس خیال کے غلط کرنے کو یہ فرمایا فسبحٰن اللّٰہ الخ کہ اس کو تمہاری بندگی و طاعت کی کچھ ضرورت نہیں وہ جو کچھ فرماتا ہے تمہارے بھلے کو، آسمانوں کے فرشتے اور ہر مکین کا حال اوقاتِ مذکورہ میں اس کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے۔ اس صورت میں جملہ خبریہ ہی مانا جاوے تو ہوسکتا ہے مگر جمہور اس کو بمعنی امر لیتے ہیں یعنی ان اوقاتِ مذکورہ پر اس کی تسبیح و تحمید کرنی چاہیے۔

اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اللہ کی تسبیح بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور ظہر و عصر کے وقت (اس صورت میں وللہ الحمد فی السمٰوٰت والارض ایک درمیانی جملہ مانا جاوے گا) اس بات کے بتلانے کے لیے کہ آسمانوں اور زمین میں اس کی ستائش ہو رہی ہے تم بھی اوقاتِ مذکورہ میں اس کی تسبیح بیان کرو یعنی سبحٰن اللّٰہ کہو کہ اللہ پاک اور منزہ ہے۔ اور جب اس کو جملہ معترضہ نہ مانا جاوے اور عشیا کا فی السمٰوٰت پر عطف قرار دیا جاوے تو یہ معنی ہوں گے کہ صبح اور شام تو اس کی تسبیح بیان کرو اور ظہر و عصر کے وقت اس کی حمد کرو الحمد للہ کہو جس کے معنی اس کی خوبیاں بیان کرنا اور اسی کے انعام و الطاف کا شکریہ ادا کرنا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی ہر صبح و شام سو بار سبحان اللہ و بحمدہ کہے گا اُس روز اس کے برابر کسی کی نیکیاں نہ ہوں گی مگر اُس کی جو اس قدر کہے یا اس سے زائد۔ متفق علیہ۔ علماء اسلام کی ایک جماعت یہی کہتی ہے کہ یہ آیات مکہ میں نازل ہوئیں، اُس وقت تک نماز پنج گانہ فرض نہ تھی۔ اوقاتِ مذکورہ میں اللہ کی تسبیح و تحمید کرلینا کافی تھا اور اس کی کوئی تعداد نہ تھی کہ کے بار تسبیح و تحمید کی جاوے۔

مگر ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس سے مراد پنج گانہ نماز ہے۔ قرآن کی عادت ہے کہ وہ نماز کو اس کے اجزاء کے ساتھ تعبیر کیا کرتا ہے۔ نماز میں تسبیح بھی ہے تحمید بھی ہے رکوع بھی سجدہ بھی۔ پھر بھی اس کو تسبیح سے کبھی رکوع سے کبھی سجدہ سے بیان کیا کرتا ہے۔ حین تمسون سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز۔ اور حین تصبحون سے صبح کی نماز اور عشیا سے عصر کی نماز اور تظہرون سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ اور مکہ میں ہر وقت کیلئے دو دو ہی رکعت مقرر ہوئی تھیں پھر مدینہ میں آکر اور زیادہ ہوگئیں (چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ کی وہ حدیث کہ جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اس کی مؤید ہے۔ف۱)

ان اوقات کی خصوصیت چند اسرار کی وجہ سے ہے:-

(۱) یہ کہ یہ وقت غفلت اور دنیاوی کاروبار کے

ف۱ عن عائشۃؓ قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم ہاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ففرضت اربعًا و ترکت صلوٰۃ السفر علی الفریضۃ الاولیٰ۔ ۱۲ منہ۔

ہیں ان میں اللہ کو یاد کرنا ضروری ہے۔
(۲) یہی اوقات تہجد و نماز الٰہی کے ہیں۔
(۳) عالم غیب میں یہ اوقات اہل زمین کی عبادت دعاء استغفار کے لیے اجابت کے واسطے مخصوص ہیں۔
اس کے بعد چند دلائل بیان فرماتا ہے کہ جن سے خاص اسی کا اس تسبیح و تحمید کے لیے مستحق ہونا ثابت ہوتا ہے اور بت پرستی کی قباحت ثابت ہوتی ہے خصوصاً اس لیے بھی کہ ان دلائل میں اپنے انعام واکرام کا ذکر فرماتا ہے کہ جو اس کی طرف سے اس کے بندوں کو پہنچتے ہیں اور جن پر ان کی زندگی اور آرام کا مدار ہے پھر جس کے انعام و نعماء ہیں اسی کی ستائش و تسبیح بھی ہونی چاہیے۔
(۱) فقال یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی یہ پہلی دلیل ہے کہ وہ مردہ سے یعنی نطفہ سے زندہ آدمی پیدا کرتا ہے پھر زندہ عورت سے مردہ بچہ بھی پیدا کرتا ہے۔ اس کے معنی متعدد کئی جگہ بیان ہو چکے ہیں ویحی الارض بعد موتہا اور مری ہوئی زمین کو زندہ کرتا ہے یعنی خشک کو، جڑی بوٹیوں سے جو اگلے موسم میں مر چکی تھیں، تروتازہ کرکے زندہ کرتا ہے۔ اس میں زندگی بعد موت اور موت کے بعد زندگی عطا کرنا ثابت کیا گیا ہے اس لیے بعد میں فرمایا وکذلک تخرجون کہ اسی طرح مرنے کے بعد جڑی بوٹیوں کی طرح قیامت میں تم کو بھی زندہ کر دے گا اور زمین سے اوپر نکالے گا حشر کا مسئلہ بھی ثابت کر دیا۔
(۲) ومن اٰیٰتہٖ ان خلقکم من تراب الخ کہ تم کو مٹی سے بنایا۔ آدم کو اول مٹی سے بنایا پھر اس سے اس کی تمام نسل بنی۔ یا کہو نطفہ سے انسان بنتا ہے وہ خاکی غذاؤں سے جو در اصل خاک تھیں اور خاک ہو جاویں گی۔
(۳) ومن اٰیٰتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا الخ کہ تمہیں میں سے تمہارے جوڑے پیدا کیے مرد کا جوڑا عورت، عورت کا جوڑا مرد۔ جنس کے اگر غیر جنس ہوتے تو بڑی خرابی ہوتی الفت نہ ہوتی اور پھر باہم باوجود غیر ہونے کے میاں بیوی میں وہ محبت و الفت دی کہ ایک کو دوسرے کے بغیر چین نہیں۔
(۴) ومن اٰیٰتہٖ خلق السمٰوٰت والارض الخ کہ اس نے آسمان و زمین بناتے اور زمین کے مختلف قطعات پر تم کو بسایا جس سے تمہاری زبانیں اور رنگتیں جدا جدا ہو گئیں باوجودیکہ ایک شخص کی نسل، پر کوئی گورا کوئی کالا، کسی کی کچھ زبان کسی کی کچھ یہ اس کی کیسی قدرت ہے۔
(۵) ومن اٰیٰتہٖ منامکم بالیل الخ کہ رات تمہارے سونے آرام کرنے کو بنائی دن تمہارے کاروبار روزی کے سامان مہیا کرنے کو۔ اگر سدا رات ہی رہتی یا رات ہی نہ ہوتی تو کیسی خرابی تھی۔ اس میں ہر روز مرنے اور جی اٹھنے کا بھی نمونہ ہے اس لیے اس کے بعد فرمایا لقوم یسمعون کہ اس کو سن رکھیں حشر بھی ہوگا۔ یہاں تک دلائل الانفس تھے، اس کے بعد دلائل الآفاق ذکر کرتا ہے۔
(۶) ومن اٰیٰتہٖ یریکم البرق الخ کہ وہ تم کو بجلی چمکا کر دکھاتا ہے جس سے جان کا خوف اور بارش کی امید ہے پھر مینہ برساتا ہے اس سے خشک زمین کو تروتازہ کرتا ہے۔
(۷) ومن اٰیٰتہٖ ان تقوم السماء والارض بامرہ کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں آسمان کا کوئی ستون نہیں، زمین کسی چیز کے اوپر دھری ہوئی نہیں۔ اس کے بعد پھر حشر کے مسئلہ کا اعادہ کرتا ہے ثم اذا دعاکم الخ کہ وہ قادر مطلق جب تم کو زمین سے بلاوے گا سب نکل کر چلے آؤ گے ولہ من فی السمٰوٰت الخ کیونکہ آسمان و زمین کی ہر چیز اس کے بس میں ہے وھو الذی یبدؤ الخلق الخ اور وہی اول بار بناتا ہے بار دیگر بنانا اس کو کیا مشکل ہے بلکہ تمہارے خیال کے بموجب بار دیگر بنانا اول بار بنانے سے آسان تر ہے۔ اس کی آسمانوں اور زمین میں بلند شان ہے۔

اُس پر کوئی چیز مشکل نہیں وہ زبردست ہے حکم ہے ہر ایک تدبیر جانتا ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

اللہ نے تمہارے لیے تمہارے حال سے ایک مثال بیان کی ہے

هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

کہ بھلا تمہارے غلاموں میں سے کہ جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں تمہارا

مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ

اس چیز میں کہ جو ہم نے تم کو دی ہے کوئی بھی حصہ دار ہے؟ کہ تم اس میں

سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ

برابر ہو جاؤ ان سے ویسا ہی خطرہ رکھو کہ جیسا اپنے برابر کے لوگوں کا رکھتے ہو

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

عقل مندوں کے لیے ہم یوں آیتیں کھول کھول کر بیان

يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۸ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

کرتے ہیں بلکہ بے انصاف بے سمجھے بوجھے

اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَّهْدِيْ

اپنی خواہش پر چلنے لگے ہیں پھر کون ہدایت کر سکتا ہے

مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

جس کو کہ اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اور ان کا کوئی بھی

نّٰصِرِيْنَ ۝۲۹ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ

مددگار نہیں پھر آپ تو دین پر یک طرفہ ہو کر

حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ

قائم ہو جاؤ فطرتِ الٰہی پر کہ جس پر لوگوں کو

النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ

پیدا کیا خدا کی بناوٹ میں ردّ و بدل

اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ

نہیں ہے یہ ہے سیدھا طریقہ

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۰

لیکن اکثر آدمی جانتے نہیں

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا

(فطرت الٰہی پر قائم رہو) اسکی طرف رجوع ہو کر اور اس سے ڈرا کرو اور نماز ادا

الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ

کرتے رہو اور مشرک ہونے والوں میں

الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱ مِنَ الَّذِيْنَ

شامل نہ ہو جاؤ اُن میں کہ جنہوں نے

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا

اپنے دین میں پھوٹ ڈال دی اور مختلف فرقے ہو گئے

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲

ہر فرقہ اس پر جو اُن کے پاس ہے خوش ہے۔

ترکیب

من انفسکم، من للابتداء وفی قولہ من ما ملکت للتبعیض والثالثۃ مزیدۃ لتاکید الاستفہام الجاری مجری النفی ومعنی من انفسکم انہ اخذ مثلا وانتزعہ من اقرب شیٔ منکم و ہی انفسکم فالمعنی ہل ترضون لانفسکم ان یکون لکم شرکاء من بعض عبیدکم لیشارکوکم فیما رزقکم فانتم ایہا السادات والعبید فی ذلک المرزوق سواء تخافون العبید ان یستبدوا بالتصرف کخیفتکم انفسکم ای کما یخاف بعضکم بعضا من الاحرار فانتم فیہ سواء والجملۃ فی موضع نصب جواب الاستفہام ای ہل کم فطرت اللہ الزموا او علیکم بہا منیبین الیہ راجعین الیہ من اناب اذا رجع مرۃ بعد اخری وہو حال من الضمیر فی الناصب المقدر للفطرۃ اثبتوا او فی اقیموا لان الآیۃ خطاب للرسول والامۃ لقولہ واتقوہ واقیموا الصلوۃ الخ بدل من المشرکین باعادۃ الجار۔

تفسیر

اس سے پہلے چند دلائل اس کے خالق و رازق قابل ستائش ہونے پر بیان ہوئے تھے ہر چند وہ رد شرک کے لیے بھی کافی تھے کہ عالم میں اور کوئی اس کے برابر نہیں مگر زیادہ واضح کرنے کے لیے ایک مثال بیان کی جس سے شرک کی برائی اور بھی ظاہر ہو جاوے۔

فقال ضرب لکم مثلا من انفسکم الایۃ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہی حالت سے تم کو ایک مثال سناتا ہے وہ یہ کہ بھلا تم اپنے غلاموں میں سے کسی کو اپنے برابر ہونا پسند کرتے ہو کہ برابر ہو کر مال میں تصرف کرنے لگیں اور تم ان سے ایسے ڈرنے لگو کہ جیسا برابر کے شریک سے ڈرا کرتے ہو کہ ایک دوسرے کے پوچھے بغیر کوئی تصرف کرنا بھی پسند نہ کرو گے۔ پھر غور کرو کہ جب غلام کو کہ جو تمہارا بنایا ہوا نہیں وہ بھی اللہ کا بندہ ہے تم اپنے مال میں کہ تم کو اللہ نے دیا ہے تمہارا بنایا ہوا نہیں شریک اور برابر ہونا پسند نہیں کرتے تو پھر خدا تعالیٰ کو (کہ جس نے یہ کیا جس کا بیان اوپر کی آیتوں میں آیا) کب پسند ہوگا کہ تم اس کی مخلوق کو خواہ وہ اشرف ہو خواہ ارذل اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اس کا شریک بناؤ اور عبادت کرنے اور پکارنے اور نذر و نیاز کرنے میں یا ان کی تعظیم و تکریم میں اس کے برابر کرو، ان کے بھی حصے لگاؤ؟ نہیں ہرگز نہیں کذلک نفصل الایٰت لقوم یعقلون ہم اپنی آیتوں کو یعنی کلام کو تفصیل سے مثال دے کر عقل والوں کے لیے بیان کرتے ہیں مگر حمقاء کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا۔ اور انہوں نے جو یہ معبود بنا رکھے ہیں ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل و سند نہیں بل اتبع الذین ظلموا اھواءھم بغیر علم بلکہ ستمگاروں نے جہالت سے اپنی ہی خواہشوں کی پیروی کرنی اختیار کر لی ہے ان کو تقدیر ازلی نے ہدایت میں حصہ ہی نہیں دیا۔ فمن یھدی من اضل اللہ پھر ایسے ازلی گمراہ کو کون ہدایت دے سکتا ہے؟ ان کا دردمند خیر خواہ ان کو لاکھ سمجھائے وہ کب مانتے ہیں۔ وما لھم من نصرین کے یہی معنی ہیں۔

مشرکین کو الزام دے کر اور ان سے مایوسی ظاہر فرما کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کر کے دین داروں کو حکم دیتا ہے فاقم وجھک للدین حنیفا کہ تم ادھر ادھر نہ ڈگمگاؤ ایک طرف ہو کر دین پر قائم ہو جاؤ۔

فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا فطرت الٰہی پر قائم ہو جاؤ کہ جس پر اس نے بنی آدم کو بنایا ہے۔ یعنی فطرت انسان کی ایک اصلی حالت ہے کہ جس پر قائم رہنا انسان کا کمال ہے۔ کبھی تو ہمات باطلہ اور رسم و عادات فطرت سے باز رکھ کر اس کو ناموزوں حالت پر ڈال دیتے ہیں جو اس پر پھر قائم کرنے کے لیے دنیا میں حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے جاتے ہیں وہی آکر بتلاتے ہیں کہ فلاں فلاں باتیں فطرت کے مطابق نہیں۔

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البھیمۃ بھیمۃ جمعاء ھل تحسون فیھا من جدعاء ثم یقول فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم متفق علیہ۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے پھر بعد میں اس کے ماں باپ کہیں اس کو یہودی بنا لیتے ہیں کہیں نصرانی کہیں مجوسی جیسا کہ حیوانات میں بچہ جو پیدا

ہوتا ہے تو بے عیب ہوتا ہے کسی کا کان کٹا ہوا نہیں ہوتا۔ بعد میں لوگ اس کے کان کاٹ ڈالتے ہیں۔ پھر اس کی سند میں حضرتؐ نے یہ آیت پڑھی فطرت اللہ التی الخ یعنی بدء الخلقت میں جس طرح کہ حیوانات کے بچے اپنی اصلی حالت اور صورت پر پیدا ہوتے ہیں اسی طرح ہر ایک بچہ انسان کا اخلاق و عادات و خیالات میں بھی اپنی اصلی حالت پر پیدا ہوتا ہے اگر اس پر کوئی اثر بیرونی نہ پڑے تو وہ جوان ہو کر بھی اسی حالت پر رہے اللہ کو وحدہٗ لاشریک جانے اپنے خالق و محسن کی تابعداری کرے یہ اجمالی حالت ہے تفصیلی طور پر ہر ہر بات میں اس کی مرکز طبعی وہی باتیں ہوویں کہ جو انسان کے لیے ہونی چاہییں راست بازی، رحم دلی، ہمدردی۔ مگر بعد میں جب اس پر اور اثر پڑتے ہیں تو یہ اس اصلی حالت سے بدل جاتا ہے۔ چالاکی، فریب دہی، ظلم و ستم، بدکاری، بت پرستی وغیرہ اوصاف رذیلہ پیدا ہو جاتے ہیں اسی جملہ کی طرف سید الانبیاءؐ نے فابواہ یھودانہ سے ایماء فرمایا کہ ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر لیتے ہیں۔ اور اس اصلی حالت کا نام دین قیم ہے اور اسی کو اسلام بھی کہتے ہیں۔

فرماتا ہے لا تبدیل لخلق اللہ یا تو یہی ہے کہ تم خلق اللہ یعنی فطرت الٰہی کو نہ بدلو اسی پر قائم رہو۔ یا جملہ خبریہ ہے کہ فطرت الٰہی بدلتی نہیں۔ تمام انبیاء کا اس میں ایک ہی رستہ ہے اس کو ہم منسوخ نہیں کیا کرتے ولکن اکثر الناس لا یعلمون لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں وہ اپنے توہمات باطلہ اور عادات و اخلاق رذیلہ کو دین اور فطرت سمجھ بیٹھے ہیں اور پھر جب یہ باطل طریقہ پشت در پشت چلا آتا ہے تو معاذ اللہ پھر اس کو فطرت کیا فطرت کی بھی جان سمجھنے لگتے ہیں۔

اس کے بعد فطرت الٰہی کی قدرے شرح کرتا ہے کہ اس کی چند باتیں بتلا کر ان کی پابندی کا حکم دیتا ہے فقال منیبین الیہ۔ اسی کی طرف رجوع کرتے رہو ہر امر میں۔ گو وہ رحیم و کریم ہے واتقوہ اس سے ڈرتے بھی رہا کرو نافرمانی پر سزا بھی دیا کرتا ہے۔ واقیموا الصلوٰۃ اور نماز قائم کیا کرو۔ ولا تکونوا من المشرکین۔ اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو یعنی اس جماعت میں داخل نہ ہو شرک نہ کرو۔

پھر ان کا حال بیان فرماتا ہے من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً وہ لوگ ہیں مشرک کہ جنہوں نے اپنے اصلی دین میں یعنی فطرت اللہ میں پھوٹ ڈالی اس سے الگ راہ نکالی اور ہر ایک جگہ کے لوگوں نے جدے جدے معبود بنائے اور جدی جدی رسمیں قائم کیں۔ اور ان کی حس باطنی جاتی رہی کھرے کھوٹے پرکھنے کا امتیاز باقی نہ رہا۔ ہر ایک گروہ اپنے عقائد و رسوم پر کہ جس کو انہوں نے مذہب سمجھ رکھا ہے خوش و خرم ہیں اسی کو بہتر جانتے ہیں۔

فطرت دانائی، زیرکی، ابداء، اختراع، حالت، یہاں اخیر معنی حالت والے معتبر ہیں یعنی اصلی حالت۔ ہر چیز کی ایک اصلی حالت ہوتی ہے پانی میں روانی ہوا میں خفت وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان میں کوئی آمیزش یا تغیر نہ ہو تو یہ چیزیں اپنی حالت طبعی پر رہیں۔ انسان کی اصلی حالت کو شرع میں فطرت اللہ کہتے ہیں جو ایک عمدہ اور کمالی حالت ہے اور اسی کو اسلام اور اسی کو دین قیم کہتے ہیں۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے نہ اور کسی کا۔ واللہ الھادی و بیدہ المقاصد والمبادی۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ

اور لوگوں کو جب کوئی دکھ پہنچتا ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں

مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ

اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جب ان کو اپنی عنایت کا

مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

مزہ چکھاتا ہے تو جب ہی کوئی ایک فرقہ ان میں سے

بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ

اپنے رب کے ساتھ شریک پیدا کرنے لگتا ہے تاکہ ہماری دی ہوئی نعمتوں

اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

کی ناشکری کریں پھر (دنیا کا چند روزہ) فائدہ اٹھاؤ۔ پھر تم کو معلوم ہی ہو جائے گا

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ

کیا ہم نے ان کے لیے کوئی سند بھیجی ہے کہ وہ

يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

ان کو شرک کرنا بتا رہی ہے

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا

اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر خوش

بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا

ہو جاتے ہیں اور جو ان کو ان کی شامت اعمال سے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

کچھ دکھ پہنچتا ہے تو فوراً ناامید ہو جاتے ہیں۔

ترکیب

واذا مس الناس شرط دعوا جواب منیبین حال من الضمیر الفاعل فی دعوا اذا فریق اذا مکانیۃ للمفاجاۃ نابت عن الفاء فی جواب الشرط فتمتعوا فیہ التفات عن الغیبۃ سلطانا یذکر لانہ بمعنی البرہان ویؤنث لانہ بمعنی الحجۃ۔ وقیل ہو جمع سلیط کرغیف ورغفان۔ و اسناد التکلم الیہ مجاز کما تقول نطقت الحال بکذا اے یتکلم تکلم دلالۃ۔ بما کانوا ما مصدریۃ والضمیر فی بہ شعر او موصولۃ والضمیر لہا اے بالامر الذی بسببہ یشرکون۔

تفسیر

واذا مس الناس ضر دعوا ربہم الخ۔ یہاں سے انسانی جذبات میں فطرت الٰہیہ کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ جب انسان پر کوئی سخت مصیبت آپڑتی ہے جو اس کے بیرونی آثار سے اس کو قدرے بے خبر کر ڈالتی ہے تو یہ پھر اسی فطرت اور اصلی حالت پر آکر کمال اخلاص سے اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے۔ ثم اذا اذاقہم منہ رحمۃ اذا فریق منہم بربہم یشرکون پھر وہ جب ان کی مصیبت کو ٹال دیتا ہے اور اپنی رحمت کا کچھ بھی مزہ چکھاتا ہے سب تو نہیں پر بعض لوگ کہ جن پر پھر وہی بیرونی آثار و تعلیمات باطلہ و توہمات فاسدہ کا دیو آکر سوار ہوتا ہے تو اپنے رب کے ساتھ اوروں کو بھی اس دفع مصیبت میں شریک کرنے لگتے ہیں لیکفروا بما اتیناہم تاکہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کریں۔ یعنی ان کا یہ کام خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ اس کے بدلے میں شکر کرنا چاہیے تھا نہ کہ ناشکری کہ اب اوروں کو بھی اس میں شریک کرنے لگے۔

فتمتعوا فسوف تعلمون اب تم اے ناقدرو! اپنے نزدیک امن و راحت کی حالت میں آگئے ہو کچھ دنوں دنیا کا مزہ اٹھا لو پھر مرنے کے بعد تم کو معلوم ہو جاویگا کیونکہ اس وقت حس و ادراک کامل عود کر آوے گا۔ اب یہ نشہ تم کو معلوم ہونے نہیں دیتا مرنے کے بعد یہ نشہ اتر جاوے گا۔ یا یہ کلمہ تہدید ہے جو عذاب کی خبر دیتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے محاورے میں مجرم کو کہا کرتے ہیں کہ

معلوم ہو جاوے گا یعنی سزا ملے گی۔

ام انزلنا علیھم سلطٰنا فھو یتکلم بما کانوا بہ یشرکون یہاں سے یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ وہ جو شریک بناتے ہیں انہیں توہمات باطلہ کا اثر ہے ورنہ ان کے پاس اس بات کی ہم نے کوئی سند نہیں اتاری ہے کہ وہ ان کو شرک کرنے کا حکم دیتی ہو۔

واذا اذقنا الناس رحمۃ فرحوا بھا وان تصبھم سیئۃ بما قدمت ایدیھم اذا ھم یقنطون یہاں سے ایک اور جذبۂ انسانی بتلایا جاتا ہے جو اس میں بیرونی آثار سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کیا؟ خدا تعالےٰ کی جب رحمت اور نعمت ملے تو اس پر اترانا، شکرگزاری نہ کرنا اس کو اپنی کوشش اور عقل کا ثمرہ قرار دینا اور جب اس پہ کوئی مصیبت آوے اور وہ بھی اسی کے کردار سے تو اس وقت خدا تعالیٰ سے مایوس ہو جانا، روٹھ بیٹھنا یعنی نعمت کا شکر نہ کرنا، مصیبت پر صبر نہ کرنا۔ یہ اخلاقی اس کی اس خارجی اثر کا نتیجہ ہے جو پیدا ہونے کے بعد اس کو نادان ماں باپ کی تعلیم سے یا اور کسی کی صحبت بد کو حاصل ہوا ہے۔

ان آیات میں انسان کے دونوں جذبات کا حال بیان کر دیا جذبۂ فطرت اللہ کا بھی کہ اس کو خدا تعالےٰ کی طرف کھینچ لاتی ہے جو اس کی روح نورانی کا ایک کچھ ذرا سا اثر باقی تھا۔ دوسرا جذبہ اس کی کایا پلٹ کر شرافتِ انسانی سے باہر ہو جانے کا جو اس کے قوائے بہیمیہ اور توہماتِ فاسدہ اور تخیلاتِ باطلہ کا نتیجہ ہے جس پہ یہ بے شعور بڑا مسرور ہے کما قال کل حزب بما لدیھم فرحون یہ وہ حالت ہے جس سے طبقۂ انسانِ کامل سے نکل کر ارذل طبقہ میں جا ملتا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے
لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کرتا ہے البتہ اس میں ایمان داروں
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا
کے لیے نشانیاں ہیں پھر (اے مخاطب) قرابت دار
الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ
کو اس کا حق دیتا رہ اور فقیر اور مسافر
السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
کو بھی یہ بہتر ہے ان کے لیے جو
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ
اللہ کے طالب ہیں اور وہی
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ
فلاح بھی پانے والے ہیں اور جو کچھ کہ تم سود دیتے
رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ
ہو کہ لوگوں کے اموال میں افزایش ہو
فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ
سو اللہ کے نزدیک تو افزایش ہوتی نہیں اور جو کچھ کہ تم
مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ
خدا کی رضا جوئی کے لیے زکوٰۃ دیتے ہو
فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾
سو وہی بڑھا بھی رہے ہیں
اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ
اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی

سلہ (۱) وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس تفصیل المقام ما موصول اٰتیتم اس کا صلہ اور عائد محذوف من ربا کا بیان محلاً ما منصوب ہے اٰتیتم سے اور قرات وہ مد نظر ہے کہ جس میں اٰتیتم کو مد کے ساتھ پڑھا ہے (مکی) اور لیربوا کو صیغہ مفرد (باقی بر صفحہ آئندہ)

ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ

پھر تم کو مارے گا پھر تم کو زندہ کرے گا بھلا تمہارے

شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ

معبودوں میں سے بھی کوئی ایسا ہو کہ جو ان (چار) کاموں میں سے کچھ

مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا

بھی کر سکے وہ پاک اور بلند ہے ان کے

يُشْرِكُونَ ﴿٤٠﴾ ع ۴ / ۱۳

شرک کرنے سے۔

ترکیب

وما اٰتیتم ما فی موضع نصب باٰتیتم بالمد بمعنی اعطیتم و القصر بمعنی جئتم وقصدتم۔ لیربوا لے الربا۔ اس تقدیر پر لیربو صیغہ واحد غائب کا ہے اس کا فاعل الربا فالمعنی لیزید الربا ویزکوا فی اموال الناس فاولٰئک فیہ التفات حسن کانہ قال ذٰلک لخواصہ وللملائکۃ وہو مدح لہم من ان یقول فانتم المضعفون (کشاف)۔ ھل من للاستفہام الاولی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جو لام کی وجہ سے مفتوح ہے من ربا بیربوا لے زادہ و ہذا یربوا کا لام اٰتیتم سے متعلق ہے فی یربوا سے متعلق ہے اور یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ ربا سے مراد ربا محرم نہیں بلکہ ہدیہ ہاں یعطی شیئا ہدیۃ او ہبۃ لیطلب اکثر منہ فسمی باسم المطلوب من الزیادۃ فی المعاملۃ (جلالین) اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم ہدیہ دیتے ہو کہ وہ ہدیہ بڑھے اور دو چند سہ چند ہو جائے لوگوں کے مال میں سے۔ کیوں کہ لوگوں کی عادت تھی اور اب بھی ہے کہ ہدیہ کے طور پر کوئی چیز کسی کو اس لیے دیا کرتے تھے کہ وہ اس کے صلہ میں اس کو اس سے زیادہ دے فلا یربوا عند اللہ اس ہدیہ دینے کا عند اللہ کچھ ثواب نہیں کیوں کہ لوجہ اللہ نہ تھا۔ یعنی اللہ کے واسطے نہ دیا تھا۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ الفاظ اور ترکیب تو یہی رہے مگر ربا سے مراد ربا حرام لیا جائے جس کو سود کہتے ہیں تو یہ معنی ہوں گے وہ جو تم نے سود پر روپیہ دیا ہے (سود سے مراد سودی روپیہ مجازاً اطلاق المسبب علی السبب) یعنی دیا کرتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں پڑ کر یہ بھی بڑھتا رہے۔ مثلاً سو روپیہ کسی کو سود پر دیے دو پیسہ سیکڑے پر اور لینے والے نے اس کو کسی بیوپار میں لگا دیا۔ اب جس طرح سے اس کا مال بڑھ رہا ہے اس کا سودی روپیہ بھی جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں بڑھتا جاتا ہے فلا یربوا پس یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا (۳) تیسری ایک اور صورت ہے کہ لیربوا کو جمع کا صیغہ مانا جاوے۔ پھر اس کی بھی دو صورت ہیں ایک یہ کہ جمع مذکر غائب جیسا کہ نیشاپوری میں ہے بضم الیاء وسکون الواو علی الجمع ابوجعفر و نافع و سہل و یعقوب یعنی ان قرا نے اس کو صیغہ جمع پڑھا ہے۔ یہ اصل میں یربون تھا لام کی کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم نے سود کی غرض سے دیا ہے کہ لوگ اور لوگوں کے مال سے بڑھ جاویں یعنی اس سودی روپیہ سے مال میں نفع حاصل کر کے بڑھیں فی اموال الناس اے بسبب اموال الناس المعطین فلا یربوا عند اللہ پس ہرگز نفع عند اللہ نہ ہوگا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ لتربوا کو تربوا جمع حاضر کا صیغہ مانا جاوے وقرء نافع و یعقوب لتربوا لے لتزیدوا والتصییر فاولئک ہم لیربوا (بیضاوی)۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم سود پر دیتے ہو تاکہ تم لوگوں کے مال میں بڑھو یعنی اور لوگوں کے مال سے تم کو نفع حاصل ہو پس عند اللہ نفع حاصل نہ ہوگا۔ (۴) چوتھی یہ بھی ایک صورت ہے کہ اتیتم کو بالقصر پڑھا جاوے جس کے معنی یہ کہ وہ جو تم ربا یعنی سود لے کر آئے ہو لے جئتم من ربا یعنی وہ جو تم نے سود حاصل کیا ہے اور سودی لینے والے نے تم کو زیادتی غرض سے دیا ہے۔ (۵) اس پانچویں صورت میں یربوا کو مفرد مانا جاوے یا جمع غائب یا حاضر کا صیغہ لیا جاوے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک معنی سود یا ہدیہ کو مختلف قرأتوں کے ساتھ لحاظ کیا جاوے تو متعدد معنی حاصل ہوں گے۔ اور بھی احتمالات ہیں۔ کیا ہی بلیغ کلام ہے۔ ۱۲ منہ

للتبعیض کانہ اقام فعل البعض مقام فعل الکل توسعۃ علی الخصم والثالثۃ لتاکید الاستفہام والمتوسطۃ للابتداء۔

تفسیر

انسان کی اس حالتِ قنوط یعنی ناامیدی کے جذبہ کی دوا بتلاتا ہے فقال اولم یروا ان اللہ یبسط الرزق الخ کہ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ تنگ دستی اور فراخ دستی اللہ کی طرف سے ہے۔ محقق کی نظر دونوں حالتوں میں اللہ ہی کی طرف ہونی چاہیے فراخ دستی میں شکر کرنا چاہیے نہ اترانا۔ حق داروں کی دست گیری سے ہاتھ روکنا مناسب نہیں اور تنگ دستی میں صبر کرنا چاہیے اللہ سے فضل وکرم کا امیدوار رہنا چاہیے یہ نہ خیال کرے کہ اللہ میری فراخ دستی پر قادر نہیں یا اس کی ادھر عنایت کی نظر نہیں بلکہ اپنے قصور کا تازیانہ خیال کرکے توبہ استغفار کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے یہ حالتِ فطرت ہے اور پہلی حالتیں اس کے برخلاف تھیں اور فطرت اللہ پر قائم رہنا مومن کی شان ہے اس لیے اخیر میں فرمادیا ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یؤمنون۔

چوں کہ یہ بات (کہ ہر چیز کی تنگی فراخی اللہ ہی کی طرف سے ہے) ایک بدیہی بات تھی گو انسان اپنے جذبہ میں اس سے اندھا ہو رہا تھا اس لیے اولم یروا فرمایا۔

فاٰت ذا القربٰی حقہ والمسکین وابن السبیل جب مومن کو یہ بتلایا گیا کہ تنگی فراخ دستی اللہ ہی کی طرف سے ہے تو اس کو یہ بھی فطری حکم سنایا گیا کہ تو قرابت دار اور مسکین اور مسافر کے حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کر اور اسی لیے فاٰت پر ف کا لانا مستحسن ہوا۔ (علماء احناف فرماتے ہیں آیت عام ہے اس میں زکوٰۃ اور دیگر صدقات بھی آگئے اسی طرح ذوی القربٰی کا لفظ بھی عام ہے ذوی الفروض اور عصبات اور اولی الارحام بھی آگئے اس لیے جو ان میں سے ایسا محتاج ہو کہ خود نہ کماسکے اقارب اہلِ استطاعت پر اس کا خرچ واجب ہے۔ امام شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں ذوی الارحام کا نفقہ واجب نہیں)۔

فرماتا ہے ذٰلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ کہ یہ حق ادا کرنا ان کے حق میں بہتر ہے کہ جو اللہ کے طالب ہیں۔ وجہ اللہ سے مراد اس کی ذات۔ اور اس لفظ کے ساتھ تعبیر کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو اس کے طالب دیدار ہیں اور اس کے عاشق صادق ہیں۔ و اولٰئک ھم المفلحون اور یہی لوگ فلاح پانے والے دنیا سے کامیاب ہوکر جانے والے ہیں۔ یعنی اس میں نقصان نہیں بلکہ فلاح ہے۔ چوں کہ اللہ کے لیے دینے کا ذکر تھا کہ جو فطرت اللہ کا ایک جذبہ ہے اس مناسبت سے اس کے برخلاف ایک دوسرے جذبۂ انسانی کا بھی ذکر کرنا مناسب ہوا۔

فقال وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ کہ وہ جو تم سود دیتے ہو کہ اس سے لینے والا سمجھتا ہے کہ جس طرح اور اموال تجارت سے بڑھتے ہیں اس سے بھی بڑھے گا تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا یعنی اس میں خیر و برکت نہیں۔ سود خوروں کا آخر کار بہت برا دیکھا گیا ہے دیوالہ نکل جانا رقم ڈوب جانا تو معمولی بات ہے اور بے مروتی تنگ دلی اس کا بدیہی نتیجہ ہے جو شخصی اور قومی ترقی کے لیے سخت حارج ہے۔

وما اٰتیتم من زکوٰۃ الخ برخلاف زکوٰۃ یعنی صدقہ وخیرات اور مقررہ زکوٰۃ کے کہ ان کے مال میں بھی خیر و برکت ہوتی ہے آخرت میں بھی دوچند اجر ملے گا۔ مضعفون کا لفظ کہ جس کے معنی ہیں بڑھانے والے زیادہ کرنے والے کے ہر قسم اضافہ کو شامل دنیاوی واخروی سب کو۔ اس کے بعد انسانی فطرت کو توحید کے بارے میں ابھارتا ہے۔ فقال اللہ الذی الخ کہ اللہ وہ ہے کہ جس میں یہ اوصاف ہیں

پیدا کرنا روزی دینا مارنا پھر جلانا۔ پھر بتاؤ کہ تمہارے معبودوں میں سے کون ہے جو ایسا کر سکتا ہے پھر تمہارا یہ فعل محض بے سود ہے اور تمہارے یہ خیالات محض غلط ہیں۔ سبحنہ و تعالٰے عما یشرکون۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا
خشکی اور تری میں انسانوں کے کرتوتوں ہی سے

كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ
خرابیاں نمودار ہو گئی ہیں تاکہ خدا

بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾
لوگوں کو ان کے عمل بد کا کچھ مزا چکھائے تاکہ وہ باز آ جائیں

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا
کہدو ملک میں پھر کر تو دیکھو کہ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ
تم سے پہلوں کا کیا انجام

قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾
ہوا؟ اُن میں سے اکثر تو مشرک ہی تھے

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ
پھر آپ اُس دن کے آنے سے پہلے کہ جو ٹالے

قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ
نہ ٹلے گا اپنا رُخ سیدھے دین کی طرف قائم رکھیے

مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾
اُس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ
جس نے کفر کیا سو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو

عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾
اچھے کام کرتے ہیں سو وہ اپنے لیے سامان کر رہے ہیں

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
تاکہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے اللہ ان کو اپنے فضل

مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾
سے بدلہ عطا کرے البتہ اللہ ناشکروں (منکروں) کو پسند نہیں کرتا۔

ترکیب

لیذیقھم متعلق بظھر اے لیصیبھم الی ذلک وقیل التقدیر عاقبھم لیذیقھم۔ کان اکثرھم استیناف من اللہ متعلق بیاتی۔ ویجوز ان یتعلق بمرد لانہ مصدر بمعنی لا یردہ ویتعلق ارادتہ القدیمۃ بمجیئہ۔ یومئذ بدل من یوم والناصب یصدعون ای یتفرقون کما یقول فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر من کفر فعلیہ کفرہ اے علیہ وبال کفرہ یمھدون یسوّون منزلا فی الجنۃ لیجزی علۃ لیمھدون او لیصدعون والاقتصار علی جزاء المؤمنین للاکتفاء علی فحوی قولہ انہ لا یحب الکفرین۔

تفسیر

ظھر الفساد فی البر والبحر رد شرک کے قوی دلائل بیان فرما کر اب اس جگہ یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ فطرت اللہ کے ترک کرنے سے اور کفر و شرک اور ہر ایک قسم کی بدکاری سے جس کا انسان مرتکب ہوتا ہے صرف یہی نتیجہ نہیں کہ دار آخرت کی سعادت سے محرومی نصیب ہوتی ہے بلکہ اور طرح طرح کی عقوبات میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی فساد و فتن اور ہر طرح کا رنج و محن دیکھنا پڑتا ہے اور خیر و برکات اٹھ جاتی ہیں۔

فی البر والبحر کے معانی میں علماء کا اختلاف ہے لفظوں کے ظاہری معنی تو یہی ہیں کہ جنگل اور دریا میں انسان کی بدکاری سے خرابی ظاہر ہو گئی۔ وہ کیا کہ انسان پر ان جگہوں میں

انواع واقسام کے مصائب پڑنے لگے جنگل یعنی خشکی میں عام ہے کہ شہر کی زمین ہو یا باہر کی بیابان۔ موقع پر بارش نہ ہونا قحط کا قحط پڑنا۔ باغ اور کھیتیوں کے پھل پھولوں پر آفت آنا۔ آندھی اولوں کا آنا سیلاب کا پھیلنا۔ یا پیداوار کم اور ناقص ہونا۔ یہاں تک کہ مزے میں بھی کم ہونا۔ شیرہ والی چیزوں میں سے کم شیرہ برآمد ہونا۔ مواشی میں مری پڑنا۔ ان کی نسل کم پھیلنا۔ دودھ گھی کم دینا۔ تجارت اور کاروبار میں نفع کم آنا۔ مصارف کا بڑھ جانا۔ ہر چیز کا گراں ہو جانا۔ حاکم کا ظالم وطماع ہونا۔ قانون اور انصاف کے پیرایہ میں تباہ کر دینا۔ باہم بادشاہوں اور قوموں میں جنگ قائم ہو کر ہزاروں کا بے خانماں ہو جانا۔ صدہا کا مارا جانا۔ بیماریوں کی کثرت۔ ہیضہ کا زور۔ خاردار درختوں اور موذی جانوروں کا بہ کثرت پیدا ہو کر انسان کو تکلیف پہنچانا۔ باہمی الفت ومحبت واتفاق کی جگہ عداوت وبغض ونفاق پھیلنا۔ حیا وشرم کا اٹھ جانا۔ بے حیائی اور فحش کی ترقی ہونا۔ چھوٹوں کا بڑوں سے بے ادب وگستاخ ہو جانا۔ باہم چوری اور زناکاری اور خوں ریزی اور بدامنی پھیلنا۔ یہ ہیں وہ بلائیں کہ جو انسان کے کرتوت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح دریا کی بلاؤں کو سمجھیے۔ بعض کہتے ہیں کہ بحر سے مراد شہر ہے۔ قال عکرمۃ العرب تسمی الامصار بحارا۔ نیشاپوری۔

فرماتا ہے لیذیقہم بعض الذی عملوا الخ یہ خرابیاں اس لیے ظاہر ہوئیں کہ انسان اپنے کیے کا کچھ دنیا میں بھی تو مزہ اٹھائے تاکہ اس فعل بد سے باز آئے توبہ کرے مگر افسوس ہے کہ آج کل کے زمانے میں سب خرابیاں ظاہر ہو رہی ہیں مگر بجائے توبہ واستغفار کے الحاد اور بے دینی اور بدکاری کا دریا موج زن ہے۔ فلسفہ کے نزدیک مذکورہ خرابیوں کا باعث انسانی بدکاری نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے دیگر اسباب ہوتے ہیں۔ ہم اس کو مانتے ہیں مگر وہ دیگر اسباب بھی تو علت یا علۃ العلل ہی کا فعل قرار دیں گے جو انسانی بدعملی سے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔

قل سیروا الخ یہاں سے ان غافلوں کو یہ بتلاتا ہے کہ اگر تم اپنی صنعت اور ہر قسم کی صناعی و دستکاری وشہ زوری و دولت مندی پر گھمنڈ کرکے یہ کہتے ہو کہ ہم خود ان مصائب کو اپنی تدابیر سے دفع کر دیں گے تو ملک میں پھر کر تو دیکھو کہ تم سے پہلوں کا کیا حال ہوا وہ بھی یہی دعویٰ کیا کرتے تھے اور اکثر شرک میں مبتلا تھے۔

فاقم وجھک الخ یہاں سے حجت تمام کرکے یہ بات فرماتا ہے اگر کوئی مانے یا نہ مانے تم اسے نبی دین قیم یعنی فطرت اللہ پر مستقیم ہو جاؤ۔ ایسے صیغوں سے مراد اور عام لوگ ہوتے ہیں مگر حسن بلاغت کے لیے خطاب پیغمبر علیہ السلام سے کیا جاتا ہے۔ خواہ اس دن سے قیامت کا دن مراد ہو یا اور کوئی برا دن جو ایسی بدکاری کی سزا دینے کے لیے آیا کرتا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ خوشی دینے والی ہوائیں

مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیْقَکُمْ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ

چلایا کرتا ہے اور تاکہ تم کو اپنی رحمت کا کچھ مزہ چکھائے

وَلِتَجْرِیَ الْفُلْکُ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا

اور تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کے فضل

مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۴۶

سے روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلًا

اور البتہ آپ سے پہلے بھی ہم نے ان کی قوم کی طرف

اِلٰی قَوْمِہِمْ فَجَآءُوْہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

رسول بھیجے ہیں پھر وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ
پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لے کر چھوڑا اور
كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾
ہم پر ایمان داروں کی مدد کرنا ضرور تھا
اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ
اللہ وہ ہے کہ جو ہوائیں چلاتا ہے پھر وہ اس کو
سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ
آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلاتا
يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ
ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے بناتا ہے پھر تو (اے مخاطب) دیکھتا ہے
يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ
کہ اس میں سے مینہ برستا ہے پھر جب اس کو اپنے بندوں
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ
میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے تو جب ہی وہ
يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ
خوش ہونے لگتے ہیں اور اگرچہ ان پر
قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ
برسنے سے پیشتر وہ
لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ
نا امید تھے پھر (اے مخاطب) تو اللہ کی رحمت کی
رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ
نشانیوں کو تو دیکھ کہ خشک ہونے کے بعد کس طرح سے

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى
زمین کو سرسبز کرتا ہے بے شک وہی مُردوں کو پھر زندہ کرنے والا ہے
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾
اور وہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے
وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا
اور اگر ہم ہوا کا کوئی ایسا جھونکا چلادیں کہ جس سے وہ اپنی کھیتی کو زرد ہوا
لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾
دیکھیں تو اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں ۔

ترکیب

وکان حقاً متعلق خبر کان مقدم و نصر اسمہا و یجوز ان یکون حقاً مصدراً و علینا الخبر و یجوز ان یکون فی کان ضمیر الشان وحقاً مصدر و علینا نصر مبتدا و خبر فی موضع خبر کان کسفاً بفتح السین علی انہ جمع کسفۃ و سکونہا علی ہذا المعنی تخفیف قطعاً متفرقۃ الودق المطر۔

تفسیر

بر و بحر میں انسان کی بدکاری کی وجہ سے خرابی ظاہر ہونے کا بیان فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ اس پر بھی ہم رحیم کریم نظام عالم کو باقی رکھتے ہیں ہوائیں چلاتے ہیں الخ۔ فقال ومن اٰیتہ الخ ہواؤں کے چند فوائد بیان فرماتا ہے کہ جن پر بقاء انسانی موقوف ہے۔

۱؎ کیف یشاء۔ فی الاطوار المختلفۃ و المقادیر المتنوعۃ و الاشکال العجیبۃ و ذٰلک اشارۃ الی بطلان القول بالطبیعۃ المستقلۃ کما توہم الطبیعیون و ذٰلک اظہر دلیل علی وجود الصانع العلیم القدیر السمیع البصیر ۱۲ حقانی

(۱) مبشرات کہ وہ خوشی دیتی ہیں۔ انسان کے بدن پر جب ہوا لگتی ہے تو اس کو فرحت ہوتی ہے۔ اور نیز بارش سے پہلے جب سرد ہوا چلتی ہے تو گویا مینہ کا مژدہ لاتی ہے۔

(۲) ولیذیقکم من رحمتہ ہواؤں کی وجہ سے انسان زندہ رہ کر دنیا میں اس کی رحمت اور نعمت کے مزے لیتا ہے اور انہیں سے پھل پھول کھیتی باڑی تیار ہوتی ہے یہی ہیں جو تعفنات کو دور کرتی ہیں یہ دونوں باتیں بر یعنی خشکی کے متعلق ہیں۔

(۳) ولتجری الفلک الخ اس سے دریا میں کشتیاں چلتی ہیں۔

(۴) ولتبتغوا من فضلہ الخ کہ تم دریائی سفروں کی وجہ سے روزی تلاش کرتے ہو مچھلیوں کا شکار کرتے ہو۔ یہ دونوں باتیں بحر سے متعلق ہیں۔ ولعلکم تشکرون کہ تم شکر کرو سب سے متعلق ہے۔

اور من اٰیٰتہ کے ساتھ تعبیر کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہواؤں کا چلانا جس پر مدارِ زندگی ہے اسی کی قدرتِ کاملہ کی نشانی ہے تمہارے معبودوں میں سے کون کر سکتا ہے؟ یہ دلیل توحید وجود باری ہے۔

ولقد ارسلنا من قبلک رسلا الخ یہاں سے مسئلہ نبوت کو کس لطف کے ساتھ ثابت کرتا ہے کہ جس طرح نظامِ عالم جسمانی کے لیے ہوائیں چلاتے ہیں اسی طرح نظامِ عالم روحانی کے لیے اپنے فضل سے انبیاء بھیجتے چلے آئے ہیں (کچھ آپ ہی کو نیا نبی نہیں بنایا جس پر وہ بہکتے ہیں) جو اپنی قوموں کے پاس آیات و معجزات لے کر آئے تھے۔ پھر جس نے نہ مانا ہم نے اس سے انتقام لیا اور ایمان داروں کی مدد کی کیوں کہ یہ ہم پر لازم تھا کہ ہم ان کی مدد کرتے۔ اس پر کسی کا کوئی حق نہیں نہ کوئی بات لازم ہے مگر اپنے فضل سے وہ لازم کر لیتا ہے اس جملہ میں نہایت اختصار کے ساتھ رسولوں کا بھیجنا اور ان کی امتوں پر سرکشی سے عذاب آنا ایمان والوں کا نجات پانا بیان فرما دیا اور مخاطبین کو اسرارِ نبوت سمجھا کر متنبہ کر دیا۔ مسئلہ اثبات وجودِ باری و توحید اور مسئلہ نبوت کو کس لطف کے ساتھ ثابت کر دیا۔ اس کے بعد مسئلہ معاد کو ثابت کرتا ہے۔

اللہ الذی یرسل الریح الخ یہاں سے اور دوسری نعمت ظاہر فرماتا ہے کہ جس پر نظامِ عالم منحصر ہے وہ کیا؟ بارش کا بھیجنا۔ پھر اس سے زمین کا شاداب کرنا پھر اس نعمت کے بیان میں کیا کیا اشاراتِ لطیفہ ہیں۔

(۱) اللہ الذی سے شروع کیا کہ یہ کام جس کا ہے وہ اللہ ہے نہ کہ تمہارے خیالی معبود۔

(۲) یرسل الریح کو مقدم ذکر کیا کہ مینہ سے پہلے ہم کیسی ہوائیں چلاتے ہیں پھر وہ ہوائیں بدلیاں اٹھا لاتی ہیں پھر اس کو آسمان پر ابر بنا کر کس طرح پھیلاتی ہیں کیف یشاء مگر جس طرح اللہ چاہتا ہے کہیں کم کہیں زیادہ کبھی ہر جگہ مساوی کبھی سیاہ رنگ کے بادل کبھی اور رنگ کے پھر سب کو گھنگھور گھٹا کر دیتا ہے۔ پھر اس میں سے مینہ برساتا ہے جس کو چاہتا ہے اس سے بہرہ مند کرتا ہے جس کو چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔ پھر اس سے بندے کیسے خوش ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ اس سے پہلے کہ جہان میں گرد و غبار اور گرمی بے شمار تھی کیسے نا امید تھے۔

(۳) یرسل کو بلفظ مضارع بیان فرمایا کہ ایک بار نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہم یوں ہی کیا کرتے ہیں۔

(۴) پھر اس نعمت سے مسئلہ معاد کو کس لطف کے ساتھ ثابت کیا کہ جس طرح ہم زمین کو زندہ کر دیتے ہیں جس کا ہر سال تم معائنہ کرتے ہو اسی طرح لمحی الموتیٰ ہم مُردوں کو زندہ کر دیں گے ہم ہر بات پر قادر ہیں۔

اس کے بعد انسان کی ناشکری کرنے کی عادت بیان فرماتا ہے فقال ولئن ارسلنا الخ کہ اگر ہم ایسی ہوا چلادیں کہ جس سے کھیتی خشک ہو جاوے تو پھر کیسے ناشکر ہو جاتے ہیں اور کیا کیا منہ سے بکنے لگتے ہیں۔

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ

پھر آپ تو نہ مُردوں کو اور نہ بہروں کو

الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾

آواز سُنا سکتے ہیں (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں

وَمَا أَنتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ

اور نہ آپ اندھوں کو گمراہی سے ہدایت کر سکتے ہیں

إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا

آپ تو صرف انہیں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں

فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾ ع ۵ ۱۴

سو وہی مان بھی لیتے ہیں۔

ترکیب

لا تسمع خبر ان. اذا متعلق بتسمع. مدبرین حال من فاعل ولوا. انت اسم ما بہٰد العمی خبرہ والباء زائدۃ.

تفسیر

یہاں تک توحید و نبوت و معاد کے مسائل کو براہین قاطعہ و حجج ساطعہ سے ایسا ثابت کیا تھا کہ جو کوئی ذرا بھی عقلِ سلیم رکھے تو خود سمجھ لے اور جو اس سے بھی بلید الذہن ہو تو ان کی کیفیت کسی سے سُن کر مان لے مگر کفار مکہ اپنی بدقسمتی اور ازلی محرومی سے اس مرتبہ میں بھی نہ تھے اس پر بھی ان کا وہی اصرار وہی انکار چلا جاتا تھا تو اب ان کی نسبت یہی صادق آگیا تھا کہ وہ حیاتِ انسانی سے بہرہ ور نہیں گویا مُردے ہیں اور نہ ان کے حواس سلیمہ بجا ہیں اندھے بہرے بھی ہیں۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ اس میں آپ کا کیا قصور ہے؟ یہ مُردے ہیں آپ مُردوں کو سنا نہیں سکتے، اور بہرے ہیں۔ ایسے بہروں کو جو پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھیں تو آپ انہیں بھی نہیں سُنا سکتے۔ کاش بہرے ہوتے اور سامنے آتے ہاتھوں کے اشارے سے ہی سمجھ جاتے، مگر جب کہ انہوں نے یہ قصد مصمم کر لیا کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے تو گویا پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھے اور یہ ازلی اندھے ہیں آپ ان کو کیوں کر رہنمائی کر سکتے ہو۔ آپ صرف ان لوگوں کے سُنانے کو آئے ہیں کہ جن میں ایمان لانے کا مادہ اور صلاحیت ہے جس کو الا من یؤمن بآیاتنا کے ساتھ اس لیے تعبیر کیا کہ ان کی قابلیت و استعداد فعلیت کے مرتبہ کے پاس آگئی ہے پس وہی مانتے ہیں، فہم مسلمون۔ فانک لا تسمع الموتیٰ سے لے کر فہم مسلمون تک یہ مطلب ہوا۔

فانک میں جو ف آئی ہے وہ اس لیے کہ وہ مُردے ہیں حیاتِ انسانی ان میں نہیں پس آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔ الموتیٰ سے مراد وہی کفار ہیں کہ جن کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی۔ اور الصم سے مراد بھی وہی لوگ ہیں کہ جن کو بہروں سے تشبیہ دی گئی۔ اور العمی سے بھی وہی مراد ہیں کہ جن کو اندھوں سے تشبیہ دی گئی۔ میت، صم، عمی کے الفاظ کا اطلاق حقیقتِ عرفی کے مطابق اسی متعارف مُردے بہرے اندھے پر ہوتا ہے جو ظاہری جان نہ رکھے، نہ ظاہری کان نہ ظاہری آنکھ۔ مگر کنایہ کے طور پر یا مجازاً بعلاقۂ تشبیہ ایسے لوگوں پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

اذا ولوا مدبرین کی قید کا فائدہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو بھاگ اٹھے تو پھر کسی طرح بھی سمجھ نہیں سکتا سُننا تو درکنار۔ اور الا من یؤمن کے معنی بھی معلوم ہو گئے کہ جن میں ایمان کی قابلیت ہے

پس اب یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ جو اللہ کی آیتوں پر خود ایمان لاتے ہیں ان کو سنانے کی کیا ضرورت؟ تحصیل حاصل ہے۔

ان آیات سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردہ نہیں سنتا اور اس کی سند میں کچھ احادیث و اقوال بھی پیش کرتے ہیں۔ آج کل یہ مسئلہ سماعِ موتی باہمی قیل وقال کا بڑا میدان ہو رہا ہے اگرچہ اس کی پوری تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے مگر مختصراً کچھ بیان کرتا ہوں۔ ان آیات میں تو عدمِ سماعِ موتی کا اشارہ تک بھی نہیں اس لیے ان سے استدلال کرنا بے فائدہ بات ہے۔ رہے احادیث و اقوال ان سے بھی صاف نہیں معلوم ہوتا کہ میت سن نہیں سکتی بلکہ بہت سی صحیح احادیث اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں۔

ازاں جملہ وہ احادیث جو زیارتِ قبور کی بابت وارد ہیں جن میں مُردوں سے خطاب کرکے کلام کیا جیسا کہ ترمذی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان[1] پر سے گزرے تو یہ فرمایا السلام علیکم یا اہل القبور۔ اور اسی طرح مسلم نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع میں جاکر یہ فرمایا السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ اور ایسا ہی تعلیم بھی فرمایا۔

ازاں جملہ احادیثِ عذابِ قبر ہیں جیسا کہ بخاری و مسلم نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ کر اس کے لوگ واپس پھرتے ہیں تو انہ لیسمع قرع نعالھم وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے الخ۔

ازاں جملہ وہ جو بدر کے روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ قریش کے مقتولوں سے خطاب کرکے فرمایا تھا کہ تم نے آج دیکھ لیا اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا حضرت! یہ کیا سنتے ہیں؟ فرمایا تم سے بھی زیادہ وہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دیتے۔ اس کو بھی بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ نقلی دلائل کے جواب ہو چکے۔

سماعِ موتی کی بحث

اب رہی بحث عقلی، سو عقلِ سلیم بھی کہتی ہے کہ مر کر جسم سے روح کا تعلق بدن سے منقطع ہو جاتا ہے وہ جو حواس کے ذریعہ سے کام لیتا تھا اب تجرد کی وجہ سے ان کے بغیر کام لیتا ہے۔ خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ان کے ادراک کا تو کیا ٹھکانا ہے؟ رہی یہ بات کہ ان کو قاضی الحاجات مستقل بنا کر پوجا جاوے، جیسا کہ جہلا کا دستور ہے وہ ان کی ممات پر کیا موقوف ہے حیات میں بھی منع ہے۔ ان کے مقابرِ مقدسہ سے فیوض و برکات بے شک جاری ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ

اللہ ہی ہے کہ جس نے تم کو کمزوری کی حالت سے پیدا کیا پھر

جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ

کمزوری کے بعد قوت عطا کی پھر

جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً

قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا

یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ (۵۴)

وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی علم (اور) قدرت والا ہے

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ

اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو گنہگار قسمیں کھائیں گے کہ

مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا

ہم ایک گھڑی سے زیادہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے ایسے ہی (دنیا) میں بھی

[1] مدینہ میں شہر کے باہر شرقی رخ ایک قبرستان ہے ۱۲

يُؤْفَكُونَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا

بہکے ہوئے تھے　اور　علم　اور　ایمان

الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي

والے　کہیں گے کہ تحقیق　اللہ کے

كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ فَهَٰذَا

دفتر میں　تم قیامت تک ٹھیرے رہے ہو　سو یہ ہے

يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِنَّكُمْ كُنتُمْ

قیامت کا دن　لیکن تم تو اس کو

لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنفَعُ

جانتے ہی نہ تھے　پس اس دن　ظالموں کا

الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا

عذر کرنا　کچھ بھی فائدہ نہ دے گا　اور نہ

هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾

ان کا عذر قبول کیا جائے گا۔

ترکیب

الضعف بالفتح والضم لغتان۔ من ضعف من للابتدائی ابتدأ کم ضعفا۔ واساس الانسان الضعف کما قال خلق الانسان من عجل اے من العجلۃ ویمکن ان یقال خلقکم من اصل ضعیف وہو النطفۃ علی ان یاول المصدر باسم الفاعل او علی تقدیر المضاف ویوم تقوم الساعۃ والعامل فیہ یقسم اے یحلف ما لبثوا فی الدنیا او فی القبور۔ فی کتب اللہ اے فی علمہ او اللوح المحفوظ۔ فیومئذ اے یوم کان کذا لاینفع المعذرۃ۔ الذین مفعول۔ لاینفع معذرتہم مصدر مضاف الی الفاعل والمجموع فاعلہ ولا ہم یستعتبون اے لا یدعون الی ما یزیل عنہم عتبہم اے غضبہم۔

تفسیر

اللہ الذی الخ یہاں سے پھر دلائل توحید شروع ہوتے ہیں۔ پہلے دلائل آفاق تھے یہ دلائل الانفس ہیں کہ جو انسان کی ذات اور اس کے حالات سے متعلق ہیں فرماتا ہے اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو کمزوری کی حالت میں پیدا کیا یعنی تمہاری ابتداء نہایت کمزوری کے ساتھ تھی، تمہاری بنیاد کمزور تھی جیسا کہ فرمایا وخلق الانسان ضعیفا یا یوں کہو تم کو ایک کمزور چیز سے بنایا وہ کیا؟ منی جو ایک قطرۂ آب ہے۔ ثم جعل من بعد ضعف قوۃ پھر کمزوری کے بعد تم کو توانائی عطا کی بالغ ہونے کے بعد یا تمہارے ابدان سے روح متعین ہونے کے بعد۔ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبۃ یہ تیسری حالت ہے کہ قوت کے بعد پھر تم کو کمزور اور بوڑھا کر دیتا ہے یخلق ما یشاء وھو العلیم القدیر۔ وہ جو چاہتا ہے بناتا ہے اپنے احوال مختلفہ ہی میں غور کر لو کہ تمہاری کیسی صورتیں مختلف بنائیں پھر تم کو قوت اور ضعف کے میدان میں کیسی الٹی پلٹیاں دیں۔ پھر اس کے علیم و قدیر ہونے میں کیا شک؟ ایسے علیم و قدیر کے نزدیک قیامت قائم کرکے مُردوں کو زندہ کرنا اور ان سے حساب و کتاب لینا کیا بعید ہے؟ اس لیے فرماتا ہے ویوم تقوم الساعۃ اس جگہ قیامت کی قدرے کیفیت بیان فرماتا ہے۔ اور قرآن کی عادت ہے کہ مبدء کے بعد معاد ذکر فرمایا کرتا ہے۔

وہ کیفیت یہ ہے یقسم المجرمون ما لبثوا غیر ساعۃ گنہگار قسم کھا کر کہیں گے دنیا میں ہم ایک ساعت سے زائد نہیں رہے تھے۔ قیامت کے شدائد کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی اور سال ہا سال کی عیش و کامرانی ایک گھڑی بھر کی معلوم ہوگی۔ وہاں یہ غلط پنداری جاوے گی کذلک کانوا یؤفکون دنیا میں بھی ایسے ہی خیالِ غلط اور اوہام

باطلا میں پڑے ہوئے تھے۔ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے تھے دنیا کی چند روزہ کامرانی کو ہمیشہ جاودانی سمجھے ہوئے تھے، آخرت سے غافل ہو کر اسی کے فکر میں لگے ہوئے تھے۔

پس جس طرح دنیا میں ان کی غلط پنداری کو اہلِ علم انبیاء علیہم السلام یا ان کے نائب ظاہر کر کے راہِ حق بتلانے کی کوشش کرتے تھے، پر یہ اُس سچ کو جھوٹ جانتے تھے، اسی طرح دارِ آخرت میں اصلی بات بتلا دیں گے۔

وقال الذین اوتوا العلم والایمان الخ کہ تم دفترِ الٰہی میں لکھے کے موافق قیامت تک ٹھیرے تھے پس یہ قیامت موجود ہے جسے تم بھولے ہوئے تھے ولٰکنکم کنتم لا تعلمون۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مالبثوا غیر ساعۃ مرنے کے بعد عالمِ برزخ میں ٹھیرنے کی بابت کفار کہیں گے جیسا کہ آیا ہے من بعثنا من مرقدنا کہ کس نے ہم کو ہماری خواب گاہ سے بیدار کر دیا۔ اس تقدیر پر اہلِ علم و ایمان کا جواب بہت ٹھیک ہو جاوے گا کہ تم یوم البعث تک ٹھیرے ہو۔ اول قول یعنی قیامِ دنیا مراد لینے کی صورت پر بھی یہ جواب ٹھیک ہو سکتا ہے کس لیے کہ ان کا کلام جماعتِ کفار کے مقابلہ میں ہوگا اور گو ہر ہر شخص نہیں، جماعتِ کفار تو دنیا میں یوم البعث تک ٹھیری تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عالمِ برزخ کا قیام بھی دنیا کے قیام کا اثر ہے، واللہ اعلم۔

فیومئذ لا ینفع الخ فرماتا ہے اُس روز ظالموں کا کوئی عذر نہ قبول ہوگا۔ ولا ھم یستعتبون لا یطلب منھم العتبیٰ ای الرجوع الی ما یرضی اللہ جلالین۔ یعنی کسی نیک کام کرنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی مہلت نہ ملے گی۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

اور البتہ اس قرآن میں ہم نے لوگوں کے لیے ہر ایک قسم

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ

کی مثال بیان کر دی ہے اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی

بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ

نشانی لائیں تو جو منکر ہو گئے ہیں یہی کہیں گے کہ تم (اے

اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۝۵۸ كَذٰلِكَ

مسلمانو) محض فریبی ہو اللہ نادانوں کے

يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

دلوں پر اسی طرح سے مہر کر دیا

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۹ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ

کرتا ہے ف پس (اے نبی) صبر کیجیے بے شک

اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ

اللہ کا وعدہ حق ہے اور یقین نہ کرنے والے آپ کو

لَا يُوْقِنُوْنَ ۝۶۰

خفیف نہ کرنے پائیں۔

ع ۶
۹

ف آریہ، عیسائی وغیرہ قرآن مجید پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ قرآن خدا تعالیٰ کی ذات میں عیب ثابت کرتا ہے جیسا کہ دلوں پر مہر کر دینا، گمراہ کر دینا وغیرہ۔ باوجود دعوائے ہدایت کے ایسا فرمانا اور بھی اس کی شان سے بعید ہے۔ اس اعتراض کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں کہ ہر کتاب ہر زبان میں ہر متکلم کے محاورات مخصوص ہوتے ہیں۔ جب تک ان کو نہیں معلوم کیا جاتا ایک سرسری نظر کا شخص حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ دلوں پر مہر کر دینا، آگے پیچھے گمراہی کی دیوار کھینچ دینا، ان کی ازلی کوری اور اس پر ان کے افعالِ ارادیہ سے اسبابِ گمراہی پیدا کر لینا مراد ہے۔ جس کو بطورِ سرزنش کے بیان فرمایا جاتا ہے۔

اور اعتراضات کا بھی ایسا ہی حال ہے ۱۲ منہ

ترکیب

من کل مثل فی محل النصب لکونہ مفعولا لضربنا ای بیناہ للناس متعلق بضربنا ای ان القرآن مشحون بقصص واخبار کلہا کالمثل السائر فی غرابتہا وحسن مواقعہا فصار القرآن فی کل ما جاء بہ کالامثال السائرۃ حتی لا یمجہا الطبائع الصافیۃ کذالک ای مثل ذلک الطبع۔

تفسیر

مسئلہ معاد کے بعد مسئلہ رسالت پر کس لطف کے ساتھ کلام تمام کرتا ہے فقال ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل۔ مسئلہ رسالت کی بابت دو باتیں ہیں:۔

اول سب سے بڑھ کر اس کتاب کی خوبی پر نظر کی جاتی ہے کہ جس کو رسول اللہ کا دستور العمل بتلا کر عالم کو اس پر چلنے کا حکم دیتا ہے اور جس کو اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب کہتا ہے۔ کیوں کہ اس کتاب میں اگر یہ خوبی نہ ہو تو وہ بندوں کی حاجات کو کافی نہ ہو اور انسانی جذبات یا اس کے طبعی جزر و مد میں پوری رہبر نہ ہو، پس وہ کتاب اللہ نہیں۔ ہر شخص کا کلام خود کہہ دیتا ہے کہ میں کس کا کلام ہوں۔ بادشاہوں کی بات چیت میں سے وہی شاہی رعب و داب ٹپکتا ہے۔ حکیم کا کلام حکمت سے پُر ہوتا ہے۔ شہوت پرست کے کلام میں شہوانی خیالات ہوتے ہیں اسی طرح اللہ کا کلام اس کے حوصلہ کے موافق ہوتا ہے (دیکھو آج کل جو کتابیں اہلِ کتاب کے ہاتھ میں ہیں یا اور لوگ جن کو کتاب الٰہی کہتے ہیں ان کے مطالب پر غور کرو صاف معلوم ہو جائے گا یہ کلام اللہ کے لائق نہیں بلکہ کسی مورخ یا خیالات باطلہ کے پابند کا کلام معلوم ہوتا ہے) اس پہلی بات کے لیے یہ جملہ ولقد ضربنا ارشاد فرمایا! کہ قرآن میں لوگوں کے لیے ہر حاجت کا پورا کرنے والا کلام ہے اور کلام بھی فلسفیانہ ایچ پیچ میں نہیں بلکہ ایسا کہ جیسے مثالیں ہوتی ہیں کہ جن کو طبائع بشریہ بہت جلد قبول کر لیتی ہیں۔

دوسری بات جو نبوت اور رسالت کے متعلق ہے معجزات ہیں جن کو آیات کہتے ہیں۔ اس کی بابت فرماتا ہو ولئن جئتہم بآیۃ الخ کہ ان کفارِ مکہ کا انکار اور ہٹ دھرمی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر آپ ان کے پاس کوئی بڑے سے بڑا معجزہ بھی لائیں یا کسی قسم کی کوئی نشانی دکھاویں تو وہ ہرگز نہ مانیں گے بلکہ آپ کو جھوٹا بتلا دیں گے۔ انسان کی جب یہ حالت ہوتی ہے کہ جس کو دلوں پر خدا کی مہر کرنے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے تو اس کی نسبت صاف یہی کہا جاتا ہے کذلک یطبع اللہ علیٰ قلوب الذین لا یعلمون کہ ان نادانوں سرکش جاہلوں کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی اور وہ ایسا ہی کر دیا کرتا ہے یعنی تقدیرِ ازلی نے ان کو اس قابل ہی نہیں رکھا کہ وہ نبی کی بات مانیں۔ ایسی حالت میں خدا تعالیٰ کا دستور یوں جاری ہے ان کے لیے گو وہ ہزار درخواست کریں معجزہ نہیں دکھایا جاتا کیوں کہ اگر معجزہ دکھایا جاوے اور نہ مانیں تو اور بھی عتابِ الٰہی میں گرفتار ہوں۔

معجزات نہ دکھانے کا ثبوت انجیل سے

خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسے موقع پر معجزات دکھانے سے انکار کیا ہے دیکھو انجیل متی کے سولھویں باب کے شروع میں یہ ہے:۔

"فریسیوں اور صدوقیوں نے آ کے آزمایش کے لیے اس سے چاہا کہ ایک آسمانی نشان ہمیں دکھا، اس نے جواب میں ان سے کہا الخ اس زمانے کے بد اور حرام کار لوگ

نشان ڈھونڈتے ہیں پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان دکھایا نہ جائے گا۔"

اور اسی طرح انجیل مرقس کے آٹھویں باب کے گیارھویں ورس میں یہ ہے "تب فریسی نکلے اور اس سے حجت کرکے اس کے امتحان کے لیے آسمان سے کوئی نشان چاہا اس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کے کہا کہ اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا" اور اسی طرح قرنتیوں کے اول باب ۲۲ ورس میں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں معجزہ دکھانے سے انکار آیا ہے وہ اسی قسم کا ہے۔ پادری آنکھ بند کرکے اعتراض جما دیا کرتے ہیں۔

فاصبران وعد اللہ حق جب مخالف کی یہ حالت ہوجاتی ہے تو پھر اس سے سیکڑوں تکالیف اور بدکلامی برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان داروں کو صبر کا حکم ہوا اور تسلی دی گئی کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ان پر ضرور عذاب آوے گا اور ایمان دار دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

ولا یستخفنک الخ اور اے نبی! آپ ان کے تمسخر سے دل میں خفیف نہ ہونا۔ یا یہ معنی کہ ان کے مقابلہ میں آکر آپ کوئی خفیف بات نہ کریں جو شانِ نبوت کے برخلاف ہو، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

سورۃ لقمٰن

مکیہ ہے اس میں چونتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ (١) تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ
یہ آیتیں ہیں حکمت والی

الْحَكِيْمِ (٢) هُدًى وَّرَحْمَةً
کتاب کی جو ہدایت و رحمت ہے

لِّلْمُحْسِنِيْنَ (٣) الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
نیک بختوں کے لیے وہ جو نماز ادا

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ
کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (٤) اُولٰٓئِكَ
آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ

عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ
اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (٥) وَمِنَ النَّاسِ
فلاح بھی پانے والے ہیں اور کچھ ایسے آدمی بھی ہیں

مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ
جو کھیل کی باتیں (قصہ کہانیاں) خریدا کرتے ہیں تاکہ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا
بے سمجھے بوجھے لوگوں کو اللہ کے رستے سے بہکائیں اور اللہ کی آیتوں

هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
کی ہنسی اڑائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو ذلت کی سزا

مُّهِيْنٌ (٦) وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا
ہوتی ہے اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں

وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا
تو اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے گویا کہ ان کو سنا ہی نہیں

كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ
گویا اس کے کانوں میں ٹھیٹیاں ہیں پس (اے نبی!)

بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ⑦

اس کو عذاب الیم کا مژدہ سنا دو۔

ترکیب

ھدی و رحمۃ حالان من الاٰیات والعامل فیہما معنی الاشارۃ وتکریر ضمیرہم للتوکید ولیفصل بینہ وبین خبرہ والذین مبتدأ اولٰئک الٰی الجملۃ خبرہ ویتخذھا بالنصب عطفا علی لیضل والرفع عطف علی یشتری والضمیر یعود علی السبیل وقیل علی الحدیث لانہ یراد بہ الاحادیث وقیل علی الاٰیت کان لم یسمعھا موضعہ حال والعامل ولّی کان بدل منہا

تفسیر

چونکہ اخیر سورۂ روم میں ولقد ضربنا للناس فی ھٰذا القراٰن من کل مثل فرمایا تھا جس میں اعجاز قرآن کی طرف اشارہ تھا اور اس کے بعد قوم کی سرکشی بیان ہوئی تھی۔ ان دونوں باتوں کی تاکید اس سورت کے اوائل میں فرماتا ہے۔ اور سورت کو انہیں مفردات الٓمٓ کے ساتھ شروع کیا۔ اس رمز کے لیے کہ جس کا ہم سورۂ عنکبوت کی ابتدا میں ذکر کر آئے ہیں۔ اس جگہ الف سے اشارہ اللہ کی طرف اور لؔ سے جبریل کی طرف اور مؔ سے محمدؐ کی طرف ہے۔ جس کے یہ معنی کہ یہ کتاب اللہ نے جبریل کے واسطے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ پھر اس کی تصریح تلک اٰیٰت الکتٰب الحکیم میں کر دی کہ یہ آیات کتاب پُرحکمت کی ہیں۔

پہلی بات کی تاکید للمفلحون تک ہے۔ ان جملوں میں بظاہر کتاب یعنی قرآن مجید کی مدح ہے کہ یہ کتاب پُرحکمت ہے جو کچھ اس میں ہے وہ بندوں کے لیے عین حکمت ہے نیک بختوں کے لیے ہدایت ہے۔ ان کو مقاصد دینی و دنیاوی میں راہِ راست دکھاتی ہے اور نیز رحمت بھی ہے کہ بہ نسبت امم سابقہ کے اس امت کے لیے اس میں نہایت سہل احکام ہیں اور نیز یہ بھی ہے کہ اس کے ماننے والے تلاوت کرنے والے پر خدا کی رحمت بھی ہوتی ہے اور نیز قرآن پر عمل کرنے والے کے دل میں رحمت یعنی نرم دلی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کتاب رحم دلی کا برتاؤ سکھاتی ہے۔ اگر میں اُن آیات اور احادیث کو اس بارے میں نمونہ کے طور پر بھی لکھوں تو ایک جداگانہ کتاب تیار ہو جاوے۔

الذین یقیمون الصلوٰۃ سے محسنین کا بیان ہوتا ہے کہ محسنین یعنی نیک بخت لوگ کون ہیں؟ وہ ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اس میں حکمتِ عملیہ کے دونوں جزو بدنی اور مالی عبادت آ گئی۔

وھم بالاٰخرۃ ھم یوقنون اور آخرت پر یقین بھی رکھتے ہیں۔ یہ حکمت نظریہ کے جمیع اجزاء کو شامل ہے کس لیے کہ جو دارِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے ضرور اللہ تعالیٰ پر بجمیع صفاتہ بھی ایمان رکھتا ہے جو دارِ آخرت میں جزاء و سزا کا دینے والا ہے اور اسی طرح ملائکہ اور انبیاء اور کتب منزلہ پر بھی ایمان رکھتا ہے جو دارِ آخرت کے لیے سعادت کے ہادی اور شقاوت سے مانع ہیں۔ اب ایمان اور عمل صالح دونوں کا ہونا نیک بختی میں ضروری ہے اور ایمان میں دارِ آخرت کا ذکر اس لیے ہوا کہ یہی مسئلہ اہم تھا۔ مخالف زیادہ تر اسی کے منکر تھے۔ اور اعمالِ صالحہ کے بعد اس کا ذکر اس لیے آیا تاکہ معلوم رہے کہ اعمالِ صالحہ نماز و خیرات آخرت کا توشہ ہے۔ سورۂ بقرہ میں ھدًی للمتقین آیا تھا اور یہاں ھدًی و رحمۃ للمحسنین آیا۔ ایک تو ہدایت کے بعد رحمت کا لفظ زیادہ ہوا اس لیے محسنین کا لفظ بھی آیا کس لیے کہ احسان کا مرتبہ تقویٰ سے بالا ہے۔ کیونکہ حدیثِ جبریل میں کہ جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اسلام و ایمان کے بعد احسان کی بابت

سوال ہوا ہے جس کے معنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائے۔

تعبد اللّٰہ الخ کہ اللہ کی یہ سمجھ کر عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو یہ سمجھ لو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

پس جس طرح کتاب کے حق میں ازدیاد کیا گیا تو اسی طرح کتاب سے نفع اٹھانے والے کے حق میں اور زیادہ مدح کا لفظ آیا۔ ولطفہ مالایخفی علیٰ ارباب البصیرۃ۔ پھر ان کے لیے دو باتیں انعام میں عطا کرتا ہے۔

اوّل اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی ہدایت پر قائم ہیں نہ وہ کہ جو دیگر اعمال بد کر کے ان کو سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ گویا ان کے ہدایت پر ہونے کی اللہ نے شہادت ادا کر دی پورا اطمینان دلا دیا۔

دوسری واولٰئک ھم المفلحون کہ یہی فلاح پانے والے ہیں، دنیا میں بھی آخرت میں بھی نہ ان کے برخلاف لوگ۔ نجات کا بھی پورا اطمینان کر دیا۔ اور اپنے نیک بندوں کو بھی بتلا دیا۔

اس کے بعد اس طریقۂ فلاح کے برخلاف لوگوں کا ذکر فرماتا ہے وہ لوگ کہ جن کا ذکر ولئن جئتھم بآیۃ الخ میں آیا تھا کہ جو آیاتِ الٰہی کے منکر ہیں۔ پس فرماتا ہے، ومن الناس الخ کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو بے ہودہ باتیں لوگوں کو اللہ کے رستہ سے بہکانے کے لیے خرید اکرتے ہیں۔ لھو الحدیث الاضافۃ بمعنی من لے الحدیث الذی ھو لھو ومنکر (نیشاپوری)، ما یلہی عما یعنی کالاحادیث التی لا اصل لھا والاساطیر التی لا اعتبار فیھا والمضاحیک وفضول الکلام (بیضاوی) کہ لھو الحدیث لایعنی اور بے فائدہ کلام جیسا کہ وہ باتیں کہ جن کی اصل نہ ہو اور وہ قصے کہ جن میں کچھ عبرت نہ ہو اور ہنسانے والی باتیں اور فضول کلام۔

ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ قسم کھا کر کہتے تھے کہ لھو الحدیث راگ ہے (مدارک)۔ قرطبی کہتے ہیں لھو الحدیث کی تفسیر میں جو عمدہ بات کہی گئی ہے یہ ہے کہ اس سے مراد راگ ہے اور یہی صحابہ اور تابعین کا قول ہے۔ اور بخاری نے الادب المفرد میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد غنا یعنی راگ ہے اس کو وہ قسم کھا کر کہتے تھے۔ طبری کہتے ہیں کہ علماء امصار راگ کے ممنوع اور مکروہ ہونے پر متفق ہیں، مگر ابراہیم بن سعد و عبداللہ عنبری جماعت کے مخالف ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لھو الحدیث میں بے فائدہ باتیں اور لغو قصے کہانیاں اور ہنسی مسخرے پن کی باتیں داخل ہیں جن سے محفلیں گرم کی جاتی ہیں اس میں وہ اشعار بھی داخل ہیں کہ جن میں معشوقوں کے خدو خال اور اعضاء مستورہ کی توصیف اور دیگر شہوت انگیز باتیں ہوتی ہیں۔ اور بہت سے علماء کے نزدیک راگ بھی مطلقاً اس میں داخل ہے اور ستار، سارنگی وغیرہ تو بالاتفاق حرام ہیں۔ فقہاء و محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ باجوں میں طبل غازی اور عیدین اور شادیوں میں دف بجانا مستثنیٰ ہے۔ مگر نفس راگ میں قدرے کلام ہے۔ وہ یہ کہ شہوت انگیز مضامین کا گانا حرام ہے۔ لیکن وہ اشعار کہ جن میں دنیا کی نفرت اور خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ پس جس طرح ان اشعار کا تصنیف کرنا ممنوع نہیں اسی طرح کسی خاص وقت میں ان کا سننا بھی ممنوع نہیں خواہ وہ خوش آوازی کے ساتھ ہو یا بغیر اس کے۔ ان احادیث و اقوال پر نظر کر کے جو اس کی اباحت کی طرف اشارہ کرتے ہیں عوارف المعارف اور احیاء العلوم میں اس کا بخوبی فیصلہ کر دیا ہے۔ اور اس کی بھی اباحت اہل اللہ کے لیے مخصوص کی ہے جن پر غلبۂ حال اور شوق ہے پھر اس کے لیے مکان اور زمان اور اہل مجلس کے اہل ہونے کی قید لگائی ہے

بعض صوفیۂ کرام جو راگ سنتے تھے انہیں احتیاطوں سے نہ اس طور سے کہ جیسا آج کل مروج ہے اس کے ممنوع ہونے میں کسی اہلِ علم کو کلام نہیں (تفسیر احمدی وغیرہ)۔

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ایک قریشی کی بابت نازل ہوئی ہے جو ایک گانے والی چھوکری خرید کر لایا تھا۔ اور جویبر نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی ہے جو گانے والی چھوکریاں خرید کر لایا تھا جس کو سنتا تھا کہ وہ اسلام لانا چاہتا ہے اس کے پاس بھیجتا تھا اور گانا سنواتا اور شراب پلاتا تھا اور کہتا تھا یہ بہتر ہے یا وہ باتیں کہ جن کی طرف تم کو محمدؐ بلاتا ہے کہ نماز پڑھو روزہ رکھو جہاد کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ رستم و اسفندیار کے قصے بھی لایا تھا جن کو لوگوں کو سنا کر قرآن سے روکتا اور یہ کہتا تھا کہ محمدؐ عاد و ثمود کے قصے سناتا ہے میں رستم و اسفندیار کے (مدارک)۔

ویتخذھا ھزوا وہ آیاتِ الٰہی کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ اس کج رو کے دو فعل بیان ہوئے۔ اول یہ کہ وہ لھو الحدیث اللہ کے رستہ سے روکنے کے لیے خریدتا ہے کہ لوگ اس طرف متوجہ ہوں، اس کو چھوڑ دیں۔ دوسرا یہ کہ وہ اللہ کے رستہ یا اس کی آیات سے تمسخر کرتا ہے یا ان لہو الحدیث کو تمسخر کے لیے اختیار کرتا ہے۔ اس تمسخر کی سزا بیان فرماتا ہے، اولٰئک لھم عذاب مھین کہ ان کو ذلت کا عذاب ہوگا۔ عذاب بمقابلہ لہو الحدیث خرید کر گمراہ کریں گے ذلت تمسخر کے سبب۔ اور تمسخر کا نتیجہ ذلت ہے۔ تمسخر باز آدمی کا رعب نہیں رہا کرتا۔ نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔

واذا تتلی علیہ ایٰتنا الخ یہ اس بدکردار کی تیسری حرکت ناشائستہ ہے کہ جب اس کو آیاتِ الٰہی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو منہ موڑ کر اس طرح سے چل دیتا ہے کہ گویا سنا ہی نہیں اور گویا اس کے کانوں میں ثقل ہے یعنی بہرا ہے اس کی سزا فبشرہ بعذاب الیم کہ اس کو دردناک یعنی بڑے دکھ دینے والے عذاب کا مژدہ سناؤ کہ تجھ کو عذاب الیم ہے۔

اگرچہ آیاتِ مذکورہ میں ایک شخص کی طرف روئے سخن ہے مگر اس کی کچھ خصوصیت نہیں جو کوئی ایسا ہو۔ اس زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اسلام اور کارِ خیر سے روکنے کی سیکڑوں تدبیریں کیا کرتے ہیں۔ کہیں اسلام پر جھوٹے اعتراضات کرتے ہیں۔ کبھی اہلِ اسلام کے نماز روزہ پر تمسخر کیا جاتا ہے۔ کہیں ناچ رنگ کی محفلیں کر کے صدہا بندگانِ خدا کو آلودہ کیا جاتا ہے۔ کہیں علوم اسلام اور علماء کرام کی توہین کر کے علمِ دین سے روکا جاتا اور کفار کے لایعنی علوم کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے
لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝٨ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں جہاں ہمیشہ رہا کریں گے
وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٩
اللہ کا سچا وعدہ ہو چکا اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا
اس نے آسمانوں کو بے ستونوں کے بنایا جن کو تم دیکھتے ہو
وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ
اور زمین میں ثقل پیدا کیا (پہاڑوں کا لنگر ڈالا) تاکہ
تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
تم لوگوں کو ادھر ادھر نہ جھکے اور اس میں ہر ایک قسم کے جاندار
دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً
پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے مینہ برسایا

فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ
پھر ہم نے زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں

كَرِیْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ
اُگائیں۔ یہ سب کچھ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے

فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ
پھر مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا غیر نے کیا پیدا

دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾
کیا۔ بلکہ ظالم صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

تفسیر

ان الذین اٰمنوا الخ قرآن کی عادت ہے کہ جب اہل شقاوت کا ذکر اور ان کی سزا کا بیان ہوتا ہے تو اہل سعادت اور ان کے انعام و اکرام کا بھی ذکر آتا ہے اس لیے یہاں اہل سعادت کا ذکر کرتا ہے کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ان کے لیے جنات النعیم ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں گے مسخرے پڑے مسخر کیا کریں۔ لیکن وعد اللہ حقا اللہ کا وعدہ برحق ہے ھو العزیز وہ زبردست ہے اس کو وعدہ پورا کرنے میں کوئی عجز لاحق نہیں ہوتا۔ الحکیم حکمت والا ہے۔ ان کے تمسخر پر جو حلم ہے اور مؤمنوں کو جلدی بدلہ نہیں ملتا اس کی کوئی حکمت ہوتی ہے۔

خلق السمٰوٰت بغیر عمد بیان العزیز الحکیم ہونے پر ایک دلیل لاتا ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا جن کو تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ آسمانوں کو کروی الشکل بنانا یعنی گول۔ ستونوں سے بے پروا کر دیتا ہے۔ و القیٰ فی الارض رواسی اور زمین میں ثقل یعنی بوجھ ڈال دیا کہ تم کو لے کر ادھر اُدھر نہ ہلے۔ وبث فیہا من کل دابۃ آسمانوں اور زمین کو تیار کر کے زمین پر گوناگوں جانور پھیلائے۔ دو پاؤں پر چلنے والے، بغیر پاؤں کے چلنے والے، اور پاؤں سے چلنے والے۔ ہر چار پاؤں سے پھر اس سے بھی زیادہ پاؤں سے چلنے والے جن کی صدہا اقسام ہیں۔ پھر ان کی روزی کا یہ بندوبست کیا وانزلنا من السماء الخ کہ آسمان سے پانی برسایا اور اس سے ہر قسم کی جڑی بوٹیاں اناج اور گھانس اگائیں۔ پھر ایسے شخص سے زیادہ کون عزیز ہے اور کون حکیم ہے۔

اس موقع پر مسئلہ توحید کے بیان کرنے کا بھی عمدہ قرینہ نکل آیا۔ اس لیے فرماتا ہے ھٰذا خلق اللّٰہ یہ سب کچھ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے فاروني ماذا خلق الذین من دونہ اب تم مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا کسی اور نے کیا بنایا ہے؟ کسی نے کچھ بھی نہیں۔ پھر جب کچھ بھی نہیں بنایا تو ان کی خدائی کیسی اور ان کی عبادت کیا؟ بل الظٰلمون فی ضلٰل مبین۔ کم بخت بدنصیب صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جو کسی اور کو اس کا شریک کرتے ہیں۔ ردِ شرک کے لیے کیا عمدہ برہان ہے جس کو حکیم سے لے کر جاہل تک برابر سمجھ سکتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک پادری بر سر راہ بڑے زور شور سے کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ مسیح خدا ہے اور خدا کا بیٹا ہے۔ اتفاقاً وہاں ایک دہقانی گنوار بھی موجود تھا اس نے کہا پادری صاحب اگر عیسیٰ خدا کا سپوت یعنی لائق بیٹا ہے تو کوئی آسمان و زمین

ع ۱۱ / ۱۰

لہ زوج من کل جنس جمعہ ازواج لان النبات اما یکون شجرا او غیر شجر و الشجر اما مثمر او غیر مثمر و المثمر کذلک منقسم قسمین کریم ای ذی کرم لانہ یاتی کثیرا من غیر حساب او مکرم مثل بنفعہ ہمنتفعین من البشر۔ حقانی۔

اُس کا بنایا ہوا بھی دکھاؤ اور جو اس نے باپ کی طرح کوئی
چیز نہیں بنائی تو کپوت یعنی نالائق بیٹے کا ذکر کیا ہے؟
پادری صاحب بغلیں جھانکنے لگے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ
اور ہم نے البتہ لقمان کو دانائی عطا کی تھی (اور حکم دیا تھا)

اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ
کہ اللہ کا شکر کیا کرو اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے بھلے کو

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ
شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی سو اللہ بھی بے نیاز سزاوار

حَمِيْدٌ ۝۱۲ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ
حمد و ثنا ہے اور (یاد کرو) جب کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت

وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ
کرتے ہوئے (یہ) کہا تھا کہ بیٹا! اللہ کے ساتھ شریک نہ کیجیو

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝۱۳ وَوَصَّيْنَا
بے شک شرک کرنا بڑا ہی ظلم ہے اور ہم نے انسان کو

الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ
اس کے ماں باپ کی بابت (نیکی کا) حکم دیا اس کی ماں نے اس کو دُکھ پر دُکھ

وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ
اٹھا کے اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ بڑھایا

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ
(اور ہم نے حکم دیا) کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر گزار رہ میری ہی طرف

النصف

الْمَصِيْرُ ۝۱۴ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي
پھر کر آنا ہے اور اگر وہ تجھ سے اس بات پر اڑیں کہ تُو

اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ
میرے ساتھ اُس کو شریک بنائے کہ جس کو تو جانتا بھی نہ ہو

فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا
تو ان کا کہنا نہ ماننا اور (ان) دنیا میں ان کے ساتھ

مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ
نیکی سے پیش آ اور اُن لوگوں کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع

اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ
ہو گئے۔ پھر لوٹ کر تم کو میرے ہی پاس آنا ہے پھر ہم تم کو بتائیں گے

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۵ يٰبُنَيَّ
کہ تم کیا کیا کرتے تھے بیٹا!

اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
اگر کوئی (عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو

فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ
پھر وہ کسی پتھر میں ہو یا آسمانوں

اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ
یا زمین میں بھی ہو تو اس کو بھی اللہ لا حاضر کرے گا (دیکھ)

اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۱۶ يٰبُنَيَّ اَقِمِ
بے شک اللہ باریک بین خبردار ہے بیٹا! نماز

الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ
قائم کیا کر اور نیک بات کی نصیحت کیا کر اور بُری

عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ
بات سے منع کیا کر اور جو کچھ تجھ پر آ پڑے تو اس پر صبر کیا کر

اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۷ وَ
بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں اور

لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا
لوگوں سے بے رُخائی نہ کیا کر اور

لہ یقال صعر خدہ و صعرہ و صاعرہ من الصعر بفتحتین ہو داء یصیب البعیر یلوی منہ عنقہ والمعنی الاول
عن الناس صفحۃ وجہک کما یفعلہ المتکبرون ۱۲ منہ

تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۖ اِنَّ اللّٰهَ
زمین پر اتراتا ہوا نہ چل کیونکہ اللہ
لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَ
کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا اور
اقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ
درمیانی چال چل اور دھیمی آواز سے
صَوْتِكَ ۚ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ
بات) کر کیونکہ آوازوں میں بری
لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾
آواز گدھے کی ہے۔

ترکیب

ان اشکر للہ تفسیر للحکمۃ لان ایتاء الحکمۃ فی معنی القول یُبنی بیاء التصغیر و یاء ہی لام الکلمۃ والیاء الثالثۃ یاء المتکلم و لکنہا حذفت لدلالۃ الکسرۃ علیہا فرارا من توالی الیاآت و یقرء بالفتح وفیہ وجہان احدہما انہ ابدال الکسرۃ فتحۃ فانقلبت یاء الاضافۃ الفا ثم حذفت الالف کما حذفت الیاء مع الکسرۃ لانہا اصلہا والثانی ان الالف حذفت من اللفظ لالتقاء الساکنین۔ وھنًا المصدر حال من الام بتقدیر مضاف ای ذات وہن او ہو مفعول مطلق لفعل محذوف ای تہن وہنا۔ معروفًا صفۃ لمصدر محذوف ای صحابا معروفا وقیل التقدیر بمعروف۔ انہا الضمیر للقصۃ۔

تفسیر

شروع میں فرمایا تھا کہ یہ آیات پُر حکمت کتاب کی ہیں۔ اس جگہ بعض اہلِ حکمت کے اقوال نقل فرماتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اور اس کی توحید کا اعتقاد ان حکیموں کا بھی قول ہے کہ جن کی حکمت کے تم بھی قائل ہو اور جن کے اقوال دلائل عقلیہ پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ قرآن مجید کس قدر حکیم ہے۔

اس لیے یہاں لقمان حکیم کا ذکر کرتا ہے فقال ولقد اٰتینا لقمٰن الحکمۃ کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی۔ حکمت کے معنی طبابت کے نہیں بلکہ (الحکمۃ فی عرف العلماء استکمال النفس الانسانیۃ باقتباس العلوم النظریۃ واکتساب الملکۃ التامۃ علی الافعال الفاضلۃ علی قدر طاقتہا۔ بیضاوی) حکمت حکماء کے ہاں بقدر طاقت علوم نظریہ حاصل کرنے کے بعد عمدہ افعال عمل میں لانے کا ملکہ تامہ حاصل کرکے نفس انسانیہ کے کامل کرنے کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں ہی الاصابۃ فی القول والعمل (مدارک) کہ بات اور عمل کرنے میں راہِ صواب پر ہونا حکمت ہے۔

ع ۲ / ۹ / ۱۱

لقمان کا حال

لقمان ایک شخص بڑا حکیم اور باخدا شخص تھا۔ عرب میں بھی اس کی حکمت و دانائی نزولِ قرآن کے عہد تک ضرب المثل تھی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں لقمان نہ کوئی نبی تھا نہ فرشتہ تھا۔ ایک سیاہ رنگ کا چرواہا تھا۔ لیکن اللہ نے اس کو علم و حکمت عطا کر دیا تھا۔ اس روایت کے موافق اکثر علماء اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ لقمان نبی نہ تھا بلکہ شخص باخدا اہلِ علم و حکمت تھا۔ مگر عکرمہ اور شعبی کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ (نیشاپوری و مدارک و بیضاوی)

اب ہم کو یہ تحقیق کرنا ہے کہ وہ کس ملک کے رہنے والے اور کس زمانے میں تھے؟ افسوس ہے کہ اس بارے میں ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملی۔ ناچار کتبِ تاریخ سے پتہ لگانا پڑا۔ مؤرخوں کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ کتبِ تفاسیر میں یہ ہے کہ باعورا کا بیٹا ہے جو حضرت ایوبؑ کا بھانجا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ

آزر کی اولاد میں سے تھا۔ ان کی عمر ہزار برس کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے تک زندہ تھے۔ عرب میں بھی رہے ہیں اور شام میں بھی اور یونان وغیرہ دوسرے ملکوں میں بھی گئے تھے اس لیے بعض مورخوں نے کہہ دیا کہ وہ ایک یونانی حکیم تھے حکیم ابیذقلس کے استاذ تھے۔ حکماء یونان کی تاریخ میں ان کا ذکر پایا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں یہ لقمان کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے یمن کا بادشاہ تھا لقمان بن عاد شداد کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ برخلاف شداد کے یہ بڑا نیک اور حکیم تھا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ذوسدد بادشاہ ہوا اس کے بعد ذوسدد کا بیٹا حارث الرائش تخت نشین ہوا یہی تبع اول ہے جو لقمان کا بھتیجا ہے۔ اور تبع کے بعد اس کا بیٹا صعب تخت نشین ہوا۔ یہی وہ ذوالقرنین ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ ذوالقرنین لقمان کے بھتیجے کا بیٹا ہے۔ شداد کے بعد اس خاندان میں لقمان کی دین داری کے سبب تبع اور ذوالقرنین بھی باخدا ہوئے ہیں۔ انہی کے تذکرے عرب میں خورد و کلاں کے زبان زد تھے، واللہ اعلم۔

اس باخدا حکیم کی بہت سی دل پسند نصیحتیں ہیں من جملہ ان کے یہ ہیں کہ جن کو خدا تعالیٰ اس جگہ بیان فرماتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اگر کتاب الٰہی میں کسی حکیم کی یوں ہی نصیحتیں نقل کر دی جاویں تو اس سے کتاب الٰہی پر دھبہ لگتا ہے کہ گویا خدا حکیموں سے نصیحتیں سیکھ کر بیان فرماتا ہے اس لیے اس جگہ یہ اسلوب بدل دیا اور کلام اللہ ہونے کی اس میں بھی شان دکھا دی۔ پس اول یہ فرمایا ولقد اٰتینا لقمٰن الحکمۃ کہ ہم نے لقمان کو حکمت سکھائی تھی۔ تاکہ ناظرین کو یہ معلوم رہے کہ لقمان کی یہ نصیحتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد اس حکمت کی تفصیل کرتا ہے ان اشکر للہ کہ اللہ کی شکرگزاری کیا کر۔

دنیا میں کوئی ایسا بشر نہیں کہ جس کو خدا تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں نہ ملی ہوں۔ تندرستی، ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک، قویٰ ظاہریہ و باطنیہ اس کے بعد عقل و ادراک، معاش پیدا کرنے کی تدابیر کا علم، پھر دولت اولاد زن و فرزند کس کس کو کوئی بیان کرے اور نعمت کے مقابلہ میں منعم کا شکر کرنا چاہیے۔

شکر کیا ہے؟ زبان سے اس کی ثنا و صفت بیان کرنا، دل میں احسان ماننا، ہاتھ پاؤں کو یا دیگر اعضاء کو اور مال کو اس کی خوشنودی کے کاموں میں لگانا۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تو کسی کے شکر کی کچھ حاجت نہیں کیوں کہ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ کہ جو کوئی شکر کرتا ہے تو اس میں اسی کا فائدہ ہے کیوں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو کوئی کسی نعمت پر شکر کرے گا ہم اور زیادہ دیں گے۔ شکر کرنے سے بندے کی لائق مندی اور سعادت مندی کا اظہار ہوتا ہے۔ ومن کفر فان اللہ غنی حمید اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو خود اس کی نالائقی ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تو بے پروا ہے اس کا کوئی اس میں حرج نہیں اور وہ اس کی ثنا و صفت کا محتاج نہیں کیوں کہ وہ حمید ہے وہ خود بخود لائق ثنا و صفت ہے۔ بے شمار قدسی آسمانوں میں شب و روز اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اس کے بعد لقمان کی وہ نصیحتیں بیان کرتا ہے جو اس نے بوقت فہمائش اپنے پیارے فرزند کو کی تھیں کما قال و اذ قال لقمٰن لابنہ وھو یعظہ اور یہ اس لیے کہا تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ نصائح مذکورہ ذیل کچھ ایسے ویسے نہیں ہیں بلکہ وہ ہیں جو اس نے اپنے فرزند دلبند سے بیان کی تھیں۔ غیر کو جو کوئی نصیحت کرتا ہے تو اس میں یہ بھی گمان ہو سکتا ہے کہ شاید ان میں نفع نہ ہو بہکا دیا ہو مگر اپنے فرزند دلبند کو جو کوئی حکیم نصیحت کرتا ہے تو وہاں یہ گمان

نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ وہ بوقت نصیحت بیان کرے تو اس کا تو اور بھی زیادہ اعتبار کرنا چاہیے گویا یہ ایسے دُرِّ نفیس اور جواہر بے بہا ہیں جو سوائے فرزندِ دلبند کے کسی اور کو انسان طبعاً نہیں دیتا۔ (حکیم اور نبی میں یہ بھی فرق ہے کہ وہ تمام مخلوقِ الٰہی کو فرزند سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے کسی بات سے دریغ نہیں کرتا)۔

پھر ان نصائح کا ذکر فرماتا ہے یٰبنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم کہ اے میرے پیارے فرزند! اللہ کے ساتھ کسی اور کو شامل نہ کیجیو کہ اس کو بھی خدائی میں یا اس کے کاروبار یا دیگر اوصاف میں اس کے ساتھ ملانے لگے کس لیے کہ شرک بڑا ہی ظلم ہے۔ خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کا ذکر تھا اور شرک کرنا بڑی ناشکری ہے۔ اس لیے اس کے بعد اس کا ذکر آیا کیوں کہ نعمت تو کوئی اور دے، منسوب کسی اور کی طرف کی جاوے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔

والدین کے ساتھ نیکی کرنا

حضرت لقمان کے نصائح میں ماں باپ کی شکر گزاری کا ذکر نہ آیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے لقمان کی نصیحت کو کامل بنانے کے واسطے اس کے نصائح میں بطور جملہ معترضہ ماں باپ کی شکر گزاری کا کس تاکید شدید کے ساتھ حکم دیا۔ فقال ووصینا الانسان بوالدیہ کہ ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ سے نیکی سے پیش آئے۔ باپ کے احسانات تو ہوش و حواس کے زمانے میں ظاہر ہوتے ہیں کھلاتا پہناتا ہے۔ ماں کے احسانات اس کے عالم بے خبری میں اس سے بھی بڑھ کر تھے اس لیے ان کو یاد دلاتا ہے فقال حملتہ امہ وھنًا علی وھن اے تضعف ضعفًا فوق ضعف فانہا لا تزال یتضاعف ضعفہا۔ بیضاوی۔ کہ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا ضعف پر ضعف اٹھائے۔ کس لیے کہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے بعد وفصالہ فی عامین اور دو برس تک اس کے پاس رہا جدا نہ ہوا دودھ پلاتی اور ساتھ سُلاتی رہی اس کے بعد جدا ہوا۔ اس زمانے میں بھی جو کچھ ماں بے چاری پر تکلیفیں پہنچتی ہیں ان کا بیان نہیں ہو سکتا۔ سردی کی راتوں میں ہگ دیتا ہے رات بھر میں کئی کئی بار پیشاب کرتا ہے اس کو سوکھے میں سُلاتی ہے آپ گیلے میں سونا گوارا کرتی ہے پھر اس کی ذرا سی تکلیف دیکھتی ہے تو بے چین ہو جاتی ہے۔

فصالہ فی عامین میں سب باتیں آگئیں۔ اس آیت سے امام شافعی و ابو یوسف و محمد نے استدلال کر کے یہ فتویٰ دیا ہے کہ دودھ پینے کی مدت جس کو مدتِ رضاعت کہتے ہیں دو برس تک ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ یہ مدت ڈھائی برس تک ہے۔ کیوں کہ ایک آیت میں آگیا ہے حملہ و فصالہ ثلثون شہرًا اور یہاں جو دو برس بیان ہوتے ہیں تو کثیر الوقوع معاملات پر نظر کی گئی ہے۔ کس لیے کہ اکثر بچوں کا دودھ اس عرصہ میں بڑھ جاتا ہے یہ کوئی حکم نہیں ہے نہ غایتِ مدت بیان ہوئی ہے۔ اس کی پوری بحث کتبِ فقہ میں موجود ہے۔

ان کے احسانات جتلا کر فرماتا ہے ان اشکرلی و لوالدیک کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کیا کر۔ اپنا شکر اس لیے بیان کیا کہ ان سے بھی زیادہ محسن میں ہوں اور نیز اس میں یہ بھی رمز ہے کہ خدا تعالیٰ کے بعد دنیا میں ماں باپ کا بڑا حق ہے الی المصیر میرے پاس پھر کر آنا ہے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ نہایت سرگرمی اور تن دہی سے حقوق اللہ اور حقوق والدین ادا کیا کرے یہ نہ سمجھے کہ اب خدا سے کیا کام پڑے گا؟ نہیں پھر مجھ سے کام پڑنا ہے میرے پاس آنا ہے۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدمت اور سلوک کا زیادہ کون مستحق ہے ؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں ۔ اس نے عرض کیا کہ پھر کون ؟ فرمایا تیری ماں ۔ پھر عرض کیا پھر فرمایا تیرا باپ (متفق علیہ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماں باپ کی خوشنودی میں خدا کی خوشنودی ہے اور ان کی ناراضگی میں خدا کی ناراضی ہے (رواہ الترمذی)۔

اس اطاعت کے حکم پر یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ماں باپ خواہ بُری بات کا حکم دیں خواہ بھلی کا بہرحال ان کی اطاعت فرض ہے ۔ حالاں کہ ان سے زیادہ ایک اور بھی قابلِ ادب واطاعت موجود ہے یعنی خدا تعالیٰ ، اگر ماں باپ اس کے ساتھ شریک کرنے کا حکم دیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے ؟ اس لیے اس کا حکم بھی بیان فرمادیا فقال وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعھما کہ ایسی صورت میں ان کی اطاعت نہ کرنی چاہیے وہ ہزار زور ڈالیں اور اَڑجاویں کہ تو خدا کے ساتھ اور کو بھی شریک کر کہ جس کو تو جانتا بھی نہیں ۔ جہاں گمان ہو سکتا ہے کہ شاید یہ شخص اس قابل ہو کہ اس میں شریک ہونے کا وصف ہے تو اس بات کو نہ ماننا چہ جائے کہ جس کو تو جانتا ہے کہ مخلوقِ الٰہی ہے اور کسی طرح شریک نہیں ہو سکتا ۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ماں باپ کی اطاعت فرض نہیں بلکہ اُس وقت ان کا حکم ہرگز نہ ماننا چاہیے ۔ لیکن ایسی حالت کیا بھی وصاحبھما فی الدنیا معروفا کہ دنیا میں ان سے سعادت مندانہ طریقے سے پیش آ ۔ گو وہ مشرک کافر ہی کیوں نہ ہوں مگر تاہم ان کا ادب کر کھانے پینے کی تکلیف نہ دے ۔

اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ زمانۂ معاہدۂ قریش مکہ میں میری ماں میرے پاس آئیں اور وہ اُس وقت مشرکہ تھیں ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں آئی ہے اور وہ اسلام سے نفرت رکھتی ہے پھر کیا میں اس سے کچھ سلوک کروں ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اس سے سلوک کر (متفق علیہ) ۔

مفسرین نے اس مقام پر نقل کیا ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ جب مسلمان ہوئے تو ان کی ماں نے قسم کھائی کہ نہ تو میں دھوپ میں سے اٹھوں گی نہ کھانا کھاؤں گی ، جب تک کہ سعد اسلام ترک نہ کرے گا ۔ اور سعدؓ نے کہا میں ہرگز اسلام ترک نہ کروں گا ۔ اس حالت میں اُس پر تین روز گزر گئے ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تب یہ آیت وان جاھداک الخ نازل ہوئی کہ اس امر میں اطاعت نہ کر ۔ اور ایسی حالت میں کہ ماں باپ گمراہ ہوں تو ان کی پیروی نہ کرنا چاہیے ۔

واتبع سبیل من اناب الیّ اُن کے رستہ پر چلنا چاہیے کہ جو میری طرف رجوع ہوئے ہیں یعنی باخدا لوگوں کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام وعلماء عظام کی طرف اشارہ ہے ۔ کیونکہ یہ لوگ روحانی باپ دادا ہیں اور اپنے اصلی بزرگ یہی ہیں ۔ پھر ان سب باتوں کی تاکید کے لیے یہ جملہ ارشاد ہوا ثم الیّ مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون کہ تم سب کو میرے پاس واپس آنا ہے پھر میں تم کو بتلا دوں گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے ، ظاہر داری اور خلوص نیت سب کا حال معلوم ہو جاوے گا ۔ ووصینا سے یہاں تک جملہ معترضہ تمام ہوا ۔ اس کے بعد پھر نصائح لقمان شروع ہوئے ۔

اصولِ سعادت کی تعلیم

یٰبنی انھا ان تک مثقال حبۃ من خردل الخ خدا تعالیٰ کی شکرگزاری کا اول ذکر کر کے جو اصل اصول

حکمت ہے اور مابعد کے احکام کے لیے ایک بڑا محرک ہے۔ اس کے اوصافِ حمیدہ ذکر فرماتا ہے خصوصًا وہ وصف کہ جس کو اگر انسان پیشِ نظر رکھے تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی پر کبھی جرأت نہ کرے اور نیکی کرنے میں بڑا سرگرم رہے وہ کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ بڑا لطیف ہے نہایت باریک بیں ہے خبیر ہے کوئی شے اس سے مخفی نہیں۔ یہاں تک کہ رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز ہو۔ خردل یعنی ذرہ کے مانند ہو کسی قدر کم کیوں نہ ہو۔ (رائی کے دانہ کے برابر ایک محاورہ کی بات ہے قلت بیان کرنے کے لیے اس فقرے کو استعمال کرتے ہیں) پھر وہ زمین میں خصوصًا پتھر کے پردوں میں یا زمین پر کسی جگہ ہو یا آسمانوں میں ہو اللہ سے مخفی نہیں۔ اور صرف یہی بات نہیں کہ اللہ کو اس کا علم ہے بلکہ وہ حاضر کرنے پر بھی قادر ہے وہ اس کو ہر جگہ سے نکال لائے گا قیامت میں سامنے کر دے گا۔ پھر جب وہ ایسا ہے تو اس بھروسہ پر چھپ کر گناہ کرنے میں جرأت نہ کیجیو کہ اللہ تعالیٰ کو خبر نہ ہو گی اور اسی طرح تیری کوئی نیکی بھی رائگاں نہ جائے گی یہ خیال نہ کیجیو کہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح شاید اس کو اس کی خبر نہ ہو۔

پس یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اے فرزند نماز ادا کرتا رہ۔ یہ معلوم نہیں کہ حضرت لقمان کے عہد میں نماز کا کیا دستور تھا۔ رکوع و سجود، قیام و سلام کے ساتھ تھی یا کسی اور طرح کی؟ نماز اس کے آگے عجز و نیاز کرنے کا نام ہے۔ اس کے طریقے ہر نبی اور ہر زمانے کے موافق مختلف رہے ہیں۔ کہیں صرف دعا و گریہ و زاری تھا، کہیں سجدہ کرنا، کہیں اس کی تسبیح و تقدیس و استغفار کرنا۔ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وہ طریقہ قائم ہوا کہ جس میں یہ سب باتیں آگئیں تکمیلِ نفس کے بعد تکمیلِ غیر کا بھی حکم دیتا ہے کس لیے کہ کامل حکیم کے لیے دونوں باتیں ضرور ہیں۔ آپ اچھا ہونا، اور لوگوں کو راستی کی طرف لانا۔ اس لیے فرمایا وامر بالمعروف وانہ عن المنکر نیک باتوں کی تعلیم کر اور بری باتوں سے روک۔ کسی کام کے نیک یا بد قرار دینے میں بھی طبائع بشر یکساں نہیں۔ ایک بات ہے کہ اس کو بعض نیک کام سمجھتے ہیں اور بعض اس کو برا جانتے ہیں۔ اس لیے نیک کام کو معروف سے اور برے کو منکر سے تعبیر فرمایا۔ کیوں کہ اگر کوئی لوثِ شیطانی نہیں لگا ہے تو فطرتِ انسانیہ خود مفتی ہے اچھی باتیں علانیہ کرنے میں دل کو شرمندگی نہیں ہوتی ان کو سب کے سامنے کر سکتا ہے یا ظاہر کر سکتا ہے۔ بخلاف بری بات کے کہ اس کو مخفی کیا کرتا ہے اس لیے نیکی معروف اور بدی منکر اور بری بات قرار پائی۔

حسنِ معاشرت کی تعلیم

اس کے بعد حسنِ معاشرت کا طریقہ بتلاتا ہے واصبر علیٰ ما اصابک کہ تجھ پر اگر خدا کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے کیوں کہ جو خلقِ خدا کی خیر خواہی کا بیڑا اٹھاتا ہے ناعاقبت اندیش اس کی ایذا کے درپے ہوا کرتے ہیں، اس پر کوئی تکلیف پہنچانا بڑی بات نہیں۔ گالی، سخت کلامی تو معمولی بات ہے پس صبر کرنا چاہیے۔ اول شکر کی تعلیم تھی جو نعمتوں کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ اور حقیقت میں انسان کو نعمتیں بے شمار دی گئی ہیں اور مصائب کم۔ اس لیے اس کے بعد صبر کی تعلیم کی۔ فرمایا کہ یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

اس کے بعد تین باتیں اور تعلیم کیں۔ اول ولا تصعر الخ کہ لوگوں سے تکبر سے پیش نہ آنا، بے رخی نہ کرنا۔ متکبر کے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں۔ دوم ولا تمش الخ اِترا کر نہ چلنا۔ بلکہ واقصد فی مشیک الخ درمیانی چال چل۔ اس میں جملہ معاملاتِ دنیاوی کی طرف بھی اشارہ ہے نہ لکھ لٹ قلندر بن نہ کنجوس بن۔ سوم واغضض الخ بات چیت دھیمی آواز

کے ساتھ کیا کر۔ یہ مہذب لوگوں کا دستور ہے۔ چیخ چلا کر بات نہ کر جو گدھے کی آواز کے مشابہ ہو جاوے۔ کیونکہ آوازوں میں گدھے کی آواز مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ کہ آسمانوں میں اور جو کچھ کہ زمین میں
السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ
ہے سب کو اللہ نے تمہارے کام پر لگا رکھا ہے اور تم پر
عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً
اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں
وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ
اور بعض وہ بھی آدمی ہیں کہ اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ
نہ ان کو علم ہے اور نہ ہدایت ہے اور نہ روشنی بخشنے والی
مُّنِيرٍ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا
کتاب ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس پر چلو کہ
مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا
جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی طریق پر چلیں گے
وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ
کہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے بھلا تو بھی چلیں گے جو
الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ
ان کو شیطان دوزخ کی طرف بلاتا
السَّعِيرِ ﴿٢١﴾ وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى
رہا ہو اور (اے نبی) جس نے نیک ہو کر اپنا منہ
اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
اللہ کے سامنے جھکا دیا تو اس نے مضبوط رسی کو
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ
تھام لیا اور آخر کار ہر معاملہ تو اللہ ہی کے
الْأُمُورِ ﴿٢٢﴾ وَمَن كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ
حضور میں پیش ہوتا ہے اور جس نے انکار کیا سو اس کے انکار سے اے نبی آپ کو
كُفْرُهُ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا
رنج نہ کرنا چاہیے (انجام کار) ان کو ہمارے پاس آنا ہے پھر ہم ان کو بتلا دیں گے کہ انہوں
عَمِلُوا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ
نے کیا کیا ہے بے شک اللہ دلوں کے راز جانتا
الصُّدُورِ ﴿٢٣﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ
ہے دنیا میں ہم ان کو تھوڑا سا عیش دے رہے ہیں پھر تو
نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾
ہم ان کو سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لے جاویں گے۔

ترکیب

ان اللہ جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے کہ جن کو تروا چاہتا ہے واسبغ الاسباغ الاکمال ہو معطوف علی سخر۔ نعمہ بالجمع والاضافۃ ابو عمرو وحفص وقری نعمۃ مفرداً ظاہرۃ وباطنۃ یمکن ان یکون حالاً من النعمۃ اے حال کونہا ظاہرۃ وباطنۃ محسوسۃ معقولۃ تعرفونہ وما لا تعرفونہ وقد مر شرح النعمۃ وتفصیلہا فی الفاتحۃ ویمکن ان یکون نعتاً من یجادل من مبتدا ومن الناس خبرہ المقدم اولو الہمزۃ للاستفہام والواو للعطف ولو شرطیۃ وجوابہا محذوف مثل لاتبعوہ والاستفہام للانکار والتعجب والجملۃ معطوف علی الکلام السابق۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ لقمان نے شرک کی ممانعت کی تھی۔

اور یہ حکمت کا بڑا خزانہ ہے۔ اب اس آیت سے الم تروا ان اللہ الخ سے یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ کچھ لقمان کے کہنے ہی پر موقوف نہیں ہر شخص دلائل و شواہد آفاقیہ و انفسیہ میں غور کر کے کہہ سکتا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں وہی ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو انسان کے لیے مسخر کر دیا یعنی ان کے کام میں لگا دیا۔ اور انسان کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بھرپور کر دیا۔ ہاتھ پاؤں تندرستی وغیرہ ظاہری نعمتیں ہیں جو محسوس ہیں۔ عقلِ سلیم، ادراک اور دیگر قوئ باطنیہ غیر محسوس نعماء باطنیہ ہیں۔

ومن الناس الخ یہاں سے یہ بتلاتا ہے کہ دنیا میں ایسے بھی کوڑھ مغز ہیں جو اللہ کے معاملہ میں یعنی اس کی ذات و صفات کی بابت یا احکام دینیہ کی بابت دلائل کو پس پشت ڈال کر انبیاء اور ان کے نائبوں سے جھگڑتے ہیں۔ کوئی اس کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے امیروں وزیروں کا محتاج ثابت کرتا ہے اور پھر اس کے امیر و وزیر کہیں ملائکہ کہیں انبیاء و صلحاء قرار دیے جاتے ہیں کہیں عناصر و کواکب اس لیے ان کی پرستش جائز بلکہ واجب بتاتے ہیں بغیر علم ولا ھدی ولا کتب منیر نہ ان کے پاس اس بارے میں کوئی دلیلِ عقلی ہے نہ کسی بزرگ باخدا کا قول ہے نہ کسی کتابِ الٰہی سے ثابت ہے۔ یعنی نہ عقل سے کہتے ہیں نہ نقل سے صرف تقلیدِ آبائی پر بھروسہ ہے کہ بڑے بزرگوں سے یوں ہی سنتے چلے آئے ہیں۔ اس پر جو ان سے کہا جاتا ہے اتبعوا ما انزل اللہ کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں بل نتبع ما وجدنا علیہ اٰباءنا ہم تو اپنے باپ دادا کی لکیر کے فقیر ہیں اولو کان الشیطن یدعوھم الی عذاب السعیر کہ کیا تب بھی ان کے رستہ پر چلیں گے جب ان کو معلوم کرا دیا گیا کہ شیطان ان کو جہنم کی طرف لیے جا رہا ہے۔ یعنی آبائی طریقے کی قباحت ظاہر ہونے کے ۳۷

بعد بھی کیا اس پر چلیں گے؟ اب کہاں لقمان کی نصیحت اور کہاں براہینِ عقلی اور کہاں ان کی یہ جہالت۔

ومن یسلم وجھہ الی اللہ یہاں سے سلامت روی کا نتیجہ ظاہر فرماتا ہے ان کج رووں کے مقابلہ میں کہ جو کوئی اللہ کے آگے اپنا منہ جھکا دے یعنی اس کا دل سے فرماں بردار ہو جاوے اور اس کے بعد اس دلی ارادت کے مطابق نیک کام بھی کرے تو اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا یعنی نجات کا بڑا قوی ذریعہ اس کے ہاتھ آ گیا جس طرح کوئی پستی سے بلندی کی طرف چڑھنے والا مستحکم رسی کو تھام کر مطمئن ہو جاتا ہے یہی حال اس کا ہے۔ اور اس کا انجام اللہ اچھا کرے گا بیچ میں رسی کو نہ ٹوٹنے دے گا۔ ہر چیز کا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے یا یوں کہو ہر معاملہ اسی کے حضور میں پیش ہوتا ہے۔

ومن کفر اور جو اس کے برخلاف ہوگا کفر اختیار کرے گا اے نبی آپ اس سے کچھ غم نہ کریں انجام کار ہمارے پاس آنا ہے وہاں اس کو معلوم ہو جاوے گا اب دنیا میں چند روز کھا پی لے پھر تو جہنم ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور (اے رسول) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ

بنایا؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ (ان سے) کہہ والحمد

لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۲۵

للہ بلکہ ان میں سے اکثر (اتنا بھی) نہیں جانتے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۲۶ وَلَوْ

بے شک اللہ بے نیاز (اور) خوبیوں والا ہے اور اگر

أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ
وہ جو زمین میں درخت ہیں سب قلم ہو جاویں
وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ
اور دریا سیاہی (اور) اس کے بعد اس دریا میں سات اور دریا
أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ
سے بڑھ آملیں تو بھی اللہ کی باتیں تمام نہ ہوں۔ بیشک
اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝٢٧ مَا خَلْقُكُمْ
اللہ زبردست حکمت والا ہے تم سب کا پیدا کرنا
ع ۱۱ ۱۲ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ
اور مرکر زندہ کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا ایک شخص کا
إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝٢٨ أَلَمْ تَرَ
بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ (اے مخاطب) کیا تو نہیں دیکھتا
أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ
کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور
يُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ
دن کو رات میں اور سورج
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي
اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے ہر ایک وقت
إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا
معین تک چلتا ہے اور یہ کہ اللہ تمہارے
تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝٢٩ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ
کام سے خبردار ہے یہ اس لیے کہ اللہ
هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ
ہی برحق ہے اور اس کے سوا جس کو وہ پکارتے
دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ
ہیں بے اصل ہے اور اللہ ہی سب کے اوپر
الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝٣٠
بالادست بڑا ہے۔

ترکیب

اقلام جمع قلم خبر ان۔ ما موصولۃ فی الارض صلتہا والجملۃ اسم ان۔ من شجرۃ بیان ما والبحر رفع للعطف علی محل ان ومعمولہا یمدہ۔ سبعۃ ابحر الجملۃ مع الفعل یمد وفاعلہ سبعۃ ابحر حال او یقال والبحر المبتدا یمدہ الجملۃ خبرہ۔

۱؎ یقال مدّ الدواۃ وامدہا اے زاد فی مادتہا مراد سیاہی۔ اے یصیر البحر المحیط اذا ممدودًا بسبعۃ ابحر آخر حیث تصب فیہ الابحار السبع مدادًا ۱۲ منہ

۲؎ سات دریا یعنی سات سمندر۔ سمندر تو تمام زمین کے ارد گرد ایک ہی ہے۔ مگر اہل جغرافیہ نے اس کے احاطہ کے اعتبار سے اس کی سات حصوں پر تقسیم کی ہے۔ بحر احمر، بحر فلاں، جیسا کہ کتب جغرافیہ میں مصرحًا مذکور ہے۔ اس لیے لوگوں کی زبان پر سات سمندر کا لفظ جاری ہونے لگا۔ اور بحر عرب کی زبان میں سمندر ہی کو کہتے ہیں چلتے اور بہتے ہوئے دریاؤں کو جیسا کہ دجلہ، فرات، نیل ان کو نہر کہتے ہیں۔ یہاں کلام بطور تمثیل کے ہے کچھ سات سمندروں سے کام نہیں کہ وہ کون سے ہیں اور کہاں سے کہاں تک۔ یعنی سمندر سیاہی ہو جائے اور اسی طرح کے اور سات سمندر اس کی مدد کریں سیاہی بن کر تب بھی کلمات اللہ نہ تمام ہوں گے۔ یہ خشک ہو جائیں گے اور کلمات باقی رہ جائیں گے ۱۲ منہ

تفسیر

ولئن سالتھم الخ یعنی گو وہ دلائل پر غور و فکر نہیں کرتے محض تقلید آبائی میں گرفتار ہیں لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور خالق ہونے کا نیز قادر و مالک آسمان و زمین ہونے کا فطری طور پر ایسا علم ہے کہ اگر تو ان سے دریافت کرے گا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ اس میں کسی کی بھی شرکت نہ بتلائیں گے قل الحمد للہ تو کہہ الحمد للہ کہ وہ ملزم تو ہوئے اور لاچار ہو کر ایسی بات کے قائل ہو گئے کہ ان کے اعتقاد فاسد کے برخلاف ہے بل اکثرھم لا یعلمون وہ نادان ہیں جانتے نہیں کہ ان کا اقرار ان کے اعتقاد کو باطل کر رہا ہے۔ یا کیونکر اکثر تو ان میں سے اتنا بھی نہیں جانتے، جاہل محض ہیں۔

للہ ما فی السمٰوٰت والارض آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں تو ان کا حصہ ہے ہی نہیں۔ آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزیں بھی اللہ کی ہیں ان میں بھی کوئی حصہ نہیں۔ پھر اللہ کی عبادت و ستائش نہیں کرتے۔ ان اللہ ھو الغنی الحمید اللہ کو کچھ پروا نہیں اس کی تعریف خود بخود ہو رہی ہے۔

ولو ان ما فی الارض الخ یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ اس کی قدرت و کبریائی کا حال تو معلوم ہو گیا، اب اس کے علم اور دیگر صفات و شیون کا حال سنو کہ دنیا بھر کے تمام درختوں کے قلم بنائے جائیں اور سات سمندروں کی سیاہی بنا کر اس کے اوصاف اور شیون اور معلومات کو لکھا جاوے تو وہ ختم ہو جاویں گے مگر وہ کلمات کہ جن سے اس کی معلومات اور شیون کو تعبیر کیا جاوے ہرگز ختم نہ ہوں گے۔

ان اللہ عزیز حکیم کس لیے کہ اللہ زبردست ہو۔ اس کے عجائبات قدرت اس حد تک نہیں پہنچ سکتے کہ ان کے بعد پھر وہ کچھ اور عجائب قدرت پیدا نہ کر سکے وہ حکیم ہے۔ کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں نہ اس کے اسرار حکمت کا احاطہ کر سکتا ہے۔ الغرض بے انتہا علم و قدرت رکھتا ہے اور قلم اور دوات متناہی ہیں، اور متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس جملہ کو غنی حمید کے بعد لایا کہ اس کے غنی اور حمید ہونے کے لیے دلیل ہو جاوے۔

ابن جریر نے عکرمہ سے اور ابن اسحاق نے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے کہ جب مکہ میں یہ نازل ہوا کہ ما اوتیتم من العلم الا قلیلا اور پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو احبار یہود نے آ کر پوچھا کہ یہ کس کی بابت ہے، آپ کی قوم کی نسبت یا سب کی؟ اگر ہماری نسبت ہے تو غلط ہے کس لیے کہ ہم کو توریت ملی ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے پھر ہماری نسبت کیوں کر صادق آ سکتا ہے کہ تم کو تھوڑا علم دیا گیا؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ سب کی نسبت۔ کس لیے کہ علم الٰہی کی نسبت یہ بھی قلیل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ان کے اس اعتراض کے جواب میں آں حضرتؐ نے سورۃ لقمان کی یہ آیت پڑھی جو پہلے نازل ہو چکی تھی جس کو راوی نے نازل ہونا بیان کیا۔

ما خلقکم ولا بعثکم الخ یہاں سے اپنے بعض عجائب قدرت کا اظہار اس لیے فرماتا ہے کہ اس کے منکرین سخت منکر تھے۔ فرماتا ہے سب کا پیدا کرنا اور پھر زندہ کرنا اس کے نزدیک ایک شخص کے پیدا کرنے اور زندہ کرنے کے برابر ہے۔ کس لیے کہ جس طرح ایک سے علم و قدرت کا تعلق ہے اسی طرح سب سے۔ پھر کیوں تعجب کرتے ہو کہ تمام خلائق کی یادداشت کس طرح کر سکے گا؟ ان اللہ

سمیع وہ ہر ایک کی بات سنتا دلی ارادت سے خبر رکھتا ہے بصیر ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

الم تر ان اللہ الخ میں اس سے اپنی قدرت کاملہ اور علم پر اور دلیل قائم کرتا ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں گھسا دیتا ہے آفتاب اور ماہتاب اس کے حکم پر چلتے ہیں اور تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ذٰلک یہ کہ وہ قادر اور ایسا عالم ہے اس لیے ہے بان اللہ ھو الحق اللہ ہی برحق اور واجب الوجود ہے وان ما یدعون من دونہ الباطل اور اس کے سوا جس کو وہ پکارتے ہیں وہ غلط ہے فانی الذات ہے وان اللہ ھو العلی الکبیر اور یہ کہ اللہ ہی سب سے بالادست اور سب سے بڑا ہے۔ اس کے سوا کوئی قابلِ پرستش نہیں۔ یہ دلائل کا نتیجہ ہے جس پر مخاطبین کو متنبہ کیا جاتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ
اے مخاطب کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ ہی کی عنایت سے دریا میں کشتیاں

بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ
چلا کرتی ہیں تاکہ تم کو کچھ اپنی قدرت دکھائے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ
البتہ اس میں ہر ایک صابر شاکر کے لیے (قدرت کی)

شَكُوْرٍ ۝۳۱ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ
نشانیاں ہیں اور جب پہاڑ جیسی دریا کی موج ان کو

كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ ع ۳ ۱۴
ڈھانک لیتی ہے تو اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں

لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ
اسی کے ہو کر پھر جب ان کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے

فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ
تو ان میں کچھ ہی تو راہ راست پر رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا

اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝۳۲ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ
مگر ہر دغاباز ناشکرا لوگو!

اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ
اپنے رب کا خوف کرو اور اُس دن سے ڈرو کہ جس دن نہ

وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ
باپ اپنے بیٹے کے کام آوے گا نہ بیٹا اپنے

جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
باپ کے کچھ کام آوے گا اللہ کا وعدہ

حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٝ
برحق ہے پھر دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۳۳
اور نہ شیطان تم کو اللہ سے دھوکے میں رکھے

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ
بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور

يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ
وہی مینہ برساتا ہے اور جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اس کو وہی جانتا ہے

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ
اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا

غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ
کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس

اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۳۴ ع
زمین پر مرے گا البتہ اللہ علیم (اور) خبیر ہے۔

ترکیب

بنعمت اللہ الباء متعلق بہ تجری ای بسبب نعمۃ و یجوز ان یکون حالا من ضمیر فی تجری فیکون الظرف مستقرا

ای مصحوبۃ بنعمۃ اللہ۔ لیریکم علۃ تجری من اٰیٰتہ ای بعض اٰیاتہ الدالۃ علی قدرتہ کالظلل جمع الظلۃ وہی ما اظلک من جبل اوسحاب ولا مولود عطف علی والد ویکون مابعدہ ویجوز ان یکون مبتدءٌ وان کان نکرۃ لانہ فی سیاق النفی ومابعدہ الخبر وعلی الثانی فایراد الجملۃ الاسمیۃ للتوکید وقد انضم الی ذٰلک قولہ ھو وقولہ مولود دون ان یقول ولاولد لان الولد یقع علی ولد الولد ایضا بخلاف المولود لانہ یطلق علی الابن خاصۃ ومن شانہ ان یکون جازیا عن والدہ لما علیہ من الحقوق۔ لا یجزی لایقضی عنہ مالزمہ من الغرامۃ۔ وقری لایجزی من اجزأ اذا اغنی والراجع الی الموصوف محذوف ای لایجزی فیہ۔

تفسیر

الم تر ان الفلک یہ ایک دوسری دلیل ہے جو اس کے کمال قدرت اور حکمت اور شمولِ انعام پر دلالت کرتی ہے۔ کہ دریا میں کشتیوں کا اس کی رحمت سے چلنا اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ بنعمت اللہ کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ کشتی اس کی نعمت کو لے کر دریا میں چلتی ہے اناج وغیرہ ہزاروں نعمتیں ایک ملک سے دوسرے ملک میں کشتیوں کے ذریعے سے پہنچتی ہیں فیکون الباء للتعدیۃ۔ ان فی ذٰلک الاٰیٰت کشتی کے چلنے میں ایک نشانی نہیں بلکہ لاٰیٰت بہت سی نشانیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ پانی پر اس قدر بھاری بوجھ چلتا ہے ڈوبتا نہیں۔ دوسری یہ کہ جدھر چاہتے ہو لے جاتے ہو۔ پانی کو تو مسخر کیا ہی تھا ہوا کو بھی کیا۔ تیسری یہ کہ تم کو کیسی نافع چیز کی تعلیم کی اور عناصر کے متعلق کیسے کیسے کار آمد علوم سکھائے یہاں تک کہ کشتی کو انجن کے زور سے بھی چلانا سکھا دیا اور اس کے ساتھ برقی چیزیں اس کی حفاظت کے لیے استعمال کرنے کا علم سکھایا۔ چوتھی با ایں ہمہ جب چاہتا ہے طوفان کے گرداب میں مبتلا کر دیتا ہے سب کاری گری دھری رہ جاتی ہے۔ لیکن پھر تم کو اس خوفناک رستے سے صحیح و سلامت لے آتا ہے۔

یہ نشانیاں ہر ایک شہوت پرست غافل کے لیے نہیں، وہ تو اس کو معمولی بات سمجھتا ہے بلکہ لکل صبار شکور ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لیے جو گناہوں سے نفس کو روکتا اور اس کے حملوں پر صبر کرتا ہے اور پھر جو اس کو نعمتِ الٰہی ملتی ہے اس کا شکریہ ادا کرتا ہے کیوں کہ ایسی حالت میں نفس کی کدورتیں زائل ہو جاتی ہیں پھر وہ اس آئینہ میں نظر و تامل کر کے ان دلائل کو دیکھ سکتا ہے۔ اور انسان کی حالتیں بھی دو ہیں۔ مصیبت کی یا راحت کی۔ پھر جو ان دونوں حالتوں میں ثابت قدم رہتا ہے وہ صابر بھی ہے شاکر بھی ہے۔ اور جس کو ان دونوں حالتوں میں استقامت حاصل ہو گئی وہ کامل اور حکیم ہو گیا اس پر ایسی باتوں کے اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ اسی لیے آیا ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں صبر اور شکر۔ الغرض انسان کے کمال کی یہ دو حالت ہیں انہیں میں مرتاض اور پختہ کار ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر اسرارِ حکمت منکشف ہوتے ہیں۔ وللہ در من قال ؎

گنج صبر اختیارِ لقمان است
ہر کرا صبر نیست حکمت نیست

وقال قطعہ

گہہ اندر نعمتے مغرور و غافل
گہہ اندر تنگ دستی خستہ و ریش

چو در سرا و ضرا حالت این است
ندانم کے بحق پردازی از خویش

اس میں اور بھی لطیفہ ہے کہ دریائی سفر میں طوفان وغیرہ کی تکلیفیں اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کی راحتیں بھی ہوتی ہیں اس کو صبر و شکر سے زیادہ کام پڑتا ہے اس لیے صبار شکور فرمایا اور بھی لطائف ہیں کہ جن کے ذکر کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

واذا غشیھم موج کالظلل یہ بھی اس سفرِ دریائی کی ایک حالت ہے جس میں اور بھی زیادہ خدا تعالیٰ کی قدرت و رحمت کے نشان معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ مصائب کے وقت خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی کس طرح سے دست گیری کرتا ہے اور کس جلدی سے انسان کی دلی حالت پر متنبہ ہوتا ہے۔ اور انسان مصیبت کے وقت اپنی اس فطری حالت پر آجاتا ہے عوارض اٹھ جاتے ہیں۔ مگر نجات پانے کے بعد بعض تو پھر بھی اسی راہِ راست پر رہتے ہیں بعض پھر اسی نا راستی پر آجاتے ہیں خدا کو بھول جاتے ہیں۔ اس میں صبر و شکر کی پوری آزمائش ہے۔ فرماتا ہے کہ سفرِ دریائی میں جب ان کو پہاڑ جیسی موجیں ڈھانک لیتی ہیں اور ہر طرف سے ان پر سائبان کی طرح محیط ہو جاتی ہیں تو دعوا اللّٰہ اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں کس طرح سے مخلصین لہ الدین خاص اسی کی طرف اخلاص اور نیاز پیدا کر کے۔ فلما نجٰھم الی البر فمنھم مقتصد پھر جب ان کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو بعض ان میں سے درمیانی رستہ پر رہ جاتے ہیں اور وہ توحید اور شکر گزاری کا طریقہ ہے۔ ای مقیم علی الطریق القصد الذی ہو التوحید او متوسط فی الکفر لانزجارہ بعض الانزجار (بیضاوی) مقتصد کے بعض ہی نے دوسرے معنی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ درمیانی رستہ سے مراد کفر کا درمیانی رستہ ہے۔ یعنی اس جوش و خروش کفر پر نہیں۔ جتنے کس لیے کہ اس کو کچھ تو نصیحت ہو گئی ہے۔

وما یجحد بایٰتنا الا کل ختار کفور۔ اس حالت میں جس نے ناشکری کی تو اللہ کی آیتوں کا انکار کر دیا۔ اور آیتوں سے انکار ختار یعنی غدار عہد شکن ہی کیا کرتے ہیں جو عہدِ فطری کو توڑ دیتے ہیں۔ کفور۔ ناشکر۔ یہ پورا مقابلہ ہے صبار شکور کا۔ صبار کے مقابلہ میں ختار اور شکور کے مقابلہ میں کفور آیا۔

یاایھا الناس اتقوا ربکم یہاں سے حجت تمام کر کے ایک ایسا حکم دیتا ہے جو تمام نیکیوں کا اصل الاصول ہے وہ کیا؟ اتقوا ربکم کہ اپنے رب سے ڈرا کرو۔ جو اپنے رب سے ڈرے گا کسی معصیت کے پاس نہ جائے گا اور کسی حکمِ الٰہی کے بجالانے میں کوتاہی نہ کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اوصیکم بتقوی اللہ الحدیث رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ۔ کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں یعنی بتاکید حکم دیتا ہوں۔ چونکہ خدا سے ڈرنا بغیر یاد دلانے کسی آنے والی بلائے عظیم کے جو اللہ کے ہاں سے آنے والی ہو مشکل ہے۔ اس لیے اس آنے والی بلا کا ذکر فرماتا ہے واخشوا یوما لا یجزی والد عن ولدہ ولا مولود ھو جاز عن والدہ شیئا کہ اس روز سے ڈرو یعنی قیامت کے دن سے کہ جس دن باوجود شفقتِ پدری کے کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام نہ آوے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آوے گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی بغیر ایمان اور عملِ صالح کے کچھ چارہ نہ ہوگا۔ جب باپ بیٹے کا یہ حال ہوگا تو اور کسی کی قرابت یا محبت کا تو کیا ذکر ہے۔

بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے قریش! اپنی خلاصی ڈھونڈو میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے عباس! میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے صفیہ محمد کی پھوپی! میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ محمد کی بیٹی! مجھ سے جو مال چاہیے لے لے، اللہ کے معاملے میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ یعنی اعمال و ایمان چھوڑ کر یہ تکیہ نہ کر بیٹھو کہ ہم پیغمبر کے اقارب ہیں۔ جیسا کہ عیسائیوں نے مسیح کے کفارہ ہونے پر تکیہ کر کے اعمالِ صالحہ کو بے فائدہ ٹھہرا دیا اور ضمناً ہر قسم کی بدکاری کی اجازت دے دی اس سے شفاعت کا انکار نہیں نکلتا۔ کیونکہ وہ ایمان داروں خدا کے فرماں برداروں کے لیے

ان کے رفع درجات یا قصوروں کی بابت ہوگی۔ سو یہ اور بات ہے۔

کفار سمجھتے تھے کہ ایسا دن کبھی نہیں آئے گا کیوں کہ وہ قیامت کے منکر تھے۔ اس لیے فرماتا ہے ان وعد اللہ حق کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ضرور وہ دن آئے گا۔ فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا پھر تم دنیا کی زندگی پر دھوکا نہ کھاؤ سدا کوئی نہیں جیے گا۔ ولا یغرنکم باللہ الغرور اور اسی طرح اللہ کے معاملہ میں بھی دھوکے میں نہ رہو کہ ہم کو دنیا میں سرداری دی ہے وہاں بھی دے گا۔ اور جس طرح یہاں ہمارے اقارب و اعزہ حمایت کر کے چھڑا لیتے ہیں چھڑا لیں گے۔ یا ہمارے معبود جو اللہ کے گھر کے مختار ہیں ہمیں بچا لیں گے۔

الغرور فریب یا فریب دہندہ الشیطان کہ شیطان تم کو فریب نہ دے۔ اس کے بعد کفار یہ پوچھتے ہوں گے کہ وہ کب آوے گی اس کی مدت بیان کر۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ کہ اس گھڑی کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اس کو اس مصلحت سے مخفی رکھا ہے کہ بندوں کے دل کو ہر وقت کھٹکا رہے۔ لیکن اس کے قائم ہونے پر دو دلیلیں بیان فرمائیں۔

اول وینزل الغیث کہ وہ مینھ برساتا ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے۔

دوم ویعلم ما فی الارحام اور رحم میں بچے کو پیدا کرتا ہے اور اس کی کیفیت سے وہی آگاہ ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ نر ہے یا مادہ۔ کس شکل کا ہوگا۔ پس جو ابتدا پر قادر ہے وہ اعادہ پر بھی بطریق اولیٰ قادر ہے۔ دیکھو ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے اس کا تم کو مفصل علم نہیں پھر کیا وہ ظہور میں نہیں آتا؟ اسی طرح قیامت کا معاملہ ہے۔ اور تم تو اپنی معاش اور حیات کے متعلق بھی علم نہیں رکھتے پھر اگر قیامت کا تم کو علم نہ دیا گیا تو کیا ہوا۔

فقال وما تدری نفس ماذا تکسب غدا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا کیا پیش آوے گا وما تدری نفس بای ارض تموت اور یہ بھی نہیں کہ کہاں جا کر مرے گا۔ پھر باوجود اس علم نہ ہونے کے ضرور کچھ نہ کچھ کل

ف اس جگہ ان پر علم کا اختصاص ظاہر فرماتا ہے کہ تمہارے فرضی معبود اور چیزوں کو تو کیا جان سکتے ہیں یہ پانچ چیزیں جن سے ہر ایک کا تعلق ہے ان کو بھی تو کوئی یقینی طور پر نہیں جانتا۔ نجوم وغیرہ سے جاننا علم یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے اسی لیے بارہا اس کے احکام غلط ثابت ہوتے ہیں۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں۔ (۱) قیامت کا علم کہ کب آئے گی۔ (۲) بارش کا علم، قرائن و آلات سے صرف ظن حاصل ہوتا ہے۔ (۳) ماؤں کے رحم کا حال کہ بچہ ہے یا خالی مادۂ فاسد ہے۔ پھر نر ہے یا مادہ۔ نیک ہے یا بد اور پیدا ہو کر کیسا ہوگا۔ اگر آلۂ عکسی سے کسی نے دکھا دیا تو ان باتوں میں سے کوئی بات بھی معلوم نہیں ہو سکتی۔ یہ دکھا دینا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ پیٹ چیر کر دکھا دے۔ (۴) کل کیا پیش آئے گا؟ (۵) کہاں مرے گا؟

نقل ہے کہ خلیفہ عباسی اپنی زندگی کا حال دریافت کیا کرتا تھا کہ کب تک ہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ دجلہ سے ایک سوار نے اپنا پنجہ پانی سے نکال کر دکھایا۔ کسی نے پانچ برس کسی نے پانچ مہینے کسی نے پانچ روز عمر بتلائی۔ آخر امام ابو حنیفہؒ کو بلایا گیا، آپ نے فرمایا فرشتہ نے یہ بتایا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو علم نہیں۔ حقانی

کرتا ہے اور کہیں نہ کہیں جا کر مرتا ہے۔

ان اللہ علیم خبیر خدا ہی کو ہر چیز کا علم اور ہر چیز کی خبر ہے۔ اس میں ان کے معبودوں کی عاجزی اور دنیا بھر کے حکماء کے علم و دانش کی بھی حقیقت بیان کر دی کہ وہ یہ ضروری باتیں بھی نہیں جانتے۔

بخاری نے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غیب کے پانچ خزانے ہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سورۂ سجدہ

مکیہ ہے اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۞ ۱ تنزیل الکتب لا ریب
اس میں کچھ شبہ نہیں کہ (یہ) کتاب پروردگار عالم
فیہ من رب العلمین ۞ ۲ ام
کی طرف سے اتری ہے کیا
یقولون افترىہ بل ہو الحق
وہ (یہ) کہتے ہیں کہ اس کو از خود بنالیا ہے بلکہ یہ آپ کے رب کی طرف
من ربک لتنذر قوما ما اتىہم
سے برحق ہے (یہ) اس لیے نازل کی گئی ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں کہ
من نذیر من قبلک لعلہم
جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ
یہتدون ۞ ۳ اللہ الذی خلق
راہ پر آویں اللہ وہ کہ جس نے آسمانوں
السموت والارض وما بینہما
اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو

فی ستۃ ایام ثم استوى علی
چھ روز میں بنایا پھر عرش پر
العرش ما لکم من دونہ من ولی
قائم ہوا تمہارے لیے اس کے سوا نہ کوئی کارساز ہے
ولا شفیع افلا تتذکرون ۞ ۴
نہ سفارشی پھر کیا تم نہیں سمجھتے
یدبر الامر من السماء الی الارض
ہر ایک کا خدا ہی انتظام کرتا ہے آسمان سے لے کر زمین تک
ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ
پھر اُس دن بھی کہ جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار برس
الف سنۃ مما تعدون ۞ ۵ ذلک
کی ہوگی وہ انتظام اس کی طرف رجوع کرے گا وہی
علم الغیب والشہادۃ العزیز
چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا زبردست
الرحیم ۞ ۶ الذی احسن کل
مہربان ہے جس نے عمدگی سے ہر
شیء خلقہ وبدا خلق الانسان
شئے کو بنایا اور انسان کی پیدائش گارے
من طین ۞ ۷ ثم جعل نسلہ من
سے شروع کی پھر اس کی اولاد نچڑے ہوئے
سللۃ من ماء مہین ۞ ۸ ثم سوىہ
بے قدر پانی سے بنائی پھر انسان کو ٹھیک کیا
ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم
اور اس میں اپنے پاس سے روح پھونکی اور تمہارے لیے
السمع والابصار والافدۃ
کان اور آنکھیں اور دل بنایا

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ⑨

(اسکے پر بھی) تم بہت کم شکر کرتے ہو ۔

ترکیب

الٓمّٓ یجوز ان یکون مبتدء و تنزیل خبرہ والتنزیل بمعنی المنزل . ہذا اذا جعل الٓمّٓ اسما للسورۃ او القرآن فعلی ہذا لا ریب فیہ حال من الکتاب والعامل تنزیل و من رب متعلق بتنزیل و لا ریب بینہما بمعنی . وان جعل تعدید الحروف فقط کان تنزیل خبر مبتدء محذوف او مبتدء خبرہ لا ریب فیہ فیکون من رب العٰلمین حالا من الضمیر فی فیہ ویمکن ان یکون خبرا بعد خبرہ و لا ریب فیہ حال من الکتاب او اعتراض . ام منقطعۃ بمعنی بل ما اتٰہم ما نافیۃ والجملۃ صفۃ لقوم من السماء الی الارض الجار متعلق بیدبر علی تضمین معنی النزول ویمکن ان یکون حالا من الامر . مما تعدون یجوز ان یکون صفۃ لالف او لسنۃ الذی احسن خبر مبتدء محذوف

تفسیر

اس سے پہلی سورت میں توحید اور حشر کے دلائل بیان فرمائے تھے اور وہ دو طرف ہیں اس لیے اس سورت میں امر اوسط یعنی اس رسالت کا ذکر کرتا ہے کہ جس پر قرآن کی برہان قائم ہے ۔

فقال تنزیل الکتٰب لا ریب فیہ من رب العٰلمین یہ کتاب یعنی قرآن (کہ جس کے برحق ہونے میں عاقل کو غور و تامل کے بعد کوئی بھی شبہ نہیں رہتا) رب العالمین کی طرف سے ہے ۔ رب العالمین کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ جو تمام جہان کا پرورش کرنے والا ہے ۔ روحانی پرورش بھی اسی کا خاص حصہ ہے اس لیے اس نے دنیا کی شائستگی کے لیے ایک ایسی کتاب نازل کی جو آفتاب کی طرح سے اپنی آپ گواہ ہے ۔ مگر کور دہ مغزی اور تیرہ باطنی بھی عجب بربلا ہے ایسے لوگ یہ کہہ دیتے تھے کہ اس کو محمد نے از خود بنا لیا ہے خدا نے نازل نہیں کیا ہے ام یقولون افترٰىہ اس کے جواب میں فرماتا ہے بل ھو الحق من ربک کہ یہ قرآن برحق ہے تیرے رب کے ہاں سے آیا ہے اس کی شانِ ربوبیت کا مقتضیٰ ہے ۔ یہ کس لیے نازل ہوا ؟ لتنذر قوما ما اتٰہم من نذیر من قبلک لعلہم یہتدون تاکہ تو اے محمد خصوصاً ان لوگوں کو پُر منذر کرے اور ان کو آنے والے عذاب الٰہی سے ڈرائے کہ جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہیں آیا ہے ۔ اس قوم کی خصوصیت نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص عرب ہی کے لیے مبعوث ہوئے تھے ان کا نام اس لیے آگیا کہ سب سے اول انہیں سے کلام تھا کس لیے کہ دوسری جگہ آگیا ہے تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ

لہ اے یدبر امر الدنیا باسباب سماویۃ کالملائکۃ واشعۃ الکواکب نازلۃ آثارہا الی الارض ۱۲ منہ

سہ اے ہو الذی او خبرا بعد خبر والعزیز مبتدا والرحیم صفۃ الذی احسن خبرہ ۔ و خلقہ بسکون اللام بدل من کل بدل الاشتمال اے احسن خلق کل شیٔ ویمکن ان یکون مفعولا ثانیا و کل شیٔ مفعولا اولا و احسن بمعنی عرف اے علم کیف خلقہ کما قال علی قیمۃ المرء ما یحسنہ اے یحسن معرفتہ ۔ وقرأ نافع والکوفیون بفتح اللام علی انہ فعل ماض فیکون صفۃ لکل او لشیٔ ۔ من روحہ اضافہ الی نفسہ تشریفا و اشعارا بانہ خلق عجیب و لہ شان یناسب الربوبیۃ ۱۲ منہ ابو محمد عبد الحق عفا اللہ عنہ ۔

وسلم نے بھی فرمادیا ہے کہ میں تمام عالم کے لیے نبی کیا گیا ہوں۔ پس اس جملہ سے یہ سمجھ لینا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص عرب کی قوم کے لیے مبعوث ہوئے تھے بڑی غلطی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایک عرصہ دراز تک عرب میں کوئی نبی مبعوث ہوکر نہیں آیا تھا۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے گمراہ ہونے کے بعد بجز حضرتؐ کے ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا اس میں سب آگئے۔

اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض الخ یہاں سے وہ بات بیان فرماتا ہے کہ جس کا پہنچانا رسول پر فرض ہے جیساکہ پہلے رسالت اور اس کی ضرورت بیان کی تھی۔ یعنی اللہ وہ ہے کہ جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا، نہ وہ لوگ کہ جن کو مشرکین اس کے ساتھ ملارہے ہیں۔

مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع اس میں اس بات کا بھی رد ہے کہ جن کو تم اس کا شریک سمجھے ہو وہ خدا تو کیا اس کی اجازت بغیر کسی کی سفارش بھی نہیں کرسکتے نہ کسی کے حامی و مددگار بن سکتے ہیں۔ جس خیال سے کہ مشرکین غیر اللہ کو اس کا شریک سمجھتے ہیں۔ اس آیت میں جس طرح اس کی اجازت بغیر اوروں کی ولایت و شفاعت کی نفی ہے اسی طرح سے اس کی طرف سے ولایت و شفاعت یعنی حمایت کا ثبوت ہے۔ اس میں بت پرستوں کی تجہیل ہے۔ وہ جو یہ اقرار کرکے کہ اس کے سوا اور کوئی خالق نہیں یہ سمجھتے تھے کہ وہ ہماری سفارش کریں گے۔

جب خلق کو بیان فرماچکا تو اس کے بعد امر کو بیان فرماتا ہے یدبر الامر من السماء الی الارض کہ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر ایک کام کی آپ ہی تدبیر کرتا ہے۔ اس میں اس کا کوئی مشیر و زیر نہیں۔ آسمانوں یعنی علویات کی کل تدبیر و تصرف آسمانوں کی حرکت ستاروں کی حسب موقع گردش ان کے انوار کا تحفظ پھر وہاں کے بسنے والوں ملائک اور روحانیات کے متعلق سب کام وہ آپ ہی کیا کرتا ہے۔ اور اسی طرح زمین یعنی عالم سفلی کے متعلق سب کام آپ ہی کرتا ہے۔ مینھ کا بروقت برسانا ہواؤں کا چلانا نباتات کا اگانا، حیوان اور انسان کی بیماری و تندرستی، موت و حیات سب باتیں وہی کیا کرتا ہے۔ یا یوں کہو ہر ایک کام کی تدبیر اسباب سماویہ کے ساتھ جو آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوا کرتے ہیں وہی کیا کرتا ہے۔ یہ تو دنیا کی بقا تک کا معاملہ تھا۔

ثم یعرج الیہ اس کے بعد جب کہ یہ عالم فنا ہوچکے گا اور نیا عالم پیدا ہوگا جس کو عالم آخرت یا عالم حشر کہتے ہیں اس روز بھی یہ سب تدبیر و تصرف یعرج الیہ سے یرجع الیہ اسی کے ہاتھ میں ہوگا۔

الف سنۃ کا بیان

مگر اس عالم کو فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون کے ساتھ تعبیر فرمایا ہول دلانے کے لیے۔ اور وہ عالم لایزال ہے اس کے دنوں کا کوئی شمار نہیں۔ لیکن اُس عالم کے پہلے روز کا ذکر کردیا یعنی قیامت کو۔ یعنی اس عالم کے پہلے دن ہی سے کہ جس کی مقدار تمہارے ہزار برس کے برابر ہے۔ سب کام وہاں کے اسی کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اب یہ بات رہی کہ کہیں تو اُس دن کی مقدار پچاس ہزار برس کی فرمائی ہے جیساکہ سورۃ معارج میں ہے خمسین الف سنۃ اور کہیں ہزار برس جیساکہ یہاں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اُس روز بڑی سختی ہوگی، اور نہایت وحشت و ہیبت۔ سو یہ ہر ہر شخص کی نسبت جداگانہ ہوگی کیوں کہ جیسا جرم ویسی دہشت اور مصیبت کے دن کی درازی بقدر مصیبت ہوا کرتی ہے۔ وہ دن تو ایک معمولی دن ہوگا۔ مگر کفار کو پچاس ہزار برس کے برابر معلوم ہوگا اور گنہ گاروں کو ہزار برس کے برابر اور نیکوں کو فریضہ

نماز کے وقت کے برابر۔ پس اس لیے کبھی اس کو پچاس ہزار برس کے برابر کہہ دیا کبھی ہزار برس کے، کبھی صلوٰۃ مکتوبہ کے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ البتہ دراز معلوم ہوگا تکلیف کے سبب سے اور اس کی درازی کو اعداد مختلفہ کے ساتھ تعبیر کر دیا۔ جیسا کہ جب ہم کو انکار محض منظور ہوتا ہے تو کہا کرتے ہیں تو سو بار بھی کہے گا تو یہ کام نہ کروں گا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس کے جواب میں کہہ دیتے ہیں تو ہزار بار بھی کہے گا تو نہ کروں گا۔ یہ بات ایک محاورہ کے متعلق ہے یعنی محض کثرت مراد ہے۔

یدبّر الامر کا بیان

عالم خلق و عالم امر کا مالک و مختار ہونا اور وہ بھی دنیا و آخرت دونوں عالموں میں بیان فرما کر کس زور کے ساتھ فرماتا ہے ذٰلک عٰلم الغیب والشھادۃ یہ ہے غیب اور ظاہر کا جاننے والا جو تمام کائنات کا خالق اور مدبر ہے و زمین میں' نہ وہ کہ جن کو تم پوجتے ہو۔ چوں کہ دنیا اور آخرت اور خلق اور امر کا ذکر آیا تھا ان کے مناسب دو لفظ آئے۔ غیب تو آخرت کے لیے کیوں کہ وہ اور وہاں کے سب کام ہماری آنکھوں سے غائب ہیں اور اسی طرح عالم امر کے لیے بھی کیوں کہ وہ بھی محسوس نہیں اور شہادت دنیا اور خلق کے لحاظ سے اور اسی طرح العزیز الرحیم بھی دونوں کے لحاظ سے آیا بلکہ ہر لحاظ سے۔ کس لیے کہ خلق اور امر اور دنیا اور آخرت میں جس طرح عزیز یعنی غالب و قادر ہونے کی ضرورت ہے اسی طرح رحیم ہونے کی بھی ہے۔ پھر عزیز و رحیم ہونے کا ثبوت دنیا میں عالم خلق کی ایک اعلیٰ اور عمدہ قسم کے پیدا کرنے کے بیان سے کرتا ہے یعنی حضرت انسان کی پیدائش سے جس سے کلام ہو رہا ہے کہ اس کو کس طرح بنایا۔

فقال احسن کل شیء خلقہ کہ اس نے ہر شے کو عمدہ طور سے بنایا ہے۔ جس چیز کو بغور دیکھیے گا تو وہ آپ ثابت کر دے گی کہ میرے خالق کو اس امر میں وہ کمال ہے کہ جس کو کسی کے ساتھ تشبیہ بھی نہیں دی جا سکتی۔ اونٹ کو ملاحظہ کیجیے۔ اگر آپ کی گردن دراز نہ ہوتی تو محض بے کار ہو جاتے ہاتھی کو سونڈ نہ ملتی تو بڑا اپاہج تھا۔ علیٰ ہذا القیاس ہر درند پرند چرند کے ایک ایک عضو اور اس کے بال اور کھال پر غور کرو گے تو ہر ایک منہ سے یہی بول اٹھے گا ؎

ففی کل شیء لہ شاہد
یدل علی انہ واحد

یہ تو ایک تعمیم تھی۔ اس کے بعد ان میں سے حضرت انسان کی پیدائش کا حیرت انگیز حال بیان فرماتا ہے وبدا خلق الانسان من طین یعنی انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی۔ یعنی اس نوع کا جو اول فرد ہے حضرت آدم علیہ السلام اس کو کسی کے نطفہ سے نہیں بنایا بلکہ اس کو خاک سے بنایا۔ گرچہ خاک کے ساتھ پانی وغیرہ اور بھی اجزاء عنصری تھے مگر چوں کہ یہ زیادہ تھا اس لیے اسی کا لحاظ کیا گیا اور کل کو جزء غالب سے تعبیر کرنا محاورہ کی بات ہے۔ ہم اس مقام پر اس ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں کہ خاک سے کیوں کر بنایا اور کہاں بنایا؟ لفظ بدأ نے یہ بھی بتلا دیا کہ انواع قدیم نہیں جیسا کہ حکماء یونان کا خیال تھا چنانچہ ان کا رد علم کلام کی بڑی کتابوں میں بڑے زور سے کر دیا گیا ہے۔

ثم جعل نسلہ من سللۃ من ماء مھین

پھر اس کی نسل جاری کرنے کا دستور بتلاتا ہے کہ ہم نے اس کی نسل کو نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے جاری کیا۔ یعنی منی سے جو تمام انسانی اخلاط کا نچوڑ یا عطر ہوتا ہے اور باوجود اس کے بے قدر ہوتا ہے انسان اس کو چھپاتا ہے۔ بدن یا کپڑے پر لگ جاتی ہے تو دھو ڈالتا ہے۔

نسل کو اس لیے نسل کہتے ہیں کہ وہ جس کی نسل ہوتی ہے اس سے نکلتی ہے۔ نسل الصوف نسولاسقط۔ قاموس۔ نسلہ ذریتہ سمیت بہ لانہا تنسل منہ لے تنفصل (بیضاوی)۔ سلالۃ سل سے ہے جس کے معنی کھینچنے کے ہیں، سیف مسلول۔ سلالۃ لے ما استخرج من منی آدم علیہ السلام (مجمع بحار الانوار) منی کو سلالہ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان کے جسم سے کھنچتی ہے۔ مھین المھین الضعیف والحقیر والقلیل (قاموس)۔

ثم سوٰہ ونفخ فیہ من روحہ اس کی ماں کے پیٹ میں اس کو ٹھیک کیا۔ سر کی جگہ اس گوشت کے لوتھڑے میں سے سر بنایا، کان کی جگہ کان، آنکھ کی جگہ آنکھ، ناک کی جگہ ناک۔ ہڈی پٹھے بال کھال ایک تناسب طبعی سے بنائیں اور ہر چیز کو اس اندازہ سے بنایا کہ علم تشریح سے واقف ہونے کے بعد عاقل کو اس بات کا اقرار ہی کرنا پڑتا ہے کہ یہ کسی بڑے مدبر حکیم کا فعل اور بڑے باکمال کی کاریگری ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین اور اس کو ٹھیک کر کے اس میں اپنے ہاں کی روح پھونک کر زندہ کر دیا۔ من روحہ کے یہ معنی نہیں ع ۱۱ ۱۴
کہ اللہ نے اپنی روح یعنی اپنی جان کا کوئی ٹکڑا اس میں ڈال دیا۔ بلکہ یہ معنی وہ روح کہ جو اللہ کی عمدہ اور لطیف چیزوں میں کی ایک چیز ہے وہ اس میں ڈال دی۔ اور روح کو اپنی طرف اس کی خوبی و لطافت و شرافت کے لیے مضاف کر دیا۔ جیسا کہ بادشاہ اپنے خاص نوکر کو عزت دینے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا نوکر، ہمارا غلام۔

وجعل لکم السمع والابصار اس کے بعد تمہارے لیے شنوائی و بینائی یعنی حواس ظاہرہ عطا کیے والافئدۃ دل دیا یعنی قوائی باطنیہ و مدرکات باطنیہ عطا کیے۔

مگر اس پر بھی قلیلا ما تشکرون تم بہت ہی کم خدا کا شکر ادا کرتے ہو۔ ان باتوں کو اپنے گھر کی باتیں خیال کرتے ہو۔

روح پھونکنے سے پہلے تک تو غائب کے صیغوں سے تعبیر کیا ثم سوٰہ فرمایا اور روح پھونکنے کے بعد جعل لکم خطاب کا صیغہ لایا کیوں کہ اب قابل خطاب کے ہوگیا۔

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ
اور کافر کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں رل مل گئے
ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ بَلْ هُمْ
تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے؟ بلکہ وہ
بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ
اپنے رب کے ملنے کے منکر ہیں کہہ دو
يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ
(ایک روز) تمہاری جان موت کا وہ فرشتہ قبض کرے گا جو
وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾
تم پر معین کیا گیا ہے پھر تم اپنے رب کے پاس لوٹائے جاؤ گے

تفسیر

مشرکین مکہ ان چند توہمات باطلہ میں مبتلا تھے۔ (۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتری کہتے تھے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور چیزوں کو بھی شریک کرتے تھے۔ ان دونوں باتوں کا یہاں تک جواب شافی دے دیا گیا۔ (۳) حشر ممکن نہیں۔ اس کا جواب ان کے شبہ کو نقل کر کے دیتا ہے:-

وقالوا ءاذا ضللنا فی الارض ءانا لفی خلق جدید کہ وہ کہتے ہیں کیا ہم جب مرکر زمین میں گم ہو جاویں گے یعنی بدن کے اجزاء متفرق ہوکر نیست و نابود ہو جاویں گے تو پھر زندہ ہو جاویں گے؟ جواب سے پہلے فرماتا ہے بل ھم بلقاء ربھم کفرون کہ ان کا زمین میں ملنے کے بعد زندہ ہونے ہی پر تعجب نہیں بلکہ وہ در اصل اپنے رب کے پاس جانے کے منکر ہیں۔

اب جواب دیتا ہے قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم کہ ان سے کہہ دے ایک روز وہ فرشتہ[1] جو تمہاری جان قبض کرنے پر معین کیا گیا ہے تمہاری جان قبض کرے گا، مرنے پر تو تمہارا بھی یقین ہے۔ اب رہا بار دیگر زندہ ہونا سو جس نے نیست سے ہست کر دیا کیا وہ بار دیگر زندہ نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہے اور کریگا۔ ثم الی ربکم ترجعون پھر تم اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا

اور جو آپ کبھی دیکھیں جب کہ گنہگار اپنے رب کے آگے

رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا

سر جھکائے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اے رب!

أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ

ہم نے دیکھ لیا اور سُن لیا اب ہم کو دنیا میں پھر بھیج کہ اچھے

صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ⑫ وَلَوْ شِئْنَا

کام کریں ہم کو یقین آگیا اور اگر ہم چاہتے

لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَ

تو ہر شخص کو ہدایت پر لے آتے

لَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ

لیکن ہماری بات پوری ہوکر رہی کہ ہم

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

جنوں اور آدمیوں سب سے جہنم بھرکر

أَجْمَعِينَ ⑬ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ

رہیں گے پھر تم بھی (مزا) چکھو اس لیے کہ تم آ(نے) کے

لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ

دن جیتے آنے کو بھول بیٹھے تھے ہم نے بھی تم کو بھلا دیا

ف کفار دو غلطیوں میں مبتلا تھے۔ چونکہ خدا کو مخلوق و محسوس اشیاء پر قیاس کر کے خدا کے ساتھ اور چیزوں کو بھی شریک کرتے تھے۔ اس کا رد تو آیات بالا میں نہایت واضح طریق پر کر دیا۔ دوسری غلطی یہ تھی کہ وہ مرنے کے بعد روح کا باقی رہنا، عذاب و ثواب پانا حق نہیں جانتے تھے، قیامت کے قائل نہ تھے۔ یہ ایک ایسا خیال ہے کہ انسان کو اکتساب سعادت سے روکتا اور لذات و شہوات اور طرح طرح کی بدکاری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس کا رد ان آیات میں کیا جاتا ہے کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کر کے خدا کے پاس لے جاتا ہے۔ مرنے سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کے زمانے میں بھی انسان نیک و بد اعمال کا بدلہ پاتا ہے جس کو عذاب و ثواب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر قیامت کا حال اگلی آیات میں بیان فرماتا ہے اذ المجرمون ناکسوا رءوسھم عند ربھم کہ مجرم خدا کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں گے اور بار دیگر دنیا میں آنے کی آرزو کریں گے۔ یہ بات عالم برزخ کے عذاب پر بھی صادق آتی ہے پس یہ خیال غلط ہے کہ مرکر نیست ہو جاتا ہے یا کسی اور جسم میں جاتا ہے۔ حقانی

[1] فرشتہ اللہ کی طرف سے موکل ہے۔ اس کا قبض کرنا اللہ ہی کا قبض کرنا ہے۔ دونوں باتوں میں تعارض نہیں ۱۲ منہ

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

(تواب) اور عذاب دائمی چکھو اپنے کیے کے بدلے میں ہماری آیتوں پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان سے سمجھایا جاتا ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی ستایش کرتے ہیں اس کی خوبیاں بیان کرکے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ (شب کو) اپنے بستروں سے اٹھ کر اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیے میں سے کچھ دیتے بھی ہیں پھر کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ ان کے لیے ان کی آنکھوں کی کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے ان کے عمل کے بدلے میں۔

السجدۃ

ترکیب

ولو تری ہو من رؤیۃ العین والمفعول محذوف اے ولو تری المجرمین، واغنی عن ذکرہ المبتدأ۔ واذ ہٰہنا یراد بہا المستقبل والتقدیر یقولون ربنا وموضع المحذوف حال و العامل فیہا ناکسوا۔ فذوقوا اے فذوقوا العذاب و یجوزان یکون مفعول فذوقوا لقاء علی مذہب الکوفیین فی اعمال الاول، ویجوزان یکون ھٰذا۔ تتجافی فی موضع الحال وجواب تو محذوف اے لرأیت امرا فظیعا و یمکن ان یکون تو للتمنی خوفا وطمعا مفعول لہ والعامل یدعون۔ ما بمعنی الذی و یجوزان یکون للاستفہام۔

تفسیر

ولو تری یہاں سے وہ حال بیان کرتا ہے جو خدا کے پاس رجوع ہونے کے بعد یعنی اس کے پاس جانے کے بعد ظہور میں آئے گا کہ اے محمدؐ یا اے ہر شخص مخاطب اگر تو ان کافروں کو اس وقت دیکھے جب کہ وہ اپنے رب کے سامنے شرمندگی اور خوف سے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور یہ کہیں گے کہ اے رب اب ہم نے آنکھ سے حشر کا معاملہ دیکھ لیا اور تجھ سے رسولوں کا برحق ہونا سن لیا۔ یا یہ معنی کہ وہ وہاں جا کر اپنے جرم کا اقرار کریں گے کہ ہم نے رسولوں اور ان کے معجزات کو دنیا میں دیکھ لیا تھا اور ان کے کلام کو سن لیا تھا جیسا کہ آیا ہے قد جاءنا نذیر اب ہم کو بار دگر دنیا میں بھیج کہ وہاں جا کر اچھے کام کریں اب ہم کو یقین آگیا۔ مگر اب کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ ولو شئنا لاٰتینا[1] اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت کرتے

[1] اہل اسلام میں معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک خداتعالیٰ کو اس بات کا کرنا لازم ہے کہ جو بندے کے حق میں اصلح ہو اس لحاظ سے وہ اس قسم کی آیات کی کہ جن میں گمراہ کرنا اور ہدایت نہ دینا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے تاویل کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ گمراہی بندے کے حق میں کسی طرح بہتر نہیں۔ ان کے رد کے لیے یہ آیت کافی ہے۔ اور اسی طرح عیسائی بھی منہ آیا کرتے ہیں اور تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے چپ کرنے کے لیے کتاب یسعیاہ کا ۴۵ باب ۹ ورس کافی ہے جس میں صاف کہا۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

ایمان دار نیک کردار کر دیتے مگر ان میں صلاحیت نہ تھی ان کو رسولوں نے بہت کچھ سمجھایا پر نہ مانا کس لیے کہ اللہ کا نوشتۂ ازلی پورا ہو گیا کہ یہ لوگ جہنم میں جاویں گے۔ مطلب یہ کہ اگر بار دگر بھی دنیا میں جاویں تو کبھی راہ پر نہ آویں۔ پس حکم ہوگا کہ آج کے دن فراموش کرنے کا مزہ چکھو۔ اب ہم نے تم کو بھلا دیا یعنی ہمارے دل میں تمہاری جگہ باقی نہیں رہی۔ یہ محاورہ کی بات ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو بھول جاوے گا کس لیے کہ وہ سہو و نسیان سے پاک ہے۔ وذوقوا اب عذاب دائمی کا مزہ چکھو اپنے اعمال بد کے سبب۔ تم دائم ان میں گرفتار تھے اس لیے اب عذاب دائمی میں گرفتار ہوئے۔

انما یؤمن الخ بیان سے یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ بدنصیب کیا ایمان لاویں گے ایمان لانا آیاتِ الٰہی پر تو ازلی نیک بختوں کا کام ہے پھر ان کی علامات اور عاداتِ حمیدہ بیان فرماتا ہے۔

سجدۂ تلاوت

(۱) کہ جب ان کو آیاتِ الٰہی سنا کر سمجھایا جاتا ہے تو خوفِ الٰہی کے مارے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اس کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں سبحان اللہ بحمدہ کہتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے نہ تو دنیا میں کسی سے بہ تکبر پیش آتے ہیں نہ اللہ کے رسولوں اور اس کے احکام سے تکبر کرکے سرتابی کرتے ہیں۔ یعنی ان میں کمال صلاحیت ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر یا سن کر سجدہ کرنا لازم ہے۔

(۲) تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع اے ترتفع وتتنحی عن الفرش وموضع النوم (بیضاوی) کہ وہ رات کو اپنے بستروں اور خواب گاہوں سے اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ اس میں خوف اور امید کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں دعا کرتے ہیں مناجات میں مشغول ہوتے ہیں۔

نمازِ تہجد

احادیثِ صحیحہ میں نمازِ تہجد کی تاکید اور فضائل بہت کچھ وارد ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور صالحین امت کا قدیم دستور ہے کہ وہ نصف شب کے بعد اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ وہ بارہ رکعت ہیں دو دو کی نیت سے۔ حضرتؐ پر یہ نماز فرض تھی، تمام امت کے لیے مسنون ہے۔ ابی امامہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کا اٹھنا لازم کرو کیوں کہ یہ تم سے پہلے صالحین کی عادت ہے اس سے تمہارے رب کی نزدیکی پیدا ہوتی ہے یہ گناہوں کو مٹاتا ہے گناہوں سے روکتا ہے رواہ الترمذی۔ اور فرمایا کہ یہ بڑا قبولیت کا وقت ہے۔

(۳) ومما رزقنٰھم ینفقون کہ اللہ کے دیے میں سے دیتے ہیں یعنی خیرات بھی کرتے ہیں۔ پھر ان کے اجر کی بابت فرماتا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین الخ کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی فرحت و سرور کی چیزیں جو کچھ ہم نے چھپا رکھی ہیں ان کی پوری تعداد و کیفیت کوئی نہیں جانتا ہے۔ یعنی وہ بے حساب چیزیں ہیں اور یہ ٹھیک ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم جنت اور اس کی کسی نعمت سے واقف نہیں خصوصاً وہ کہ جن کو قرآن اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتادیا۔ جس نے یہ مطلب سمجھ کر نعماء جنت اور حور و قصور کا انکار کیا بڑی غلطی کی ہے۔

أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ

تو کیا مومن اس کے برابر ہو جائے گا جو بدکاری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ کوئی خالق سے نہیں کہہ سکتا کہ تو نے میرے بیٹے ایسا کیوں کیا ۱۲ منہ

فَاسِقًا لَا يَسْتَوُنَ ﴿۱۸﴾ أَمَّا الَّذِينَ

کر رہا ہو وہ برابر نہیں ہو سکتے لیکن وہ جو

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ

ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے تو ان کے ان کاموں

الْمَأْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾

کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے مہمانی میں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں

وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوٰهُمُ النَّارُ

اور جنہوں نے بدکاریاں کیں سو ان کا ٹھکانا آگ ہے

كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا

جب چاہیں گے کہ وہاں سے نکلیں

أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا

تو اس میں پھر داخل کر دیے جائیں گے اور ان کو کہا جاوے گا آگ کا

عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ

وہ عذاب چکھو کہ جس کو تم جھٹلایا

تُكَذِّبُونَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ

کرتے تھے اور البتہ (دنیا میں بھی) ہم ان کو

الْعَذَابِ الْأَدْنٰى دُونَ الْعَذَابِ

تھوڑا سا عذاب چکھا دیں گے بڑے عذاب سے

الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۱﴾ وَ

پہلے تاکہ وہ رجوع کریں اور

مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيٰتِ رَبِّهِ

بھلا اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا کہ جس کو اس کے رب کی آیتوں کو سمجھایا جائے

ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ

پھر وہ ان سے منہ موڑے ہم کو تو گنہگاروں سے

۲ ع ۱۱ ۱۵ مُنْتَقِمُونَ ﴿۲۲﴾

ضرور بدلہ لینا ہے۔

ترکیب

افمن الاستفہام للانکار ای لیس المومن کالکافر۔ لا یستوٗن تاکید لما تضمنہ الاستفہام والجمع لرعایۃ معنی من وہو مفرد لفظا جمع معنی۔ اما الذین الخ ہذا التفصیل تقریر للا یستوٗن۔ جنت الماوٰی ای التی فیہا المساکن والدور والغرف العالیۃ (ابن کثیر) الماوٰی ما یاوی الیہ وقیل الماوٰی اسم الجنۃ۔

تفسیر

مؤمنوں کے درجات آخرت سُن کر ایک خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اللہ کے مؤمن و کافر نیک و بد سب بندے برابر ہیں، اس کو نہ نیک سے فائدہ نہ بدسے نقصان۔ پھر نیکوں کے لیے یہ کچھ درجات، بدوں کے واسطے یہ مصائب، اس کے عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ کفار بھی اپنی بت پرستی اور دیگر بے کار کوششوں پر اپنے تئیں ان نعمتوں کا مستحق سمجھتے ہوں۔ اس کا جواب اس آیت میں دیتا ہے۔

افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستوٗن کہ بھلا مومن اور فاسق دونوں برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر اس کی اور بھی توضیح کرتا ہے۔

اما الذین آمنوا الخ کہ وہ جو ایمان لاتے ہیں اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے نیک کام بھی کیے ہیں۔ نیک کاموں کی شرح پہلی آیتوں میں آچکی ہے فلہم جنت الماوٰی کہ ان کا مقام جنت ہے وہی ان کا اصلی مقام ہے۔ دنیا ایک کوچ کر جانے کی منزل ہے۔ نزلا بما کانوا یعملون۔ یہ مقام مقدس ان کی مہمانی میں دیا جاوے گا ان کے ان کاموں کے بدلہ میں جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

واما الذین فسقوا اور وہ جو فاسق ہو گئے یعنی خدا کے

حکم سے نافرمان ہو گئے۔ یہ عام ہے کفر و معصیت دونوں فسق ہیں۔ فماوٰہم النار ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ ان کا گھر ہے۔ یہ دنیا کے عمدہ محل اور نفیس باغ تو چند روز کے لیے ہیں۔ دنیا میں شہوت کی آگ میں مبتلا تھے وہی آتشِ شہوت نارِ جہنم بن جاوے گی۔ کلما ارادوا ان یخرجوا منہا اعیدوا فیہا جب وہاں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر وہیں دھکے دے کر پہنچا دیے جاویں گے یعنی نکلنے نہ پاویں گے۔ کس لیے کہ وہ دنیا میں اس آگ سے نہ نکلے تھے۔

وقیل لہم الخ اور ان سے کہہ دیا جاوے گا کہ آج اس آتش کے عذاب کا مزہ چکھو کہ جس کو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔ جب کوئی کہتا تھا کہ اس فعلِ بد کی سزا جہنم ہے تو کہہ دیتے تھے یہ جنت اور جہنم سب فرضی باتیں ہیں بے وقوفوں کے ڈرانے کے لیے۔ اس پر وہ اپنی دولت و حشمت کے گھمنڈ پر قہقہے لگایا کرتے تھے۔ چنانچہ کسی بدکردار شاعر نے اس پر بہت کچھ مضحکہ کیا ہے۔ اور آج کل عیاش ملحد منش اپنی محفلوں میں بہت کچھ قہقہے اُڑایا کرتے ہیں وہاں ان کو کہا جاوے گا یہ وہ آگ ہے کہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ولنذیقنہم من العذاب الادنیٰ الخ اب یہ بات ارشاد فرماتا ہے کہ اس خیال میں نہ رہنا کہ آخرت ہی میں عذاب آوے گا دنیا میں تو مزے سے گزرتی ہے۔ بلکہ آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ہم ان کو عذاب دیں گے گو وہ کتنا ہی بڑا ہو مگر عذابِ آخرت کے مقابلہ میں ادنیٰ ہے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے موافق اہلِ مکہ پر عذابِ ادنیٰ آیا۔ سات برس تک وہ قحط[لہ] پڑا کہ مردار اور کتوں کے کھانے کی نوبت آگئی۔ گرچہ آیت میں رُوئے سخن اہلِ مکہ کی طرف ہے مگر سب فاسقوں کی طرف اشارہ ہے۔

کتب تواریخ شاہد ہیں کہ دنیا میں جس قوم نے بدکاری شہوت پرستی اختیار کی وہ دنیا ہی میں برباد اور تباہ کیے گئے۔ سلطنتیں چھین لی گئیں، لوگوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔ ان کی جورو اور بیٹیوں کو بے حرمت کیا گیا۔ یہ عذاب ان کو اس لیے دیا جاتا ہے کہ لعلہم یرجعون کہ کاش وہ خدا کی طرف رجوع کریں توبہ کر کے صلاحیت اختیار کریں۔ مگر افسوس کہ جو اس کے بعد بھی رجوع نہیں کرتے جان لو کہ وہ خدا کی بارگاہ کو رانده ہوئے ہیں۔ ان کو کبھی خوش وقتی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اہلِ اسلام کے امراء کو عبرت کرنا چاہیے۔ ومن اظلم الخ میں یہی بات بتلاتا ہے کہ اس سے زیادہ کون بدبخت ظالم ہے کہ جس کو اللہ کی آیتوں سے سمجھایا جاتا ہے پھر وہ اس سے اعراض کرتا ہے پھر ہم ایسے مجرموں سے کیوں نہ انتقام لیں گے۔

ولقد اتینا موسی الکتب فلا
اور البتہ موسیٰ کو بھی ہم نے کتاب دی تھی پھر تو
تکن فی مریۃ من لقائہ و
اس کے ملنے میں شبہ نہ کریں اور
جعلنہ ھدی لبنی اسراءیل ﴿۲۳﴾
ہم نے ہی اس کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما بنایا تھا۔
وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا
اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے

[لہ] نسائی نے عذاب الادنیٰ کی تفسیر میں یہی روایت کی ہے۔ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں اس سے مصائبِ دنیا مراد ہیں۔ ابن کثیر۔

لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٢٤﴾
جب کہ انہوں نے صبر کیا تھا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین بھی رکھتے تھے
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ
بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ
الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٢٥﴾
کردے گا کہ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں
اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ ع ۵ ۱۶
کیا ان کو اس سے بھی رہنمائی نہ ہوئی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنے
قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ
قرن غارت کردیے کہ لوگ جن کے گھروں
مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
میں (چلتے) پھرتے ہیں البتہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں
اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا
پھر کیا وہ سنتے بھی نہیں کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم
نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ
پانی کو خشک زمین کی طرف رواں کرکے
فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ
اس سے کھیتی نکالتے ہیں کہ جس کو ان کے چار پائے
اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٧﴾
اور وہ خود بھی کھاتے ہیں پھر کیا وہ دیکھتے بھی نہیں
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ
اور کافر کہتے ہیں کب ہے یہ فیصلہ اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ
تم سچے ہو کہہ دو فیصلہ کے دن تو
لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ
کافروں کو ایمان لانا کچھ بھی نفع نہ دے گا
وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ
اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی پس ان سے کنارہ کرو
وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿٣٠﴾
اور انتظار کرتے رہو وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

ترکیب

من لقائه یجوز ان یرجع الضمیر فی لقائه الی اللہ ای من لقاء موسٰی اللہ فالمصدر مضاف الی المفعول۔ وان یرجع الی موسٰی ای من لقاء موسٰی الکتاب او الشدۃ والانکار من قومہ فیکون المصدر مضافا الی الفاعل۔ وقیل یرجع الی الکتاب ای فلا تکن فی شک من لقاء الکتاب من اللہ تعالٰی کما قال وانک لتلقی القرآن وقیل من لقائک موسٰی، کما وقع فی لیلۃ المعراج اوفی القیامۃ۔ لمّا بالتشدید ظرف والعامل یهدون او جعلنا، وبالتخفیف مصدریۃ۔

تفسیر

ولقد اٰتینا موسی الکتٰب الخ یہاں سے پھر مسئلہ رسالت کا ثبوت کرتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی پھر اے محمد! آپ

ف بخاری نے کتاب الجمعہ میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۃ سجدہ اور سورۂ ہل اتی پڑھا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں بھی یہی آیا ہے۔ احمد و دارمی و ترمذی و نسائی و حاکم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر سورۂ سجدہ اور سورۂ تبارک الذی کے پڑھے نہ سویا کرتے تھے۔ ان کے فضائل میں اور بھی احادیث ہیں ۱۲ منہ

کتاب کے ملنے میں شبہ نہ کریں کیوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ کے عہد میں گمراہی بڑھ گئی تھی بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے توریت نازل کی گئی اسی طرح آپ کے عہد میں تمام عالم گمراہ ہوگیا تھا ان کی ہدایت کے لیے تم کو نبی بنانا اور تم کو کتاب دینا ضرور ہوا۔ آں حضرتؐ کو اس میں کوئی شبہ نہ تھا کتاب یعنی قرآن پا چکے تھے بلکہ یہ اور لوگوں کے لیے فرمایا کہ تم اس میں شبہ نہ کرو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں جیسا کہ مجاہد و کلبی و سدی کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے محمد ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی زندگی میں موسیٰ سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ شبِ معراج میں آپؐ نے موسیٰؑ سے بیت المقدس یا آسمان میں ملاقات کی جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں نے موسیٰ سے شبِ معراج میں ملاقات کی ہے وہ بلند قامت گھنگریالے بالوں والے تھے جیسا کہ شنوءۃ کے آدمی ہوتے ہیں۔ اسی طرح بخاری نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شبِ معراج میں موسیٰ کو سرخ ڈھیر کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

بعض کہتے ہیں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جس طرح موسیٰ نے قوم سے تکلیف پائی آپ بھی پاویں گے۔ اس میں شک نہ کرنا۔ حسنؒ۔

وجعلنا منهم ائمة الخ یعنی موسیٰ کے بعد بھی ہم نے یہ سلسلہ جاری رکھا کہ ان میں سے پیشوا لوگوں کی ہدایت کے لیے قائم کیے وہ برداشت کرکے ہدایت کیے جاتے تھے۔ پھر محمدؐ کا رسول بنانا اور اس پر قرآن نازل کرنا کون سی نئی بات ہوگئی جس پر کفار اس قدر تعجب و انکار کرتے ہیں؟

ان ربك الخ موسیٰ کے بعد نبیوں کے آنے پر بھی لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا دین اور کتاب میں تحریف شروع ہوئی جس کا فیصلہ ہم کر دیں گے کہ کون حق پر تھا؟ کون ناحق پر؟ اس جملہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ضرورت کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰؑ اور ان کے بعد کے انبیاء کے طریقے میں اختلاف پڑ جانے کے سبب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلاح کے لیے نبی کرکے بھیجا گیا۔

اولم یهد لهم یہاں سے اپنی قدرتِ کاملہ اور دنیا کے بے ثبات ہونے پر دو دلیلیں پیش کرکے یوم الفتح کے آنے کا وعدہ دیتا ہے اور حضرتؐ کو اس دن کے انتظار کا متوقع کرکے سورت کو تمام کرتا ہے۔

اوّل تو یہی دلیل ہے کہ وہ اپنے سے پہلوں کے مکانات شکستہ پر سے گزرتے ہیں جو عبرت کا نمونہ ہیں پھر کیا اس سے ان کو ہدایت نہیں ہوتی، غور نہیں کرتے کہ ان کے بنانے والے کون تھے، کہاں گئے، ان کے دل میں کیا کیا امیدیں ہوں گی؟ اسی طرح ایک دن تمہارے لیے ہے۔

دوسری دلیل اولم یروا کہ خشک زمین کو نہیں دیکھتے کہ اس کو ہم پانی سے کس طرح شاداب کرتے ہیں ان کے اور ان کے چارپایوں کی روزی پیدا کرتے ہیں اناج گھاس۔ پھر کیا ہم بارِ دیگر پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ پہلی دلیل میں افناء دوسری میں ایجاد کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی دلیل کے بعد افلا یسمعون فرمایا تھا کس لیے کہ گزشتہ لوگوں کا حال سننے سے علاقہ رکھتا ہے۔ دوسری کے اخیر میں افلا یبصرون کس لیے کہ زمین کا خشک ہونے کے بعد شاداب دیکھنا بصارت سے متعلق ہے۔ اہلِ اسلام ان کے انکار پر ایسے بلاؤں کا آنا ایک دن پر محمول کرتے تھے جس پر کفار نے پوچھا متٰی هٰذا الفتح کہ وہ فیصلہ کا دن کب ہے؟ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ (مجاہد، قتادہ)

۱؎ فراء و قتیبی کہتے ہیں فتح مکہ۔ سدی کہتے ہیں بدر کا دن ۱۲ منہ

یوم الفتح جواب دیتا ہے کہ اس کی تعیین دریافت کرنے سے تم کو کیا فائدہ؟ اگر یہ غرض ہے کہ اس دن ایمان لے آویں گے تو اس دن ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ نہ ان کو مہلت ملے گی۔ پس اے نبی ان سے کنارہ کرو بحث نہ کرو اور منتظر رہو وہ بھی منتظر ہیں۔

سورۃ احزاب

مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ

اے نبی اللہ سے ڈرا کرو اور کافروں

الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا البتہ اللہ جو ہے

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا

سو خبردار حکیم ہے اور جو کچھ تم پر

يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تمہارے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہو اسی پر چلا کرو البتہ اللہ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۲﴾ وَّ

جانتا ہے جو کچھ کہ تم کیا کرتے ہو اور

تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ ہی کارسازی

وَكِيْلًا ﴿۳﴾

کے لیے بس ہے

ترکیب

من ربک متعلق بہ یوحی وکیلا تمیز للکفی بااللہ فاعلہ والباء زائدۃ۔

تفسیر

احزاب جمع حزب کی جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔ اس سورت میں ان جماعتوں کا بھی تذکرہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ پر چڑھ کر آئی تھیں اور چاروں طرف سے مدینہ طیبہ کو گھیر لیا تھا جس کی مدافعت کے لیے حضرتؐ نے شہر کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا تھا۔ اس واقعہ کو غزوۂ خندق کہتے ہیں جو شوال کے مہینے میں اُحد کی لڑائی کے ایک برس بعد ہجرت کے پانچویں سال میں واقع ہوا تھا۔ اس لیے اس سورت کا نام سورۃ احزاب ہو گیا۔

یہ سورت بقول ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ بعض روایتوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ اس سورت میں سے بعض آیات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منسوخ التلاوت ہوگئی ہیں۔ گو اس سے بھی قرآن مجید پر تحریف کا الزام قائم نہیں ہو سکتا۔ کس لیے کہ تحریف جب ہوتی ہے کہ جب آپؐ کے بعد قرآن میں کمی کی جاتی یا آپؐ کے بغیر اجازت۔ اور جب کہ منزل قرآن ہی نے کسی قدر اجزاء کو کسی حکمت سے کم کر دیا تو پھر کسی کو کیا مجال گفتگو ہے۔ اس بحث کو ہم تعریف القرآن جواب تحریف القرآن میں خوب بیان کر چکے ہیں۔ مگر ابو مسلم وغیرہ محققین اس کے سرے سے قائل ہی نہیں وہ ان آیات منسوخ التلاوت کو قرآنی آیات نہیں کہتے بلکہ وہ جملے بطور تفسیر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھے تھے جس کو لوگوں نے آیت سمجھ کر اپنے مصاحف میں لکھ لیا مگر جب قرآن اصلی حالت پر لکھوایا گیا عرضہ اخیرہ کے مطابق اس میں درج نہ ہونے دیا۔

سورۂ سجدہ کے اخیر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار کا حکم دیا گیا تھا اور نصرت کا وعدہ بھی تھا ایسی حالت میں کچھ عجب نہیں کہ کفار و منافقین نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اطاعت پر آمادہ کرنا چاہا ہو کہ آپ فلاں فلاں باتیں مان لیں تو ہم آپ کے دین میں آجاتے ہیں ورنہ ہم آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو ستاتے ہیں گے۔ گو آپ سے یہ بات متوقع نہ تھی مگر ایسی خطرناک حالتوں میں طبیعتِ انسانی کا مائل ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ اس لیے بنظرِ احتیاط آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اول ہی آگاہ کر دیا۔

فقال یایھا النبی اے نبی! اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال عزت ہے کہ قرآن مجید میں کسی جگہ آپ کا اسمِ مبارک لے کر نہیں پکارا گیا بلکہ بہ لقب نبی یا رسول یا مزمل یا مدثر یاد فرمایا گیا۔ اتق اللہ اللہ سے ڈر کر وار کسی سے نہ ڈرو۔ اگرچہ آپ اللہ ہی سے ڈرتے تھے۔ مگر یا اس پر دوام کے لیے یا ازدیاد کے لیے یہ حکم دیا، کس لیے کہ تقویٰ کا بے نہایت میدان ہے۔ ولا تطع الکٰفرین والمنٰفقین اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا۔

واحدی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ابو سفیان و عکرمہ و ابو الاعور اور منافقوں میں سے عبداللہ بن ابی و عبداللہ ابن ابی سرح آپ سے طرح طرح کی باتیں دھمکی دے کر کہا کرتے تھے کہ ایسا کر ایسا کر۔ ان کا کہنا اس لیے نہ مان کہ یہ وہ باتیں کہتے ہیں جس کو مصلحتِ الٰہی نہیں چاہتی تھی۔ ان اللہ کان علیما حکیما البتہ اللہ عالم ہے ہر بات کی ابتدا و انتہا شروع و انجام جانتا ہے۔ اس نے جو کچھ حکم دیا ہے اس میں سراسر حکمت ہے۔

پس واتبع ما یوحی الیک من ربک اللہ نے جو کچھ آپ کی طرف وحی کی ہے اسی پر چلو، اور نہایت استحکام اور صدقِ دل سے وحی کا اتباع کرو۔ کس لیے کہ ان اللہ کان بما تعملون خبیرا جو کچھ تم کرتے ہو اس کو اللہ خوب جانتا ہے اس پر کوئی بات مخفی نہیں۔ ان سرکشوں کی دھمکیوں سے نہ ڈرو وتوکل علی اللہ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ وکفی باللہ وکیلا وہ کافی ہے سب کار روائی کر دے گا کوئی دشمن تم پر غلبہ نہ پاوے گا۔

حاصل کلام، جب قومیں ورطۂ ضلالت میں غرق ہوں، اور جہالت کی تاریک اندھیریوں میں بند ہوں اس وقت خدا کے ہادی کو جو قوانینِ ملیہ و احکامِ سیاسیہ کا سرچشمہ اس کا الہام ہو بڑا مستقل رہنا چاہیے۔ لوگوں کی بے ہودہ خواہشوں کی تعمیل اور خلاف[1] ایذاء و تکلیف کی کچھ بھی پروا نہ کرنا چاہیے۔ قرآن نے لوگوں کو ہمیشہ کے لیے کیا عمدہ قانون بتلا دیا ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ
اور اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل
فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ
نہیں بنائے اور نہ اللہ نے تمہاری ان بیویوں کو
الّٰٓئِيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ
کہ جن سے تم ظہار کر بیٹھتے ہو تمہاری ماں بنایا ہے
وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ
اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا بنایا ہے
ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ
یہ تمہارے منہ کی بات ہے
وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي
اور اللہ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ

[1] یعنی کلام بھی اور خطاب بھی ہے، لوگوں کو کہا جاتا ہے ۱۲ منہ

السَّبِيلَ ④ اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ
بتاتا ہے　ان کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو　یہ
أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا
اللہ کے نزدیک بہتر ہے　اگر تم کو ان کے باپ
آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَ
معلوم نہ ہوں　تو وہ تمہارے دینی بھائی　اور
مَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
رفیق ہیں　اور　بھول چوک میں　تم پر
فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ
کچھ گناہ　بھی نہیں　ہاں دل سے قصد کر کے کئے ہیں
قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ⑤
(گناہ ہے)　اور اللہ جو ہے تو معاف کرنے والا مہربان ہے

تفسیر

کسی کے دو دل نہیں

پہلے فرمایا تھا کہ خلوص کے ساتھ وحی کا اتباع کرو۔ اب ماجعل اللہ الخ سے یہ بات بتلاتا ہے کہ مقتضائے خلوص یہی ہے کہ ایک طرف کا ہو جائے۔ دو دلی اچھی نہیں۔ اس دو دلی کو اس جملہ میں رد کیا۔ دو دلی یا دو رنگی کے باطل کرنے کے لیے یہ جملہ ضرب المثل ہے۔ محاورۂ عرب میں اس محل پر یہی جملہ بولا کرتے ہیں کہ اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے ہیں۔ دل ایک ہی ہوتا ہے اب اس میں محبت واطاعت بھر لو یا بغض و نافرمانی۔ یہ نفاق کی قطع و برید کے لیے بڑا پُر اثر جملہ ہے۔ عرب کے شاطر و فہیم تفاخراً یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ ہمارے دو دل ہیں اور اسی لیے جمیل ابن معمر کا یہ لقب ہو گیا تھا۔ اسی چالاکی پر مدینہ کے منافق دو طرفہ باتیں کیا کرتے تھے۔

ظہار

اس کے بعد اسی پر متفرع کر کے دو باتیں اور ارشاد فرماتا ہے جو احکام آئندہ کے لیے تمہید ہیں اور جن سے مخالفوں کے طعن اٹھانے منظور ہیں۔

اول وماجعل ازواجکم الخ کہ تم جن بیویوں کو غصہ میں ماں کہہ بیٹھتے ہو وہ تمہاری مائیں نہیں بن جاتیں۔ جاہلیت میں عرب کا دستور تھا کہ وہ خفا ہو کر بیوی کو کہہ دیتے تھے انت کظہر امی۔ تو مجھ پر اس طرح حرام ہے کہ جیسے میری ماں کی ظہر یعنی پشت مجھ پر حرام ہے۔ پشت کے نام سے کنایہ سترِ خاص کی طرف ہوتا تھا، مگر شرم و تہذیب کے سبب سترِ خاص کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ یہ جاہلیت میں طلاق سمجھی جاتی تھی۔ اسلام میں ایسی تشبیہات کو ظہار کہتے ہیں۔ اس کا حکم مفصل سورۂ مجادلہ میں آوے گا۔

اسلام میں متبنّیٰ کوئی چیز نہیں

دوسری بات وماجعل ادعیاءکم ابناءکم کہ جن کو تم خوشی میں بیٹا کہہ لیتے ہو وہ درحقیقت تمہارے بیٹے نہیں بن جاتے۔ جس طرح وہ غصہ کی بات بیوی کو ماں نہیں کر دیتی اسی طرح خوشی کی بات کہ کسی کو بیٹا کہہ لو یا بیٹا بنا لو غیر کو بیٹا نہیں بنا دیتی۔

جاہلیت میں دستور تھا کہ کوئی کسی کو بیٹا بنا لیتا تھا یعنی متبنّیٰ کر لیتا تھا جس طرح کہ ہنود گود لے لیتے ہیں پھر وہ شخص اصلی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور اسی کی میراث بھی پاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وحی سے پہلے زید بن حارثہ کلبی کو بیٹا کر لیا تھا۔ لوگ اس کو زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے ابن عمرؓ سے کہ ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن میں آگیا ادعوھم

لاٰبائھم انتہٰی تب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کہہ دیا کہ تو زید بن حارثہ بن شراحیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس الحاق اور اس نسبتِ جاہلیت کو بھی رد کر دیا اب اسلام میں متبنیٰ بنانا کوئی چیز نہیں رہا۔

ذٰلکم قولکم بأفواھکم یہ صرف تمہاری منہ کی باتیں ہیں عند اللہ ان کی کچھ بھی اصل نہیں نہ کسی کے لیے دو دل ہیں نہ کوئی بیوی کسی کی ماں ہے نہ کوئی غیر کا بیٹا بیٹا ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل سچی بات اللہ کہتا ہے اور وہی سیدھا رستہ بتاتا ہے نہ وہ کہ جو تم کہتے ہو۔

تیسری بات کی بابت سیدھا رستہ بتانے کے لیے یہ حکم دیتا ہے ادعوھم لاٰبائھم الخ کہ ان کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو یہ اللہ کے نزدیک بہتر اور انصاف کی بات ہے۔ اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو بھائی یا مولیٰ فلاں کہہ کے پکارو۔ قال الزجاج موالیکم اے اولیاءکم فی الدین۔ اور بعض کہتے ہیں اگر آزاد ہے اور اس کے باپ کا نام معلوم نہیں تو بھائی کہہ کے پکارو اور اگر غلام ہے تو مولیٰ فلاں اس کے آقا کے نام سے پکارو۔ موالی مولیٰ کی جمع ہے جو ولاء سے مشتق ہے جس کے معنی قرابت اور نزدیکی کے ہیں۔ قرابت نسبی کے علاوہ اسلام میں قرابتِ حسبی بھی معتبر ہے۔ پھر اس کی دو قسم ہیں۔

ایک مولاۃ و مواخات کہ باہم دو شخصوں کا ایسا عقد دوستی مستحکم ہو جاوے کہ ایک دوسرے کے نیک و بد میں شریک ہونا لازمی سمجھے۔ ابتدا اسلام میں اس سے وراثت بھی دلائی جاتی تھی۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اسی طرح سے ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیتے تھے جو ایک دوسرے کے رنج و راحت کا شریک ہوتا تھا۔ خصوصاً پردیسیوں کے لیے اس سے بڑا فائدہ تھا۔ اب بھی گو توریث نہ ہو مگر اس قسم کی مولاۃ بڑی عمدہ بات ہے اور اسی طرح قبائل عرب میں مولاۃ ہوا کرتی تھی۔ خصوصاً پردیسی اور غیر برادری کے لوگ کسی قبیلے کے ساتھ ایسی برادری قائم کر کے بڑی عافیت سے زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ وہ شخص انہیں کی طرف منسوب ہوا کرتا تھا کہتے تھے مولیٰ فلاں۔

دوسری ولاء عتاقت کہ جو کوئی کسی کو آزاد کرتا تھا تو آزاد کر وہ اسی کی طرف منسوب ہوتا تھا اس کو بھی مولیٰ فلاں کہتے تھے اسی طرح جو کوئی کسی کے ہاتھ پر اسلام لاتا تھا، وہ بھی اسی کی طرف منسوب ہوتا تھا اس کو بھی مولیٰ فلاں کہتے تھے۔ امام ابو حنیفہ وغیرہ عجمی لوگوں کے بزرگ جب اسلام لائے اپنے مرشدوں کے مولیٰ کہلائے جس کو بعض نے غلطی سے غلام ہونا سمجھ لیا۔ حاصل کلام یہ کہ جس قسم کی مولاۃ پائی جائے تو جس کے حق میں وہ مولاۃ ثابت ہو اس کی طرف منسوب کرو یہ بات عرب میں تحقیر کا سبب نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ اس قسم کا انتساب باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ ہاں اس اخیر زمانے میں جب کہ اسلام دور دراز ملکوں میں پھیل گیا اور بزرگوں کی طرف موالات کا انتساب چلا آتا تھا وہ نسب کی طرف رجوع کر گیا۔ پچھلوں نے اپنے آپ کو انہیں کی اولاد مشہور کر دیا۔ سیکڑوں سید سیکڑوں صدیقی سیکڑوں فاروقی ہزاروں عثمانی ہندستان میں اسی قسم کے ملیں گے۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی غیر باپ کو باپ جان کر بناوے تو کافر ہے اور اسی وجہ سے طعن فی الانساب کا دستور آج ہندستان میں ہو گیا اور نئی قومیں جو اسلام میں داخل ہوتی ہیں خواہ وہ جاہلیت میں شریف ہی کیوں نہ ہوں ان کو یہ نالائق طعن کرنے لگے جو اسلام کے لیے ایک دھبہ بن گیا۔ فرماتا ہے لیس علیکم جناح اگر غلطی سے تمہارے منہ سے نکل جائے

اور غیر کی طرف اس کو منسوب کر دیا جائے تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ہاں عمداً کرو گے تو گنہگار ہو گے وکان اللّٰہ غفوراً رحیماً۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
نبی ایمان داروں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ
أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۗ
اقرب ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں
وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ
اور اہل قرابت آپس میں اللہ کی کتاب
بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ
میں ایک دوسرے کے حق دار ہیں
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَن
ایمان داروں اور ہجرت کرنے والوں کو مگر یہ کہ
تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا ۚ
تم اپنے رفیقوں[1] سے (کچھ) احسان کرو
كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ⑥
یہ کتاب میں لکھا جا چکا۔

تفسیر

چونکہ اخوت فی الدین اور ولایت کا ذکر تھا اور ضمناً زید بن حارثہ کا بیٹا ہونا بھی باطل کر دیا تھا جس سے وہم گزرتا تھا کہ نبی کو اب کسی امتی سے کوئی تعلق نہیں رہا اس لیے اس آیت النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم میں نبی کا رشتہ بتلا کر اس وہم کو دفع کر دیا گیا کہ نبی کا رشتۂ قرابت مسلمانوں کے لیے ان کی ذات سے بھی زیادہ ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ایک مومن کے لیے میں سب سے زیادہ ولی ہوں دنیا اور آخرت میں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ دیکھو النبی اولیٰ الخ الآیۃ جو کوئی مسلمان مال چھوڑ کر مرے تو اس کو اس کے قرابت دار لیویں جو کوئی ہوں، اگر قرض چھوڑے یا عیال چھوڑے تو میرے پاس قرض خواہ آوے کہ میں اس کا متولی اور کارکن اور متکفل ہوں۔ اور اسی طرح اس کو بخاری نے باب استقراض میں روایت کیا ہے اور اسی کے معنی میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اور امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کی قرأت میں اس کے بعد وھو اب لھم بھی آیا ہے کہ نبی مسلمانوں کا باپ ہے۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ہر نبی امت کا باپ ہے اور اسی لیے سب اہل ایمان بھائی ہیں ایک روحانی باپ کے بیٹے۔ آگے جو آئے گا ما کان محمد ابا احد من رجالکم الآیۃ کہ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں تو وہ اس کے مخالف نہیں ہے کس لیے کہ یہاں باپ ہونے سے اور اسی طرح حضرتؐ کی بیویوں کے ماں ہونے سے روحانی ماں باپ ہونا مراد ہے اور اس آیت میں جو باپ ہونے کا انکار ہے تو جسمانی باپ ہونے کا انکار ہے جس کو عرف میں باپ کہتے ہیں۔

اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ نبی روحانی باپ ہے عرفی باپ کے سبب دنیا کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور اس باپ کے طفیل کہ جس پر سیکڑوں ماں باپ کو قربان کر دیا جائے حیاتِ ابدی نصیب ہوتی ہے۔ پس عرفی باپ کا جس قدر ادب اور اس کی اطاعت فرض ہے اس سے لاکھ درجے بڑھ کر اس روحانی باپ کی اطاعت و محبت فرض ہے اور ہر طرح سے ادب واجب ہے۔ خود قرآن مجید میں ہے فلا وربک لا کہ تیرے رب کی قسم وہ ایمان دار

[1] اولیاء کا ترجمہ ہے جو بمعنی محب ہے ۱۲ منہ

نہ ہوں گے جب تک کہ دل سے تیرے فیصلہ کو تسلیم نہ کریں گے۔

صحیح میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخدا تم میں سے کوئی بھی مؤمن نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان اور مال اولاد سب لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوں اور روحانی باپ کی جب تک اس قدر محبت نہ ہوگی کبھی سعادت نصیب نہ ہوگی۔ اس محبت سے مؤمن اس کے مقابلہ میں ماں باپ امیر غریب کسی کی پروا نہیں کرتا۔ نفسی فداک یا محمد صلی اللہ علیک وسلم۔ باوجود اس نص قطعی آجانے کے آں حضرت فداہ امی وابی کو بڑے بھائی سے تشبیہ دینا گستاخی و بد نصیبی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

وازواجہ امھٰتھم اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی ماں ہیں۔ یعنی جس طرح ماں کا ادب اور تعظیم واجب ہے اسی طرح ان کا بھی اور جس طرح ماں سے نکاح حرام ہے ان سے بھی۔ مگر اس میں نبی کی بیویوں کی بیٹیاں شامل نہیں کس لیے کہ ان سے نکاح درست ہے۔ حیف ہے ان لوگوں پر کہ جو حضرت کی بیوی عائشہ صدیقہؓ سے گستاخی کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرتؐ کی اولاد اور خاندان کی محبت و تعظیم لازم ہے۔

واولوا الارحام الخ ابن عباسؓ و سعید بن جبیرؓ وغیرہ سلف سے خلف تک یہ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جب کہ لوگ ہجرت کرکے مدینہ میں آتے تھے ان کے خویش و اقارب کفر کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے تو مہاجرین و انصار میں ایک دوسرے کا اسلام و ہجرت اور باہمی بھائی چارہ کی وجہ سے وارث قرار دیا جاتا تھا۔ پھر جب لوگوں کے اقارب بھی اسلام میں داخل ہوگئے تو یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہوگیا۔ اس آیت میں صاف حکم ہوگیا کہ ایمان دار و مہاجر اقارب زیادہ تر ولی ہیں اور مہاجروں ایمان داروں سے کہ جن سے مواخاۃ قائم ہوئی تھی یہی وارث ہوں گے۔

الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفا اس کا مضائقہ نہیں کہ تم اپنے ان انصار و مہاجرین بھائیوں سے اور کوئی نیکی کرو ہمدردی محبت اور مرتے وقت وصیت کر جاؤ۔

کان ذلک الخ یہ حکم اس کتاب ازل میں مندرج ہوچکا جو کبھی نہ بدلے نہ متغیر ہو۔ یعنی کتاب قضا و قدر میں۔

ابحاث

اوّل۔ من قلبین مفعول لجعل ومن زائدۃ۔ فی جوفہ متعلق بجعل او صفۃ لقلبین۔ لرجل متعلق بجعل او مفعول[لہ] اول ویمکن ان یکون المعنی ماجمع قلبین فی جوف رجل۔ ازواجکم موصوف الّٰئی جمع التی، والاصل اثبات الیاء ویجوز حذفہا اجتزاءً بالکسرۃ تظھرون مضارع ظاہر وقرئ مضارع تظاہر والاصل تتظاہرون وقرئ تظھرون والاصل تتظھرون فادغمت التاء الثانیۃ فی الظاء بعد ابدالہا ظاء والجملۃ مع الموصول والصلۃ صفۃ لازواجکم وہی مفعول اول لجعل امھٰتکم مفعول ثان۔ وکذا ادعیاءکم مفعول اول وابناءکم مفعول ثان۔ ادعیاء جمع دعی فعیل بمعنی مفعول من الدعوۃ بالکسر فی القاموس الدعوۃ بالکسر الادعاء بالنسب وہذا الجمع علی خلاف القیاس لان القیاس ان یکون جمع الفعیل المعتل اللام اذا کان بمعنی فاعل افعلاء کتقی واتقیاء وغنی واغنیاء۔ وہہنا وان کان فعیل معتل اللام لان اصلہ دعیو فادغم لکنہ لیس بمعنی فاعل بل انہ بمعنی مفعول فکان القیاس جمعہ علی فعلی کقتیل وقتلی وجریح وجرحی ومریض ومرضی۔ فکانہ شبہ بفعیل بمعنی فاعل فجاء جمعہ شذوذا علی افعلاء کاسیر واساری کذا قیل ہو

[لہ] اے ماجعل اللہ لرجل من قلبین ۱۲ منہ

اقسط الضمیر لمصدر ادعوا فاخی انکم بالرفع اے فہم اخوانکم وبالنصب اے فادعوہم اخوانکم ولٰکن ماما فی موضع جر عطفا علی ما ویمکن ان یکون فی موضع رفع علی الابتداء والخبر محذوف بعضہم یجوز ان یکون بدلا وان یکون مبتدا فی کتٰب اللہ یتعلق ب اولٰی وافعل یعمل فی الجار والمجرور ویجوز ان یکون حالا والعامل فیہ معنی اولیٰ من المؤمنین والمھٰجرین یجوز ان یکون متصلا باولوا الارحام فینتصب علی التبیین اے اعنی فیکون المعنی واولوا الارحام من المؤمنین والمہاجرین اولیٰ بالمیراث من الاجانب ویجوز ان یکون صلۃ لاولیٰ فیکون المعنی اولوا الارحام بحق القرابۃ اولٰے بالمیراث من المؤمنین والمہاجرین بحق الدین والہجرۃ۔ الا ان تفعلوا استثناء اما متصل من اعم العام والتقدیر اولیٰ ببعض فی کل شیٔ من الارث وغیرہ الا فی فعل المعروف من صدقۃ او وصیۃ فان ذٰلک جائز للاولیاء۔ واما منقطع و التقدیر لٰکن فعل المعروف للاولیاء لاباس بہ۔

دوم۔ ان آیات میں علاوہ کمال بلاغت و فصاحت کے امور سیاسیہ واسرار حکمت کی نہایت رعایت کی گئی ہے۔

اوّل یہ کہ امور قدرت میں عادت اللہ کو کس محل پر بیان فرمایا کہ وہ ایک ظرف میں دو دل نہیں بناتا۔ کس لیے کہ قلب معدن ہے رُوح حیوانی کا جو نفس انسانی سے سب سے اول متعلق ہوتی ہے اور منبع ہے تمام قویٰ کا۔ اگر جسم میں دو دل ہوں تو تناقض پیدا ہوجاوے۔ کیوں کہ اگر ایک کو ان سب باتوں کے لیے کار آمد قرار دیں گے تو دوسرا بے کار رہجاویگا۔ انسان قدرت الٰہیہ کا آئینہ ہے اس میں ایسی چیز کا بے کار رہنا حکیم مطلق کی حکمت کے خلاف ہے۔

دوم یہ کہ قدرتی باتوں کے علاوہ عادی اور عرفی باتوں میں بھی اس نے اپنے ہی قانون قدرت کو غالب رکھا ہے۔ انسان کے نام بدل دینے سے امور واقعیہ کی حقیقت نہیں بدل سکتی، اس کی نظیر میں دو باتیں پیش کیں۔ بیوی کو ماں کہنے سے ماں نہیں ہوجاتی۔ غیر کا بیٹا بیٹا کہنے سے اپنا بیٹا نہیں ہوجاتا۔ اس کے بعد بول چال میں ادب کی تعلیم فرمائی۔ واقعات کا لحاظ رکھکر اور محبت کا برتاوا بتلایا کہ یہ کہکر پکارو اور اس میں بنی آدم کے باہمی سچے رابطے بھی بیان کردیے وہ کیا؟ دینی برادری، قرابت نسبی، موالاۃ، مواخاۃ۔ پھر امت سے رسول کو جو رابطہ ہے وہ بتلایا کہ وہ دینی باپ ہے تمہارے حال پر عرفی باپ سے زیادہ مہربان ہے نہ صرف وہی بلکہ اس کی بیویاں بھی تم پر تمہاری ماؤں سے زیادہ شفیق ہیں۔ یعنی اس کا پاک خاندان بھی امت کے لیے رحمت الٰہی ہے۔ ان کی ذات بابرکات سے بھی بے شمار فوائد امت کو پہنچتے ہیں۔ اور اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کو نوحؑ کی کشتی سے تشبیہ دی ہے امت کو ان سے محبت و ادب ہی کرنا واجب نہیں بلکہ ان کے طریقے کی بھی پیروی کا بھی، واللہ اعلم۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ
اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے نبیوں سے عہد لیا

وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَ
اور آپ سے اور نوح اور ابراہیم اور

مُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ
موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے بھی اور

أَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ⑦
ان سے ہم نے پکا عہد لیا تھا

لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ
تاکہ (قیامت کے دن اللہ) سچوں سے ان کے سچ کی بابت پوچھے

ع ۸ / ۱۷

وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٨﴾

اور کافروں کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔

ترکیب

واذ مقدر باذکر میثاقهم مفعول لاخذنا و من النبیین متعلق بہ و منک معطوف علی النبیین عطف الخاص علی العام ومن نوح وکذا ما بعدہ عطف علی منک باعادۃ الجار لیصح العطف علی الضمیر المتصل و اخذنا منهم الخ الجملۃ معطوف علی الجملۃ السابقۃ لبیان ہذا الوصف واعد عطف علی اخذنا او علی ما دل علیہ لیسئل کانہ قال فاثاب المؤمنین واعد للکفرین بیضاوی۔

تفسیر

اتباع وحی کے حکم کو اول ماجعل اللہ لرجل من قلبین سے مؤکد کیا تھا کہ دل ایک ہے دو نہیں جو دو طرف لگاؤ۔ پس خاص اللہ ہی کی طرف لگانا چاہیے۔ اب اسی حکم کو واذ اخذنا من النبیین میثاقهم سے مؤکد کرتا ہے کہ تم کو وحی کا اتباع کرنا پر ضرور ہے کس لیے کہ تم اے محمد اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے سب نبیوں سے عہد لیا خصوصاً آپؐ سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰ بن مریم سے، اور عہد بھی کیسا بڑا مستحکم عہد لیا۔

اب گفتگو اس میں ہے کہ وہ کیا عہد تھا اور کب لیا تھا۔ دوسری بات کی بابت ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے اور انہوں نے ابو العالیہ سے اور انہوں نے اُبی بن کعب سے یوں نقل کیا ہے کہ یہ عہد اس وقت لیا تھا کہ جب روزِ میثاق میں لوگوں کو آدم کی پشت سے باہر نکالا تھا اور تمام بنی آدم سے عہد لیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے واذ اخذ ربک من بنی آدم الآیۃ۔ اور وہاں انبیاء سے بالخصوص عہد موثق لیا تھا۔ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ اور جگہ بھی اس عہد کا ذکر آیا ہے کما قال اللہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشہدوا وانا معکم من الشہدین۔ مگر بعض علما کہتے ہیں کہ یہ عہد انبیاء سے دنیا میں رسول بنا کر بھیجے جانے کے بعد لیا تھا۔

اول بات کی بابت مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ انبیاء سے جو عہد لیا گیا تھا وہ اس بات کا تھا کہ دین الٰہی کو قائم رکھیں احکام الٰہی لوگوں کو سناویں، خدا تعالیٰ کی رضامندی ہر بات میں مقدم رکھیں اور باہم اتفاق رکھیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

واخذنا منهم میثاقا غلیظا یہ دوسرا جملہ کوئی جدا جملہ نہیں کہ جس سے دوسرا عہد سمجھا جاوے بلکہ یہ پہلے جملہ کی تاکید اور اس کا بیان ہے کہ وہ عہد ایسا ویسا نہیں بلکہ بڑا سخت عہد لیا تھا۔ نبی کو جب اسرارِ غیب کا رازدار بنایا جاتا ہے تو اس سے اس قسم کا سخت عہد بھی لیا جاتا ہے۔

ف اول تو جمیع انبیاء کا ذکر عام طور سے کیا کہ ہم نے ان سے عہد لیا تھا۔ پھر ان میں سے پانچ نبیوں کا نام لیا جو بڑے اولوالعزم اور صاحب شریعت تھے اگرچہ دنیا میں حضرتؐ کا ظہور سب نبیوں کے بعد ہو کر آپؐ ہی پر سلسلۂ نبوت تمام کر دیا گیا مگر آپؐ عالم ازلی میں سب سے پہلے نبی ہیں۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی شرح میں فرمایا ہے کہ میں سب نبیوں سے پیدا ہونے میں اول ہوں اور بھیجے

جانے میں سب سے اخیر ہوں اس لیے سب سے اول اللہ نے میرا ذکر کیا۔ اس روایت کے سلسلے میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے مگر اس کی مؤید اور بہت سی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

لیسئل الصّٰدقین عن صدقہم اس عہد لینے کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ یہ اس لیے لیا گیا کہ قیامت کے دن انبیاء سے سوال کرے جو اپنے عہد کے پورا کرنے میں صادق تھے کہ تم نے اپنے کام کو پورا اور عہد کو سچا کر دیا لوگوں کو احکام پہنچائے ؟ وہ کہیں گے ہاں۔ اس سے منکرین کو الزام دینا مقصود ہوگا۔ اور ممکن ہے صادقین سے انبیاء کی تصدیق کرنے والے لوگ مراد ہوں کیوں کہ صادق کا مصدق بھی صادق ہے اور مؤمنین بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ جنہوں نے دنیا میں اپنا عہد سچا کر دیا۔ اور منکروں کو دردناک عذاب ہوگا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ

ایمان والو! اللہ کے احسان کو یاد کرو

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ

جو تم پر ہوا جب کہ تم پر لشکر چڑھ آیا

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا

پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسا لشکر بھیجا کہ

لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

جس کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے اور جو کچھ تم کرتے تھے اللہ

بَصِيْرًا ۝٩ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ

دیکھ رہا تھا جب کہ وہ لوگ تم پر تمہارے اوپر کی جانب

وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ

اور نیچے کی جانب سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں

الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ

پتھرا گئی تھیں اور دل گلوں تک پہنچ

الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝١٠

گئے تھے اور اللہ سے تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا

اس موقع میں ایمان دار آزمائے گئے اور سخت

زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝١١ وَاِذْ يَقُوْلُ

ہلا دیے گئے اور جب کہ

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

منافق اور جن کے دلوں میں شک تھا

مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ

کہنے لگے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو ہم سے وعدہ

اِلَّا غُرُوْرًا ۝١٢

کیا تھا صرف دھوکا ہی تھا

ترکیب

علیکم صفت لنعمۃ اللہ۔ اذ جاءتکم ہو مثل اذ کنتم اعداء وقد ذکر فی آل عمران اذ جاءوکم بدل من اذ الاولی وجنود معطوف علی ریحا لم تروها صفۃ الجنود الظنونا بالالف فی المصاحف ووجہہ انہ راس آیۃ فشبہ باواخر الآیات ویقرء بغیر الالف علی الاصل۔

تفسیر

یاایہا الذین آمنوا یہاں سے اپنی اطاعت کی ترغیب دیتا ہے اپنا احسان اور فضل یاد دلا کر کہ اے ایمان دارو! اس وقت کو یاد کرو جب کہ تمہارے اوپر لشکر چڑھ آئے اور تمہاری سخت حالت ہوگئی تھی ہم نے ان کو ہزیمت دے کر

تم سے ٹال دیا۔

غزوۂ خندق کا واقعہ

یہ غزوۂ خندق کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو موافق قولِ صحیح[1] کے شوال کے مہینے میں ہجرت کے پانچویں سال واقع ہوا تھا۔ اور اس کا باعث یہ ہوا تھا کہ مدینہ کے پاس یہود کا ایک قبیلہ بنی النضیر رہتا تھا۔ ان کی بدعہدی اور شرارت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہاں سے نکال دیا تھا۔ ان میں سے بہت لوگ خیبر[2] جا رہے تھے ان لوگوں میں سے سلام بن ابی الحقیق و سلام بن مشکم و کنانہ ابن الربیع مکہ میں آئے اور قریش کو حضرتؐ کے اوپر چڑھائی کے لیے آمادہ کیا اور ان کی مدد کا وعدہ کیا پھر وہاں سے نکل کر غطفان[3] کے قبیلہ کو بہکایا۔ یہ لوگ اول ہی سے حضرتؐ سے بھرے بیٹھے تھے۔ لڑائی کے لیے آمادہ ہو کر۔ قریش کے سپہ سالار ابو سفیان صخر بن حرب اور غطفان کا عیینہ بن حصن تھا۔ سب کا مجمع قریب دس ہزار کے تھا۔ جب حضرتؐ کو خبر ہوئی کہ یہ لوگ آتے ہیں تو سلمان فارسی کے مشورہ سے مدینہ کے شرقی جانب میں خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودنے میں لوگوں نے بہت سے معجزات اور آیات بینات کا مشاہدہ کیا۔ پس مخالفین میں سے کچھ تو مدینہ سے شرقی جانب میں احد پہاڑ کے قریب اُترے اور کچھ مدینہ سے بلندی کے رُخ اُتر پڑے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اذ جاءکم من فوقکم۔ واذ جاءوکم من فی تحتکم۔ مدینہ کے ایک رخ بلند سطح ہے ایک رُخ نشیب ہے۔ بلند سطح پر اُترنے سے مراد اوپر سے آنا ہے و من اسفل منکم سے مراد نشیب کی سطح میں اترنا ہے۔ مدینہ کے لوگ چاروں طرف سے محاصرہ میں آ گئے ہر طرح کی تکلیف اور ہر وقت کے خوف سے لوگوں کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جس کو اللہ تعالیٰ ان آیات میں بیان فرماتا ہے۔

واذ زاغت الابصار کہ آنکھیں پتھرا گئی تھیں جیسا کہ ڈر کے وقت ہوا کرتا ہے۔ وبلغت[4] القلوب الحناجر اور دل گلوں تک آپہنچ گئے تھے۔ یہ ایک محاورۂ عرب کی بات ہے۔ بشدتِ خوف کے وقت یہ کہا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں ناک میں دم آگیا تھا۔ یا کہا کرتے ہیں دل باہر نکل پڑے تھے۔ کلیجہ پانی ہو گیا تھا۔ اس پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے۔

وتظنون باللہ الظنونا اور تم اللہ سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے پس سچے ایمان دار تو یہی کہتے تھے ھٰذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ضرور اسلام فتح یاب ہوگا اور منافق کہتے ہیں کہ ہم مصیبت میں پڑ گئے اور برے گمان دل میں پیدا کرتے تھے۔

الغرض ایسا سخت وقت تھا کہ ھنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالا شدیدا کہ ایمان دار آزمائے گئے اور سخت زلزلہ میں پڑے پر کھرے اور مخلص نکلے۔ اور منافق لوگ کہ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا یہ

---

[1] لیکن موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کہتے ہیں چوتھے سال ہوا تھا ۱۲ ابن کثیر [2] یہ ایک پہاڑی سلسلہ میں مدینہ سے کئی منزل جنوب وشمال کے رخ ایک گڑھی ہے اور چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں باغات اور چشمے بھی ہیں ۱۲ منہ [3] عرب میں بڑا قبیلہ تھا ۱۲ منہ [4] فان الرئۃ تنتفخ من شدۃ الروع فترتفع بارتفاعہا الی راس الحنجرۃ وہی مدخل الطعام والشراب۔ بیضاوی۔ اس تقدیر پر بھی کچھ اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ سخت خوف میں پھیپھڑا پھول کر گلے تک آجاتا ہے ۱۲ منہ

کہنے لگے ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا ۔ کہ اللہ اور
اس کے رسول نے جو کچھ ہم سے وعدہ کیا تھا سب جھوٹ
تھا۔

القصہ یہ کفار قریب ایک مہینے کے محاصرہ کیے
ہوئے پڑے رہے۔ باہم کوئی صف بستہ ہو کر لڑائی
نہیں ہوئی۔ البتہ تیر باری اور سنگ باری ہوتی رہی۔
البتہ ایک بار عمرو بن عبدوُد عامری[1] چند سواروں کو لے کر
خندق سے نکل کر مسلمانوں کے قریب آ گیا تھا اس کے
مقابلہ کو علی مرتضیٰ ؓ نکلے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ آخر کار
اللہ نے فضل کیا اور آسمانی لشکر بھیجا ایک سخت آندھی
چلائی۔ اور سردی کے ایام تھے اس میں سردی بھی نہایت
تھی۔ کما قال فارسلنا علیہم ریحا اس سے وہ نہایت
پریشان ہو گئے۔ وجنودا لم تروھا اور ملائکہ کا
لشکر بھی بھیجا جو مسلمانوں کو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ آخر
سب ہراساں ہو کر بھاگے یہاں تک کہ طلیحہ بن خویلد
اسدی نے کہا محمد نے تم کو سحر میں گرفتار کر لیا۔ ہوا کے
سو گھوڑوں اور سواروں کی آہٹ ہر طرف سے معلوم
ہوتی ہے بھاگو بھاگو۔ پس سب بھاگ گئے۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ
اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت کہنے لگی کہ مدینہ
يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ
والو! تم (مقابلہ میں) ٹھہر نہ سکو گے سو ہٹ چلو
وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ
اور ان میں سے کچھ لوگ نبی سے رخصت مانگنے لگے
يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا
کہنے لگے کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں اور حالانکہ
هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا
وہ اکیلے نہ تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے
فِرَارًا ۝۱۳ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ
تھے اور اگر کسی طرف سے کوئی ان پر
مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ
گھس آتا پھر ان کو فساد کی درخواست کی جاتی
لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا
تو فساد پر آمادہ ہو جاتے اور دیر نہ کرتے مگر
يَسِيْرًا ۝۱۴ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا
بہت ہی کم حالانکہ اس سے پہلے اللہ سے
اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ
عہد بھی کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے
وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝۱۵ قُلْ
اور اللہ سے عہد کرنے کی پرسش ہوتی رہے گی کہہ دو
لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ
اگر تم موت یا قتل (کے خوف) سے بھاگو گے تو
مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا
یہ تم کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور اگر بھاگ کر بچ گئے
تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۶ قُلْ مَنْ
بھی، تو چند روز (اور دنیا میں رس بس لو گے)۔ (اے نبی ان سے کہو کہ
ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
وہ کون ہے جو تم کو اللہ سے بچا سکے
اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْۗءًا اَوْ اَرَادَ
اگر وہ تمہارے ساتھ بدی کرنا چاہے یا تم پر

[1] یہ شخص عرب میں بڑا شہ سوار اور مشہور تھا ۱۲ منہ

بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ

مہربانی کرنا چاہے (تو کون اس کو روک سکتا ہے) اور ان کو اللہ کے سوا

مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۱۷﴾

اپنے لیے کوئی نہ حمایتی ملے گا اور نہ مددگار۔

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ

البتہ اللہ جانتا ہے تم میں سے روکنے والوں کو

وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ

اور اپنے بھائی بندوں سے (یہ) کہنے والوں کو کہ ہمارے پاس چلے آؤ

وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۸﴾

اور وہ خود جنگ میں حاضر نہیں ہوتے مگر بہت ہی کم

أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ

تمہاری بخیلی سے پھر جب خوف کا وقت آجائے

رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ

تو آپ ان کو دیکھیں گے کہ آپ ہی کی طرف تکنے لگتے ہیں ان کی آنکھیں اس

أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ

شخص کی طرح پھر رہی ہیں کہ جس پر سکرات موت

مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ

طاری ہوں پھر جب خوف دور ہو جائے

سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً

تو تم سے زبان تیز کر کے لیں گے مال

عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا

کے لالچ میں یہ لوگ ایمان بھی نہیں لائے

فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ

سو اللہ نے ان کے اعمال حبط کر ڈالے اور یہ

ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿۱۹﴾

اللہ کے نزدیک آسان بات ہے۔

ترکیب

یثرب غیر منصرف للتعریف ووزن الفعل وفیہ التانیث یقولون حال او تفسیر لیستاذن۔ عورۃ اے ذات عورۃ ویقرء بکسر الواو والفعل منہ عور فہو اسم فاعل لآتوھا بالقصر جاؤھا وبالمد اعطوھا ماعندھم من القوۃ الا یسیرا لبثا یسیرا او زمانا یسیرا اے قلیلا لایولون الادبار جواب القسم لان عاھدوا بمعنی اقسموا۔ ھلم ذکر فی الانعام الا انہ ھنا متعد وہٰذا لازم اشحۃ جمع شحیح بمعنی بخیل ونصبہا علی الحال من فاعل یاتون او المعوقین او علی الذم و اشحۃ الثانی حال من الضمیر فی سلقوکم ینظرون حال لان رایتھم بمعنی ابصرتہم تدور حال من فاعل ینظرون۔

تفسیر

ان آیات میں خدا تعالیٰ منافقوں کے ظنونِ فاسدہ اور اقوالِ کاذبہ کو نقل کرتا ہے جو اس حادثہ میں بجائے صبر و استقلال کے ان سے ظہور میں آئے اور اس واقعہ میں ان کی لاف زنی کا امتحان ہو گیا۔ تاکہ وقتِ مصائب اہلِ اسلام ایسے خیالاتِ فاسدہ دل میں نہ لائیں۔ آیات میں کوئی بات چنداں تفسیر کرنے کے لائق نہیں صاف ہیں۔

واذ قالت طائفۃ منھم یعنی منافقوں کی ایک جماعت نے یہ کہا۔ مقاتل کہتے ہیں وہ بنی سالم کے منافق تھے۔ سدی کہتے ہیں عبداللہ بن ابی اور اس کے یاروں نے کہا تھا۔ بعض کہتے ہیں ابن قیظی اور اس کے دوستوں نے کہا تھا کہ یا اہل یثرب لا مقام لکم کہ اے مدینہ والو تمہارے لیے یہاں ٹھیرنے کی جگہ نہیں یا تم دشمن کے مقابلہ میں ٹھیر نہیں سکتے، میدانِ جنگ چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چلو۔ یا تم دینِ اسلام پر قائم نہیں رہ سکتے، دین چھوڑ کر کفر کی

طرف رجوع کرو کہ دشمنوں سے پناہ پاؤ۔

یثرب۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں یثرب زمین کے ایک قطعہ کا نام ہے، اور مدینہ اس کے ایک گوشہ میں آباد ہے بعض کہتے ہیں خاص مدینہ کا پہلا نام یثرب ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہمانے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا مجھے ایسے شہر میں رہنے کا حکم ہوا جو اور شہروں کو کھا جاوے اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے، الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ یثرب مدینہ ہے۔ اور آپؐ نے پھر یثرب نام لینے سے منع کیا جیسا کہ امام احمد نے روایت کیا ہے تو اس لیے کہ یثرب کے نام میں سرزنش کے معنی پائے جاتے ہیں اس لیے مدینہ نام بہتر ٹھیرایا۔

ویستاذن فریق اور ایک جماعت منافقوں کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگتی تھی کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں اجازت دیجیے کہ میدان چھوڑ کر گھر جاویں۔ یہ لوگ بنو حارثہ و بنو سلمہ کے تھے۔ خدا تعالیٰ ان کے عذر کو باطل کرتا ہے کہ یہ صرف انہوں نے بھاگنے کے لیے بہانہ بنایا ہے۔

ولو دخلت علیہم یعنی ان کے گھروں میں یا مدینہ میں مخالف داخل کیے جاتے من اقطارھا لے جوانبہا یعنی ہر طرف سے آجاویں۔

ثم سئلوا الفتنۃ پھر ایسی حالت میں ان سے دین سے پھر جانے کی یا مسلمانوں سے لڑنے کی درخواست کی جاوے تو آمادہ ہو جاویں گے پھر گھروں کے اکیلے ہونے کا کچھ بھی عذر نہ کریں۔

ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل حالاں کہ اس سے پہلے یعنی غزوہ خندق سے پیشتر بدر کی لڑائی کے
ع ۲ ۱۲ ۱۸ بعد جب کہ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہوئے اور مسلمانوں کو اللہ نے کامیاب کیا تو اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ اب کبھی پیٹھ نہ دیں گے دل سے لڑیں گے۔ اس کے بعد قضاو

قدر کے مسئلہ سے متنبہ کرتا ہے۔

قل لن ینفعکم کہ اگر تقدیر میں مرنا اور قتل ہونا لکھا ہے تو اس بھاگنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اور بالفرض اگر بھاگ بچے بھی تو کب تک؟ اور اللہ کے سوا دنیا میں کوئی مددگار کارساز نہیں اگر وہ بھلائی یا برائی دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔

قد یعلم اللہ المعوقین تعویق۔ ٹالنا، دیر کرنا۔ کچھ منافق ایسے بھی تھے جو جنگ میں شریک ہونے سے حیلے بہانے کرتے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ اپنے بھائیوں سے بھی کہتے تھے کہ ہماری طرف آؤ جنگ میں نہ جاؤ۔ یہ ان کا شریک نہ ہونا اور تم کو روکنا ان کی بخالت کی وجہ سے ہے جو اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں اور خوف کی حالت میں ان پر غشی سی طاری ہو جاتی ہے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اے محمدؐ تمہاری طرف دیکھتے ہیں یعنی آپ ہی کو ماوی و ملجا جانتے ہیں۔ اور جب خوف کا وقت جاتا رہتا ہے تو بھلائی میں شریک ہونے کے لیے بڑی چرب زبانی کرتے ہیں اللہ نے ان کے عمل برباد کر دیے وہ بے ایمان ہیں۔

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۚ

سمجھتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں

وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ

اور اگر (پھر) فوجیں آجائیں تو آرزو کریں کہ کاش

أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ

ہم باہر گاؤں میں جا رہیں (دور سے) تمہاری

عَنْ أَنْبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ

خبریں پوچھا کریں اور اگر (کسی مجبوری سے) تم میں آ

مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۝٢٠ لَقَدْ كَانَ

رہنا پڑے تو بہت ہی کم لڑیں البتہ تمہارے لیے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ
رسول اللہ کی پیروی
حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ
بہتر تھی اس کے لیے جو اللہ اور قیامت کی
الْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾
امید رکھتا اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے
وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ
اور جب (اے نبی) ایمان داروں نے فوجوں کو دیکھا تو
قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
کہا یہ وہ ہے کہ جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا
وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ
اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا
إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
ایمان اور فرمانبرداری اور زیادہ ہو گئی ایمان والوں میں سے کچھ ایسے بھی لوگ
رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ
ہیں کہ جنہوں نے جس کا اللہ سے عہد کیا تھا اس کو سچ
عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَ
کر دکھایا پھر ان میں سے کچھ تو اپنا کام پورا کر چکے اور
مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا
کچھ منتظر ہیں اور انہوں نے عہد میں کچھ
تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ
بھی خلاف نہیں کیا تاکہ اللہ سچوں کو ان کے
بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ
سچ کا بدلہ دے اور اگر چاہے تو منافقوں کو
إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عذاب دے یا ان کو توبہ نصیب کرے بے شک اللہ

غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ
توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے اور اللہ نے کافروں کو ان کے
كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا
غصہ میں بھرا ہوا لوٹا دیا ان کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا
وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ
اور اللہ مسلمانوں کی طرف سے جنگ کے لیے آپ کافی ہو گیا
وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾ وَأَنْزَلَ
اور اللہ قوی زبردست ہے اور جن
الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ
اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کی
الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ
گڑھیوں سے اتار لایا اور ان کے
فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا
دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ ان کے ایک فریق
تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿٢٦﴾ وَ
کو تم قتل کرنے لگے اور ایک فریق کو قید اور
أَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ
تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے
وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا وَ
مالوں اور اس زمین کا وارث کر دیا کہ جس پر تمہارے قدم بھی نہ پہنچے تھے اور
ع ٣ ١٩ كَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢٧﴾
اللہ ہر بات پر قادر ہے۔

ترکیب

یحسبون حال من احد الضمائر السابقۃ بادون
جمع باد۔ اسوۃ بالکسر والضم مصدر بمعنی التاسی ہو اسم

کان ولکم خبرہ وفی رسول اللہ حال اوظرف ویتعلق بالاستقرار لا باسوۃ لمن کان بدل من ضمیر المخاطب باعادۃ الجار ومنعہ الاکثر فعلیٰ ہذا یجوزان یتعلق بحسنۃ او یکون نعتا لہا بغیظہم یجوزان یکون مفعولا وحالا لم ینالوا الیٰ ا حال من اھل الکتٰب حال من ضمیر الفاعل فی ظاھروھم ومن صیاصیہم متعلق بانزل۔ فریقا منصوب بتقتلون۔

تفسیر

یحسبون الاحزاب یہاں سے ان کی اور بزدلی بیان کرتا ہے کہ لشکروں کے چلے جانے پر بھی ان بزدلوں کو یقین نہیں ہوتا کہ کفار کے لشکر بھاگ گئے، یہی جانتے ہیں کہ ابھی گھیرے ہوئے پڑے ہیں اور اگر بارِ دیگر کفار کے لشکر چڑھ آئیں تو یہ نامرد یہ آرزو کریں کہ اس وقت ہم مدینہ سے نکل کر باہر جنگلوں میں چلے جاویں اور وہاں سے تمہارا حال دریافت کیا کریں۔ اور اگر وہ تمہارے پاس بھی رہیں تو بہت کم مخالف سے لڑیں۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یہاں سے منافقوں پر تعریض کر کے ان کے مقابلہ میں مخلصین کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ اس واقعہ میں ایسے ثابت قدم رہے۔ اسوۃ خصلۃ حسنۃ۔ بیضاوی۔ بکسر الہمزۃ و ضمہا اقتداء بہ فی القتال والثبات فی مواطنہ۔ جلالین۔ یعنی تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی کرنی عمدہ بات تھی دیکھو وہ ان مواقع میں کیسے ثابت قدم رہے۔

ولما رأ المؤمنون الاحزاب الآیہ۔ یہاں سے لے کر غفورا رحیما تک انہیں کا حال ہے فمنہم من قضیٰ نحبہ نذرہ۔ کہ بعض تو ان سچے دین داروں میں سے وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں شہید ہو چکے ہیں اور بعض منتظر ہیں اور عہد جو انہوں نے کیا تھا پورا کر دیا اس میں کچھ تغیر نہیں کیا۔

ورد اللہ الذین کفروا یہاں سے اپنی عنایت اور فضل کا ذکر فرماتا ہے کہ اس نے ان کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا واپس کر دیا، ہزیمت دے کر ان کو فائدہ نہ پہنچا سب لوگ دُم بھاگے اور اللہ آپ اس جنگ کا کارساز ہو گیا۔

وانزل الذین ظاھروھم ان کفار کے جو مددگار اہلِ کتاب تھے یعنی بنی قریظہ جو مدینہ کے پاس رہتے تھے اور حضرتؐ سے عہد تھا پھر عہد توڑ کر اس واقعہ میں کفار کے شریک ہو گئے تھے ان کو ان کی گڑھیوں میں بند کر دیا۔ صیاصی، جمع صیصۃ وہی الحصون۔ جب ابو سفیان وغیرہ بھاگ گئے تو یہ یہود مسلمانوں کے ڈر سے اپنی گڑھیوں میں جا بیٹھے۔ پندرہ دن تک ان کا محاصرہ مسلمانوں نے کیا۔ ان کے دل میں خدا نے رعب ڈال دیا۔ آخر کار گڑھیوں سے باہر نکلے جوان مرد قتل کیے گئے اور عورتیں اور بچے غلام بنائے گئے اور ان کی جائداد و املاک بے تکلف مسلمانوں کے ہاتھ آئیں یہ اس کی قدرتِ کاملہ کا ایک کرشمہ تھا کما قال وقذف فی قلوبھم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضا لم تطؤھا اور اس کے سوا تم کو اے مسلمانو اور زمین کا بھی وارث کیا جو تمہارے پاؤں تلے ابھی تک نہیں آئی۔ اس زمین کا وارث ہونا بطور پیشین گوئی کے فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہت سے ملکوں کا مالک کیا جیسا کہ فارس اور روم اور خیبر اور مکہ بلکہ کل عرب کا وکان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیرا اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یٰایھا النبی قل لازواجک

اے نبی اپنی بیبیوں سے کہہ دو کہ

اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ
اگر تم کو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش
زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ
منظور ہے تو آؤ تو میں تم کو کچھ
اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَ
دے دلا کر اچھی طرح سے رخصت کر دوں اور
اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دار
وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ
آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے
لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾
نیک بختوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔
يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ
اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی
بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا
صریح بے حیائی کا کام کرے گی تو اس کو
الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ
دوگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾
اللہ پر آسان ہے۔

ترکیب

ان شرطیہ وجوابہا فتعالین و امتعکن واسرحکن بالجزم علی انہ جواب للامر فتعالین وبالرفع علی الاستیناف للمحسنٰت متعلق باعد منکن حال من المحسنٰت اوبیان لاتبعیض اجرا عظیما مفعول لاعد۔ یضعف جواب من یات۔

تفسیر

اس سورت میں بیشتر اخلاق انسانی کی اصلاح ہے اور اس مسئلہ کو نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ معاشرت کے متعلق سب سے اول بات احکام الٰہیہ کا اتباع ہے۔ کس لیے کہ عقول عالیہ جو مؤید بالالہام ہیں معاشرت و تمدن میں رسم و رواج سے جو تغیرات واقع ہوئے ہیں ان کا فیصلہ انہیں کے ہاتھ ہے۔ اس لیے سب سے اول خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع وحی کا حکم بڑی تاکید سے دیا۔ اس کے بعد ان لوگوں کی سرزنش کی جو سخت حوادث میں احکام الہامیہ کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں۔ جیساکہ غزوۂ احزاب میں منافقوں سے ظہور میں آیا، جن کی مذمت پچھلی آیتوں میں کی گئی۔ کس لیے کہ رسولِ الٰہی کی مخالفت سخت محرومی کا باعث ہے۔ اب ایک بات اور اخلاق کے متعلق رہ گئی تھی جن کو ان آیات یا یھا النبی قل لازواجک الخ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وہ مسئلہ معاشرتِ ازواج کا ہے۔

منافقوں کی تکلیف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی عداوت اور پوشیدہ کفر کی وجہ سے تھی۔ مگر حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی طرف سے دنیاوی تجمل اور مرفہ الحالی کے سامان طلب کرنے سے بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف پہنچتی تھی، گو دل سے محبت اور ایمان رکھتی تھیں اور آپ کو اللہ کا رسول برحق جانتی تھیں۔ لیکن با ایں ہمہ اپنا شوہر بھی سمجھتی تھیں اور جیساکہ عورتوں کی جبلت اور طینت ہے آپ سے دنیاوی معاملات میں وہی برتاؤ برتتی تھیں کہ جو معمولی عورتیں اپنے خاوندوں سے برتا کرتی ہیں، یہ لاؤ وہ لاؤ، ہمارے پاس فلاں چیز نہیں، فلاں کے پاس یہ کچھ ہے۔

اس پر متعدد بیویوں کی باہمی رقابت اور رشک اور بھی برافروختگی کا باعث ہوتا تھا۔

آں حضرتؐ کا ایلاء

اس لیے ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے خفا ہو کر ایک مہینے تک الگ مکان میں بیٹھ گئے۔ اور صحابہ کے پاس بھی تشریف نہ لائے۔

تب یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ازواجِ مطہرات کو تعلیم و تہدید و ترغیب دی گئی۔ اس آیت میں ازواجِ مطہرات کو دو باتوں میں اختیار دیا گیا اور اس لیے اس آیت کو آیتِ تخییر کہتے ہیں، کہ اگر تم کو حیاتِ دنیا اور اس کی آرائش منظور ہے تو آؤ میں تم کو کچھ متعہ[1] دے کر بالکل چھوڑ دوں، طریقِ سنت پر طلاق دے دوں پھر تم جہاں چاہو جاکر دنیا حاصل کرو۔ اور اگر تم کو اللہ اور اس کا رسول اور دارِ آخرت منظور ہے تو اللہ نے تم نیک بخت بیویوں کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کے بعد ازواجِ مطہرات نے طلاق لینا منظور نہ کیا اور دارِ آخرت اور اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اور عہد کیا کہ آئندہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے سوال نہ کریں گی۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سب سے اوّل حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ جلدی نہ کرنا، اپنے ماں باپ سے صلاح لے کر کہنا۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا تو مجھے اختیار کرتی ہے اور دارِ آخرت کو یا دنیا کو؟ میں نے کہا اس بارے میں ان سے کیا پوچھوں گی۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کیا۔ اسی طرح سب بیویوں نے کہا۔

اسی مضمون کو مسلم نے اور ابن جریر اور احمد اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے +

اس آیت کے متعلق یہ بات باقی رہ گئی وہ یہ کہ علماء کی اس بارے میں بحث ہے کہ یہ اختیار کیا تفویضِ طلاق تھی کہ نفسِ اختیار سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

حسن اور قتادہ اور اکثر اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں کہ یہ بات نہ تھی بلکہ اس بات میں اختیار دیا تھا کہ دنیا کو اختیار کرتی ہو تو آؤ طلاق لے لو۔ یا آخرت کو منظور کرتی ہو۔ خود طلاق لے لینے میں بھی اختیار نہ دیا تھا۔ بدلیل قولہ تعالیٰ فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا۔ اور عائشہؓ اور مجاہد و عکرمہ و شعبی و زہری و ربیعہ وغیرہم علماء کہتے ہیں کہ ان کو از خود طلاق لے لینے میں بھی اختیار دے دیا تھا، یہاں تک کہ جو بیوی یہ کہہ دیتی کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو بغیر آپؐ کے طلاق دینے کے اس پر طلاق پڑ جاتی۔ پہلا قول بہت ٹھیک ہے۔

مسئلہ جو کوئی اپنی بیوی کو اختیار دے دے کہ خواہ تو مجھے اختیار کر لے خواہ طلاق لے لے۔ پس اگر وہ اپنے خاوند کو اختیار کر لے تو جمہور کے نزدیک طلاق نہیں پڑتی مگر زید بن ثابتؓ اور علیؓ کا قول ہے کہ زوج کے اختیار کر لینے پر بھی ایک طلاقِ بائن پڑ جاوے گی۔ اور یہی قول حسن اور لیث اور خطابی اور نقاش کا ہے جو اس نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے۔ قوی اوّل بات ہے۔ کیوں کہ صحیحین

[1] متعہ طلاق جو مہر کی جگہ دیا جاتا ہے، کپڑوں کا جوڑا ۱۲ منہ

میں عائشہؓ کا قول مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اختیار دیا لیکن ہم نے حضرتؐ کو اختیار کر لیا۔ پھر اس سے ہم پر کوئی طلاق نہ واقع ہوئی۔ اور قیاس بھی اسی کو چاہتا ہے کہ محض اختیار دینے سے طلاق واقع ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ البتہ اگر عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو جمہور کے نزدیک طلاق پڑ جاوے گی۔ مگر عمرؓ و ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و ابن ابی لیلیٰؒ اور ثوریؒ اور شافعیؒ یہ کہتے ہیں کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اور حضرت علیؓ اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں ایک طلاقِ بائن پڑے گی اور امام مالکؒ کا بھی اسی طرف میلان ہے۔

اس کے بعد ازواجِ مطہرات کے لیے اور حکم سناتا ہے یٰنساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ کہ اے نبی کی بیویو! جو کوئی تم میں سے صریح گناہ کرے گی تو دو چند عذاب دی جاوے گی۔ اور یہ بات اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔

فاحشۃ مبینۃ زنا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی بیویوں کو اس سے محفوظ و معصوم رکھا ہے اور ان کو پاک اور طاہر کیا تھا۔ پس یہ صرف تہدید ہے جیسا کہ لئن اشرکت لیحبطن عملک ہے۔ یہ شرط ہے اور شرط وقوع کی مقتضی نہیں۔ بعض کہتے ہیں فاحشہ کا لفظ جب معرفہ ہو کر مستعمل ہوگا تو اس سے مراد زنا ہوگی یا لواطت اور جب نکرہ ہو کر مستعمل ہوگا تو اس سے مراد ہر ایک قسم کا گناہ اور جو اس کی نعت بھی آوے گی جیسا کہ اس جگہ تو اس سے مراد خاوند کی نافرمانی اور سرکشی۔

یضعف لھا العذاب گناہ کوئی کرے گناہ ہے۔ مگر پھر بھی فرق ہے۔ ایک عالم اس کی برائی سے واقف ہو کر کرے ایک جاہل کرے دونوں میں فرق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بڑے رتبہ کی تھیں اور جو کوئی بلند مرتبہ ایسا کام کرے اس کو دو چند سزا ہے۔ اس سزا دو چند سے مراد عذاب آخرت ہے کہ وہاں دو چند عذاب ہوگا۔ (مقاتل)۔

ابن جریر کہتے ہیں معاذ اللہ اگر ان سے یہ خطا سرزد ہوتی تو دو بار حد ماری جاتی جیسا کہ لونڈی کی بہ نسبت آزاد عورت کو زیادہ حد ماری جاتی ہے اور عذاب سے مراد حد ہے کما قال ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین۔

الحمد للہ اکیسویں پارے کی تفسیر تمام ہوئی



احادیث نبوی کا سب سے قدیم و بیش بہا مجموعہ

مؤطا امام مالک مترجم

علیہ رحمۃ اللہ

جس کو امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) نے سالہا سال ہر کسوٹی پر پرکھ کر اپنی جمع کردہ دس ہزار احادیث سے منتخب کیا تھا

اصل عربی مع مقابل اردو ترجمہ و ضروری فوائد... از حضرت علامہ وحید الزماںؒ جو صحت و طباعت میں بے نظیر ہے

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب

آرام باغ، کراچی